1963

حصہ چہارم

اسلم راہی ایم اے

مکتبہ القریش چوک اردو بازار۔ لاہور

خون خوار کوزن وقت کی گہری اور بھیانک لہر اور شعلوں کے آئینہ دار کی طرح
آگے بڑھا اور اپنے دائیں ہاتھ کی ضرب جب اُس نے یوناف پہ لگانی چاہی تو یوناف نے
اس کا اٹھا ہوا ہاتھ فضا کے اندر ہی پکڑ کر قابو کر لیا تھا۔ لیکن کوزن بڑا ہوشیار اور عیّار
تھا۔ اس نے فوراً ایک جھپکتے میں اپنا دوسرا ہاتھ استعمال کیا اور لوہے کے ہتھوڑے جیسا
اپنا زور دار مکا اس نے یوناف کی ٹھوڑی کے نیچے دے مارا تھا کوزن کی یہ ضرب
پڑتے ہی یوناف کے ہاتھوں سے کوزن کا دوسرا بازو بھی چھوٹ گیا تھا۔ اور وہ بڑی بے بسی
کی حالت میں اپنا توازن کھوتا ہوا ایک چٹان کے قریب گر گیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے
ہوئے کوزن نے پہلے فاتحانہ سا قہقہہ لگایا پھر بڑے حقیر انداز میں اس نے یوناف کی طرف
دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا اے یوناف میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں تو وہ
ہستی ہوں۔ جو قافلہ در قافلہ اور کاروان در کاروان پیاس کا صحرا اور انقلابی یلغار بن کر نازل ہو
جاتا ہوں۔ میرے سامنے تمہاری کیا حیثیت ہے۔ میں تمہیں اپنے راستے کا ایک عارضی
اور معمولی پتھر سمجھتا ہوں۔ اور جب چاہوں گا تمہیں ٹھوکر مار کر اپنی راہ سے ہٹا کر دور کر
دوں گا اس آفاقی سناٹے کے اندر یوناف تھوڑی دیر تک بڑی گہری نگاہوں
سے کوزن کی طرف دیکھتا رہا پھر اُس کے چہرے پر کسی شمشیر جگر دار اور گوہر تاب دار
جیسے جذبے بکھر گئے تھے۔ اس کے بعد وہ نیکتی جھپکتی اور کوندتی برق کی طرح اٹھ
کھڑا ہوا تھا اور کوزن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے کوزن مجھے زمین پر گرانے

کے بعد کسی غلط فہمی اور کسی دھوکے میں مبتلا نہ ہونا۔ سن رکھو میرا نام یوناف ہے میں اپنے دشمنوں اور اپنے مدمقابل پر سنگ و شرر کی طرح جب نزول کرتا ہوں تو اپنے دشمنوں کے بدن کا نور اور فطرت کا شعور تک چھین لیتا ہوں۔ اے کوزن جس طرح میں اپنے سامنے کئی بار عزازیل اور شیطان کو زیر کر چکا ہوں آج ایسے ہی میں سمجھے بھی اس جبل زنون کے سامنے اپنے سامنے زیر اور مغلوب کروں گا۔

کوزن یوناف کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ یوناف اپنی پوری شوریدگی اور المناکی میں اور نیلے سمندر کے پانی کی چنگاڑ کی طرح آگے بڑھا اور کوزن پر حملہ آور ہوا۔ یوناف کی حالت سے ایسا لگتا تھا جیسے زمین کے سارے خواب جاگ اٹھے ہوں۔ اس کے ساتھ ہی یوناف کوزن کے قریب جا کر اچھلا تھا اور پھر اپنے دائیں ہاتھ کی ضرب اس نے کوزن کے شانے پر اس زور اور طاقت کے ساتھ لگائی تھی کہ کوزن دوہرا اور تہرا ہوتا ہوا اور تکلیف اور اذیت کا اظہار کرتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے۔ یوناف کے لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر دوبارہ وہ آگے بڑھا اور کوزن کی پسلی کے قریب اس نے اپنے دائیں پاؤں کو ایک زوردار ٹھوکر لگاتے ہوئے کوزن کو مخاطب کر کے پوچھا اے کوزن میری یہ ضرب کیسی رہی۔ کیا میں نے تیرا سارا طلسم خیال توڑ کر تیری حالت جھونپڑیں جیسی ہوئی کشتی اور بے چین خیالوں کی تھکن جیسی نہیں کر دی۔ اٹھ کھڑا ہو اور میرے ساتھ پھر مقابلہ کر اور دیکھ میں کیسے تیری روح کے جذبوں کو ماند کرتا ہوں۔ تیری تقدیر میں دھوپ کا صحرا پھیلاتا ہوں اور تیرے دل کے فانوس کو بجھاتا ہوں۔ کوزن کی حالت اس بہتے اس دریا جیسی افسردہ ہو کر رہ گئی تھی جو بہتے بہتے صحرا میں ہی کھو گیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ کسی غبار راہ گزر کی طرح زمین پر پڑا تکلیف اور اذیت کا اظہار کرتا رہا۔ پھر وہ جلدی سنبھل گیا۔ دوبارہ وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے غضب ناک اور قہر آلود آواز میں کہا۔

اے یوناف اپنی حد سے بڑھ کر میرے ساتھ گفتگو نہ کر ابھی مجھ میں دم خم ہے اور میں اس قابل ہوں کہ تیرے ذہن میں آنچ اور تیری روح میں آگ بھر دوں دیکھ ایک بار پھر تجھ پر وار دہونے لگا ہوں اور میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ تیرے پاؤں میں شکست کی بیڑیاں اور تیرے ہونٹوں پر تیری ہار کا قفل لگا کر تیرے سارے جذبوں کو سرد

کر دوں گا۔ جواب میں یوناف نے بھی اپنے الفاظ کی پوری قوت میں کوزن کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ اے کوزن میں نے تیرے جیسے بیگانہ آداب اندھیروں کی کوکھ کے گیت اور بغاوت کے نغمے گانے والے بہت دیکھے ہیں۔ دیکھ تو اندھیرا اور تاریکی ہے جب کہ میں تیرے مقابلے میں نیکی کی روشنی اور کرن ہوں اور یاد رکھ روشنی ہی زندگی، روشنی ہی انسانیت روشنی ہی ارتقا اور روشنی ہی بقا ہے اور جہاں روشنی وارد ہوتی ہے وہاں اندھیرے آپ ہی آپ چھٹ جاتے ہیں، سو تو دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہو کر دیکھ لے میں تجھے یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح روشنی کی کرنیں اندھیرے میں دور تک کھو جاتی ہیں۔ ایسے ہی میں ایک تکلیف دینے والے کیل کی طرح تیرے جسم و جان میں پیوست ہو کر رہ جاؤں گا۔ اب بھی وقت ہے۔ میرے سامنے اپنی ہار اور شکست کو تسلیم کر کے یہاں سے دفع ہو جا ڈور شریا ورنہ میں وحشتوں کی آندھیوں کی طرح تم پر حملہ آور ہوں گا اور تیرے جسم و جان کو ایک ناقابل برداشت روگ لگا کر رکھ دوں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا تھا کیونکہ کوزن اس پر حملہ آور ہونے کے لیے اس کے قریب آیا تھا۔

اسی لمحہ ابلیکا نے یوناف کی گردن پر اپنا ریشمی لمس دیا۔ تھوڑی دیر تک یوناف اس کے لمس کی لذت میں کھویا رہا پھر اس کے ساتھ ہی ابلیکا کی آواز کسی ماہتاب خوش کلام کی طرح یوناف کو سنائی دی تھی۔ ابلیکا نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے حبیب میں تمہارے لیے قرطاجنہ شہر کی ایک اہم خبر لے کر آئی ہوں۔ میں کوزن کے ساتھ تمہارے اس مقابلے کو طویل اور لمبا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی لہٰذا اگر تم برا محسوس نہ کرو تو تمہارے ساتھ ساتھ میں خود بھی کوزن کے خلاف حرکت میں آنے لگی ہوں اور پھر تم دیکھنا میں یہ بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والے کوزن کی کیا حالت کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ابلیکا نے اپنی جسامت کو بڑھانا شروع کر دیا تھا، اور اس کا چہرہ کسی بہت بڑے اژدھا کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ پھر جونہی کوزن نے آگے بڑھ کر یوناف پر ضرب لگانا چاہی اور یوناف نے اس کا ہوا میں بلند ہوتا ہوا ہاتھ اپنی گرفت میں لے کر دوسرے ہاتھ سے جب کوزن کو ضرب لگانا چاہی تو جس وقت یوناف نے کوزن کو ضرب لگائی تھی۔ اسی وقت ابلیکا نے اپنا پھن خوب لہرا کر پوری قوت کے ساتھ کوزن کے منہ پر دے مارا تھا، پھن لگتے ہی کوزن

کے منہ سے بھیانک چیخ نکل گئی تھی اور وہ ہوا میں بلند ہوتا ہوا کئی فٹ تک دُور جا گرا تھا۔ پھر ساتھ ہی ابلیکا نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے میرے حبیب اگر اس نے میرا ایسا ہی ایک اور طمانچہ کھا لیا تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میرا دوسرا طمانچہ اس کی بصارت کو اندھا اور اس کی سماعت کو بہرہ بنا کر رکھ دے گا۔ ابلیکا کا طمانچہ کھانے کے بعد ہوا میں اُچھلنے اور پھر زمین پر گرنے کے بعد کوزن کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی اور وہ بڑے وحشت ناک انداز میں یوناف کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس موقعہ پر یوناف نے جب آگے بڑھ کر پھر کوزن پر حملہ آور ہونا چاہا تو کوزن اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور یوناف کی ضرب سے بچنے کے لیے وہ وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔ کیونکہ اب اس میں ہمت نہ تھی کہ وہ ابلیکا کی دوسری ضرب برداشت کر سکے لہذا وہ اپنی ہار تسلیم کرتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

کوزن کے جانے کے بعد یوناف نے ہلکی ہلکی اور دھیمی آواز میں ابلیکا کو مخاطب کر کے پوچھا۔ اے ابلیکا تم میرے لیے قرطاجنہ شہر سے کیسی اور کس قسم کی خبر لے کر آئی ہو۔ اس کے جواب میں ابلیکا نے پہلے یوناف کی گردن پر پھر اپنی باریک جسامت کا ریشمی لمس دیا پھر اس کی کسی قدر مغموم اور افسردہ سی آواز یوناف کو سنائی دی۔ اے یوناف جو خبر میں قرطاجنہ سے لے کر آئی ہوں وہ اچھی نہیں ہے اور خبر یہ ہے کہ ایلیسا اب اس دنیا میں نہیں رہی۔ کیونکہ تمہارے قرطاجنہ سے نکلنے کے بعد ایلیسا نے قرطاجنہ شہر کی تعمیر مکمل کر لی تھی۔ اس دوران وہاں بسنے والی موریس قوم کے بادشاہ ارباس کو ایلیسا کے متعلق اطلاعات مل گئی اور اس کے جاسوسوں نے اُسے یہ بھی خبر دی کہ ایلیسا نہ صرف حسین اور پرکشش ہے بلکہ وہ ٹائر شہر کی شہزادی ہے اور ناگزیر حالات کے تحت وہ ٹائر سے ہجرت کر کے یہاں آگئی ہے اور اس نے یہاں پر زمینوں کے وسیع خطے پر خلیج تیونس کے سامنے اور دریائے بگرادا کے کنارے قرطاجنہ نام کا ایک شہر آباد کیا ہے۔ ایلیسا کی خوبصورتی اور حسن کے چرچے سن کر موریس قوم کے بادشاہ ارباس نے اپنے ایلچی ایلیسا کی طرف بھجوائے اور اُسے حکم دیا کہ وہ اس کی خدمت میں حاضر ہو لیں ایلیسا نے ارباس بادشاہ کے اس حکم کا اتباع کیا۔ اور اپنے دو سردار ملکوس اور ماگو کے علاوہ وہ چند محافظوں کو لے کر ارباس کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی۔

جب حسین ایلیسا ارباس کی خدمت میں گئی تو وہ اسے دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور اس نے فوراً ایلیسا کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ شادی کر لے۔ ایلیسا اس موقعہ پر انکار کر دیتی تو اس کی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا کیونکہ اول تو ارباس اسے اپنے شہر میں قید کر دیتا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو زبردستی اس سے شادی کر لیتا اور اگر ایلیسا ایسا بھی نہ ہونے دیتی تو وہ ضرور ایلیسا کی گردن کاٹ کر رکھ دیتا اے یوناف ایلیسا چونکہ تمہیں پسند کرتی تھی۔ لہذا اس موقعہ پر ارباس بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے ایلیسا نے کہا کہ وہ اس شادی پر آمادہ تو ہے لیکن اُسے اس کے لیے تین ماہ کی مہلت دی جائے تاکہ اس تین ماہ میں وہ اس نئے آباد ہونے والے قرطاجنہ شہر سے باہر اپنے بعل دیوتا کے لیے ایک قربان گاہ تعمیر کرے تاکہ قرطاجنہ شہر کے رہنے والے لوگ وہاں اپنے دیوتا کی پوجا پاٹ اور پرستش کر سکیں۔ ارباس نے بخوشی ایلیسا کو تین ماہ کی مہلت دے دی تھی کیونکہ اسے امید ہو گئی تھی کہ تین ماہ بعد ضرور اس کے ساتھ شادی کرنے پر تیار ہو جائے گی۔ لہذا ارباس بادشاہ سے تین ماہ کی مہلت لینے کے بعد ایلیسا واپس آگئی اور یہاں اس نے دریائے بگرادا کے کنارے بعل دیوتا کے لیے ایک قربان گاہ تیار کرنا شروع کی۔ یہ قربان گاہ اس نے تین ماہ کی مہلت سے پہلے ہی تیار کر لی تھی اور اس دوران وہ بڑی بے چینی سے تمہاری واپسی کا بھی انتظار کرتی رہی پھر جب تم واپس لوٹ کر نہ گئے تو ایلیسا کو یقین ہو گیا کہ اب تم واپس لوٹ کر نہ جاؤ گے، لہذا ایک روز اس نے دریائے بگرادا کے کنارے اپنے پیٹ میں اپنی تلوار گھونپ کر خودکشی کر لی۔ مرنے سے پہلے ایلیسا نے اپنے دونوں سرداروں یعنی ماگو اور ملکوس کو وصیت کی تھی کہ اس کے مرنے کے بعد ملکوس شہر کا نظم و نسق سنبھالے گا اور ملکوس کی موت کے بعد ماگو قرطاجنہ شہر کا حکمران ہو گا۔ اے یوناف یہ ہے وہ خبر جو میں تم سے کہنا چاہتی تھی یہاں تک کہنے کے بعد ابلیکا خاموش ہو گئی تھی۔

یہ روح فرسا خبر سن کر یوناف تھوڑی دیر تک گردن جھکائے سوچتا رہا۔ تھوڑی دیر تک اس کے چہرے پر غصے کے شعلے سے رقص کرتے رہے۔ انتقام کے دائرے اس کے چہرے پر بنتے اور بگڑتے رہے اور اس کی خاموشی سے ایسا لگتا تھا کہ جیسے وہ داستانوں کے سر سے ملانے کی کوشش کر رہا ہو۔ تھوڑی دیر تک یوناف یونہی خاموش کھڑا رہا۔ پھر اس نے ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا کاش میں ایلیسا کی مدد کر سکتا۔ کاش میں اس وقت وہاں ہوتا جب موریس قوم کے بادشاہ ارباس نے اُسے طلب کیا تھا سو میں اس ارباس کے مقابلے میں اس کے بچاؤ کا سامان کر سکتا۔ آہ اب میں ایلیسا کے انار سی لب اس کے آتشی عارض اس کی محبت کے زار سے برساتی آنکھیں اس کے تمتماتے خدوخال اس کا روشن سا خوشحال چہرہ اور اس کا جام کی گردش اور وصل کی ساعت جیسا حسن اور خوبصورتی پھر کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔

یوناف کی اس گفتگو پر ابلیکا بھی اداس اور افسردہ سی ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بھی یوناف سے کچھ نہ کہہ سکی۔ جب کہ یوناف بھی مغموم اور اداس سا کھڑا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا میں اپنے خداوند کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تیرے جیسا شعلہ نفس انجم النظر مہتاب روح اور برق خو ساتھی عطا کر رکھا ہے۔ جو مجھے دور اور نزدیک کی خبریں لا کر دیتی ہے۔ اے ابلیکا میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو ہر موقع پر میری مدد اور میری حمایت کو موجود ہوتی ہے۔ یوناف جب خاموش ہوا تو ابلیکا نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے مغموم آواز میں پوچھا۔

اے یوناف ایلیسا کی موت سے متعلق خبر سننے کے بعد اب تمہارا کیا ردِعمل ہو گا اور تم کیا قدم اٹھاؤ گے۔

اس بار یوناف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اے ابلیکا اب میں یہاں سے قرطاجنہ شہر کا رُخ کروں گا۔ وہاں میں ایلیسا کے سردار ملکوس اور ماگو کے ساتھ مل کر۔ ایک لشکر جرار تیار کروں گا۔ پھر اس لشکر کے ساتھ میں موریس قوم کے بادشاہ ارباس کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ اور اسے شکست دے کر میں افریقہ کے اندر ایلیسا کی قوم کی حکومت قائم کر دوں گا اور اس حکومت کا مرکزی شہر قرطاجنہ ہو گا جیسے ایلیسا نے آباد کیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ افریقہ کی سرزمین میں میں ایسا کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ یوناف کے اس ارادے پر ابلیکا نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ یہاں سے نکل کر افریقہ جانے کا عزم کرو اور وہاں پر ملکوس اور ماگو کے ساتھ ارباس بادشاہ کو شکست دو۔ اے یوناف اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں کہ ملکوس اور ماگو نے مل کر ایک جرار لشکر تیار کر رکھا ہے اور اس لشکر کو انہوں نے جنگی تربیت بھی خوب اچھی طرح دے رکھی ہے،

اس موقع پر اگر تم بھی اُن سے جا ملو تو اس طرح ملکوس اور ماگو دونوں کے حوصلے بلند ہو جائیں گے اور تم تینوں مل کر ضرور ارباس کے لشکر کو شکست دینے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور جب تم ایسا کر لو گے تو افریقہ کے اندر فونیقیوں کی ایک مضبوط حکومت قائم ہو جائے گی اور اس حکومت کا مرکزی شہر قرطاجنہ بن جائے گا اس طرح یہ نیا شہر آباد ہونے والا قرطاجنہ دنوں کے اندر ترقی اور وسعت کی منزلیں طے کر جائے گا۔

یوناف نے ابلیکا کی گفتگو سے اتفاق کیا اور دوبارہ ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ اے ابلیکا تمہاری خواہشیں کے مطابق میں ابھی اور اسی وقت قرطاجنہ شہر کی طرف کوچ کروں گا اور وہاں پر موریس قوم کے بادشاہ ارباس سے نمٹنے کے بعد دوبارہ ٹرائے شہر کا رُخ کروں گا۔ جہاں پر ابھی تک یونانی ٹروجن ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہوں گے چونکہ میں یونانیوں کی مدد کرنے کا عہد کر چکا ہوں لہٰذا ٹرومیوں کے مقابلے میں میں پھر یونانیوں کے لشکر میں شامل ہوں گا تاکہ وہ اپنی اغوا ہونے والی شہزادی ہیلن کو حاصل کر سکیں۔ اے ابلیکا آؤ اب یہاں سے کوچ کریں اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور فلسطین کے جبل زیتون کے پاس سے وہ افریقہ کے قرطاجنہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

ایلیسا کے سردار ملکوس اور ماگو ایک روز قرطاجنہ شہر کی بندرگاہ کے کنارے کھڑے تھے کہ اچانک ان کے قریب ہی یوناف نمودار ہوا اور بڑی تیزی سے وہ اس طرف بڑھا جہاں ملکوس اور ماگو کھڑے تھے۔ آپس میں گفتگو کر رہے تھے سب سے پہلے ملکوس نے یوناف کو آتے دیکھا تھا۔ لہٰذا اس نے کہنی مار کر ماگو کو متوجہ کر کے کہا۔

اے ماگو! ذرا غور سے ادھر دیکھو وہ یوناف آ رہا ہے کاش یہ پہلے یہاں ہوتا اور اس کی موجودگی میں شاید ایلیسا خودکشی نہ کرتی اے ماگو آؤ یہ یوناف ہمارا دوست اور ہمارا مخلص ہے لہٰذا ہمیں بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کرنا چاہیئے ماگو نے پوری طرح ملکوس سے اتفاق کیا۔ پھر وہ تقریباً بھاگتے ہوئے یوناف کی طرف بڑھے۔ قریب جا کر وہ دونوں باری باری یوناف کو اپنے ساتھ لپٹا کر ملے پھر ملکوس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے یوناف ہمارے عزیز تم نے ہمارے شہر میں آنے کے لیے بہت

دیر کر دی تمہارے آنے سے پہلے ۔ ملکوس ابھی تک یہی کہنے پایا تھا کہ یوناف نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

اے ملکوس مجھے سارے حالات کی خبر ہو چکی ہے مجھے یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ کس طرح موریں قوم کے بادشاہ ارپاس نے ایلیسا سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا اور کس طرح ایلیسا میری واپسی سے مایوس ہو کر خودکشی کرنے پر مجبور ہو گئی تھی اے ملکوس ماگو میرے بھائیو سنو مجھے بہت دُکھ اور افسوس ہے کہ میری وجہ سے ایلیسا نے خودکشی کر لی تھی۔ لیکن اب میں اس کی اس خودکشی اور قربانی کو رائیگاں نہ جانے دوں گا میں تم دونوں کے ساتھ مل کر فونیقیوں کا ایک جرار لشکر تیار کروں گا۔ اس لشکر کو میں موریں قوم کے بادشاہ ارپاس کے خلاف حرکت میں لاؤں گا اور مجھے امید ہے کہ اس ارپاس کو شکست دینے کے بعد افریقہ کے ان ساحلوں پر ہم فونیقی حکومت قائم کرنے پر کامیاب و کامران ہو جائیں گے۔

یوناف کی یہ گفتگو سُن کر ملکوس اور ماگو دونوں کے چہروں پر خوشی کے گہرے اثرات بکھر گئے تھے پھر ملکوس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف ہمارے بھائی موریں قوم کے بادشاہ ارپاس کے لیے تمہیں زیادہ دنوں تک انتظار نہیں کرنا پڑے گا اس لیے کہ فونیقی جوانوں پر مشتمل ہم نے ایک جرار لشکر تیار کر رکھا ہے اور میں اور ماگو دونوں نے دن رات ایک کر کے اس لشکر کو عسکری تربیت دے رکھی ہے اس کے علاوہ ہم نے جنگی کشتیوں پر مشتمل ایک بحری بیڑا بھی تیار کر رکھا ہے اگر تم نہ بھی آتے تب بھی ہم نے ارپاس بادشاہ کے خلاف لشکر کشی کرنے کا عزم کر رکھا تھا اور ہمارا لائحہ عمل یہ تھا کہ ہم جنوب کی طرف جا کر دریائے بگرادا کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہوں گے اور موریں قوم کے بادشاہ ارپاس کے پاس قاصد بھجوا کر اُسے جنگ کی دعوت دیں گے اس کے ساتھ ساتھ ہماری جنگی کشتیاں بھی حرکت میں آئیں گی، وہ سمندر میں آگے بڑھتے ہوئے وہاں تک جائیں گی جہاں تک دریائے بگرادا سمندر میں گرتا ہے اور پھر یہ کشتیاں جن میں ہمارے جنگجو جوان بیٹھے ہوں گے اور ان کے علاوہ ان کشتیوں میں ہمارے لیے رسد اور کمک کا سامان بھی ہو گا۔ یہ کشتیاں سمندر سے نکل کر دریائے بگرادا میں داخل ہو جائیں گی اور دریا میں جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے اس جگہ جا کر لنگر انداز ہوں گی، جہاں پر ہمارے لشکر نے پڑاؤ کر رکھا ہو گا اور جب ارپاس بادشاہ کے خلاف ہماری

جنگ شروع ہو گی تو یہ ہمارے جوان کشتیوں میں ہی بیٹھے انتظار کرتے رہیں گے اور جب جنگ اپنے عروج پہ آئے گی تو یہ جوان بھی اپنی کشتیوں سے نکل کر ارپاس کے لشکر کی پشت کی طرف سے اس پر حملہ آور ہو جائیں گے اور میرے خیال میں ان کے حملہ آور ہوتے ہی جنگ کا ہمارے حق میں فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ ارپاس ہمارے دو طرفہ حملوں کو برداشت نہ کر سکے گا۔ وہ دائیں یا بائیں طرف اپنے لشکر کے ساتھ بھاگنے کی کوشش کرے گا جو بھی قدم اٹھائے گا ہم اس کا تعاقب کریں گے اور اسے اس کے لشکر کے ساتھ تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے اور جب ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو ان سرزمینوں میں دُور دُور تک ہماری فونیقی حکومت قائم ہو جائے گی۔

ملکوس سے اس کا لائحہ عمل سن کر یوناف خوش ہو گیا تھا پھر اس نے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ ملکوس کے کندھوں پر رکھے اور بڑی نرمی سے مخاطب کر کے اس نے کہا:

اے ملکوس میرے بھائی میں تمہارے اس لائحہ عمل سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں لیکن تم یہ تو کہو کہ تم اپنے لشکر کو کب تک حرکت میں لا سکتے ہو اس موقع پر ملکوس نے چھاتی تانتے ہوئے کہا۔

اے یوناف اب جب کہ تمہارے آنے سے ہمارے حوصلے اور زیادہ بڑھ گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں تم جب بھی چاہو ہم اپنے لشکر کو حرکت میں لا سکتے ہیں اگر تم کہو تو کل ہی یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے بگرادا کے کنارے جنوب کی طرف بڑھیں اور موریں قوم کے بادشاہ ارپاس کو جنگ کی دعوت دیں اور اس کے ساتھ ہی ہماری کشتیاں بھی سمندر میں حرکت میں آ کر دریائے بگرادا میں جنوب کی طرف بڑھیں گی۔

ملکوس کے اس فیصلے پر یوناف خوش ہو گیا تھا لہٰذا اس نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

اے ملکوس تو پھر سنو اگر تم میری ہی مرضی کے مطابق کام کرنا چاہتے ہو تو پھر کل سے ہمارا لشکر حرکت میں آئے گا۔ کل ہم یہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھیں گے تم اور ماگو دونوں لشکر کو لے کر دریائے بگرادا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھنا اور ساتھ ہی اپنے قاصد ارپاس کی طرف بھجوا کر اُسے لشکر کشی کی دعوت دینا میں اُن جوانوں کی کمان داری کروں گا جو رسد اور کمک کے سامان کے ساتھ سمندر سے نکل کر دریائے بگرادا کے کنارے جنوب کی طرف بڑھیں گے اور

جب تم دونوں اریاس کے ساتھ جنگ کی ابتدا کر دو گے اور جس وقت جنگ اپنے عروج پر ہوگی میں اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ کشتیوں سے نکل کر اریاس کے لشکر کی پشت سے ایسا زوردار حملہ کروں گا کہ اس کے لشکریوں کے پاؤں اکھاڑ کر رکھ دوں گا۔ اس طرح اس جنگ میں ہماری فتح یقینی ہوگی۔

یہ گفتگو مکمل ہونے کے بعد ماگو نے آگے بڑھ کر یوناف کو اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے کہا اے یوناف ہمارے بھائی ہم خوش ہیں کہ تم جیسا جوان اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دے رہا ہے اب تم آؤ اور ایلیسا کے محل میں آرام کرو۔ اب تمہارے ارادے کے مطابق کل ہم لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے اور مجھے امید ہے کہ اریاس کے مقابلے میں ہم ہی فتح مند رہیں گے اس کے ساتھ ہی ملکوس اور ماگو یوناف کو قرطاجنہ شہر کے وسط میں تعمیر ہونے والے ایلیسا کے محل کی طرف جا رہے تھے۔

دوسرے روز ملکوس اور ماگو نے اپنے قاصد اریاس بادشاہ کی طرف بھیج کر اُسے جنگ کی دعوت دے دی تھی اور خود ملکوس اور ماگو اپنے لشکر کو لے کر دریائے بگرادا کے کنارے کنارے جنوب کی طرف پیش قدمی کرنے لگے تھے۔ اُن کے ساتھ ہی یوناف بھی اپنے اُن جنگجو جوانوں کے ساتھ حرکت میں آیا تھا جنہوں نے کشتیوں میں سفر کرنا تھا، یہ جنگی کشتیاں رسد اور کمک کے ساتھ بھری ہوئی تھیں۔ پہلے یہ کشتیاں یوناف کی سرکردگی میں سمندر کے اندر حرکت میں آئیں پھر دریائے بگرادا میں داخل ہو کر یہ کشتیاں جنوب کی طرف بڑھنے لگی تھیں دریائے بگرادا میں آگے بڑھتے ہوئے یہ کشتیاں اُس جگہ جا لنگر انداز ہوئیں جہاں ملکوس اور ماگو نے اپنے لشکر کے ساتھ صحرا کے اندر پڑاؤ کر رکھا تھا۔

○

موریس قوم کے بادشاہ اریاس کو ملکوس اور ماگو کے قاصدوں کے ذریعے جنگ کی دعوت ملی تو اس نے جنگ کے لیے دیر نہیں کی اُس نے فوراً اپنے لشکر کو تیار کیا غصے سے اس بنا پر اس کی حالت بُری ہوتی جا رہی تھی کہ وہ تاجر جو خلیج ٹیونس میں صرف تجارت کی غرض سے آئے تھے اب اُسے جنگ کی طرف دعوت دے رہے تھے لہذا اپنے لشکر کو تیار کر کے بڑی برق رفتاری سے صحرا کے اس حصے کا رُخ کیا

جہاں پر ملکوس اور ماگو اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ اریاس بھی اپنے لشکر کے ساتھ اُن کے سامنے آکر خیمہ زن ہوا ایک رات اُس نے اپنے لشکر کو آرام کرنے کا موقع دیا اور دوسرے روز اس نے صبح ہی صبح جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے اپنے لشکر کی صفیں درست کر لی تھیں دوسری طرف ملکوس اور ماگو بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد فونیقیوں اور موریس قوم کے درمیان جنگ کی ابتدا ہوئی۔ شروع شروع میں موریس قوم کا بادشاہ اریاس روح کی تمام امیدوں، دل کی تمام آرزوؤں اور اپنی ساری شیطانی خواہشوں کے ساتھ بڑے زوردار انداز میں فونیقیوں پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس کا ارادہ تھا کہ جنگ کی ابتدا ہی میں وہ اس تاجر قوم پر زوردار حملے کر کے اس کے پاؤں اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اپنے مقاصد میں اسے کامیابی نہ ہوئی تھی۔ اس لیے کہ جواب میں فونیقی لشکر بھی طوفان باد و باراں اور آندھیوں کے تھپیڑوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور موریس قوم کے بڑھتے ہوئے قدموں کو انہوں نے روک کر رکھ دیا تھا۔ عین اس موقع پر جب کہ جنگ اپنے عروج پر آگئی تھی تو یوناف اپنے لشکریوں کے ساتھ کشتیوں سے نکلا اور پھر وہ موریس قوم کی پشت پر حملہ آور ہوا۔ جلتے تپتے صحرا کے اندر یوناف کسی سیال آتش، سمندری لہروں اور دشت کے بگولوں کی طرح اریاس کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا اور لمحوں کے اندر اس نے ایک قاتل قوت کی طرح اریاس کے لشکریوں کا خاتمہ کرتے ہوئے ان کے عروج اور ان کے ارتقاء کو مٹی میں ملاتے ہوئے ان پر موت کا سیاہ نقاب ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ موریس قوم کا بادشاہ اریاس زیادہ دیر تک اس دو طرفہ حملوں کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے جب دیکھا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو اس کی شکست یقینی ہو جائے گی۔ لہذا وہ اپنے لشکر کو سمیٹ کر فرار کے راستے تلاش کرنے لگا تھا۔

اریاس نے اپنے لشکر کو سمیٹ کر دائیں طرف سے راستہ بناتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن یوناف نے اسے ایسا نہ کرنے دیا اس لیے کہ پشت کی طرف ایک دم دائیں طرف بڑھتے ہوئے اس نے اریاس کے لشکر پر اپنے جوانوں کے ساتھ زوردار حملے شروع کر رہے تھے دوسری طرف ملکوس اور ماگو کو بھی پتہ چل گیا تھا لہذا ان دونوں نے بھی اپنی پوری قوت سے دائیں طرف زوردار

حملے شروع کر دیئے تھے اس طرح اریاس کے لشکر کے اندر ایک افراتفری کا عالم بپا ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اریاس نے جب دیکھا کہ دشمن اس کو فرار ہونے کا موقعہ نہیں دے رہا۔ تو اس نے اپنے لشکر کو اندر ہی اندر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا جب اس کے لشکریوں نے دیکھا کہ ان کا بادشاہ راہ فرار کر رہا ہے تو وہ اس کے ساتھ بھاگ کھڑے ہوئے اس طرح یوناف ملکوس اور ماگو نے ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا اور یہ تعاقب ایسا خوفناک اور ایسا جال لیوا تھا کہ اس تعاقب میں نہ صرف یہ کہ مورس قوم کا بادشاہ اریاس مارا گیا بلکہ مورس قوم کے سارے لشکر کو اس صحرا کے اندر موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا گیا تھا۔ اریاس اور اس کے لشکر کو شکست دینے کے بعد یوناف ملکوس اور ماگو حرکت میں آئے اور اپنے لشکر کے ساتھ انہوں نے بڑی برق رفتاری کے ساتھ جنوب کی طرف پیش قدمی کی اور زوردار حملے کرتے ہوئے انہوں نے مورس قوم کے مرکزی شہر پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔

جس وقت مورس قوم کے مرکزی شہر کو فتح کرنے کے بعد یوناف، ملکوس اور ماگو اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر خیمہ زن تھے تو ملکوس اور ماگو اس خیمے میں آئے جس کے اندر یوناف نے قیام کر رکھا تھا۔ وہ دونوں یوناف کے سامنے بیٹھ گئے اور پھر ملکوس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف میں اور ماگو دونوں جانتے ہیں کہ دریائے بگرادا کے کنارے خلیج ٹیونش کے کنارے ایلیسا نے قرطاجنہ شہر آباد کیا تھا۔ اور اسی نے اپنی فونیقی قوم کے افراد کو اس قرطاجنہ شہر میں آباد کیا تھا اور یہ اسی کی کوشش ہے کہ آج فونیقی قوم کا لشکر مورس قوم کے مقابلے میں فتح مند ہوا ہے اور مورس قوم کا مرکزی شہر بھی ہمارے سامنے زیر ہو چکا ہے۔ اے یوناف! کیونکہ ایلیسا تمہیں پسند کرتی تھی اور تم سے محبت کرتی تھی لہذا ایلیسا کے بعد تم ہی اس کے شہر اور مزید فتح ہونے والی سرزمینوں کے مالک اور وارث ہو۔ لہذا میں اور ماگو دونوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب جبکہ صرف قرطاجنہ شہر پر ہی ہماری حکومت نہیں بلکہ ہم نے مورس قوم کے وسیع علاقوں کو ان گنت شہروں اور قصبوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ تو اب یہاں پر فونیقی قوم کی ایک مضبوط سلطنت ہونی چاہیئے اور اس قائم ہونے والی سلطنت کا پہلا بادشاہ ہم دونوں نے تمہیں بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

ملکوس کی گفتگو سننے کے بعد یوناف تھوڑی دیر تک گردن جھکائے سوچتا رہا پھر اس نے باری باری ملکوس اور ماگو کی طرف دیکھا پھر اس نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا اے ملکوس اور ماگو میرے بھائیوں میں تم پر یہ انکشاف کر دوں کہ میں ایک غیر معمولی انسان ہوں اور ایک جگہ جم کر میں نہیں رہ سکتا یہ بات میری فطرت میں ہے کہ میں کسی ایک جگہ کسی ایک شہر یا ایک قصبے کے اندر مستقل نہیں رہ سکتا تم جانتے ہو کہ جس طرح خانہ بدوشوں کا کوئی قبیلہ آج یہاں اور کل وہاں کے چکر پر عمل کرتا ہے۔ ایسے میں بھی ایک جگہ جم کر گزارہ نہیں کر سکتا اب جبکہ مورس قوم کے مقابلے میں ہمیں فتح نصیب ہوئی ہے تو تم دونوں بھائی مل کر فونیقی سلطنت پر حکومت کرنے کے حق دار ہو۔ اور سنو میرے دونوں دوستوں مجھے یہ بھی پتہ چل چکا ہے کہ ایلیسا نے مرنے سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ اس کی موت کے بعد ملکوس قرطاجنہ کا حکمران ہوگا اور ماگو اس کے نائب کی حیثیت سے کام کرے گا۔ لہذا ایلیسا کی اس وصیت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں آج اور ابھی یہاں سے کوچ کر دوں گا۔ میرا رخ ٹرائے شہر کی طرف ہوگا۔ جہاں پر یونانی اور ٹروجن ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ اس جنگ میں میں یونانیوں کا ساتھ دوں گا۔ اور ماضی میں بھی میں ان کا ساتھ دیتا رہا ہوں۔ یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے میں تمہیں اپنا فیصلہ دیتا ہوں کہ اب جبکہ اس سرزمین کے اندر فونیقیوں کی مضبوط سلطنت قائم ہو چکی ہے تو اس سلطنت کا پہلا بادشاہ اے ملکوس تم ہو گے تمہارے بعد ماگو فونیقیوں کا حکمران ہوگا۔ اس فیصلہ میں اگر تم کوئی تبدیلی چاہتے ہو اور تم دونوں اپنے علاوہ کسی اور کو فونیقیوں کا حکمران بنانا چاہتے ہو تو تمہاری یہ تبدیلی قابل قبول نہ ہوگی۔ اس لیے کہ یہ فیصلہ آخری اور قطعی ہے کہ فونیقیوں کا پہلا بادشاہ ملکوس اور اس کے بعد ماگو حکمران ہوگا۔

اس بار ملکوس کی بجائے ماگو نے بولتے ہوئے کہا اے یوناف اگر تمہارا یہ فیصلہ آخری فیصلہ ہے تو میں اور ملکوس اس سے روگردانی نہیں کریں گے اگر تم کسی ایک شہر اور کسی ایک قصبے میں نہیں رہ سکتے اور تم آج ہی یہاں سے ٹرائے شہر کی طرف کوچ کرنے والے ہو تو پھر تمہارا یہ فیصلہ قابل ستائش اور قابل تعریف ہے کہ فونیقی قوم کا پہلا بادشاہ ملکوس ہوگا۔ لہذا میں ملکوس کو فونیقیوں کے پہلے بادشاہ کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ماگو آگے بڑھ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ملکوس سے

بغلگیر ہو گیا تھا۔ اس موقع پر یوناف نے ماگو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ماگو تم اور ملکوس اب یہاں سے جاؤ میں ابھی یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ اور اے ماگو خصوصیت کے ساتھ تم فونیقیوں میں جا کر اعلان کر دو کہ آج سے ملکوس فونیقیوں کا بادشاہ ہے۔ یوناف کا یہ حکم سُن کر ماگو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر وہ ملکوس کو بھی اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اسی وقت ماگو نے ملکوس کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ اس طرح افریقہ کی سرزمین کے اندر فونیقی سلطنت کی ابتداء ہو گئی تھی اور ملکوس کو اس سلطنت کا پہلا بادشاہ بنایا گیا تھا اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری تو توں کو حرکت میں لاتا ہوا افریقہ کے اُن دشت زاروں سے ٹرائے شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

O

یوناف ٹرائے شہر سے باہر دوبارہ یونانیوں کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا۔ ٹرو جنیوں اور یونانیوں کے درمیان یہ جنگ طول پکڑتی چلی گئی تھی۔ یونانی ہر روز شہر کی فصیل پر حملہ آور ہوتے جب کہ ٹرو جن بھی روزانہ شہر سے باہر نکل کر اپنے شہر کی فصیلوں کے قریب یونانیوں کا مقابلہ کرتے اس طرح جنگوں کا سلسلہ طویل ہوتا چلا گیا اور لگاتار نو سال تک یونانی اور ٹرو جن ٹرائے شہر سے باہر ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہے آخر نو سال کی طویل جنگ میں اور اس قدر طویل عرصہ اپنے گھروں اور اپنے اہل خانہ سے دور رہنے کی وجہ سے یونانی تھکاوٹ اور جنگ سے بیزاری محسوس کرنے لگے تھے اور ان کے بہت سے سردار اب یہ مشورہ دینے لگے تھے کہ اس معاملے کو اپنے حال پر چھوڑ کر واپس یونان کی طرف کوچ کرنا چاہیے اور جو یونانی سردار جنگ ختم کر کے واپس جانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اب اعلانیہ طور پر اپنے اپنے لشکروں کے اندر واپس جانے اور جنگ ترک کرنے کی مہم شروع کر دی تھی۔ لیکن اس موقع پر یوناف منیلاؤس، یولیسیز، اگامنن اور کچھ دیگر یونانی سردار حرکت میں آئے اور انہوں نے اُن یونانی سرداروں کو لعنت ملامت کی جو جنگ کو ترک کرنے اور واپس جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اور ایسا کر کے وہ یونانی لشکر کے اندر بزدلی اور بددلی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے آخر اُن سرداروں کی کوششیں رنگ لائیں جو جنگ کو جاری رکھنا چاہتے تھے اور یونانی سپاہی اس بات پر آمادہ ہو گئے

کہ جنگ کو اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک ٹرائے شہر کو شکست نہیں ہوتی اور یونان کی بیٹی ہیلن یونان کے حوالے نہ کر دی جائے اس کے ساتھ ہی یہ بھی عہد کیا گیا کہ جنگ اب پہلے کی نسبت زیادہ زور سے جاری رکھی جائے گی تاکہ کم سے کم وقت میں اس جنگ کا فیصلہ یونانیوں کے حق میں ہو جائے یہ فیصلہ کرنے کے بعد یونانی ٹرائے شہر پر حملہ کرنے کے لیے پہلے کی نسبت زیادہ پُرجوش ہو کر تیاریاں کرنے لگے تھے۔

واپسی کا ارادہ ترک کرنے کے بعد دوسرے روز جب دونوں لشکروں میں جب صبح ہی صبح جنگ کی ابتدا ہونے لگی کہ جنگ زور شور پیدا کرنے کے لیے اس روز ہیلن کا پہلا شوہر منیلاؤس ایک جنگی رتھ میں سوار اور رتھ کے دونوں گھوڑوں کو پوری رفتار سے بھگاتا ہوا میدان جنگ میں اترا اس وقت وہ بہترین اور چمک دار لباس پہنے ہوئے تھا۔ اپنے رتھ کو اس نے میدان جنگ کے وسط میں روکا اور پھر اپنا چمکتا ہوا نیزا فضا میں بلند کرتے ہوئے اس نے ٹرائے کے پارس کو جنگ کے لیے للکارا جو اسپارٹا سے اس کی بیوی ہیلن کو اٹھا کر لے آیا تھا۔ منیلاؤس کے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے پارس بھی اپنی جنگی رتھ پر سوار ہو کر اپنی لشکر کے صفوں سے باہر آیا۔ اس وقت اس کے جنگی رتھ میں اس کے ساتھ اس کا ایک محافظ بھی سوار تھا اور اس موقع پر پارس اپنے جنگی لباس کے اوپر چیتے کی کھال پہنے ہوئے تھا۔ میدان جنگ میں تھوڑا سا آگے جانے کے بعد پارس نے جب دیکھا کہ اس کے مقابلے میں منیلاؤس اپنی پوری تیاری اور اپنا بہترین جنگی لباس پہنے کھڑا ہے تو ایک موقع پر اس نے اپنی جنگی رتھ کو روک دیا وہ منیلاؤس کا مقابلہ کرنے سے ہچکچایا وہ چاہتا ہی تھا کہ اپنے جنگی رتھ کو واپس موڑ کر لوٹ جائے اور اس موقع پر اس کا بھائی ہیکٹر آڑے آیا اور اس نے آگے بڑھ کر پارس کو لعنت ملامت کی اور اس نے پارس کو سمجھایا کہ اب وہ اپنے جنگی رتھ کو لے کر میدان میں اُتر چکا ہے اور اس موقع پر اگر وہ منیلاؤس سے مقابلہ کئے بغیر واپس لشکر میں جاتا ہے تو اُن کے لشکر میں بزدلی اور بددلی کے آثار پیدا ہو جائیں گے اور اس کی بزدلی دیکھتے ہوئے بہت سے لشکری بھی جنگ میں حصہ لینے سے انکار کر دیں گے ہیکٹر کے سمجھانے پر لوپ پارس نے اپنی بیوی ہیلن کے پہلے شوہر منیلاؤس سے ٹکرانے کا عزم کر لیا تھا۔ اس موقع پر جب منیلاؤس اور پارس ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے لیے

اپنی اپنے جنگی رتھ کو ایک دوسرے کے قریب لا رہے تھے۔ ٹرائے شہر کی فصیل پر ٹرائے کا بادشاہ پریام اس کی بیوی ہکوبیہ اور پارس کی بہنوں کے علاوہ ہیلن بھی ٹرائے شہر کی فصیل پر موجود تھی۔ شہر کی فصیل سے چونکہ جنگ کا منظر صاف طور پہ دکھائی دے رہا تھا، لہذا ہیلن ٹرائے کے بادشاہ پریام کو ان یونانی سرداروں کے نام لے لے کر ان سے متعلق بتا رہی تھی جو جنگ میں حصہ لے رہے تھے۔ ایسا کرتے کرتے ہیلن اچانک اداس ہو گئی تھی کہ اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں عزیز بھائی جن کے نام کاسٹر اور پولوکس تھے وہ بھی جنگ میں حصہ لینے کے لیے یونانیوں کی اگلی صفوں میں کھڑے تھے۔ پریام کو تفصیل بتاتے بتاتے ہیلن اچانک خاموش ہو گئی تھی کیونکہ اس نے دیکھا کہ پارس اور مینلاؤس یعنی اس کا موجودہ اور سابقہ شوہر دونوں ایک دوسرے سے ٹکرانے والے تھے: وہ ٹرائے کا بادشاہ پریام شاید اپنے بیٹے پارس کو دشمن سے ٹکراتے ہوئے نہ دیکھنا چاہتا تھا۔ لہذا وہ شہر کی فصیل سے اٹھ کر واپس شہر میں اپنے محل کی طرف چلا گیا تھا جبکہ ہیلن پارس کی ماں اور اس کی بہنوں اور دیگر سہیلیوں کے ساتھ وہیں بیٹھ کر جنگ کا نظارہ کرنے لگی تھیں۔

آخر پارس اور مینلاؤس آپس میں ٹکرائے۔ پہلے مینلاؤس نے اپنا نیزہ بلند کیا اور تاک کر پارس کو مارا۔ مینلاؤس کا بھاری چمکتا ہوا نیزہ پارس نے اپنی ڈھال پہ روکا تھا لیکن نیزہ ایسا بھاری اور ایسی قوت سے پھینکا گیا تھا کہ ڈھال سے پھسلتا ہوا وہ نیزہ پارس کے شانے کو زخمی کرتا ہوا وہ آگے نکل گیا تھا۔ پارس کے محافظوں نے جب دیکھا کہ مینلاؤس کا پھینکا ہوا نیزہ پارس کو زخمی کرتا ہوا نکل گیا ہے تو اس نے اپنی تلوار سنبھالی۔ اس موقع پہ پارس اپنے جنگی رتھ کو مینلاؤس کے قریب لایا اور اس کے محافظ نے مینلاؤس پر اپنی تلوار سے حملہ کر دیا۔ مینلاؤس نے جلدی جلدی ایک دوسرے نیزے پہ اس کے محافظ کا وار روکا لیکن مینلاؤس کا نیزہ اکٹ گیا اور پارس کے محافظ کی تلوار کی نوک مینلاؤس کو معمولی زخمی کرتی چلی گئی تھی لیکن جلد ہی مینلاؤس نے اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اپنا دفاع کر لیا تھا۔ اس موقع پہ پارس اپنے جنگی رتھ کو حرکت میں لایا اور وہ اپنے جنگی رتھ کو بھگاتا ہوا واپس چلا گیا تھا۔

پارس کے واپس جانے کے بعد اس کا بھائی ہیکٹر اپنے جنگی رتھ کو دوڑاتا ہوا

میدان میں اترا۔ وہ اس وقت اپنے بہترین جنگی لباس میں تھا۔ میدان کے وسط میں آ کر اور یونانیوں کی طرف منہ کر کے اس نے اپنا بھاری بھرکم نیزہ فضا میں بلند کیا۔ اور یونانیوں کو مقابلے کے لیے للکارا۔ یونانی جانتے تھے کہ ہیکٹر بہترین اور لاجواب جنگجو ہے بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہیکٹر طاقت اور قوت میں بھی بے مثال ہے لہذا وہ یہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کون سا یونانی سالار ہیکٹر کے مقابلے پہ جائے۔ آخر یونان کے بہترین نو جنگجو سرداروں کے نام لیے گئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان نو ناموں پہ قرعہ اندازی کی جائے گی اور جس کا نام قرعہ اندازی میں نکلے گا۔ وہی ہیکٹر کا مقابلہ کرے گا۔ آخر اس قرعہ اندازی میں یونانی سردار اجیکس کا نام نکلا۔ یہ اجیکس اپنے جنگی رتھ کو بھگاتا ہوا اپنے لشکر سے نکلا اور ہیکٹر سے مقابلے کے لیے آیا۔ دونوں ایک دوسرے کے خلاف کافی دیر تک مختلف قسم کے ہتھیاروں سے لڑتے رہے۔ آخر شام ہو گئی اور یہ مقابلہ اگلے روز کے لیے ختم کرانا پڑا۔

دوسرے روز ہیکٹر اور اجیکس کا پھر مقابلہ شروع ہوا۔ لیکن یہ مقابلہ بھی کسی کی ہار جیت کے بغیر ہی ختم ہوا۔ اور اس کے بعد دونوں لشکروں کے درمیان عام جنگ چھڑ گئی تھی۔ یہ جنگ ایسی خوفناک تھی کہ جن دو دریاؤں کے کنارے یہ جنگ ہو رہی تھی وہ دونوں دریا خون آلود ہو کر رہ گئے تھے اور اس عام جنگ میں طرفین کے بے شمار آدمی کام آئے۔ اس کے علاوہ یونانیوں کی طرف سے اگا ٹن اور دوسرے کئی سردار بھی زخمی ہوئے جب کہ ٹروجنیوں کی طرف سے پارس اور اس کے بھائی بھی اس جنگ میں کافی حد تک زخمی ہوئے۔ اگلے روز ہیکٹر اور یونانی شہزادے اکیلیس کے درمیان مقابلہ ہوا۔ اس مقابلے میں اکیلیس نے ہیکٹر کو قتل کر دیا اور جب اس انفرادی مقابلے کے بعد عام جنگ شروع ہوئی تو اس عام جنگ میں نہ صرف یہ کہ اکیلیس بھی مارا گیا بلکہ اجیکس بھی اس جنگ میں کام آیا جس کا مقابلہ اس سے پہلے ہیکٹر کے ساتھ برابر رہا تھا۔ اس دوران مصر سے ٹرائے کے بادشاہ پریام کا ایک بھتیجا اس کے لیے کمک بھی لے کر پہنچ گیا۔ اس طرح ٹروجنیوں کی حالت یونانیوں کے مقابلے میں پہلے سے بہتر اور اچھی ہو گئی تھی۔

یونانی سورما یولیسیز ایک روز اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ یوناف اس کے خیمے میں داخل ہوا۔ یولیسیز اٹھ کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر یوناف سے مصافحہ کیا۔ یوناف اس کے سامنے بیٹھ گیا اور یولیسیز کو مخاطب کر کے اس نے کہا۔ یولیسیز آج میں تم سے ایک اہم موضوع پر بات کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اس پر یولیسیز نے غور سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے یوناف میں جانتا ہوں کہ تم ایک غیر معمولی اور ایک عظیم نوجوان ہو۔ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ بھی تم کہو گے ہماری بہتری ہی کے لیے کہو گے، لہذا تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں تمہاری بات کو غور اور توجہ سے سنوں گا۔

اس پر یوناف سنبھل کر بیٹھا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ اے یولیسیز تم جانتے ہو کہ یونانی اور ٹروجنیوں کے درمیان یہ جنگ گزشتہ دس سال سے جاری ہے اور ابھی تک اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا اور جو حالات مجھے سامنے دکھائی دیتے ہیں ان حالات کے مطابق جلد ہی کوئی فیصلہ ہونے کا امکان بھی نہیں ہے لہذا اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے اور اس جنگ میں یونانیوں کو فتح مند اور کامیاب بنانے کے لیے میں نے ایک طریقہ کار سوچا ہے اپنی یہ تجویز میں نے ابھی تک کسی سے نہیں کی۔

اے یولیسیز تم پہلے آدمی ہو گے جس کے سامنے میں اپنا یہ طریقہ کار کہوں گا کیونکہ اس لشکر میں میرا سب سے بہترین دوست اکیلیس تھا۔ اب جبکہ وہ مارا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اکیلیس کے بعد یونانی لشکر میں اب تم ہی ایسے جوان ہو جو نہ صرف قابل اعتماد اور قابل بھروسہ ہو بلکہ بد سے بدترین حالات میں بھی حوصلہ اور جرأت مندی سے کام لے کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہو لہذا میں تمہارے سامنے وہ تجویز پیش کرتا ہوں جسے استعمال کر کے یونانی ٹروجنیوں کے مقابلے میں بڑی آسانی کے ساتھ فتح اور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

یولیسیز نے بڑی بے چینی سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اے یوناف وہ کون سی ترکیب ہے جسے استعمال کر کے یونانی ٹروجنیوں کے مقابلے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یولیسیز کے اس استفسار کے جواب میں یوناف پھر کہہ رہا تھا۔

اے یولیسیز جس ترکیب کو استعمال کر کے یونانی فتح مند ہو سکتے ہیں وہ میں تم سے کہتا ہوں لہذا میری اس تجویز کو غور سے سننا۔ سنو یولیسیز یونانی لشکر کے اندر جو صناع اور کاریگر ہیں۔ ان کی مدد سے لکڑی کا ایک بہت بڑا گھوڑا بنایا جائے۔ یہ گھوڑا اندر سے کھوکھلا ہو اور اس میں داخل ہونے کے لیے اس کے پیٹ کے قریب چھوٹا سا ایک راستہ رکھا جائے جس میں ایک جوان آسانی سے اندر داخل ہو سکے اور اس کھوکھلے گھوڑے کے اندر کم از کم بارہ جوانوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا جائے اور نیچے والا جو اس کا راستہ ہو گا۔ وہاں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی رکھا جائے جو بوقت ضرورت بند کرنے کے علاوہ کھول لیا جائے۔ یولیسیز نے فوراً یوناف کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

اے یوناف ایسا گھوڑا تعمیر کرنے کا کیا فائدہ اور اس گھوڑے کو استعمال کر کے یونانی کس طرح ٹروجنیوں کے مقابلے میں کامیابی اور فتح مندی حاصل کر سکیں گے۔

یوناف نے پھر بولتے ہوئے کہا اے یولیسیز میں نے ابھی اپنی گفتگو ختم نہیں کی میرا سلسلہ کلام ابھی جاری ہے لہذا تم بیچ میں نہ بولو پہلے مجھے اپنی بات ختم کر لینے دو۔ اس کے بعد اگر تمہیں کوئی اعتراض ہو تو پھر کہنا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ لکڑی کا ایک بہت بڑا گھوڑا تیار کیا جائے جس کے اندر خلا ہو جس میں کم از کم بارہ جوانوں کے بیٹھنے کی جگہ ہو یہ گھوڑا خفیہ طور پر چٹانوں کی اوٹ میں رہ کر تعمیر کیا جائے۔ اس گھوڑے کے نیچے چار پہیے لگائے جائیں تاکہ یہ اس کو آسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جائے۔ اور سنو یولیسیز جب یہ گھوڑا تیار ہو جائے تو اس کے اندر بارہ جوان بیٹھ جائیں۔ ان بارہ جوانوں میں میں اور تم بھی شامل ہوں گے پھر اس گھوڑے کو یونانی لشکری دھکیل کر میدان جنگ کے وسط میں کھڑا کر دیں اور پھر اسی رات یونانی لشکر اپنا یہ پڑاؤ ختم کر کے بحری جہازوں میں سوار ہو جائیں اور یہاں سے پانچ میل دور جزیرہ تندوس کی طرف ان جہازوں کو لے جایا جائے اور اے یولیسیز تم جانتے ہو کہ اس تندوس نام کے جزیرے کے ساحل پر بڑے گھنے اور بلند درخت ہیں۔ بس ان درختوں کی اوٹ میں یونانی بحری بیڑوں کو کھڑا کر دیا جائے۔

اے یولیسیز اگلے روز جب صبح ہو گی اور ٹروجن دیکھیں گے کہ یونانی لشکر اپنا پڑاؤ ختم کر کے یہاں سے جا چکا ہے۔ اور چونکہ یونانی بحری بیڑے یہاں سے دور درختوں کی اوٹ میں ہوں گے لہذا وہ انہیں دکھائی نہیں دیں گے۔ اس بنا پر انہیں یقین ہو جائے گا کہ یونانی لشکر ناکام ہو کر واپس چلا گیا ہے پھر جب وہ شہر سے باہر نکلیں گے تو اس عجیب غریب اور خوبصورت گھوڑے کو دیکھ کر وہ بڑے متاثر ہوں گے کہ یونانی چلے گئے ہیں

تو یونانی کی واپسی اپنی فتح پر محمول کریں گے لہٰذا اس گھوڑے کو یونانیوں کی ایک قیمتی شے سمجھ کر وہ ٹرائے شہر میں لے جائیں گے تاکہ اس گھوڑے کو ٹرائے شہر کے وسط میں یونانیوں کے خلاف فتح کی نشانی کے طور پر رکھا جائے بس اے پولیسیز جب اس گھوڑے کو دھکیل کر شہر کے اندر لے جایا جائے گا تو میں تم اور ہمارے ساتھ دوسرے دس جنگجو جوان ہوں گے اس طرح وہ بھی شہر کے اندر پہنچ جائیں گے۔ جب دوسری رات آئے گی تو یونانی بحری بیڑا جزیرہ ٹنڈس کی گھات سے نکل کر پھر اپنی اس پرانی جگہ پر آکر لنگر انداز ہو جائے گا۔ اور یونانی لشکری شہر کے جنوبی دروازوں سے ہٹ کر زمین پر لیٹ جائیں گے۔ اہل ٹرائے کو اس کی خبر نہیں ہوگی اس لیے کہ میرے خیال میں اس رات ٹرائے کے لوگ فتح کا جشن منائیں گے، خوب شراب پئیں گے اور شراب نوشی میں انہیں کچھ خبر نہ ہوگی۔ لہٰذا یونانی لشکری شہر کے جنوبی دروازے کے قریب آکر زمین پر لیٹ جائیں گے اور پھر جب رات گہری ہو جائے گی اور ٹرائے کے لوگ گہری نیند سو جائیں گے تو پھر میں تم اور ہمارے ساتھ جو بارہ جوان ہوں گے وہ اس گھوڑے کے پیٹ والے راستے سے باہر نکلیں گے۔ فصیل پر چڑھنے کے بعد جلتی ہوئی مشعل کا اپنے لشکریوں کو ایک اشارہ دیں گے اور اس کے ساتھ ہی شہر کا جنوبی دروازہ بھی ہم بارہ کے بارہ مل کر کھول دیں گے۔ شہر کا دروازہ کھلتے ہی یونانی لشکر شہر میں داخل ہو کر ٹروجینوں پر حملہ آور ہو جائے گا۔ اور ایک بار جب یونانی لشکر شہر میں داخل ہو گیا تو پھر سمجھو کہ یونانیوں کی فتح اور ٹروجینوں کی شکست پر ہی اس معاملے کا انجام ہوگا۔

یوناف نے جب اپنی گفتگو ختم کی تو پولیسیز نے توصیفی انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے یوناف میرے بھائی جو تجویز تم نے کہی ہے بے لاجواب اور قابل عمل ہے ایسا گھوڑا تیار کر کے اور اپنے بحری بیڑے کے ساتھ جزیرہ ٹنڈس کی طرف عارضی طور پر جا کر ہم یقیناً ٹروجینوں پر شاندار فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ اے میرے بھائی یہ تجویز سارے یونانیوں کے سامنے پیش کی جانی چاہیے اور پھر آج سے ہی اس گھوڑے کی تیاری کا کام شروع ہو جانا چاہیے۔ ایسا کرو تم یہیں میرے خیمے میں ہی بیٹھو میں اپنے کچھ لشکریوں کو بھیجتا ہوں۔ اور وہ سارے یونانی سالاروں اور سرداروں

کو بلا کر میرے خیمے میں لاتے ہیں۔ پھر ان سارے سرداروں کے سامنے تمہاری تجویز پیش کرتے ہیں۔ میرے خیال میں سارے ہی سردار اور سالار اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کی حامی بھریں گے اور جب ایسا ہو جائے گا تو مجھے امید ہے کہ ہم بڑی آسانی کے ساتھ بغیر کسی جنگ کے شہر میں داخل ہو جائیں گے اور جس رات ہم شہر میں داخل ہوں گے وہ رات ٹروجینوں کے لیے ان کی آخری رات ہوگی اس کے ساتھ پولیسیز اٹھ کر اپنے خیمے سے باہر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد سارے یونانی سردار جن میں مینلاؤس اور اس کا بڑا بھائی اگامنن بھی شامل تھے۔ پولیسیز کے خیمے میں جمع ہو گئے پھر پولیسیز نے ان کے سامنے گھوڑا تیار کرنے کی وہ تجویز پیش کی جو یوناف نے اس سے کہی تھی۔ یہ تجویز سن کر سارے یونانی سردار بے حد خوش ہوئے اور سب نے اس پر زور دیا کہ اسی روز گھوڑے کی تیاری کا کام شروع کر دیا جائے۔ پس مینلاؤس اور اگامنن کے حکم سے لشکر میں شامل سارے کاریگروں اور منیاخوں کو چٹانوں کی اوٹ میں جمع کیا گیا۔ قریبی درختوں سے لکڑی کاٹ کر انہیں مہیا کی گئی اور اس طرح بلند چٹانوں کی اوٹ میں رہ کر یوناف کے تجویز کردہ گھوڑے کی تیاری کا کام شروع ہو گیا تھا۔

○

ایک روز عارب بیوسا اور نبیطہ ٹرائے شہر کی بندرگاہ پر نمودار ہوئے۔ عارب نے دیکھا اس سے کچھ ہی فاصلے پر اردیم نام کا وہ بوڑھا داستان گو ایک خالی کشتی کی طرف جا رہا تھا۔ یہ وہی اردیم تھا جس نے عارب کو ہرقلیس سے متعلق تفصیل بتائی تھی۔ اردیم کو دیکھتے ہی عارب بلند آواز میں پکارا اردیم اردیم رک جاؤ۔ میں عارب ہوں۔ بوڑھے داستان گو اردیم نے مڑ کر عارب کو دیکھا تو وہ اپنی جگہ پر رک گیا۔ عارب بیوسا اور نبیطہ تینوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب آئے پھر عارب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے بوڑھے اردیم شہزادہ پارس کے ساتھ یونان کی طرف جاتے ہوئے راستے میں اس کے جہاز میں تم نے مجھے ہرقلیس کی پانچ مہموں کے متعلق تفصیل بتائی تھی اور اس کی باقی مہموں کے متعلق تم نے بعد میں مجھے بتانے کے لیے کہا تھا۔ لیکن ایسا ہوا کہ میرے ذہن سے بھی یہ بات نکل گئی اور بعد میں میں بھی تم سے یہ تقاضا نہ کر سکا کہ مجھے ہرقلیس کی باقی مہموں کے متعلق بھی تفصیل سے بتاؤ۔

تو اے آردیم ہم تینوں بہن بھائی کا آج کا دن ٹرائے شہر میں آخری دن ہے ہم تینوں تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ ہی کرنے والے تھے کہ میری نگاہ اچانک تم پر پڑ گئی لہٰذا میں نے تمہیں آواز دے کر روک لیا۔ اے آردیم اس موقع پر میں تم سے گزارش کروں گا کہ قبل اس کے کہ ہم تینوں بہن بھائی ٹرائے شہر سے رخصت ہو جائیں۔ تم ہمیں ہرقلیس کی باقی مہموں کے متعلق بھی تفصیل کے ساتھ بتا دو۔ عارب کی یہ گفتگو سن کر بوڑھے آردیم کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے عارب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم تینوں بہن بھائی میرے ساتھ وہ سامنے والی خالی کشتی میں آؤ۔ اور اس کشتی میں بیٹھ کر میں تمہیں ہرقلیس کے باقی حالات بھی سناتا ہوں۔ عارب یوسا اور بلیطہ چپ چاپ بوڑھے آردیم کے ساتھ ہو لیے پھر وہ چاروں اس خالی کشتی میں بیٹھ گئے جس کی طرف آردیم نے اشارہ کیا تھا۔ اس کے بعد آردیم نے ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے تینوں عزیزو اس سے پہلے میں تمہیں ہرقلیس کی پانچ مہموں کے متعلق تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ اب میں تمہیں ہرقلیس کی باقی مہموں کے متعلق بتاؤں گا۔ ہرقلیس کی چھٹی مہم جو اسے ڈلفی مندر کی طرف سے سونپی گئی وہ یہ تھی کہ ہرقلیس کو جھیل سٹافلیز کے کنارے ان شکاری پرندوں کا خاتمہ کرنا تھا جو اکا دکا مسافروں پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دیا کرتے تھے۔ پس ہرقلیس اپنی اس چھٹی مہم پر روانہ ہوا یہ آدم خور پرندے چونکہ جھیل سٹافلیز کے کنارے درختوں کے گہرے جھنڈ اور بلند خاردار جھاڑیوں کے اندر رہتے تھے لہٰذا انہیں تلاش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل کام ضرور تھا۔ جھیل سٹافلیز کے کنارے پہنچ کر ہرقلیس ایک بستی میں داخل ہوا اس نے چند روز اس بستی کی سرائے میں گزارے اس دوران وہ اس سوچ بچار میں غرق رہا کہ اسے ان آدم خور پرندوں کا کیسے اور کس طرح شکار کرنا چاہیے آخر اس سرائے میں قیام کے دوران ہرقلیس کے ذہن میں ایک بات آئی، وہ بستی کے آہن گر کے پاس گیا۔ اُسے کچھ رقم دے کر اس نے اسے پیتل کے دو بڑے بڑے ایسے تھال تیار کرنے کا حکم دیا۔ جن کی شکل و صورت ڈھال جیسی ہو اور جنہیں پکڑنے کے لیے اس کی پشت پر دستیاں لگی ہوں۔ اور یہ کہ اُن دونوں تھالوں کو جب آپس میں ٹکرایا جائے تو اس ٹکراؤ سے زور دار آوازیں پیدا ہوں۔

وہ آہن گر ہرقلیس کی بات کو سمجھ گیا لہٰذا اس نے ڈھال نما پیتل کے دو بڑے بڑے تھال ہرقلیس کے لیے تیار کر دیئے اور ان تھالوں کی پشت پر پکڑنے کے لیے دستیاں بھی لگا دی تھیں۔ پس یہ دونوں تھال اپنے ہاتھوں میں ڈھالوں کی مانند تھام کر ہرقلیس اس جنگل میں داخل ہوا جس جنگل کے اندر وہ آدم خور پرندے رہتے تھے۔ جونہی اُن پرندوں نے ہرقلیس کو دیکھا انہوں نے اس پر جھپٹنا شروع کر دیا۔ لیکن ہرقلیس نے اپنے سر پر ان دونوں تھالوں کو آپس میں ٹکرا ٹکرا کر زور زور سے خوفناک اور بھیانک آوازیں پیدا کرنا شروع کر دی تھیں۔

اُن تھالوں کے ٹکرانے سے جنگل کے اندر ایک گہری گونج دار بازگشت کے ساتھ ایسی آوازیں پیدا ہوئی تھیں کہ وہاں رہنے والے سارے پرندے خوف اور ڈر کے مارے درختوں یا قریبی ٹیلوں پر بیٹھنے کے لیے ہوا میں اڑنے لگے ہرقلیس حرکت میں آیا۔ اور اپنے زہریلے تیر اُن پر برسا کر اس نے اُن میں سے اکثر کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اور جو چند پرندے بچ گئے تھے وہ تھال بجنے کی آوازوں سے ایسے خوف زدہ ہوئے کہ وہ کسی اور ہی سرزمین کی طرف چلے گئے۔ اور دوبارہ مڑ کر وہ جھیل سٹافلیز کی طرف نہیں آئے اس طرح ہرقلیس نے اپنی بڑی کامیابی کے ساتھ اپنی چھٹی مہم کو بھی سر کر لیا تھا۔

○

ہرقلیس کی ساتویں مہم میں ڈلفی مندر کے بڑے پجاری کی طرف سے ہرقلیس کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ جزیرہ کریٹ میں جائے اور وہاں پر آزادی سے گھومنے والے اس سانڈھ کو زیر کر کے یونان میں لائے جو جزیرہ کریٹ کے بادشاہ مینال نے پال رکھا تھا۔ یہ سانڈھ جزیرہ کریٹ کے بادشاہ نے پالا ہوا تھا۔ یہ ایک عظیم الجثہ سانڈھ تھا۔ اور اس سے متعلق کریٹ کے بادشاہ کا ایک اعلان تھا کہ جو اس سانڈھ کو اپنے سامنے زیر کر کے اس پر سوار ہو گا، بادشاہ نہ صرف یہ کہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے گا۔ بلکہ اُسے بہت زیادہ انعام و اکرام سے بھی نوازے گا لیکن ابھی تک کوئی بھی جوان اس آوارہ سانڈھ کو زیر کرنے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔ یہ سانڈھ جزیرہ کریٹ کی چراگاہوں اور فصلوں کے اندر آزادی سے کھاتا پیتا اور گھومتا رہتا تھا اور جہاں کہیں بھی یہ لوگوں کو دکھائی دیتا۔ لوگ اس

سے بچنے کے لیے اور اس سے جان بچانے کے لیے اپنے گھروں کو بھاگ کر اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیتے تھے۔

اس سانڈھ کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لیے اور اس پر سوار ہو کر اُسے یونان میں لانے کے لیے ہرقلیس جزیرہ کریٹ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جزیرہ کریٹ میں ہرقلیس کی اس سانڈھ کے ساتھ زور آزمائی ہوئی اور ہرقلیس نے اس سانڈھ کو اپنے سامنے زیر کر لیا۔ پھر ہرقلیس اس سانڈھ پر سوار ہوا۔ اور جزیرہ کریٹ اور یونان کے درمیان پڑنے والی خلیج کو اس بیل پر سوار ہو کر اس نے عبور کیا اور اس جنگلی سانڈھ کو اس نے ڈلفی مندر کے پجاریوں کے سامنے پیش کیا بعد میں اس سانڈھ کا خاتمہ کر دیا گیا تھا تاکہ یہ لوگوں کے لیے خطرناک ثابت نہ ہو لہٰذا ہرقلیس کی ساتویں مہم ختم ہوئی۔

○

ہرقلیس کو آٹھویں مہم یہ سونپی گئی کہ اسے جزیرہ تھریس کے ایک رئیس دومدلیس کی گھوڑیوں کو زیر کر کے یونان میں لانا تھا۔ یہ گھوڑیاں تھریس کے رئیس دومدلیس نے اس طرح پال رکھی تھیں کہ وہ انہیں انسانی گوشت کھلاتا تھا اور اس طرح یہ گھوڑیاں آدم خور ہو کر انتہائی خوں خوار کیفیت اختیار کر گئیں تھیں۔ ان آدم خور گھوڑیوں کو اپنے سامنے زیر کرنے کے لیے ہرقلیس جزیرہ تھریس میں داخل ہوا سب سے پہلے دومدلیس کے رئیس کے پاس آیا جس نے انسانی گوشت سے یہ گھوڑیاں پال رکھی تھیں۔ سب سے پہلے اس نے اس دومدلیس کو قتل کر دیا پھر اس کی گھوڑیاں جو ایک احاطے میں بند تھیں اور جنہیں انسانی گوشت مہیا کیا جاتا تھا اور ان میں سے کوئی گھوڑی اس احاطے سے باہر نکلتی تھی تو تباہی اور بربادی پھیلا دیتی تھی پس اُس دومدلیس کو قتل کرنے کے بعد ہرقلیس نے اس کی لاش کے ٹکڑے کیے اور ان ٹکڑوں کو اس احاطہ کے اندر اُن کے سامنے ڈال دیا اور جس وقت وہ گھوڑیاں دومدلیس کی لاش کو کھا رہی تھیں، اُس وقت کمال چابکدستی سے ہرقلیس نے اُن گھوڑیوں کو رسیوں میں جکڑ لیا اور جب وہ دومدلیس کی لاش کو ختم کر چکیں تو رسیوں میں جکڑی ہوئی اُن گھوڑیوں کو ہرقلیس چابک مار مار کر احاطے سے باہر لایا اور اس طرح انہیں اپنے آگے آگے ہانکتا ہوا وہ یونان میں داخل ہوا تھا۔ یونان میں ان گھوڑیوں کی از سر نو تربیت کی گئی اور انہیں انسانی

گوشت کے بجائے انہیں چارہ مہیا کیا گیا اس طرح کچھ عرصہ بعد یہ گھوڑیاں بے ضرر ہوگئیں تھیں اور انسانی گوشت کے بجائے چارہ کھانے کی عادی ہوگئیں تھیں۔

ہرقلیس کی نویں مہم ایشیا کے دور دراز علاقوں میں تھی جہاں کی ملکہ جس کا نام ہاٹپولیٹ تھا۔ ایک سونے کی پیٹی تیار کر رکھی تھی اور اس پیٹی میں انتہائی قیمتی ہیرے اور جواہرات اس نے جڑ رکھے تھے۔ اس کے علاوہ اس نے کچھ جنگجو جوان پال رکھے تھے۔ اور اس نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو جنگجو جوان اس نے پال رکھے ہیں اگر کوئی جوان اُن میں سے کسی ایک کو بھی ہرا دے تو وہ سونے اور ہیروں سے جڑی ہوئی پیٹی اس جوان کو انعام میں دی جائے گی۔ پس ڈلفی مندر کے پجاریوں نے ہرقلیس کو حکم دیا کہ وہ ایشیا کے دور دراز علاقوں کا سفر کرے اور ہاٹپولیٹ نام کی اس ملکہ سے اس ہیرے جڑی ہوئی سونے کی پیٹی کو حاصل کرے اور یہ پیٹی یونان کے سورما یوریتھین کی بیٹی کے حوالے کر دی جائے۔ پس اپنی اس نویں مہم پر ہرقلیس یونان سے ایشیا کے دور دراز علاقوں کی طرف روانہ ہوا۔

پس ہرقلیس ہاٹپولیٹ ملکہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے پالے ہوئے سورماؤں سے اس نے مقابلہ کرنے کا عزم ظاہر کیا۔ پس اُس ملکہ نے ہرقلیس کے مقابلے کا انتظام کیا۔ باری باری ہرقلیس نے اس ملکہ کے تمام سورماؤں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر کے رکھ دیا تھا۔ اس طرح مقابلہ جیتنے پر وہ سونے کے ہیرے جڑی پیٹی ملکہ نے ہرقلیس کے حوالے کر دی تھی۔ اس پیٹی کو حاصل کرنے کے بعد ایشیا سے یونان کی طرف آتے ہوئے ہرقلیس ٹرائے شہر میں داخل ہوا تھا اور یہاں اس نے موجودہ بادشاہ پریام کے باپ لامیدن کی بیٹی کو سمندری عفریت سے بچایا تھا۔ جواب میں اس لامیدن نے اس ہرقلیس سے دھوکہ دہی کی جس کے جواب میں ہرقلیس یونان چلا گیا اور پھر دوبارہ اس ٹرائے شہر میں آیا۔ یہاں پر اس نے لامیدن کو قتل کر دیا اور اس کی جگہ موجودہ بادشاہ پریام کو ٹرائے شہر کا بادشاہ بنایا اور پریام بادشاہ کی بہن حیسوئین کو اپنے ساتھ یونان لے گیا تھا اور اسی کے ساتھ اس نے شادی کر لی تھی، بہرحال ملکہ ہاٹپولیٹ سے اس کی سونے اور ہیرے جڑی پیٹی جیتنے کے بعد ہرقلیس ٹرائے شہر سے ہوتا ہوا یونان میں داخل ہوا اور وہ پیٹی اس نے ڈلفی مندر کے بڑے

پجاری کے حوالے کی۔ اس طرح وہ پیٹی پورتھین کی حسین وجمیل بیٹی کے حوالے کر دی تھی جو اس بیٹی کو حاصل کرنے کی خواہش مند تھی۔ اس طرح ہرقلیس کی نویں مہم بھی ختم ہوئی۔

ڈلفی مندر کے پجاریوں کی طرف سے ہرقلیس کو جو دسویں مہم سونپی گئی وہ یہ تھی کہ ہرقلیس مغربی سمندروں کے جزیرہ اریتھیا کی طرف جائے اور وہاں سے سرخ مویشیوں کا وہ ریوڑ اپنے ساتھ یونان لائے جو ایک انتہائی طاقتور شخص کی ملکیت تھا اور جس شخص کا وہ ریوڑ تھا اس کا نام جاریان تھا۔ اور اس جاریان نے ایک نہایت خوں خوار کتا بھی پال رکھا تھا اس کتے کا نام اس نے آرتھروس رکھا تھا۔ اور آرتھروس نام کا یہ کتا نہ صرف یہ کہ انسانوں سے اس سرخ مویشیوں کی حفاظت کرتا تھا بلکہ جنگلی درندوں سے لڑ کر بھی وہ اس ریوڑ کے جانوروں کی کمال حفاظت کا سامان فراہم کرتا تھا۔ پس ڈلفی مندر کے حکم مطابق ہرقلیس جزیرہ اریتھیا کی طرف گیا وہاں اس نے دیکھا کہ ایک سرخ جانوروں کا بہت بڑا ریوڑ تھا۔ جو جنگل کے اندر چر رہا تھا اس ریوڑ کا مالک جس کا نام جاریان تھا۔ وہ اپنے ریوڑ کے قریب ہی ایک بلند ٹیلے کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے قریب ہی اس کا آرتھروس نام کا خوں خوار کتا بھی وہاں بیٹھا سرخ مویشیوں کے ریوڑ پہ نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

پس ہرقلیس اس ریوڑ کو حاصل کرنے کے لیے اس ریوڑ کے جونہی قریب گیا، تو وہ کتا بھی کسی خوں خوار درندے کی طرح ہرقلیس کی طرف لپکا وہ چاہتا تھا کہ ہرقلیس کو آگے بڑھ کر چیر پھاڑ کر رکھ دے۔ ہرقلیس نے اپنی بغل کے نیچے سے ٹاٹ کا ایک بوریا لٹکا لا اور جونہی وہ کتا چھلانگ لگا کر ہرقلیس پر حملہ آور ہوا ہرقلیس نے اپنے سامنے وہ ٹاٹ کا بوریا کر لیا۔ اور وہ کتا ٹاٹ کے اس بوریے میں آن گرا پس ہرقلیس نے اس بوریے کا منہ بند کر لیا اور پھر اس بوریے کو اس نے زور زور سے زمین پر پٹخ پٹخ کر کتے کا خاتمہ کر دیا یوں کتے کا کام تمام کرنے کے بعد ہرقلیس اس کے مالک جاریان کی طرف بڑھا۔ اس جنگل کے اندر ہرقلیس اور جاریان کا مقابلہ ہوا اس جاریان کو ہرقلیس نے اپنے سامنے زیر کر دیا اور سرخ مویشیوں کے اس ریوڑ کو لے کر ہرقلیس یونان میں داخل ہو گیا تھا اس طرح اس نے بڑی کامیابی کے ساتھ اپنی دسویں مہم بھی سر کر لی تھی۔

آرڈیم نام کا وہ داستان گو ہرقلیس کی دسویں مہم بتانے کے بعد تھوڑی دیر رُکا پھر عارب بیوسا اور بنبطہ کی طرف دیکھتے ہوئے پھر وہ بولا۔ اور کہا اے میرے عزیزو! اپنی دسویں مہم کو مکمل کرنے کے بعد ہرقلیس کو یہ امید ہو گئی تھی کہ اب وہ آزاد ہے اور ڈلفی مندر کے پجاری اسے کسی آزمائش میں نہ ڈالیں گے اسی دوران ہرقلیس کی سوتیلی ماں حرا ڈلفی مندر میں گئی اور مندر کے پجاریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ تم نے ہرقلیس کے ذمے جو دس مہمیں لگائی تھیں اُن میں سے اس کی دوسری اور پانچویں مہم کو ختم کر دیا جائے اور اس کے بدلے اس سے دو اور مہمیں کرائی جائیں اس کے لیے حرا نے یہ بہانہ تراشا تھا کہ اپنی دوسری مہم کو ہرقلیس نے اپنے بھتیجے کی مدد سے سر کیا تھا جب کہ اپنی پانچویں مہم میں اصطبل سے برسوں سے جمع ہونے والے کوڑے کرکٹ کو ہرقلیس نے قریبی دریا کا بہاؤ استعمال کر کے صاف کیا تھا لہٰذا حرا نے یہ دعویٰ پیش کیا چونکہ یہ دونوں مہمیں ہرقلیس نے بذاتِ خود نہیں بلکہ دوسروں کی مدد سے مکمل کی تھیں۔ لہٰذا ان دو مہموں کو ختم کیا جائے اور ان دو مہموں کے بدلے ہرقلیس سے دو اور مہمیں مکمل کر کے اس کے دس کاموں کی تکمیل کر لی جائے۔

ہرقلیس کی سوتیلی ماں حرا کی اس تجویز پر ڈلفی مندر کے پجاریوں نے ہرقلیس کی سر کی ہوئی دس مہموں میں سے اس کی دوسری اور پانچویں مہم کو ختم کر دیا اور اس سے دو اور کام لینے کا عہد کر لیا۔ اس طرح ہرقلیس کو گیارہویں مہم سونپی گئی۔ اس گیارہویں مہم میں ہرقلیس سے یہ کہا گیا تھا کہ وہ یونان کے ڈلفی مندر کے لیے سونے کے ان تین سیبوں کو حاصل کرے جو مغربی سمندروں کے اندر ایک جزیرے میں پائے جاتے تھے۔ اس جزیرے میں ایک باغ تھا جو ایک عورت کی ملکیت تھا اور اس عورت نے اپنے اس باغ کی حفاظت کے لیے بڑے طاقتور اور خوں خوار جوان کرائے پر لیے ہوئے تھے اور سیبوں کے اس باغ کے اندر اس نے ایک پودے کے ساتھ سونے کے تین سیب لگا رکھے تھے۔ اور ان سیبوں کو اپنے باغ میں لگا کر وہ عورت یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس کا باغ محفوظ ہے اور کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا ہے تو پھر وہ سونے کے ان تین سیبوں کو داخل ہو کر لے جائے۔ پس ڈلفی مندر سے اس جزیرے اور اس باغ کا پتہ حاصل کرنے کے بعد ہرقلیس اپنی اس مہم پر روانہ ہوا۔ وہ جزیرے میں داخل ہونے کے بعد اس باغ میں گیا اس نے دیکھا باغ کوئی اتنا بڑا نہ تھا

پر اس کے ارد گرد کئی محافظ کڑی نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ہرقلیس دائیں طرف سے اس باغ کی طرف گیا اور جب پہلا محافظ اس کی طرف لپکا ہرقلیس نے لمحوں کے اندر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور بھاگ کر اندر داخل ہو گیا قبل اس کے کہ بھاگ کر دوسری سمت والے محافظ ہرقلیس پر حملہ آور ہوتے ہرقلیس نے باغ میں داخل ہو کر سیبوں کے ایک پودے کے ساتھ لٹکتے ہوئے سونے کے تینوں سیب اتار لیے تھے اور جب وہ ایسا کر چکا تو باغ کی ملکہ نے اپنے دوسرے محافظوں کو ہرقلیس پر حملہ آور ہونے سے روک دیا پس وہ سونے کے تینوں سیب اس نے ہرقلیس کے حوالے کر دیئے تھے۔ اس طرح ہرقلیس [illegible] کے ان سیبوں کو لے کر واپس ڈلفی مندر میں آ گیا تھا۔ اور یوں اس نے اپنی گیارہویں مہم کی تکمیل کر دی تھی۔

اپنی بارہویں مہم میں ہرقلیس کو لیبیا کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ لیبیا کی سرزمین میں ایک ایسا پہلوان رہتا تھا جس کے قریب سے ایک شاہراہ گزرتی تھی اور جو بھی مسافر اس شاہراہ سے گزرتا وہ جنگجو اور خونخوار جوان اُسے کشتی کی دعوت دیتا۔ اور اس طرح ہر مسافر کو وہ کشتی میں پچھاڑ کر اس کا خاتمہ کر دیتا۔ پس ڈلفی مندر کے حکم پر ہرقلیس لیبیا کی طرف روانہ ہوا اور لیبیا کے صحراؤں میں گزرنے والی اس شاہراہ پر اس نے سفر کرنا شروع کیا جس شاہراہ کے کنارے وہ پہلوان رہتا تھا جب کہ وہ اس پہلوان کے قریب سے گزرنے لگا تو اس نے ہرقلیس کو کشتی کی دعوت دی۔ ہرقلیس نے اس کے اس چیلنج کو قبول کر لیا پس لیبیا کے اس صحرا میں ہرقلیس اور اس پہلوان کی کشتی ہوئی اور اس مقابلے میں ہرقلیس نے لمحوں کے اندر اس پہلوان کو زیر کر کے اس کا خاتمہ کر دیا تھا اور یوں ڈلفی مندر کی بارہویں مہم بھی ہرقلیس نے آسانی اور کامیابی کے ساتھ مکمل کر لی تھی۔ اس طرح ڈلفی مندر کی طرف سے سونپی جانے والی بارہ مہمیں ہرقلیس نے تکمیل تک پہنچا دی تھیں۔

اپنی ان بارہ مہموں سے فارغ ہونے کے بعد ہرقلیس نے آئبیریا کا رُخ کیا وہاں اس نے سمندر کے کنارے چند مینار تعمیر کیے جو ہرقلیس کے نام پہ ہرقلیس کے مینار کہلاتے ہیں۔ ان میناروں کے قریب ہی اس نے ایک گنبد نما عمارت بھی تعمیر کی اور آئبیریا کے ساحروں اور طلسم گروں کے ساتھ مل کر اس نے اس گنبد کے اندر ایک طلسم رکھا اور اس گنبد نما عمارت کو آہنی کواڑوں اور چوکھٹ سے محفوظ کر کے اس گنبد میں فولادی قفل ڈال دیئے اور دور اندیشی اور احتیاط کے تحت اس نے یہ کام کیا کہ آئبیریا کے لوگوں کے نام یہ پیغام لکھا کہ ہر نیا بادشاہ جو آئبیریا میں تخت نشین ہو وہ اپنے نام کا ایک قفل اس گنبد نما عمارت کے آہنی دروازے پہ لگاتا رہے۔ اب جو کوئی بھی اس گنبد نما اور طلسم زدہ عمارت کے تالے کھول کر مخفیات گنبد کو جاننے یا کم از کم دریافت کرنے کی کوشش کرے گا وہ سخت مصائب اور آفات میں مبتلا ہو گا چنانچہ ہرکولیس کے زمانے سے لے کر اس وقت تک اس طلسمی گنبد کی حفاظت کرنے میں آئبیریا کے لوگ اور وہاں کی حکومت کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتی اور آج کبھی کسی کو اس طلسمی گنبد میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ اگرچہ بعض بادشاہوں نے گنبد کے طلسم اور اسرار کو دریافت کرنے کی کوشش کی مگر ان کے اس ارادے کا انجام یا تو موت یا ناگہانی آفت ہوئی غرض ابھی تک کسی کو یہ مجال نہیں ہوئی کہ وہ دروازے سے آگے قدم رکھے لہٰذا آئبیریا کی سرزمین میں ہرکولیس کا ڈالا ہوا طلسم ابھی تک محفوظ اور ایک راز بنا ہوا ہے۔

اسپین میں اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد ہرکولیس جب یونان میں واپس آیا تو اسے خبر ہوئی کہ یونان کے ایک بادشاہ ایردتس نے ایک ایسی کمان بنائی ہے جس سے متعلق اس کا دعویٰ ہے کہ اس کمان سے صرف وہی نشانے پر تیر پھینک سکتا ہے۔ اور اس نے یہ بھی اعلان کیا تھا کہ جو کوئی بھی اس کمان سے تیر اپنے ہدف پر پھینکے گا۔ بادشاہ ایردتس اُس سے اپنی بیٹی ایلو کو بیاہ دے گا۔ یہ بادشاہ ایردتس بچپن میں ہرکولیس کو بھی تیر اندازی سکھاتا رہا تھا۔ لہٰذا ہرکولیس ایردتس کے پاس آیا اور اس کے سامنے اعلان کیا کہ وہ اس کمان سے تیر اپنے ہدف پر پھینکے گا جو کمان اس نے بنائی ہے۔ پس ایردتس اس پہ آمادہ ہوا اور اس نے جو کمان بنائی تھی وہ ہرکولیس کے حوالے کی اور اسے چند تیر بھی مہیا کیے۔ اس کمان سے کام لیتے ہوئے ہرکولیس نے تیر اپنے عین ہدف اور نشانے پر پھینکے تھے۔ ہرکولیس کی یہ کارکردگی دیکھ کر ایردتس خفا اور غضب ناک ہوا اور اس نے ہرکولیس کو اپنی ایلو کا رشتہ دینے کے بجائے اس سے ناراضگی کا اظہار کیا پس اس معاملے پہ ایردتس اور ہرکولیس میں جھگڑا ہوا اور ہرکولیس ایردتس سے ناراض ہو کر چلا گیا۔

اس دوران بادشاہ ایردتس کے کچھ بیل چوری ہو گئے اور یہ بیل یونان کے مشہور چور آٹولکس نے چرائے تھے کیونکہ گذشتہ دنوں میں ایردتس اور ہرکولیس کے درمیان جھگڑا ہوا تھا لہٰذا ایردتس نے اپنے بیلوں کی چوری کا ذمہ دار ہرکولیس کو ٹھہرایا۔ ہرکولیس اس الزام پر بڑا سیخ پا ہوا اور اس نے ایردتس کے بیٹے افیتوس کو قتل کر دیا۔ حالانکہ افیتوس ہرکولیس کے

بہترین دوستوں اور جاں نثاروں میں سے تھا۔ افیتوس کو قتل کرنے کے بعد ہرکولیس کو احساس ہوا کہ اس نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے دوست کو قتل کر دیا ہے لہٰذا وہ بڑا مغموم اور افسردہ ہوا۔ اسی افسردگی میں وہ یونان سے نکل کر ایشیا کی طرف چلا گیا اور وہاں وہ لیڈیا کی ملکہ امفیل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امفیل کے سامنے ہرکولیس نے اپنے آپ کو ایک غلام ظاہر کیا اور چند سکوں کے عوض اس نے اپنے آپ کو اس ملکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کچھ عرصہ تک ملکہ کے غلام کی حیثیت سے ہرکولیس کام کرتا رہا۔ بعد میں ملکہ کو پتہ چل گیا کہ وہ دراصل یونان کا سورما ہرکولیس ہے۔ لہٰذا ملکہ نے اس سے شادی کر لی۔ اس طرح ہرکولیس لگاتار تین سال تک لیڈیا کی ملکہ امفیل کے ساتھ رہا۔ اس کے بعد اس نے یونان کا رُخ کیا۔ یونان میں داخل ہونے کے بعد ہرکولیس نے یونان کے ایک بادشاہ اونیس کی بیٹی دینا ریہ سے شادی کر لی اور ہنسی خوشی زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی دوران اس کا پھر ایروتس بادشاہ سے جھگڑا ہو گیا جس نے اسے اپنی بیٹی ایلو کا رشتہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس بار ہرکولیس نے اپنے ساتھ مسلح جوانوں کو جمع کیا اور ایروتس بادشاہ پر حملہ آور ہو کر اس نے اسے قتل کر دیا اور اس کی بیٹی ایلو پر اس نے قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف ہرکولیس کی بیوی دینا ریہ کو جب خبر ہوئی کہ ایلو ہرکولیس کے قبضے میں آ گئی ہے اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ایلو انتہائی پرکشش اور خوبصورت ہے لہٰذا اس کے دل میں ایلو اور ہرکولیس کے لیے حسد اور رشک پیدا ہوا جس وقت ہرکولیس ایلو کے ساتھ ایک قربان گاہ کی عمارت میں رہ رہا تھا اس وقت ہرکولیس کی بیوی دینا ریہ نے ان دونوں کے خلاف ایک سازش کا اہتمام کیا اور وہ سازش اس نے کچھ یوں تیار کی کہ اس نے ہرکولیس کے لیے ایک قمیض سلوائی اور اس قمیض کو ایک انتہائی خطرناک زہر میں ڈبو کر اس نے قمیض کو خشک کر لیا تھا پھر اس نے ایک قاصد کے ذریعے وہ قمیض ہرکولیس کی طرف بھجوائی اور التجا کی کہ یہ قمیض اس نے بڑے پیار سے خود ہرکولیس کے لیے سی ہے لہٰذا وہ اسے پہنے۔

یہاں تک کہنے کے بعد آردیم نام کا وہ داستان گو تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر دوبارہ اس نے عارب بیوسا اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے میرے عزیزو! جب وہ دینا ریہ کی بھیجی ہوئی قمیض ہرکولیس کے پاس پہنچی تو ہرکولیس نے بغیر کسی شک و شبہ کے اسے پہن لیا۔ پھر وہ قمیض پہن کر جب وہ قربان گاہ کی آگ کے پاس گیا اور آگ کی وجہ سے اس قمیض نے گرمی پکڑی اور ہرکولیس کے جسم کو بھی پسینہ آیا تو گرمی کے باعث اس قمیض سے زہر رسنے لگا اور وہ زہر رِس کر ہرکولیس کے جسم میں اس کے مساموں کے ذریعے داخل ہو گیا اور اس طرح زہر سے ہرکولیس کی موت واقع ہو گئی۔ تو اے میرے عزیزو! یہ ہے یونان کی سورما ہرکولیس کی داستان یہاں تک کہنے کے بعد داستان گو خاموش ہو گیا تھا۔

ہرکولیس کی پوری داستان آردیم سے سننے کے بعد عارب، بیوسا اور نبیطہ کھڑے ہو گئے پھر عارب نے آردیم سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ اے آردیم میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میرے کہنے پر مجھے ہرکولیس کے حالات تفصیل کے ساتھ بتائے۔ اب میں یہاں سے کوچ کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی عارب، بیوسا اور نبیطہ آردیم کی اس کشتی سے باہر نکلے۔ تھوڑی دور تک پیدل چلتے ہوئے وہ بندرگاہ کے ساتھ ساتھ آگے گئے۔ پھر سمندر کے کنارے ذرا دور جا کر وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے وہ روپوش ہو گئے تھے۔

چند دن کی کوشش اور جد و جہد کے بعد صناعوں اور کاریگروں نے لکڑی کا وہ گھوڑا تیار کر لیا۔

اس گھوڑے کو اندر سے خالی رکھا گیا تھا۔ اور اس کے اندر بارہ جوانوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور اس گھوڑے میں داخل ہونے کے لیے اس کے پیٹ کے قریب چھوٹا سا ایک راستہ رکھا گیا تھا جس کے اوپر لکڑی کا ایک مضبوط ڈھکن لگا دیا گیا تھا اس گھوڑے کے اندر داخل ہونے کے بعد اس ڈھکن کو اندر سے بند کیا جا سکتا تھا۔ جب یہ گھوڑا چٹانوں کی اوٹ میں رکھ کر تیار کر دیا گیا تو اس کے بعد آنے والی اگلی رات یونانی حرکت میں آئے اس گھوڑے کو گھسیٹ کر میدان جنگ کے وسط میں لایا گیا اس وقت ٹروجن کا لشکر آرام کر رہا تھا تاہم ان کے پہریدار جاگ رہے تھے لیکن وہ تاریکی میں اس گھوڑے کو نہ دیکھ سکے جو یونانی گھسیٹ کر میدان جنگ کے وسط میں لائے تھے اور اس گھوڑے کے اندر یوناف یولیسیز اور اس کے ساتھ دس اور یونانی سورما بیٹھ گئے تھے اور گھوڑے کے پیٹ کے پاس بنے ہوئے جس راستے سے وہ بارہ کے بارہ اندر داخل ہوئے تھے۔ اس راستے کے ڈھکن کو اندر کی طرف سے بند کر کے اسے اندر کی طرف سے مضبوط لوہے کی چٹخنی لگا دی گئی تھی اس گھوڑے کو میدان جنگ میں کھڑا کرنے کے بعد یونانی لشکر بھی حرکت میں آیا۔ اپنا پڑاؤ یونانیوں نے ختم کر دیا اور اپنی ہر چیز سمیٹ کر وہ اپنے جہازوں میں سوار ہو گئے اور جہازوں کو وہ حرکت میں لا کر جزیرہ تندوس کے اس کنارے کی اوٹ میں لے گئے جہاں پر بلند اور گھنے درخت تھے اس طرح ٹرائے شہر سے باہر اس کی عمارتوں یا چٹانوں پر کھڑے ہو کر یونانیوں کے اس بحری بیڑے کو نہ دیکھا جا سکتا تھا جو جزیرہ تندوس کے گھنے درختوں کی اوٹ میں

گھات لگائی گیا تھا۔

جب دوسرے روز کا سورج طلوع ہوا تو ٹرائے شہر کے لوگوں اور لشکریوں نے دیکھا کہ یونانیوں کا پڑاؤ خالی پڑا ہوا تھا جو مکان عارضی طور پر انہوں نے اپنی رہائش کے لیے بنائے تھے۔ انہیں گرا دیا گیا تھا۔ اور پڑاؤ کی ہر چیز سمیٹ کر یونانی جا چکے تھے۔ ٹرائے شہر کے لوگوں نے یہ بھی دیکھا کہ جس جگہ یونانیوں نے سمندر کے کنارے اپنے بحری جہاز کھڑے کیے تھے سمندر کا وہ کنارہ بھی اب خالی تھا۔ اور وہاں یونانیوں کے جہاز نہ تھے یہ سماں دیکھ کر ٹرائے شہر کے لوگ اور لشکری خوش ہوئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ یونانی جنگ کی طوالت سے تنگ آ کر اور ٹرائے شہر کا محاصرہ ترک کر کے جا چکے ہیں۔ لہذا لوگ شہر سے باہر نکلنا شروع ہو گئے۔ لشکر کے اندر خوشیاں منائی جانے لگیں۔ ٹرائے شہر کا بادشاہ پریام اپنے بیٹے پارس اور اینیاس کے ساتھ شہر سے باہر نکلا پریام کے بیٹے ہیکٹر کی موت کے بعد اب اینیاس ہی ٹرائے شہر کے لشکر کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دے رہا تھا جب اس کام میں پارس اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا یہ اینیاس انتہائی جرأت مند طاقتور اور دلیر جوان تھا۔ بہرحال پریام اپنے دونوں بیٹے پارس اور اینیاس کے ساتھ شہر سے باہر نکل کر میدان جنگ میں اس جگہ آیا جہاں یونانی اپنا لکڑی کا بنایا ہوا غیر معمولی جسامت کا گھوڑا کھڑا کر گئے تھے۔ ٹرائے کے بہت سے شہری بھی اس گھوڑے کے گرد جمع ہو کر اُسے حیرت اور تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ ٹرائے شہر کے پجاری بھی لکڑی کے بنے ہوئے اس گھوڑے کو دیکھنے کے لیے وہاں جمع ہو گئے تھے۔

لکڑی کے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹرائے شہر کے پجاری لیول نے اپنے بادشاہ پریام کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔ ہو سکتا ہے کہ یونانی جاتے جاتے ٹرائے شہر کے لوگوں کے ساتھ کوئی شرارت کر گئے ہوں اور یہ گھوڑا جو غیر معمولی جسامت کا انہوں نے بنایا ہے۔ ہمارے لیے کسی دشواری اور تکلیف کا باعث بن جائے لہذا ہمارا مشورہ یہی ہے کہ اس گھوڑے کو گھسیٹ کر سمندر کے کنارے چٹانوں کے اوپر لے جایا جائے۔ اور پھر اسے دھکیل کر سمندر کے اندر گرا دیا جائے۔ تاکہ جہاں یونانی اپنے بحری بیڑے کے ساتھ رواں دواں ہیں۔ وہاں یہ بھی اُن کے ساتھ سمندر کی نذر ہو جائے لیکن ٹرائے شہر کے کچھ لوگوں نے اپنے پجاریوں کے اس مشورے کی نفی کرتے ہوئے کہا کہ ہو سکتا ہے اس گھوڑے کو یونانیوں نے جنگ میں کام لینے کے لیے بنایا ہو اور وہ مایوس ہو کر اس سے کام نہ لے سکے ہوں۔ لہذا اس گھوڑے کو ٹرائے شہر میں لے جا کر شہر کے کسی اچھے چوک میں نصب کر دینا چاہیئے تاکہ یہ گھوڑا ٹرائے شہر میں یونانیوں کے خلاف اور ہمارے پاس ہماری فتح کی نشانی کے طور پر رہے۔

ٹرائے کے اکثر لوگوں نے اس مشورے سے اتفاق کیا۔ ٹرائے کے بادشاہ پریام کو بھی اپنے شہریوں کی یہ بات اچھی لگی کہ اس گھوڑے کو شہر میں لے جا کر فتح کی نشانی کے طور پر شہر میں رکھنا چاہیئے۔ لہذا اُن کے بادشاہ پریام نے حکم دیا کہ اس گھوڑے کو گھسیٹ کر شہر کے اندر لے جایا جائے۔ بادشاہ کے اس فیصلے کو سُن کر شہر کے لوگ خوش ہوئے اور بہت سے لوگ اس گھوڑے کو اس کے پہیوں پر گھسیٹتے ہوئے شہر کے اندر لائے اور شہر کے جنوبی دروازے کے قریب ایک کھلے چوک پر اس گھوڑے کو کھڑا کر دیا گیا تھا تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور یونانیوں کے خلاف اپنی اس فتح اور کامیابی پر خوش ہوں۔

ٹرائے شہر کے لوگ سارا دن شہر سے نکل کر اس میدان جنگ میں گھومتے ہوئے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے رہے جہاں لگاتار دس سال تک وہ یونانیوں کے خلاف برسرپیکار رہے تھے اور اس کے علاوہ وہ بار بار لکڑی کے اس گھوڑے کے گرد جمع ہو کر اپنی خوشیوں کا اظہار کر رہے تھے جسے یونانیوں کے خلاف فتح مندی کے طور پر شہر کے جنوبی چوک میں رکھ دیا تھا اس طرح دن ٹرائے شہر میں خوشیاں مناتے ہوئے گزر گیا اور جب رات آئی تو یونانیوں کے چلے جانے کی خوشی میں اہل ٹرائے نے خوب شراب پی اور خوشی اور شراب کے نشے میں وہ بدمست ہو کر حالات کی اصل حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اور اس گھات سے بالکل بے خبر ہو گئے تھے جو یونانی ان کے خلاف لگائے بیٹھے تھے۔

کافی دیر تک اس گھوڑے کے اندر خاموش اور چُپ رہنے کے بعد یونانی جرنیل یولیسیز نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے یوناف اس گھوڑے میں بیٹھے ہوئے ہمیں کافی دیر ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے اس گھوڑے کے اطراف میں ہمیں ٹرائے شہر کے لوگوں کا شور و غل سنائی دیتا رہا ہے لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ چاروں طرف خاموشی چھا گئی ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ دن بیت چکا ہے اور رات ٹرائے شہر پر چھا چکی ہے اے میرے دوست کیا ایسا

نہ کریں کہ اس گھوڑے کے نیچے حصے میں جو چھوٹا سا ڈھکن ہے اُسے کھول کر دیکھیں کہ آیا رات چھا گئی ہے یا دن کا ابھی حصہ باقی ہے اگر تو رات چھا چکی ہے تو پھر ہمیں اس گھوڑے سے نکل کر شہر کی فصیل پر چڑھ کر اپنے لشکر کو شہر پر حملہ آور ہونے کا اشارہ دینا چاہیئے ، پولیسیر کے اس استفسار پر یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے پولیسیر میرے دوست جب تک میں حرکت میں نہیں آتا اس وقت تک تم بالکل خاموش اور پرسکون بیٹھے رہو۔ اس گھوڑے کے نیچے حصے میں جو ڈھکن ہے وہ اس وقت تک نہیں کھولا جائے گا۔ جب تک میں اپنی مافوق الفطرت قوت سے یہ نہ جان جاؤں کہ رات چھا چکی ہے اور یہ کہ اہل ٹرائے یونانیوں کے خلاف فتح کے نشے میں مست ہو چکے ہیں۔ ایسے میں ہی ہم اس گھوڑے سے نکل کر یونانی لشکر کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دیں گے۔ یوناف کے اس جواب میں پولیسیر خاموش ہو گیا تھا۔ اور پھر اس موقع پر یوناف نے بڑی رازداری کے ساتھ اور دھیمی سرگوشی میں ابلیکا کو پکارا۔ ابلیکا نے فوراً ہی یوناف کی گردن پر لمس دیا اور اس کے ساتھ ہی یوناف نے ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے ابلیکا میری عزیزہ تم مجھے پورے حالات سے آگاہ کرو تم مجھے زیادہ تر دو چیزوں کے متعلق خبر دو ایک یہ کہ یونانی لشکر اس وقت کہاں ہے دوسرے یہ کہ باہر فضاؤں کے اندر رات چھا چکی ہے تو اہل ٹرائے کی کیفیت اس وقت کیا ہے۔ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں ابلیکا نے بھی رازداری میں کہا:

اے یوناف میرے حبیب میں اب جاتی ہوں اور تھوڑی دیر تک لوٹ کر آتی ہوں اور پھر تمہیں ٹرائے شہر اور یونانی لشکر کے متعلق تفصیل سے خبریں فراہم کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی ابلیکا یوناف کی گردن پر لمس دیتی ہوئی علیحدہ ہو گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں ابلیکا پھر یوناف کی گردن پر لمس دیتے ہوئے کہا اے میرے حبیب میں تیرے لیے دونوں خبریں لے آئی ہوں جہاں تک یونانی لشکر کا سوال ہے تو وہ جزیرہ تندوس کی گھات سے نکل کر پھر اس جگہ لنگر انداز ہو گیا تھا جہاں پہلے وہ دس سال سے لنگر انداز ہو رہا ہے اور ٹرائے شہر کے لوگوں کے متعلق جو تم نے پوچھا تھا ان سے متعلق میرا جواب یہ ہے کہ ٹرائے شہر کے لوگ یونانیوں کے خلاف اپنی فتح کی خوشی میں شراب کے نشے میں مست ہو کر گہری نیند سو چکے ہیں۔ وہ لگاتار دس سال تک جنگ میں مصروف رہے

ہیں اور یونانیوں کے واپس چلے جانے کو وہ اپنی کامیابی اور شاندار فتح تصور کرتے ہوئے سارا دن شراب پیتے رہے ہیں۔ اور اب ٹرائے کے لوگ شراب کے نشے میں مست گہری نیند سو چکے ہیں لہذا اس موقع پر اگر یونانی لشکر حملہ آور ہو جائے تو ٹرائے شہر لمحوں کے اندر فتح ہو جائے گا۔

ابلیکا کے خاموش ہونے پر یوناف نے پولیسیر کو مخاطب کرتے ہوئے دھیمی اور مدہم آواز میں کہا اے پولیسیر اب وقت آگیا ہے کہ ہم گھوڑے سے نکلیں اور اپنے لشکر کو جلتی ہوئی مشعل کا اشارہ دیں تاکہ وہ شہر پر حملہ آور ہو اس کے ساتھ ہی ہم آگے بڑھ کر شہر کا جنوبی دروازہ کھول دیں گے۔ سنو میرے دوستو میں پہلے میں اس گھوڑے کا نچلا حصہ کھول کر خود باہر جاتا ہوں۔ اور باہر کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے پھر تمہیں میں باہر آنے کا اشارہ کروں گا۔ پولیسیر نے یوناف کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ لہذا یوناف حرکت میں آیا اس نے اندر سے چٹخنی کھولی اور وہ ڈھکن ہٹا دیا جو گھوڑے کے پیٹ میں باہر کی طرف کھلتا تھا پھر وہ لکڑی کے اس گھوڑے سے باہر آیا۔ اس نے دیکھا باہر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی اور شہر اس وقت شہر خاموشاں دکھائی دے رہا تھا۔ ارد گرد کوئی شور کوئی آواز نہ تھی یہ سماں دیکھتے ہوئے یوناف اپنا منہ اس گھوڑے کے سوراخ کے اندر لے گیا اور پولیسیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے پولیسیر اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر آجاؤ حالات اس وقت پوری طرح ہمارے حق میں ہیں۔ یوناف کے کہنے پر پولیسیر اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے سے باہر آگیا تھا پھر وہ بارہ کے بارہ وہاں کھڑے ہو کر اپنے اطراف اور اکناف کا جائزہ لیتے رہے۔ انہوں نے دیکھا کہ شہر کے جنوبی دروازے پر بھی کوئی سخت پہرہ نہ تھا۔ اور فصیل پر بھی اکا دکا محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ یوناف نے پھر پولیسیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے پولیسیر تم اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے رینگتے ہوئے شہر کے جنوبی دروازے کی طرف جاؤ، جب کہ میں شہر کی فصیل پر چڑھتا ہوں اور یونانی لشکر کو جلتی ہوئی مشعل کو اشارہ دیتا ہوں، اور ہاں کیا تم گھوڑے کے اندر رکھی ہوئی مشعل باہر نکال لی ہے۔ یوناف کے اس استفسار پر پولیسیر چونکا اور پھر وہ گھوڑے میں داخل ہوا اور ایک مشعل وہ اپنے ہاتھ میں اٹھا لایا تھا۔

یوناف نے پولیسیر سے وہ مشعل لے لی پھر دوبارہ اس نے پولیسیر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے پولیسیر تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں زمین پر لیٹ جاؤ اور رینگتے ہوئے

شہر کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھو میں فصیل پر چڑھنے کے بعد شہر کے جنوبی دروازے کے اوپر آتا ہوں اور اس مشعل کو فصیل پر جلتی ہوئی مشعلوں میں سے کسی ایک سے روشن کرنے کے بعد میں یونانی لشکر کو اس مشعل سے حملہ آور ہونے کا اشارہ کرتا ہوں۔ یوناف کے کہنے پر پولیسیر فوراً حرکت میں آیا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہ زمین پر لیٹ گیا اور پھر سانپ کی طرح رینگتے ہوئے وہ گیارہ کے گیارہ یونانی شہر کے جنوبی دروازے کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ جب کہ یوناف اپنے ہاتھ میں مشعل لیے فصیل کی طرف گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ فصیل کے ساتھ ساتھ گھومتا ہوا اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں تلاش کرتا رہا۔ آخر تھوڑی دور جا کر اسے سیڑھیاں تلاش کرنے میں کامیابی ہوئی۔ وہ سیڑھیوں پر چڑھا فصیل پر جلتی ہوئی مشعلوں میں سے اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشعل روشن کی پھر وہ محافظوں کی طرح فصیل کے اوپر چلتا ہوا شہر کے جنوبی دروازے کے اوپر آیا اور مشعل کو ہوا میں لہراتے ہوئے اس نے یونانی لشکر کو حملہ آور ہونے کا اشارہ دے دیا تھا۔

اتنی دیر تک پولیسیر بھی اپنے دس ساتھیوں کے ساتھ شہر کے جنوبی دروازے پر پہنچ چکا تھا اور اس نے بھی یوناف کو اشارہ دیتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ گیارہ کے گیارہ یونانی اٹھ کھڑے ہوئے اور شہر کا جنوبی دروازہ انہوں نے کھول دیا۔ دوسری طرف یوناف کا اشارہ پاتے ہوئے یونانی اپنے جہازوں سے نکل کھڑے ہوئے اور بڑی رازداری کے ساتھ وہ شور کیے بغیر شہر پر حملہ آور ہوئے اور شہر کے جنوبی دروازے سے شہر میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے شہر کے ایک حصے کو آگ لگانے کے علاوہ انہوں نے شہر کے اندر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا تھا۔

ٹرائے شہر کے لوگوں کو اس وقت یونانیوں کے حملے کی خبر ہوئی جب یونانیوں کا پورا لشکر ٹرائے شہر میں داخل ہو کر شہر کے ایک حصے کو آگ لگانے کے بعد خاکستر کر دیا تھا۔ اور پھر پورے شہر میں پھیل کر انہوں نے ٹرائے کے لوگوں کو قتل عام شروع کر رکھا تھا۔ لوگ بڑی بے بسی اور بڑی بے چارگی میں شہر کی گلیوں میں اِدھر اُدھر بھاگتے ہوئے یونانیوں کے ہاتھوں مارے جانے لگے تھے۔ پارس اور اس کے بڑے بھائی انیاس نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ ٹرائے کے لشکر کو استوار کر کے یونانیوں کو روک کر اور پھر انہیں آہستہ آہستہ شہر سے باہر نکالنے کی کوشش کریں۔ لیکن رات بھر کی اس جدوجہد کے باوجود

انہیں ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا اور جب انیاس اور پارس نے دیکھا کہ رات اب ختم ہونے والی ہے اور یونانی پورے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد شاہی محل کا رُخ کر رہے ہیں تو وہ دونوں شاہی محل کی طرف بھاگے اسی بھاگ دوڑ میں کسی یونانی کا تیر جو زہر میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ پارس کے لگا تاہم پارس بڑے ضبط اور تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھاگتا رہا۔ دونوں بھائی محل میں داخل ہوئے۔ انہوں نے دیکھا کچھ یونانی محل کے ارد گرد جمع ہو رہے تھے اور ایک یونانی نے انیاس کی بیوی کو جو ایک محل کے ایک جھروکے سے باہر جھانک رہی تھی تیر مار کر ختم کر دیا تھا محل میں داخل ہونے کے بعد جب انیاس کو خبر ہوئی کہ اس کی بیوی کو یونانیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور یہ کہ تھوڑی دیر تک یونانی محل میں داخل ہونے والے ہیں تو وہ بڑی تیزی کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اپنے بیٹے اسکانوس کو اپنے ساتھ اس نے لیا اپنے باپ اور ٹرائے شہر کے بادشاہ پریام کو اس نے اپنے کندھوں پر اس نے اٹھایا اور اپنے بیٹے اسکانوس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اس تہہ خانے کی طرف بھاگا جس کے ذریعے سے شہر کے شرقی دروازے کے نیچے و بیچ شہر سے حفاظت کے ساتھ باہر نکلا جا سکتا تھا۔ لہٰذا انیاس اپنے باپ پریام کو اپنے کندھوں پر اٹھائے اور اپنے بیٹے اسکانوس کا ہاتھ پکڑے اس تہہ خانے کے اندر بھاگنے لگا تھا جب کہ اس کا بھائی پارس جسے ایک زہریلے تیر نے زخمی کر دیا تھا وہ بھی لنگڑاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے تہہ خانے میں شہر سے باہر نکلنے کے لیے بھاگنے لگا تھا۔

تہہ خانے کے خفیہ راستے کے ذریعے شہر کے شرقی دروازے کے نیچے ہوتے ہوئے جب انیاس اس کا بھائی پارس اس کا بیٹا اسکانوس شہر سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا سورج اب طلوع ہونے والا تھا۔ اندھیرے چھٹتے جا رہے تھے اور مشرقی افق سے صبح کی کرنیں آہستہ آہستہ پھیلنے اور بکھرنی شروع ہو گئی تھیں۔ انیاس اپنے باپ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے اور اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑے بڑی تیزی سے کوہستان ایدا کی طرف بھاگ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ مڑ کر پیچھے بھی دیکھ لیتا تھا شاید وہ یہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ اس کا بھائی پارس جو تیر لگنے سے لنگڑا ہو چکا تھا وہ بھی اس کے پیچھے آ رہا ہے یا نہیں بہرحال وہ تینوں بھاگتے ہوئے کوہستان ایدا میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ یہاں ایک پہاڑی غار میں انہوں نے اپنے باپ اور ٹرائے شہر کے بادشاہ پریام کو لٹا دیا وہ ابھی تک بے سدھ

تھا جیسے گہری نیند سو رہا ہو اور جب اینیاس نے اُسے کندھوں سے اتار کر غار میں لٹایا اور پریام بے حس حرکت زمین پر لیٹ گیا تو وہ اس سے متعلق فکر مند ہوا آگے بڑھ کر اس نے اپنے باپ پریام کی نبض پر ہاتھ رکھا اور پھر اس کی گردن جھک گئی تھی اور پھر اس نے اپنے پاس کھڑے اپنے چھوٹے بھائی پارس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

شاید ہمارا باپ شہر کے مغلوب ہونے کے غم کو برداشت نہیں کر سکا اور یہ مر چکا ہے میرے خیال میں میں اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے خفیہ راستے سے بھاگ رہا تھا تو اس وقت ہی اس نے دم توڑ دیا تھا۔ پارس بھی جواب میں کچھ نہ کہہ سکا تاہم غم اور افسردگی میں اس کی گردن جھک گئی تھی پھر اینیاس پارس اور اسکانوس تینوں نے مل کر اس غار کے اندر ایک گڑھا کھودا اور پریام کو انہوں نے اس غار کے اندر دفن کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ تینوں پریام کی قبر کے پاس اداس اور مغموم بیٹھے رہے پھر پارس نے اپنے بھائی اینیاس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اے میرے بھائی تم دونوں باپ بیٹا اس غار کے اندر بیٹھو میں ذرا باہر جاتا ہوں دیکھو اب سورج کافی بلند ہو گیا ہے اور اس کوہستان ایدا میں اپنے ریوڑوں کو چروانے والے چرواہے کوہستانی وادیوں کے حصے میں داخل ہو چکے ہوں گے۔ تم جانتے ہو کہ بچپن ہی میں میں بھی اس کوہستان ایدا میں ریوڑ چراتا رہا ہوں لہذا بہت سے گڈریے میرے جاننے والے ہیں میں ان میں سے کسی ایک سے ملتا ہوں اور ان سے امداد حاصل کرتا ہوں۔ میں دو طریقے اپنانے کی کوشش کروں گا۔ اول تو گھوڑے حاصل کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ ہم تینوں ان پر سوار ہو کر یہاں سے دور نکل جائیں اور یونانیوں کے ہاتھ نہ لگنے پائیں اور اگر میں ایسا نہ کر نے پایا تو پھر کسی قریبی بستی کے چرواہے کے گھر پناہ گاہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گا تاکہ جب تک یونانی ٹرائے شہر کو برباد کر رہے ہیں۔ اس وقت تک ہم اس پناہ گاہ میں محفوظ رہیں اور جب یونانی یہاں سے کوچ کر جائیں تو پھر ہم اس شہر کو دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کریں گے۔

اینیاس نے پارس کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اس کی گردن اپنے باپ کی موت پہ جھکی اور غم زدہ ہی رہی پارس نے اس موقع پہ ایک گہری نگاہ اپنے بھائی اینیاس پر ڈالی۔ پھر وہ لنگڑاتا ہوا غار سے باہر نکل گیا تھا۔ اس کا زخم اب اس کے لیے تکلیف اور اذیت کا باعث بن رہا تھا اور اُسے ناقابل برداشت ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں اس لیے کہ جس یونانی کا تیر

اُسے لگا تھا وہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔ غار کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے پارس نے پھر مڑ کر غار کے اندرونی حصے کی طرف دیکھا اور اپنے بھائی اینیاس کو پھر مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا اے میرے بھائی تم جانتے ہو کہ جس دور میں میں اس کوہستانی ایدا کے اندر ریوڑ چرایا کرتا تھا اس دور میں میں نے ان وادیوں کے اندر جنیان نام کی ایک لڑکی سے شادی کی تھی اور میری یہ بیوی میرے ساتھ انتہائی مخلص اور انتہائی خیر اندیش تھی۔ پھر یہ میری ہی غلطی تھی کہ میں نے اس ہیلن سے شادی کی اور اپنی اس پہلی بیوی جنیان کو میں نے فراموش کر دیا اے میرے بھائی میں نہیں جانتا تھا کہ اس ہیلن کی وجہ سے ٹرائے شہر کے اوپر اس قدر مصیبتیں اور عذاب نازل ہو جائیں گے اور اے بھائی تو نے دیکھا کہ تیرے ساتھ تہہ خانے کے ذریعے ٹرائے شہر سے بھاگتے وقت میں نے ہیلن کا خیال نہیں کیا۔ میں جانتا ہوں کہ اس شہر کی تباہی کا وہی باعث ہے لہذا میں نے بھاگتے وقت اُسے ساتھ نہیں لیا۔ حالانکہ جب میں تمہارے ساتھ بھاگنے لگا تھا تو وہ محل کے اندر ہی تھی۔ میں نے اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دیا ہے۔

اے میرے بھائی دیکھ میں باہر جاتا ہوں اور اپنی پہلی بیوی جنیان کو تلاش کرتا ہوں میں اس سے معافی طلب کروں گا اور مجھے امید ہے کہ وہ میرے اس ناروا رویے کو معاف کرتے ہوئے مجھے پھر اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو جائے گی اور جب وہ ایسا کرنے پر تیار ہوئی تو میں پھر واپس آ کر تم دونوں باپ بیٹے کو بھی لے جاؤں گا اور جب تک یونانی ٹرائے شہر کے اندر دندناتے پھرتے ہیں۔ اس وقت تک ہم جنیان کے ہاں ہی پناہ لیے رکیں گے اور جب یونانی یہاں سے چلے جائیں گے پھر ہم ٹرائے شہر کو دوبارہ آباد کرنے کی کوشش کریں گے۔

انیاس نے اپنی گردن اٹھا کر اپنے بھائی پارس کی طرف دیکھا پھر اس نے انتہائی مغموم اور دکھیا سی آواز میں کہا۔ اے پارس میرے بھائی کاش تم نے ہیلن سے متعلق ایسا پہلے سوچا ہوتا۔ کاش یہ احساس تمہیں پہلے ہو چکا ہوتا کہ ہیلن ٹرائے شہر کی تباہی و بربادی کا باعث بن سکتی ہے۔ اب وہ عذاب جو ہیلن کے باعث اس شہر پر نازل ہو چکا ہے اس عذاب کو اے میرے بھائی اب کون ٹال سکتا ہے تو دیکھتا ہے کہ یونانی رات بھر ٹرائے شہر کے لوگوں کو قتل کرتے رہے ہیں اور ہمارے علاوہ ہمارے جو بھی رشتہ دار شاہی محل میں رہ رہے ہیں وہ اب تک ان سب کی گردنیں کاٹ چکے ہوں گے۔ بہرحال اے میرے بھائی اب تم اپنی پہلی بیوی جنیان کی تلاش میں جا اگر وہ تمہیں معاف کر کے دوبارہ اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے اس لیے کہ جب تک یونانی ٹرائے شہر میں موجود ہیں اس وقت تک کم از کم ہم جنیان کے پاس رہ کر تینوں اپنی زندگی کو محفوظ رکھ سکتے ہیں اور جب یونانی ٹرائے شہر خالی کر جائیں اس وقت کے بعد ہم تینوں مل کر کوئی قدم اٹھائیں گے۔ اپنے بھائی انیاس کی یہ گفتگو سن کر پارس کے چہرے پر اطمینان کے جذبے بکھر گئے تھے۔ پھر وہ لنگڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

پارس کی خوش قسمتی کہ غار سے نکل کر وہ وادی کے اندر تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اسے اپنی بیوی جنیان نظر آئی۔ وہ وادی کے ایک بلند حصے میں ایک پتھر کے اوپر بیٹھی تھی اس کے ہاتھ میں چرواہوں والی چھڑی تھی جب کہ اس کے سامنے والی وادی کے اندر اس کا ریوڑ چر رہا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی پارس کے چہرے پر خوشی کے جذبے بکھر گئے تھے گو اس لمحے اس کے زخموں کی تکلیف اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ اور وہ بڑی مشکل سے اپنے آپ کو حرکت میں لا رہا تھا۔ تاہم جنیان کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے وہ اپنی ساری تکلیفیں اور ابتلائیں بھول گیا تھا۔ جنیان نے اسے اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا اور وہ اسے پہچان بھی چکی تھی لیکن وہ بے تعلق سی ہو کر پتھر پر بیٹھی رہی اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چرواہوں والی چھڑی زمین پر مارتی رہی پارس اس کے قریب گیا اور اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے بڑی نرمی اور چاہت میں پکارا۔

اے جنیان کیا تو نے مجھے پہچانا۔ جنیان نے نہ ہی اس کی طرف دیکھا اور نہ ہی اس کی بات کا کوئی جواب دیا۔ اور وہ اسی طرح منہ دوسری طرف کیے زمین پر اپنی چھڑی مارتی رہی۔ اس پر پارس اس کے اور قریب ہوا اور اس کے بالکل عین سامنے کھڑے ہوتے ہوئے اس نے دوبارہ اسے پکارتے ہوئے کہا۔ اے جنیان کیا تو نے مجھے پہچانا نہیں میں پارس ہوں تمہارا شوہر جنیان نے اس بار اپنی چھڑی زمین پر مارنا بند کر دی۔ اپنی گردن سیدھی کر کے تھوڑی دیر تک وہ پارس کو بڑے غور سے دیکھتی رہی پھر اس نے پارس کو مخاطب کر کے کہا اے پارس میں تمہیں پہچان چکی ہوں۔ اور اب تیرا میرا کیا رشتہ تو تو مجھے اکیلا چھوڑ کر ٹرائے شہر میں ایسا گھسا کہ مڑ کر میری خبر نہ لی اور اس کے بعد تو نے ہیلن سے شادی کر لی اور مجھے یوں فراموش کر دیا جیسے میرا تیرے ساتھ کوئی رشتہ ہی نہیں تو مجھے زخمی لگتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنگ کی ذلت اور خواری اور شکست کی بدنامی اور رسوائی کھینچ کر تمہیں میری طرف لے آئی ہے۔ سنو پارس تم بوالہوسی اور خطاکاری سے کام لیتے ہوئے میری سوچوں میں زہر بھر کر اور میرے دل میں کدورت پھیلا کر میری حالت کسی ماتم سرائے جیسی کر کے مجھے ابتلا اور مصائب میں ڈال کر چلے گئے تھے۔ تمہاری غیر موجودگی میں میں نے یہ وقت بڑی مشکل سے اور بڑی ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کاٹا ہے۔ میں تمہیں یکسر فراموش کر چکی تھی، جس طرح تم نے اپنی ساری محبتوں اور اپنی ساری چاہتوں کو ہیلن پر نچھاور کر دیا تھا، اس طرح میں نے بھی تمہارے سارے رشتوں اور تمہاری ساری چاہتوں کو کھرچ کر دل سے نکال دیا تھا۔ اے پارس میں جانتی ہوں تجھے مجھ سے کوئی ہمدردی کوئی چاہت

نہیں ہے صرف ٹرائے شہر کے اندر جگر جگر کرتے نیزے اور لخت لخت کرتی تلواریں تمہیں میری طرف آنے پر مجبور کر چکی ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ ٹرائے شہر میں تم جتنی لاشوں سے نکل کر آئے ہو اس بنا پر تمہارے قلب و ضمیر میں میرا نام چیخ پکارا اٹھا ہوگا، لیکن اے پارس میں تمہیں رد کر چکی ہوں اب میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ اس رشتے کو بھی منقطع کر چکی ہوں۔ جو ایک بیوی کی حیثیت سے تمہارے ساتھ میں نے جوڑا تھا تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ سو اب وقت نے تمہیں میرے سامنے جھکنے پر مجبور کیا ہے تو میں تمہاری طرف سے نگاہیں پھیرتی ہوں۔ تمہارے ساتھ اپنا کوئی رشتہ جوڑنے سے گریز کرتی ہوں۔ لہٰذا اے پارس تم جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ میرے ساتھ تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

پارس وہاں کھڑا ہو کر تھوڑی دیر تک بڑی حسرت سے جینان کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر وہ اچانک زمین پر گر گیا اس لیے کہ زہریلے تیر سے اس کی ٹانگ پر جو زخم آیا تھا وہ زہر اب اپنا کام کر چکا تھا اور اس کے سارے بدن میں اس زہر کا اثر پھیل چکا تھا اور اب موت اس سے تانک جھانک کرنے لگی تھی۔ پارس نے جب دیکھا کہ اس کی موت اب اس کے سر پر سوار ہو رہی ہے تو اس نے پھر جینان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے جینان میری پنڈلی میں کسی زہر آلود تیر کا زخم آچکا ہے۔ میں جانتا ہوں میں بچوں گا نہیں دیکھو میرا بھائی انیاس اور اس کا بیٹا اسکانوس دائیں طرف کوہستانی سلسلے کے ایک غار کے اندر میرے منتظر ہیں میں انہیں یہ کہہ کر آیا تھا کہ میں جینان کی طرف جاتا ہوں اور کوشش کروں گا کہ وہ اپنے ہاں ہم تینوں کو پناہ دے دے تاکہ جب تک یونانی ٹرائے شہر میں ہیں اس وقت تک ہم کسی پناہ گاہ میں رہ کر اپنے آپ کو محفوظ کر سکیں۔ وہ دونوں باپ بیٹا میرا انتظار کر رہے ہوں گے لہٰذا اے جینان میں تم سے گذارش کرتا ہوں کہ تو مجھ پر بھلے رحم اور ترس نہ کھا اس لیے کہ میں چند لمحوں بعد موت سے بغلگیر ہونے والا ہوں لیکن میرے بعد تو اس غار کی طرف ضرور جانا جہاں میرا بھائی انیاس اور اس کا بیٹا میرے منتظر ہیں اور تو اُن دونوں کے لیے کسی پناہ گاہ کا بندوبست ضرور کرنا اگر تیری دشمنی تھی تو وہ میری ذات کے ساتھ تھی، اُن دونوں باپ بیٹے سے تو تیری کوئی دشمنی نہیں، ہم بڑی مشکل کے ساتھ ٹرائے شہر سے نکل کر اس غار میں آئے ہیں۔ لہٰذا میں تم سے التماس کروں گا کہ تم ان دونوں کی مدد ضرور کرنا اس کے ساتھ پارس اچانک کہتے کہتے

خاموش ہو گیا تھا موت اس پر وارد ہو گئی تھی اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تھی۔

پارس بولتے بولتے جب اچانک خاموش ہو گیا اور اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی تو جینان بے چاری چونک سی گئی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی آگے بڑھ کر جب اس نے پارس کی نبض محسوس کی تو پارس مر چکا تھا۔ تھوڑی دیر تک دنیا بھر کے غم اور افسردگیاں اس کے چہرے پر رقص کرنے لگے تھے۔ گردن جھکائے وہ چند لمحوں تک وہ بڑی بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں پارس کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ اس خطرے کے تحت چونک سی پڑی کہ اگر کوئی تعاقب کرتا ہوا وہاں آگیا اور اس نے پارس کو پہچان لیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ پارس کے قدموں کا تعاقب کرتے ہوئے دشمن انیاس اور اس کے بیٹے اسکانوس کو بھی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں لہٰذا جینان نے ہمت کر کے پارس کو اٹھایا وادی کے ایک کونے میں پارس کی لاش کو ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر اس نے مٹی ڈال کر گڑھے کو بند کر دیا پھر ایک نگاہ اس نے وادی کے اندر چرتے ریوڑ پر ڈالی پھر وہ کوہستانی سلسلے کی اس طرف جانے لگی تھی جس طرف سے پارس آیا تھا چند ہی ثانیوں بعد وہ اس غار کے سامنے نمودار ہوئی تھی جس کے اندر پارس کا بھائی انیاس اور اس کا بیٹا اسکانوس بیٹھے ہوئے تھے۔ جینان غار کے دروازے پر آئی اور انیاس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا میرا نام جینان ہے اگر میں غلطی پر نہیں تو تم پارس کے بھائی انیاس ہو۔

جینان کے یہ الفاظ سن کر انیاس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ بڑی نرم آواز میں جینان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا اے جینان غار کے اندر آجاؤ ایسا نہ ہو کہ کوئی ہمارے تعاقب میں نکلا کھڑا ہو اور اگر اس نے تمہیں یہاں غار کے منہ پر کھڑا ہوا دیکھ لیا تو وہ ہم پہ قیامت بن کر گزر جائیں گے جینان منہ سے کچھ کہے بغیر غار میں داخل ہوئی۔ انیاس کے قریب آئی پھر اس نے غم اور دکھ بھری آواز میں کہا۔

اے انیاس میں تیرے لیے پارس کے متعلق ایک بُری خبر لے کر آئی ہوں۔ شاید تجھے خبر ہوگی کہ پارس کی پنڈلی میں زہر آلود تیر لگ گیا تھا اور چونکہ اس زخم کی احتیاط نہ کی گئی تھی۔ لہٰذا زخم سے وہ زہر اس کے پورے جسم میں پھیل گیا۔ اور جب وہ مجھے ملنے کوہستان ایدا سے بائیں طرف والی وادی کے اندر گیا۔ تو دوران گفتگو وہ زمین پر گر کر ختم ہو گیا۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں کوئی اس کے تعاقب میں بھی نہ آئے۔ اور تم

دونوں باپ بیٹوں کو بھی تلاش نہ کر سکے۔ لہٰذا میں نے تمہارے بھائی پارس کو ایک گڑھے میں وادی کے اندر دفن کر دیا ہے اس نے مرنے سے پہلے مجھے یہ وصیت کی تھی کہ میں تم دونوں باپ بیٹوں کا خیال رکھوں لہٰذا تم دونوں اسی غار میں رہو۔ میں ریوڑ چرانے کے لیے آیا کروں گی تو تم دونوں کے لیے صبح دوپہر اور شام کے کھانے کا بندوبست کر دیا کروں گی اور ہاں میں اب بستی کی طرف جاؤں گی اور تم دونوں کے لیے بستر اور کھانے کے علاوہ کچھ نقدی بھی لے آؤں گی تم رات کے وقت غار کے منہ پتھروں سے بند کر دیا کرنا اور اس غار کے اندر ہی پڑے رہنا اگر میں تم دونوں کو اپنے ساتھ بستی کی طرف لے گئی تو بستی کے لوگوں کو خبر ہو جائے گی اور کوئی نہ کوئی شخص انعام حاصل کرنے کے لالچ میں تم دونوں سے متعلق ٹرائے شہر میں جا کر یونانیوں کو ضرور خبر کر دے گا۔ ایسی صورت میں تم دونوں کے ساتھ میں بھی بے گناہ ماری جاؤں گی لہٰذا تم دونوں جب تک اس غار میں رہنا چاہتے ہو رہو میں اس وقت تک تم دونوں کے کھانے اور دوسری ضروریات کی ذمہ داریاں پوری کرتی رہوں گی۔

جینان کی اس گفتگو کے جواب میں اینیاس تھوڑی دیر تک بڑی شکر گزاری اور ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے جینان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے جینان ہمیں ہمارے لیے نقدی کا بندوبست کرنے کی ضرورت نہیں ہے ٹرائے شہر سے بھاگتے وقت میں نے سنہری سکوں کی ایک بڑی تھیلی اپنے ساتھ لے لی تھی اور یہ سکے اس قدر ہیں کہ میں اور میرا یہ بیٹا کہیں بھی رہ کر پرسکون زندگی بسر کر سکتے ہیں، میں تم سے یہ التماس کروں گا کہ جب تک خطرات ہیں، اس وقت تک تم ہمارے لیے کھانے کا بندوبست کرتے رہنا اور ہاں اس دوران اگر تم ہمارے لیے کسی کشتی کا بندوبست کر سکو تو میں تمہارا بہت زیادہ ممنون ہوں گا اس لیے کہ میں اب اس سرزمین میں نہیں رہنا چاہتا۔ مجھے امید ہے کہ یونانی اتنی جلدی ٹرائے شہر سے نہ نکلیں گے اور جب تک وہ یہاں ہیں اس وقت تک موت ہم دونوں باپ بیٹوں کے سروں پر منڈلاتی رہے گی لہٰذا اپنے بھائی پارس کی موت کے بعد میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ میں یہاں سے نکل کر کسی اور سرزمین پر چلا جاؤں گا اور وہاں اپنے بیٹے کے ساتھ کہیں پرسکون زندگی بسر کرنے کی ابتدا کروں گا۔ اینیاس کی اس گفتگو کے جواب میں جینان نے بڑی فراخدلی

کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میں اب جاتی ہوں اور تم دونوں باپ بیٹوں کے لیے بستر اور کھانے کا بندوبست کرتی ہوں سنو میں دو ایک دنوں میں تمہارے لیے کشتی کا بندوبست بھی کرتی ہوں۔

اینیاس نے فوراً اپنی کمر کے ساتھ لٹکتی ہوئی نقدی کی تھیلی سے چند سکے نکالے اور جینان کو تھماتے ہوئے کہا اے جینان یہ سکے تم اپنے پاس رکھو ان سکوں سے تم ہمارے لیے کوئی کشتی خرید سکتی ہو۔ اس کشتی میں بیٹھ کر ہم کسی طرف اپنی سلامتی کے لیے نکل جائیں گے۔ جینان نے وہ سکے لے لیے پھر وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔

○

یونانیوں نے ٹرائے شہر کو آگ لگانے کے بعد اس کے اندر تباہی و بربادی اور قتل و غارت کا کھیل کھیلنے کے بعد ٹرائے شہر کو ایک ملبے میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا پھر یونانی دندناتے ہوئے شاہی محل میں داخل ہوئے یہاں سے انہوں نے ہیلن کو زندہ گرفتار کر لیا تھا اور شاہی محل کو بھی انہوں نے آگ لگا کر ملبے میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہیلن کو جب اس کے شوہر مینلاؤس کے سامنے پیش کیا گیا تو تھوڑی دیر تک مینلاؤس اسے بڑے غصے اور غضب کی حالت میں دیکھتا رہا اس موقع پر اس کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں اور اس کی گردن اینٹھی ہوئی تھی پھر آہستہ آہستہ اس کے چہرے پر نرمی اور شفقت کے جذبات پھیلنے لگے نفرت کی جگہ محبت اور غصے کی جگہ ملائمت نے لے لی تھی پھر اس نے قدرے دھیمے لہجے میں اپنی بیوی ہیلن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے ہیلن اپنے شہر سے نکل کر پارس کے ساتھ ٹرائے آ جانے میں آخر تجھے کیا ملا۔ تو کیا خوب میرے اور اپنی بچی کے ساتھ خوشحال اور خوشگوار زندگی بسر کر رہی تھی۔ آخر کس چیز نے تجھے مجبور کیا کس چیز کی کمی تھی تیرے پاس جس چیز کی تلاش میں تو پارس کے ساتھ اپنی خوشگوار زندگی کو ترک کر کے اس ٹرائے شہر کی طرف بھاگ آئی جبکہ تو جانتی تھی کہ ہم پارس اور تیرا تعاقب کریں گے۔ اور میں کسی بھی صورت پارس سے اپنی عزت اور ناموس کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اے ہیلن کاش تم نے ایسا نہ کیا ہوتا اور قسم یونان کے سارے دیوتاؤں کی مجھے تم سے قطعاً یہ امید نہ تھی۔ کہ تم اس طرح

کا گرا ہوا کام بھی اپنی زندگی میں کر گزرو گی۔ سنو ہیلن پانی جب رواں ہوتا ہے۔ تو پانی رہتا ہے ورنہ وہ غلاظت بھرا جوہڑ بن کر رہ جاتا ہے۔ میں نے تمہیں زندگی کی رفعتیں اور بلندیاں عطا کر رکھی تھیں لیکن تمہارے دل میں نہ جانے کیا کدورت اور تمہارے قلب و ضمیر میں نہ جانے کیا پستی بھری ہوئی تھی کہ تم نے اپنے بسے بسائے اور آباد گھر کو چھوڑا اور پارس کے ساتھ اس ٹرائے شہر کا رُخ کیا۔ اب تم اس شہر پہ نگاہ کرو اور دیکھو کہ ہم نے پارس کی اس حرکت کی وجہ سے ٹرائے شہر کی حالت کیا کر دی ہے۔ ایک دن پہلے یہ ٹرائے شہر جو لوگوں سے آباد اور بارونق تھا آخر تم دیکھتی ہو کہ انتقام کے بعد ہم نے اسے ملبے اور ایک ڈھیر میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہیلن خاموش رہی اس کی گردن جھکی رہی اور مینلاؤس کے سوالوں کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مینلاؤس بھی تھوڑی دیر تک اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے دوبارہ ہیلن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ہیلن کچھ تو بولو۔ آخر میرے اس سوال کا جواب تو دو کہ تم نے کیوں اپنے وطن سپارٹا کو چھوڑا اور پارس کے ساتھ ٹرائے کا رُخ کیا۔ مینلاؤس کے اس استفسار پر حسین ہیلن نے آہستہ آہستہ اپنی گردن سیدھی کی لمحہ بھر کے لیے اس نے اپنے شوہر مینلاؤس کی طرف دیکھا پھر اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے مینلاؤس میں تسلیم کرتی ہوں کہ میں جہالت اور بے بسی کا شکار ہو گئی تھی۔ میں نے بزدلی کو بے نیازی، کمزوری کو نرم دلی، بکواس کو علم، مکاری کو ذہانت اور بدنصیبی کے سایوں کو سکون سمجھ لیا تھا اور اے مینلاؤس میں ایک راہ گم کردہ مسافر تھی لیکن اب میری روح مضطرب اور بے قرار ہے اور میرے نفس میں بیابانوں کی طرح خزاں کی پیاس بھر گئی ہے۔ آہ میں تقدیر کے عذاب اور گمراہ کی سیاہ دلدل کا شکار ہو گئی تھی۔ اب میں ظلمت کے زندان اور فکر کی دیمک سے چھٹکارا پا چکی ہوں۔ اور میرے ضمیر کا بوجھ اتر چکا ہے۔ اے مینلاؤس اب میں احساس ندامت کا شکار ہوں اور اپنے آپ کو بے حسی کی لمبی رات، اپنی ذات کے زندان اور خیالات کے طویل بن باس سے نکال چکی ہوں میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ ایسے موقع پر تم نے میرے خلاف جو بھی قدم اٹھانا ہے۔ اٹھالو ورنہ میری یادوں کے تابوت۔ میری ذات کو کتبہ لحد میں تبدیل کر کے رکھ دیں

گے یہاں تک کہنے کے بعد ہیلن خاموش ہو گئی تھی۔

ہیلن کی اس گفتگو کے بعد مینلاؤس تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پہ اس کی نگاہوں میں ہیلن کے لیے محبت ہی محبت اور چاہت ہی چاہت بھری ہوئی تھی۔ پھر اس نے اپنے لبوں پہ ہلکی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔ اے ہیلن اس موقع پر تم مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتی ہو۔ ہیلن نے پھر مینلاؤس کی طرف دیکھا اور کہا۔ اے مینلاؤس میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ تم سے اپنے اس ناروا سلوک کی معافی بھی مانگتی ہوں بہر حال میں فیصلہ تمہارے ہاتھ میں چھوڑتی ہوں۔ اگر تم مجھے میری غلطیوں کی سزا دینا چاہو تو تب بھی تم حق بجانب ہو گے۔ میں تمہارے اس فیصلے کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھاؤں گی اس لیے کہ میں اس قابل ہوں کہ مجھے سزا دی جائے۔ اور اگر تم فراخدلی سے کام لیتے ہوئے مجھے معاف کر دیتے ہو تو میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتی ہوں کہ میں اپنی آئندہ زندگی تمہارے اور اپنی بچی کے ساتھ سپارٹا میں دل و جان سے تم دونوں کی خدمت کرتے ہوئے گزار دوں گی اور پھر دوبارہ کبھی ایسی حرکت کا ارتکاب نہ کروں گی۔ ہیلن کے یہ الفاظ سن لینے کے بعد مینلاؤس اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ آگے بڑھ کر اس نے ہیلن کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

اے ہیلن میں تمہاری ساری غلطیوں اور تمہاری ساری کوتاہیوں کو معاف کرتا ہوں تم جیسی بھی ہو میں تمہاری کوتاہیوں اور تمہاری تمام صفات کے ساتھ دوبارہ تمہیں قبول کرتا ہوں اور اپنی بیوی کی حیثیت سے میں دوبارہ تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔ اب تم میرے ساتھ سپارٹا کی طرف جاؤ گی جہاں پہ ہماری بیٹی بڑی بے چینی سے ہم دونوں کا انتظار کر رہی ہو گی اور سپارٹا میں ہم دونوں ایک نئی زندگی کی ابتدا کریں گے۔ مینلاؤس کے اس فیصلے پہ ہیلن کے لبوں پر بڑی گہری اور دلفریب مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر ہیلن کو لے کر مینلاؤس اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا تھا۔ ٹرائے شہر کو تباہ و برباد اور ویران کرنے کے بعد یونانی لشکر نے چند دن تک وہاں قیام رکھا۔ اس کے بعد یونانی اپنے بحری بیڑوں میں سوار ہو کر یونان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

دوسری طرف پارس کی پہلی بیوی جنجان نے پارس کے بھائی اینیاس اور بھتیجے اسکانوس پر یہ مہربانی کی کہ چند دن تک ان دونوں باپ بیٹے کو غار کے اندر ان کی زندگی کی ضروریات فراہم کرتی رہی پھر ان کے کہنے پر اُن کے لیے ایک کشتی بھی مہیا کر لی تھی پھر اینیاس اور

اسکانوس دونوں باپ بیٹا اس کشتی میں سوار ہو کر نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ چند دن تک وہ دونوں سمندر کے اندر سرگرداں رہے۔ آخر حالات اور وقت کے راہبر نے انہیں اٹلی کے ساحل پر لا کھڑا کیا۔ دونوں باپ بیٹا اٹلی کے ساحل پر اترے اس وقت وہ نہیں جانتے تھے کہ اس سرزمین میں کون سی قوم اور کون سے لوگ آباد ہیں۔ اٹلی میں اس وقت کہیں کہیں یونانی آباد ہو چکے تھے اور بہت سے حصوں میں وہ لوگ آباد ہوئے تھے جو ایشیا سے ہجرت کر کے اس سرزمین کی طرف آئے تھے۔ اینیاس اور اس کا بیٹا اسکانوس دونوں جنوبی اٹلی کے ساحل پر اترنے کے بعد وہ اپنے لیے مناسب ٹھکانہ تلاش کرنے کے لیے اٹلی کی سرزمین میں سرگرداں ہو گئے تھے۔ جنوبی اٹلی سے نکل کر اینیاس اور اسکانوس دونوں باپ بیٹا وسطی اٹلی کی طرف بڑھے وسطی اٹلی میں ان دنوں ایک شخص لاتینوس کی حکومت تھی، پس اینیاس اور اسکانوس دونوں باپ بیٹا وسطی اٹلی کے بادشاہ لاتینوس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے اپنے پورے حالات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔ لاتینوس اینیاس اور اسکانوس کے حالات سن کر بے حد متاثر ہوا اور اس نے اپنی بیٹی لومینیا کی شادی اینیاس کے ساتھ کر دی تھی۔ اس شادی کے بعد اینیاس لاتینوس کی حکومت کے مرکزی شہر کے قریب ہی ایک قصبے میں آباد ہو گیا تھا اور اپنی بیوی کے نام پر اس قصبے کا نام لومینیا ہی رکھ دیا تھا۔

بادشاہ لاتینوس کی بیٹی لومینیا جس کی شادی اینیاس کے ساتھ ہوئی تھی، اس کی منگنی اینیاس کے ساتھ شادی سے پہلے لاتینوس کے ایک سردار ترنوس کے ساتھ ہو چکی تھی۔ ترنوس کو جب خبر ہوئی کہ لاتینوس نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور اپنی بیٹی لومینیا اینیاس نام کے ایک اجنبی کے ساتھ کر دی ہے تو اس نے لاتینوس اور اینیاس کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا مظاہرہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اندر ہی اندر وہ اپنی قوت کو بڑھاتا رہا پھر ایک روز اس نے ان کے خلاف لشکر کشی کر دی تھی۔ اینیاس بھی لاتینوس اور اپنی بیوی لومینیا کے دفاع کے لیے اس جنگ میں شامل ہوا اس جنگ میں گو لاتینوس کامیاب رہا لیکن اینیاس اس جنگ میں مارا گیا تھا۔

اینیاس کی موت کے بعد اس کا بیٹا اسکانوس بڑا بد دل ہوا اس نے اس قصبے کی رہائش کو ہی ترک کر دیا تھا جس کا نام اس کے باپ نے اپنی بیوی کے نام پر رکھا تھا اور لومینیا نام کے اس قصبے سے نکل کر یہ اسکانوس ایلبا نام کے ایک قصبے میں جا کر

آباد ہو گیا۔ ایلبا نام کا یہ قصبہ ایک کوہستانی سلسلے کے پاس تھا اور اس پہاڑی سلسلے کو بھی کوہستان ایلبا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ایلبا نام کے قصبے میں آباد ہونے کے بعد اکانوس نے سلویا نام کی لڑکی سے شادی کر دی تھی اس سلویا کا باپ نومیٹر کسی دور میں ایلبا اور گرد و نواح میں پڑنے والے شہروں کا بادشاہ ہوا کرتا تھا، لیکن اس کے چھوٹے بھائی آمولیوس نے اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اسے تاج تخت سے علیحدہ کر کے خود حکمران بن بیٹھا تھا۔ تاہم اس نے اپنے بڑے بھائی کا بھی خیال رکھا اور اسے تخت سے علیحدہ کرنے کے بعد اسے ہر سہولت مہیا اور فراہم کر دی تھی۔

لیکن اس کے بڑے بھائی نومیٹر کی بیٹی سلویا کی شادی جب اسکانوس کے ساتھ ہو گئی تو آمولیوس بڑا فکرمند ہوا اسے خدشہ ہو گیا تھا کہ کہیں اس کے بھائی کی بیٹی اپنے شوہر کے ساتھ مل کر کوئی سازش اس کے خلاف نہ کرے اور اسے تخت تاج سے محروم نہ کر دے لہٰذا ایلبا کا بادشاہ آمولیوس حرکت میں آیا اس نے اپنے بھائی نومیٹر کے بیٹے اور اپنے بھتیجے کو تو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اپنے بھائی نومیٹر کی بیٹی اور اپنی بھتیجی اور اسکانوس کی بیوی سلویا کو اس نے زندان میں ڈال دیا تھا، اس کا ارادہ تھا کہ اپنی زندگی سلویا قید میں گزار دے گی اور وہ اس کے تاج تخت کے لیے کسی قسم کا خطرہ بن کر نمودار نہ ہو گی، اس کے ساتھ ساتھ آمولیوس نے دوسرا بڑا کام یہ کیا کہ اس نے اپنی بھتیجی سلویا کے شوہر اسکانوس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

زندان میں رہتے ہوئے سلویا کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے تھے یہ دونوں جڑواں بھائی تھے اور زندان میں سلویا نے اپنے ان دونوں جڑواں بیٹوں کے نام رومولس اور ریمس رکھ دیئے تھے۔ دوسری طرف سلویا کے چچا آمولیوس کو جب خبر ہوئی کہ اس کی بھتیجی سلویا کے ہاں زندان میں دو بیٹے پیدا ہوئے ہیں تو وہ فکرمند ہوا اُسے خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ زندان میں اس کی بھتیجی کے ہاں پیدا ہونے والے یہ دونوں بیٹے ضرور جوان ہو کر اپنی ماں کی مظلومیت کا بدلہ اس سے لیں گے اور اسے تاج تخت سے محروم کر کے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ ان خدشات کے تحت ایلبا کے بادشاہ آمولیوس نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ سلویا کو زندان سے نکال لیا جائے اور

اسے اور اس کے دونوں شیر خوار بچوں کو ان کے ہنگوڑے سمیت دریائے ٹائبر میں پھینک دیا جائے پس آمولیوس کے حکم کا اتباع کیا گیا۔ سلویا اور اس کے دونوں بیٹوں رومولس اور ریمس کو ان کے ہنگوڑے سمیت دریائے ٹائبر میں پھینک دیا گیا تھا۔ ان دنوں دریا سیلابی حالت میں تھا اور کناروں سے باہر ہو کر بہہ رہا تھا۔ سلویا بے چاری تو دریا کی تیز لہروں کی نذر ہو گئی۔ اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھی لیکن اس کے دونوں بیٹے رومولس اور ریمس اپنے ہنگوڑے میں تیرتے ہوئے بہت دور چلے گئے اور دریا کی تیز لہروں نے انہیں خشکی پر پھینک دیا تھا۔

ان دونوں بچوں رومولس اور ریمس کا ہنگوڑا کوہستان اونتائن کی وادی میں دریا کی موجوں نے خشکی پر پھینک دیا تھا۔ یہاں پر اس وقت فاستیلوس نام کا ایک چرواہا اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ اس کی نظر جب اس ہنگوڑے پر پڑی تو وہ بھاگا بھاگا اس ہنگوڑے کی طرف گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہنگوڑے میں دو بچے زندہ اور سلامت حالت میں اٹھکیلیاں کر رہے تھے۔ ان دونوں کو ہنگوڑے میں زندہ پا کر فاستیلوس بڑا خوش ہوا اور ہنگوڑے سمیت ان دونوں کو اٹھا کر وہ اپنے گھر لے گیا اس فاستیلوس نام کے چرواہے کی بیوی کا نام لارنٹیا تھا اور بڑی نرم دل اور بڑی نیک عورت تھی لہذا اس عورت نے بڑی چاہت اور محبت سے ان دونوں بچوں کی پرورش شروع کر دی تھی۔ آخر یہ دونوں بچے فاستیلوس نام کے چرواہے اور اس کی بیوی لارنٹیا کے پاس رہتے ہوئے جوان ہو گئے اور فاستیلوس کے ساتھ ہی مل کر وہ کوہستان اونتائن کے اندر ریوڑ چرانے کے ساتھ ساتھ جنگی تربیت حاصل کرنے لگے تھے۔

اس دوران ایسا ہوا کہ چرواہوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا، اور اس جھگڑے میں ایک بھائی ریمس بھی ملوث تھا۔ ریمس نے کسی دوسرے چرواہے جوان پر ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ لہذا لوگ اسے پکڑ کر اپنے سردار کے پاس لے گئے تاکہ ریمس کی اس زیادتی کا فیصلہ کرایا جائے خوش قسمتی سے جس سردار کے پاس چرواہے ریمس کو لے گئے تھے وہ سردار ریمس کا نانا نومیٹر تھا۔ جس کو اس کے بھائی آمولیوس نے تاج و تخت سے محروم کر دیا تھا اور جو کوہستان اونتائن کے اندر ایک سردار کی حیثیت سے ایک گمنام زندگی بسر کر رہا تھا۔ دوران گفتگو نومیٹر کو پتہ چل گیا کہ ریمس اور رومولس اس کی بیٹی سلویا کے بیٹے ہیں اور اس کے نواسے ہیں لہذا اس نے ان پر انکشاف کر دیا کہ وہ ان کا نانا ہے اور اس کا نام نومیٹر ہے اور یہ کہ وہ کبھی ایلبا کا بادشاہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی آمولیوس نے

اسے تاج و تخت سے محروم کر دیا تھا۔

اپنے نانا سے یہ سارے حالات سن کر ریمس اور رومولس دونوں حرکت میں آ گئے۔ انہوں نے دن رات ایک کر کے چرواہوں اور دوسرے جوانوں پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا اور پھر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک طاقتور لشکر تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو انہوں نے آمولیوس کے خلاف بغاوت کر کے اس پر حملہ کر دیا تھا۔ اس جنگ میں رومولس اور ریمس کامیاب رہے اور آمولیوس کو انہوں نے اقتدار سے محروم کر کے اُسے قتل کر دیا اور اپنے نانا نومیٹر کو انہوں نے ایلبا کا بادشاہ بنا دیا تھا۔ لیکن وہ خود دونوں بھائی کوہستان اونتائن کے اندر ہی رہائش پذیر رہے۔ ایلبا کا بادشاہ بننے کے بعد ان دونوں کے نانا نومیٹر نے یہ کام کیا کہ کوہستان اونتائن کی سرزمین اس نے اپنے دونوں نواسوں کے نام کر دی تھی۔

رومولس اور ریمس دونوں بھائیوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ زمین کا وہ حصہ جو اُن کے نانا نومیٹر نے ان کے حوالے کیا ہے وہاں پر ایک ایسا شہر آباد کیا جائے جس شہر کا نام اُن دونوں بھائیوں کے نام سے نسبت رکھتا ہو لہذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک ایسا شہر آباد کیا جائے جس کا نام روم ہو ان کے نانا نے جو خطہ زمین ان کے نام کیا تھا۔ اس کے اندر دو پہاڑی سلسلے تھے، ایک کوہستان اونتائن اور دوسرا کوہستان پلاٹین رومولس اس حق میں تھا کہ یہ نیا شہر جس کا نام روم تجویز کیا گیا ہے وہ کوہستان پلاٹین پر تعمیر کیا جائے جب کہ دوسرا بھائی ریمس اس حق میں تھا کہ نیا آباد کیا جانے والا شہر کوہستان اونتائن پر آباد کیا جائے۔ یہ دونوں پہاڑی سلسلے دریائے ٹائبر کے کنارے تقریباً ایک دوسرے سے آدھے میل کے فاصلے پر تھے شہر کی تعمیر کے سلسلے میں دونوں بھائی اپنے نانا نومیٹر کے پاس گئے تاکہ اس سے مشورہ کیا جائے کہ نیا شہر کوہستان اونتائن یا کوہستان پلاٹین پر تعمیر کیا جائے۔ ان کے نانا نومیٹر نے اپنے دونوں نواسوں کو مشورہ دیا کہ تم دونوں پرندوں کی قرعہ اندازی سے مدد لو اور جو بھائی قرعہ اندازی میں کامیاب ہو اسی کی تجویز اور اسی کی خواہش کے مطابق شہر آباد کیا جائے۔

پرندوں کی قرعہ اندازی کا طریقہ کار یہ تھا کہ جس جگہ اور جہاں پر کوئی خواہش رکھتا تھا، وہاں پر وہ بیٹھ جاتا تھا اور جس کے سر کے اوپر سے پہلے پرندے گزرتے تھے اس کی بات مانی جاتی تھی لہذا رومولس اور ریمس دونوں بھائی اپنے کوہستانی سلسلے

کے اوپر بیٹھ گئے، رومولس کوہستان پلاٹین پر بیٹھ گیا تھا اور ریمس کوہستان اونٹائین پر
جا بیٹھا تھا اور دونوں انتظار کرنے لگے تھے کہ دیکھیں کس کے اوپر سے پہلے پرندے
گزرتے ہیں، کچھ دیر تک دونوں بھائی اپنے اپنے کوہستانی سلسلے کے اوپر بیٹھے رہے
یہاں تک کہ ریمس نے دیکھا کہ چھ پرندے اس کے اوپر سے گزرنے کے لیے مشرق
سمت سے مغربی سمت کا رُخ کر رہے تھے ان پرندوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر
ریمس بے حد خوش ہوا اور جب وہ پرندے اس کے اوپر سے گزر گئے تو اس نے خیال
کیا کہ اب اس کی خواہش کے مطابق کوہستان اونٹائین پر ہی نیا شہر روم آباد کیا جائے گا
لیکن وہ جب اپنی جگہ سے ہٹ کر اپنے بھائی کے پاس آیا تو وہاں جمع ہو جانے والے لوگوں
سے اُسے پتہ چلا کہ اس میں اٹھارہ پرندے مشرقی جانب سے آئے تھے جن میں سے چھ پرندے
اس کے سر کے اوپر سے گزر گئے، جب کہ بارہ پرندے اس کے بھائی رومولس کے سر سے
گزر گئے ہیں، لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ رومولس کی خواہش کے مطابق کوہستان پلاٹین کے اوپر ہی
روم کو آباد کیا جائے۔

لہٰذا اکیس[21] اپریل کا دن شہر کی تعمیر کا کام شروع کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ اکیس اپریل
کو کوہستان پلاٹین کے اوپر سب سے پہلے ایک قربان گاہ تعمیر کی گئی۔ پھر رومولس نے
سفید رنگ کی ایک گائے اور سفید رنگ ہی کے ایک بیل کو ہل میں جوتا۔ پھر کوہستان پلاٹین کے
اردگرد ایک بہت بڑے گول دائرے کی صورت میں اس نے ہل چلایا اور جہاں جہاں اس
نے ہل چلایا۔ وہاں وہاں شہر کی بیرونی فصیل تعمیر کی جاتی تھی اور جہاں جہاں فصیل کے اندر
دروازے رکھے جاتے تھے۔ وہاں سے رومولس ہل کو اٹھا لیتا تھا۔ اس طرح ہل کے
ذریعے نئے تعمیر ہونے والے شہر کی نشاندہی کر دی گئی تھی پھر رومولس نے سلیر نام کے
ایک جوان کے ذمے یہ کام لگایا کہ جو کوئی بھی اس نئے تعمیر ہونے والے احاطے میں داخل
ہو وہ اس جگہ سے داخل ہو جو جگہ دروازوں کے لیے چھوڑی گئی ہے اور اگر کوئی ایسی جگہ
سے اس احاطے میں داخل ہوتا ہے جہاں پر ہل چلایا گیا ہے تو سلیر کو یہ حکم دیا گیا ہے
کہ اس شخص کو ڈنڈے مارے جائیں۔

پس پہلا شخص جو دروازوں کے بجائے اس ہل چلائی ہوئی جگہ سے اس احاطے میں
داخل ہوا تھا۔ وہ رومولس کا بھائی ریمس تھا۔ جو بھولے سے غلط جگہ سے اس احاطے میں

داخل ہو گیا تھا۔ اس پر سلیر نے جب ریمس کے ڈنڈے لگائے۔ تو ریمس ان ڈنڈوں کی
ضربوں سے جاں بحق ہو گیا اور سلیر نام کا وہ جوان جس نے ڈنڈے مارے تھے اور جسے
رومولس نے اس کام پر لگایا تھا۔ ریمس کے مرنے کے بعد اس ڈر اور اس خدشے کے تحت
وہاں سے بھاگ گیا تھا کہ کہیں ریمس کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رومولس اُسے موت کے
گھاٹ ہی نہ اتار دے۔ اس طرح نئے تعمیر ہونے کے شہر اور روم کی بنیادوں میں ریمس
کا خون داخل ہو گیا تھا اس کے بعد اس جگہ روم شہر کی تعمیر کا کام شروع ہوا اور یوں دنیا کے
اندر روم شہر اور رومن قوم کی ابتداء ہوئی۔

○

ٹرائے شہر کی تباہی و بربادی کے بعد یوناف نے یروشلم شہر کا رُخ کیا تھا۔ اس کا
ارادہ تھا کہ وہ کچھ عرصہ سلیمانؑ اور اپنے دوست آصف برخیا کے پاس رہے گا۔ سلیمانؑ کو
بنی اسرائیل پر حکومت کرتے اب چالیس سال ہو چکے تھے اور یوناف کے ٹرائے سے
یروشلم وارد ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد سلیمانؑ پر موت طاری ہو گئی تھی۔ وہ اس طرح کہ سلیمانؑ
نے اپنے ماتحت کام کرنے والے جنات کی مدد سے آبگینوں کا ایک حجلہ بنوایا تھا۔ اس حجلے کے
اندر اکثر آپ تنہائی میں عبادت کرتے رہتے اور ساتھ ساتھ یروشلم میں تعمیر ہونے والے ہیکل سلیمانی
کی تعمیر پر بھی نگاہ رکھتے تھے۔ اور تعمیر کا یہ کام بھی جنات ہی کے سپرد تھا۔ آبگینے کے اس حجلے کے
اندر سلیمانؑ ایک لاٹھی کے سہارے کھڑے رہ کر عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ اپنی آخری عمر
میں آپ اسی حالت میں آبگینے کے اندر عبادت میں مشغول تھے کہ آپ پر موت طاری ہو گئی
لیکن آپ کی لاش اس چھڑی کے سہارے کھڑا دیکھ کر جنات بھی اپنے اپنے کام میں
مشغول رہتے یہاں تک کہ انہوں نے ہیکل سلیمانی کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا۔

اس دوران اس چھڑی میں دیمک پیدا ہو گئی تھی جس چھڑی کے سہارے سلیمانؑ کی لاش کھڑی
تھی سو دیمک نے اس لاٹھی کو چاٹ کر بے جان کر دیا اس بنا پر وہ لاٹھی سلیمانؑ کا بوجھ برداشت
نہ کر سکی اور سلیمانؑ کی لاش زمین پر گر گئی تھی۔ تب کام سے فارغ ہو جانے والے جنات سمجھے
کہ سلیمانؑ کا تو عرصہ ہوا انتقال ہو چکا ہے اور وہ یوں ہی ان کی طرف دیکھتے ہوئے کام کی
تکمیل کرتے رہے اس طرح جنات کو نہ صرف یہ کہ اپنی نادانی پر افسوس ہوا بلکہ ان پر یہ عقدہ

بھی کھلا کہ وہ غیب کا علم نہیں جانتے اس طرح سلیمانؑ کی وفات ہو گئی تھی۔ انہیں یروشلم میں دفن کر دیا گیا تھا اور ان کے بعد ان کا بیٹا رجعام بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا تھا۔

سلیمانؑ کی موت کے بعد یوناف ایک روز اپنی رہائش گاہ کے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا پھر اس نے اپنی شیریں اور مترنم آواز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اے یوناف میرے حبیب! سلیمانؑ کی وفات کے بعد اب تمہارا کیا ارادہ ہے کیا تم یروشلم میں ہی قیام کیے رکھو گے۔ ابلیکا کے اس استفسار پر یوناف چونکا پھر وہ سنبھلا اور ابلیکا کو جواب دیتے ہوئے کہا۔ اے ابلیکا اگر تم میری گردن پر لمس دے کر یہ سوال مجھ سے نہ پوچھتی تو تھوڑی دیر بعد میں تمہیں خود ہی بتانے والا تھا۔ اس لیے کہ میں اب یروشلم سے کوچ کرنے والا ہوں اس پر ابلیکا نے جستجو بھری اور بے چین سی آواز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اے یوناف تم یروشلم شہر سے کس طرف کوچ کرنے کا عزم کر چکے ہو۔

ابلیکا کے اس استفسار پر یوناف تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا اے ابلیکا میں یروشلم شہر سے بابل کی طرف کوچ کرنے کا عزم کر چکا ہوں۔ اس بار میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں اپنے قدیم دشمن اور حریف یافان سے ملوں گا اور دیکھوں گا کہ امحوتپ کا وہ طلسم جو دریائے نیل کے اندر عزازیل نے پھینکا تھا اور جو دریائے نیل سے نکل کر بحیرہ روم میں داخل ہوا اور سمندر کے اندر سرگرداں رہا۔ اور پھر جیسا کہ تم نے مجھے بتایا تھا کہ ایک سیپ اس طلسم کو نگل گئی اور اس سیپ کی روح اور سیپ کے جسم کی حرارت کے باعث وہ طلسم پھر زندہ ہو گیا تھا اور یہ کہ اس طلسم بھری سیپ پر یافان نے قبضہ کر کے اس طلسم کو اس نے روح اور سیپ کے جسم سے علیحدہ کر لیا تھا اور اب میں یہ دیکھنا چاہوں گا کہ یہ یافان مصر کے قدیم امحوتپ کے پرانے طلسم کو کس طرح اپنی بہتری اور لوگوں کی ایذا رسانی کے لیے کام میں لا رہا ہے۔ یوناف کی یہ گفتگو سن کر ابلیکا نے ہلکا ہلکا اور خوش کن لمس یوناف کی گردن پر دیا اور اس نے اپنی مترنم آواز میں یوناف کو مخاطب کر کے کہا۔

اے یوناف قسم خدا کی تم نے میرے مطلب کی بات کی ہے میں بھی یہی چاہ رہی تھی کہ تم یروشلم سے بابل کا رخ کرو اور پھر وہاں دیکھیں کہ یافان امحوتپ مصری کے اس طلسم کو کس طرح کام میں لا رہا ہے اور اگر وہ اس طلسم کو بنی نوع انسان کی ایذا رسانی کے کام میں لا رہا ہے تو پھر اے یوناف سنو مجھے اور تمہیں یافان کے خلاف حرکت میں آنا ہو گا۔ اور جب تک بنی نوع انسان کو اس کی عیاری اور اس کے دھوکے اور مصنوعی عذاب سے بچا نہیں لیتے اس وقت تک ہم دونوں یافان کے خلاف حرکت میں آتے رہیں گے اور اسے اپنے سامنے ضرور جھکنے پر مجبور کر دیں گے اور اے یوناف سنو میں تم پر ایک نیا انکشاف بھی کرتی ہوں۔ اور وہ یہ کہ دنیا کے اندر اس وقت تین بڑی قومیں اور تین بڑی قوتیں اپنی بنیادی ارتقائی منازل کو طے کرتی ہوئی اپنے عروج کی طرف گامزن ہو چکی ہیں۔ ابلیکا کے اس انکشاف پر یوناف چونکا اور اس نے پوچھا اے ابلیکا وہ کون سی قوتیں ہیں جو بڑی قوم کی حیثیت سے دنیا میں نمودار ہو رہی ہیں۔

اس پر ابلیکا بولی اور کہا پہلی قوم فونیقی ہے جنہوں نے اپنے لیے نیا شہر قرطاجنہ آباد کیا ہے جو بڑی تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کرنے لگے ہیں۔ ان کے متعلق تم خوب تفصیل کے ساتھ جانتے ہو دوسری قوم رومن ہے ٹرائے شہر کی تباہی کے بعد ٹرائے کا ایک شہزادہ اینیاس اٹلی کی طرف بھاگ گیا تھا۔ وہاں اس کے بیٹے اسکانوس نے سلویا نام کی ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی جس کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے تھے۔ ایک کا نام رومولس اور دوسرے کا نام ریمس ہے۔ ریمس مر چکا ہے جب کہ رومولس زندہ ہے اور اس نے اٹلی کے کوہستان اونتائین اور کوہستان پلاٹین کے پاس ایک نیا شہر آباد کیا ہے اور اس نے شہر کا نام روم رکھا گیا ہے۔ اور اب یہ روم کے لوگ بھی رومن قوم کی حیثیت سے بڑی تیزی سے ترقی کرنے لگے ہیں۔

اور اے یوناف سطح زمین پر جو تیسری قوم اپنی غفلت سے اٹھ کر بیدار ہوئی ہے، وہ آشوری قوم ہے جس کا مرکزی شہر نینوا ہے اور اے یوناف یہ آشوری قوم بھی اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے اور میرا خیال ہے کہ عنقریب ان کے بادشاہ اپنے ہمسائیوں پر حملہ آور ہوں گے اور آشوری قوم اپنی سلطنت کو وسعت دینے کی کوشش کرے گی اور یہ آشوری ایسے جنگجو اور ایسے خوں خوار ہیں کہ میرا اندازہ ہے کہ بہت جلد یہ دنیا کے وسیع حصوں پر چھا جائیں گے۔ ابلیکا جب خاموش ہوئی تو یوناف تھوڑی دیر تک ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے ابلیکا کو مخاطب کر کے کہا۔

اسنے ابلیکا ہم دونوں یہاں سے بابل کی طرف روانہ ہوں گے ۔ وہاں ہم یافان سے ملیں گے اور اندازہ لگائیں گے کہ وہ امحوتپ کے قدیم طلسم کو کس طرح کام میں لایا ہوا ہے اور اس یافان سے نمٹنے کے بعد اسے ابلیکا میں اور تم قوم آشور کے مرکزی شہر نینوا کا رُخ کریں گے اور پھر دیکھیں گے کہ یہ آشوری قوم کس طرح اور کس سمت حرکت میں آ رہی ہے اور کہاں تک اس نے اپنی عسکری حیثیت کو مضبوط اور پر قوت بنا لیا ہے ۔ ابلیکا نے یوناف کی ان باتوں سے اتفاق کیا اور اس کے بعد یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتا ہوا یروشلم سے کوچ کر گیا تھا ۔

ایک روز سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد جب کہ فضاؤں کے اندر تخریب کی ظلمتیں سایہ اجل اور اندیشوں کی موت کی طرح پھیل چکی تھیں ۔ شبستانوں کی آسودگیاں آباد ہونے لگی تھیں ۔ مغربی افق سے شفق کے رنگ ڈھل گئے تھے اور آسیب زدہ لمحے رات کے اندھیروں کے ساتھ مل کر رقص کرنے لگے تھے ۔ یوناف بابل شہر سے باہر جنوب میں بابلیوں کے قدیم متروک دیوتا شماش کے صدیوں پرانے اس معبد کے قریب نمودار ہوا جس میں اس کے پرانے اور قدیم دشمن اور ساحر یافان نے رہائش اختیار کر رکھی تھی وہاں نمودار ہونے کے بعد یوناف ابھی چند قدم ہی شماش دیوتا کے قدیم مندر کی طرف بڑھا تھا کہ وہ چونک کر اپنی جگہ پر رُک گیا تھا کہ اس لیے کہ اسے یوں لگا تھا جیسے ہزاروں سرکش بے نتھے بانڈھ اپنی پوری رفتار سے بھاگتے ہوئے زمین کے سینے کو دہلاتے ہوئے اور خوفناک انداز میں سانس لیتے اور ڈکارتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگے ہوں یوناف سمجھ گیا تھا کہ یافان امحوتپ کے طلسم کو اس کے خلاف حرکت میں لا چکا ہے لہذا وہاں رُک کر یوناف امحوتپ کے اس طلسم سے خلاف اپنے دفاع کا سامان کرنے لگا تھا ۔

شام گہری ہو چکی تھی وقت ، کی کوکھ سے تاریکیاں نکل کر چاروں طرف پھیلتی چلی گئی تھی ہر سُو نیم شب کی سی خاموشی طاری تھی ۔ شام کی شفق کی رنگینیاں مغربی افق کے لبوں کو سُرخ کر گئی تھیں ۔ وقت کی گردش میں اندھیرے حوادث کی جھٹیوں کی طرح ہر چیز سے اُلجھ گئے تھے ۔ آسمان کی فصیلوں پر ستاروں کے مدار پر تاریکیاں فطرت کے عذاب اور جبر کی طغیانیوں کی طرح پھیل گئی تھی ۔ شماش دیوتا کے معبد کے قریب یوناف ابھی تک حیران اور پریشان کھڑا تھا لمحہ بہ لمحہ وہ آوازیں اب قریب سے قریب چلی آ رہی تھیں جو کچھ اس طرح لگ رہی تھیں جیسے ان گنت سانڈھ ڈکارتے ہوئے اور تیزی سے بھاگ کر زمین کے سینے پر ایک دھمک اور ارتعاش پیدا کرتے ہوئے بڑی تیزی سے یوناف کی طرف بڑھ رہے ہوں یوناف سمجھ گیا تھا کہ یافان امحوتپ کے طلسم کو اسی طرح شماش دیوتا کے معبد میں عمل میں لا چکا ہے جس طرح کے خود امحوتپ نے اہرام مصر کے اندر اس طلسم کو ایک عمل اور بیداری کی سی صورت دی تھی ۔ یوناف یہ بھی جانتا تھا کہ اگر وہ اسی طرح اور اسی حالت میں اپنی جگہ پر کھڑا رہا تو تھوڑی دیر تک یہ طلسم کسی عفریت کی طرح اس پر حملہ آور ہو کر اسے لہو لہان اور خون آلودہ کر کے رکھ دے گا لہذا یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور پھر وہ انسانی اور حیوانی آنکھ سے روپوش ہو گیا تھا ۔

اس کے ساتھ ہی یوناف نے آہستہ آہستہ شماش دیوتا کے معبد کی عمارت کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ طلسم جسے یافان نے عفریت کی سی شکل و صورت دے دی تھی وہ ہوا کے ایک تیز جھونکے کی طرح یوناف کے پاس سے گزر رہا تھا اور

یوناف نے اس موقع پر اس کا لمس بھی محسوس کیا تھا ایسے میں ابلیکا نے یوناف کی گردن پر اپنا ریشمی اور لذت سے بھرپور لمس دیا پھر ابلیکا کی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی وہ کہہ رہی تھی یوناف میرے حبیب یہ یافان اموتپ کے اس پرانے اور قدیم طلسم کو اسی طرح حرکت میں لا چکا ہے جس طرح خود اموتپ نے اس طلسم کو اہرام مصر کی حفاظت کے لیے حرکت دی تھی لہذا تم نے بہت اچھا کیا کہ تم اپنی قوتوں کو حرکت میں لا کر اوجھل اور روپوش ہو چکے ہو ورنہ یہ طلسمی عفریت تمہیں ضرور نقصان پہنچاتی اور ہاں سنو یوناف یہ عفریت ابھی ہوا کے ایک جھونکے کی طرح تمہارے پاس سے گذری ہے اور جب تک تم شماش دیوتا کے معبد میں نہیں داخل ہو سکتے یہ اسی طرح تمہارے پاس سے بار بار گذرتی رہے گی اس لیے کہ وہ تمہیں دیکھ تو نہیں سکتی وہ صرف تمہارے جسم کی بو پا کر بار بار تمہارے تعاقب میں آئے گی اور تمہارے پاس سے ہوا کے ایک جھونکے کی طرح گذر جائے گی پس اس موقع پر میں تمہیں یہ مشورہ دوں گی کہ تم اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ اور اموتپ کے اس طلسم پر قابو پا کر اسے ہمیشہ کے لیے زمین میں دفن کر دو تاکہ یافان یا اور کوئی اس طلسم سے بنی نوع انسان کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ ابلیکا کے اس مشورے پر یوناف کے چہرے پر مسکراہٹیں بکھر گئی تھیں اور اس نے ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے ابلیکا تم نے ایک مفید اور بہترین مشورہ دیا ہے اب تم دیکھنا اموتپ کے اس پرانے اور قدیم طلسم کو اس یافان سے چھین کر میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔

شماش دیوتا کے معبد کی طرف بڑھتے بڑھتے یوناف رک گیا تھا اس دوران وہ طلسمی عفریت کئی بار اسے ہوا کا سا لمس دیتے ہوئے اس کے پاس سے گذر گئی تھی پھر یوناف زمین پر بیٹھ گیا اور اپنا خنجر نکال کر اس نے زمین کے اندر ایک گڑھا کھودنا شروع کر دیا تھا جب وہ کوئی ایک بالشت کے برابر گڑھا کھود چکا تو وہ بائیں ہاتھ کی مٹھی میں مٹی بھرتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر پہ اپنا کوئی عمل کیا اور اس گڑھے کے پاس ہی وہ کھڑا ہو گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد وہ عفریت پھر اس کی طرف بھاگتی ہوئی آئی تھی۔ یوناف اس کے قدموں کی آہٹ اس کے بھاگنے کی دھمک کو سن سکتا تھا لیکن چونکہ اس نے اپنے آپ کو انسانی اور حیوانی آنکھ سے اوجھل کر رکھا تھا لہذا وہ عفریت اسے دیکھ تو نہ سکتی تھی بہر حال اس کے جسم کی بو پر وہ بھاگ بھاگ کر بار بار اس

کے پاس سے گذرتی تھی اور جب وہ عفریت اس کے پاس سے گذرنے لگی تو یوناف اپنے اس خنجر کو حرکت میں لایا جس پر اس نے اپنا کچھ سری عمل کر رکھا تھا اور جونہی وہ عفریت ہوا کے ایک جھونکے کی طرح اس کے پاس سے گذرنے لگی تو یوناف نے زور سے اپنا خنجر اس جھونکے کے اندر گھونپ دیا اس کے ساتھ ہی فضاؤں کے اندر ایک درندوں کی سی چنگھاڑ اور گڑگڑاہٹ سنائی دی تھی پھر تاریکی میں یوناف کی خنجر کی نوک ایسے محسوس ہونے لگی تھی جیسے وہ آگ کی طرح سلگ اٹھی ہو پھر اپنے اس خنجر کی سلگتی ہوئی نوک کو یوناف بائیں ہاتھ میں بھری ہوئی مٹی کے اندر لے گیا پھر ایسے موقع پر اس نے دوبارہ اپنا کوئی سری عمل کیا اور جب اس نے دوبارہ اپنا خنجر مٹھی بھری مٹی سے نکالا تو اس بار خنجر میں نہ روشنی تھی نہ وہ پہلی سی آگ کی چمک اور پھر یوناف نے اپنے ہاتھ میں بھری ہوئی مٹی کو اس گڑھے میں ڈال دیا جو گڑھا اس نے پہلے سے کھود رکھا تھا پھر وہاں بکھری مٹی اس نے گڑھے کے اندر بھر کر اسے پاؤں کی ایڑی سے خوب دبا دیا اور قریب پڑا ہوا ایک پتھر اس کے اوپر رکھ دیا تھا اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

اے ابلیکا میری عزیزہ تو نے میری اس ساری کارروائی کو دیکھا ہو گا اب میں تم پر واضح کروں کہ میں نے اموتپ کے اس طلسم کو جو اس یافان کے ہتھے چڑھ گیا تھا اپنے خنجر میں محدود کرنے کے بعد اسے اپنی مٹھی میں بھری ہوئی مٹی کے اندر منتقل کر دیا پھر اس مٹی کو میں نے یہاں زمین کے اندر دفن کر دیا ہے اس کے ساتھ ہی اموتپ کا یہ قدیم اور پرانا طلسم اب یہاں حرکت میں رہنے کے بجائے یہاں زمین میں دفن ہو چکا ہے اور تم دیکھتی ہو کہ تھوڑی دیر پہلے ان فضاؤں کے اندر کچھ ایسا سماں تھا جیسے ان گنت سانڈ بھاگتے ہوئے اور ڈکارتے ہوئے میرا تعاقب کر رہے ہوں اور بار بار مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کر رہے ہوں لیکن اب تم دیکھتی ہو کہ فضاؤں کے اندر ایک گہری اور پر سکون خاموشی چھا گئی ہو کیونکہ میں نے اس طلسم کو اب زمین میں دفن کر دیا ہے۔ اے ابلیکا اب میں شماش دیوتا کے معبد کی طرف بڑھتا ہوں تاکہ اپنے اس پرانے حریف اور قدیم دشمن یافان سے ملوں اس موقع پہ ابلیکا نے بولتے ہوئے کہا اے یوناف میرے حبیب تم نے بہت اچھا کیا اس وقت جب کہ تم اس پرانے اور قدیم طلسم کو مٹی میں منتقل کرنے

کے بعد دفن کر رہے تھے تو آس پاس تمہیں کوئی دیکھ نہیں رہا تھا اب یہ یافان اپنی نیلی دھند کی قوتوں کی مدد سے بھی اس طلسم کو بھی تلاش نہ کر سکے گا اس لیے کہ اللہ کے سوا غیب کا علم کوئی نہیں جانتا اور یہ نیلی دھند کی جو قوتیں ہیں یہ بھی اسے غیب کی خبریں نہیں پہنچا سکتی اور ہاں یوناف میں تم سے بتی کہوں کہ عارب، بیوسا اور نبیطہ ٹرائے شہر سے نکل کر بابل شہر کی طرف آئے تھے۔ بابل شہر میں کچھ دن تک انہوں نے قیام رکھا اب چند روز ہوئے وہ ایران کے مرکزی شہر بلخ کی طرف جا چکے ہیں میرے خیال میں اب وہ بلخ شہر کو اپنی کارروائیوں اور اپنی بدیوں کا مرکز بنائیں گے بہرحال اب تم مطمئن ہو کر شماش دیوتا کے معبد میں یافان سے ملو اس کے ساتھ ہی ابلیکا خاموش ہو گئی جب کہ یوناف اب بڑی تیزی سے شماش دیوتا کے معبد کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شماش دیوتا کے معبد کی عمارت تک یوناف انسانی اور حیوانی آنکھ سے اوجھل رہ کر ہی آگے بڑھتا رہا پھر اس نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور عمارت کے دروازے سے جب وہ نمودار ہوا عمارت میں داخل ہونے سے پہلے اس نے اپنے ہاتھوں میں چند پتھر اٹھا لیے تھے اور عمارت میں داخل ہونے کے بعد جس چیز کا سب سے پہلے اُسے سامنا کرنا پڑا وہ ـــــ یافان کی نیلی دھند کی قوتیں تھیں جو درندوں کی طرح غراتی اور بھڑکتی ہوئی اور اپنی آنکھوں سے اور اپنے چہرے کے تاثرات سے بھڑکتی ہوئی آگ کا سا سماں پیدا کرتی ہوئی یوناف کی طرف بڑھی تھی وہ قوتیں یوناف کو ایک عرصے سے جانتی اور پہچانتی تھی لیکن ہر بار وہ یافان کے احکام کا اتباع کرتے ہوئے یوناف پہ حملہ آور ہوتی تھی جب وہ قوتیں قریب آئیں تو یوناف نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک پتھر پر اپنا عمل کیا اور وہ پتھر جب اس نے اپنی طرف بڑھتی ہوئی نیلی دھند کے اندر پھینکا تو وہاں کچھ ایسی کیفیت طاری ہو گئی تھی جیسے فضاؤں کے اندر جیسی ہوئی گھری دھند اچانک سورج کی تیز شعاعیں نمودار ہونے کی بعد چھٹنی شروع ہو جاتی ہیں۔ پتھر پھینکنے کے بعد یافان کی نیلی دھند کا بھی کچھ ایسا ہی سماں ہوا تھا۔ پتھر گرتے ہی نیلی دھند کی قوتیں ادھر اُدھر چھٹنا شروع ہو گئی تھیں اس کے ساتھ ہی وہاں یافان نمودار ہوا اور اس کے ساتھ وہ لڑکی بھی تھی جسے اس نے اپنی بیٹی اریشا کا روپ دے کر اپنے اطمینان اور سکون کی خاطر اُسے اپنی بیٹی بنا رکھا تھا اس موقع پر یافان پاؤں سے لے کر سر تک ـــــ اپنے چہرے اور اپنے بازوؤں کو بھی موٹی سیاہ رنگ کی عبا سے ڈھانکے ہوئے تھا یوناف اس کے قریب گیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے یافان میرے پرانے حریف میرے قدیم دشمن تیرا کیا حال ہے قبل اس کے یافان یوناف کی اس گفتگو کا جواب دیتا وہ لڑکی جسے یافان نے اپنی بیٹی بنا رکھا تھا اور جو اریشا کے روپ میں اس کے ساتھ تھی، اس اریشا نے بولنے میں پہل کرتے ہوئے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تم کون ہو اور اس عمارت میں تم کیسے داخل ہو گئے شاید تمہیں علم نہیں کہ تم کس سے مخاطب ہو اور اگر تمہیں علم ہوتا تو تم میرے باپ یافان کو ان الفاظ میں مخاطب نہ کرتے جو الفاظ تم نے ابھی ابھی اپنی گفتگو میں استعمال کئے ہیں اگر تم زندگی چاہتے ہو اور اپنی اس جسمانی ساخت کو اسی طرح رہنے دینا چاہتے ہو تو آگے بڑھ کر میرے باپ یافان سے معافی مانگو ورنہ یاد رکھو تمہارا ظاہر تمہارا باطن دونوں ہی بگاڑ کے رکھ دیئے جائیں گے۔

اریشا کی باتیں سن کر یوناف کی شریانوں میں لہو چھلکنے لگا تھا اس کی رگ رگ میں برق اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کے چہرے پر تانبے کی سی سختی چھا گئی تھی لہروں کی سی مستی اختیار کرتے ہوئے اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی گویا کسی کے سر پر موت بن کر کھیل جانے کا عزم کر چکا ہو قبل اس کے کہ یوناف اریشا کو اس کی باتوں کا جواب دیتا یافان حرکت میں آیا، اپنے چہرے سے اس نے نقاب ہٹا دیا اور اریشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے اریشا میری بیٹی یہ شخص یہ جوان جس سے تو مخاطب ہے اس کا نام یوناف ہے یہ باطنی اور ظاہری قوتوں جسمانی اور روحانی طاقتوں سے ہم سے کہیں زیادہ اور ہم سے کہیں بڑھ کر زور آور ہے لہذا اس سے ایسی گفتگو نہ کرو جس سے اس کی دل شکنی ہو اور یہ ہمارے خلاف حرکت میں آئے میں پہلے ہی تمہیں تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہوں کہ میں کسی وقت گوشت پوست کا ایک انسان تھا اور مصر کی سرزمین میں دریائے نیل کے وسط میں ایک جزیرے میں اپنے مسکن میں رہا کرتا تھا۔ اور ایک جوان جو باطنی اور ظاہری قوتوں میں مجھ سے زیادہ اور بالا تھا اس نے میری حالت ہڈیوں کے اس ڈھانچے جیسی کر کے رکھ دی تھی اور اب میں اپنے ہڈیوں کے اس ڈھانچے کو اپنی نیلی دھند کی قوتوں کی مدد سے حرکت میں لایا ہوا ہوں

اے اریشا میری بیٹی میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ مجھے گوشت پوست کے انسان سے ہڈیوں کے اس ڈھانچے میں تبدیل کرنے والا یہی نوجوان ہے جو تمہارے سامنے کھڑا ہے اور جس کا نام یوناف ہے یہ آدم کے زمانے سے چلا آ رہا ہے اس کے ناسوت پر لاحوت کا عمل ہے اور مزید جانے کب تک یہ اس دنیا کے اندر نیکی کے ایک نمائندے کی حیثیت سے کام

کرتا رہے گا اس کے بعد یافان نے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے یوناف تمہاری حیثیت میرے یہاں ایک معزز مہمان کی سی ہے میری بیٹی ارلیشیا نے تمہارے متعلق جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ الفاظ ہم واپس لیتے ہیں اور ان کے لیے میں تم سے معذرت خواہ بھی ہوں آؤ بیٹھو یہاں تم ایک معزز مہمان کی حیثیت سے جب تک چاہے قیام کر سکتے ہو۔

یوناف نے غور سے یافان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے یافان انسانیت کی برائی کرنے والے قسمتوں کی تحقیر کرنے والے میں تمہارے پاس قیام کرنے نہیں آیا تم نے پھر بدی اور گناہوں کے فروغ کا کام شروع کر دیا ہے سنو یافان بدی عقل کی رکھ روح قلب کی تیرگی اور گمراہی کی ایک لہر ہے جب کہ اس کے مقابلے میں نیکی انسانیت کے سر کا تاج محبتوں کی قبا تقدیس کا عمامہ شرافت کا لبادہ اور روشنی کی ایک کرن ہے۔ اے یافان تم نے اموتیپ کے قدیم اور پرانے طلسم کو پھر حرکت میں لا کر انسانیت کو تسلا قتلا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اے یافان تو اپنے ظاہر کو چمکانے اور باطن کو بگاڑنے کا عمل کرتا ہے۔ سنو یافان دنیا کا یہ بازار چند روزہ اور خوابوں کے ویران نگر جیسا ہے کیوں اس زندگی میں درد کے رشتوں سرد جذبوں زرد چہروں اور بے نور چہروں کا کاروبار کرتے ہو۔ اے حقیر آدم زادے تو نے جو طریقہ کار اختیار کر رکھا ہے یہ جہنم کے علاوہ کسی اور ٹھکانے اور کسی اور جگہ کی راہنمائی نہیں کرتا میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ انسانیت کے خلاف اپنی کدورت اور اپنے گناہوں کی فہرست کو طویل نہ کر خدا وند لازوال اور رب ذوالجلال کی قسم جب تک تم انسانیت کا خون کرنے کا ارادہ کرتے رہو گے اس وقت تک میں انسانیت کی بہتری اور بھلائی کے لیے تمہارے خلاف کام کرتا رہوں گا۔ سنو میرا رب میرا چارہ گر ہے اور میں اپنے اسی رب کے فضل سے تم جیسے لوگوں کی حالت چکی کے پاٹ میں پیسنے والے اناج جیسی کرتا رہوں گا یہاں تک کہنے کے بعد یوناف جب خاموش ہو گیا تو یافان نے نرم آواز اور دھیمے لہجے میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے یوناف میرے قدیم دشمن تو جو یہ شناخت دیتا کہ اس عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ سنے اس عمارت کے اطراف میں جو اموتیپ کا طلسم پھیلا رکھا تھا اور جو ایک انتہائی خوفناک عفریت کی صورت میں اس

عمارت کی طرف آنے والے ہر شخص پر رات کی تاریکی میں حملہ آور ہوتا تھا اس کا تم نے خاتمہ کر دیا ہے۔ اے یوناف کیا تم بتاؤ گے کہ اموتیپ کا وہ طلسم جسے میں نے سمندروں کے اندر سے بڑی مشکل اور بڑی تگ و دو کے ساتھ حاصل کیا تھا تو نے اس کا کیا انجام کیا۔ یافان کے اس استفسار پر یوناف تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے یافان کو مخاطب کر کے پوچھا:

اے یافان جب اندھیرے کی کوکھ کے اندر صبح کے نور کی کرنیں داخل ہوتی ہیں تو اندھیرے کا کیا انجام ہوتا ہے یافان نے ہار مانتے ہوئے لہجے میں کہا انجام یہ ہوتا ہے کہ تاریکی چھٹ جاتی ہے اندھیرے ختم ہوتے ہیں اور ہر طرف روشنی ہی روشنی پھیل جاتی ہے۔ اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا تو پھر یہاں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا ہے۔ یہاں بھی میں نے اموتیپ کے اس قدیم طلسم کا خاتمہ کر دیا ہے وہ طلسم چونکہ ایک تاریکی ایک اندھیرا تھا، لہذا میں ایک روشنی اور ایک نیکی بن کر اس میں نمودار ہوا ہوں اور اس کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اب وہ طلسم تم اپنے کام میں نہ لا سکو گے۔ اے یافان اس اپنے معبد کے اندر خاموشی کی سی زندگی بسر کرتے رہو اور انسانیت کے خلاف برسر پیکار نہ ہو بس میں نے یہی پیغام تمہیں دینا تھا اب میں یہاں سے جاتا ہوں اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور یافان اور ارلیشیا کی نگاہوں سے وہ اوجھل ہو گیا تھا۔

اسی رات یوناف نینوا شہر سے باہر ایک سرائے میں داخل ہوا اپنے قیام کے لیے اس نے سرائے میں ایک کمرہ حاصل کیا اور جب وہ سرائے کے بڑے کمرے میں کھانا کھانے کے لیے آیا تو اس نے دیکھا لکڑی کی بھدی بھدی ساری ہی میزوں پر لوگ بیٹھے کچھ کھانا کھا رہے تھے، کچھ شراب پینے میں مصروف تھے، کچھ میز پر بیٹھے لوگ جوا کھیل رہے تھے اور کچھ کھانا کھانے کے بعد ویسے ہی آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ یوناف نے دیکھا کہ ایک میز پر ایک شخص اکیلا بیٹھا کھانا کھا رہا تھا وہ بھی اس کے سامنے میز پر بیٹھ گیا اور سرائے کے ملازم کو اس نے کھانا لانے کو کہا تھوڑی دیر بعد اس کا کھانا آ گیا اور وہ بھی خاموشی سے کھانا کھانے لگا تھا جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو پہلے سے وہاں بیٹھا ہوا ایک شخص جو اس سے پہلے کھانا ختم کر چکا تھا اس نے یوناف کو مخاطب کر کے پوچھا اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو تم اس سرزمین پر اجنبی ہو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کس غرض کے تحت نینوا شہر کی طرف آئے ہو۔

یوناف تھوڑی دیر تک اس شخص کو بڑی غور اور انہماک سے دیکھتا رہا پھر اس نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا اے اجنبی میرا نام یوناف ہے میں ایک بے ضرر حق انسان ہوں اور عام لوگوں سے مختلف ہونے کے علاوہ میں کچھ غیر معمولی قوتوں کا بھی مالک ہوں میں کسی تجارت یا سوداگری کی غرض سے نینوا شہر کی طرف نہیں آیا بس میں یونہی ان سرزمینوں میں اٹھنے والی قوم آشور کا مطالعہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں اے اجنبی میرا تعلق یوں سمجھ لو کہ مشرقی سرزمین سے ہے اور میں بہت سے بلاد مثلاً ایران، فلسطین، بابل ٹرا سے اور دیگر مختلف شہروں سے گھومتا ہوا اس نینوا شہر کی طرف آیا ہوں کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور تم نے کس غرض کے تحت نینوا شہر کی نواحی سرائے میں قیام کر رکھا ہے یوناف کے اس سوال پر اس شخص کے ہونٹوں پر تھوڑی دیر کے لیے مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

میں جھیل وان اور جھیل ارومیہ کے درمیان ایک قصبے کا رہنے والا ہوں اور تجارت کی غرض سے اس نینوا شہر کی طرف آیا ہوں۔ میرے ساتھ میرے ساتھی بھی ہیں ہم نے آج ہی سرائے میں قیام کیا ہے وہ کچھ زیادہ ہی تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے لہذا وہ جلدی ہی کھانا کھا کر سو چکے ہیں جبکہ میں اپنے آپ کو تازہ دم محسوس کرتا ہوں لہذا میں دیر سے کھانا کھا رہا ہوں۔ میرا نام حدوم ہے اور تجارت کا یہ پیشہ میں اپنے بچپن سے کرتا چلا آرہا ہوں جب وہ حدوم نام کا تاجر خاموش ہوا تو یوناف نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے حدوم تم اس نینوا شہر کی طرف اور قوم آشور کی طرف پہلی بار آئے ہو یا اس سے پہلے بھی ادھر آتے جاتے رہے ہو اس پہ حدوم نے پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اے یوناف اس سرزمینوں کی طرف میرا اکثر آنا جانا ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آشوریوں کو مجھ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جانتا حدوم کے اس جواب پہ یوناف کی آنکھیں چونک اٹھی تھی پھر اس نے بڑی نرمی اور شفقت سے حدوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے حدوم میں اس سرزمینوں کی طرف اجنبی ہوں اور تم جانو کہ میں پہلی بار اس نینوا شہر کی طرف آیا ہوں۔ میں نہیں جانتا اس آشوری قوم کی کیا رسم و رواج اور کیا اطوار ہیں کون ان کا بادشاہ ہے اور ان کے رہنے سہنے کے کیا طریقہ کار ہیں۔ اے حدوم تمہارا تو اس آشوری قوم کے اندر اکثر آنا جانا ہوتا ہے کیا تم مجھے اس آشوری قوم کے متعلق بتاؤ گے

نہیں تاکہ میں اس قوم کے متعلق ان کی رسم و رواج اور اس کی طاقت اور قوت کے متعلق جان سکوں۔ یوناف کے اس استفسار پہ اس حدوم نام کے تاجر نے ایک بار گہری نگاہوں سے یوناف کا جائزہ لیا تھا پھر شاید اس کی طرف سے اطمینان کر لینے کے بعد اس نے اسے مخاطب کر کے کہا سنو یوناف میں تمہیں اس آشوری قوم سے متعلق تفصیل سے بتاتا ہوں۔ حدوم نام کا وہ تاجر تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر دوبارہ وہ یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ قوم آشور کے یہ لوگ کافی عرصہ پہلے عرب کے ریگستانوں سے اٹھ کر اس طرف آئے تھے یہ نسل کے سامی ہیں اور دوسری سامی اقوام کی طرح یہ بھی عرب کے دشت زاروں سے اٹھ کر شمال کی طرف بڑھے کچھ عرصہ تک ان لوگوں نے قوم اکاد اور سومیری قوم کے آس پاس قیام کیا پھر آگے بڑھ کر یہ لوگ بابل کے آس پاس عارضی طور پہ آباد ہو کر گزر بسر کرنے لگے آخر یہ لوگ بابل سے بھی ترک وطن کر کے دریائے فرات کے آس پاس کے علاقوں میں آباد ہو گئے یہاں انہوں نے ایک چھوٹی سی ریاست قائم کر لی جو آشور کے نام سے موسوم ہوئی ان کا پایہ تخت شروع میں آشور شہر تھا۔ آشور کے بعد کالاجھ نام کا ایک اور بڑا شہر اس قوم کا پایہ تخت بنا آخر یہ کالاجھ شہر بھی مرکزیت کھو بیٹھا کیونکہ تجارت اور دیگر امور کے لحاظ سے نینوا شہر باقی سارے شہروں پر بازی لے گیا تھا لہذا اب اس قوم نے نینوا کو اپنا دارالسلطنت اور مرکزی شہر بنا لیا ہے۔

آشوری شروع میں زراعت پیشہ تھے لیکن اس نئی مملکت میں قابل کاشت زمین بہت کم تھی اور جو تھی وہ سرزمین بابل کی طرح زرخیز اور شاداب نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنایا اور ہر سال موسم بہار میں ہمسایہ ممالک میں یہ لوگ قتل و غارت تخت و تاراج اور ترکتاز و یلغار کرتے جو لوگ ان کے ہاتھوں اسیر ہوتے انہیں غلام بنا لیتے اور ان سے محنت اور مشقت کے کام لیتے آشوری انتہائی بے رحم اور سخت القلب ہیں۔ قتل و غارت کو خداؤں کی خشنودی کے متعلق سمجھتے ہیں۔ آشوریوں کی سنگدلی کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ ان کی تعداد کم تھی اور ان کے تابع فرمان علاقے بہت وسیع تھے اس لیے وہ مفتوح اقوام کو مرعوب اور مطیع رکھنے کے لیے ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک اور رویہ روا رکھتے تھے۔

شروع شروع میں یہ آشوری قوم کے لوگ اپنے اپنے سرداروں کے تحت زندگی بسر کرتے رہے اور انہی سرداروں کے تحت کام کرتے ہوئے یہ آس پاس کی دوسری قوموں

پر شب خون مار کر لوٹ مار کا کام کرتے رہے اور ان کے اندر کوئی مرکزی حکومت قائم نہ ہو سکی آج سے کوئی آٹھ نو سو برس پہلے قوم آشور کے دو سرداروں نے جن کے نام اسمی داگان اور شماش رامن تھے اس آشوری قوم کو متحد کر کے ایک بڑی طاقت بنانے کی کوشش کی تھی یہ دونوں سردار باپ بیٹا تھے۔ اسمی داگان باپ تھا اور شماش رامن اس کا بیٹا تھا۔ یہ دونوں کسی حد تک قوم آشور کو مرکزیت دے کر اسے ایک طاقت اور قوت بنانے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن ان دونوں کے بعد آنے والے لوگوں نے اس طرف کوئی دھیان نہ دیا اور یہ قوم آشور پھر پہلے کی طرح اپنے اپنے سرداروں کے تحت رہ کر کام سرانجام دینے لگے۔ اب گزشتہ چند سال سے قوم آشور نے پھر کروٹ بدلی ہے ان کے موجودہ بادشاہ پلاسر نے حیرت انگیز طور پر اس قوم کو پھر متحد کیا ہے اور اب یہ تگلت پلاسر متحدہ قوم آشور کا بادشاہ ہے۔ یہ شخص انتہائی جرأت مند جری اور دلیر ہے اس نے آشوریوں کا ایک بہت بڑا لشکر بھی تیار کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ اس لشکر کے ساتھ عنقریب نکلے گا اور اپنے ہمسایہ ممالک پر حملہ آور ہو کر قوم آشور کی حدود کو وسعت دینے کی کوشش کرے گا اور مجھے امید ہے کہ یہ کام پلاسر عنقریب ہی شروع کر دے گا کیونکہ اس کی عسکری قوت اپنے عروج کو پہنچ چکی ہے۔

اے یوناف ایک دو بار آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر سے میں تجارت اور سوداگری کے سلسلے میں ملاقات کر چکا ہوں ان ملاقاتوں کے دوران میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ تگلت پلاسر نام کا آشوریوں کا بادشاہ انتہائی جہاندیدہ اور دانشور انسان ہے اور میرے خیال میں یہ اپنے ارد گرد کے بادشاہوں اور اقوام کو اپنے سامنے ضرور زیر اور مغلوب کر کے رکھ دے گا۔ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد جب وہ حدوم نام کا تاجر خاموش ہو گیا تو یوناف نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے حدوم کیا تم مجھے قوم آشور کی مذہبی حالت اور ان کی مذہبی رسومات کے متعلق بھی کچھ تفصیل مہیا کرو گے۔

یوناف کے اس استفسار پر حدوم نام کا وہ تاجر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا شاید وہ اپنے ذہن میں قوم آشور کی مذہبی حالت سے متعلق اطلاعات جمع کر رہا تھا۔ پھر شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا کیونکہ اس نے اپنی گردن سیدھی کی اور یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا اے یوناف ان آشوریوں کے کئی ایک دیوتا ہیں جن کے متعلق میں تمہیں یہ کچھ تفصیل بتاتا ہوں ان کا پہلا اور سب سے بڑا دیوتا آشور ہے یہ قوم آشور کے اندر سب سے

بڑا دیوتا مانا جاتا ہے اور اسے دیوتوں کا دیوتا سمجھ کر اس کی پوجا پاٹ اور اس کی پرستش کی جاتی ہے دوسرے نمبر پر بعل نام کا دیوتا آتا ہے۔ آشور کے بعد یہ سب سے زیادہ قابل احترام دیوتا سمجھا جاتا ہے اور لوگ زیادہ تر اس کے سامنے اپنے کاموں کے سلسلے میں قربانی دیتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں یہ بعل دیوتا صرف آشوریوں کے اندر مشہور نہیں بلکہ یہ فونیقیوں، آرامیوں اور آموریوں کے اندر بھی ایک بہت بڑے دیوتا کی حیثیت سے پوجا جاتا ہے اور ان اقوام کے اندر بھی بعل نام کے اس دیوتا کو بڑے عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

حدوم تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔ قوم آشور کا تیسرا بڑا دیوتا سن دیوتا ہے اور یہ روشنی اور دانشمندی کا دیوتا خیال کیا جاتا ہے چوتھا دیوتا شماش ہے۔ یہ انصاف اور برائیوں کی سزا دینے والا دیوتا ہے۔ پانچواں دیوتا رامن ملک کی حفاظت کرنے والا اور جنگ کا دیوتا تصور کیا جاتا ہے۔ چھٹا دیوتا نسب ہے یہ آشوریوں کے دشمن کو تباہ اور برباد کرنے والا دیوتا ہے۔ ساتواں دیوتا نی ہے یہ تباہی اور بربادی اور عذاب و اذیت کا انتہائی خوفناک دیوتا سمجھا جاتا ہے اور آٹھویں ان کی دیوی ہے جس کا نام اشتار ہے اور یہ محبت پیار اور پیدائش کی دیوی خیال کی جاتی ہے تو اے یوناف یہ ہے قوم آشور کی مذہبی حالت اور جن دیوتوں کو یہ تسلیم کرتے ہیں میں ان سے بھی متعلق تمہیں تفصیل بتا دی ہے یوناف نے فوراً حدوم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

اے حدوم میں تمہارا ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے قوم آشور کے متعلق اس قدر اطلاعات فراہم کیں اب جب کہ ہم دونوں ہی کھانا کھا چکے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں کو اپنے اپنے کمرے میں جا کر آرام کرنا چاہیئے۔ حدوم نے یوناف کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ دونوں کھانے کی قیمت ادا کرنے کے بعد آرام کرنے کے لیے اپنے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

دوسرے روز اس سرائے کے نچلے حصے میں بڑے کمرے میں کھانا کھانے کے بعد یوناف جب وہاں سے نکلا تو اس نے دیکھا حدوم نام کا وہ تاجر جس کے ساتھ وہ رات اسی کمرے میں گفتگو کرتا رہا تھا وہ اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر سرائے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس موقع پر یوناف کو نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے بلند آواز میں حدوم کو آواز دیتے ہوئے اسے رکنے کو کہا سرائے کے بیرونی دروازے کے قریب جا کر حدوم نے اپنے گھوڑے کو

روک لیا اور مڑ کر دیکھنے لگا تھا اتنی دیر میں یوناف بھاگتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اس کے قریب جا کر اس نے پوچھا اے حددوم تم اس وقت صبح ہی صبح کیا اپنے تجارتی مال کے لین دین کے سلسلے میں نینوا شہر کی طرف جا رہے ہو اس پر حددوم نے مسکراتے ہوئے کہا تم ان سرزمینوں میں اجنبی ہو لہٰذا یہاں کے سوداگری کے معاملات کو نہیں سمجھتے سنو آج کا دن نینوا میں بڑا اہم اور بڑا خوشگوار دن ہوتا ہے آج شہر میں بہت کم تجارتی معاملات ہوں گے اس لیے کہ شہر میں آج میلہ ہے جس کی اس قدر اہمیت ہے کہ آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر بھی بڑی دھوم دھام اور بڑی شان و شوکت سے اپنے اہل خانہ کے ساتھ اس میلے میں شرکت کرتا ہے۔

یوناف نے حددوم کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا اے حددوم یہ میلہ کاہے کا ہے اور اس میں آشوری کیا کرتے ہیں اس پر حددوم نے مسکراتے ہوئے کہا:

اے یوناف یہ آشوری بڑی عجیب و غریب لوگ ہیں یہ انتہائی قسم کے جنگجو اور سخت جان ہیں اور ایسے کاموں میں خوشی محسوس کرتے ہیں جن میں جان تک کا خطرہ ہو سنو آشوریوں کے موجودہ بادشاہ نے کچھ جنگل اور سرکش قسم کے گھوڑے پال رکھے ہیں یہ گھوڑے تعداد میں کافی ہیں اور اس قدر بدرکاب اور سرکش ہیں کہ یہ کسی کو اپنے اوپر سوار ہی نہیں ہونے دیتے پس ہفتے میں ایک بار نینوا شہر کے وسط میں ایک کھلا میدان ہے اس کے اندر میلہ لگتا ہے نینوا شہر کے بے شمار لوگ اس میدان کے اندر اس روز جمع ہوتے ہیں اور وہ گھوڑے جو تگلت پلاسر نے پال رکھے ہیں اور جو اپنے اوپر کسی کو سوار نہیں ہونے دیتے وہ باری باری اس میدان میں چھوڑے جاتے ہیں اور آشوری جوان ان گھوڑوں پر سوار ہونے کی کوشش کرتے ہیں جو بھی جوان کسی گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہے نہ صرف یہ کہ وہ گھوڑا اسی کا ہو جاتا ہے بلکہ بادشاہ اُسے انعام و اکرام سے بھی نوازتا ہے اور سنو اے یوناف ہفتے میں ایک بار ہونے والا یہ میلہ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ نینوا شہر کے اکثر بازار اس روز بند رہتے ہیں اور اس میلے میں جو شخص کسی گھوڑے پر سوار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے وہ نہ صرف یہ کہ بادشاہ کا منظورِ نظر ہو جاتا ہے بلکہ اُسے اپنے لشکر میں شامل کر لیتا ہے اور اہل آشور اس کی بڑی قدر اور اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔

حددوم کی یہ گفتگو سن کر یوناف نے کچھ سوچا پھر اس نے حددوم کو مخاطب کر کے پوچھا اے حددوم اس میلے کے اندر کھلے میدان میں تگلت پلاسر کے جو گھوڑے چھوڑے جاتے ہیں

کیا ان گھوڑوں پر سوار ہونے کے مقابلے میں صرف آشوری ہی جوان حصہ لے سکتے ہیں یا کوئی باہر سے آیا ہوا غیر آشوری اور اجنبی بھی اس مقابلے میں شرکت کر سکتا ہے۔ حددوم نے غور سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اس میں آشوری اور غیر آشوری ہونے کی کوئی پابندی اور قید نہیں جو چاہے اس مقابلے میں شرکت کر سکتا ہے اور اس کے لیے کوئی خاص اجازت نامہ بھی حاصل نہیں کرنا پڑتا بلکہ میدان کے اس جگہ جہاں آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر آکر بیٹھتا ہے اس کے قریب ہی بادشاہ کا ایک مشیر بھی بیٹھتا ہے اور جس جوان نے گھوڑے پر سوار ہونے کے اس مقابلے میں حصہ لینا ہو وہ وہاں جا کر اس مشیر کے پاس اپنا نام لکھواتا ہے پھر باری باری گھوڑے چھوڑے جاتے ہیں اور وہ مشیر نام پکار کر باری باری جوانوں کو گھوڑے پر بیٹھنے کی اجازت دیتا ہے اور اس مقابلے سے آشوری بے حد لطف اندوز ہوتے ہیں۔ حددوم کے خاموش ہونے پر یوناف نے فیصلہ کن انداز میں کہا اے حددوم سنو اگر ایسا ہے تو پھر میں بھی اس مقابلے میں حصہ لوں گا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کیسا بھی سرکش کیسا بھی بدرکاب گھوڑا ہو میں اس پر بیٹھ کر دکھا دوں گا اور مجھے امید ہے کہ آج کا میدان میرے ہاتھ میں ہوگا اس پر حددوم نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اگر ایسا ہے کہ تم اس مقابلے میں حصہ لینا چاہتے ہو تو اصطبل سے اپنا گھوڑا لاؤ تاکہ دونوں نینوا شہر کی طرف روانہ ہو سکیں اس پر یوناف نے غور سے حددوم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے حددوم میرا کوئی گھوڑا نہیں ہے میں تو جب بھی سفر کرتا ہوں پیدل ہی کرتا ہوں اب بھی میں بابل سے اس نینوا شہر کی طرف پیدل ہی آیا ہوں۔ یوناف کے اس انکشاف پر حددوم نے غور اور حیرت سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

یہ ناممکن ہے کہ اس قدر مسافت اور اس قدر خطرناک راستوں کو تم پیدل اور اکیلے طے کرو سنو یہ راستے ہیں جہاں ہر وقت چوروں اور راہزنوں کا خطرہ اور خدشہ رہتا ہے میں ہرگز نہیں مانتا کہ تم نے بابل سے نینوا تک اکیلے اور پیدل سفر کیا ہے جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا اے حددوم میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ میں بھی تمہارے گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہوں اور دونوں نینوا شہر کے اس منعقد ہونے والے میلے کی طرف جاتے ہیں لیکن اب چونکہ تم میری ذات پر شک و شبہ کر رہے ہو کہ میں نے بابل سے نینوا شہر کا سفر کسی سواری کے بغیر نہیں کیا تو تم ان سرائے والوں سے پوچھ سکتے ہو کہ میرا کوئی گھوڑا نہیں کہ میں پیدل ہی سرائے میں داخل ہوا ہوں اور سنو حددوم میں تمہیں اس کا ثبوت بھی دے سکتا ہوں

پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم نینوا شہر کے کس دروازے سے شہر میں داخل ہو گے اس پر حدوم نے بولتے ہوئے کہا میں نینوا کے مشرقی دروازے سے شہر میں داخل ہوں گا۔ یوناف نے چھاتی تانتے ہوئے کہا تو پھر تم جاؤ اور جب تم شہر کے مشرقی دروازے پر پہنچو گے تو میں تم سے پہلے وہاں کھڑا ہوں گا اور تمہیں بتاؤں گا کہ میں کس تیزی سے پیدل سفر کرنے کا عادی ہوں اس پر حدوم نے شک و شبہ کی نظر سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ کسی بھی صورت ممکن نہیں ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر جاؤں اور تم پیدل جاؤ اور تم مجھ سے پہلے نینوا شہر کے مشرقی دروازے پر پہنچ جاؤ۔ اس پر یوناف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔ اے حدوم اس میں شک و شبہ کی کیا بات ہے دونوں مل کر ابھی اس کا تجربہ کر لیتے ہیں تم روانہ ہو جاؤ۔ پھر دیکھو تم وہاں پہنچو گے تو میں تم سے پہلے مشرقی دروازے پر کھڑا تمہارا انتظار کر رہا ہوں گا۔ حدوم نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ پھر میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ تم کیسے مجھ سے پہلے نینوا کے مشرقی دروازے پر پہنچتے ہو اس کے ساتھ ہی حدوم نے اپنے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور وہ اُسے سرپٹ دوڑاتا ہوا وہاں سے شہر کی طرف روانہ ہو گیا تھا اُسی وقت یوناف بھی اپنی سحری قوتوں کو حرکت میں لایا اور وہ بھی سرائے کے اس احاطے سے روپوش ہو گیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا حدوم جب نینوا شہر کے مشرقی دروازے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا یوناف پہلے سے وہاں کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ یوناف کے قریب آکر حدوم اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور آگے بڑھ کر اس نے یوناف کو گلے لگاتے ہوئے کہا
اے میرے اجنبی دوست تو نے جو کچھ کہا تھا سچ کر دکھایا ہے یہ کمال حیرت کا مقام ہے کہ میں تو اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اس طرف آیا ہوں اس کے باوجود تم مجھ سے پہلے یہاں تک پہنچ سکو آخر بتاؤ تو سہی یہ کیا ماجرا ہے تم کس طرح مجھ سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہو جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرا گھوڑا لاغر بھی نہیں ہے اور بھاگنے میں بھی یہ اچھے اچھے گھوڑوں کا مقابلہ کر سکتا ہے پھر کیونکر تم مجھ سے پہلے یہاں پہنچ چکے ہو اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:

اے حدوم میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ میں پیدل سفر کرتا ہوں کیا اب تم تسلیم کرتے ہو کہ میں نے بابل سے یہاں نینوا تک پیدل سفر کیا ہے اس پر حدوم نے کمال شفقت اور ہمدردی سے بھرے انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

ہاں میں اس دعوے کو تو تسلیم کرتا ہوں کہ تم نے بابل سے نینوا تک کا سفر پیدل کیا ہو گا لیکن تمہارے پاس کیا چیز ہے کہ تم یوں تیز رفتاری کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچ جاتے ہو اس پر یوناف نے اس معاملے کو ختم کرنے کے لیے ایک دوسرے موضوع کی ابتدا کرتے ہوئے کہا۔

اے حدوم چھوڑو اس معاملے کو یہ کوئی اتنی اہمیت نہیں رکھتا آؤ اب شہر میں داخل ہوتے ہیں اور پھر اس میلے سے لطف اندوز ہوتے ہیں جس کا تم نے مجھ سے ذکر کیا ہے اور سنو گھوڑوں کے اس مقابلے میں میں خود بھی حصہ لینے کا عزم کر چکا ہوں آؤ اب شہر میں داخل ہو اس موقع پر حدوم یوناف سے کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا لیکن چونکہ یوناف مڑ کر شہر کی طرف بڑھا تھا لہذا وہ بھی اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے پیدل چلتا ہوا اس کے ساتھ ہو لیا اس طرح یوناف اور حدوم دونوں مشرقی دروازے سے نینوا شہر میں داخل ہوئے اور شہر کے وسطی حصے میں اس میدان کی طرف بڑھنے لگے جس کے اندر ہر ہفتے قوم آشور کا میلہ لگتا تھا۔

یوناف اور حدوم جب نینوا شہر کے اس وسطی میں داخل ہوئے جس کے اندر گھوڑوں پہ سوار ہونے کے مقابلے ہوا کرتے تھے تو یوناف نے دیکھا میدان میں ابھی تھوڑے ہی آدمی بیٹھے ہوئے تھے اس پر یوناف نے حدوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اس میدان میں تو لوگ ابھی بہت کم جمع ہوئے ہیں۔ اس پر حدوم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے جواب دیا اور کہا اے یوناف میرے خیال میں ہم دونوں کچھ سویرے چلے آئے ہیں۔ ابھی تھوڑی دیر تک تم دیکھو گے کہ یہاں بیٹھنے کو جگہ نہ ملے گی آؤ اتنی دیر تک گھوم پھر کر اس میدان کا جائزہ لیتے ہیں۔ اتنی دیر تک یہاں لوگوں کا جمگھٹا ہونا شروع ہو جائے گا اور پھر ہم بھی کوئی اچھی جگہ دیکھ کر بیٹھ جائیں گے۔ یوناف نے حدوم کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور دونوں میدان کے اندر گھومنے لگے انہوں نے دیکھا میدان کافی بڑا اور وسیع تھا اس کے اطراف میں گول دائرے کی صورت میں بڑے بڑے پتھروں کی سیڑھیاں لوگوں کے بیٹھنے کے لیے بنائی گئی تھی، اس میدان میں داخل ہونے کے لیے چاروں طرف چار بڑے دروازے تھے، اور ان دروازوں کے درمیان میں چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنی ہوئی تھی، جن کے اندر وہ گھوڑے بندھے ہوئے تھے جن پہ سوار ہونے کا مقابلہ اس میدان میں ہوا کرتا تھا۔ یوناف اور حدوم میدان کے ساتھ ساتھ ان گھوڑوں کا بھی جائزہ لینے لگے تھے جنہیں میدان میں اتار

کر ان پر سوار ہونے کا مقابلہ کرایا جاتا تھا۔

تھوڑی دیر تک میدان میں گھوم پھر کر یوناف اور حدوم اس میدان کا جائزہ لیتے رہے اس دوران ان گنت لوگ اس میدان میں داخل ہونا شروع ہو گئے تھے اور میدان بڑی تیزی سے بھرنا شروع ہو گیا تھا۔ یوناف اور حدوم دونوں میدان کے اردگرد چکر لگاتے ہوئے سنگ مرمر کی اس بلند نشست کے پاس آ رکے تھے جو قوم آشور کے بادشاہ تگلت پلاسر اور اس کے اہل خانہ کے بیٹھنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ یوناف اور حدوم بھی دونوں اس نشست کے قریب بیٹھ گئے تو یوناف نے ان کی طرف غور سے دیکھا۔ تگلت پلاسر پچاس برس کے قریب کا ہو گا۔ اس کی داڑھی اور سر کے اکثر بال سفید ہو چکے تھے، تاہم اس کی بیوی اقوزہ اتنی بڑی عمر کی نہ لگتی تھی اور جہاں تک بادشاہ کی بیٹی رقیم کی حیثیت تھی تو وہ رنگین پھولوں کی ڈال، باغوں کے لالہ زار اور بہاروں کی مستی جیسی خوبصورت تھی وہ گلابوں کے سے لب، الفاظ کی خوشبو اور سحر آثار جلوؤں جیسی جبین اور ندیوں کے ترنم پھولوں کی مہک اور زیر لب تبسم جیسی پرکشش تھی۔

تگلت پلاسر، اقوزہ، رقیم اور دیگر جب نشست پر آ کر بیٹھ گئے تو بادشاہ کے مشیر نے ایک آدمی کا نام پکار کر مقابلے میں حصہ لینے کے لیے بلایا پس وہ جوان میدان میں اترا تھا۔ اس موقع پر یوناف نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے حدوم کو مخاطب کر کے پوچھا۔ حدوم کیا یہ آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کے اور بیٹے اور بیٹیاں نہیں ہیں یہ اپنے ساتھ صرف اپنی بیوی، ایک بیٹی ہی کو لے کر آیا ہے اس پر حدوم نے تاسف اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

سنو یوناف تگلت پلاسر کی کئی بیویاں ہیں، لیکن اس کی اولاد صرف یہ ایک بیٹی رقیم ہی ہے، اس رقیم کی ماں بوڑھی ہو چکی ہے۔ اور وہ اپنے بادشاہ کی واحد اولاد رقیم نام کی یہ بیٹی ہی ہے لیکن اس نے اپنی اس بیٹی کی تربیت بیٹا سمجھ کر کی ہے۔ یہ لڑکی شہسواری، نیزہ بازی، تیغ زنی اور دوسرے جنگی کاموں میں انتہا درجہ کی مہارت رکھتی ہے اور جب کبھی بھی اس تگلت پلاسر کو کوئی جنگ درپیش ہوتی ہے تو اس کی یہ بیٹی رقیم ایک سالار کی حیثیت سے اس کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کی رقیم نام کی یہ بیٹی اس کی ولی عہد بھی ہے

اس موقع پر یوناف شاید کچھ اور بھی پوچھتا پر وہ مقابلے میں اترنے والا جوان میدان کے وسط میں پہنچ چکا تھا اسی وقت میدان کے اردگرد بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمروں میں سے ایک کمرے کا دروازہ کھول دیا گیا اور اس کمرے سے ایک گھوڑا اپنے چاروں

پاؤں کو باری باری اٹھا کر بھاگتا ہوا اپنے منہ کو کاٹ کھانے کے انداز میں آگے بڑھاتا ہوا اور دُم کو خوب اوپر اٹھائے ہوئے میدان میں اُترا تھا یہ سماں دیکھتے ہوئے یوناف خاموش ہو گیا تھا اور وہ بڑی توجہ کے ساتھ اس مقابلے کو دیکھنے لگا تھا۔

وہ گھوڑا میدان میں اُتر کر میدان کے اندر ہی اندر آہستہ بھاگنے لگا تھا جب کہ میدان میں اترنے والا جوان اس کی طرف بڑھا اس نے مختلف حیلے بہانوں سے کام لیتے ہوئے اور ان گنت جتن استعمال کرتے ہوئے اس گھوڑے کو قابو کر کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لگام اُسے چڑھانا چاہی لیکن اُسے ناکامی ہوئی تھی اول تو گھوڑا ہی اس کو اپنے نزدیک نہیں آنے دے رہا تھا اور اگر کسی موقع پر چکمہ دے کر وہ گھوڑے کے نزدیک ہو بھی جاتا تو گھوڑا اسے دولتیاں جھاڑ کر دور ہٹنے پر مجبور کر دیتا یا اُسے کاٹ کھانے کو دوڑتا تھا۔ یوں کافی دیر کی جدوجہد کے بعد میدان میں تین چار اور جوان اُترے باری باری ان کے مقابلے میں بھی گھوڑوں کو لایا گیا تھا لیکن ان سے بھی کوئی گھوڑے پر سوار ہونے میں کامیاب نہ ہوا تھا یوں اب تک مقابلے میں حصہ لینے والے سارے ہی جوان گھوڑوں کو پکڑ کر اور ان پر سوار ہونے میں بُری طرح ناکام رہے تھے آخر نشست کے قریب بادشاہ کے مشیر نے یوناف کا نام پکارتے ہوئے اُسے اپنے پاس بُلایا اور جب یوناف اس مشیر کے پاس جا کر کھڑا ہوا تو مشیر نے یوناف کو لوہے کی ایک لگام دیتے ہوئے کہا یہ لگام لو اور جو گھوڑا تمہارے مقابلے میں نکالا جاتا ہے اسے لگام لگا کر اس پر سوار ہونے کی کوشش کرو یوناف نے دیکھا کہ لوہے کی اس لگام کے ساتھ چمڑے کی مضبوط رسیاں بندھی ہوئی تھیں اس نے ایک بار اس لگام کو اپنے ہاتھ میں لے کر جانچا پھر وہ لگام واپس اس نے اس مشیر کے پاس رکھتے ہوئے کہا تم مجھے میدان میں اترنے کی اجازت دو، میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اس لگام کے بغیر ہی گھوڑے پر سوار ہونے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور سنو اس میدان کے اردگرد بنے ہوئے کمروں کے اندر جس قدر گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اگر تم ان سب کو باری باری یا ایک ساتھ ہی نکال باہر کرو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں ان سب گھوڑوں کو باری باری اپنے سامنے زیر کر کے اور ان پر سوار ہو کر دکھا دوں گا۔

یوناف کی یہ گفتگو آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر نے بھی سن لی تھی اس نے مشیر کو اشارے سے اپنے پاس آنے کے لیے کہا اور جب وہ مشیر اٹھ کر اور بھاگتا

ہوا تنگلت پلاسر کے سامنے جا کر کھڑا ہوا تو تنگلت پلاسر نے اس مشیر کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا یہ جوان جو ایک ساتھ ہمارے سارے گھوڑوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور ان پر باری باری سوار ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اسے یہاں میرے سامنے لے کر آؤ تاکہ میں جانوں یہ کون ہے مجھے یہ اجنبی لگتا ہے اس کا مقابلہ شروع ہونے سے پہلے میں یہ جاننا چاہتا ہوں یہ کہاں سے وارد ہوا ہے اور کس قوم سے اس کا تعلق ہے۔ اپنے بادشاہ تنگلت پلاسر کا یہ حکم سن کر وہ مشیر یوناف کے پاس آیا اور یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا:

تم میرے ساتھ آؤ ہمارے بادشاہ نے تمہیں طلب کیا ہے۔ یوناف چپ چاپ اس مشیر کے ساتھ ہو لیا اور اس مشیر نے یوناف کا بازو پکڑ کر اپنے بادشاہ تنگلت پلاسر کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ تنگلت پلاسر تھوڑی دیر تک یوناف کو سر سے پاؤں تک بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

کیا تم نینوا کے رہنے والے ہو اس پر یوناف نے جواب دیتے ہوئے کہا اے بادشاہ میں نینوا کا باشندہ نہیں ہوں۔ میرا نام یوناف ہے اور میں اس شہر میں اجنبی ہوں۔ میں نے شہر سے باہر گذشتہ رات ایک سرائے کے اندر پڑاؤ کیا تھا۔ وہاں ایک تاجر سے میری ملاقات ہوئی اس نے مجھے نینوا شہر کے اس میلے کے متعلق بتایا لہٰذا مجھے شوق ہوا اور میں بھی اس میلے میں حصہ لینے کے لیے آ گیا ہوں۔ یوناف کے خاموش ہونے پر تنگلت پلاسر نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم نے اپنا نام تو بتا دیا ہے لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور کس سلسلے میں نینوا شہر میں داخل ہوئے ہو اس پر یوناف پھر بولا اور اس نے کہا اے بادشاہ میں مصر کا باشندہ ہوں لیکن میں نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ ایک خانہ بدوش کی سی حیثیت ہی سے بسر کیا ہے۔ چند روز پہلے میں مصر سے بابل میں داخل ہوا تھا۔ بابل سے

مجھے قوم آشور کی بڑھتی ہوئی عظمت اور عزت کا پتہ چلا لہٰذا قوم آشور میں چند دن گذارنے کے لیے میں نے بابل سے نینوا کا رُخ کیا میں کل ہی یہاں داخل ہوا ہوں اور آج اس میلے میں شرکت کر رہا ہوں اس پر تنگلت پلاسر پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہا اور غور سے یوناف کی طرف دیکھتا رہا پھر دوبارہ اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے جوان اب تم میدان میں اترو تمہارے مقابلے میں ہم اپنا وہ گھوڑا نکال رہے ہیں جو سب سے زیادہ سرکش سب سے زیادہ بیچ پا اور بد رکاب ہے اور اگر تم نے اس گھوڑے کو زیر کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تو سن رکھو ہم نہ صرف یہ کہ ایک اچھے عہدے پر تمہیں اپنے لشکر میں شامل کریں گے بلکہ تحفے اور بہت سی چیزیں اور انعامات سے بھی نوازیں گے۔ اے اجنبی نوجوان اب تم میدان میں اترو تاکہ میں دیکھوں کہ تم گھوڑوں کو اپنے سامنے زیر کرنے کا فن کس قدر جانتے ہو۔

یوناف جب بادشاہ کے پاس سے ہٹنے لگا تو بادشاہ نے پھر اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے یوناف نام کے نوجوان میں نے دیکھا کہ جب میرے مشیر نے لگام پیش کی تو تم نے لگام کو اپنے ہاتھوں میں اچھی طرح جانچ کر پھر اسے واپس کر دیا تھا میں تمہیں پھر مشورہ دیتا ہوں کہ دوبارہ میرے مشیر کے پاس جاؤ اور اس سے لگام لے کر میدان میں اترو اس لیے کہ جس قدر گھوڑے میدان میں مقابلے کے لیے اتارے جاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی گھوڑا بغیر لگام کے قابو میں آنے والا نہیں اور لوہے کی اس لگام سے تم نہ صرف یہ کہ گھوڑے کو اپنے سامنے آسانی سے قابو کر سکتے ہو بلکہ اگر گھوڑا کوئی حملہ کرنے والا اور کاٹنے والا ہو تو اُسے لوہے کی لگام مار کر تم اس سے اپنا دفاع بھی کر سکتے ہو لہٰذا میں تمہیں ایک بار پھر مشورہ دوں گا کہ میرے مشیر کے پاس جاؤ اور اس سے لگام لے کر میدان میں اترو اس طرح ہو سکتا ہے تمہاری کامیابی کی کچھ امید ہو۔ یوناف نے مڑ کر پھر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا اے بادشاہ میں بغیر اس لوہے کی اس لگام کے ہی ہر گھوڑے کو زیر کرنے کا فن جانتا ہوں اور میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس میدان میں جو بھی گھوڑا میرے سامنے لایا جائے گا میں لمحوں کے اندر اس پر عبور حاصل کر کے اس پر سواری کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں بادشاہ خاموش رہا تھا جب کہ یوناف بڑی تیزی سے میدان کے اندرونی حصے کی طرف بڑھتا تھا۔ اسی وقت ایک کمرے کا دروازہ کھولا گیا اور اس کمرے سے ایک انتہائی توانا خوب دراز قد لمبا اور سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا میدان میں اترا تھا۔ اس گھوڑے کو دیکھتے ہی یوناف اس کی طرف لپکا تھا۔

یوناف جب اس گھوڑے کے قریب گیا تو سیاہ رنگ کے اس گھوڑے نے منہ آگے

بڑھا کر اپنے دانتوں سے یوناف کو کاٹ کھانا چاہا پر اُسی لمحہ یوناف نے دائیں ہاتھ کا تھپڑ
کچھ اس زور سے اس کے منہ پر مارا تھا کہ گھوڑا ہنہناتا ہوا ایک طرف ہٹ گیا تھا۔ یوناف پھر
اس گھوڑے کی طرف بڑھا اور گھوڑے نے جب پھر دوبارہ پہلے والی حرکت کر کے اپنی گردن
کو جھکا کر اپنے منہ کو سامنے کی طرف لمبا کرتے ہوئے یوناف کو کاٹنا چاہا تو یوناف نے بڑی
پھرتی اور بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اپنا بایاں ہاتھ آگے بڑھایا اور پلک جھپکتے ہی اس
نے اس گھوڑے کا نچلا ہونٹ اپنے بائیں ہاتھ میں قابو کر کے اس پر اپنی گرفت خوب مضبوط کر
لی تھی۔ اپنے سر کو دائیں بائیں زور سے ہلاتے ہوئے گھوڑے نے یوناف سے اپنے نچلے
ہونٹ کو چھڑانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس میں اُسے ناکامی ہوئی اور پھر یوناف نے اور
آگے بڑھتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا اور سیاہ رنگ کے اس گھوڑے کی گردن کے
لمبے لمبے بالوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس نے گھوڑے پر اپنی گرفت پہلے سے بھی
مضبوط کر لی تھی اب ایک طرح سے گھوڑا یوناف کے قابو میں آچکا تھا بائیں ہاتھ میں
یوناف نے اس کا نچلا ہونٹ بڑی قوت سے پکڑ رکھا تھا اور دائیں ہاتھ کی گرفت اس کے
گردن کے بالوں پر تھی پھر اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی پشت بڑے زور سے گھوڑے کے
منہ پر نچلے حصے پر ماری اس سے گھوڑے نے اپنے سر کو خوب اوپر اٹھاتے ہوئے
اپنا آپ چھڑانا چاہا ساتھ ہی اس نے اپنی اگلی دونوں ٹانگیں بھی اوپر اٹھاتے ہوئے ہنہنانے
کی کوشش کی پر یوناف نے اُسے ہنہنانے نہیں دیا اور اس کے ہونٹوں کو زور سے کھینچتے ہوئے
اس کی اگلی دونوں ٹانگیں اس نے پھر زمین پر لگانے پر اسے مجبور کر دیا تھا۔ گھوڑے کو اپنے
سامنے بے بس کرتے ہوئے یوناف کی حالت اس لمحہ عجیب سی ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا اس کی
نگاہوں میں چنگاریاں اس کے دل میں تڑپ اس کے سینے میں انگارے اور اس کی رگوں میں
بجلیاں بھر گئی ہوں۔ تھوڑی دیر تک اس نے اسی طرح اس گھوڑے کو اپنے سامنے بے بس بنائے
رکھا اس دوران باہر بیٹھے ہوئے لوگ بڑے شوق اور توجہ سے اس کی طرف دیکھتے رہے
گو میدان میں اس وقت اَن گنت لوگ بیٹھے ہوئے تھے لیکن سب کی توجہ کچھ اس انداز میں
یوناف کی طرف مرکوز ہو گئی تھی کہ میدان کے اندر کالی گہری دلدل جیسی چپ، خاموشی کے
گہرے بعید جیسا سکوت پھیل گیا تھا ایسا لگتا تھا جیسے صداؤں کا کوئی شہر خاموشی کی زد میں
آکر غرق ہو گیا ہو۔

تھوڑی دیر تک اس گھوڑے کو اپنے بس میں کر کے یوناف سستاتا اور تھکاتا رہا پھر
یوناف زہریلی ہواؤں کی مار اور بکھرے ہوئے تند دھاروں کی سی تیزی، طوفانوں کے
کہرام اور کرب کے بیکراں سلسلوں کی سی پھرتی، اجل کی طاقت اور مشیعت کی ہولناک قوت کی
طرح حرکت میں آیا ایک بار زور سے اس نے گھوڑے کا پکڑا ہوا ہونٹ اپنی طرف کھینچتے ہوئے
اس گھوڑے کی گردن کو اس نے دہرا کر کے رکھ دیا پھر دائیں ہاتھ سے اس نے اس کے بالوں
کو بھی زور سے کھینچتے ہوئے آندھیوں اور بھونچالوں کی طرح ہوا کے اندر ایک جست لگائی اور
دوسرے ہی لمحہ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑا
ہوا گھوڑے کا ہونٹ بھی چھوڑ دیا تھا اور اپنی دونوں ٹانگوں کو گھوڑے کے پیٹ کے نچلے حصے
میں لے جاتے ہوئے اس نے اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں میں پھنسا لیا تھا تاکہ گھوڑا اگر
تیزی سے بھاگے تو وہ گھوڑے سے گرنے نہ پائے بس اپنا اونٹ جھٹکے ہی اور یوناف کے
پیٹھ پر بیٹھتے ہی گھوڑا بھاگ پڑا تھا تاہم یوناف نے اس کی گردن کے بالوں کو زور سے پکڑ رکھا
تھا۔ گھوڑا پوری قوت سے بھاگنے لگا تھا اس طرح میدان کے اندر اس نے تین چار چکر لگائے
تھے اور اس کی حالت سے یوناف کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ جیسے اس پر تھکاوٹ کے آثار
طاری ہونے لگے ہوں۔

پھر یوناف نے اپنے صرف بائیں ہاتھ میں گھوڑے کی گردن کے بالوں کو پکڑے رکھا اور
اپنے دائیں ہاتھ سے گھوڑے پر ضربیں لگاتے ہوئے اس نے اسے اور زیادہ تیزی سے بھاگنے
پر مجبور کر دیا تھا اس طرح اس نے گھوڑے کو مار مار کر اس میدان کے چھ سات چکر لگائے اور
گھوڑا سر سے لے کر پاؤں تک پسینے پسینے ہو گیا تھا اور وہ بُری طرح ہانپنے لگا تھا اس قدر چکر لگانے
کے بعد گھوڑا ایک طرح سے مطیع اور فرمانبردار بھی ہو کر رہ گیا تھا چونکہ وہ اب اپنی پچھلی دونوں
ٹانگیں ہوا میں اچھالتے ہوئے اور دولتیاں جھاڑتے ہوئے یوناف کو گرانے کی کوشش نہیں کر
رہا تھا۔ گھوڑے کی یہ حالت دیکھتے ہوئے یوناف نے بھی اس کی گردن کے بال چھوڑ دیئے
اور اب وہ اس کو میانہ روی سے اسے پچکار پچکار کر میدان کے اندر گھمانے لگا تھا، پھر
یوناف گھوڑے کو آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے اس شہ نشین کے پاس لایا جہاں پر آشوریوں کے
بادشاہ تگلت پلاسر اس کی بیویاں اور اس کی حسین و جمیل بیٹی رقیم بیٹھے ہوئے تھے وہاں آکر
یوناف اس سیاہ رنگ کے گھوڑے سے اترا گھوڑا اب مکمل طور پر مطیع اور فرمانبردار ہو چکا تھا۔

چونکہ یوناف جب اس کی پیٹھ سے اترا تھا تو اس نے کسی طرح کے بھڑکنے یا سیخ پا ہونے کا مظاہرہ نہ کیا تھا یوناف بھی پیچھے اتر کر تھوڑا سا آگے بڑھا اور پھر دایاں بازو اس نے گھوڑے کی گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے اور بائیں ہاتھ سے اس کی پسینے میں ڈوبی ہوئی گردن تھپتھپاتے ہوئے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے بادشاہ یہ وہ گھوڑا ہے جسے میرے سامنے میدان میں لایا گیا تھا اور اے بادشاہ اب دیکھتے ہیں کہ میں نے اس گھوڑے کو اپنے سامنے مکمل طور پر زیر اور مغلوب کر دیا ہے۔

آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر تھوڑی دیر تک بڑے مہربان اور ہمدردانہ انداز میں یوناف کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے بڑے توصیفی انداز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے یوناف یہ مقابلہ شروع کرنے سے پہلے جیسا تم نے کہا تھا ویسا سچ کر دکھایا تم نے واقعی بغیر لگام کے اس گھوڑے کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر لیا ہے اور سنو سیاہ رنگ کا یہ گھوڑا ان تمام گھوڑوں سے زیادہ سیخ پا اور بدرکاب ہے جو اس میدان میں مقابلے کے لیے اتارے جاتے ہیں یوں سمجھو کہ تم نے نینوا کے سب سے سرکش گھوڑے کو اپنے سامنے مغلوب کیا ہے اور آج تک بہت کم جوان ان گھوڑوں کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اور جو لوگ کامیاب ہوئے انہیں میں اپنے لشکر میں اچھے عہدے دے چکا ہوں۔ اے یوناف چونکہ تم اس شہر میں اجنبی ہو اور تمہارا کوئی ٹھکانہ اور تمہاری کوئی رہائش گاہ بھی نہیں ہے اور تم یہ مقابلہ بھی جیت چکے ہو لہذا اب اپنے متعلق میرا فیصلہ بھی سنو میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ شاہی محل میں قیام کرو گے تمہیں اپنے لشکر میں شامل کروں گا۔ چند روز تک میں اپنے لشکر کے ساتھ نینوا شہر سے کوچ کرنے والا ہوں۔ میرا رخ پہلے پہل بابل شہر کی طرف ہو گا۔ بابل کو فتح کرنے کے بعد میں اپنے مغربی دشمنوں اور ہمسایوں کی طرف بڑھوں گا اور بڑی بڑی سرکش قوموں کو اپنے سامنے مغلوب کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اس گھوڑے کو زیر کر کے اے یوناف تم مکمل طور پر میرا اعتماد اور بھروسہ حاصل کر چکے ہو لہذا جس گھوڑے کو تم نے زیر کیا یہ گھوڑا اب تمہارا ہے اور اسی گھوڑے پر سوار ہو کر تم میرے لشکر میں جنگوں میں حصہ لیا کرو گے پھر تگلت پلاسر نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے مشیر کو اپنے پاس بلایا اور جب وہ مشیر بھاگتا ہوا تگلت پلاسر کے پاس آیا تو پھر اس نے اسے مخاطب کر کے کہا:

اس سیاہ رنگ کے اس گھوڑے کو جسے یوناف نے مغلوب کیا ہے اسے لگام چڑھاؤ اور اسے میری بگھی کے ساتھ باندھ دو آج سے یہ گھوڑا اس یوناف کا ہے اور یہ یوناف چونکہ نینوا شہر میں اجنبی ہے اور اجنبی ہونے کے باوجود یہ اس مقابلے کو بڑی آسانی اور جرأت مندی سے جیت چکا ہے لہذا یہ میرے ساتھ میرے محل میں قیام کرے گا اور چند روز تک جب میں اپنے لشکروں کو لے کر بابل کی طرف روانہ ہوں گا تو یہ بھی میرے لشکر میں شامل ہو کر میرے ساتھ جائے گا۔ اپنے بادشاہ کا یہ حکم سن کر وہ مشیر بھاگا بھاگا پیچھے گیا ایک لگام وہ اٹھا لایا اور وہ لگام اس نے سیاہ رنگ کے اس گھوڑے کو چڑھائی اور پھر اس نے گھوڑے کو لے جا کر اس بگھی کے ساتھ باندھ دیا تھا جس بگھی میں آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر اور اس کی بیویاں اور بیٹی بیٹھ کر آئے تھے۔ گھوڑے کو بگھی کے ساتھ باندھنے کے بعد وہ مشیر پھر دوبارہ اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا جب کہ تگلت پلاسر نے پھر یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اور شہ نشین پر خالی پڑی ہوئی ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

اے یوناف اب تم میرے گھر کے ایک فرد ہو لہذا شہ نشین پر چڑھو اور میرے ساتھ اس خالی کرسی پر آ کر بیٹھو تاکہ اس میدان میں اور جو مقابلے ہونے والے ہیں انہیں تم میرے ساتھ بیٹھ کر دیکھو۔ یوناف شہ نشین پر چڑھ کر تگلت پلاسر کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا اس کے بعد چار پانچ اور مقابلے ہوئے لیکن کوئی بھی جوان کسی گھوڑے کو اپنے سامنے زیر نہ کر سکا تھا یوں یہ میلہ ختم ہوا اور بادشاہ اپنی بیویوں بیٹی اور یوناف کو لے کر اپنے محل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

چند روز بعد آشور کا بادشاہ تگلت پلاسر اپنے لشکر کے ساتھ نینوا شہر سے بابل کی طرف روانہ ہوا تھا اس لشکر میں یوناف کے علاوہ تگلت پلاسر کی بیوی آفورہ اور اس کی بیٹی رقیم بھی شامل تھی۔ بادشاہ کی بیٹی رقیم اس لشکر میں ایک سالار کی حیثیت سے شامل ہوئی تھی وہ مردانہ اور جنگی لباس پہنے ہوئی تھی اور لشکر کا ایک حصہ اس کے تحت کام کر رہا تھا۔ دوسری طرف اہل بابل کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر ان پر حملہ آور ہونے کے لیے نینوا شہر سے نکل چکا ہے۔ بابل پر ان دنوں کاسی قوم کی حکومت تھی۔ کاسی قوم کے یہ لوگ کرمان شاہان کے نزدیک کردستان کے پہاڑی سلسلے کے رہنے والے تھے اور کچھ عرصہ پہلے انہوں نے بابل فتح کر کے اس پر حکومت کرنا شروع کر دی تھی تگلت پلاسر کے حملے کی خبر سن کر کاسی قوم کے حکمرانوں نے شہر کے اندر اسلحہ اور خوراک کے وسیع ذخائر

جمع کر لیے تھے۔ شہر کے دروازے انہوں نے بند کر دیئے اور شہر کی فصیلوں پر انہوں نے ہتھیاروں کے ڈھیر لگانے کے علاوہ لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ شہر کی دونوں فصیلوں پر متعین کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ شہر کی چوڑی فصیلوں پر پانی گرم کرنے اور آگ کے دہکتے ہوئے انگارے پھینکے جائیں۔ تگلت پلاسر کے پہنچنے سے پہلے پہلے بابل کے حکمرانوں نے یہ سارے انتظامات مکمل کر لیے تھے چند دن بعد تگلت پلاسر بھی وہاں پہنچ گیا اور دریائے فرات کو پار کر کے اس نے بابل شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

ایک دن آرام کرنے کے بعد دوسرے روز تگلت پلاسر نے شہر پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ نینوا کے حملہ آوروں نے دیکھا کہ بابل شہر کی دو فصیلیں تھیں اور دونوں ہی بڑی مضبوط اور کافی چوڑی تھی جب نینوا کے لشکری آگے بڑھ کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے تو ان پر آگ کے دہکتے ہوئے انگارے اور کھولتا ہوا پانی پھینکا جاتا جس کی وجہ سے انہیں ناکام اور نامراد ہوٹ جانا پڑتا تھا۔ چند روز تک شہر کی فصیلوں پر حملہ آور ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن نینوا کا لشکر بابل کی فصیلوں کو عبور کر کے شہر میں داخل ہونے میں بُری طرح ناکام ہوا تھا۔ تاہم تگلت پلاسر نے بابل شہر کا محاصرہ ترک نہیں کیا بلکہ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ اس محاصرے کو طول دیتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ بابل شہر کے لوگوں کے پاس رسد اور خوراک کا ذخیرہ ختم ہو جائے گا اور وہ آپ سے آپ تگلت پلاسر کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

بابل شہر کے محاصرے کے دوران ایک روز نینوا کا بادشاہ تگلت پلاسر اپنے خیمے میں اپنی بیوی آفورہ اور بیٹی رقیم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ یوناف خیمے میں داخل ہوا۔ تگلت پلاسر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر یوناف کا خیر مقدم کیا یوناف اس کے سامنے آ بیٹھا اور پھر وہ تگلت پلاسر کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

اے بادشاہ جس طرح ہم نے بابل شہر کا محاصرہ کر رکھا ہے اس طرح تو یہ محاصرہ اپنی طوالت میں کئی مہینوں تک دراز ہو جائے گا آپ دیکھتے ہیں کہ جب بھی ہمارے لشکری بابل شہر پر حملہ آور ہوتے ہیں اور ان کی فصیلوں پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو بابل کے لشکریوں کی طرف سے ان پر کھولتا ہوا پانی اور آگ کے انگارے برسائے جاتے ہیں ایسے حالات میں کوئی بھی لشکر بابل کی فصیلوں پر چڑھ کر اسے فتح نہیں کر سکتا۔ اے بادشاہ اگر آپ مجھ سے اتفاق کریں تو میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے جس پر عمل کر کے ہم

بڑی آسانی کے ساتھ بابل شہر کو فتح کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یوناف کی یہ گفتگو سن کر تگلت پلاسر کی آنکھوں میں روشنی اور چمک پیدا ہو گئی تھی جب کہ اس کی بیوی آفورہ اور بیٹی رقیم بڑے غور اور جستجو کی حالت میں یوناف کی طرف دیکھ رہے تھے پھر تگلت پلاسر نے بڑی نرمی اور شفقت میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے میرے عزیز وہ کون سی تجویز اور کون سا طریقہ ہے جسے تم استعمال کر کے بابل شہر کو آسانی سے فتح کر سکتے ہو۔ تگلت پلاسر کے اس استفسار پر یوناف پھر بولا اور کہنا شروع کیا:

اے بادشاہ میں آج شام سے کچھ پہلے بابل شہر میں داخل ہوں گا۔ شام تک میں شہر کے اندر گھوم پھر کر شہر کے مختلف حصوں کا جائزہ لوں گا اور جب رات گہری ہو جائے گی تو میں شہر کے شمالی جانب فصیل پر نمودار ہوں گا۔ اور رسوں کی سیڑھیاں میں فصیل کے ساتھ باندھ کر نیچے گرا دوں گا اور ساتھ ہی میں مشعل کا اشارہ کروں گا اور میرا یہ اشارہ پاتے ہی آپ لشکر کے چند دستوں کو مقرر کرنا یہ دستے رات کی تاریکی میں سانپ کی طرح رینگتے ہوئے فصیل کی طرف جائیں گے اور رسوں کی جو سیڑھیاں میں نے فصیل پر سے گرا رکھی ہوں گی اس کے بعد جب فصیل کے اوپر بابل کے لشکریوں کے ساتھ لڑائی شروع ہو جائے گی تو آپ رسیوں کی ان سیڑھیوں سے اپنے مزید لشکریوں کو اوپر چڑھاتے رہنا اور اس دوران میں رسیوں کی کئی اور سیڑھیاں بھی نیچے گرا دوں گا اس طرح اوپر چڑھنے والے ہمارے لشکریوں کی تعداد لمحہ بہ لمحہ زیادہ ہوتی چلی جائے گی اور ہم ہر آنے والا لمحہ میں بابل کے لشکریوں پر زیادہ سے زیادہ زور ڈالتے ہوئے پہلی فصیل سے دوسری فصیل کی طرف منتقل چلے جائیں گے اور ایک بار اگر ہم نے بابل کی پہلی فصیل پر قبضہ کر لیا تو دوسری فصیل پر جا کر اسے اپنی گرفت میں لینا ہمارے لیے مشکل نہ رہے گا اس لیے پہلی فصیل سے دوسری فصیل کی طرف ہم برجوں کی آڑ لے کر بڑی آسانی سے دشمن پر تیر اندازی کر سکیں گے اور اس طرح ہم بابل شہر کو بہت جلد اپنے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیں گے۔

یوناف کی یہ تجویز سن کر تگلت پلاسر کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے غور سے یوناف کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے مسکراتی ہوئی آواز میں کہا:

اے یوناف میرے عزیز تمہاری تجویز بہت اچھی اور خوش کن ہے لیکن اس پر عمل درآمد کیسے اور کیونکر ممکن ہے یوناف نے فوراً بولتے ہوئے پوچھا:

اے بادشاہ اس پر عمل کیوں کر ممکن نہیں ہے تنگلت پلاسر نے پھر بولتے ہوئے کہا اس پر عمل درآمد اسی وقت ہی ممکن ہو سکتا ہے جب تم بابل شہر میں داخل ہو جاؤ اور وہاں پر دشمن کی گرفت اور اس کے قابو میں آنے سے بچ کر اپنا کام انجام دے سکو لیکن یہاں تو سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تم بابل میں کیسے اور کیونکر داخل ہو سکو گے تم جانتے ہو کہ بابل شہر کے سارے دروازے بند ہیں اور شہر کے دروازوں کے اندر اکا دکا آدمیوں کی آمد و رفت کے لیے جو چھوٹے دروازے بنے ہوئے ہیں ان کے راستے بھی آنے جانے والوں کے لیے بند کر دیئے گئے ہیں اب ہمارے سامنے یہی ایک طریقہ ہے کہ ہم اس محاصرے کو طول دیں اور اہل بابل کو مجبور کر دیں کہ وہ ہمارے سامنے ہتھیار ڈال دیں۔

یوناف نے پھر تنگلت پلاسر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے بادشاہ بابل شہر میں داخل ہونا میرا کام ہے آپ اس فکر کو چھوڑیں میں کیسے اور کیونکر شہر میں داخل ہوں گا آپ دیکھیں گے کہ میں شام سے پہلے پہلے شہر میں داخل ہو کر پورے شہر کا ایک چکر لگاؤں گا اور پھر رات گہری ہونے تک میں شہر کی فصیل کے اوپر ہی شہر کے محافظوں کے اندر چکر لگاتا رہوں گا اس دوران آپ صرف یہ کیجئے گا جنگ کو روک کر رکھئے گا تاکہ اس دوران میں بابلی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر لیں ایک حصہ فصیل پر لیٹ کر آرام کر لے اور دوسرا ہمارے لشکر پر نگاہ رکھے اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو اس طرح فصیل کے اوپر میرا کام کافی حد تک پورا ہو جائے گا۔ تنگلت پلاسر نے پھر اپنی بات پر زور دیتے ہوئے پوچھا لیکن تم آخر بابل شہر میں داخل کیسے ہو گے۔ یوناف نے پھر پہلے کی نسبت قدرے بلند آواز میں کہا:

میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں کہ آپ اس کی فکر چھوڑ دیں کہ میں بابل شہر میں کیسے داخل ہوں گا یہ میرا کام ہے اور میں آپ کو بابل شہر میں داخل ہو کر شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے کا اشارہ کروں گا۔ تنگلت پلاسر نے اس دفعہ گہری سنجیدگی سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے یوناف میرے عزیز اپنے آپ کو کسی خطرے اور کسی خدشے میں نہ ڈالنا تم جانتے ہو کہ میرا کوئی بیٹا نہیں اور قسم آشور کی میں تمہیں اپنے بیٹوں جیسا ہی عزیز اور پیارا سمجھنے لگا

ہوں لہٰذا بابل شہر میں داخل ہونے کے لیے اپنے آپ کو کسی خطرے میں ڈال کر کوشش نہ کرنا ورنہ شہر کو فتح کرنے کا ہمارے پاس یہ آسان ترین طریقہ ہے کہ ہم محاصرے کو طویل کرتے جائیں اور اس طرح تنگ آ کر اہل بابل ہمارے سامنے ہتھیار ڈال دیں گے۔

تنگلت پلاسر جب خاموش ہوا تو یوناف نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا آپ بے فکر رہیں میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے بغیر بابل شہر میں داخل ہوں گا اور ایسے کام میں پہلے کئی مرتبہ بہت سے مواقع پر کر چکا ہوں۔ اہل بابل کو خبر تک نہ ہو گی اور میں عجیب سا بھیس بدل کر شہر میں داخل ہو جاؤں گا اور آپ اگر محاصرے کو طول دے کر بابل شہر کو فتح کرنا چاہتے ہیں تو اس میں بڑے خطرے اور خدشات بھی ہو سکتے ہیں بابل کی ہمسایہ حکومتیں بابل کی مدد کے لیے پہنچ جائیں یا بابل کے اپنے ہی دوسرے شہروں سے اہل بابل کو کمک اور مدد کے لیے پہنچ جائیں اس طرح ہمارے لیے دشواری اور خطرات بڑھ جائیں گے کیونکہ بابل کی طرف سے اہل بابل ہم پر حملہ آور ہوں گے اور اگر باہر سے دوسرے شہروں سے بھی کوئی ان کے لیے کوئی حکمران اور لشکر پہنچ گیا تو پھر وہ ہماری پشت کی طرف سے ہم پر حملہ آور ہونا شروع ہو جائیں گے اس طرح ہم دو طرف سے پس کر رہ جائیں گے اور ہماری کامیابی اور ہماری فتح مندی کی ساری ہی امیدیں ختم ہو جائیں گی۔ یوناف کی اس گفتگو پر تنگلت پلاسر نے ایک بار پھر غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اس نے قدرے جھکتے ہوئے یوناف کی بات مانتے ہوئے کہا:

اے یوناف تمہارا کہنا درست ہے اگر ہم محاصرے کو طول دیتے ہیں تو ہمارے لیے خطرات بھی اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں لہٰذا میں تمہاری اس تجویز پر عمل کرنے کو تیار ہوں اگر تم بغیر کسی خطرے اور بغیر کسی خدشے کے بابل شہر میں داخل ہو کر سیڑھیاں پھینکنے اور اپنے لشکر کے فصیل پر چڑھنے کا انتظام کر سکتے ہو تو قسم آشور کی میں سمجھوں گا کہ تم ایک دیوتا بن کر میرے لشکر میں شامل ہوئے ہو اور میری فتح مندی کا باعث بنے ہو۔ تنگلت پلاسر کی اس گفتگو پر یوناف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے بادشاہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں اب جاتا ہوں شام ہونے سے پہلے پہلے میں بابل شہر میں داخل ہو جاؤں گا اور جب میں دیکھوں گا کہ دشمن کے لشکر پر غنودگی سستی اور نیند طاری ہے تو میں فصیل کے شمالی حصے پر جلتی ہوئی مشعل کا اشارہ دوں گا اور ساتھ ہی میں وہاں پر رسوں کی سیڑھیاں پھینک دوں گا۔ اس کے بعد آپ اپنے لشکر کو حرکت میں لا کر فصیل پر چڑھانے کی کوشش کیجئے گا ایک بار جب

ہم بابل کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو بابل شہر بہت جلد ہمارے سامنے سرنگوں ہو جائے گا اس کے ساتھ ہی یوناف جب تنگلت پلاسر کے خیمے سے نکلنے لگا ، تو تنگلت پلاسر کی بیٹی حسین رقیم نے پہلی بار یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا :

کیا آپ ہمیں یہ نہ بتائیں گے کہ آپ بابل شہر میں کیسے اور کس طرح داخل ہوں گے آپ کم از کم ہمارے گھر کے ایک فرد کی حیثیت سے اتنے دنوں سے ہمارے ساتھ رہ رہے ہیں لہذا ہم تینوں یقیناً آپ سے متعلق فکرمند اور پریشان رہیں گے۔ یوناف رقیم کی اس گفتگو کا اور اس استفسار کا جواب دینے ہی والا تھا کہ رقیم کی ماں اور تنگلت پلاسر کی بیوی آزردہ بول اٹھی اور اس نے بھی یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

اے یوناف میرے بیٹے رقیم ٹھیک کہتی ہے آخر تم کیسے شہر میں داخل ہو گے اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا کامیاب حربہ شہر میں داخل ہونے کا ہے تو ہمیں بتا دو کہ ہم تمہاری طرف سے مطمئن اور بے فکر رہیں اس گفتگو کے جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا میں اس موقع پر آپ لوگوں سے یہی کہنا پسند کروں گا کہ آپ میری طرف سے بالکل بے فکر رہیں اور بغیر کسی خطرے کے بابل شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو جاؤں گا اس کے ساتھ ہی یوناف تنگلت پلاسر کے خیمے سے نکل گیا تھا ۔

○

شام سے تھوڑی دیر پہلے اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے یوناف بابل شہر میں داخل ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک شہر کے اندر گھوم پھر کر وہ شہر کے حالات کا جائزہ لیتا رہا پھر وہ بابل کے سب سے بڑے مندر اساگیلہ کے معبد کے قریب آ کھڑا ہوا یہ بابل کے سب سے بڑے دیوتا مردوک کا معبد تھا اس موقع پر یوناف نے دیکھا بہت سے لوگ مردوک دیوتا کے اس معبد کے اندر اور باہر جمع تھے اور آشوری بادشاہ تنگلت پلاسر کے خلاف بابل کی کامیابی اور فتح مندی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ یوناف تھوڑی دیر تک اساگیلا معبد کے باہر کھڑا ہو کر لوگوں کے وہاں جمع ہو جانے والے ہجوم کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ آگے بڑھ گیا یہاں تک کہ بابل کی سب سے بڑی دیوی عشتار کے معبد

برج والوں نے آگے بڑھ کر ان کے اوپر چڑھتے ہوئے آشوریوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن اب دیر ہو چکی تھی آشوری بڑی خونخواری سے قریبی برج پر حملہ آور ہوئے اور لمحوں کے اندر انہوں نے وہاں پر پہرہ دینے والے بابلیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر نزدیکی برج پر قبضہ کر کے فصیل کے اوپر اپنے پاؤں جما لیے تھے ۔

اس کے بعد یوناف کی نشاندہی پر آشوری سپاہیوں نے فصیل پر بڑی ہی رسوں کی کٹی اور سیڑھیاں اٹھا کر بھی فصیل کے ساتھ باندھ کر نیچے لٹکا دی تھیں لہذا آشوریوں کے فصیل پر چڑھنے کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی تھی۔ بابلیوں نے فصیل کے سارے حصوں سے اس طرف سمٹ کر آشوریوں کو پیچھے دھکیلنے اور انہیں فصیل پر چڑھنے سے روکنے کی انتہائی کوشش کی تھی لیکن انہیں مکمل طور پر ناکامی ہوئی تھی اور آشوری بڑی تیزی سے انہیں دھکیلتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ مزید برجوں پر قبضہ کرنے لگے تھے اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ خود تنگلت پلاسر بھی شہر کی فصیل پر چڑھ آیا تھا اور وہ اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے بڑی تیزی سے حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا تھا جب کہ لشکر کا وہ حصہ جو ابھی تک بابل شہر کا محاصرہ کیے ہوا تھا اس کی کمان داری تنگلت پلاسر کی حسین بیٹی رقیم کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک آشوریوں نے بابل شہر کی بیرونی فصیل پر مکمل طور پر قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد وہ بیرونی اور اندرونی فصیل کو ملانے والی سیڑھیوں پر سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ کر بڑی تیزی کے ساتھ اندرونی فصیل پر حملہ آور ہونا شروع ہو گئے تھے ، یہاں تک کہ اندرونی فصیل سے بھی بابلیوں کو بھی پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا پھر اندرونی فصیل پر کافی دیر تک جنگ ہوتی رہی اور پھر وہ لمحہ آیا کہ رات کے پچھلے حصے میں آشوریوں نے بابلیوں کو اندرونی فصیل سے بھی اتار کر رکھ دیا اب بابل شہر کی اندرونی اور بیرونی دونوں فصیلوں پر حملہ آور آشوریوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔

جس وقت مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا اس وقت تک آشوریوں نے بابل شہر کی دونوں فصیلوں پر مکمل طور پر قبضہ کرنے کے بعد سیڑھیوں کے ذریعے نیچے اتر کر بابل شہر کے اندرونی حصوں پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا اور جب سورج تھوڑا سا بلند ہوا تو آشوریوں نے بڑے زوردار حملے کرتے ہوئے بابل شہر کے شمالی دروازے پر قبضہ کر لیا تھا اور پھر جونہی آشوریوں نے بابل شہر کا شمالی دروازہ کھول دیا تنگلت پلاسر کی

پر آ کھڑا ہوا اس نے دیکھا شہر کے لوگ کیا بے دین کیا جادوگر کیا طوائفیں کیا دہقان اور جاہل لوگ سب مرد اور عورتیں عشتار دیوی کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے تھے تاکہ وہ دیوی انہیں آشوری بادشاہ تگلت پلاسر کے حملے سے محفوظ رکھے۔ یوناف تھوڑی دیر تک یونہی شہر کے اندر گھوم پھر کر بابل کے مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کے معبدوں کا جائزہ لیتا رہا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا فضاؤں کے اندر تاریکیاں اور اندھیرا پھیل گیا۔ اس کے بعد یوناف حرکت میں آیا اور وہ پہرے داروں کے بھیس میں بابل کی فصیل کے اوپر چہل قدمی کرنے لگا تھا۔

فصیل کے اوپر گھومتے گھومتے ایک جگہ یوناف رک گیا اور رسوں کے ایک ڈھیر کو بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا اس نے دیکھا وہ رسوں کی سیڑھیاں تھیں جن سے وہ رات کی تاریکی میں کام لے سکتا تھا فصیل کے اوپر رسوں کی ان سیڑھیوں کو دیکھتے ہوئے یوناف کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر وہ کافی دیر تک فصیل کے اوپر چہل قدمی کرتا رہا یہاں تک کہ رات گہری ہو گئی فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے محافظوں میں سے کچھ آرام کرنے لگے اور کچھ برجوں کے اندر بیٹھ کر پہرہ دینے لگے تھے۔

ایسے میں یوناف حرکت میں آیا سب سے پہلے اس نے دو خاصی بڑی رسوں کی سیڑھیاں بابل شہر کی بیرونی فصیل پر باندھ کر نیچے لٹکا دی تھیں اور اس کے ساتھ ہی ان سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر اس نے آشوری لشکر کو جلتی ہوئی ایک مشعل کا اشارہ بھی دے دیا تھا یوناف کا اشارہ ملتے ہی تگلت پلاسر اپنے لشکر کو حرکت میں لایا اور اس کے لشکر کے کئی دستے سانپ کی طرح زمین پر رینگتے ہوئے فصیل کے اس حصے کی طرف بڑھنے لگے تھے جہاں پر کھڑے ہو کر یوناف نے جلتی ہوئی مشعل کا انہیں اشارہ دیا تھا جلد ہی تگلت پلاسر کے یہ دستے زمین پر رینگتے ہوئے فصیل پر پہنچ گئے اور جب انہوں نے دیکھا کہ فصیل کے ساتھ رسوں کی سیڑھیاں لٹک رہی ہیں تو وہ اپنے ہتھیاروں کو سنبھالتے ہوئے کوئی آواز پیدا کئے بغیر بڑی تیزی سے ان سیڑھیوں پر چڑھنے لگے تھے سیڑھیوں پر چڑھنے والے تگلت پلاسر کے یہ لشکری فصیل کے اوپر جا کر لیٹنا شروع ہو گئے تھے تاکہ دشمن کو ان کے اوپر چڑھنے کی خبر نہ ہو اور جب کئی دستے فصیل پر اوپر چڑھ گئے تب کہیں نزدیکی برج والوں کو خبر ہوئی کہ آشوری ان کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان

حسین بیٹی رقیم باقی ماندہ آشوری لشکر کے ساتھ کسی سیلابی طرح بابل شہر میں داخل ہوئی اور بڑی خونخواری کے ساتھ اس نے بابلیوں پر حملہ ہونا شروع کر دیا تھا اب بابل دو طرف سے پسنا شروع ہو گئے تھے۔ فصیل کی طرف سے تگلت پلاسر اور یوناف بڑی تندہی سے اُن پر حملہ آور ہو رہے تھے جب کہ بابل شہر کے شمالی دروازے کی طرف سے تگلت پلاسر کی حسین بیٹی رقیم اپنے لشکر کے ساتھ اپنی پوری خونخواری سے بابلیوں پہ حملے کر رہی تھی۔ اس طرح ان دو طرفہ حملوں کے سامنے بابل زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے آشوری کافی دیر تک ان کا قتل عام کرتے رہے اور جب بابلیوں نے اندازہ لگا لیا کہ اب وہ مزید مزاحمت نہیں کر سکتے تو انہوں نے آشوریوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اس طرح بابل شہر کے اندر اس جنگ میں بابل کی حکمران کاسی قوم کو بُری طرح شکست ہوئی اور آشوری بابل شہر کو فتح کر کے اس پر قابض ہو گئے تھے بابل کے خلاف آشوری بادشاہ تگلت پلاسر کی یہ شاندار فتح تھی۔

اس فتح کے چند روز بعد آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر بابل کے شاہی محل کے ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے سامنے اس کی بیوی آفورہ اور اس کی حسین و جمیل رقیم بھی بیٹھی ہوئی تھیں اس ماحول میں تگلت پلاسر تھوڑی دیر تک کسی تفکر اور سوچ و بچار میں ڈوبا رہا پھر چند لمحوں ایک باری باری اس نے اپنی بیٹی رقیم اور اپنی بیوی آفورہ کی طرف دیکھا اس کے بعد اس کی نگاہیں اپنی بیٹی رقیم پر جم کر رہ گئیں اُس نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے رقیم میری بیٹی اب جبکہ اس اجنبی یوناف کی وجہ سے بابل شہر کو ہم فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو اس موقع پر میں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا ہے اور اس فیصلے کو عملی صورت دینے کے لیے میں تمہارے ساتھ مشورہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میرے اس ارادے میں تمہاری ذات بھی ملوث ہوتی ہے اس پر رقیم نے بڑے خلوص اور بڑی انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

اے میرے باپ ایسا کوئی فیصلہ جس میں میری ذات بھی ملوث ہو وہ آپ کی ذات کے لیے تکلیف کا باعث نہیں بن سکتا میری ذات سے وابستہ جو فیصلہ بھی آپ کریں گے میں اس کے خلاف آواز نہیں اٹھاؤں گی اور آپ کے فیصلہ کو اپنا فیصلہ سمجھ کر مطمئن ہو جاؤں گی۔

رقیم کے خاموش ہو جانے پر تگلت پلاسر نے پھر کہنا شروع کیا اے میری بیٹی اس یوناف کی کارکردگی تم ماں بیٹی کے سامنے ہے اور تم دونوں جانتی ہو کہ یہ یوناف میرے

لیے دبی ہوئی سیاہیوں میں صبح کی ایک کرن، ایک اجنبی خوشبو، روشنی پھیلاتی ہوئی ایک شمع رقص کرتے ہوئے کامیابی کے سائے، بے انت لہروں کی للکار اور کامرانیوں کی سرکتی پرچھائیاں ثابت ہوا ہے جب کہ ہمارے دشمنوں کے لیے یہ جوان سلگتی جان، حریف ستم، اشکوں میں لہو رنگ تباہی کا تازہ بوسہ، غم کی اندھی یلغار اور درد کی تاریک اور طویل فصیل ثابت ہوا ہے اور اس شخص نے لمحوں کے اندر ہمارے دشمنوں کے عزائم اور اعمال کو خواب و سراب بنا کر رکھ دیا ہے ۔

اے میری بیٹی بابل کو فتح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا یہ سب کچھ اسی یوناف کے باعث ہی ہوا ہے اگر ہم اس کے کہنے پر عمل نہ کرتے تو یونہی بابل کا محاصرہ کیے پڑے رہتے تو ہو سکتا ہے کہ باہر سے بابل کے حمایتی ہم پر حملہ آور ہوتے اور ادھر بابل سے بھی بابلی لشکر ہم پہ ٹوٹ پڑتا اور دو طرفہ مصیبت ہماری ساری توانائیوں اور ہمارے سارے ارادوں کو چکنا چور کر کے رکھ دیتی پر اس یوناف نے ہمارے سارے ہی بگڑے کام بنا دیئے اور اس نے ایک رات کے اندر بابل میں داخل ہو کر ایسا انقلاب برپا کیا کہ بابل صرف ایک ہی رات میں ہمارے سامنے سرنگوں ہو کر رہ گیا ۔

اے میری بیٹی اس یادگار کردار اور اس عظیم کام کے سلسلے میں یوناف کو ایک انعام دینے کا فیصلہ کر چکا ہوں ۔

اے میری بیٹی یوناف وہ شخص ہے جو ہمارے دشمنوں کے لیے ان کے دل کا نوحہ ان کے ہونٹوں کی آہ ان کی آنکھ کا آنسو، ان کی غم کی سسکی ان کی بدقسمتی کی تمازت ان کے لیے ظلم و جبر کی پیاس ان کی ہزیمتوں کی گنتی اور ہمارے لیے عزم اور توانائی کا ایک کوزہ گر ثابت ہوا ہے اس جوان نے ہمارے حق میں اور بابلیوں کے خلاف کام کرتے ہوئے بے چین بھٹکتی حسرتی خواہشوں کو ٹھہراؤ اور احساس کے ویران کھنڈروں کو آبادکاری عطا کی ہے۔ اس نے بھٹکتی دھڑکنوں کو سکون بے کل خواہشوں کو قرار اور کھوئے لمحوں کو ایک سراغ بخش دیا ہے یوناف نام کا یہ جوان کھوئی باتوں کا راز داں گونگی شاہراؤں کا بھیدی خوابوں کے ویرانوں کا قہقہہ اور رات کے لب بستہ غبار کو دور کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ اس نوجوان میں اے میری بیٹی اس قدر اوصاف ہیں کہ اگر مجھے کوئی ساری رات کہے کہ اس کی صفات ہی بیان کرتا رہوں تو بھی میں ایسا کرتے ہوئے فخر محسوس کروں۔ اس کے اسی کردار اس اوصاف کی بناء پر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری یوناف کے ساتھ کروں

اے میری بیٹی اس موقع پر اس رشتے کے خلاف تمہیں اگر کوئی اعتراض ہو تو بلا جھجک کہو اگر تم اس کے ساتھ شادی پر آمادہ نہ ہو تو میں اپنا یہ فیصلہ باخوشی واپس لے لوں گا اور

میں کسی اور آشوری کی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دوں گا میں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اس نوجوان کو اپنا بیٹا بنا کر اپنے پاس رکھوں گا کیونکہ جو خلوص سچائی اور راستی اس جوان نے مجھے عطا کی ہے وہ مجھے آج تک کہیں سے نہیں ملی اے میری بیٹی جو سوال میں نے تم سے کیا ہے اس سوال کا اب تم مجھے جواب دو ۔

رقیم کے کوئی جواب دینے سے قبل اس کی ماں آفورہ نے بولتے ہوئے اور اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کہا اگر ایسا ہو جائے تو یہ رشتہ میری بھی خوشی اور اطمینان کا باعث ہو گا۔ رقیم تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتی رہی اس لمحہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ اور آنکھوں کے اندر خوشیوں کے ان گنت سائے رقص کرتے رہے تھے پھر اپنی گردن جھکائے جھکائے اور اپنے باپ تگلت پلاسر کی طرف دیکھے بغیر کہا :

اے باپ مجھے اس شادی پہ کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ کہ میں یوناف نام کے اس جوان کے ساتھ شادی کرنے پر باخوشی تیار ہوں رقیم کا یہ جواب سن کر تگلت پلاسر کے چہرے پر ان گنت اور بے گنت خوشیاں پھیل بکھر گئی تھیں پھر اس نے اپنی بیوی آفورہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

اے آفورہ تم رقیم کو اٹھا کر اس محل کے دوسرے کمرے کی طرف لے جاؤ اس کا یہ سپاہیانہ اور جنگی لباس اتار کر اسے دلہن کا عمدہ ترین لباس پہنایا جائے اس دوران میں اپنے آدمی بھیج کر یوناف کو منگواتا ہوں اور ابھی تھوڑی دیر تک ان دونوں کی شادی کی رسومات ادا کر دی جائیں گی تگلت پلاسر کا یہ فیصلہ سن کر آفورہ کی خوشیاں اور اطمینان کا کوئی حساب اور اندازہ نہ تھا دوسری طرف رقیم کے چہرے پر بھی بے شمار خوشیاں اور قہقہے رقص کر رہے تھے اس کے بعد رقیم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی ماں کے ساتھ وہ دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔

○

تھوڑی دیر بعد تگلت پلاسر نے اپنا آدمی بھیج کر یوناف کو اپنے کمرے میں بلا لیا تھا اور اسے اس حقیقت سے آگاہ کر دیا تھا کہ تھوڑی دیر تک اس کی شادی رقیم سے ہونے والی ہے آشوری لشکر میں شامل عورتوں کو بھی وہاں بلا لیا گیا تھا اور دیگر آشوری سرداروں کو بھی دعوت دی گئی تھی تا کہ وہ رقیم اور یوناف کی شادی میں شرکت کر سکیں ؛

رقیم کو پہلے عرق گلاب سے نہلایا گیا پھر مختلف خوشبوؤں کے محلول سے اس کے بال دھوئے گئے اُسے زردوزی کا سُرخ عروسی جوڑا پہنایا گیا جس کے اوپر سنہری روپہلی کام کا چغہ پہنا تھا اس کے کانوں میں جواہرات کے آویزے گلے میں سونے اور زمرد کا ہار تھا اس حالت میں جب وہ اپنی ماں اور آشوری لڑکیوں کے جھرمٹ میں دوسرے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں لائی گئی جس کے اندر تنگلت پلاسر یوناف اور دوسرے آشوری سردار بیٹھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر رقیم شعر کے ہر لفظ اور جادو کے ہر حرف کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ لفظوں کی تتلیوں اور دوڑتے اڑتے طیور کی طرح پُرکشش دکھائی دے رہی تھی ایسا لگتا تھا اس کی انگ بدن کے اندر بہاروں کی خوشگوار حدت اور محبت کا گداز رقص کر رہا ہو اور اس کے چہرے سے یوں لگتا تھا جیسے رات کے اندر ستاروں کی گلنار روشنی سچائی اور الفت کے جذبے بکھیرتی ہوئی سینوں کو در پہلی قسم کے جذبے عطا کر گئی ہو بہرحال عورتوں کے جھرمٹ میں حسین رقیم کو لاکر یوناف کے پہلو میں بٹھا دیا گیا تھا اور آشوری رسم و رواج کے مطابق یوناف اور رقیم کی اسی روز شادی کر دی گئی تھی۔

شادی کی اس تقریب کے بعد وہاں جمع ہونے والی ساری آشوری عورتیں چلی گئی تھیں، پھر تنگلت پلاسر نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے یوناف میرے بیٹے آشوری رسم و رواج کے مطابق شادی کے بعد ایک شوہر خود اپنی بیوی کا ہاتھ تھام کر اپنے کمرے میں لے کر جاتا ہے لہٰذا اب جب کہ تم اور رقیم میاں بیوی کے رشتے میں پرو دیئے جا چکے ہو تو تم اپنی جگہ سے اٹھو رقیم کا ہاتھ تھامو اور اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے کر چلو اور تھوڑی دیر بعد میں اور آفورہ بھی تمہارے کمرے میں آتے ہیں۔ شادی میں حصہ لینے والی ان عورتوں نے تمہارے کمرے کو صحیح طور پر سجا دیا ہو گا۔ اب تم اٹھو رقیم کو اپنے ساتھ لے کر چلو۔

تنگلت پلاسر کے کہنے پر یوناف اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اس کے اٹھتے ہی رقیم بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر یوناف نے ہاتھ آگے بڑھا کر رقیم کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا اس موقع پر رقیم کی حالت بے کل لہروں کی سرشاری اور اطمینان کے سانس، رقص برق و باراں اور تصور رخانہ مسرت جیسی ہو رہی تھی اپنا ہاتھ یوناف کے ہاتھ میں دینے کے بعد اس کے پہلو سے پہلو ملا کر کھڑی رقیم چاندنی کی طرح چھلکتا، ایک جاسم

تیز آہنگ نشاط بھرے وصل کی دھمک، بہاروں کی خوشگوار حدت اور دوڑتے اڑتے خیالات کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ یوناف کو پا لینے کی خوشی اور فتح کے نشے میں اس کی آنکھیں تو چنچل اور فرازیوں سے بھری ہوئی تھیں وہ ٹھنڈ سے کنگلے ساحل کی طرح مطمئن اور چنبیلی کے دودھیا پھول کی طرح پُرکشش لگ رہی تھی پھر یوناف جب حرکت میں آیا تو وہ بھی اس کے ساتھ چل دی یوں یوناف رقیم کو لے کر اس محل کے اندر اپنے کمرے کی طرف لے گیا تھا۔ رقیم کا ہاتھ تھامے یوناف جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا شادی میں حصہ لینے والی عورتوں نے اس کے کمرے کے اندر خاصی تبدیلی کر کے رکھ دی تھی ایک مسہری کی جگہ اب دو مسہریاں تھیں اور کمرے میں بیٹھنے کے لیے نشستوں اور کچھ دوسری ضروریات زندگی کا بھی اضافہ کر دیا گیا تھا۔ یوناف رقیم کا ہاتھ تھامے اس کمرے میں داخل ہوا رقیم کو اس نے اس پلنگ پر بٹھا دیا تھا جو شادی میں حصہ لینے والی عورتوں نے اس کی غیر موجودگی میں لگا دیا تھا۔

رقیم کو مسہری پر بٹھانے کے بعد یوناف اس کے سامنے چمڑے کی بنی ہوئی ایک نشست پر بیٹھ گیا تھا دونوں تھوڑی دیر تک خاموش رہے پھر یوناف نے رقیم کو مخاطب کرتے ہوئے مدھم اور رازدارانہ آواز میں کہا:

رقیم میرے خیال میں تمہارے باپ اور آشوریوں کے بادشاہ تنگلت پلاسر نے میری اور تمہاری شادی کا ارادہ کہیں اچانک ہی کر لیا ہے۔ شادی سے قبل تھوڑی دیر تک پہلے مجھے قطعاً یہ علم نہیں تھا کہ میری آج تم سے شادی ہونے والی ہے۔ اگر مجھے پہلے بتا دیا جاتا تو میں تم سے مل کر تمہارے ذہن میں چند ضروری باتیں ڈالتا جو شاید مستقبل میں تمہارے لیے فائدہ مند ہوتیں اب جب کہ میری اور تمہاری شادی ہو چکی ہے تو جو باتیں مجھے شادی سے پہلے کہنا چاہیے تھیں وہ اب میں شادی کے بعد تمہیں کہہ کر اپنا فرض ادا کرتا ہوں تاکہ آنے والے دور میں تم میرے متعلق بدظن اور بدگمان نہ ہو یوناف کی اس گفتگو پر رقیم نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اس موقع پر اس کے دل میں سوز اور انگ بدن میں محبت کا گداز تھا۔ یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی حالت نرم سی آنچ، قرب کے احساس اور نیند سے اچانک بیدار ہو جانے والے گیت جیسی ہو رہی تھی پھر رقیم نے اپنی آنکھوں میں دھنک کے سب رنگ سجاتے ہوئے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

آپ کیسی باتیں کرتے ہیں اگر آپ کا کوئی راز ہے یا آپ نے میرے علاوہ کوئی اور بھی شادی کر رکھی ہے تب بھی میں آپ سے ایسے دنوں میں نہ آپ سے متنفر ہوں گی اور نہ کسی غلط فہمی میں پڑوں گی اگر آپ کی اس سے پہلے ایک سے زائد شادیاں ہیں تب بھی اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں گی کہ آپ سے شادی کرنے میں بے حد مطمئن اور انتہا درجہ کی خوش ہوں اتنا کہنے کے بعد جب رقیم خاموش ہوئی تو یوناف نے محسوس کیا کہ رقیم کے لفظوں میں اڑتی تتلیوں جیسی کشش اس کے ہر حرف میں جادو کی سی لپک اس کے انداز میں بیدار ہوتے ہوئے رد پہلے جیسے۔ اس کی سوچوں کے اندر حسین سے رقص کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد رقیم نے پھر یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اگر آپ مجھے کچھ بھی نہ کہیں اور اپنا ہر راز مجھ سے چھپا کر رکھیں تب بھی میں اپنی پوری سچائی اپنی تمام الفت اور اپنی ساری ہی خودداری کے ساتھ آپ کو اپنے زندگی بھر کا ساتھی اور اپنے لیے دنیا کی قیمتی متاع سمجھتی رہوں گی۔

یوناف تھوڑی دیر تک غور سے رقیم کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اے رقیم جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سنو میں کوئی عام نہیں بلکہ غیر معمولی انسان ہوں اور عام انسانوں کے مقابلے میں میری قوتیں بھی غیر معمولی ہیں میں روح سے دور دراز مسافتوں کو لمحوں کے اندر سمیٹ کر رکھ سکتا ہوں میں کچھ پوشیدہ مخفی اور مافوق الفطرت قوتوں کا بھی مالک ہوں اور مجھ میں خامی یہ ہے کہ مجھ سے تناسل کا سلسلہ نہیں چل سکتا۔ لہذا میں تم سے یہ کہوں گا کہ میری اور تمہارے تناسل کا سلسلہ نہیں چل سکتا ہاں دو اہم باتیں جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اور سن رکھو یہ جو میں بابل شہر میں داخل ہو کر شہر کی فصیل پر چڑھ گیا تھا اور آشوری لشکر کو اشارہ دے کر میں نے بابل شہر کو فتح کرنے کا ایک سبب پیدا کر دیا تھا تو یہ کل میں نے اپنی عام قوتوں سے نہیں بلکہ اپنی مافوق الفطرت قوتوں کو حرکت میں لا کر ایسا کیا تھا۔ یوناف کی گفتگو سننے کے بعد رقیم کے چہرے پر ان گنت خوشیاں اور مسرتیں پھیل بکھر گئی تھیں اور جب یوناف خاموش ہوا تو اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میں آپ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنے سارے راز مجھ پر عیاں کر دیئے ہیں میرے لیے یہ مسرت اور خوش قسمتی کا باعث ہے کہ آپ ایک مافوق الفطرت انسان ہیں یاد رکھیئے اگر آپ واقعی ایسے ہیں تو پھر میں ہمیشہ آپ کی ذات پر فخر کرتی رہوں گی اور

جہاں تک میرے بطن سے اولاد نہ ہونے کا معاملہ ہے تو مجھے اس پر بھی کوئی افسوس نہ ہوگا کیونکہ نسلیں اور پشتیں مرد سے چلتی ہیں عورت سے نہیں اگر میری کوئی اولاد نہ بھی ہوئی تو تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا میں ہر حال میں اور ہر طرح سے پورے خلوص اور پوری محبتوں کے ساتھ آپ کی ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے آپ کے ساتھ زندگی بسر کروں گی۔ رقیم بات کہتے کہتے اچانک خاموش ہو گئی تھی۔ یوناف نے اس کی خاموشی سے فوراً فائدہ اٹھایا اور دوبارہ رقیم کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

اے رقیم ایک اہم بات جو میں پوچھنا چاہتا تھا وہ نہ میں اب تک تم سے اور نہ تمہارے ماں باپ یا کسی اور آشوری سے پوچھ سکا سنو رقیم کچھ عرصے پہلے میں ٹرائے شہر میں تھا میری موجودگی میں یونانی ٹرائے شہر پر حملہ آور ہوئے اور ٹرائے شہر کو فتح کر کے انہوں نے شہر کو آگ لگا کر تباہ و برباد اور شہر کو کھنڈر اور ویران کر دیا۔ ٹرائے شہر کی اس بربادی کے بعد میں فلسطین میں داخل ہوا اور کچھ دن میں نے یروشلم میں گزارے وہاں جب اللہ کے نبی سلیمانؑ کا انتقال ہو گیا اور ان کی جگہ ان کا بیٹا رحجام بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا تو میں یروشلم سے نکل کر یہاں بابل شہر کی طرف آیا بابل شہر کے اندر میری ایک سری قوت نے یہ خبر دی کہ دنیا میں اس وقت تین بڑی قوتیں ابھر رہی ہیں ایک رومن جو یونان کی ملحقہ سرزمینوں کے اندر ابھر رہے ہیں ان کا جد امجد ٹرائے شہر سے بھاگا ہوا ایک شہزادہ تھا اب لوگوں نے ایک نیا شہر آباد کر لیا ہے جس کا نام روم رکھا ہے رومن قوم کی حیثیت سے یہ لوگ بڑی تیزی سے ابھر رہے ہیں۔ دوسری بڑی قوم جو دنیا میں ابھر رہی ہے یہ کنعانی یا فونیقی ہیں ان کنعانیوں کی ایک لڑکی الیسا نے افریقہ کے ساحل پر قرطاجنہ نام کا ایک شہر آباد کیا تھا ایک موقع پر میں نے الیسا کی مدد بھی کی تھی اور اسے اس کے دشمنوں سے بچایا تھا۔ اس شہر نے اب خاصی ترقی کر لی ہے اور اس شہر کے حکمرانوں نے آس پاس کے افریقی علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی حکومت کو مستحکم کر لیا ہے۔ اس طرح دنیا کے اندر کنعانی ایک بڑی قوت کی حیثیت سے ابھر رہے ہیں اور دنیا کے اس اسٹیج پر نمودار ہونے والی تیسری بڑی قوت آشوری ہیں مجھے خبر دینے والے نے یہ خبر دی تھی کہ آشوری بڑی تیزی کے ساتھ اپنی طاقت اور قوت میں اضافہ کر رہے ہیں لہذا مجھے آشوریوں اور ان کی طاقت و قوت دیکھنے کا شوق ہوا اسی بنا پر میں بابل سے نینوا کی طرف گیا اور وہاں پر حالات نے کچھ اس قدر تیزی سے پلٹا کھایا کہ مجھے

فی الفور آشوری لشکر میں شامل ہو کر بابل شہر کی طرف کوچ کرنا پڑا اور میں تمہارے باپ اور آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر یا کسی اور آشوری سے آشوریوں کے عقیدے سے متعلق معلومات حاصل نہ کر سکا۔

اے رقیم یہی معلومات اب میں تم سے حاصل کرتا ہوں اور میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ ان آشوریوں کا اللہ کے متعلق کیا خیال ہے یہ اللہ کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے اور اگر اسے مانتے ہیں تو اس پر یہ کس طرح کا ایمان رکھتے ہیں، یوناف کے اس سوال پر جیسن رقیم نے تھوڑی دیر تک غور سے یوناف کی طرف دیکھا پھر وہ بولی اور کہا:

آپ کے اس سوال کا میں یہ جواب دے سکتی ہوں کہ ہم لوگ اللہ کو تسلیم کرنے والے ہیں شاید آپ جانتے ہوں گے کہ آشوری بنیادی طور پر سامی نسل سے تعلق رکھنے والے ہیں اور ان کا تعلق دشتِ حجاز سے ہے کسی دور میں عربوں کا یہ گروہ دشتِ حجاز سے نکل کر شمال کی طرف بڑھ گیا تھا اور یہاں ان علاقوں میں یہی عرب آشوری کہلانے لگے اس لیے کہ جس سردار کی سرکردگی میں انہوں نے دشتِ حجاز سے شمال کے ان علاقوں کی طرف ہجرت کی تھی، اس کا نام آشور تھا اور اسی کی نسبت سے یہ آشوری کہلانے لگے اسی سردار کے نام پر ایک شہر بھی آباد کیا گیا جس کا نام آشور رکھا گیا اور شروع میں آشور نام کا یہی شہر آشوریوں کا مرکزی شہر بنا تھا پھر آہستہ آہستہ اس آشور نے ایک دیوتا کی حیثیت اختیار کر لی اور خدا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس آشور کے بت بنائے گئے اور انہیں دوسری قوموں کے دیوتا ڈل کی جگہ استعمال کیا جانے لگا۔ آشور کے بت کے ساتھ ساتھ ان آشوریوں نے دوسرے سامی بتوں کو بھی اپنے دیوتاؤں میں شامل کر لیا اب آشوریوں کے کئی ایک دیوتا اور دیویاں ہیں اور ان سب کی خوشنودی ان سب کی پرستش کا مقصد صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیم تھوڑی دیر کے لیے رکی پھر وہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہی تھی۔

جہاں تک اللہ کے متعلق ہمارے عقیدے کا سوال ہے تو اللہ ایک اور واحد ہے اور یہ دیوتا تو صرف اس کی رضامندی اور خوشنودی کا ایک ذریعہ ہیں۔ ورنہ اللہ تو وہ ہستی ہے جو خالق ہے مالک اور رازق ہے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رزق کے تمام خزانے اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں جس انسان کو جو کچھ بھی ملتا ہے اللہ ہی کے ہاں سے ملتا ہے مگر اللہ ہر شخص کو رزق اس راستے سے دیتا ہے جس راستے سے وہ خود مانگتا ہو اگر کوئی شخص اپنا رزق حلال راستے سے طلب کرے اور اسی کے لیے کوشش بھی کرے اللہ اس کے لیے حلال راستوں کو کھول دیتا ہے اور جتنی اس کی نیت صادق ہوتی ہے اسی نسبت سے حرام کے راستے اس پر بند کر دیتا ہے علاوہ اس کے جو شخص حرام خوری پر تلا ہوا ہے ہاں اس کے لیے کوشش اور سعی کرتا ہے اس کو خدا کے فضل سے حرام کی روٹی ملتی ہے اور یہ کسی کے بس کی بات نہیں کہ اس کے نصیب میں رزق حلال لکھ دے یہاں تک کہنے کے بعد رقیم پھر رکی تھی اور تھوڑی دیر سانس لینے کے بعد وہ دوبارہ یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ رزق کے ساتھ ساتھ فکر و عمل سے متعلق بھی ہمارا کچھ ایسا ہی عقیدہ ہے فکر و عمل کی جتنی تمام راہیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں کوئی شخص کسی راہ پر بھی اللہ کے اذن اور اس کی توفیق کے بغیر نہیں چل سکتا رہی یہ بات کہ کس طرح انسان کو کس راہ پر چلنے کا اذن ملتا ہے اور کس راہ روی کے اسباب اس کے لیے ہموار کیے جاتے ہیں تو اس کا انحصار بھی سراسر آدمی کی اپنی طلب اور کوشش پر ہے اگر وہ خدا سے لگا ؤ رکھتا ہے۔ سچائی کا طالب ہے اور خالص نیت سے خدا کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ اسی کا اذن اور اسی کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اسی راہ پر چلنے کے اسباب اس کے لیے موافق کرتا ہے اس کے علاوہ جو شخص خود گمراہی کو پسند کرتا ہے اور غلط راستوں پر ہی چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ کی طرف سے اس پر ہدایت کے راستے بند ہو جاتے ہیں اور وہی راہیں اس کے لیے کھول دی جاتی ہیں جن کو اس نے اپنے لیے منتخب کیا ہے ایسے شخص کو غلط سوچنے اور غلط کام کرنے اور غلط راہوں میں اپنی قوتیں صرف کرنے سے بچا لینا کسی کے اختیار میں نہیں اپنے نصیب کی راہ جس نے خود کھودی اور جس سے اللہ نے اس کو محروم کر دیا اس کے لیے یہ گمشدہ نعمت کسی کے ڈھونڈنے سے نہیں مل سکتی۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے اللہ کے متعلق اس کے رزق دینے اور لوگوں کی رہبری اور راہنمائی کے متعلق میں یہاں پر آپ کو یہ بھی بتاتی چلوں کہ چونکہ بنیادی طور پر آشوری عرب ہیں اور ایک عرصے پہلے وہ دشتِ حجاز سے اٹھ کر شمالی علاقوں میں آ کر آباد ہو گئے تھے اور حجاز کی سرزمین کے اندر چونکہ ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ نے وحدانیت کا درس لوگوں کو دیا تھا لہٰذا ہم لوگ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے پیغام اور ان کے راستوں کو پہچاننے والے

لوگ ہیں اور .... وحدانیت کے ساتھ ساتھ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو خدا کے پیغمبر اور نبی کی حیثیت سے بھی ماننے والے ہیں۔ اب آپ مزید پوچھیں کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد جب رقیم خاموش ہوئی تو یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کسی قدر اطمینان اور خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

اے رقیم تم نے اپنی گفتگو سے مجھے مطمئن اور خوش کر دیا ہے مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ تم آشوری لوگ نہ صرف یہ کہ ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اسماعیلؑ کو خدا کا نبی ماننے والے ہو بلکہ تم خدا پر بھی ایمان رکھتے ہو اور خدائی وحدانیت کو بھی تسلیم کرتے ہو اس لیے اب میں آشوریوں میں رہ کر ان کی خدمت کروں گا اگر یہ خدا کو نہ ماننے والے ہوتے تو میں ان کے اندر سے نکل جاتا۔ ہاں رقیم مجھے یہ بات انتہائی ناگوار لگی ہے کہ خدا کو ماننے کے ساتھ ساتھ آشوری دیوتاؤں کی بھی پوجا پاٹ اور پرستش کرتے ہیں جب دینے والا اور عطا کرنے والا اللہ ہے تو ان دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کس حساب میں؟ اس پر رقیم نے پھر بولتے ہوئے کسی قدر تاسف اور افسوس میں کہا یہ دیوی دیوتا اصل میں ہمارے پرانے لوگوں اور قدیم آباؤ اجداد نے بنا رکھے تھے اور اگر ہم ان سے جان بھی چھڑانا چاہیں تو نہیں چھڑا سکتے اس لیے کہ اگر ہم آج ان دیوی دیوتاؤں کو ترک کر دیں تو خود ہمارے ہی لوگ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور آشوری قوم کے اندر وہ تفرقہ اور نفاق پیدا ہو گا کہ آشوری دنوں کے اندر اس دنیا سے نیست اور نابود ہو کر رہ جائیں گے لہٰذا ان دیوی دیوتاؤں کے خلاف نہ تو کچھ کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کے خلاف عملی قدم اٹھایا جا سکتا ہے اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک سوال پوچھوں۔

یوناف نے غور سے رقیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتی ہو؟ اس پر رقیم نے ایک بار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے پیار اور محبت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اس نے کہنا شروع کیا:

آپ نے ابھی یہ کہا ہے کہ اگر آشوری خدا کو ماننے والے نہ ہوتے تو آپ اُن سے نکل کر چلے جاتے اگر میرے ساتھ شادی کے بعد آپ کو یہ پتہ چلتا کہ آشوری خدا کو ماننے والے نہیں ہیں تو کیا آپ مجھے بھی چھوڑ کر چلے جاتے رقیم کے اس سوال پر یوناف کے لبوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اس کی آنکھیں ایک طرح سے چمکنے لگی تھیں پھر اس نے رقیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے رقیم تمہارے ساتھ شادی کے بعد اگر مجھے یہ پتہ چلتا کہ آشوری خدا کو ماننے والے نہیں ہیں تو میں ان کے اندر سے ضرور نکل جاتا لیکن اپنی بیوی کی حیثیت سے تمہیں جہاں بھی جاتا اپنے ساتھ لے کر جاتا اے رقیم کیا ایسے موقع پر تم میرا ساتھ دیتی؟ اور آشوریوں کو چھوڑ کر کیا تم میرے ساتھ روانہ ہو جاتیں اس پر رقیم نے بڑی جرأت مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑے وثوق کے ساتھ کہا:

اگر میرے ساتھ شادی کے بعد آپ یہاں سے جانا چاہتے تو یقیناً میں آپ کی خاطر اپنے ماں باپ ہی نہیں بلکہ پوری آشوری قوم کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ روانہ ہو جاتی اور میں مزید آپ سے یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ یہاں تک کہتے کہتے رقیم اچانک خاموش ہو گئی کیونکہ کمرے میں اس کا باپ تنگلت پلاسر اور ماں آفورہ داخل ہوئے تھے۔ آفورہ آگے بڑھ کر رقیم کے پاس پلنگ پر جا بیٹھی جبکہ تنگلت پلاسر یوناف کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس کمرے میں خاموشی طاری رہی اس کے بعد تنگلت پلاسر نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے یوناف میرے بیٹے اب جبکہ ہم نے بابل شہر کو فتح کر کے کاسی قوم کی حکومت کا خاتمہ کر دیا ہے تو میرا ارادہ ہے کہ کاسی حکومت کے تحت جو دوسرے بڑے شہر تھے انہیں بھی فتح کر کے کاسیوں کی حکومت پر مکمل طور پر قبضہ کر لیا جائے تو بابل کے علاوہ کاسی حکومت کے جو دوسرے بڑے بڑے شہر ہیں وہ نپور، لارسک اور اُر ہیں۔ دریائے فرات کے کنارے کنارے بابل سے نکل کر اگر جنوب کی طرف جایا جائے تو پہلے نپور شہر آتا ہے پھر لارسک اور اس کے بعد اُر شہر آتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ چند دن تک بابل شہر میں قیام کر کے بابل کے نظم و ضبط کو درست کیا جائے اس کے بعد اپنی طرف سے یہاں پر ایک حکمران مقرر کر دیا جائے اور اس کے بعد آشوری لشکر کو لے کر ہم بابل سے نپور اور نپور کو فتح کرنے کے بعد لارسک پر حملہ کیا جائے۔ لارسک کو زیر کرنے کے بعد اُر شہر کا محاصرہ کیا جائے اور یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اُر شہر وہی شہر ہے جہاں اللہ کے نبی ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے اسی شہر کے اندر نمرود نے آپ کو آگ کے بہت بڑے الاؤ میں ڈالا تھا اور اسی شہر کے اندر اللہ پاک نے انہیں آگ سے نجات دی تھی اور پھر اس شہر سے ہجرت کر کے ارض شام کی طرف روانہ ہو گئے تھے ان تینوں شہروں کو فتح کرنے کے بعد کاسیوں کی ساری حکومت ہمارے تسلط میں آجائے گی اور جنوب میں بحیرہ عرب تک نہ صرف یہ کہ آشوریوں کی حکومت

ہو جائے گی بلکہ اس طرف سے آشوریوں کو کسی حملہ آور کا خوف نہ رہے گا اور یہ شہر فتح کرنے کے بعد ہماری سلطنت کی سرحدیں عیلام کی سلطنت سے جا ملیں گی۔ اب میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو تجویز میں نے پیش کی ہے اس سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

تگلت پلاسر کے اس سوال پر یوناف تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا پھر تگلت پلاسر کو جواب دیتے ہوئے اس نے کہا یہ جو سوال آپ نے مجھ سے پوچھا ہے یہ سوال تو آپ نے سب سے پہلے رقیم سے کرنا چاہیے تھا اس لیے اب تک رقیم کی پرورش بیٹی کی حیثیت سے نہیں ایک بیٹے کی حیثیت سے کی ہے لہذا یہ سوال مجھ سے پوچھنے کے بجائے آپ کو رقیم سے پوچھنا چاہیے تھا۔ یوناف کے اس جواب پر تگلت پلاسر تھوڑی دیر تک قہقہہ مار کر ہنستا رہا اس موقع پر رقیم اور اس کی ماں آفورہ کھل کر ہنستی تھیں پھر تگلت پلاسر سنبھلا اور یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یوناف تمہارا یہ جواب بہت عمدہ ہے اور اس موقع پر میں یہ کہوں کہ رقیم اس وقت تک میرے ساتھ ایک بیٹے کی حیثیت سے کام کرتی رہی جب تک اس کی شادی نہیں ہوئی تھی اب جب کہ تمہارے ساتھ اس کی شادی ہو چکی ہے اور تم اس کے شوہر ہو تو اب شادی کے بعد اس کی حیثیت میرے ہاں ایک بیٹی کی اور تمہاری حیثیت بیٹے کی ہے لہذا بیٹے کے ہوتے ہوئے میں بیٹی سے مشورہ کیسے کر سکتا۔ اے یوناف میرے بیٹے اب رقیم کی حیثیت ایک بیٹی کی اور تمہاری ایک بیٹے کی حیثیت ہے لہذا اس موقع پر میں بیٹے ہی سے مشورہ کروں گا سو میں نے جو تم سے مشورہ طلب کیا ہے اس سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

یوناف نے گردن جھکا کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچا پھر تگلت پلاسر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

آپ نے جو ارادہ کیا ہے میں اس سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں اب جب کہ رقیم کے ساتھ میری شادی ہو چکی ہے اور آپ کے ساتھ میرا ایک مضبوط رشتہ استوار ہوا ہے۔ تو میں ہر اس موقع پر آپ کا ساتھ دوں گا ہر دشمن اور ہر حریف کے مقابلہ میں آپ کے ایک نقیب کی حیثیت سے کام کروں گا اور میں آپ پر ثابت کروں گا کہ ہم لوگ بڑی سے بڑی قوت کو اپنے سامنے زیر کر لینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ میں بھی آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ چند روز تک بابل میں قیام کرنے کے بعد بابل سے کوچ کر کے نپور شہر پر حملہ کیا جائے۔ نپور کے بعد اُرک

اور اُر شہر پر بھی حملہ آور ہو کر ان دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا جائے اس طرح سے بابل کی پوری سلطنت آشوریوں کے قبضے میں آ جائے گی اور جنوب میں بحیرہ عرب تک آشوریوں کی حکومت ہو جائے گی اور یوں جنوب کی طرف سے آشوریوں پر کسی دشمن کے حملہ آور ہونے کی کوئی امید نہ رہے گی اس کے ساتھ تگلت پلاسر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا:

اے یوناف میرے بیٹے اب تم دونوں میاں بیوی آرام کرو۔ میں اور آفورہ جاتے ہیں اب میں آج سے چند روز تک بابل کے نظم و ضبط درست کرنے میں مصروف رہتا ہوں اور اس کے بعد ہم بابل سے نپور شہر کی طرف کوچ کریں گے۔ تگلت پلاسر جب اٹھ کھڑا ہوا تو اس کی طرف دیکھتے ہوئے آفورہ بھی اٹھ گئی تھی پھر وہ دونوں میاں بیوی اس کمرے سے باہر نکل گئے تھے۔

○

اپنی شادی کے دوسرے روز یوناف شام سے کچھ پہلے دریائے فرات کے کنارے شماش دیوتا کے اس قدیم معبد میں داخل ہوا جسے یافان نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا اس معبد میں داخل ہونے سے پہلے یوناف نے اپنے ہاتھوں میں تین چار پتھر اٹھا لیے تھے اور جب وہ اس قدیم اور پرانی عمارت کے دروازے پر گیا تو اندر سے سر سے پاؤں تک اپنے آپ کو سیاہ عبا میں ڈھانکے یافان نمودار ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی نیلی دھند کی قوتیں بھی تھیں یوناف کو اس عمارت کے دروازے پر دیکھ کر نیلی دھند کی قوتیں آہستہ آہستہ دھوئیں کی طرح پھیلنی بکھرنی شروع ہوئیں یوناف کی طرف بڑھنے لگیں تھیں اور ان کے اندر شیطانی قوتیں اپنے مکروہ عزائم اور اپنے بھیانک چہروں کو لیے طرح طرح کی آوازیں نکالتی ہوئی ایک گہری نیلی دھند کی صورت میں یوناف سے قریب تر ہونے لگی تھی اس موقع پر اس دھند اور اس کے اندر حرکت کرتے شیطانی عناصر کی حالت سے یوں پتہ چلتا تھا جیسے وہ آگے بڑھ کر یوناف پر حملہ آور ہوں گے اور آسیب زدہ، بکھر فنا، وقت کی گردش، سوگ کا عصا بن کر یوناف پر ظلمت کی گہرائیاں اور جانکنی کے لمحات طاری کر دیں گی اس موقع پر ان شیطانی قوتوں کی قہر آلود نگاہوں کے اندر ایک ہولناک آتش فشانی اور ان کے بنجر کھیت اور ویران بستیوں جیسے ہولناک چہروں پر موت کے ان گنت بخارات تھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے نفرت کے زہر سے حملہ آور ہو کر یوناف کو برباد اور ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیں گی۔

لیکن جب وہ قوتیں بڑی تیزی کے ساتھ یوناف کی طرف بڑھیں تو یافان نے فضا کے اندر اپنا ہاتھ بلند کرتے ہوئے نیلی دھند آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اس موقع پر یوناف نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ایک پتھر پر اپنا کوئی عمل کیا اور جونہی اس پتھر کو اس نے نیلی دھند کے اندر پھینکا تو نیلی دھند کی قوتیں بُری طرح چیخ دبکا راور اضطراب و کرب کا اظہار کرتی ہوئیں یافان کی پشت کی طرف سمٹ گئی تھیں۔ اتنی دیر تک شماش دیوتا کے معبد کی اس قدیم عمارت کے اندر سے یافان کی بیٹی اریشیا بھی نکل آئی تھی اور وہ یافان کے پہلو میں کھڑی ہو کر بڑی حیرت اور پریشانی کی حالت میں یافان کے سامنے کھڑے یوناف کی طرف دیکھنے لگی تھی اس موقع پر یافان نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا؛

اے میرے قدیم اور پرانے دشمن اب تو اس کھوئی بسری اور پرانی دیمک زدہ عمارت کے اندر کیا لینے آیا ہے اس سوال پر یوناف نے تھوڑی دیر کے لیے باری باری یافان اور پھر اریشیا کی طرف دیکھا اس کے بعد اس نے یافان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا؛

اے یافان میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ میں آشوریوں کے اس لشکر میں شامل ہوں جس نے بابل پر حملہ آور ہو کر بابل شہر کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔ اے یافان اس موقع پر اگر میں تیرے خلاف کوئی انتقامی کارروائی کرنا چاہتا تو اس کے لیے میرے پاس معقول بہانہ تھا اور میں تمہیں شماش دیوتا کی اس قدیم عمارت سے باہر نکال دیتا لیکن تو دیکھتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا تیری طرح میں نے وحشی سوار کی طرح الم انگیزی، جنگلی باشندے کی طرح خواہشوں کی گندگی اور بوڑھی نفس انسان کی طرح روح کی ذلت سے کام لیتے ہوئے تجھ سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ اے یافان اب بھی وقت ہے بُرائی اور بدی سے باز آجاؤ۔ نیکی کی طرف مائل ہو جاؤ اور نیکی کی طرف مائل ہونے سے اگر یہ شیطانی عناصر تیرا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں اور تجھے زمین میں دفن ہو جانا پڑتا ہے تو نیکی کی خاطر تو ایسا بھی کر گذر آخر تو کب تک بدی کے ان عناصر کا سہارا لے کر اپنے جسم کے ڈھانچے کو گھسیٹتا رہے گا۔

اے یافان اس اللہ سے ڈرو اپنے اس رب سے خوف کھاؤ جسے اگرچہ تم دیکھ نہیں سکتے اور نہ اپنے حواس سے اس کو محسوس کر سکتے ہو لیکن یہ خیال نہ کرو کہ وہ تم سے دُور ہے نہیں وہ اپنے ہر بندے سے اتنا قریب ہے کہ جب اور جس وقت کوئی چاہے تو اس سے عرض و گزارش کر سکتا ہے اور ہاں دل ہی دل میں جو کوئی اس سے گزارش کرتا ہے اسے بھی وہ سُن لیتا ہے اور صرف سنتا ہی نہیں فیصلہ بھی صادر فرماتا ہے۔

اے یافان تیری طرح لوگ جن بے حقیقت اور بے اختیار ہستیوں کو اپنی نادانی سے الٰہ اور ربّ قرار دیتے ہیں ان کے پاس تو تمہیں دوڑ دوڑ کر جانا پڑتا ہے اور پھر بھی وہ تمہاری شنوائی نہیں کر سکتے اور نہ ان میں طاقت ہے کہ تمہاری درخواست پر کوئی فیصلہ صادر کر سکیں مگر اللہ جو اس کائنات کا فرمانروا ہے مطلق ہے تمام اختیارات اور تمام طاقتوں کا مالک ہے وہ اپنے بندوں سے اس قدر قریب ہے کہ بندہ بغیر کسی واسطے بغیر کسی وسیلے اور بغیر کسی سفارش کے براہ راست اور ہر وقت ہر جگہ اسے پکار اور اس سے مانگ سکتا ہے لہٰذا اے یوناف تو اپنی نادانی اور حماقت کو چھوڑ اور یہ جو شیطانی قوتوں کے ساتھ در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے اس کو چھوڑ دے اپنے ربّ کے اس پیغام پر لبیک کہہ جو اس نے اپنے سارے پیغمبروں کے ذریعے سے بنی نوع انسان تک پہنچایا۔

اے یافان اصل زندگی اور انسان کے لیے صحیح راستہ یہی ہے کہ ایک خدا کو الٰہ اور ربّ مانا جائے اللہ کی ذات، صفات، اختیارات اور حقوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا جائے اللہ کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ سمجھتے ہوئے آخرت پر ایمان لایا جائے اور ان اصولوں اور کلیات کے مطابق زندگی بسر کی جائے جن کی تعلیم اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعے سے دی ہے یہی دین تمام انسانوں کو اوّل یوم پیدائش سے دیا گیا تھا بعد میں جتنے مختلف مذاہب بنے وہ سب کے سب اسی طرح بنے کہ مختلف زمانے کے لوگوں نے اپنے ذہن کی غلط روش سے یا خواہشات نفس کے غلبہ سے یا عقیدت کے غلو سے اس دین کو بدلا اور اس میں نئی نئی باتیں ملائیں۔ اور مزید یہ کہ اس کے حقائق میں اپنے نفس کے احساس اور فلسفوں کی کمی دلچسپی اور ترمیم اور تحریک کی اس کے احکامات میں اضافے کیے خود ساختہ قوانین بنائے جزیات میں خرابیاں پیدا کر کے اختلافات کو ہوا دی۔ اہم کو غیر اہم اور غیر اہم کو اہم بنایا اس کے لانے والے انبیاء اور اس کے علمبردار بزرگوں میں سے کسی کی عقیدت میں غلو کیا اور کسی کو نفرت اور مخالفت کا نشانہ بنایا اس طرح بے شمار مذاہب اور فرقے بنتے چلے گئے اور ہر مذہب اور ہر فرقے کی پیدائش نوع انسانی کو مزید گروہوں میں تقسیم کرتی چلی گئی لہٰذا اے یافان میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس راستے کو اپناؤ اس دین کو قبول کر و جو اللہ نے اپنے رسولوں کے ذریعے سے بندوں کی رہنمائی کے لیے نازل کیا ہے یہاں تک کہنے کے بعد یوناف تھوڑی دیر کے لیے رُکا پھر اس نے یافان کی نیلی دھند کی قوتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے ابلیس کے گماشتو! اے شیطانی قوتو! کب تک تم اس یافان کے ڈھانچے کو اپنے

ساتھ گھسیٹتے پھرو گی، کیوں اس یافان کے ڈھانچے سے طرح طرح کے گناہ اور بدیاں کرا کر تم لوگ اپنی تقدیر کو سیاہ اور اپنے اعمال نامے کو گندہ کرتے چلے جا رہے ہو۔ اپنے رب کے خوف سے بچنے کی کوشش کرو جس کے سامنے تم نے ایک روز حاضر ہو کر اپنے سارے اعمال کا حساب دینا ہوگا اس روز نہ یہ یافان تمہیں بچا سکے گا اور نہ تم یافان کے کسی کام آسکو گے۔ اس روز خدا کے حضور تم اپنے آپ کو بدترین اور کمزور ترین شے تصور کر رہے ہو گے لہذا قبل اس کے کہ تم وہ وقت دیکھو کہ تم ایک بھیانک مجرم کی حیثیت سے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہو اور تمہیں دھکیلتے ہوئے جہنم کی طرف لے جایا جائے۔ اب بھی وقت ہے اس یافان کے ڈھانچے کو زمین کے اندر دفن کر دو اپنے رب سے توبہ کرو۔ اپنے رب سے استغفار کرو۔ ماضی میں جو تم سے گناہ ہوئے ان سے تائب ہو کر آئندہ نہ ایسا کرنے کا عہد کر کے نیکی کی زندگی کو اپنا لو، اسی میں تمہاری بہتری اور اسی میں تمہاری فلاح ہو گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا تھا یوناف کے خاموش ہونے پر ارلیشیا نے انتہائی غصے اور غضبناکی میں اُسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم کون ہو اور کیوں بار بار میرے باپ کو تنگ کرنے یہاں آجاتے ہو۔ پچھلی بار تم اس قدیم معبد میں داخل ہوئے تو تم نے میرے باپ کو اس قیمتی اور سود مند سحر سے محروم کر دیا تھا، جو میرے باپ نے بڑی محنت اور بڑی قوت اور کوششوں کے بعد حاصل کیا تھا۔

اے اجنبی بتا اس سحر کو تو نے کہاں ڈالا اسے تو نے کہاں چھپا دیا ہے، میرے باپ کی ان نیلی دھند کی قوتوں نے اس سحر کو بہت تلاش کیا لیکن وہ انہیں نہیں ملا لہذا تو ہمیں بتا کہ تو نے اس سحر کو کہاں رکھ دیا ہے اور اگر تو نے ایسا نہیں کیا تو پھر سن رکھو یہ نیلی دھند کی ہولناک قوتیں تم پر حملہ آور ہوں گی اور تم یہاں سے بچ کر نہ جا سکو گے۔ اگر ہمیں وہ قیمتی سحر نہ ملا تو تم یہاں اس قدیم عمارت کے اندر اپنی قیمتی جان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ ارلیشیا کے خاموش ہونے پر یوناف نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور پھر اس نے ارلیشیا کو مخاطب کر تے ہوئے کہا،

اے لڑکی لگتا ہے کہ اس یافان کا سیاہ رنگ و روغن تیری ذات پر بھی چڑھ گیا ہے تو کیوں اپنے آپ کو بدی اور گناہ میں ملوث کرتی ہے کیوں اس یافان کا ساتھ دیتی ہے اور کیوں اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بناتی ہے اگر تو یہ خیال کرتی ہے کہ میں کوئی عام انسان ہوں اور نیلی دھند کی یہ قوتیں مجھ پر حملہ ہو کر مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں تو یہ تمہارا

فریب اور تمہاری غلط فہمی ہے، میری حقیقت اس یافان سے پوچھنا اس کی یہ جو ڈھانچہ نما حالت ہے یہ بھی میں نے ہی اس کی کی تھی اور جن نیلی دھند کی قوتوں کی تو مجھے دھمکی دیتی ہو۔ یہ یافان جانتا ہے کہ میں جب اور جس وقت چاہوں نیلی دھند کے اندر کام کرنے والی شیطانی قوتوں کی ساری طاقت اور ان کی ساری قوت کے پرخچے اڑا کر رکھ دوں۔ اے لڑکی یہ دشمنی یہ عداوت یہ نیکی بدی کا ٹکراؤ میرے اور یافان کے درمیان ہے تو بیچ میں نہ آ ورنہ تو یونہی خواہ مخواہ ماری جائے گی، اس موقع پر یافان نے اپنا ہڈیوں پر مشتمل ہاتھ ہوا میں بلند کر کے ارلیشیا کے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر اس نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائے بغیر یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے نیکی کے نمائندے آخر تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

یافان کے اس استفسار پر یوناف نے تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھا پھر اسے مخاطب کر کے وہ بولا اور کہا:

اے یافان میں تجھے تمہاری بدیوں اور تمہارے گناہوں سے آگاہ کرنے اور نیکی کا راستہ بتانے کے لیے آیا تھا سو ایسا کر کے میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔ اے یافان تو کب تک اپنی بیٹی ارلیشیا کی محبت کی خاطر اور دن کی لڑکیوں کو اٹھا کر انہیں ارلیشیا کا روپ دیتا رہے گا اور اپنے لیے سکون اور اطمینان فراہم کرتا رہے گا تو اس کام کو بند کر دے ورنہ میں تیرے اس کام کے خلاف بھی حرکت میں آؤں گا اور کسی بھی لڑکی کو تیرے جنگل میں پھنسنے نہ دوں گا۔ اے یافان میں اب جاتا ہوں کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اس کے ساتھ ہی یوناف وہاں سے ہٹ گیا یوناف کے جانے کے بعد حسین ارلیشیا نے یافان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اے میرے باپ یہ جوان جو ابھی آپ کے سامنے کھڑا ناقابل برداشت گفتگو کر رہا تھا اور جس نے آپ کی نیلی دھند کی قوتوں کو بھی ڈرا دھمکا کر آپ کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کر دیا تھا آخر یہ کون ہے آپ کیوں اس کے خلاف حرکت میں نہیں آتے اور یہ دوسری بار یہاں آیا ہے اور دونوں بار میں نے دیکھا ہے کہ آپ اس کے سامنے دبے دبے اور بے بس سے لگتے ہیں ارلیشیا کی اس گفتگو پر یافان نے تھوڑی دیر کے لیے خاموشی اختیار کیے رکھی پھر اس نے پیار سے اپنا ہڈیوں پر مشتمل ہاتھ ارلیشیا کے سر پر رکھتے ہوئے کہا:

اے میری بیٹی یہ جوان جو ابھی مجھ سے جھگڑا کر کے گیا ہے اس کا نام یوناف ہے یہ کوئی عام انسان نہیں یہ بہت بڑا دراز دست اور بے شمار سری قوتوں کا مالک ہے

بس تم یوں جانو کہ یہ آدم کے وقت سے زندہ ہے اور نہ جانے کب تک مزید زندہ رہے گا یہ وہ شخص ہے جو کئی بار اپنے سامنے سے عزازیل یعنی شیطان کو بھی بھا گنے پہ مجبور کر چکا ہے کبھی یہ بھی عام لوگوں کی طرح ایک زندہ انسان تھا پر اس شخص نے اپنی قوتوں کو میرے خلاف استعمال کر کے مجھے ہڈیوں کے اس موجودہ ڈھانچے میں تبدیل کر دیا اور یہ جو میری نیلی دھند کی قوتیں ہیں ان پر بھی یہ قابو پا نے اور عبور حاصل کرنے کا فن جانتا ہے یہ بے شمار قوتوں کا مالک انسان ہے اسی بنا پہ تو نے دیکھا کہ میں نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی بہر حال اب جب کہ وہ جا چکا ہے تو اس سے ہونے والی گفتگو کو فراموش کر دو۔ آؤ اب دونوں باپ بیٹی اپنے کمرے میں جا کر آرام کریں اور اس کے ساتھ ہی یافان اور ارتیشا شماش دیوتا کے اس قدیم معبد کی عمارت کے دوسرے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔

یافان سے گفتگو کرنے کے بعد یوناف شماش دیوتا کے اس معبد کی قدیم عمارت سے تھوڑا ہی دور گیا تھا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پہ اپنا ریشمیں لمس دیا اور اس کے ساتھ ہی یوناف کی سماعت سے ابلیکا کی مترنم اور شہد بھری آواز ٹکرائی۔ اے یوناف میرے حبیب میں تمہیں آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کی بیٹی رتیم سے شادی کرنے پہ مبارک باد دیتی ہوں میں اس لڑکی کو دیکھ چکی ہوں وہ واقعی انتہا درجہ کی پرکشش اور خوبصورت ہے۔ میری غیر موجودگی میں تم نے ایک بہترین فیصلہ کیا ہے اور ایک عمدہ قدم اٹھایا ہے۔ ابلیکا جب خاموش ہوئی تو یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا؛

اے ابلیکا تو کہاں چلی گئی تھی مجھے شادی کئے تو آج دو روز ہو چکے ہیں اس دوران میں نے تمہارا بہت انتظار کیا کہ شاید تم مجھے اس شادی پہ مبارک باد دو گی یا اس شادی پر اپنے خیالات کا اظہار کرو گی لیکن اس دوران تم نے کوئی لمس نہ دیا اس سے میں نے بھی یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ تم ضرور کسی مہم پہ نکلی ہوئی ہو لہذا میں نے بھی تمہیں نہیں پکارا، اس لیے کہ میں چاہتا تھا کہ جس مہم پہ تم نکلی ہو اس کو مکمل کرنے کے بعد ہی تم میری طرف لوٹو اور آپ سے آپ میری گردن پہ لمس دے کر اپنی موجودگی کا اظہار کرو یہاں تک کہنے کے بعد یوناف تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اس نے دوبارہ ابلیکا کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اے ابلیکا اب بتاؤ تم کہاں چلی گئی تھی اور تم اس وقت کہاں سے لوٹ رہی ہو اس پہ ابلیکا نے مسکراتی اور رنگ بکھیرتی ہوئی آواز میں کہا:

اے یوناف میرے حبیب بابل سے نینوا کی طرف جانے کے بعد جس وقت تم نے نینوا شہر سے باہر ایک سرائے میں قیام کیا تھا میں اس وقت ہی تم سے علیحدہ ہو کر ایک نئی سرزمین کی طرف چلی گئی تھی میں چاہتی تھی کہ اس سرزمین سے تمہارے لیے مفید معلومات حاصل کروں۔ ابلیکا کی یہ گفتگو سن کر یوناف نے بیچ میں لب لیتے ہوئے اور بڑی بے تابی سے اور بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابلیکا سے پوچھا۔

اے ابلیکا تو کون سی نئی سرزمینوں کی طرف چلی گئی تھی اور ان سرزمینوں سے متعلق تو کون سی اور کیسی تفصیلات حاصل کر کے لوٹی ہے یوناف کے اس سوال پہ ابلیکا کہہ رہی تھی؛

اے یوناف میرے حبیب میں چین کی طرف چلی گئی تھی اور وہاں سے میں تمہارے لیے بے حد مفید اور سود مند اطلاعات لے کر لوٹی ہوں میں چاہتی ہوں کہ بابل سے نکل کر اب تم بھی چین کا رخ کرو اور وہاں پہ ہم دونوں نیکی اور بدی کے تناظر میں اپنا کردار ادا کریں سنو یوناف میں چین کے مرکزی شہر چینگ چو سے ہو کر آ رہی ہوں چین پر اس وقت شینگ نام کا ایک خاندان حکمران ہے اور اس خاندان کا ایک فرد کہ جس کا نام وین ہے وہ اس وقت چین کا بادشاہ ہے ان لوگوں کا مرکزی شہر بہت خوبصورت ہے اور وہاں ان علاقوں کے لیے مختلف قسم اور سائز کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ ایک خدا پہ بھی ایمان رکھتے ہیں اور خدا کو اپنی زبان میں یہ لوگ شینگ تی کہہ کر پکارتے ہیں ہاں ان لوگوں میں ایک اور خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ یہ اپنے بادشاہ کو اس کے نام سے یا بادشاہ کہہ کر نہیں پکارتے بلکہ یہ بادشاہ کو تی امیترد کہہ کر مخاطب کرتے ہیں یہ تی امیترد کا لفظ ان کی اپنی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں جنت کا بیٹا تو گویا جو شخص ان کا بادشاہ بنتا ہے اسے وہ جنت کا بیٹا یعنی تی امیترد کہہ کر پکارنے لگتے ہیں۔ اے یوناف میرے حبیب تم کب تک ان سرزمینوں کی طرف جانے کے لیے تیار ہو جاؤ گے میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ان سرزمینوں میں داخل ہونے کے بعد وہاں کے حالات وہاں کے مناظر وہاں کے لوگوں کو دیکھ کر تم یقیناً خوش ہو جاؤ گے۔ ابلیکا کی اس گفتگو کے جواب میں یوناف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا۔

اے ابلیکا میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے چین جیسی دور دراز کی سرزمین سے متعلق اس قدر معلومات فراہم کی ہیں بہر حال میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تگلت پلاسر نے

جو کاسیوں کی سلطنت کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے اس مہم کی تکمیل کے بعد میں ضرور چین کی طرف جاؤں گا اور وہاں کچھ عرصہ رہ کر وہاں کے حالات کا جائزہ لوں گا۔

تھوڑی دیر رک کر یوناف پھر ابلیکا کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔ اے ابلیکا تو دیکھتی ہے کہ ہم بابل شہر کو فتح کر چکے ہیں اب ہمارے سامنے اس کاسی سلطنت کے تین بڑے شہر ہیں ایک لارسک دوسرا نیور اور تیسرا اُر بابل سے نکل کر اب ہم نیور پر حملہ آور ہوں گے اس کے بعد لارسک اور اُر کا نمبر آئے گا اس موقع پر ابلیکا نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ کیا یہ وہی اُر شہر ہے جو اللہ کے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کا جائے پیدائش تھا اس پر یوناف نے اپنے سر کو ہلاتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے کہا:

ہاں یہ وہی اُر شہر ہے۔ یوناف کا یہ جواب سنکر ابلیکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اب تم اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ اور بابل شہر میں اپنی بیوی رقیم کے پاس جا کر نمودار ہو اس لیے کہ وہ بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہی ہو گی اس کے ساتھ ہی یوناف نے مسکراتے ہوئے اپنی سری قوتوں سے کام لیا اور وہاں سے وہ روپوش ہو گیا تھا۔

تنگلت پلاسر نے چند یوم تک بابل میں قیام کر کے شہر کا نظم و نسق درست کیا پھر اپنا ایک حاکم اس شہر پر مقرر کیا اس کے بعد وہ اپنے لشکر کو ساتھ لے کر بابل شہر سے کاسیوں کے دوسرے بڑے شہر نیور کی طرف کوچ کر گیا تھا اس لشکر میں یوناف اور رقیم دونوں میاں بیوی دو سالاروں کی حیثیت سے تنگلت پلاسر کے ساتھ تھے۔

نیور شہر پہنچ کر آشوریوں کے بادشاہ تنگلت پلاسر نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر سے باہر پڑاؤ کیا اور پھر یوناف کے مشورے کے مطابق اس نے جنگل سے ایک بہت بڑے اور قدیم درخت کو کاٹا اس درخت کے لمبے اور خوب موٹے اور مضبوط تنے کو اس نے ایک جنگی رتھ کے اندر بڑی مضبوطی کے ساتھ باندھ دیا اور پھر جنگی رتھ کے آگے اَن گنت گھوڑے جوت دیئے گئے اور ان گھوڑوں کو نیور شہر کی فصیل کے دروازے کی طرف تیزی سے بھگاتے ہوئے جنگی رتھ کے اندر رکھے ہوئے موٹے اور لمبے تنے کی ضربیں شہر پناہ کے دروازے پر لگا کر دروازے کو توڑ دیا گیا اس طرح تنگلت پلاسر نیور شہر کے دروازے کو توڑ کر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ شہر کے محافظ لشکر کو.. اس نے تہ تیغ کر دیا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔

بابل کے بعد نیور پر بھی اپنا حاکم مقرر کرنے کے بعد تنگلت پلاسر اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جس طریقے سے اس نے نیور شہر کو فتح کیا تھا ایسے اس نے لارسک شہر کو بھی فتح کر لیا اور لارسک پر بھی اپنا حاکم مقرر کرنے کے بعد تنگلت پلاسر اُر شہر کی طرف بڑھا جس طریقہ سے اس نے نیور اور لارسک شہر کو فتح کیا تھا اسی طرح اس نے ایک بڑے درخت کی تنے کی ضربیں شہر پناہ کے دروازے پر لگا کر شہر پناہ کے دروازے کو توڑ دیا اور یوں اس نے اُر شہر پر بھی قبضہ کر لیا تھا اب گویا تنگلت پلاسر نے بحیرہ عرب تک اپنی فتوحات کو وسیع کر لیا تھا اور اس سرزمین تک اس نے قبضہ کر لیا تھا پھر اپنی ان فتوحات کی خوشیاں منانے کے لیے اس نے اپنے لشکر کے ساتھ اُر شہر سے باہر خمیور کے شہر میں پڑاؤ کر لیا تھا۔

○

بابل شہر سے باہر شماشس دیوتا کے معبد کی قدیم عمارت میں ایک روز صبح ہی صبح یافان بڑی تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوا جسے ارلیشیا کی خواب گاہ کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ارلیشیا اس وقت اپنی اس خواب گاہ میں بیٹھی کوئی کپڑا سی رہی تھی کہ یافان تیزی سے اس کمرے میں داخل ہوا یافان کو اس قدر تیزی اور اس حالت میں داخل ہوتے دیکھ کر ارلیشیا اپنی جگہ پر کھڑی ہو گئی تھی اور قبل اس کے کہ وہ یافان سے کچھ پوچھتی یافان نے خود ہی اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا

اے میری بیٹی میری نیلی دھند کی قوتوں نے ابھی ابھی اطلاع دی ہے کہ عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس معبد کی عمارت میں داخل ہونے والا ہے۔ لہذا آؤ دونوں باپ بیٹی اس معبد سے باہر نکل کر عزازیل اور اس کے ساتھیوں کا استقبال کریں۔ یافان کی اس گفتگو پر ارلیشیا نے کسی قدر حیرت سے یافان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اے میرے باپ یہ عزازیل کون ہے اور آپ کیوں اس کا استقبال اس معبد سے باہر نکل کر کرنا چاہتے ہیں۔

یافان نے بڑے پیار سے ارلیشیا کو سمجھانے کے انداز میں کہا اے میری بیٹی یہ عزازیل وہی ہے جسے ہم ابلیس اور شیطان کہہ کے پکارتے ہیں یہ وہی ہے جس نے خداوند کے کہنے پر آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ بہت بڑی قوتوں کا مالک ہے اور کبھی اس کے میرے عمدہ اور گہرے مراسم تھے۔ بیچ میں ہم دونوں کے تعلقات میں ایک خلیج حائل ہو گئی تھی۔ لیکن اب میں پھر ان کے ساتھ اپنے تعلقات استوار کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ اب میں سمجھتا ہوں میرے اور تمہارے لیے یوناف کی طرف سے خطرات بڑھ گئے ہیں اور

یوناف کا مقابلہ کرنے کے لیے عزازیل کی مدد اور حمایت ہمارے لیے انتہائی سودمند اور نفع بخش ہو گی۔ لہذا اے میری بیٹی آؤ اور اس معبد کی عمارت سے باہر نکل کر عزازیل اور ان کے ساتھیوں کا استقبال کریں۔ اریشیا شاید یافان کی بات سمجھ گئی تھی ہاتھ میں پکڑا ہوا کپڑا اور سوئی اس نے ایک طرف رکھ دیئے اور پھر وہ چپ چاپ یافان کے ساتھ ہو لی۔ دونوں باپ بیٹی جب اس معبد کی عمارت سے باہر آئے تو انہوں نے دیکھا ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر عزازیل ان کی طرف آ رہا تھا اور اس موقع پر عزازیل کے ساتھ عارب، بیوسا نبیطہ اور کوزن نام کا وہ جن بھی تھا جو کسی دور میں سلیمان کے ایک مشیر اور ماتحت کی حیثیت سے کام کرتا رہا تھا۔

عزازیل جب اپنے ساتھیوں کے ساتھ قریب آیا تو یافان نے اریشیا کے ساتھ آگے بڑھ کر بڑی گرمجوشی سے ان سب کا استقبال کیا پھر ان سب کو عمارت کے اندر لایا اور اپنے کمرۂ خاص میں بٹھاتے ہوئے اس نے بڑے احترام اور عقیدت کے ساتھ عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے عزازیل ایک عرصے بعد آج تم میری طرف آئے ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ آنا بے مقصد نہ ہو گا یافان کے اس سوال پر عزازیل تھوڑی دیر کے لیے مکارانہ اور عیارانہ ہنسی ہنستا رہا پھر اس نے یافان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یافان میرے کارکنوں نے مجھے خبر دی تھی کہ تم نے امحوتپ کے اس سحر پر قبضہ کر لیا تھا جسے میں نے مصر کے اہرام کے اندر سے نکال کر دریائے نیل میں پھینک دیا تھا اور مجھے یہ بھی خبر ملی کہ اس سحر کو تم حرکت میں لے آئے تھے اور یہ کہ اچانک یہاں یوناف نمودار ہوا اور اس نے تم سے وہ سحر چھین کر نہ جانے کہاں ضائع کر دیا ہے۔ اے یافان میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ یہ یوناف نیکی کا نمائندہ ہے اور وہ کبھی بھی تیرے لیے مخلص اور سودمند ثابت نہیں ہو سکتا اس لیے کہ تیری اور اس کی راہیں جدا جدا ہیں لہذا میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ تو اس یوناف کے خلاف ہمارا ساتھ دے تاکہ ہم سب مل کر اسے اذیت پہ اذیت پہنچاتے رہیں اس عزازیل کی اس گفتگو پر یافان نے بڑی خوش طبعی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اے عزازیل اس یوناف نے واقعی میرے ساتھ ظلم اور ستم کیا ہے اس نے مجھ سے امحوتپ کا وہ طلسم چھین کر نہ جانے کہاں ضائع کر دیا ہے اور اے عزازیل میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اب پوری طرح تمہارا ساتھ دوں گا اور جو کارروائی بھی تم اس یوناف کے خلاف کرو گے میں اور میری بیٹی اریشیا اس کارروائی میں بڑی سرگرمی اور تندہی سے کام کریں گے۔

یافان کا یہ جواب سن کر عزازیل خوش ہوا تھا اور اس نے دوبارہ یافان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے یافان مجھے خوشی ہوئی کہ تم ہماری طرف لوٹ آئے ہو اور ہمارے ساتھ کام کرنے پر رضامند ہو۔ سنو جیسا کہ تم جانتے ہو گے کہ اس یوناف نے آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کی بیٹی رقیم سے شادی کر لی ہے لہذا میں نے اس یوناف کے ساتھ ساتھ آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کے خلاف بھی ایک لائحہ عمل تیار کیا ہے اور اس طرح کہ تم اور تمہاری بیٹی اریشیا عارب، بیوسا، نبیطہ اور ہمارے نئے ساتھی کوزن کے ساتھ اُر شہر کی طرف جاؤ گے اور وہاں یوناف کی بیوی رقیم پر اچانک حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دو گے میں نے اب یہ ارادہ کر لیا ہے کہ جب کبھی بھی اور جہاں کہیں بھی یوناف شادی کرے گا اور جس لڑکی کے ساتھ بھی یہ شادی کرے گا ہم اس لڑکی کا خاتمہ ہی کر دیا کریں گے تاکہ یہ یوناف ہماری طرف سے ایک دائمی اذیت اور کرب میں مبتلا رہے اور اس کوزن سے متعلق میں یہ بتا دوں کہ یہ بہت سی قوتوں کا مالک ہے یہ سلیمانؑ کے ساتھ بھی ان کے مشیر کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے اور یہ ہر جگہ اور ضرورت کے وقت تمہارا بہترین ساتھی اور معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

یوناف کی بیوی رقیم کو ہلاک کرنے کا یہ کام تو تم سب مل کر کرو گے جب کہ میں اکیلا ایک بزرگ آدمی کی صورت میں شمال کی طرف کوچ کر لوں گا اور میں آرمینیا کے اندر جس قدر بادشاہ اور حکمران ہیں انہیں میں آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کے خلاف حرکت میں لاؤں گا میں انہیں اکساؤں گا کہ وہ تگلت پلاسر پر حملہ کریں اور جب وہ سب مل کر تگلت پلاسر پر حملہ کریں گے تو تگلت پلاسر کی نہ صرف حکومت اس سے چھن کر رہ جائے گی بلکہ یہ آشوری بھی آرمینیا کے اندر بسنے والے مختلف قبائل کے غلام بن کر رہ جائیں گے۔ سنو یافان سب سے پہلے میں آرمینیا میں بسنے والی ایک قوم احلامو کی طرف جاؤں گا اس قوم کا مرکزی شہر بھی احلامو ہی ہے اور ان کے موجودہ بادشاہ کا نام ماسان ہے میں اس ماسان کے پاس جاؤں گا اور اُسے آشوریوں کے خلاف ترغیب دلاؤں گا اور اسے اس بات پر آمادہ کر دوں گا کہ وہ کوہستان آرمینیا کے قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر آشوریوں پر حملہ کر دے اور اسے میں یقین دلاؤں گا کہ آشوریوں کے خلاف ضرور اسے کامیابی ہو گی اور اسی طرح آشوریوں پر فتح

پانے سے اُسے بے شمار اموال اور دولت حاصل ہوگی۔ ماسان کو آشوریوں پر حملہ آور ہونے پر آمادہ کرنے کے بعد میں آشوریوں کی مشرقی سرحد کی طرف جاؤں گا وہاں کوہستان زاگروس کے اندر قوطی اور لولوبی نام کے قبائل بستے ہیں اور میں انہیں بھی آشوریوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دوں گا اس طرح جب شمال اور مشرق سے آشوریوں پر حملے ہوں گے تو مجھے امید ہے کہ آشوری ان حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے زیر ہو جائیں گے اور جب ان حملوں میں آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کو شکست ہوگی یا وہ مارا جائے گا تو اس کی شکست اور اس کا مارا جانا ہی ہم سب کی کامیابی اور فتح مندی ہے کیونکہ تگلت پلاسر کی موت یا اس کی شکست سے یوناف کو اذیت اور تکلیف پہنچے گی اور یوناف کو اذیت اور تکلیف پہنچانا ہی ہماری خواہش اور آرزو ہے۔

اس کے علاوہ میں ایک اور بھی کام کروں گا اور وہ یہ کہ احلامو قبائل کے شمال میں تمام کے خانہ بدوش اور خونخوار قبائل بھی بستے ہیں اور میں انہیں بھی آشوریوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دوں گا۔

اے یافان ان حملوں میں اگر تگلت پلاسر کو شکست نہ بھی ہوئی تو بھی یہ آشوری مالی اور تجارتی طور پر تباہ اور برباد ہو کر رہ جائیں گے کیونکہ یہ آشوری ارض شام، اناطولیہ، ایشیائے کوچک اور سلیسیا کے ساتھ تجارت کر کے مال اور دولت کماتے ہیں اور جب یہ سارے قبائل آشوریوں پر حملہ آور ہو جائیں گے تو ان تمام اطراف میں آشوریوں کی تجارت بند ہو جائے گی کیونکہ ان علاقوں اور آشوریوں کے درمیان ہی وہ وحشی قبائل بستے ہیں جنہیں میں آشوریوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دوں گا اور جب ان قبائل اور آشوریوں کے خلاف جنگ چھڑ جائے گی تو آشوریوں کے تمام تجارتی راستے ایک عرصے کے لیے بند ہو جائیں گے اس طرح جب ان کی یہ تجارت کے راستے بند ہو جائیں گے تو آشوری مالی لحاظ سے بھی تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گے۔ اے یافان اب تم بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے اور ہمیں ان ارادوں پر کیسے اور کس طرح عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

عزازیل کی اس گفتگو پر یافان نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

اے عزازیل آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر اور یوناف کے خلاف جو تم نے لائحہ عمل تیار کیا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں بلکہ میں تو یہ چاہوں گا کہ ہمیں

اپنے ان ارادوں کو فوری طور پر عملی جامہ پہنانا چاہیئے تاکہ ہم تگلت پلاسر اور اس کے ساتھ ساتھ یوناف کو بھی ایک اذیت اور کرب میں ڈال سکیں یافان کا یہ جواب سن کر عزازیل خوش ہو گیا تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور یافان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے یافان اگر ایسا ہے تو اٹھو پھر ابھی اور اسی وقت اپنی اپنی مہم کا آغاز کریں۔ تم ارتیشیا کے ساتھ عارب، یوسا اور نبیطہ اور کوزن کے ہمراہ اُر شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ اور وہاں یوناف کی بیوی رقیم پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کر دو جب کہ میں شمال کی طرف کوہستان آرمینیا کی طرف کوچ کرتا ہوں۔ یافان نے عزازیل کے اس فیصلے سے اتفاق کیا پھر وہ وہاں سے اٹھ کر عمارت سے باہر آئے پھر عارب، یوسا، نبیطہ، کوزن، یافان اور ارتیشیا وہاں سے یوناف کی بیوی رقیم کا خاتمہ کرنے کے لیے اُر شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے جب کہ عزازیل بھی وہاں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور شماش دیوتا کی اس قدیم عمارت سے نکل کر کوہستان آرمینیا کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اُرشہر میں قیام کے دوران ایک روز جب کہ سُورج غروب ہونے کے قریب تھا اور آسماں دھواں دھواں ہو گیا تھا۔ یوناف اور رقیم ایک کشتی میں دریائے فرات کی سیر کر رہے تھے یوناف کشتی کے چپو خود چلاتے ہوئے کشتی کو دریا کے اس کنارے کی طرف لے جا رہا تھا۔ جو اُرشہر کی مخالف سمت پر تھا کشتی میں بیٹھے بیٹھے ہی یوناف نے اچانک رقیم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے رقیم میں تم سے شادی بھی کر چکا ہوں اور تمہارے لشکر میں شامل ہو کر کئی ایک جنگوں میں بھی حصہ لے چکا ہوں لیکن ابھی تک میں تم سے یہ نہیں پوچھ پایا کہ آخر آشوریوں نے اہل بابل کے خلاف کیوں لشکر کشی کی کیا بابل کے حکمران کاسی قوم کے خلاف اس جنگ کی کوئی وجہ تھی اگر ہے تو اے رقیم وہ میں تم سے جاننا اور سننا پسند کروں گا۔ یوناف کے اس استفسار پر رقیم تھوڑی دیر تک اَن گنت محبتوں اور چاہتوں میں مسکراتے ہوئے یوناف کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اس جنگ کی دراصل ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ چند ماہ پہلے ہماری سرزمینوں کے مشرق میں بسنے والے قوطی اور لولوبی قبائل نے ہماری سرحدوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے یہ حالات دیکھتے ہوئے بابل کی حکمران کاسی قوم نے بھی ہمارے خلاف فوائد حاصل کرنا چاہے انہوں نے جب دیکھا کہ قوطی اور لولوبی قبائل آشوریوں کے خلاف برسرپیکار ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی ہماری سرحدوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن میرے باپ نے ان دونوں قوتوں کا بڑی جرأت مندی سے مقابلہ کیا۔ میرے باپ نے کچھ دستے جنوب کی طرف بھیجے تاکہ وہ بابل کی کاسی قوم کو اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھیں اور انہیں شمال کی طرف آگے بڑھنے نہ دیں جب کہ میرا باپ خود اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف روانہ ہوا اور کئی ایک سخت مقابلوں کے بعد اس نے قوطی اور لولوبی قبائل کو عبرتناک شکستیں دے کر انہیں ان کی سرزمینوں کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ قوطی اور لولوبی قبائل کی شکست کے بعد بابل کی حکمران کاسی قوم نے جب دیکھا کہ جن قبائل کے حملوں کی وجہ سے انہوں نے آشوریوں پر یلغار کی تھی انہیں شکست ہو گئی ہے تو یہ کاسی قوم بھی اپنے لشکر کو سمیٹ کر بابل کی طرف پسپائی اختیار کر گئی تھی لیکن میرے باپ نے عہد کر لیا تھا کہ قوطی اور لولوبی قبائل سے نمٹنے کے بعد وہ بابل کی حکمران کاسی قوم کو ان کی اس جرأت کی سزا ضرور دے گا لہٰذا ان مشرقی قبائل کو زیر کرنے کے بعد میرے باپ نے اپنے لشکر کو استوار کیا۔ اتنی دیر تک آپ بھی نینوا شہر پہنچ گئے پھر میرے باپ نے اپنے عہد اور اپنے وعدے کے مطابق بابل کی کاسی قوم کے خلاف جنگ کی ابتدا کر دی تھی۔ رقیم تھوڑی دیر رُکی پھر دوبارہ اس نے بڑی محبت سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو یہ ہے وہ وجہ جس کی بنا پر آشوریوں نے کاسی قوم کے خلاف لشکر کشی کی ہے۔

رقیم کی گفتگو سن کر یوناف کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ بکھر گئی تھی وہ آشوریوں کے بابل پر حملہ آور ہونے کی اس کی وجہ سے مطمئن ہو جو رقیم نے اس سے کہی تھی۔ رقیم بھی تھوڑی دیر تک خاموشی سے یوناف کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے سلسلہ کلام آگے بڑھاتے ہوئے دوبارہ کہنا شروع کیا۔ بابلیوں کے خلاف آشوریوں کی یہ پہلی فتح نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے بھی آشوری کئی ایک بار بابل کی سلطنت پر غالب آ چکے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد میں سے آشوریوں کے دو نامور بادشاہ گذرے ہیں ایک کا نام ناصورتا اور دوسرے کا نام کشتلیاس تھا۔ ناصورتا نے بابل اور اس سے ملحقہ سرزمینوں کو فتح کیا جب کہ کشتلیاس نے شمال اور مغرب و مشرق کے سرکش قبائل کو اپنے سامنے زیر کیا اور آشوریوں کی حکمرانی کو اس نے شمال تک جھیل وان تک پھیلا کر رکھ دیا تھا۔ آشوری قوم آج اپنے ان دو نامور بادشاہوں پر فخر کرتی ہے اور ان دو بادشاہوں کے بعد میرا باپ آشوریوں کا وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے نہ صرف یہ کہ مشرقی سرکش قبائل کو اپنے سامنے زیر کیا بلکہ بابل کی حکمران انتہائی طاقتور کاسی قوم کو بھی اپنے سامنے مغلوب کر کے رکھ دیا۔ یہاں تک کہنے کے بعد رقیم پھر خاموش ہو گئی تھی اور خاموشی سے وہ یوناف کی

طرف دیکھنے لگی تھی شاید وہ یوناف کے چہرے پر اپنی گفتگو کا ردِّ عمل دیکھنا چاہتی ہوگی۔ اس موقع پر یوناف رقیم سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہ خاموش رہا اور چونک پڑا کیونکہ اسی وقت ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی سماعت سے ابلیکا کی مترنم آواز ٹکرائی۔

یوناف میرے حبیب سنبھلو تمہارے پرانے اور قدیم دشمن تمہارے سر پر پہنچنے والے ہیں۔ پرانے ساحر یافان کے علاوہ اس کی بیٹی اریشیا، عارب، بیوسا اور نبیطہ اور تمہارا نیا دشمن کوزن تھوڑی دیر تک یہاں پہنچنے والے ہیں۔ وہ بابل کی طرف سے ادھر آرہے ہیں اور ان کا مدعا یہ ہے کہ تمہاری بیوی رقیم کا خاتمہ کر کے تمہیں دکھ اور اذیت پہنچائی جائے یافان کے ساتھ اس کی نیلی دھند کی شیطانی قوتیں بھی ہیں اور یہ سب مل کر تم پر حملہ آور ہوں گے اور تمہیں اپنے ساتھ مصروف رکھ کر وہ ساتھ ہی ساتھ وہ رقیم پر بھی وار کریں گے اور اس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ابلیکا کے اس انکشاف پر یوناف بڑی تیزی کے ساتھ چپو چلاتے ہوئے کشتی کو کنارے کی طرف لے جاتے ہوئے کسی قدر مدھم آواز میں ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے ابلیکا میں تمہارے اس انکشاف پر تمہارا ممنون اور تمہارا شکرگزار ہوں۔ دیکھو میں کشتی کو بڑی تیزی سے ساحل کی طرف لے جاتا ہوں میں خود ساحل پر اُتر کر ان کا مقابلہ کروں گا جب کہ رقیم کشتی کے اندر ہی بیٹھی رہے گی۔

اے ابلیکا تمہارے ذمے صرف یہ کام ہوگا کہ تم ان سب سے رقیم کی حفاظت کرو۔ ان میں سے جو بھی رقیم کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے اسے تکلیف دہ اذیت میں مبتلا کر کے رکھ دو گا اور اگر ان سب نے ایک ساتھ مجھ پر وار دہونے کی کوشش کی تو میں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے انہیں دریائے فرات کے اس کنارے پر ایسا سبق دوں گا جو مدتوں تک ان کے لیے ایک عبرت بنا رہے گا یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہوگیا اور پھر وہ پہلے کی نسبت زیادہ تیزی سے کشتی کو ساحل کی طرف لے جانے لگا تھا۔

یوناف کی کشتی ابھی دریائے فرات کے ساحل سے تھوڑے فاصلے پر ہی تھی کہ اس ساحل پر یافان، عارب، بیوسا، نبیطہ، اریشیا اور کوزن نمودار ہوئے۔ یافان کے اردگرد اس کی نیلی دھند کی شیطانی قوتیں بھی جوش مار رہی تھیں۔ اس موقع پر یوناف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کوزن نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یہ یوناف جب کشتی سے نکل کر ساحل پر آتا ہے تو میں اس سے ٹکرا جاؤں گا۔ یہ یروشلم شہر سے باہر ایک موقع پر مجھے اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر چکا ہے اور میں اپنی اسی مغلوبی کا دریائے فرات کے اس کنارے پر اس سے بدلہ اور انتقام لینا چاہتا ہوں اور جب میں آگے بڑھ کر یوناف پر حملہ آور ہوں تو اس دوران تم لوگ اس کی بیوی رقیم کا کام تمام کر کے رکھ دینا میں بھی اپنی طرف سے اس یوناف کو اذیت پہنچانے کی پوری پوری کوشش کروں گا اور جب تم رقیم کا خاتمہ کر چکو گے تو پھر ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ اس لیے کہ رقیم کا خاتمہ ہی ہمارا اصل مدعا اور مقصد ہے۔

کوزن کہتے کہتے خاموش ہوگیا تھا کیونکہ یوناف تیزی سے کشتی کو قریب لاتا ہوا ساحل کے نزدیک آگیا تھا پھر کشتی کو وہاں روکنے کے بعد یوناف نے دونوں چپو کشتی کے اندر رکھ دیئے اور اس کے ساتھ ہی اس نے رقیم کو مخاطب کرتے ہوئے رازدرانہ سی آواز میں کہا:

سنو رقیم یہ جو کنارے پر سب لوگ کھڑے ہیں یہ سب میرے بدترین دشمن ہیں اور ان میں سے ہر کوئی مافوق الفطرت قوتوں کا مالک ہے اور ہاں میں تم سے یہ بھی کہتا چلوں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو اپنی سری قوتوں کو استعمال کر کے مجھے اپنے سامنے زیر کر سکے لہذا میں ان سے مقابلہ کرنے کے لیے ساحل پر اترتا ہوں پر تم کشتی کے اندر ہی بیٹھے رہنا حالات کچھ بھی ہو جائیں یہ لوگ میرے ساتھ کیسا ہی بدترین مقابلہ شروع نہ کردیں تم اس کشتی سے باہر نہ نکلنا وہ ماورائی قوت جو میرے ساتھ ہے اور جس کا نام ابلیکا ہے وہ ان میں سے ہر ایک سے تمہاری حفاظت کرے گی تمہارا کام بس اتنا ہی ہے کہ یہ لوگ تمہیں کیسا ہی ڈرائیں اور دھمکائیں اور وہ جو سامنے سیاہ لبادہ اوڑھے یافان نام کا ساحر کھڑا ہے اس کے اردگرد جو تمہیں نیلی دھند دکھائی دیتی ہے اس نیلی دھند کے اندر بھی بڑی بھیانک اشکال کی شیطانی قوتیں ہیں، وہ ان شیطانی قوتوں کو بھی تمہاری طرف بڑھائے گا پر تم ان سے خوفزدہ نہ ہونا بالکل بے فکر ہو کر اس کشتی کے اندر بیٹھے رہنا اور پھر دیکھنا کہ میری وہ قوت جس کا نام ابلیکا ہے کس طرح تمہاری حفاظت کرتی ہے۔ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں رقیم نے مطمئن انداز میں کہا:

آپ بے فکر ہو کر ساحل پر اتریئے آپ دیکھیں گے کہ میں ان ساری قوتوں کے مقابلے میں ثابت قدمی کا اظہار کروں گی اس کے ساتھ ہی یوناف کشتی سے نکل کر ساحل پر چڑھ گیا تھا۔

ساحل پر اترنے کے بعد جب یوناف چند قدم آگے بڑھا تو دیو ہیکل اور ہیبت ناک کوزن

تھپیڑے سے مارتی ہوئی موجوں اور کوندے لپکاتی امڈتی گھٹا کی طرح اس کی طرف بڑھا تھا پھر اس نے اسے اپنی بھاری بھرکم اور کھُدری آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اسے یوناف دریائے فرات کے اس کنارے یہ دن یقیناً تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا اس لیے کہ دریا کے اس کنارے پر میں مار مار کر تمہارا خاتمہ کر دوں گا جب کہ میرے ساتھی تمہاری بیوی کی طرف بڑھیں گے اور اسے کشتی سمیت اس دریائے فرات میں ڈبو کر موت کی گہری نیند سُلا دیں گے۔ کوزن کی اس گفتگو کے جواب میں یوناف نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے کوزن شاید تجھے وہ مار بھول گئی ہے جو میں نے تمہیں یروشلم شہر سے باہر جبلِ زیتون کی وادیوں کے اندر ماری تھی کوزن نے فوراً یوناف کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا:

اے یوناف وہ ایک حادثہ تھا جو خلاف توقع تھا اور میں اس حادثے کو یکسر ہی فراموش کر چکا ہوں۔ یوناف نے بھی کوزن کی بات کو پھر کاٹتے ہوئے کہا۔ اگر ایسا ہے تو سن رکھو کوزن میں ویسے حادثات کثرت سے دہرانے کا عادی ہوں۔ اس پر کوزن نے اپنی چھاتی تانتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے سنو میرے بازو میں قوت ہے انگلیوں میں صناعی اور میرے دلوں میں ایک بے باکی ہے اور جب تک میرے پاس یہ اوصاف ہیں تو مجھے زیر نہیں کر سکتا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ دریائے فرات کے کنارے پر تمہاری ہر حالت ویرانوں کے خواب خون کے آنسو بہاتی رات اور ماضی کے غمگین نقوش جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔

کوزن کے ان الفاظ کے جواب میں یوناف نے ایک عزم اور بلند حوصلگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

اے کوزن اس سے پہلے میں نے تمہارے جیسی باطل پرست قوتیں بہت دیکھیں اور میں نے ان سب کو اپنے سامنے ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ اے کوزن جب تک میرا اللہ میرے ساتھ ہے اس وقت تک تو کیا تمہارا عزازیل اپنے شیطانی لشکر کے ساتھ بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا میرا رب جو شعور و لاشعور اور دلوں کے بھید جاننے والا ہے جب تک اس کی مدد اور اعانت مجھے حاصل ہے اس وقت تک میں تم جیسی باطل پرست قوتوں پر ضرب لگاتا رہوں گا سنو کوزن جو قوتیں اللہ کی راہ میں فراہم ہوتی ہیں جو خدا کی مرضی کے مطابق چلنے سے روکتی ہیں اور اس کی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہیں وہ انسان کو خدا کا بندہ بن کر نہیں رہنے دیتیں اور کسی غیر اللہ کا بندہ بننے پر مجبور کرتی ہیں۔ ان کے خلاف میں اپنی تمام امکانی طاقتوں سے کشمکش اور جدوجہد کرنے کا عادی ہوں اور سن رکھو اسی جدوجہد کے اندر میری اصلاح اور کامیابی کا راز ہے۔ یوناف یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر رُکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

اے کوزن اس دنیا کے اندر ایک حق پرست انسان اور ایک بندہ مومن کو زندگی کے محاذ پر چومکھی سی لڑائی لڑنی پڑتی ہے۔ ایک طرف ابلیس ملعون اور اس کا لشکر ہوتا ہے دوسری طرف آدمی کا اپنا نفس اور اس کی سرکش خواہشات ہوتی ہیں۔ تیسری طرف خدا سے پھرے ہوئے بہت سے انسان ہیں۔ جن کے ساتھ آدمی ہر قسم کے معاشرتی، تمدنی اور معاشی تعلقات میں بندھا ہوا ہوتا ہے۔ چوتھی طرف وہ غلط مذہبی تمدنی اور سیاسی نظام ہے جو خدا سے بغاوت پر قائم ہوتے ہیں۔ بندگیٔ حق کے بجائے بندگیٔ باطل پہ انسان کو مجبور کرتے ہیں۔ ان سب قوتوں کے حربے مختلف ہیں مگر سب کی ایک ہی کوشش ہے کہ انسان کو خدا کے بجائے اپنا مطیع بنائیں سن رکھو میں آج تم پر یہ نقطہ عیاں کروں کہ انسان اور جنات کی فلاح اور کامیابی خالصتاً اسی میں ہے کہ وہ اپنے خداوند کا مطیع اور اپنے باطن سے لے کر ظاہر تک صرف اپنے رب ہی کا بندہ بن کر رہے اور اپنے اس مقصود تک پہنچنے کے لیے جو قوتیں بھی فراہم ہوتی ہیں ان کے خلاف جنگ آزما ہو جائے۔

اے کوزن تم بھی میرے سامنے میرے مقصد کے لیے چونکہ ایک فراہم قوت ہو لہذا میں تمہارے خلاف کشمکش اور جدوجہد کرنے کا اعلان کر رہا ہوں کوزن آگے بڑھ کر مجھ پہ حملہ آور ہو اور پھر دیکھو میں تمہاری کیسی ہولناک حالت بناتا ہوں۔

یوناف کی اس دعوت پر کوزن اپنی ساری اعصاب شکنی، شوریدہ مزاجی اور اپنے سارے طغیان جبروت کے ساتھ آگے بڑھا تھا۔ دوسری طرف یوناف بھی اپنے دل میں ایک تڑپ سینے میں انگارے سے بے جگروں کے خروش سپر سر کے جوش اور اجل کے رازدان کی طرح کوزن کی طرف بڑھا تھا دونوں جب ایک دوسرے کے قریب آئے تو کوزن نے حملہ آور ہونے میں پہل کی اپنی ساری جرأت اور اپنی ساری ہمت کو یکجا کر کے اس نے اپنا دایاں ہاتھ بلند کرتے ہوئے یوناف کے سر پہ ایک ضرب لگانا چاہی تھی لیکن یوناف نے کمال مہارت اور

پھرتی سے کام لیتے ہوئے کوزن کا اٹھا ہوا ہاتھ فضا کے اندر ہی پکڑ لیا تھا اور پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے کوزن کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے پوری قوت سے اس کے پیٹ میں اپنا دایاں گھٹنا دے مارا تھا۔ پیٹ میں یوناف کا فولادی گھٹنا کھانے کے بعد کوزن ایک طرح سے بلبلا سا اٹھا تھا تاہم وہ جلدی سنبھل گیا اور جواب میں اس نے بھی یوناف پر ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں اس طرح یوناف اور کوزن دونوں ایک دوسرے کے سامنے جمتے ہوئے ایک دوسرے پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

جس وقت یوناف اور کوزن ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار تھے تو اس وقت اپنی بیٹی اریشیا کے قریب کھڑے یوناف نے عارب، بیوسا اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے میرے عزیزو تم سب یہیں کھڑے رہو میری بیٹی اریشیا بھی تم سب کے ساتھ یہاں کھڑی رہے گی جب کہ میں اپنی ان نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ یوناف کی بیوی رقیم کی طرف بڑھتا ہوں اور اس کا گلا گھونٹ کر میں اس کی کشتی کو ڈبوتے ہوئے اس کو دریائے فرات کی تہہ کے اندر اُتار دیتا ہوں اس یوناف نے مجھ سے انحوتپ کا قدیم اور نایاب سحر چھین کر مجھ سے زیادتی اور مجھ پر ظلم کیا ہے اور میں اس کی بیوی کا خاتمہ کر کے اس کے ظلم اور زیادتی کا بدلہ لوں گا۔ اتنا کہنے کے بعد یافان دریائے فرات کے کنارے کشتی میں بیٹھی رقیم کی طرف بڑھا جب کہ عارب، بیوسا، نبیطہ اور اریشیا اپنی جگہ پر کھڑے رہ کر اس کی طرف غور سے دیکھنے لگے تھے۔ کشتی کے قریب جا کر یافان نے اپنی نیلی دھند کو اشارے کے ساتھ حکم دیا کہ وہ اس کشتی کے چاروں طرف پھیل جائے۔ یافان کا اشارہ پاتے ہی نیلی دھند کی قوتیں بڑی تیزی کے ساتھ دریا کے اندر کشتی کے چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ کشتی کے اندر بیٹھی ہوئی رقیم اس موقع پر اس نیلی دھند کے اندر ہیبت ناک چہروں والی شیطانی قوتوں کو دیکھ سکتی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے اس کے چہرے پر اَن گنت خوف اور وحشت ناکیاں چھا گئی تھیں تاہم اس منظر سے بچنے کے لیے اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں اور بڑے عزم کے ساتھ وہ کشتی کے اندر بیٹھی رہی تھی۔

اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو کشتی کے چاروں طرف پھیلانے کے بعد یافان اس کشتی کی طرف بڑھا تھا وہ چاہتا تھا کہ کشتی میں داخل ہو کر اس کے بعد اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو بھی کشتی میں داخل ہونے کا اشارہ کرے اور یوں رقیم کا خاتمہ کر کے اس کی کشتی کو دریائے فرات میں ڈبو دے پر جونہی آگے بڑھتے ہوئے یافان نے اس کشتی میں اُترنے کے لیے اپنا پاؤں اس کے اندر رکھنے کی کوشش کی وہ ایک ہولناک چیخ مارتا ہوا ایک پتنگ اور بگولوں کی مانند اڑتے ہوئے تنکوں کی طرح فضا میں بلند ہوا تھا اس موقع پر اس کی نیلی دھند کی قوتوں نے دریا سے باہر نکل کر فضا کے اندر ہی اگر اُسے تھام نہ لیا ہوتا تو یافان بُری طرح زمین پر گرتا یا کسی کنارے کے درخت سے ٹکراتا اور اس کا ہڈیوں پر مشتمل پنجر چور چور ہو کر رہ جاتا پر اس کی نیلی دھند کی قوتوں نے اُسے فضا کے اندر ہی سنبھالا دیتے ہوئے بڑے آرام کے ساتھ زمین پر اُتار لیا تھا۔ یافان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نہ صرف یہ کہ نیلی دھند کی قوتیں پریشان اور سراسیمہ تھیں بلکہ اپنی جگہ پر کھڑے عارب، بیوسا، نبیطہ اور اریشیا بھی اس منظر کو دیکھتے ہوئے خوف زدہ ہو کر رہ گئے تھے۔ پھر اپنے آپ کو سنبھالنے کے بعد یافان آہستہ آہستہ عارب کے قریب آیا اس موقع پر عارب نے یافان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے یافان میرے بزرگ تم نے تو کہا تھا کہ تم اپنی نیلی دُھند کی قوتوں کے ساتھ کشتی میں اُتر کر یوناف کی بیوی رقیم کا گلا گھونٹ کر اُسے کشتی سمیت دریائے فرات کی تہہ میں اُتار دو گے پر یہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا کہ تم ایک ہولناک چیخ بلند کرتے ہوئے فضا کے اندر بلند ہو گئے اور کشتی میں بیٹھی رقیم کے ساتھ تم نے کوئی عمل ہی نہیں کیا اس پر یافان نے خوفزدہ سے انداز میں کہا سنو میرے ساتھیوں جونہی میں نے کشتی میں پاؤں رکھنا چاہا کسی قوت نے مجھے یوں پکڑ کر فضا کے اندر اچھال دیا جیسے آندھیوں کے اندر تنکے اڑ کر رہ جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کنارے پر جھڑنے سے پہلے اس یوناف نے رقیم کی حفاظت پر اپنی کسی ماورائی قوت کو مقرر کیا ہوا ہے یافان کے اس انکشاف پر عارب نے بولتے ہوئے کہا:

اگر ایسا ہے تو سنو اے بزرگ یافان یقیناً تمہیں ہوا میں اُچھالنے والی ابلیکا ہے اور وہ ہی اس وقت رقیم کی حفاظت کر رہی ہے لہٰذا اگر ہم سب مل کر بھی اور نیلی دھند کی ان شیطانی قوتوں کو بھی ساتھ ملا کر رقیم پر حملہ آور ہونا چاہیں تو ابلیکا ہم سب کو ناکام و نامراد کر کے رکھ دے گی اس موقع پر یافان نے بولتے ہوئے کہا اے عارب کیا ایسا ممکن نہیں کہ ابلیکا اور رقیم کو فراموش کرتے ہوئے سب مل کر یوناف کی طرف بڑھیں اور کوزن کی مدد کرتے ہوئے یوناف پر ضربیں لگائیں۔

یافان کے اس مشورے پر عارب نے کسی قدر خوف اور خدشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اے یافان ایسا ممکن نہیں اگر ہم سب کوزن کی مدد کرنے کے لیے اور یوناف پر ضربیں

لگانے کے لیے آگے بڑھیں گے تو یقیناً ابلیکا پھر ہمارے خلاف حرکت میں آئے گی اور سنو ہم میں سے جس جس کو بھی ابلیکا کی ضرب پڑی وہ اپنے حواس کھو بیٹھے گا اور یوناف کے خلاف حرکت میں آنے کے قابل نہ رہے گا لہٰذا اے بزرگ یافان میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ یہیں اسی جگہ کھڑے ہو کر کوزن اور یوناف کا مقابلہ دیکھو میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ کوزن بڑے عمدہ انداز میں یوناف کا مقابلہ کر رہا ہے لہٰذا آؤ دیکھتے ہیں کہ ان دونوں میں سے کون کس پر غالب رہتا ہے اور تم رقیم کے خلاف حرکت میں آنے کے معاملے کو فراموش کر دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر ہم میں سے کوئی بھی رقیم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا لہٰذا ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہم یہیں کھڑے ہو کر یافان اور کوزن کا مقابلہ دیکھیں اگر اس مقابلے میں کوزن کامیاب رہتا ہے اور وہ یوناف پر ضربیں لگا کر اسے اذیت پہنچاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جس مقصد کے تحت ہم بابل سے اس طرف آئے ہیں ہمارا وہ مقصد پورا ہو گیا ہے اور اگر کوزن اپنے سامنے یوناف کو زیر نہیں کر سکتا اور یوناف اس پر غالب رہتا ہے تو پھر سنو ہم اس یوناف اور رقیم دونوں کو ان کے حال پہ چھوڑ کر یہاں سے بابل کی طرف کوچ کر جائیں گے اور اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو ابلیکا اور یوناف ہم سب کو مار مار کر دھجیاں اُڑا دیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد عارب خاموش ہو گیا تھا۔

یافان نے اس گفتگو کا کوئی جواب نہیں دیا تھا اور پھر سارے بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ یوناف اور کوزن کا مقابلہ دیکھنے لگے تھے۔ یافان کی نیلی دُھند بھی یافان کے ارد گرد جمع ہو گئی تھی۔

ایک دوسرے پر ضربیں لگاتے ہوئے اچانک ایک موقع پر یوناف نے کوزن کا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور پھر ایک تیز اور زوردار جھٹکے کے ساتھ اس نے کوزن کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے اس کی پشت کو اپنی طرف کیا اور جونہی کوزن کی پشت یوناف کی طرف ہوئی یوناف نے بروقت اقدام کرتے ہوئے پہلے اپنے گھٹنے کی زوردار ضرب کوزن کی پیٹھ پر لگائی اور پھر دونوں ہاتھوں کا ایک مضبوط اور زوردار مکّہ اس نے کوزن کے دونوں کاندھوں کے درمیان دے مارا تھا اس دوہری ضرب کو کوزن شاید برداشت نہ کر سکا تھا اور وہ زمین پر گر گیا تھا۔ یوناف نے فوراً اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنے پاؤں کی کئی زوردار ٹھوکریں اس نے کوزن کو مارتے ہوئے اُسے زمین پر لوٹنے پر مجبور کر دیا تھا کچھ دیر تک کوزن کو بُری طرح اپنے پاؤں کی لگاتار ضربیں لگانے کے بعد یوناف جھکا اور کوزن کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھانے کے بعد فضا میں بلند کر دیا تھا پھر کوزن کے جسم پر اس نے اپنا کوئی سری

عمل کیا اور پھر کوزن کو زور سے لہراتے ہوئے اس نے یافان کے گرد جمع ہونے والی نیلی دُھند کے اندر پھینک دیا تھا۔

کوزن کا اس نیلی دھند کے اندر گرنا تھا کہ نیلی دُھند کے اندر ایسی ہلچل اور ایسا انقلاب برپا ہوا جیسے ویران اندھیری رات میں آندھیوں کے مہیب جھکڑ چل نکلے ہوں یا سیال آگ بجلیوں کی کڑک کی طرح طوفانی زور کے ساتھ چل پڑی ہو ایسا لگتا تھا کہ کوزن کے جسم پر یوناف نے جو اپنا سحری عمل کیا تھا اس کی وجہ سے فطرت نے نیلی دھند کے اندر ایک غضبناک انگڑائی لی ہو اور دھند کے اندر منظر در منظر اور رنگ در رنگ شعلہ فشانی اور برق سامانی کا دور شروع ہو گیا ہو کوزن کے گرنے سے نیلی دُھند کے اندر موجیں مارتی شیطانی قوتوں کی حالت کچھ اس طرح کربناک ہو گئی تھی جیسے سُلگتی ریت کے صحرا کے اندر آگ کے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی ہو پھر جب کوزن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ نیلی دُھند سے باہر نکلا تو نیلی دُھند کی حالت بھی اپنے معمول پر آ گئی تھی۔

کوزن کے اس نیلی دُھند سے نکلنے کے بعد تھوڑی دیر تک وہاں خاموشی طاری رہی، ایسا لگتا تھا کہ دریائے فرات کے کنارے کھڑے مسکراتے نخل بھی اس منظر پر حیران و پریشان ہوں فضاؤں کے اندر تھوڑی دیر تک چُپ کا گہرا بھید اور تنہائی کی بیکراں پیاس چھائی رہی، اس دوران کوزن، عارب، بیوسا، نبیطہ اور اریشیا سب نے بڑی حیرت اور پریشانی کی حالت میں یوناف کی طرف دیکھے جا رہے تھے شاید وہ اس عمل پر پریشان اور خوف زدہ تھے کہ جس عمل میں یوناف نے کوزن کو مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ تھوڑی دیر تک ایسی خاموشی طاری رہی پھر یوناف بولا اور اس کی آواز خاموشی کی جھیل میں چٹان کی طرح گرتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور اس نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:

سنو شیطان کے گماشتو، نیکی پھر نیکی ہی ہے، حق اپنی جگہ حق اور باطل باطل ہی رہے، تم نے دیکھا تم سب کس قدر تیاری اور خونناکی کے ساتھ مجھ پر وارد ہونے کے لیے آئے تھے۔ تم نے کوزن کو مجھ پہ مسلط کرنے کی کوشش کی اس میں تمہیں ناکامی ہوئی تم لوگوں نے مل کر میری بیوی رقیم کا خاتمہ کرنا چاہا لیکن اس میں بھی تمہیں نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تم دیکھتے ہو کہ میں اپنے رب کا نام لینے والا اسے اپنا الٰہ اور خالق واحد ماننے والا تم پر غالب اور تم پہ خوف بنا رہا ہوں۔ سن رکھو نیکی جہاں کہیں بھی ہوتی ہے خواہ وہ کتنی بھی قلیل مقدار میں کیوں نہ ہو وہ اپنا رنگ ضرور جما

کر رہتی ہے ۔ اے شیطان کے ساتھیوں تم نے دیکھا ہوگا کہ خداوند جب کسی قوم کی طرف اپنا
نبی اور رسول مبعوث کرتا ہے تو وہاں پر نسبت ایک اور پوری قوم کی ہوتی ہے ۔ ایک طرف اکیلا نبی
ہوتا ہے اور دوسری طرف پوری قوم ہوتی ہے اور چونکہ نبی حق پر سچائی اور نیکی پر ہوتا ہے لہذا وہ اکیلا
ہونے کے باوجود اس قوم پر حاوی اور اس قوم پر غالب رہتا ہے اور ایسا سب کچھ میرے رب کی مدد
اور اعانت کی وجہ سے ہوتا ہے سن رکھو تم سب کے مقابلے میں میری یہ کامیابی بھی میرے رب کی
اعانت اور مدد ہی کی وجہ سے ہے تم لوگوں نے جہاں کہیں بھی مجھے پکارا میں اپنے رب کا نام لے کر
تم لوگوں کے سامنے ضرور آؤں گا ۔ اور سن رکھو میں نے اپنی زندگی کو نیکی کے لیے وقف کر رکھا ہے
جہاں بھی بدی سے نیکی کا ٹکراؤ ہوگا وہاں تم مجھے نیکی کی حمایت میں کھڑا ہونے والا ضرور پاؤ گے ۔
یہاں تک کہنے کے بعد یوناف تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ ان سب کو مخاطب کرتے
ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا ۔

سنو فطرت کے باغیو ! میں حلیموں کے لیے ان کا حلم پر ظالموں کے لیے ان کی ستم ظریفی
ہوں تم جہاں کہیں بھی بدی اور گناہ کی ابتدا کرو گے میں تمہاری بدبختی کا رقص شروع کرتے ہوئے
تم پر قہر کا رنگ اور تم پر کڑا وقت نازل کرتے رہوں گا قبل اس کے کہ ماورائی طاقت اور میری
قوت عمل پوری طرح موجزن ہو اور میں تمہاری گناہگاری اور خطاکاری کے خلاف آگ کا سیلاب بن کر
نمودار ہوں تم سب یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ میں ہر ایک پر شعلہ فشاں چنگاریوں کا ایک
طوفان بن کر تم پر نزول کروں گا تمہاری خاموش نگاہوں میں تکلم کا ایک طوفان کھڑا کر دوں گا
تمہاری یہ رگ رگ سے تمہارے جسم کا یہ سارا خون نکال باہر کروں گا قبل اس کے کہ میں اپنی
سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے اور اپنی ماورائی طاقت کو اپنے ساتھ ملاتے ہوئے
تم سب پر حملہ آور ہوں میں آخری بار تم سب سے یہ کہتا ہوں کہ دریائے فرات کے اس کنارے
سے تم سب دفع ہو جاؤ ، ورنہ تمہاری حالت بدنصیبی کے طوفان سے بھی بدتر ہو کر رہے گی ۔
یوناف کی اس دھمکی نے خاطر خواہ اثر کیا ان سب نے ایک بار تھوڑی دیر کے لیے بڑی حیرت
اور تعجب میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے
وہاں سے غائب ہو گئے تھے اسی لمحہ ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا اور پھر اس کی
قہقہوں بھری اور بہتر نم آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی ۔

یوناف میرے حبیب تم نے دیکھا کہ ہم نے مل کر شیطان کے ان گماشتوں کی کیا حالت
کی کہ یہ بافان اپنی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ تمہاری بیوی رقیم کی طرف اس ارادے سے
بڑھا تھا کہ رقیم کا خاتمہ کر کے اسے اس کی کشتی سمیت دریائے فرات کے اندر ڈبو کر رکھ دے گا اور
تم نے دیکھا اے یوناف جب بافان کشتی کی طرف گیا تو میں نے اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ طوفانوں
کے اندر اڑتے اڑتے خشک پتوں کی طرح فضا کے اندر بلند ہوا تھا اور اگر اس کی نیلی دھند کی
قوتیں اس کو سنبھالا نہ دیتیں تو اس کا ہڈیوں پر مشتمل پنجر زمین پر گر کر چور چور ہو چکا ہوتا ۔ ابلیکا
کی اس گفتگو پر یوناف تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اس نے تشکر آمیز آواز میں ابلیکا کو مخاطب
کرتے ہوئے کہا :

اے ابلیکا میں تمہارا شکر گزار اور ممنون ہوں کہ میری اس طویل زندگی کے دوران ضرورت
کے ہر موقع پر تم نے میری مدد کی ہے ۔ ابلیکا نے فوراً یوناف کی بات کاٹتے ہوئے کہا :

اے یوناف میرے حبیب تمہیں میرا شکر گزار اور ممنون ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم
جانتے ہو کہ میرا اور تمہارا روحانی رشتہ ہے اور اس رشتے کا تقاضا ہے کہ میں ہر ضرورت کے
موقع پر تمہارے کام آؤں اور تمہارے کام آنا میرے فرائض میں شامل ہے ۔ اب تم رقیم کی طرف
جاؤ وہ اس حادثے کی وجہ سے پریشان اور خوف زدہ ہوئی ہوئی ہے ۔ ابلیکا کے کہنے پر
یوناف تیزی سے چلتا ہوا رقیم کے پاس آیا اور اس کے سامنے کشتی میں بیٹھتے ہوئے اس نے
اسے نرم آواز میں مخاطب کرتے ہوئے کہا :

اے رقیم تم نے دیکھا کہ میں نے اور میری ماورائی قوت نے مل کر کیسے ان عزازیل کے
ساتھیوں کو مار بھگایا ہے ۔ یہ طوفانوں کے زور اور آندھیوں کے جوش کی طرح ہم پر حملہ آور
ہوئے تھے لیکن جس قدر تیزی سے یہ ادھر آئے تھے اس سے بھی زیادہ تیزی میں یہ ناکام و
نامراد ہو کر لوٹے ہیں ۔ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں رقیم نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ
میں کہا :

میں آپ کی ممنون ہوں کہ آپ نے میری حفاظت کا اس قدر سامان کیا اور مجھے اب
یہ اندازہ بھی ہو گیا ہے کہ کیسے بھی طوفان اٹھیں ، خطرات کی کیسی بھی آندھیاں امڈ کھڑی
ہوں میں سمجھتی ہوں کہ ہر حادثے میں اور ہر غیر متوقع موقع پر آپ میری حفاظت کر سکتے ہیں

اور مجھے یہ جان کر بھی خوشی ہوئی ہے کہ آپ غیر معمولی قوتوں کے بھی مالک ہیں۔ اب میں ہر خطرے اور ہر دشواری کے موقع پر پہلے سے زیادہ صبر و استقامت سے کام لیتے ہوئے آپ کا ساتھ دے سکوں گی۔ یوناف نے رقیم کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا وہ ہلکے ہلکے مسکراتا رہ گیا تھا پھر وہ چپو کو حرکت میں لایا اور کشتی کو دریائے فرات کے دوسرے کنارے کی طرف لے جا رہا تھا۔

آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر نے چند روز تک اُر شہر میں قیام کیا اور اپنے اس قیام کے دوران اس نے نہ صرف یہ کہ اُر شہر کا نظم و نسب درست کیا بلکہ اس شہر میں اپنا ایک والی مقرر کرنے کے بعد اس نے چند روز مزید وہاں قیام کیا اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ اُر شہر سے بابل شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

عزازیل ایک روز آشوریوں کے شمال مشرق میں جھیل ارومیہ اور جھیل وان کے آس پاس بسنے والے ان گنت قبائل میں سے سب سے بڑے قبیلے احلامو کے مرکزی شہر احلامو میں داخل ہوا اس قبیلے کے مرکزی شہر کا نام بھی قبیلے ہی کی نسبت سے تھا اور جب عزازیل اس شہر میں داخل ہوا تو شہر کا بغور جائزہ لیتا ہوا وہ احلامو قبیلے کے بادشاہ ماسان کے شاہی محل کے قریب آیا اور محل کے محافظوں کو اس نے یہ تاثر دیا کہ اس کا نام عزازیل ہے اور وہ احلامو کے بادشاہ ماسان کو ایک انتہائی اہم اور سودمند خبر دینے کے لیے بابل سے آیا ہے اور یہی تاثر دے کر اس نے ان کے بادشاہ ماسان سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ محل کے محافظوں نے پہلے اپنے بادشاہ ماسان سے اس سلسلے میں اجازت حاصل کی پھر وہ عزازیل کو ماسان کے پاس لے گئے جب عزازیل ایک انتہائی بزرگ اور انتہائی دانشور انسان کی صورت میں احلامو بادشاہ ماسان کے سامنے پیش ہوا تو ماسان نے اسے اپنے سامنے بڑی خوش طبعی سے بٹھایا بڑے اچھے طریقے سے اس نے عزازیل کا استقبال کیا اور پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے احلامو کے بادشاہ ماسان نے کہا:

مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا نام عزازیل ہے تم بابل سے آئے ہو اور میرے لیے کوئی اچھی خبر رکھتے ہو اس پر عزازیل نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ماسان کی طرف دیکھا پھر اسے

مخاطب کر کے اس نے کہنا شروع کیا اے بادشاہ آپ کو درست خبر دی گئی ہے میرا نام عزازیل ہے اور میں بابل ہی سے آپ کے لیے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں اس پر ماسان نے بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تو پھر کہو وہ خبر کیا ہے جو تم میرے لیے بابل سے لے کر آئے ہو اس پر عزازیل نے تفکر اور فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا :

اے بادشاہ میں تمہیں آشوریوں کے خطرات سے آگاہ کرنے آیا ہوں۔ اے بادشاہ تم جانتے ہو کہ تمہارے جنوب میں آشوریوں کی ایک طاقتور سلطنت ہے۔ ماضی میں بھی وہ اپنے اردگرد کے قبائل پر شب خون مار کر اور ان کے اندر لوٹ مار کا بازار گرم کر کے اپنی گزر بسر کرتے رہے ہیں اس سے پہلے وہ مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے اور صرف چند ایک موقع پر کچھ لوگوں نے انہیں متحد کر کے ایک قوت بنانے کی کوشش کی وہ اکثر قبائل ہی کے اندر بٹ کر اپنی کارروائیاں کرتے رہے پر اے بادشاہ اب حالات مختلف ہو گئے ہیں اس وقت جو آشوریوں کا بادشاہ ہے اس کا نام تگلت پلاسر ہے اور اس نے تمہارے جنوب میں بسنے والے سارے آشوریوں کو متحد کر کے ایک قوم اور ایک قوت کی صورت دے دی ہے۔ تم جانتے ہو کہ کچھ عرصہ پہلے اسی تگلت پلاسر کی سرکردگی میں آشوری مشرق میں بسنے والے قوطی اور لولوبی قبائل کے ساتھ برسرپیکار رہے تھے اور آشوریوں نے ان دونوں قبائل کو مار مار کر دور تک ان کا تعاقب کیا اور ان کی آبادیوں اور ان کی بستیوں کو ویران اور کھنڈر بنا کر رکھ دیا۔

اے بادشاہ قوطی اور لولوبی قبائل کی یہ حالت کرنے کے بعد تگلت پلاسر اپنے لشکر کے ساتھ جنوب کی طرف متوجہ ہوا وہاں پر کاسی قوم حکومت کرتی تھی اور بابل ان کا مرکزی شہر تھا۔ سنو بادشاہ ان قوطی اور لولوبی قبائل کے بعد آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر نے اس کاسی قوم کا رُخ کیا ان کے مرکزی شہر بابل کو زیر کرنے کے بعد ان کے دوسرے بڑے بڑے شہر مثلاً نپور، لارسہ اور اُر پر بھی قبضہ کر لیا اور پھر اس نے ان شہروں کے علاوہ اس نے دوسرے شہروں پر بھی قبضہ کرتے ہوئے کاسی قوم کے خلاف اپنی ان فتوحات کو مکمل کرتے ہوئے ان کے سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اے بادشاہ میں تمہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر قوطی اور لولوبی قبائل کو زیر کرنے کے علاوہ اور اپنے جنوب میں کاسی قوم کی ساری سلطنت کو اپنا ماتحت بنا لینے سے اب فارغ ہو چکا ہے اور یقیناً اب اپنے شمال میں بسنے والے ان گنت قبائل کا رُخ کرے گا اور ان کی حالت اپنے جرار لشکر سے ایسی کرے گا جیسی اس نے اس سے پہلے کاسی قوم اور مشرق میں بسنے والے قبائل کی ہے۔

لہٰذا اے بادشاہ میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ قبل اس کے آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر اپنے جرار اور خونخوار لشکر کے ساتھ تمہارے قبیلے کے علاوہ شمال میں بسنے والے ان گنت قبیلوں پر چڑھ دوڑے اور ان کی بستی اور شہروں کو ویران اور کھنڈر بنا کر رکھ دے میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ اس سے پہلے ہی تم لوگ حرکت میں آ جاؤ اور قبل اس کے کہ تگلت پلاسر تم پر حملہ آور ہو تم خود ایک متحدہ لشکر اور ایک متحدہ قوت کی صورت میں آشوریوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دو اور اگر تم ایسا کرتے ہو تو اس سے تم کو ان گنت فوائد حاصل ہوں گے اور وہ اس طرح کہ اگر تم حملہ آور ہونے میں پہل کر دی ہے ایسی صورت میں آشوری لشکر تمہارے خلاف جنگ کرتے ہوئے کترائیں گے اور تگلت پلاسر تمہارے علاقوں میں دور تک یلغار کرنے میں ناکام رہے گا۔

اے بادشاہ اب تم یہ پوچھو گے کہ آشوریوں کے خلاف ان شمال قبائل کو جنگ کے لیے اکسانے میں آخر میری کیا منفعت اور کیا سود مندی حائل ہے تو اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ گو کہ میں بابل کا رہنے والا ہوں لیکن میری ماں کا تعلق جھیل ارومیہ کے قریب ایک بستی سے تھا لہٰذا یہ سارے علاقے مجھے عزیز ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر ان علاقوں کو ویران کرے اسی لیے ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں یہ اطلاعات فراہم کرنے کے لیے پہنچ گیا ہوں تاکہ شمال کے یہ قبائل اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد آشوریوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کر دیں اور جو بھی حملہ آور ہونے میں پہل کرے گا وہی فائدے اور کامیابی میں رہے گا۔

عزازیل کے خاموش ہونے پر احلامو قبیلے کے بادشاہ ماسان نے بولتے ہوئے کہا۔ اے بابل کے رہنے والے عزازیل میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے آشوریوں سے متعلق ضروری اور اہم اطلاعات فراہم کی ہیں تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ جو بھی حملہ آور ہونے میں پہل کرے گا وہی فوائد حاصل کرے گا لہٰذا میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم اپنی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ضرور آشوریوں پر حملہ آور ہونے میں پہل کریں گے تاکہ انہیں ہمارے علاقوں کے اندر گھس کر جنگ کرنے کا موقع فراہم نہ ہو ماسان کا یہ جواب سن کر عزازیل خاموش ہو گیا تھا لہٰذا اس نے بات کو اور آگے بڑھاتے ہوئے کہا:

اے بادشاہ تمہارے قبیلے سے نکل کر میں شمال میں بسنے والے دیگر قبیلوں کے

بادشاہوں کی طرف بھی جاؤں گا اور انہیں بھی آشوریوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے کے لیے آمادہ کروں گا اس کے بعد میں مشرق میں بسنے والے لولوبی اور قوتی قبائل کی طرف بھی جاؤں گا، اور انہیں بھی اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ شمال کے قبائل کے پہلو بہ پہلو آشوریوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اگر ایک بار شمال اور مشرق کے سارے قبائل آشوریوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں تو پھر آشوری آگے آگے اور یہ سارے قبائل ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے پیچھے ہوں گے اور نہ صرف یہ کہ یہ سب قبائل آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا تک ان کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے لیے بہترین فوائد حاصل کریں گے بلکہ آئندہ کے لیے ان سب قبیلوں کے لیے آشوریوں کی طرف سے ہر قسم کا خطرہ اور خوف ٹل کر رہ جائے گا۔ ماسان نے عزازیل کی یہ گفتگو غور سے سنی پھر اس نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا:

اے عزازیل تمہیں میرے ہاں سے نکل کر دوسرے قبائل کی طرف جانے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے گی اس لیے کہ شمال اور مشرق کے ان سب قبائل کی طرف میں خود اپنے مقاصد بھجواؤں گا اور انہیں آشوریوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کر دوں گا وہ سب قبائل میرا کہا مانتے ہیں اور مجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لیے کہ ان سب قبیلوں میں میرا قبیلہ بڑا ہے اور ان علاقوں میں سارے بادشاہوں میں میں ہی سب سے بڑا اور طاقت ور بادشاہ گنا جاتا ہوں لہٰذا سب قبائل کے بادشاہ میری عزت اور احترام کرنے کے علاوہ میرے مشوروں پر عمل بھی کرتے ہیں لہٰذا یہاں سے نکل کر تمہیں کسی اور قبیلے کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی سارے قبائل کو آشوریوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کروں گا۔ بہر حال میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے بروقت یہ ساری اطلاعات فراہم کی ہیں۔ ماسان کا یہ جواب سن کر عزازیل اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا:

اے بادشاہ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں جو اطلاعات میں نے پہنچانی تھی وہ میں پہنچا چکا ہوں اب میں جاتا ہوں اور اس وقت کا انتظار کروں گا جب شمال اور مشرق کے سارے قبائل آشوریوں پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنے مرکز کی طرف سمٹ جانے پر مجبور کر دیں گے اس کے ساتھ ہی عزازیل نے ماسان کے ساتھ پُر جوش مصافحہ کیا اور پھر وہ اس کے محل سے نکل گیا تھا۔

○

عزازیل ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے بابل شہر سے باہر شاشش دیوتا کی

قدیم عمارت میں داخل ہوا۔ عارب، بیوسا اور نبیطہ بھی اس وقت تک اسی عمارت میں یافان اور اس کی بیٹی ارلیشیا کے پاس ہی قیام کئے ہوئے تھے جب عزازیل اس کمرے میں داخل ہوا جس میں وہ سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے تو عزازیل کو دیکھتے ہی سب اپنی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ عزازیل نے ہاتھ کے اشارے سے ان سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی وہ اُن کے سامنے بیٹھ گیا پھر ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا:

اے میرے عزیزو اے میرے رفیقوں میں جس مہم کی طرف گیا تھا وہاں سے میں کامیاب لوٹ رہا ہوں میں نے آشوریوں کے شمال میں سب سے بڑے قبیلے احلامو کا رُخ کیا تھا میں ان کے مرکزی شہر احلامو میں داخل ہوا اور ان کے بادشاہ ماسان سے ملا اور اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آشوریوں پر حملہ آور ہو اور میں نے اسے اس قدر آشوریوں کے خلاف برانگیختہ کیا کہ وہ ماسان نام کا بادشاہ اس بات پر آمادہ ہو گیا ہے کہ وہ نہ صرف خود بلکہ شمال اور مشرق کے جس قدر قبائل ہیں سب کو آشوریوں کے خلاف حملہ آور ہونے پر اُکسائے گا اور مجھے امید ہے کہ بہت جلد شمال اور مشرق کے یہ سارے قبائل احلامو قبیلے کے بادشاہ ماسان کی سرکردگی میں آشوریوں پر حملہ آور ہو جائیں گے اور اگر ان سب قبائل نے آشوریوں پر حملہ آور ہو کر آشوریوں کو شکست دی یا انہیں مار بھاگنے پر مجبور کر دیا تو یہ ہماری نظروں میں آشوریوں کی شکست نہیں ہوگی بلکہ یہ یوناف کی شکست ہوگی کیونکہ یوناف ہی آشوریوں کی پشت پناہی اور مدد کر رہا ہے اور یوناف کو شکست دینا اور زیر کرنا ہی ہماری کامیابی اور کامرانی ہے لہٰذا یہ قبائل اگر آشوریوں کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کرتے ہیں اور یا انہیں شکست دیتے ہیں تو یہ یوناف پر ہماری فتح اور سود مندی ہوگی۔

اے میرے ساتھیوں یہ تو میری اپنی کارکردگی ہے اب تم بتاؤ کہ تم نے اُر شہر میں کیا کار ہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کیا تم لوگوں کا ٹکراؤ یوناف کے ساتھ ہوا اگر ہوا تو اس کا کیا انجام نکلا اور کیا تم یوناف کی رقیم کو ٹھکانے لگانے اور اسے موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب رہے ہو عزازیل کے اس استفسار پر کمرے میں تھوڑی دیر تک گہری خاموشی چھائی رہی پھر عارب نے بولتے ہوئے اور عزازیل کو جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا:

اے آقا ہم سب یہاں سے نکل کر اُر شہر میں وارد ہوئے ہیں جس وقت ہم نے یوناف اور اس کی بیوی رقیم پر نزول کیا اس وقت وہ دونوں میاں بیوی اُر شہر سے باہر

دریائے فرات کے اندر کشتی رانی کر رہے تھے اور ہماری خوش بختی کہ وہ اُر شہر سے مخالف سمت والے کنارے کی طرف جا رہے تھے جب وہ اپنی کشتی کو کنارے کے قریب لائے تو ہم سب بھی وہاں نمودار ہوئے ہم میں سے کوزن نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

وہ اکیلا یوناف سے نمٹ لے گا کیونکہ وہ اپنی ایک پرانی دشمنی کا انتقام لینا چاہتا ہے اور ہم سب کو اس نے کہا کہ ہم سب مل کر یوناف کی بیوی رقیم کا خاتمہ کر دیں اس طرح خود کوزن یوناف کے مقابلے پر آ گیا جب کہ ہم میں سے بزرگ یافان نے رقیم کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا اس کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ اپنی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ یوناف کی بیوی کی طرف بڑھے گا۔

یوناف کشتی میں بیٹھا کر کنارے پر اترا تھا ہم سے غلطی یہ ہوئی کہ ہم نے یہ اندازہ نہ کیا کہ اس موقع پر ابلیکا بھی ان کے ساتھ ہوگی لہذا یافان جب اپنی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ رقیم کی طرف بڑھا اور جونہی اس نے کشتی کے اندر پاؤں رکھنا چاہا۔ ابلیکا نے اسے یوں فضا کے اندر اچھال دیا جس طرح خشک پتے فضاؤں کے اندر اڑتے ہیں اور اگر یافان کی نیلی دھند کی قوتیں آگے بڑھتے ہوئے یافان کو سہارا نہ دیتیں تو یافان اس زور سے اس ساحلی زمین پر گرتا کہ اس کا ہڈیوں پر مشتمل پنجر ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاتا لیکن اچھا ہوا کہ اس کی نیلی دھند کی قوتوں نے آگے بڑھ کر اسے سنبھال لیا۔ یافان کے یوں فضا کے اندر بلند ہونے سے یہ جان لیا کہ ابلیکا وہاں موجود ہے وہی رقیم کی حفاظت کر رہی ہے دوسری طرف جب کوزن یوناف پر حملہ آور ہوا تو کوزن کو یوناف نے مار مار کر اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور وہ پوری طرح اس مقابلے میں کوزن پر حاوی اور غالب رہا تھا ہم نے اس موقع پر یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ کوزن کی مدد کرنے کے لیے آگے بڑھیں لیکن پھر ہم نے یہ سوچا کہ اس موقع پر یوناف نے اپنی سری قوتوں سے کام لینا شروع کیا اور ابلیکا بھی اس کی مدد کو آ گئی تو پھر ہمارے لیے انتہائی خطرناک اور انتہائی دشوار گذار مرحلہ اٹھ کھڑا ہوگا لہذا اے میرے آقا ہم یوناف یا اس کی بیوی رقیم کو کوئی نقصان پہنچانے میں پوری طرح ناکام رہے ہیں اور اسی ناکامی کی وجہ سے ہم اُر شہر سے یہاں بابل میں آ کر مقیم ہو گئے ہیں یہاں تک کہنے کے بعد عارب خاموش ہو گیا تھا۔

عارب کے اس انکشاف پر عزازیل کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی اس کی آنکھوں کے اندر پریشانیاں اور غم رقص کرنے لگے تھے جب کہ اس کے چہرے پر بھی ناپسندیدگی اور خفگی کے اثرات دیکھے جا سکتے تھے عزازیل کے چہرے سے یہ اثرات زائل کرنے کے لیے اور بات

کا رُخ بدل کر ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے یافان نے یکسر ہی موضوع سخن تبدیل کرتے ہوئے عزازیل کو مخاطب کر کے کہا:

اے آقا ایک عرصے سے میرے ذہن میں ایک سوال کلبلا رہا ہے لیکن مجھے موقع ہی نہ ملا کہ میں اپنے اس سوال کا جواب کبھی آپ سے جان سکوں اب جب کہ آپ اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں۔ تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ سے اپنے اس سوال کا جواب جانوں اور آپ کے علاوہ دنیا کے اندر کوئی اور ایسی ہستی نہیں جو مجھے میرے اس سوال کا جواب بہترین انداز میں دے سکے یافان کی اس گفتگو پر عزازیل نے غور سے یافان کی طرف دیکھا پھر اس نے کسی قدر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے مدھم سی آواز میں پوچھا:

اے یافان تو مجھ سے کیا پوچھنا چاہتا ہے اس پر یافان کا حوصلہ بڑھا اور اس نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

اے آقا انسان کی ابتدا تو آدم سے ہوئی تھی۔ آدم پہلا شخص تھا جس کی پیدائش مٹی سے کی گئی۔ اور اس کے بعد اس کی نسل چلی کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے۔ کہ جنات کی یہ نسل کیسے اور کس طرح چلی یہی وہ سوال ہے۔ کہ جو ایک عرصے سے میرے ذہن میں پریشانی اور حدت پیدا کر رہا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ آپ میرے اس سوال کا بہترین جواب دیں گے۔ یہاں تک کہنے کے بعد یافان خاموش ہو گیا۔ پھر عزازیل نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے یافان تمہارا سوال بڑا دلچسپ اور مشکل بھی ہے۔ اور تمہارا یہ اندازہ بھی درست ہے کہ میرے علاوہ اس سوال کا بہتر طور پر کوئی جواب بھی نہیں دے سکتا۔ سنو یافان جنات کو ایک خاص نوعیت کی آگ سے پیدا کیا گیا تھا۔ جو کہ اس خاص قسم کی آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا۔ جس میں دھواں نہ تھا۔ جس طرح پہلا انسان مٹی سے بنایا گیا پھر تخلیق کے مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے اس کے بعد خاکی نے گوشت پوست کے زندہ بشر کی شکل اختیار کی۔ اور آگے اس کی نسل تیزی سے چلی اسی طرح پہلا جن خالص آگ کے شعلے یا آگ کی لپٹ سے پیدا کیا گیا۔ اور بعد میں اس پہلے جن کی ذریت سے جنوں کی نسل پیدا ہوئی۔ اس پہلے جن کی حیثیت جنوں کے معاملہ میں وہی ہے جو آدم کی حیثیت انسانوں کے معاملہ میں ہے۔

زندہ بشر بن جانے کے بعد آدم اور ان کی نسل سے پیدا ہونے والے انسانوں کے جسم کو اس مٹی سے کوئی مناسبت باقی نہ رہی جس سے ان کو پیدا کیا گیا تھا۔ اگرچہ اب بھی انسانی جسم پورے کا پورا زمین ہی کے ذرات سے مرکب ہے۔ لیکن ان اجزاء نے گوشت پوشت اور خون کی شکل اختیار کر لی ہے۔ اور جان پڑنے کے بعد وہ تو خاک کی بالنسبت ایک بالکل مختلف ہی چیز بن گیا ہے۔ ایسا ہی معاملہ جنوں کا بھی ہے۔ ان کا وجود بھی اصلاً ایک آتشی وجود ہی ہے۔ لیکن جس طرح انسان تودۂ خاک نہ رہا۔ اسی طرح جنات بھی شعلۂ آتش نہیں رہے اس کے علاوہ جن کوئی مجرّد روح نہیں ہے بلکہ ایک خاص نوعیت کے مادی جسام ہیں مگر چونکہ وہ خالص آتشی اجزاء سے مرکب ہے۔ اس لئے وہ خاکی اجزاء سے بنے ہوئے انسانوں کو نظر نہیں آتے یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر وہ اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

اے میرے دوستوں جن نہ صرف یہ کہ انسان سے بالکل الگ نوعیت کی مخلوق ہیں بلکہ ان کا مادۂ تخلیق ہی انسان حیوان نباتات اور جمادات سے قطعی مختلف ہے۔ میرے رفیقو۔ یہ تو جنات کی تخلیق سے متعلق ہے۔ میں تمہارے سامنے یہ بھی دعویٰ کر سکتا ہوں۔ کہ انسان کی تخلیق کے متعلق بھی اس دنیا میں مجھے بڑھ کر کوئی اور نہیں جانتا سنو میرے عزیزو انسان کی تخلیق کے لئے پہلے سادہ مٹی فراہم کی گئی پھر مٹی میں پانی ملا کر اس سے گارے کی شکل دی گئی۔ پھر اس گارے کو کچھ عرصہ کے لئے پڑا رہنے دیا یہاں تک کہ یہ ایک لیس دار گارے کی صورت اختیار کر گیا۔ پھر گارے کے اندر بو پیدا ہو گئی۔ اور یہی بو چھوڑا ہوا اور سڑا ہوا گارا سوکھنے کے بعد جب پکی ہوئی مٹی کے ٹکڑے جیسا ہو گیا۔ تو اس سے انسان کی تخلیق کا سامان کیا گیا اور اس میں خداوند عالم نے ایک خاص روح پھونکی جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔ اور جس کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا گیا۔ پھر آگے اس کی نسل ایک حقیر پانی جیسی شے سے چلائی گئی۔ جسے عرف عام میں نطفہ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ تو اے میرے عزیزو میں نہ صرف یہ کہ جنوں کی پیدائش سے خوب آگاہ ہوں۔ بلکہ انسانوں کی پیدائش اوّل کا بھی رازدار رہا ہوں یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہوا۔ پھر اس نے یافان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اے یافان جو سوال تم نے مجھ سے پوچھا تھا کیا میری

طرف سے تمہیں اس سوال کا تسلی بخش جواب مل گیا ہے۔ اس استفسار پر یافان نے اپنے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا اے میرے آقا جو کچھ میں نے آپ سے پوچھا تھا واقعی آپ کی طرف سے اس کا تسلی بخش جواب مل گیا ہے۔ اور آپ کی طرف سے بتائی جانے والی تفصیل جاننے کے بعد اب میں مطمئن ہو گیا ہوں۔ عزازیل نے پھر یافان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا اے یافان میں عارب ہیوسا اور نبلیطہ اور اس کے علاوہ کوزن اب یہاں سے تھوڑی دیر تک کوچ کر جائینگے۔ اب جبکہ لیناف تم سے الخوتیپ کا طلسم چھین کر نہ جانے کہاں پر ضائع کر چکا ہے۔ تو اب تمہارا کیا لائحہ عمل ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی سحر کے بل بوتے پر تم شماش دیوتا کی اس قدیم اور پرانی کھنڈر نما عمارت میں قیام کئے ہوئے تھے۔ اب اس طلسم کے ضائع ہو جانے کے بعد میرے خیال میں اب تم یہاں رہنا پسند نہیں کرو گے۔ اگر میرے یہ اندازے درست ہیں۔ تو اے یافان اب تم کہاں اور کدھر کا رُخ کرو گے۔ عزازیل کے اس سوال پر یافان نے تھوڑی دیر تک اپنی گردن کو خم کر کے کچھ سوچا پھر اس نے غور سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

اے میرے آقا پہلے آپ یہ بتایئے کہ آپ یہاں بابل شہر سے نکل کر کس سرزمین کا رُخ کریں گے۔ اس پر عزازیل نے جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے یافان میں اور میرے ساتھی اب یہاں سے ارضِ فلسطین کا رُخ کرینگے جہاں اللہ کے نبی سلیمانؑ کے فوت ہو جانے کے بعد ہمارے لئے بدی اور گناہ کے اثرات پھیلانے کے کافی مواقع پیدا ہو گئے تھے۔ سنو یافان بنی اسرائیل کے اندر کام کرنے کے اب ہمارے لئے سود مند حالات ہیں۔ اس لئے کہ سلیمانؑ کے بعد ان کا بیٹا بنی اسرائیل کا حکمران بنا ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی طرح مذہب اور دین کے معاملہ میں کوئی خاص سرگرم نہیں لہذا اس کی حکمرانی میں ہی ہم بنی اسرائیل کے اندر شرک اور بت پرستی کو فروغ دے سکتے ہیں۔ اب میرا لائحہ عمل یہ ہو گا۔ کہ بنی اسرائیل کے اندر داخل ہونے کے بعد وحدانیت کے مقابلے میں بنی اسرائیل کو مختلف ہمسایہ قوموں کے بتوں کی پوجا پاٹ اور پرستش کی طرف ترغیب دی جائے اور میرا خیال ہے کہ ایسا کرنے میں ہم کافی حد تک کامیابی حاصل کر لیں گے۔ فی الوقت اے یافان یہی ہمارا مدعا اور یہی لائحہ عمل ہے۔ عزازیل کے اس جواب پر یافان نے بھی

فیصلہ کن انداز میں کہا:

اگر آپ کا یہ مدعا ہے تو اے میرے آقا آپ کے اس مدعا میں بھی پوری طرح آپ کا ساتھ دوں گا میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ بابل سے ارض فلسطین کی طرف کوچ کروں گا اور آپ کے ساتھ مل کر بدی اور گناہ کے فروغ کے لیے پوری طرح آپ لوگوں کا ساتھ دوں گا۔ یافان کا یہ جواب سن کر عزازیل کے چہرے پر اطمینان اور خوشیاں بکھر گئی تھیں پھر اس نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اگر ایسا ہے تو آؤ ہم سب یہاں سے کوچ کریں اس کے ساتھ ہی وہ سب وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اپنی سری قوتوں کو وہ حرکت میں لائے اور بابل سے وہ مافوق الفطرت انداز میں ارض فلسطین کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

بابل اور کاسی قوم کے دوسرے شہروں کو فتح کرنے کے باعث آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے اُر شہر سے واپسی کے بعد کچھ عرصہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ نینوا شہر میں آرام کیا اس کے بعد اس نے مشرق کی طرف بحیرۂ روم کے کنارے کے ساتھ ساتھ فونیقی قوم کے شہروں کو اپنا ہدف بنانے کا عزم کر لیا تھا۔ آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کی سلطنت کے شمال اور مشرق میں بسنے والے وحشی قبائل اس کے خلاف ایک طویل اور نہ ختم ہونے والی جنگوں کی تیاری میں مصروف ہیں اور یہ کہ عنقریب وہ آشوریوں کی سلطنت پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ شاید تگلت پلاسر نے ان قبائل کی طرف دھیان دینے کی ضرورت ہی محسوس نہ کی تھی اس لیے کہ وہ اپنے مشرق میں بسنے والے وحشی قبائل کو پہلے ہی زبردست شکستیں دے کر مکمل طور پر زیر اور مغلوب کر چکا تھا اور شمال کے قبائل سے وہ امید نہیں رکھتا تھا کہ وہ اس پر حملہ آور ہوں کیونکہ اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ مشرقی قبائل کا حشر دیکھ کر شمال میں بسنے والے قبائل اس کی سلطنت پر حملہ آور نہ ہوں گے اسی زعم اور اسی غلط فہمی میں تگلت پلاسر نے اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف کوچ کیا اس کا ارادہ تھا کہ بحیرہ روم کے کنارے کنارے لبنان سے لے کر فلسطین تک جو فونیقیوں کے شہر ہیں ان کو فتح کرتا ہوا وہ مصر کی طرف یلغار کرے گا اپنے اسی ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر تگلت پلاسر نے سب سے پہلے فونیقی قوم کے شہر ارادوس کی طرف یلغار کی تھی یہ شہر بحیرہ روم کے کنارے واقع تھا بہرحال ان سارے انتظامات کی پرواہ کیے بغیر آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر نے اپنے لشکر کے

ساتھ فونیقیوں کے ایک شہر ارادوس کا محاصرہ کر لیا تھا۔

ایک روز آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر یوناف رقیم اور اپنے ایک عزیز کے ساتھ جس کا نام آشوربل تھا اپنے شاہی خیمے میں بیٹھا ہوا تھا کہ نینوا کی طرف سے کچھ قاصد آئے جنہوں نے تگلت پلاسر کو یہ خوشخبری دی کہ نینوا شہر میں اس کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے یہ خبر سن کر تگلت پلاسر بے حد خوش ہوا اور لشکر کے اندر خوشیاں منانے کا حکم دے دیا تھا ساتھ ہی اس نے ان قاصدوں کو تھوڑی دیر وہاں آرام کرنے کا موقع فراہم کیا پھر اس نے قاصدوں کو نینوا شہر کی طرف واپس کر دیا اور انہیں تاکید کی کہ اس کے نومولود بیٹے کا نام اشادور رکھا جائے لہٰذا وہ قاصد جب وہاں سے رخصت ہونے لگے اور انہیں رخصت کرنے کے لیے تگلت پلاسر اپنے خیمے سے باہر نکلا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یوناف نے رقیم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

رقیم رقیم میں تمہارے باپ تگلت پلاسر کو تو اس کے بیٹے کی پیدائش پر مبارکباد دے چکا ہوں میں تمہیں بھی اس خوشی پر مبارکباد دیتا ہوں تم اب دو بہن بھائی ہو گئے ہو۔ اس پر رقیم نے خوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

میں آپ کی اس مبارکباد کو قبول کرتی ہوں وہ نومولود میرا سگا بھائی نہیں ہے پھر بھی مجھے اتنی خوشی ہے کہ جتنی سگے بھائی کی ہوتی ہے رقیم کے اس انکشاف پر یوناف نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا کیا یہ تمہارا سگا بھائی نہیں ہے اس پر رقیم نے مسکراتے ہوئے کہا:

نہیں یہ میرا سگا بھائی نہیں میرے باپ کی کئی بیویاں ہیں میری ماں تو اب بوڑھی ہو چکی ہے اور یہ نومولود میری سوتیلی ماں سے ہے بہرحال میرے لیے یہ سگے بھائیوں جیسا ہی ہو گا۔ رقیم کہتے کہتے خاموش ہو گئی کیونکہ اس کا باپ تگلت پلاسر اپنے عزیز آشوربل کے ساتھ خیمے میں دوبارہ واپس آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا تھا پھر اس نے یوناف اور رقیم کی طرف دیکھتے ہوئے بے پناہ خوشی کے اظہار میں کہا اس شہر کے محاصرے کے دوران خداوند نے مجھے بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی ہے اور مجھے امید ہے کہ مجھے مزید خوشیاں نصیب ہوں گی اور اس شہر کے بعد میں دیگر کئی شہروں کو بھی فتح کرنے میں کامیاب اور کامران رہوں گا۔

تھوڑی دیر تک وہ چاروں خاموش رہے اس دوران تگلت پلاسر کچھ سوچتا رہا، پھر دوبارہ اس نے اپنے سامنے بیٹھے یوناف رقیم اور آشوربل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا اے میرے عزیزو میں بہت جلد فونیقیوں کے اس شہر ارادوس کو اپنے

سامنے زیر اور فتح کرنا چاہتا ہوں اور اس شہر پر حملہ آور ہونے کے لیے میں نے ایک طریقہ کار واضح کر لیا ہے اور وہ یہ کہ کل سے لشکر کا ایک حصہ جنگل سے لکڑیاں کاٹنے پر مامور کیا جائے گا میں دیکھتا ہوں کہ اس سرزمین کے اندر دیودار کے بڑے بڑے تنا ور اور کافی موٹے درخت ہیں اور شہر کو فتح کرنے میں انہیں درختوں کو ہم کام میں لائیں گے ان درختوں کی لکڑی کاٹ کر ہم اپنے جنگی رتھوں پر مضبوط اور بلند برج تعمیر کریں گے اور ان برجوں کے اندر سیڑھیاں بنائی جائیں گی تاکہ ان سیڑھیوں کے اندر اپنے مسلح سپاہیوں کو رکھا جائے گا اور تیر اندازی کے لیے ان برجوں کے اندر چاروں طرف سوراخ رکھے جائیں گے اور ان برجوں کی تعمیر کے بعد ان پر مٹی کی لپائی کر دی جائے گی تاکہ ان برجوں کو جب دشمن پر حملہ آور ہونے کے لیے شہر سے قریب لایا جائے تو دشمن اگر فصیل کے اوپر سے ان برجوں پر کھولتا ہوا پانی یا دہکتے ہوئے انگارے پھینکے تو ان برجوں پر اس کی لپائی کی ہوئی مٹی کی وجہ سے کوئی اثر نہ ہو۔ تگلت پلاسر تھوڑی دیر کا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

جنگی رتھوں پر تعمیر ہونے والے لکڑی کے ان برجوں کی تکمیل کے بعد انہیں دھکیل کر شہر کی فصیل کے قریب لے جائے گا اور انہیں دھکیلنے والے لشکری بھی ان کی آڑ میں رہ کر انہیں دھکیلیں گے تاکہ دشمن اگر ان پر تیر اندازی کرے تو ان پر ان کے تیروں کا کوئی اثر نہ ہو ان برجوں کو شہر کے قریب لے جاتے ہوئے انکے اندر بیٹھے ہوئے ہمارے لشکری بھی فصیل پر کھڑے دشمنوں کے سپاہیوں پر تیر اندازی کریں گے ہمارے سپاہی چونکہ برجوں کے اندر ہوں گے لہذا دشمن کے تیر ان پر اثر انداز نہ ہوں گے جب کہ ان کے تیر شہر کی فصیل پر کھڑے دشمن کے سپاہیوں پر کارگر ثابت ہوں گے تو ان برجوں کے اندر سے سیڑھیاں اور تختے فصیل پر ڈال لینے کے بعد ان برجوں کے اندر چھپ کر ہمارے بیٹھے ہوئے سپاہی برجوں سے شہر کی فصیل پر منتقل ہو کر جنگ کی ابتدا کر دیں گے اس طرح سارے برجوں سے ہمارے لشکری جب شہر کی فصیل پر اتر جائیں گے تو مجھے امید ہے کہ وہاں ایک ہولناک جنگ کے بعد ہم اس ارادوس شہر کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تگلت پلاسر پھر تھوڑی دیر کے لیے رکا اس کے بعد اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے یوناف میرے بیٹے یہ جو میری لکڑی کے برج تعمیر کرنے کی تجویز ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے یوناف نے فوراً بولتے ہوئے کہا:

میں آپ کی اس تجویز سے پورا پورا اتفاق کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ جنگی رتھوں کے اندر ایسے برج تعمیر کرنے کے بعد ان پر مٹی کی لپائی کر کے ہم فونیقیوں کے خلاف ایک کامیاب جنگ کر سکتے ہیں اور ان برجوں کی مدد سے ہم نہ صرف یہ کہ اس شہر ارادوس پر حملہ کر سکتے ہیں بلکہ انہیں برجوں کو استعمال کرتے ہوئے ہم بحیرہ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ دیگر شہروں کو بھی بڑی آسانی سے اپنے سامنے فتح کرنے اور زیر کر کے رکھ سکتے ہیں یوناف کا یہ جواب سن کر تگلت پلاسر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے یوناف اور اپنے عزیز آشور بل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اگر میری یہ تجویز تمہارے لیے قابل قبول ہے تو تم اور آشور بل دونوں میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم آج ہی سے اپنے لشکر کے چند دستے مقرر کر کے لبنان کے اس کوہستانی سلسلے سے دیودار کے درخت کاٹنے کا عمل شروع کر دیں۔ تگلت پلاسر کی اس گفتگو پر یوناف اور آشور بل دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر وہ تینوں خیمے سے نکل گئے اور اسی روز انہوں نے اپنے لشکری کی مدد سے دیودار کے بڑے بڑے درخت کٹوا کر لکڑی کے برجوں کی تعمیر کا کام شروع کر دیا تھا۔

⊙

سلیمانؑ کے بعد ان کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا بنی اسرائیل نے یہ فیصلہ کیا کہ سکم شہر میں رحبعام کے بادشاہ بنائے جانے کی رسومات ادا کی جائیں لہذا بنی اسرائیل کے سارے سردار اور ان گنت اسرائیلی سکم شہر میں جمع ہوئے جب کہ خود رحبعام بھی یروشلم شہر سے ان رسومات میں شرکت کرنے کے لیے سکم شہر میں گیا۔ سلیمانؑ کے عہد حکومت میں ان کے ایک سردار نے ان کے خلاف بغاوت اور سرکشی کر دی تھی اور وہ اپنے کچھ ساتھیوں کو لے کر مصر کی طرف بھاگ گیا تھا اس سردار کا نام یربعام تھا سکم میں رسومات ادا کرنے سے پہلے رحبعام نے کچھ قاصد مصر کی طرف بھجوائے اور باغی سردار یربعام کو یہ پیغام بھجوایا کہ وہ مصر سے نکل کر فلسطین میں داخل ہو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے بادشاہ بنائے جانے کی رسومات میں شریک ہو۔ یربعام نے نئے بادشاہ کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اور وہ اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکل کر فلسطین میں داخل ہوا۔

جب یربعام نام کا یہ سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ نئے بادشاہ رحبعام کے سامنے پیش ہوا تو اس نے اور اس کے ساتھیوں نے سلیمانؑ کے بیٹے رحبعام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے نئے بادشاہ تیرے باپ نے ہمارا جوا سخت کر دیا تھا تو تُو اب اپنے باپ کی اس سخت خدمت کو اور اس بھاری جوئے کو جو اس نے ہم پر رکھا تھا ہلکا کر دے اور اس کے صلے میں ہم تیری خدمت کریں گے اور ہمیں امید ہے کہ تو ہمارے ساتھ ویسا سلوک نہ کرے گا جیسا تیرا باپ اپنے دور میں ہمارے ساتھ کرتا رہا ہے ان کی یہ گفتگو سن کر سلیمانؑ کے بیٹے اور اسرائیل کے نئے بادشاہ رحبعام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

تم سب لوگ تین روز تک اس سکم شہر میں آرام کرو اور تین روز کے بعد میرے پاس آنا تب میں تمہاری ان باتوں کا جواب دوں گا۔ رحبعام کے کہنے پر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے، ان کے جانے کے بعد رحبعام نے ان سرداروں کو اپنے پاس جمع کیا جو سلیمانؑ کے ساتھ بھی کام کرتے آرہے تھے اور انہیں مخاطب کر کے اس نے پوچھا تم مجھے کیا صلاح دیتے ہو کہ مجھے مصر سے آنے والے ان باغیوں اور ان کے سردار یربعام سے کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ رحبعام کے اس سوال پر ان سارے سرداروں نے باہم مل کر مشورہ کیا پھر ایک سردار نے رحبعام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے بادشاہ تو اگر آج کے دن اپنی قوم کا خادم بن کر قوم کے کام کرے اور ان کی بہتری اور ان کی فلاح کی کارروائیاں کرے اور جو لوگ باغی سردار یربعام کے ساتھ مصر سے نکل کر ارض فلسطین میں داخل ہوئے ہیں اگر تو ان کی بھی خدمت کرے اور ان کو نرمی سے جواب دے اور ان سے میٹھی باتیں کرے تو وہ سدا تیرے خادم اور غلام بن کر رہیں گے۔ سلیمانؑ کے ان بوڑھے سرداروں سے مشورہ کرنے کے بعد رحبعام نے ان جوانوں کو اپنے پاس جمع کیا جو بنی اسرائیل میں سرکردہ گھرانوں سے تعلق رکھتے تھے جو اس کے ساتھ پل کر جوان ہوئے تھے اور جن کا اسرائیل کے اندر بڑا اثر و رسوخ تھا جب یہ سارے جوان رحبعام کے سامنے پیش ہوئے تو رحبعام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

یہ بغاوت اور سرکشی کرنے والے جو لوگ مصر سے نکل کر ارض فلسطین میں داخل ہوئے ہیں تم مجھے ان کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو وہ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تیرے باپ نے ہم پر بوجھ رکھا تھا وہ تو ہم سے ہلکا کر دے ان جوانوں نے جو رحبعام کے ساتھ پل کر بڑے

ہوئے تھے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا:

اے بادشاہ جب وہ مصر سے آنے والے تین دن کے بعد تیرے پاس آئیں تو تُو انہیں مخاطب کر کے کہنا کہ میرے باپ نے جو بوجھ تم پر رکھا تھا وہ بوجھ میں تم پر پہلے سے بھی زیادہ وزنی اور بھاری کر دوں گا میرے باپ نے تم لوگوں کو کوڑوں سے ٹھیک کیا تھا تو میں تم کو بچھوؤں سے ٹھیک کر کے رہوں گا۔ رحبعام نے ان جوانوں کے اس مشورے کو قبول کیا اور اس نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تین دن کے بعد مصر سے آنے والے وہ باغی جب رحبعام کے سامنے پیش ہوئے تو رحبعام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میرے باپ نے جو تم پر بوجھ رکھا تھا میں اس بوجھ میں اور اضافہ کروں گا اور اگر میرا باپ تم لوگوں کو کوڑے مار کر ٹھیک کرتا رہا ہے تو میں تم پر بچھو چھوڑ کر تمہیں درست کر دوں گا۔ رحبعام کا یہ جواب سن کر نہ صرف یہ کہ مصر سے آنے والے وہ باغی اس سے ناخوش ہوئے بلکہ بنی اسرائیل کے بڑے بڑے سردار اور بڑے بڑے سرکردہ لوگ بھی رحبعام کے اس جواب سے خفا اور ناراض ہوئے اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ رحبعام کی جگہ یربعام کا ساتھ دیں گے اس کے بعد ان سرداروں نے باہم مشورہ کرنے کے بعد رحبعام کی مخالفت اور یربعام کی حمایت کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔

سکم کے قیام کے دوران جب رحبعام کو یہ خبر ملی کہ بنی اسرائیل کی اکثریت اس کے خلاف ہو گئی ہے اور کسی بھی وقت اُسے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے تو وہ اپنے حامی لوگوں کے ساتھ رات کے وقت سکم شہر سے یروشلم شہر کی طرف کوچ کر گیا اب حالت یہ ہو گئی تھی کہ بنی اسرائیل دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے بنی اسرائیل میں سے یہوداہ اور بنیامین کے قبیلوں نے رحبعام کا ساتھ دینے کا اعلان کیا تھا اور رحبعام یروشلم میں رہتے ہوئے ان دونوں قبیلوں پر حکومت کرنے لگا اور ساتھ ہی ساتھ وہ ان دونوں قبیلوں کے جوانوں پر مشتمل ایک جرار لشکر تیار کرنے کی کوششوں میں بھی لگ گیا تھا۔ بنی اسرائیل کے دوسرے سارے قبیلوں نے مصر سے آنے والے باغی سردار یربعام کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا تھا اور انہوں نے اب یربعام کو ہی اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا تھا اس طرح ارض فلسطین میں دو حکومتیں قائم ہو گئی تھیں۔ ایک یروشلم شہر میں سلیمانؑ کے بیٹے رحبعام کی اور دوسری سکم شہر میں باغی سردار یربعام کی حکومت قائم ہو گئی تھی۔

انہیں دنوں عزازیل، عارب، ہیوسا، نبیطہ، یافان اور ایلشیا کے ساتھ سکم شہر میں داخل ہوا اپنے سارے ساتھیوں کو اس نے سکم شہر کی ایک سرائے میں ٹھہرایا اور وہ خود ایک بزرگ کی صورت دھار کر یربعام سے ملنے کے لیے سکم شہر کے شاہی محل میں داخل ہوا۔ عزازیل یربعام کے سامنے آیا تو اس نے یربعام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے بنی اسرائیل کے ہر دلعزیز بادشاہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یروشلم سے اس سکم شہر کی طرف آیا ہوں میں نے اپنے ساتھیوں کو تو شہر کی ایک سرائے میں ٹھہرایا ہے جبکہ میں خود تمہاری خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں یروشلم کے بادشاہ اور سلیمانؑ کے بیٹے رحبعام کا سخت بلکہ بدترین دشمن ہوں اسی بنیاد پر میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ یروشلم سے بھاگ کر سکم شہر کی طرف آگیا ہوں۔

اے بادشاہ اب جبکہ فلسطین کی یہ سرزمین دو حصوں میں بٹ گئی ہے اور اس کے اندر بنی اسرائیل کی دو حکومتیں قائم ہو گئی ہیں تو اس موقع پر میں تم سے چند ایسی باتیں کہنا چاہتا ہوں جس میں تمہاری بہتری اور فلاح پنہاں ہے اور اگر تم میری باتوں پر عمل کرو تو تمہارے لیے فائدے ہی فائدے ہیں۔ اور تم آئندہ پیش آنے والے خطرات اور نقصانات سے بچ سکتے ہو۔ عزازیل اپنی بات کہہ کر جب خاموش ہوا تو یربعام نے مخاطب کر کے پوچھا۔

میں خوش ہوں کہ تم رحبعام کے دشمن اور میرے دوست ہو میں اس پر بھی خوش ہوں کہ تم یروشلم شہر سے بھاگ کر سکم شہر میں آ گئے ہو پر یہ تو کہو کہ تم میرے لئے کون سی ایسی باتیں لائے ہو جس میں میرے لئے فوائد ہیں۔ اور جن پر عمل کر کے میں خطرات اور نقصانات سے بچ سکتا ہوں۔ اس پر عزازیل نے بغیر کسی توقف کے کہا:

اے بادشاہ تم جانتے ہو کہ اس سے پہلے یروشلم ہی بنی اسرائیل کے لئے مرکزی شہر رہا ہے۔ اور ساری مقدس چیزیں جن کی زیارت کے لئے لوگ جاتے ہیں۔ وہ بھی یروشلم شہر ہی میں ہیں۔ بنی اسرائیل کا ہیکل توریت کا اصل نسخہ اور دیگر مقدس چیزیں ساری کی ساری ہی یروشلم شہر میں ہیں۔ اور ان سب چیزوں کی زیارت کے لئے دور دور کے شہروں سے یروشلم کا رخ کرتے ہیں۔ اے بادشاہ اب جبکہ فلسطین کی سرزمین دو حصوں میں بٹ گئی ہے ایک حصے پر رحبعام حکومت کرتا ہے۔ اور دوسرے حصے پر تمہاری حکومت ہے۔ جو لوگ تمہاری حکومت کے تحت ہیں۔ وہ جب مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے اور مقدس اشیاء کی زیارت کرنے کے لئے یروشلم کا رخ کریں گے۔ تو وہاں کا بادشاہ رحبعام ان لوگوں کو تمہارے خلاف بھڑکائے گا۔ اور جو بھی دوسرے شہروں سے یروشلم میں داخل ہوگا۔ وہ ان سب لوگوں سے چکنی چپڑی باتیں کر کے اور انہیں تمہارے خلاف کر کے انہیں اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح آہستہ آہستہ وہ وقت آ جائے گا۔ جب سارے ہی بنی اسرائیل کے لوگ رحبعام کا ساتھ دینا شروع کر دیں گے۔ اور تمہارے لئے اس سرزمین میں دشمن ہی دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ اسی صورت میں فلسطین کے آدھے حصے پر حکومت کرنا تو دور کی بات تمہارا اس سرزمین میں رہنا بھی مشکل اور دوبھر ہو کر رہ جائے گا۔ اس پر یربعام نے فوراً بولتے ہوئے کہا:

اے اجنبی تم نے تو اپنا نام ابھی تک بتایا ہی نہیں۔ پہلے اپنا نام کہو پھر میں تم سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔ اس پر عزازیل نے کہا:

اے بادشاہ میرا نام عزازیل ہے۔ اور آج کے بعد تم مجھے اپنا ایک ادنیٰ خادم ہی سمجھ کر پورا پورا بھروسہ اور اعتماد رکھتے ہو۔ عزازیل کے اس جواب پر یربعام نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے عزازیل تو نے جو باتیں مجھ سے کہی ہیں وہ مبنی بر حقیقت ہیں۔ واقعی اگر میری حکومت میں رہنے والے لوگ مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے اور مقدس اشیاء کی زیارت کے لئے یروشلم کا رخ کریں گے تو رحبعام انہیں اپنے ساتھ ملاتا رہے گا اس طرح رحبعام کے دوستوں میں اضافہ ہوتا رہے گا اور میرے دشمنوں کی تعداد دن بدن بڑھتی چلی جائے گی لہذا اے عزازیل میں سمجھتا ہوں کہ تم ایک دانشمند اور فہیم انسان ہو سو مجھے مشورہ دو کہ اس چیز سے بچنے کے لیے اور ان خطرات کو ٹالنے کے لیے مجھے کیا عمل قدم اٹھانا چاہیئے۔

یربعام کے اس استفسار پر عزازیل نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے بادشاہ لوگوں کو یروشلم جانے سے روکنے کے لیے اور لوگوں کو رحبعام کا ساتھ دینے سے منع کرنے کے لیے میرے پاس ایک بڑا اچھا طریقہ ہے اور ایک عمدہ ترکیب ہے اور وہ یہ کہ سونے کے دو انتہائی خوبصورت اور پرکشش بچھڑے بنائے جائیں۔ ان بچھڑوں کو بنی اسرائیل کے دیوتا قرار دیئے جائیں۔

اے بادشاہ تم جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کے آس پاس بسنے والی ساری ہی قوموں کے

اپنے اپنے دیوتا ہیں ہمسایہ قوم کے ان دیوتاؤں میں سے کسی کا نام ایل، کسی کا نام اشیرت کسی کا نام بدو کسی کا نام ہبل کسی کا نام علیان کسی کا نام عنبت کسی کا نام عشتار کسی کا نام ملکارت کسی کا نام افنا کسی کا نام لبلہ کسی کو اشمون کسی کو رشف اور کسی کو بعل رجون کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ آخر یہ سارے دیوی اور دیوتا مانگنے والوں کو کچھ نہ کچھ تو دیتے ہی ہیں۔ ناجس کی بنا پر لوگ اس زور شور سے اور عقیدت اور اس فرمانبرداری کے ساتھ ان کی پوجا پاٹ اور پرستش کرتے ہیں۔

اسے پر لعام ان سارے دیوی دیوتاؤں اور ان سارے بتوں کی پوجا پاٹ اور پرستش صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے اور انہیں بتوں کے وسیلے سے خدا سے مانگا جاتا ہے اسی طرح خدا بندے سے خوش اور راضی ہوتا ہے۔

عزازیل چونکہ لوگوں کی بدیاں اور گناہ ان کے سامنے پرکشش بنا کر اور چمکا کر پیش کرتا ہے لہٰذا لوگوں کو یہ بھلی اور اچھی معلوم ہوتی ہیں لہٰذا اس نے بھی عزازیل کے مشورے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا لہٰذا عزازیل کے مشورے اور مرضی کے مطابق پر لعام نے سونے کے دو انتہائی اور بڑے بڑے بچھڑے بنوائے اور ان سنہری بچھڑوں کے بتوں کو اس نے لوگوں کے اندر خوب گھما نے پھرانے کے بعد ان میں سے ایک کو بیت ایل کے مقام پر ایک اونچی جگہ نصب کرا دیا اور دوسرے سنہری بت کو اس نے دان کے مقام پر ایک بلند جگہ پر نصب کرانے کے بعد لوگوں کو یہ دعوت دی کہ وہ ان دونوں بتوں کی پوجا پاٹ کریں اور ان بتوں کے پاس اس نے قربان گاہ اور عبادت خانے بھی بنائے اور لوگوں کو یہ ترغیب دی کہ جس طرح وہ یروشلم شہر جا کر مقدس رسومات ادا کرتے ہیں اور قربانی کی رسمیں ادا کرتے ہیں اسی طرح وہ ان دونوں کے بتوں کے سامنے بھی کریں۔ پر لعام کی اس انگیخت کا خاطر خواہ اثر ہوا لہٰذا لوگ ان دونوں بتوں کی پرستش کی طرف راغب ہو گئے۔ ان بتوں کا دن منانے کے لیے پر لعام نے آٹھویں مہینے کی پندرہ تاریخ کو بنی اسرائیل کے لیے عید کا دن قرار دیا تاکہ اس روز لوگ اچھے کپڑے پہن کر اور ان بتوں کے پاس آکے منتیں مانیں، ان کے لیے قربانیاں ادا کریں اور ان کے سامنے نذریں گذاریں یوں عزازیل کے کہنے پر پر لعام کے علاقے میں ان دو سنہری بچھڑوں کی پوجا پاٹ اور پرستش کا کام زور شور سے شروع ہو گیا تھا۔

جب کہ عزازیل نے ان علاقوں میں مزید بدی کے پھیلاؤ کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سکم شہر کے اندر ہی قیام کر لیا تھا۔

لبنان کے ساحل پر تگلت پلاسر یوناف اور آشوربل اپنی جنگی رتھوں کے اندر لکڑی کے بڑے بڑے برج تیار کرنے میں دن رات مصروف رہے لشکر کے اندر شامل ان گنت صناع اور کاریگر اس کام میں حصہ لے رہے تھے اور جب جنگی رتھوں کے اندر لکڑی کے یہ بڑے بڑے برج تیار ہو گئے تو ان برجوں کو اوپر سے مٹی کے ساتھ موٹی تہہ کی لپائی کر دی گئی تھی یوں یہ برج حملہ آور ہونے کے لیے تیار ہو گئے تھے ان برجوں کی تکمیل کے بعد تگلت پلاسر نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا لشکر کا دوسرا حصہ اس نے یوناف کی سرکردگی میں دیا جب کہ لشکر کا تیسرا حصہ اس نے اپنے عزیز اور رشتہ دار آشوربل کی کمان داری میں دے دیا تھا جنگی رتھوں کے اندر تعمیر ہونے والے برج لشکر کے تینوں حصوں میں برابر تقسیم کر دیئے گئے تھے اور ان برجوں کے اندر تازہ پشت اور جنگجو آشوری سپاہیوں کو بٹھا دیا گیا تھا اس طرح تین مختلف اطراف سے لشکر کے تینوں حصے ارادوس شہر پر حملہ آور ہوئے تھے۔

سب سے پہلے ارادوس کے شمالی حصے سے یوناف نے اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہونے کی ابتدا کی تھی وہ آشوری لشکر کے ساتھ تباہ کن آندھیوں لپیٹے طوفان اور جسم و جان کے رشتوں کی زنجیریں کو کاٹ دینے والے آسیب کی طرح ارادوس شہر پر حملہ آور ہوا تھا۔ دوسری طرف شہر کے مشرقی حصے سے خود تگلت پلاسر خشک ہواؤں، عذاب ناک لمحوں اور پتے گرانی آندھیوں کی طرح شہر پر ٹوٹ پڑا تھا جب کہ تیسری اور جنوبی سمت سے آشوربل بجلیوں کے گھوارے رختگی اور بے چارگی اور صاعقہ آسمانی کی طرح فونیقیوں کے اس شہر پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ یوں آشوری تین اطراف سے ارادوس شہر پر حملہ آور ہوئے تھے اپنے برجوں کو وہ آہستہ آہستہ شہر کی فصیل کے قریب لاتے جا رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ فصیل کے اوپر سے ان برجوں پر تیر اندازی کے علاوہ کھولتا ہوا پانی اور دہکتے ہوئے انگارے بھی پھینکے گئے تھے لیکن ان برجوں پر چونکہ مٹی کی موٹی تہہ چڑھا دی گئی تھی لہٰذا آگ کے انگارے بھی پھینکنا اور کھولتا ہوا پانی ان پر کوئی اثر انداز نہ ہوا اور ان برجوں کے اندر بیٹھے ہوئے آشوری سپاہی دشمن کے تیروں آگ کے انگاروں اور کھولتے ہوئے پانی سے محفوظ رہے تھے اس طرح برجوں کے اندر سے آشوری بری طرح تیر اندازی کرتے ہوئے اپنے برجوں کو فصیل کے بالکل قریب لے گئے تھے۔

آشوریوں کی تیر اندازی کے باعث شہر کی فصیل پر کھڑے فونیقی محافظ اپنے آپ کو تیروں کی

صورت میں فضا کے اندر تیرتی موت سے محفوظ کرنے کے لیے فصیل کے اوپر بنے مٹیالے بُرجوں کی اوٹ میں ہو گئے تھے جب کہ فصیل کا کھلا حصہ خزاں کی شام کی طرح اداس اور ویران ہو کر رہ گیا تھا۔ آشوریوں کی تیر اندازی کے باعث ہر سمت رگوں میں موت رقص کرنے لگی تھی۔ فصیل اور اس کے آس پاس کے حصے میں شور و غدر کا سا سماں طاری تھا اور آشوریوں کے زہریلے تیر ہر کسی پر موت بن کر کھیل رہے تھے۔ آشوریوں کے تیر اندازی کے باعث فونیقیوں نے فصیل کا کھلا حصہ چھوڑ کر گریز اور بچاؤ سے کام لیتے ہوئے بُرجوں کے اندر پناہ لے لی تو آشوریوں کو اپنے بُرجوں سے نکل کر فصیل پر چڑھنے کا موقع مل گیا انہوں نے اپنے بُرجوں کو فصیل کے ساتھ لگا دیا اور پھر وہ چھوٹے چھوٹے تختے رکھ کر اپنے بُرجوں سے فصیل پر منتقل ہو گئے تھے اور آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے ان فونیقی سپاہیوں پر حملہ کر دیا تھا جو فصیل کے برجوں میں پناہ لئے ہوئے تھے۔

فونیقیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ حملہ آور آشوریوں کو فصیل سے دھکیل کر پھر انہیں ان کے برجوں میں داخل ہونے پر مجبور کر دیا جائے اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنے بُرجوں سے نکل کر آشوریوں پر تیز حملے کرنے شروع کر دیئے تھے لیکن ان کی ہر کوشش ناکام اور ان کے دفاع کا ہر بند ٹوٹتا ہوا دکھائی دے رہا تھا اس لیے کہ آشوری فونیقیوں پر اس قدر جان فشانی اور جرأت مندی سے حملہ آور ہو رہے تھے کہ ان کے حملہ آور ہونے سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ فونیقیوں پر تاروں بھری رات میں گرنے والی شبنم کی طرح نزول کر رہے ہوں اور ان کے سوختہ جان حملوں کے سامنے بیچارے فونیقی اپنی تقدیر کے بدترین نوشتہ پڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک آرادوس کی فصیل کے اوپر گھمسان کی جنگ ہوتی رہی پھر آہستہ آہستہ آشوری غالب اور فونیقی مغلوب ہوتے دکھائی دینے لگے اور پھر جب فصیل کے ساتھ لگے بُرجوں کے ذریعے سے مزید آشوریوں نے فصیل کے اوپر چڑھنا شروع کر دیا تو فونیقیوں کی حالت لمحہ بہ لمحہ کمزور ہوتی چلی گئی تھی یہاں تک کہ آشوریوں نے فونیقیوں کو مار مار کے اور کاٹ کاٹ کر پوری فصیل پر قبضہ کر لیا تھا اس کے بعد وہ شہر کے اندر اترنا شروع ہو گئے تھے اور انہوں نے تھوڑی دیر تک اور گھمسان کی جنگ کرنے کے بعد شہر کا مشرقی دروازہ کھول دیا تھا۔ شہر کے باہر کھڑا باقی ماندہ آشوری لشکر اپنے بادشاہ تگلت پلاسر کی سرکردگی میں ایک رُکے ہوئے اور بے پناہ سیلاب کی طرح شہر میں داخل ہوا تھوڑی دیر تک شہر کے اندر گھمسان کی جنگ ہوتی رہی یہاں تک کہ آشوریوں نے مسلح فونیقیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا اور یوں فونیقیوں کے آرادوس شہر پر آشوریوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

○

دولس نے کوہستان پلاٹن پر روم نام کا جو شہر آباد کیا تھا۔ اطالوی سرزمین میں یہ شہر بڑی تیزی کے ساتھ پھلنے پھولنے لگا تھا اور شہر کی آبادی دن بہ دن بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ دولس نے اس نئے آباد ہونے والے روم شہر میں ایک نئی رسم کی ابتدا کرتے ہوئے شہر کے اندر ایک کھلا اور وسیع میدان گھڑ دوڑ کے لیے بنایا تھا اس نے ہر سال کو اکیس اگست کا دن مقرر کیا تاکہ سال کے اس روز روم شہر کے اس کھلے میدان کے اندر روم شہر اور اس کے قرب و جوار کے لوگ جمع ہوں اور اس میدان کے اندر گھڑ دوڑ کا اہتمام کیا گیا اور جب یہ گھوڑوں کی دوڑ اپنے عروج پر آئی تو دولس نے اعلان کیا کہ میدان کے اندر جس قدر غیر شادی شدہ جوان بیٹھے ہوئے ہیں وہ میدان کے اندر بیٹھی جس غیر شادی شدہ لڑکی کا ہاتھ تھام لیں گے اس لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دی جائے گی۔

دولس کے اس اعلان پر گھڑ دوڑ کے اس میدان میں ایک ہنگامہ اور شور برپا ہو گیا تھا اس میدان میں گھڑ دوڑ کا تماشہ دیکھنے کے لیے زیادہ تر سبایہ سبینی قوم کی کنواری لڑکیاں حصہ لینے کے لیے آئی تھیں، دولس کے اس اعلان پر روم کے رہنے والے رومن جوان ان سبینی قوم کی لڑکیوں کی طرف بھاگے ہر ایک نے ایک ایک لڑکی کا ہاتھ تھام لیا وہ لڑکیاں اور ان کے ماں باپ جو میدان میں بیٹھے ہوئے تھے شور کرتے رہ گئے پر دولس کے حکم سے جس رومن جوان نے بھی سبینی قوم کی جس لڑکی کا ہاتھ تھاما تھا اس سے اس کی شادی کر دی گئی تھی ان لڑکیوں کے ماں باپ اور عزیز رشتہ دار بہت چیخے چلائے اور انہوں نے دولس کے سامنے بھی فریاد کی کہ ان کی لڑکیوں کو واپس کر دیا جائے لیکن کسی نے بھی ان کی فریاد نہ سنی اور وہ اپنی لڑکیوں کو روم شہر ہی میں چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے لیکن انہوں نے یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ دولس اور رومیوں کے خلاف ضرور حرکت میں آئیں گے اور رومنوں نے جو ان کی لڑکیوں پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ اس کا رومنوں سے انتقام ضرور لیں گے۔

اپنے ان ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سبینی قوم کے یہ افراد اپنے بادشاہ طیطس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے کل واقعات سنائے کہ کس طرح وہ اپنی ہمسایہ رومن قوم کے مرکزی شہر روم میں گھڑ دوڑ کا تماشہ دیکھنے کے لیے گئے اور کس طرح رومنوں کے بادشاہ روملس کے حکم پر ان کی لڑکیوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اپنی قوم کے ان افراد کی آہ و پکار سن کر سبینی قوم کے بادشاہ طیطس نے ان کے ساتھ وعدہ کیا کہ وہ رومنوں کے خلاف ضرور حرکت میں آئے گا اور یہ کہ انہیں ان کی بیٹیاں واپس دلا کر رہے گا۔ طیطس کے اس وعدے پر فریاد کرنے والے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے جب طیطس نے اپنے قاصد ہمسایہ سرداروں کی طرف بھجوائے انہیں اپنی مدد پر آمادہ کیا اور چند ماہ کی لگاتار تیاریوں کے بعد اس نے اپنے ہمسایہ سرداروں کے ساتھ مل کر ایک بہت بڑا لشکر کر لیا تھا جس کے ساتھ وہ رومنوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کر سکتا تھا۔ طیطس نے جب دیکھا کہ اس کے پاس ایک خاصہ بڑا لشکر مہیا ہو گیا ہے تو وہ اپنے مرکزی شہر سے نکلا اور جنگ کرنے کے لیے اس نے رومنوں کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

طیطس کا ارادہ تھا کہ رومن شہر کے نواح میں کوہستان کیپٹلائن پر رومنوں کی جو آبادی تھی اس پر قبضہ کر لے اور کوہستان کیپٹلائن پہ اپنا پڑاؤ قائم کرنے کے بعد اصل روم شہر پر حملہ آور ہو جو کوہستان پلاٹن پر آباد کیا گیا تھا۔ کوہستان کیپٹلائن کی اس رومن آبادی کا محافظ رومن جرنیل ترپیوس تھا اس کی ایک حسین و جمیل بیٹی تھی جس کا نام تارپیا تھا اور یہ لڑکی زیورات کی بڑی شوقین تھی۔ سبینی قوم کے بادشاہ طیطس کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ کوہستان کیپٹلائن پر جو رومنوں کی آبادی ہے اس کے محافظ جرنیل کی بیٹی سونے کے زیورات کی بڑی شوقین ہے لہٰذا اس نے اپنے لشکر میں شامل کچھ عورتوں کو رومنوں کی اس آبادی کی طرف بھجوایا جو تارپیا نام کی اس لڑکی کو بہلا پھسلا کر اپنے لشکر میں لے آئی تھیں۔ سبینی قوم کے لشکر میں پہنچ کر اس حسین و جمیل لڑکی نے دیکھا کہ سبینی قوم کے لشکری اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے اور ان کی عورتیں بھی سونے کے زیورات سے لدی ہوئی تھیں۔ طیطس نے بڑی دانش مندی سے کام لیا پہلے تارپیا نام کی اس لڑکی کو اپنے لشکر میں گھمایا پھر اسے اپنے خیمے میں لے جا کر اسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کوہستان کیپٹلائن پہ رومنوں کی آبادی پر ہمارا قبضہ کرانے میں ہماری مدد کرے۔

حسین و جمیل تارپیا سونے کے ان کنگنوں سے جو سبینی قوم کے لشکری پہنے ہوئے تھے بے حد متاثر ہوئی تھی لہٰذا اس نے طیطس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ سارے کنگن جو سبینی قوم کے لشکری پہنے ہوئے ہیں وہ مجھے دے دیئے جائیں تو میں کوہستان کیپٹلائن پہ جو رومنوں کی آبادی ہے اس پر قبضہ کرنے میں سبینی قوم کی مدد کر سکتی ہوں۔ طیطس نے تارپیا کی اس پیشکش اور شرط کو قبول کر لیا اور وہ تارپیا کو اپنے لشکر کے اندر لے گیا اور اپنے سارے لشکریوں کو اس نے حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے سونے کے کنگن اتار کر تارپیا کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ سبینی قوم کے لشکری باری باری تارپیا کے پاس آئے اور اس پر اپنے سونے کے کنگن پھینکا کرنے لگے یہاں تک کہ لشکریوں نے اس قدر سونے کے کنگن اس پر پھینکے اور کر دئے کہ تارپیا ان کنگنوں کے اندر ہی دب کر مر گئی تھی۔ دوسری طرف تارپیا کا باپ ترپیوس اپنی بیٹی کے لیے فکر مند اور سرگرداں تھا اس کی اسی فکر مندی کے عالم میں سبینوں کے بادشاہ طیطس نے اس پر حملہ کر دیا اسے شکست دی اور کوہستان کیپٹلائن پر رومنوں کی آبادی پر سبینی قوم قابض ہو گئی تھی۔

اب حالت یہ تھی کہ کوہستان کیپٹلائن پہ سبینی قوم کے بادشاہ طیطس کا لشکر پڑاؤ کیے ہوا تھا جب ان کے سامنے کوہستان پلاٹن پر رومنوں کا بادشاہ روملس اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہو چکا تھا۔ دونوں لشکروں کے درمیان چھوٹی سی ایک دلدل تھی جس کے اطراف میں ہو کر دونوں لشکروں کو ایک دوسرے پر حملہ آور ہونا تھا۔ جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے دونوں لشکروں سے ایک ایک پہلوان انفرادی جنگ کرنے کے لیے اس دلدل کے قریب کھلے میدان میں نکلے سبینیوں کی طرف سے ان کا پہلوان کرتیوس میدان میں اترا تھا جبکہ رومنوں کا پہلوان ہاسٹیلس مارا گیا اور یوں انفرادی جنگ میں سبینیوں کا پلہ بھاری رہا ساتھ سبینی یہ بھی امید کر رہے تھے چونکہ وہ انفرادی جنگ میں غالب آئے ہیں لہٰذا رومنوں کے ساتھ اگر اجتماعی جنگ ہوتی ہے تو وہ اس میں بھی غلبہ حاصل کریں گے۔

اس موقع پہ روملس نے عقل مندی اور دانش مندی کا ثبوت دیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ رومنوں اور سبینیوں کے مابین جنگ ہو اس طرح دونوں ہی کا نقصان تھا اور چونکہ اس نے روم شہر ابھی ابھی نیا آباد کیا تھا لہٰذا وہ اپنے اس نئے شہر پر جنگ کے بادل منڈلاتے نہ دیکھ سکتا تھا لہٰذا روملس کی کوشش اور ارادہ یہی تھا کہ کسی نہ کسی طرح اس جنگ سے بچا جا سکے اور اس جنگ سے بچنے کے لیے روملس نے ایک بہترین طریقہ نکالا اس نے ان تمام سبینی لڑکیوں کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا جن سے رومن لڑکوں نے گھڑ دوڑ کے میدان میں شادیاں

کر لی تھیں ان لڑکیوں کو مخاطب کرتے ہوئے رودلس نے کہا کہ تم سب مل کر دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو جاؤ اور اپنی سبینی قوم کے لشکر کو جنگ سے باز رہنے کے لیے آمادہ کرو اور تم ذہن میں رکھو اگر یہ جنگ ہو گئی تو اس جنگ میں نہ صرف رومنوں کا بلکہ سبینیوں کا بھی نقصان ہو گا اور اس جنگ میں نہ صرف یہ کہ تم لوگ بھی ماری جاؤ گی بلکہ تمہارے ماں باپ جن کا تعلق سبینی قوم سے ہے وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے اس طرح اگر یہ جنگ ہوتی ہے تو سبینیوں اور رومیوں دونوں جانب سے سبینی قوم کا زیادہ نقصان ہو گا لہٰذا میں خلوص کے ساتھ تم سب کو مشورہ دیتا ہوں تم دونوں لشکروں کے درمیان حائل ہو کر اپنی قوم کے لشکر کو یہ جنگ روک دینے پر مجبور کر دیا۔

سبینی قوم کی یہ لڑکیاں چونکہ اب تک اپنے رومن شوہروں کے ساتھ بے حد مانوس ہو چکی تھی اور وہ اب ان کے ساتھ ہی رہنا پسند کرتی تھیں لہٰذا انہوں نے رودلس کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کا عزم ظاہر کر دیا تھا یہ سینکڑوں لڑکیاں رودلس کے کہنے پر رومن اور سبینی لشکر کے درمیان آئیں اور زور زور سے اپنے ہم قوم سبینی لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہنا شروع کیا:

ہم وہ سبینی لڑکیاں ہیں جن کی رومن جوانوں کے ساتھ شادیاں ہو چکی ہیں اور اب ہم اپنے اپنے گھروں میں خوش اور مطمئن ہیں لہٰذا ہماری خاطر یہ جنگ کر کے اور ہمیں واپس سبینی قوم میں لے جانے کی یہ کوشش قطعاً فضول اور بے کار ہو گی ہم ایک بار جن مردوں کی غلامی میں آ چکی ہیں انہیں کے پاس رہنا چاہتی ہیں ہم دوبارہ اپنی قوم میں جا کر دوسرے مردوں کی غلامی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں لہٰذا ہمارا یہ پُرزور مطالبہ ہے، ہماری خاطر ہونے والی اس جنگ کو روک دیا جائے اور اگر اس جنگ کو نہ روکا جائے تو ہم بھی اپنی قوم کے خلاف رومنوں کا ساتھ دیتے ہوئے جنگ میں حصہ لیں گی۔

سبینی قوم کی ان لڑکیوں کی فریاد اور پکار کا خاطر خواہ اثر ہوا اور سبینی قوم کے سارے بڑے بڑے سردار اپنے بادشاہ طیطس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے مخاطب کر کے ایک سردار نے کہا کہ:

اپنی جن لڑکیوں کے خاطر ہم رومنوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں: اے بادشاہ تم دیکھتے ہو وہ لڑکیاں اب رومنوں ہی کے پاس رہنا چاہتی ہیں اور جنگ کی صورت میں وہ بھی ہمارے خلاف مدد کریں گی لہٰذا جن لڑکیوں کے لیے ہم جنگ کرنے کے لیے آئے ہیں جب وہ لڑکیاں ہی اس جنگ کے خلاف ہیں اور جنگ کی صورت میں وہ ہماری مخالفت پر اتر آئیں گی تو ہمیں ایسی جنگ کرنے سے کیا فائدہ لہٰذا اے بادشاہ ہم سب سردار مل کر تمہیں یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ان جنگی عزائم کو ختم کرتے ہوئے رومنوں کے ساتھ صلح کر لی جائے بلکہ میں کہتا ہوں کہ ان علاقوں کے اندر رومنوں اور سبینیوں کو ایک قوم کی حیثیت سے رہنا اور پھلنا پھولنا چاہیئے رومنوں کے ساتھ اتحاد ہی میں ہماری اور رومنوں دونوں ہی کی بہتری ہے۔

سبینیوں کے بادشاہ طیطس نے اپنے سرداروں کی اس پیشکش کو قبول کر لیا لہٰذا اس نے اپنے قاصدوں کے ذریعے سے رومنوں کے بادشاہ رودلس کو صلح اور بھائی چارے کا پیغام بھجوایا۔

اس طرح رومنوں اور سبینیوں کے درمیان صلح ہو گئی۔ سبینی بھی رومنوں کے قریب آ کر آباد ہو گئے اور دونوں قوموں کے درمیان یہ طے پایا کہ دونوں قوموں کا ایک ہی بادشاہ ہوا کرے گا اور یہ بادشاہ باری باری رومنوں اور سبینیوں میں سے چنے جائیں گے اس طرح رومنوں اور سبینیوں نے ایک متحدہ قوم کی صورت اختیار کر لی اور رودلس کو انہوں نے اپنا پہلا بادشاہ مقرر کیا یوں رودلس اس متحدہ قوم پہ ایک بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کرنے لگا تھا۔

آشوریوں کے بادشاہ تگلت پلاسر نے فونیقیوں کے شہر آرادوس کو فتح کرنے کے بعد چند یوم تک اس شہر میں قیام کیا اس قیام کے دوران اس نے نہ صرف یہ کہ شہر کا نظم و نسق درست کیا بلکہ شہر کے گرد و نواح کے کوہستانی سلسلے سے اس نے دیودار کے بڑے بڑے درخت کاٹ کر ان سے اپنے لیے کشتیاں تیار کرانا شروع کر دی تھیں جب کہ کافی تعداد میں یہ کشتیاں تیار ہو گئیں تو تگلت پلاسر نے فونیقیوں کے مزید جنوبی شہروں پر قبضہ کرنے کے لیے آرادوس شہر سے کوچ کیا کوچ سے پہلے اس نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا، لشکر کا ایک حصہ اس نے اپنے رشتہ دار آشوربل کی سرکردگی میں خشکی کے راستے فونیقیوں کے جنوبی شہر سیمرا کی طرف روانہ کر دیا جب کہ خود تگلت پلاسر لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ یوناف اور رقیم کو لے کر کشتیوں کے ذریعے جنوبی شہر رقیم کی طرف روانہ ہو گیا تھا اس سمندری سفر کے دوران آشوریوں

نے ایک وہیل مچھلی کا شکار کیا آشوری پہلے وہیل مچھلی سے آگاہ نہیں تھے اور جب اس بہت بڑی مچھلی کو آشوریوں نے اپنے بادشاہ تگلت پلاسر کے سامنے پیش کیا تو تگلت پلاسر نے ایک وہیل مچھلی کو سمندری گھوڑے کا نام دیا بہرحال تگلت پلاسر کشتیوں کے ذریعے اپنے لشکر کے ساتھ فونیقیوں کے شہر سمیرا پہنچ گیا اتنی دیر تک خشکی کے راستے لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر آشوربل بھی وہاں پہنچ چکا تھا لہذا دونوں لشکروں نے یکجا ہو کر سمیرا شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

تگلت پلاسر نے جس طرح فونیقیوں کے شہر ارادوس کو جنگی رتھوں پر لکڑی کے بڑے بڑے برج تیار کر کے فتح کر لیا تھا اسی طریقے سے اس نے فونیقیوں کے شہر سمیرا کو بھی فتح کر لیا اس کے بعد اس نے مزید جنوب کی طرف پیش قدمی کی اور فونیقیوں کے دو اور بڑے بڑے شہر جبل اور صیدا بھی اس نے لکڑی کے ان برجوں ہی کو استعمال کر کے فتح کر لیے تھے ۔ ان سارے شہروں کو فتح کرنے کے بعد تگلت پلاسر نے ان شہروں کا رخ کیا اور خراج وصول کیا اور پھر کچھ دن اس نے صیدا شہر میں قیام کر لیا تھا۔

اسی شہر میں قیام کے دوران مصر سے ایک وفد تگلت پلاسر سے ملنے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب اس وفد کے اراکین کو تگلت پلاسر کے سامنے پیش کیا گیا، تو تگلت پلاسر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا تم کون لوگ ہو اور مصر سے میرے لیے کیا پیغام لے کر آئے ہو تگلت پلاسر کے اس استفسار پر اس وفد کے اراکین میں سے ایک نے تگلت پلاسر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا :

اے بادشاہ ہمیں مصر کے حاکم اعلیٰ فرعون نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے تا کہ ہم اس کی طرف سے آپ کو دوستی اور خلوص کا پیغام سنائیں جس قدر علاقے آپ نے فتح کیے ہیں ان علاقوں تک ہمارا بادشاہ آپ کی عملداری کو تسلیم کرتا ہے ، اس کے ساتھ ساتھ ہمارے بادشاہ نے اپنی طرف سے آپ کے لیے ایک تحفہ بھی روانہ کیا ہے اس وفد کے اراکین کی یہ گفتگو سن کر تگلت پلاسر خوش ہوا اور اس نے انہیں مخاطب کر کے پوچھا تمہارے بادشاہ نے میرے لیے کیا تحفہ بھیجا ہے اس پر اس وفد کے اراکین نے بادشاہ کے سامنے ایک زندہ مگرمچھ پیش کیا اور تگلت پلاسر کو کہا کہ یہ مگرمچھ ہی وہ تحفہ ہے ، جو ہمارے بادشاہ نے خاص دریائے نیل سے پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بھیجا تھا۔

آشوریوں کا بادشاہ تگلت پلاسر دریائے نیل سے پکڑے جانے والے اس مگرمچھ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا مصری وفد کی جانب سے اس نے اس تحفے کو قبول کیا، اس وفد کے اراکین کو انعام واکرام سے نوازتے ہوئے انہیں اس نے واپس کر دیا تھا۔ تگلت پلاسر نے مصر کے فرعون کا وہ تحفہ قبول کر لیا تھا اور اس کے وفد کے ارکان کو اس نے تحائف دے کر روانہ کیا تھا اس کے باوجود اس نے اپنے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ وہ کچھ عرصہ صیدا شہر کے اندر ہی قیام کرے گا اور وہاں پر قیام کے دوران وہ اپنی عسکری حیثیت کو مضبوط کرنے کے بعد بحیرۂ روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ مزید جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی فتوحات کا دائرہ مصر تک وسیع کرتا چلا جائے گا اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تگلت پلاسر نے صیدا شہر میں قیام کے دوران اپنی عسکری حیثیت کو پہلے کی نسبت اور زیادہ مضبوط اور مستحکم کرنا شروع کر دیا تھا۔

○

رومیوں کے بادشاہ رومولس نے اپنی سلطنت کے سارے لوگوں کو تین حصوں یا تین قبیلوں میں تقسیم کیا پہلے حصے کا نام اتروکن دوسرے کا نام رومن اور تیسرے کا نام سبینی تھا اس کے علاوہ رومولس نے سو افراد پر مشتمل ایک سینٹ بھی تشکیل دی اور اس سینٹ کے افراد رومولس کو حکومت چلانے میں مدد اور تعاون فراہم کیا کرتے تھے آخر کار بدقسمتی ایسی ہوئی کہ یہ رومولس اچانک ہی کہیں گم ہو گیا اور گمنامی کی موت مارا گیا۔

رومولس کی وفات کے بعد سو افراد پر مشتمل سینٹ ہی حکومت کا نظم و نسق چلاتی رہی ایک سال تک ایسی ہی حالت رہی اس پر لوگوں نے اعتراض کرنا شروع کر دیا کہ معاشرے پر ایک بادشاہ نہیں بلکہ سو بادشاہ حکومت کرتے ہیں اور لوگوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ان کا کوئی ایک بادشاہ ہونا چاہیے جو نہ صرف یہ کہ سینٹ کو کنٹرول کرے بلکہ وہ فرد واحد کی حیثیت سے پورے ملک پر حکومت بھی کرے آخر اس معاملہ پر سینٹ کے افراد نے صلاح مشورہ کیا اور سبینیوں میں سے ایک شخص کو بادشاہ بنانے کا ارادہ ظاہر کیا اس شخص کا نام نوما تھا اور یہ کیورس نام کی ایک بستی کا رہنے والا تھا۔ آخر

روما شہر کے دو معزز افراد کو سفیروں کی حیثیت سے اس نوما کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ اسے یہ دونوں سفیر بادشاہت کی پیش کش کریں یہ دونوں سفیر نوما کی بستی کیوریس میں پہنچے نوما کے ہاں داخل ہوئے اس کے باپ اور خود اُسے بھی اپنے سامنے بٹھایا اور اسے سینیٹ کے اس فیصلے سے آگاہ کیا کہ سینیٹ تمہیں بادشاہ بنانے کی خواہش مند ہے نوما نام کا یہ شخص انتہائی دانش ور عقل مند اور تمام مروجہ علوم کا ماہر اور عالم تھا جب ان دونوں سفیروں نے اُسے روم کا بادشاہ بننے کی پیش کش کی تو اس نے کچھ دیر اس موضوع پر سوچا پھر اس نے ان دونوں سفیروں کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے جذبات اور اپنے رجحانات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

میں سینیٹ اور تم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ تم لوگ مجھے روما کا بادشاہ بننے کی پیشکش کر رہے ہو لیکن میں اپنی موجودہ حالت میں تبدیلی نہیں چاہتا اور میں اس قاعدے اور کلیئے کا پابند ہوں کہ جو آدمی اپنی زندگی میں اس طرح کی تبدیلی لاتا ہے وہ تبدیلی عموماً اس کے لیے خطرناک ہوتی ہے اس طرح انسان ایک درجے سے دوسرے درجے تک بڑھنے کی خواہش کا شکار ہوتا ہے اور اس کی ہوس اور حرص میں اضافہ ہو جاتا ہے لہٰذا میں بادشاہ بننے کا خواہش مند نہیں ہوں اور اے معزز سفیرو! تم یہ بھی جانتے ہو کہ رومن سوسائٹی کی بنیاد لڑائی جھگڑے پر قائم کی گئی ہے اس شہر کو بھی لڑائی جھگڑے کی بنیاد پر ہی قائم کیا گیا تھا اور مرنے والے بادشاہ رومولس کا بھائی بھی اسی شہر کی تعمیر کے سلسلے میں مارا گیا تھا اس شہر کی تعمیر چونکہ جنگ کی بنیاد پر رکھی گئی ہے تو میں بادشاہ بننے کے بعد جب لوگوں کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلاؤں گا اور انہیں نیک کام کرنے کی تبلیغ کروں گا تو مجھے خدشہ ہے کہ لوگ مجھے ٹھٹھہ اور ہنسی مذاق کا نشانہ بنائیں گے لہٰذا میں بادشاہ بننے سے معذرت کا اظہار کرتا ہوں۔

قبل اس کے کہ وہ دونوں سفیر نوما کی اس گفتگو کے جواب میں کچھ کہتے اس موقع پر نوما کا باپ بول پڑا اور نوما کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

اے نوما اس دنیا کے اندر تم جانتے ہو انسان فانی ہے اور انسان ایک دوسرے کی رہبری اور رہنمائی ہی سے چل سکتے ہیں لوگوں نے تمہیں یہ جان کر اور سمجھ کر بادشاہ کی پیشکش کی ہے کہ تم ان کے مقابلے میں زیادہ علم رکھتے ہو اور مروجہ علوم کے سب سے بڑے ماہر اور عالم ہو اسی بنا پر لوگ تمہیں اپنا بادشاہ بنانا چاہتے ہیں تاکہ تم ان کی صحیح رہبری اور رہنمائی کر سکو اور یہ بھی یاد رکھو دیوتا اس سے خوش ہوتے ہیں جو علم رکھتے ہوئے اپنے سے کم علم رکھنے والے لوگوں کی رہبری کا سامان کرتا ہے۔ نوما کے باپ کی اس گفتگو کا نوما پر خاطر خواہ اثر ہوا لہٰذا اس نے ان دونوں سفیروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے معزز سفیرو! میرے باپ کی گفتگو نے مجھے تمہاری پیش کش کو قبول کر لینے پر آمادہ کر دیا ہے لہٰذا میں روما کا بادشاہ بننے کی اس پیش کش کو قبول کرتا ہوں۔

پیش کش کو قبول کر لینے کے بعد نوما ان دونوں سفیروں کے ساتھ روم کی طرف روانہ ہو گیا اور جب وہ شہر میں داخل ہوا تو لوگوں نے اس کا شاندار استقبال کیا اور اس کے بادشاہ بننے کی خوشی میں لوگوں نے قربانیاں ادا کیں اور رنگ برنگے کپڑے پہن کر گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے ہوئے اپنی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا رومولس نے اپنے دور حکومت میں رومن قوم کو جنگی تربیت دی تھی جب کہ نوما نے اس کے مقابلے میں لوگوں کو مذہب کی طرف مائل کیا۔ نوما نے ملک کے اندر جگہ جگہ ترمینوس دیوتا کے مندر تعمیر کرائے اور روم کے اندر ایک بڑی قربان گاہ تیار کی گئی یہ قربان گاہ ایک بہت بڑی چٹان سے تراشی گئی تھی اس قربان گاہ کے اوپر کے حصے میں چاروں طرف مینڈھوں کے سر کے نشانات بنائے گئے تھے اور نچلے چاروں حصوں کے اوپر ہوا میں اڑتے ہوئے پروں والے فرشتے دکھائے گئے تھے اور اس قربان گاہ کے وسطی حصے میں ایک بچہ دکھایا گیا تھا جو اپنے اوپر ایک چادر لپیٹے ہوئے تھا اور اس معصوم بچے کے پر دکھا دیئے گئے تھے اور جو ایک گول دائرے کے اندر پر سکون حالت میں دکھائی دیتا تھا۔ رومولس نے جو معاشرے کو تین حصوں یعنی اتروس رومن اور سبینی قبیلوں میں تقسیم کیا تھا تو نوما نے رومولس کی اس تقسیم کو بالکل ختم کر دیا۔

نوما نے سوسائٹی اور معاشرے کو نو قبیلوں نو پیشوں یا نو حصوں میں تقسیم کیا پہلے حصے کا نام اس نے نواز رکھا دوسرے کا ترکھان تیسرے کا سنار چوتھے کا چمڑا رنگنے والے پانچویں کا چمڑے کا سامان بنانے والے چھٹے کا نام رنگ ساز ساتویں حصے کا نام برتن بنانے والے آٹھویں حصے کا نام ٹین کا کام کرنے والے اور اس کے علاوہ باقی سب لوگ نویں حصے میں شمار کیے جاتے تھے رومن معاشرے کے لوگ اپنے اسی حصے اور اپنے اسی پیشے کے نام سے جانے پہچانے جانے لگے تھے۔

رومولس نے اپنے دور حکومت میں سال کو دس مہینوں میں تقسیم کیا تھا اور رومولس کا پہلا مہینہ مارچ سے شروع ہوتا تھا نوما نے ان دس مہینوں میں دو مہینوں کا اور اضافہ کیا اور اس

طرح اس نے سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا اور جن سے دو نئے مہینوں کا اس نے اضافہ کیا وہ جنوری اور فروری تھے جنوری کا مہینہ اس نے رومنوں کے دیوتا جانس کی نسبت سے بنایا اور جانس دیوتا کے اس وقت روما کے اندر اندر جگہ جگہ مندر بھی تعمیر کرائے گئے تھے فروری کا لفظ نوما نے لاطینی زبان کے لفظ فیبروعا سے حاصل کیا تھا جس کے معنی ہیں اپنی طہارت اور اپنی ستھرائی صفائی کرنا کیونکہ اس مہینے کے بعد بہار کا موسم آتا تھا جو صفائی اور ستھرائی کی ایک نشانی تھی لہٰذا نوما نے اس مہینے کا نام فروری رکھا اس طرح نوما بڑی مہارت اور کامیابی کے ساتھ رومنوں پر حکومت کرنے لگا تھا۔

○

قرطاجنہ کی نئی تشکیل پانے والی سلطنت کے اندر بھی ایک تبدیلی آگئی تھی اس سلطنت کا پہلا بادشاہ مارکوس بنا تھا۔ مارکوس نے اس سلطنت کو مستحکم کرنے کی پوری کوشش کی، مارکوس کے بعد اس سلطنت کا دوسرا بادشاہ مارکوس کا ساتھی ماگو بنا ماگو نے اپنے دور حکومت میں قرطاجنہ کی سلطنت کو نہ صرف یہ کہ دور دور تک پھیلا دیا بلکہ اس نے قرطاجنہ کی فوج اور عسکری حیثیت کو بھی پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط کر دیا تھا ماگو کے دور حکومت کا سب سے بڑا واقعہ ایک بحری جنگ ہے جو کچھ اس طرح پیش آئی کہ یونان کی ایک ریاست کا نام فوسیہ تھا اور جو ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر واقع تھی اس ریاست کے ہزاروں لوگوں نے اپنی ریاست سے ہجرت کر کے کشتیوں میں سفر کرتے ہوئے مغرب کا رخ کیا انہوں نے جزیرہ کارسیکا کو اپنی آماجگاہ بنایا اور اس جزیرہ میں سکونت کرنے کے بعد ان لوگوں نے سمندر کے اندر قزاقی کا پیشہ اپنا لیا تھا فونیقیوں کے جہاز سمندر میں چونکہ اسپین، خلیج بسکے انگلستان، فرانس اور دوسرے یورپی ممالک کے ساتھ تجارتی لین دین کرتے تھے لہٰذا فونیقیوں کے تجارتی جہازوں کو ان بحری قزاقوں کے ہاتھوں نقصان پہنچنے لگا آخر جب ان بحری قزاقوں کی شکایتیں ماگو کے پاس پہنچنے لگی تو ماگو حرکت میں آیا۔

ان بحری قزاقوں سے نمٹنے کے لیے ماگو نے ساٹھ کے قریب بحری جہاز تعمیر کیے جن کی مدد سے وہ ان بحری قزاقوں کے خلاف جنگ کرنا چاہتا تھا پس جب یہ جہاز تعمیر ہو چکے تو ان جہازوں کو ماگو نے سمندر کے اندر اتارا اور اس کے اندر اس نے اپنا ایک تجربہ کار اور زیرک بحریہ کا سالار مقرر کیا اور اس لشکر کے ساتھ اس نے جزیرہ کارسیکا کی طرف کوچ کیا تاکہ ان بحری قزاقوں سے نمٹا جا سکے تجارتی جہازوں کو لوٹ لوٹ کر ان بحری قزاقوں کے حوصلے بہت بڑھ چکے تھے ماگو کے ساٹھ جہازوں کو بھی انہوں نے ایک بحری تجارتی کارواں ہی سمجھا اور وہ بے دھڑک ان پر حملہ آور ہوئے انہیں امید تھی کہ ان جہازوں سے انہیں لوٹنے کو بہت کچھ مل جائے گا لیکن جب وہ ان جہازوں کے قریب گئے تو ماگو نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان پر جوابی حملہ کر دیا ان پر تیر برسائے اور اپنے جہازوں سے اتر کر اور ان کی کشتیوں میں کودتے ہوئے ان کا قتل عام کیا اس طرح ماگو نے ان قزاقوں کو سمندر کے اندر عبرت ناک شکست دی ان میں سے اکثر مارے گئے اور جو باقی بچے وہ جزیرہ کارسیکا کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گئے اس طرح ماگو نے بڑی جرأت مندی سے کام لیتے ہوئے ان بحری قزاقوں کا خاتمہ کر کے اپنے تجارتی کارروانوں کو محفوظ اور مامون بنا کر رکھ دیا تھا۔

ماگو کے بعد اس کے بڑے بیٹے حسدروبل کو فونیقیوں کا بادشاہ بنایا گیا تھا جبکہ ماگو کے دوسرے اور چھوٹے بیٹے ہملکر کو نہ صرف یہ کہ حسدروبل کا نائب بلکہ اسے فونیقی لشکروں کا سپہ سالار بھی مقرر کیا گیا تھا۔ دونوں بھائیوں نے مل کر فونیقی سلطنت کی وسعت اور طاقت میں بہت بڑا اضافہ کیا سب سے پہلے ان دونوں بھائیوں نے جزیرہ سسلی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جو ان کے مرکزی شہر قرطاجنہ سے صرف پچاس میل کے فاصلے پر تھا سسلی پر ان دنوں یونانیوں کا قبضہ تھا اور یونانیوں نے سسلی کے اندر اپنی تجارت اور اپنی زراعت کو فروغ دینے کے لیے جگہ جگہ بستیاں اور شہر آباد کر رکھے تھے۔ یونانیوں کے آباد کردہ ان شہروں کے اندر سب سے بڑا شہر نکساس تھا جو اس جزیرہ میں داخل ہونے کے بعد پہلا شہر تھا جو یونانیوں نے آباد کیا تھا اور یہاں سے بڑھتے بڑھتے یونانی سسلی کے دیگر حصے پر چھا گئے تھے اس جزیرہ کے مغربی ساحل کے چوتھے سے ایک حصے پر فونیقیوں کا قبضہ تھا اور اس حصے میں فونیقی اپنے تجارتی جہاز لنگر انداز کرتے اور انہیں جہازوں کے ذریعے سے وہ سسلی کے لوگوں کے ساتھ تجارتی روابط قائم کیے ہوئے تھے جزیرہ سسلی میں یونانیوں کی طاقت اور قوت ایسے عروج پر تھی کہ یونانی جب چاہتے ان فونیقی تاجروں کو یہاں سے مار بھگاتے اور جب چاہتے انہیں ایک جزیرہ میں تجارت کرنے کی اجازت دے رہے تھے لہٰذا فونیقی دل سے یہ چاہتے تھے کہ جس طرح یونانیوں

نے سسلی پر قبضہ کر رکھا ہے اس طرح ان کا بھی سسلی کے ایک حصے پر قبضہ ہونا چاہیے تاکہ وہ بھی جزیرے میں آزادانہ طور پر تجارت کر سکیں۔

آخر فونیقیوں کے نئے بادشاہ حسدروبل نے فونیقیوں کی اس خواہش کو عمل جامہ پہنانے کا ارادہ کیا اس مقصد کے لیے اس نے مضبوط بحری بیڑہ تیار کیا اور اس بحری بیڑے کی تشکیل کے بعد ان بحری جہازوں کے ذریعے اس نے اپنے بھائی حملکر کی سرکردگی میں ایک جرار فونیقی لشکر جزیرہ سسلی کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں یونانیوں کے خلاف جنگ کی جائے اور سسلی کے ایک حصے کو زمینی تسلط داری میں لاکر وہاں پر آزادانہ تجارت کرنے کے مواقع حاصل کیے جائیں۔

حملکر نے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سسلی کے مغربی شہر پانورمس کے ساحل پر لنگرانداز ہوا یہاں لنگرانداز ہونے کے بعد حملکر نے اپنے لشکریوں کو تین دن تک آرام کرنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی اس نے ان تین دنوں میں اپنے بحری جہازوں اور کشتیوں کی مرمت بھی کر لی تھی اس کے بعد اس نے ساحل سے کوچ کیا اور سسلی کے دوسرے بڑے شہر حمیرا کے قریب جا کر وہ لنگرانداز ہوا یہاں اس نے ساحل کے ساتھ ساتھ اپنے بحری جہاز کھڑے کر دیئے اور اپنے لشکر کو اس نے ساحل پر اتار لیا تھا اس طرح اس نے اپنے سارے لشکر کو حمیرا شہر کے مغرب میں پھیلا دیا تھا اس کا ارادہ تھا کہ آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر حمیرا شہر پر قبضہ کر لے حمیرا شہر کے محافظ لشکر کا سپہ سالار ان دنوں انگرجنتم نام کا ایک جرنیل تھا جو جنگوں کا وسیع تجربہ رکھتا تھا اور انگرجنتم نام کے اس جرنیل کے تحت ایک تجربہ کار یونانی لشکر موجود تھا جو حمیرا شہر کی حفاظت پر مامور تھا پس اس لشکر کے ساتھ انگرجنتم حرکت میں آیا اس نے حملکر کے ساتھ جنگ کی ابتدا کر دی اس طرح انگرجنتم چاہتا تھا کہ حملکر کو جنگ میں مصروف رکھ کر حمیرا شہر کی طرف بڑھنے سے روکے اور اتنی دیر تک اسے سسلی کے دوسرے یونانی حکمرانوں سے بھی مدد ملنے کی امید تھی پس اسی ارادے کے تحت انگرجنتم نے حملکر کے ساتھ جنگ کی ابتدا کر دی اور ساتھ ہی اس نے مدد کے لیے قریبی یونانی حکمرانوں کی طرف نامہ بر بھی روانہ کر دیئے تھے۔

سسلی کے اندر یونانیوں کی سب سے بڑی طاقت ور اور بڑی سلطنت کا نام سیراکیوز تھا اور ان دنوں سیراکیوز کے بادشاہ کا نام جیلن تھا جب اس جیلن کو اطلاع ملی کہ فونیقیوں نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ سسلی کے مغربی ساحل پر حملہ کر دیا ہے تو جیلن فوراً حرکت میں آیا اور حمیرا شہر کو فونیقیوں سے بچانے کے لیے اس نے اپنے پچاس ہزار پیادہ اور پانچ ہزار سواروں کے ساتھ حمیرا شہر کی طرف کوچ کر دیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ سیراکیوز کے بادشاہ جیلن نے آندھی اور طوفان کی طرح حمیرا شہر کی طرف کوچ کیا اور حمیرا شہر کا حاکم انگرجنتم ابھی تک حملکر کو اپنے ساتھ مصروف جنگ ہی رکھے ہوئے تھا کہ جیلن بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا وہاں پہنچتے ہی جیلن نے انگرجنتم کے ساتھ صلاح مشورہ کیا اور دونوں کے درمیان یہ طے پایا کہ آنے والی رات کی تاریکی میں انگرجنتم اپنے لشکر کے ساتھ اس کوہستانی سلسلہ پر جاکر روپوش ہو جائے گا جو کوہستانی سلسلہ حملکر کی لشکر کی پشت پر تھا جبکہ جیلن اپنے لشکر کے ساتھ سامنے کی طرف سے فونیقیوں پر حملہ آور ہوگا۔

جیلن کے ساتھ صلاح مشورہ کے بعد انگرجنتم آنے والی رات کی تاریکی میں ایک لمبا کاوا اور چکر کاٹتا ہوا حملکر کے لشکر سے دور رہ کر اس کی پشت پر واقع کوہستانی سلسلہ پر چڑھ گیا تھا اور وہ وہاں اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا کر بیٹھ گیا تھا جب کہ سیراکیوز کا بادشاہ جیلن اپنے لشکر کے ساتھ حملکر کے لشکر کے عین سامنے پڑاؤ ڈال کر جم گیا تھا دوسرے روز جیلن اور حملکر نے ایک دوسرے کے آمنے سامنے اپنے لشکروں کو استوار کیا اور جنگ کے لیے صفیں درست کرنا شروع کیں حملکر کا خیال تھا کہ وہ جیلن کے لشکر کو بہت جلد شکست دے کر رکھ دے گا اور اس طرح وہ جزیرہ سسلی میں اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جنگ شروع ہونے کے تھوڑی دیر بعد حملکر نے اپنے تیز حملوں سے جیلن کے لشکر پر حملہ آور ہوتے ہوئے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس کا پلہ جیلن کے لشکر سے بھاری ہے اس لیے کہ حملکر نے زوردار حملوں سے جیلن کے لشکر کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔

عین اس وقت جبکہ سیراکیوز کا بادشاہ جیلن اپنے لشکر کے ساتھ حملکر کے سامنے پسپا ہونا شروع ہو گیا تھا حمیرا کا حکمران انگرجنتم اپنے لشکر کے ساتھ کوہستانی سلسلے سے نمودار ہوا اور حملکر کے لشکر کی پشت پر اس نے بڑی خونخواری اور بڑی تندی اور تیزی کے ساتھ حملہ کر دیا تھا اس دوطرفہ حملے سے حملکر کو بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑ گیا تھا اور اس تقسیم کے موقع پر اس کے لشکر کے اندر ایک ہلچل اور افراتفری سی مچ گئی تھی تاہم حملکر نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ سامنے اور پیچھے سے حملہ آور ہونے والے دونوں گروہوں کا مقابلہ کر سکے۔

حمیرا شہر کے باہر تینوں لشکروں کے آپس میں ٹکرانے سے زندگی کے خاموش لمحے چیخ اٹھے تھے ہواؤں کے دامن میں خون کی بُو بکھرنے لگی تھی اور موت نے بے ضمیری کے خواب کی طرح جسم اور روح کے درمیان حائل ہونا شروع ہو گئی تھی صبر و جبر کے بند طوفانی دھاروں کے بہاؤ کی طرح ٹوٹ پڑے تھے ذہن کے الجھاؤ میں وقت کے منجدھار دل کی خستگی میں دہکتی آتش اور جارحانہ مزاج میں وحشت کی تاریکیاں رقص کناں ہو گئی تھیں ایسا لگتا تھا کہ حمیرا شہر کے باہر وہ رزم گاہ دہکتے ہوئے دوزخ کا ایک زندان بن کر رہ گیا ہے صبح سے لے کر شام تک یہ جنگ برابر جاری رہی سیراکیوز کا بادشاہ جیلن اور حمیرا شہر کا حاکم انگیہ جنتم پورے زور و شور سے حملکر پر دو طرفہ حملے کرتے رہے اور جنگجو بڑھے لشکر دلنشق سے کام لیتا ہوا صبح سے لے کر شام تک اپنے لشکر میں جگہ جگہ اور بار بار تبدیلی کرتے ہوئے اپنے دشمنوں کے دونوں حملوں کو روکتا رہا۔

شام ہو جانے پر بھی جنگ کو دونوں طرف سے روکا نہ گیا تھا اور شام سے تھوڑی دیر بعد حملکر نے اپنے لشکر میں پسپائی اور شکست کے آثار نمودار ہوتے دیکھ لیے تھے۔ رات کے وقت شکست کے یہ آثار آہستہ آہستہ اور گہرے ہونے لگے اور آدھی رات کے قریب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حملکر کے دونوں دشمنوں نے چاروں طرف سے فونیقیوں کو گھیر کر ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا فونیقیوں کے جرنیل حملکر نے جب دیکھا کہ اب اس کی شکست یقینی ہو گئی ہے اور وہ یہ کہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر اپنی جان تک نہ بچا سکے گا تو رزم گاہ کے اندر اس نے آگ کا ایک بہت بڑا الاؤ گرم کیا اور جب اس الاؤ کے شعلے خوب بلند ہونے لگے تو حملکر آگ کے اس الاؤ میں کود گیا اور اپنے ہاتھوں سے اس نے اپنا خاتمہ کر لیا یوں سسلی کی سرزمین میں سیراکیوز کے بادشاہ جیلن اور حمیرا کے حکمران انگیہ جنتم کے ہاتھوں فونیقیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی تھی تاریخ بولتی ہے کہ تین ہزار چھوٹے بڑے جہاز اور کشتیاں قرطاجنہ سے سسلی کی جنگ میں حصہ لینے کے لیے سسلی کی طرف روانہ ہوئی تھیں لیکن اس جنگ کے بعد صرف بیس بحری جہاز اور چند کشتیاں جن میں جنگ سے فرار ہو کر اپنی جان بچانے والے فونیقی سوار ہو گئے تھے وہ ان جہازوں اور کشتیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں قرطاجنہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے لیکن ان بچے کھچے جہازوں اور کشتیوں کو لے کر قرطاجنہ پہنچنا نصیب نہ ہوا جب یہ سمندر کے اندر سفر کر رہے تھے تو سمندر کے اندر ایک ہولناک طوفان اٹھا، جس کے باعث فونیقیوں کے یہ بچنے والے سارے جہاز اور کشتیاں سمندر میں غرق ہو گئیں۔ صرف چھوٹی سی ایک کشتی جس میں چند فونیقی بڑی مشکل سے قرطاجنہ پہنچ سکے جنہوں نے اپنے بادشاہ حسدروبل کو یہ اطلاع دی کہ جزیرہ سسلی میں نہ صرف یہ کہ فونیقیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی اور ان کا سارا لشکر جنگ میں کام آگیا ہے بلکہ حسدروبل کا بھائی حملکر بھی آگ کے الاؤ میں کود کر مارا گیا ہے۔

قرطاجنہ کے بادشاہ حسدروبل کو اس شکست اور لشکر کے نقصان کا سن کر بے حد صدمہ اور افسوس ہوا اس نے حالات کو درست کرنے کے لیے اور سسلی کے اندر فونیقیوں کی تجارت کو برقرار رکھنے کے لیے اس نے ایک وفد سیراکیوز کے بادشاہ جیلن کی طرف روانہ کیا اور اس وفد کے ذریعے حسدروبل نے جیلن سے گزارش کی کہ سسلی کے اندر فونیقی قوم کے جو تجارتی اڈے بنے ہوئے ہیں انہیں قائم رہنے دیا جائے۔ جیلن نے حسدروبل کی اس پیش کش کو قبول کر لیا سسلی کے اندر فونیقیوں سے ایک بھاری تاوان وصول کیا جو فونیقیوں نے اسے ادا کر دیا اس کے علاوہ جیلن نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ اس جنگ کے دوران جن شہروں اور قصبوں کا نقصان اور دیوتاؤں کے مندروں کا نقصان ہوا ہے وہ از سر نو تعمیر کیے جائیں حسدروبل نے جنگ میں تباہ و برباد ہونے والے قصبے اور مندر بھی دوبارہ تعمیر کر دیئے اس طرح حسدروبل نے دانش مندی سے کام لیتے ہوئے سسلی میں اپنے تجارتی مراکز کو قائم رہنے دیا تھا۔

عزازیل کے اکسانے پر شمال کے وحشی احلامو قبائل کا بادشاہ ماسان حرکت میں آیا پہلے اس نے آشوریوں کے مشرق میں بسنے والے قوطی اور لولوبی قبائل سے رابطہ قائم کیا اور انہیں آشوریوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے پر آمادہ کر لیا اس کے بعد ماسان نے مشیک قبائل سے رابطہ قائم کیا یہ مشیک قبائل احلامو قبائل اور حتی قوم کے درمیان میں آباد تھے اور یہ شمال میں دور دور تک ان کی آبادیاں چلی گئی تھیں یہ قبائل انتہائی وحشی اور خونخوار تھے اور یہ شمال اور اپنے جنوب میں لوٹ مار کا پیشہ اپنا کر گذر بسر کرتے تھے۔ ماسان نے ان سے بھی رابطہ قائم کیا اور انہیں بھی آشوریوں کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنے پر آمادہ کر لیا اس طرح ماسان نے اپنے اطراف میں پھیلے ہوئے ان گنت قبیلوں کے علاوہ قوطی لولوبی اور مشیک قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر آشوریوں کے شمالی صوبے کموہ کو اپنا ہدف اور اپنی یلغار کا نشانہ بناتے ہوئے حملہ کر دیا تھا انہوں نے دور دور تک آشوریوں کی بستیوں کو اجاڑ دیا بڑے بڑے قصبوں اور شہروں کو انہوں نے لوٹنا شروع کر دیا۔ کھیتیاں انہوں نے اجاڑ دیں۔ عورتوں کو اٹھا کر اپنے کیمپوں میں لے جانے لگے اور چاروں طرف تباہی کی آگ اور بربادی کی راکھ اڑانے لگے تھے۔

آشوریوں کا بادشاہ تنگلت پلاسر ابھی تک لبنان کے ساحل پر فونیقیوں کے شہر صیدا کو فتح کرنے کے بعد اس میں قیام کیے ہوئے تھا ایک روز جب کہ وہ شہر سے باہر اپنے خیمے میں اپنی بیٹی رقیم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو نینوا سے کچھ قاصد اس کے خیمے میں داخل ہوئے اس وقت یوناف تنگلت پلاسر کے خیمے میں موجود نہ تھا اور شاید وہ کہیں باہر نکلا ہوا تھا۔ تنگلت پلاسر کے سامنے جب نینوا سے آنے والے ان قاصدوں کو پیش کیا گیا جن کی تعداد تین تھی تو تنگلت پلاسر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا،

تم نینوا سے میرے لیے کیا پیغام لے کر آئے ہو تمہارے چہروں پر پریشانی اور غم کے آثار ہیں کہو میرے بعد نینوا میں خیریت تو گذری۔ تنگلت پلاسر کے اس سوال کے جواب میں ایک قاصد نے بولتے ہوئے غمگین اور بکھری بکھری سی آواز میں کہنا شروع کیا۔

اے بادشاہ ہماری قوم پر ایک آفت اور ایک عذاب ٹوٹ پڑا ہے شمال کے ان گنت وحشی قبائل نے ہمارے صوبے کموہ پر حملہ کر دیا ہے انہوں نے صوبے میں رہنے والے آشوریوں کی آزادی کو غلامی سکھ چین کو دکھ کی کسک اور عدم و موجود کو غائب میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اس صوبے میں وحشی حملوں کے باعث ہر طرف وحشتوں کا رقص اور تذلیل اور بے چارگی دکھائی دیتی ہے کوئی ظلم کوئی جبر اور کوئی طاقت ایسی نہیں جو ان وحشی قبائل نے اس صوبہ کے آشوریوں پر نہ آزمایا ہو شمال کے یہ وحشی اس دریا کی طرح جو راستے کے سنگریزوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ آشوریوں پر حملہ آور ہوئے انہوں نے کھیتوں، فصلوں اور کھلیانوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ آشوری عورتوں کو اٹھا کر لے گئے۔ گھروں، مکانوں، قصبوں اور بڑے بڑے شہروں کو انہوں نے لوٹ کر ویران کر دیا ہے۔

اے بادشاہ ہم صرف آپ کے پاس یہی پیغام لے کر آئے ہیں کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ اپنے صوبے کموہ کی طرف کوچ کیجئے اور شمال سے حملہ آور ہونے والے ان وحشی قبائل کی راہ روکیے ہمارے مشرق میں بسنے والے قوطی اور لولوبی قبائل بھی ان حملہ آوروں کے ساتھ مل چکے ہیں اور اب یہ بہت بڑی طاقت اور قوت پکڑ چکے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے بعد وہ قاصد دم لینے کے لیے رکا پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

اے بادشاہ اگر آپ نے ان وحشی قبائل کا سامنا کرنے میں دیر کی تو ان کی تباہی اور بربادی مزید پھیلتی چلی جائے گی یہ ہمارے ایک صوبے سے نکل کر دوسرے صوبے میں داخل ہوتے چلے جائیں گے اور دور دور تک اپنی خونخواری اور خونریزی کے نشانات چھوڑتے ہوئے آخر وہ ہمارے شہر نینوا کی طرف بڑھنا شروع کر دیں گے اس قاصد سے یہ وحشت ناک اور جان لیوا خبر سن کر آشوریوں کے بادشاہ تنگلت پلاسر کی حالت تصورات کے گرداب، آنکھوں کے بہتے پانی، اندھی اور سرسرائی ہوا اور لاسمت جذبوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور چلاتے ہوئے اس نے کہا:

جو خبر تم لوگوں نے مجھے دی ہے اگر یہ درست ہے تو لکھ رکھو شمال کے یہ وحشی قبائل اور ان کے ساتھ ساتھ قوطی اور ریولوبی قبائل میرے انتقام اور میری وحشت ناکی سے نہ بچ سکیں گے میں ابھی اور اسی وقت تھوڑی دیر تک اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا اور شمال سے حملہ آور ہونے والے ان وحشی قبائل کو ایسا سبق دوں گا کہ ان کے علاقوں میں ان کی تباہی اور بربادی کے آثار صدیوں تک آنے والی نسلوں کو نظر آتے رہیں گے نگلت پلاسر ذرا رُکا پھر اپنے پہلو میں بیٹھی اپنی بیٹی رقیم کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

اے میری بیٹی یوناف کہیں اس وقت باہر نکلا ہے تم فوراً اس کے پیچھے جاؤ اس کو بُلا کر لاؤ میں نہ صرف یہ کہ اس خبر کے مطابق اس سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں بلکہ میں یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے بھی اس کا عندیہ لینا چاہتا ہوں کیونکہ اس نے ہر مشکل وقت میں میرے لیے آسانی کا سامان فراہم کیا ہے اور ہر ضرورت کے وقت مجھے اس نے ایسا مشورہ دیا ہے کہ میرے لیے اس کا وہ مشورہ مفید اور سُود مند ثابت ہوا ہے گو یہ خبر سُن کر رقیم کی حالت غیر ہو رہی تھی تاہم اپنے باپ کے کہنے پر وہ بھاگتی ہوئی خیمے سے باہر نکل گئی تھی جب کہ وہ تینوں آشوری قاصد جو نینوا سے آئے تھے وہ ابھی تک نگلت پلاسر کے پاس ہی کھڑے تھے۔

یوناف صیدا شہر کے اطراف میں پھیلے ہوئے آشوریوں کے لشکر میں گھوم پھر کر لشکریوں کی حالت کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک دم ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور اس کے ساتھ ہی ابلیکا کی مترنم اور دلوں میں رنگ اور محبت کے جذبے بکھیرتی ہوئی آواز سنائی دی۔

اے یوناف میرے حبیب یہیں سے مڑ کر نگلت پلاسر کے خیمے کا رُخ کرو ابھی تھوڑی دیر پہلے نینوا سے قاصد نگلت پلاسر کے پاس آئے ہیں اور انہوں نے نگلت پلاسر کو خبر دی ہے کہ ان کے شمال میں بسنے والے وحشی قبائل نے آشوریوں کے شمالی صوبے پر حملہ کر دیا ہے اور انہوں نے آشوریوں کی بستیوں اور شہروں کو تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا ہے۔ اے یوناف میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ان حملوں کا اہتمام عزازیل نے کیا ہے کیونکہ عزازیل کچھ عرصہ پہلے شمال میں بسنے والے ایک سب سے طاقت ور قبیلے جس کا نام احلاسو ہے اس کے بادشاہ ماسان کے پاس گیا تھا اور اُسے اس بات پر اکسا کر آمادہ کیا تھا کہ وہ شمال میں بسنے والے اَن گنت قبائل کو اپنے ساتھ ملا کر آشوریوں پر حملہ کر کے اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے اب جبکہ آشوریوں کا بادشاہ نگلت پلاسر بحیرہ روم کے ان ساحلی شہروں کو فتح کرنے میں مصروف ہے اور وہ یہاں سے آگے بڑھتے

ہوئے مصر کی طرف اپنی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کی غیر موجودگی میں احلاسو قبائل کے بادشاہ ماسان نے اپنے آس پاس اور اپنے مشرق و مغرب میں بسنے والے اَن گنت قبیلوں کو اپنے ساتھ ملا کر آشوریوں کی سلطنت پر حملہ کر دیا ہے اور اسی حملے کی اطلاع دینے یہ تین قاصد نینوا سے یہاں نگلت پلاسر کے پاس آئے ہیں۔ نگلت پلاسر نے رقیم کو تمہاری تلاش میں بھیجا ہے اور رقیم لشکر کے اندر گھومتی ہوئی تمہیں تلاش کر رہی ہے لہٰذا تم سیدھے بائیں طرف جاؤ وہاں راستے میں تمہیں رقیم ملے گی اور اسے ساتھ لے کر تم نگلت پلاسر کے خیمے کا رُخ کرو یہاں تک کہنے کے بعد ابلیکا خاموش ہو گئی تھی۔

ابلیکا کے اس انکشاف پر یوناف کسی قدر پریشان ہو گیا تھا اور پھر وہ اس کے کہنے پر بائیں طرف بھاگنے لگا تھا ابھی وہ تھوڑی ہی دُور گیا تھا کہ راستے میں رقیم اُسے اپنی طرف بھاگتی ہوئی دکھائی دی۔ قریب آ کر رقیم نے بدحواسی میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

آپ کہاں چلے گئے تھے میں لشکر میں جگہ جگہ آپ کو تلاش کرتی پھر رہی ہوں، ابھی تھوڑی دیر پہلے نینوا شہر سے تین قاصد یہاں پہنچے ہیں اور انہوں نے میرے باپ کو خبر دی ہے کہ شمال کے وحشی قبائل نے ہماری سلطنت پر حملہ کر دیا ہے لہٰذا اس سلسلے میں صلاح مشورہ کرنے کے لیے میرے باپ نے آپ کو بُلانے کے لیے مجھے روانہ کیا ہے لہٰذا ابھی آپ میرے ساتھ چلیں اپنے خیمے میں میرے باپ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ رقیم کی اس بات کا یوناف نے کوئی جواب نہ دیا اس لیے کہ ابلیکا پہلے ہی تفصیل کے ساتھ اُسے سارے حالات سے آگاہ کر چکی تھی لہٰذا وہ رقیم کے ساتھ تقریباً بھاگتا ہوا نگلت پلاسر کے خیمے میں آیا اور اُسے مخاطب کر کے کہا:

اے بادشاہ رقیم مجھے پورے حالات تفصیل کے ساتھ سنا چکی ہے کہ نینوا سے آنے والے تینوں قاصد یہ خبر لے کر آئے ہیں کہ شمال کے وحشی قبائل نے آشوریوں کی سلطنت پر حملہ کر دیا ہے لہٰذا اس موقع پر آپ کو میں مشورہ دوں گا کہ آپ صیدا سے مزید جنوب کی طرف اور مصر کے اندر تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلانے کا ارادہ ترک کر دیجیے یہیں سے واپسی کا رُخ کریں اور اپنے لشکر کے ساتھ شمال سے حملہ آور ہونے والے وحشی قبیلوں کے سر کوبی کا انتظام کریں اور اگر ہم نے ان وحشی قبائل کو روکنے میں تاخیر سے کام لیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ یہ وحشی قبائل آشوریوں کی سلطنت میں دُور تک گھس کر یلغار اور ترکتازیں کریں گے اور

آشوریوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائیں گے یوناف جب خاموش ہوا تو نگلت پلاسر نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے بیٹے میں یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے تم سے مشورہ کرنا چاہتا تھا اور جو الفاظ تم نے ابھی ابھی مجھ سے کہے ہیں ان سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں لہذا ابھی اور اسی وقت یہاں سے لشکر اپنے شمالی صوبے کموہ کی طرف کوچ کرے گا پھر تگلت پلاسر کے حکم پر پورے لشکر کے اندر کوچ کی منادی کی جانے لگی تھی اور تھوڑی ہی دیر بعد آشوری لشکر صیدا شہر سے واپس اپنی سرزمینوں کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

بڑی تیز رفتاری اور برق روی سے سفر کرتا ہوا تگلت پلاسر اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر نینوا پہنچا اپنے لشکر کا قیام ایک پڑاؤ کی صورت میں اس نے شہر سے باہر ہی رکھا اور حالات کا جائزہ لیا نینوا شہر میں آکر اُسے پتہ چلا کہ آشوریوں کے شمالی صوبے کموہ پر دو طرف سے حملہ کیا گیا تھا، مشرق کی طرف سے قوطی اور لولوبی قبائل نے اس صوبے پر یلغار کر دی تھی جب کہ شمال کی طرف سے دو قوتیں اس صوبے پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ ایک قوت احلاموں قبیلے ماسان بادشاہ کی تھی اس نے اپنے اَن گنت قبائل کو ملا کر ایک بہت بڑی طاقت اور قوت کی صورت اختیار کر لی تھی، اور وہ آشوریوں کی سرزمین میں اندھا دھند یلغار کرتا ہوا اور لوٹ مار کرتا پھیر رہا تھا۔ شمال کی طرف سے دوسری قوت مشیک قبائل کی تھی یہ لوگ شمالی برف ستانوں کے رہنے والے انتہائی وحشت ناک اور خونناک قبائل تھے اور انہوں نے ہی احلاموں قبیلے کے بادشاہ ماسان کی انگیخت پر آشوریوں کی سرزمین پر حملہ کر دیا تھا یہ خبریں حاصل کرنے کے بعد تگلت پلاسر نے شہر سے باہر اپنے خیمے کے اندر ہی ایک مجلس طلب کی جس میں اس کے سارے وزرا اور مشیر اور فوجی صلاح کار شامل ہوئے جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے ایک حصہ تگلت پلاسر کے عزیز اور آشوریوں کے بہترین جرنیل آشور بل کی سرکردگی میں دے کر اُسے قوطی اور لولوبی قبائل کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا جائے دوسرے حصے کے ساتھ خود تگلت پلاسر یوناف اور رقیم کو ساتھ لے کر شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے والے وحشی قبائل کو مار بھگائے یہ فیصلہ کرنے کے بعد آشور بل کو ایک لشکر دے کر کموہ صوبہ کے مشرقی حصوں کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا جب کہ خود تگلت پلاسر یوناف اور رقیم کو ساتھ لے کر شمال کی طرف بڑھا تھا۔

تگلت پلاسر کا یہ دو طرفہ حملہ انتہائی کامیاب اور سود مند رہا تھا اس لیے کہ آشور بل نے

اپنے پہلے ہی حملے میں مشرق کی طرف سے حملہ آور ہونے والے قوطی اور لولوبی قبائل کو عبرتناک شکست دے کر مار بھگایا تھا اور اس کے بعد آشور بل اپنے لشکر کے ساتھ ان قبائل کی سرزمین میں داخل ہو کر اُن کے اندر تباہی اور بربادی پھیلانے لگا تھا جب کہ خود تگلت پلاسر یوناف اور رقیم کے ساتھ سب سے پہلے شمال کے وحشی مشیک قبائل کی طرف بڑھا یہاں اس نے اپنے لشکر کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اس نے اپنے پاس رکھا اور دوسرا حصہ اس نے یوناف اور رقیم کی سرکردگی میں دیا ان وحشی قبائل پر سامنے کی طرف سے یوناف اور رقیم حملہ آور ہوئے جب کہ بائیں طرف سے خود تگلت پلاسر نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ان پر ضرب لگانا شروع کی تھی یہ جنگ دوپہر کے وقت سے شروع ہوئی تھی اور شام تک ایک طرف سے یوناف اور رقیم نے اور دوسری طرف سے تگلت پلاسر نے ان وحشی مشیک نام کے قبائل کو پیس کر رکھ دیا تھا، ان کی بہت بڑی تعداد کو میدان جنگ کے اندر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جو لڑائی سے نکل کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے ان کا شمال میں دور تک تعاقب کیا گیا ان بھاگنے والوں میں سے اکثر کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا اس طرح تگلت پلاسر یوناف اور رقیم نے بھی مل کر شمال کے ان وحشی قبائل کا مکمل طور پر صفایا کر کے رکھ دیا تھا۔

مشیک قبائل کا خاتمہ کرنے کے بعد تگلت پلاسر یوناف اور رقیم نے مشیک قبائل کے مشرق میں ماسان کی سرکردگی میں لڑنے والے اَن گنت قبائل کا رُخ کیا جھیل اُرومیہ کے کنارے دوپہر سے لے کر شام تک ان وحشی قبائل کے ساتھ تگلت پلاسر کی ہولناک جنگ ہوئی لیکن اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا وہ دونوں طرف سے بے شمار سپاہی زخمی ہو گئے تھے اس جنگ میں رقیم بھی بری طرح زخمی ہوئی تھی اور شام کے قریب جب جنگ بند ہوئی تو تگلت پلاسر کے ماہر طبیبوں نے رقیم کے زخموں کی دیکھ بھال کرنا شروع کی تھی لیکن شام سے تھوڑی دیر بعد رقیم ان زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موت کی نیند سو گئی تھی۔ جھیل اُرومیہ کے کنارے ایک ٹیلے کے قریب رقیم کو دفن کر دیا گیا تھا اور جب یوناف اس کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد لشکر کے اندر اپنے خیمے میں داخل ہوا تو ابلیکا نے اس کی گردن پر تیز لمس دیا اور پھر ابلیکا کی غموں اور افسردگیوں میں ڈوبی ہوئی آواز یوناف کو سنائی دی ابلیکا کہہ رہی تھی یوناف میرے حبیب مجھے دُکھ اور افسوس ہے کہ اس جنگ میں رقیم ماری گئی ہے وہ تمہاری بہترین ساتھی اور بہترین غمگسار ثابت ہوئی تھی کاش وہ کچھ عرصہ اور تمہارا ساتھ دے سکتی۔ ابلیکا کے اس جواب میں یوناف اُداس

اُدائی گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے بکھری اور ڈوبتی ہوئی آوازیں ابلیکا کو جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا :

اے ابلیکا انسان کی یہ زندگی خیر و شر کا ٹکراؤ ہے انسان کبھی مسافتوں کی قربت کا شکار ہوتا ہے کبھی موسموں کی سازشوں میں مارا جاتا ہے کبھی یہ انسان دُور تک پھیلے گونگے راستوں اور خواہشوں کی مسافتوں کے اندر کھو جاتا ہے کبھی غموں کے دُکھ اور قہر بھرے جھگڑوں میں موت کی نیند سوتا ہے اور کبھی یہ انسان بے چارہ راستوں کی ناہمواریوں اور عہد در عہد پھیلے زمانے کی چُپ میں موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے ۔

اے ابلیکا تو جانتی ہے اس سے پہلے میں کتنی ہی لڑکیوں سے شادی کر چکا ہے اور ان میں سے ہر کوئی مجھ سے جُدا ہوتے ہوئے داغ مفارقت دے چکی ہیں اب میں ایسے غم ایسے دُکھ برداشت کرنے کا عادی ہو چکا ہوں اور پھر انسان کو ایسے صدمے برداشت کرنے پڑتے ہیں اس لیے کہ انسان فانی ہے اسے ایک نہ ایک روز اس دُنیا سے کوچ کرنا ہے یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا تھا کیونکہ تگلت پلاسر کے خیمے میں داخل ہوا تھا اور پھر یوناف کے پاس بیٹھ کر تگلت پلاسر نئے حملوں کی ابتداء کرنے کے لیے یوناف کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے لگا تھا ۔

دوسرے روز پھر جنگ کی ابتداء ہوئی اس روز آشوریوں کے لڑنے کا انداز پہلے روز سے مختلف تھا وہ شروع ہی سے اپنے دشمن پر طوفانی انداز میں حملہ آور ہوئے تھے ۔ تگلت پلاسر اور یوناف کی سرکردگی میں وہ وحشی قبائل پر رقص کرتے آگ کے شعلوں ، ریت ، لو اور چلچلاتی دھوپ کی طرح چھانے لگے تھے ایسا لگتا تھا کہ آشوری جھلستے ریگستان اور کوئی اٹل طوفانی صورت اختیار کر کے اپنے دشمنوں پر وارد ہونا شروع ہو گئے ہوں ۔ دوپہر تک گھمسان کی جنگ ہوتی رہی اس کے بعد وحشی قبائل کے اندر پسپائی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے ، احلاموں قبیلے کے بادشاہ ماسان نے جب دیکھا کہ اس کے ماتحت لڑنے والے قبائل کے لشکر میں شکست اور ریخت کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے ہیں تو وہ زور زور سے آوازیں دے کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے لگا تھا لیکن اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا اس لیے کہ آشوریوں کی طرف سے لمحہ بہ لمحہ بکھرتے زور اور ان کے حملوں کے اندر تیزی سے بڑھتی ہوئی خونخواری کا انداز وحشی قبائل کو بوکھلا کر رکھ رہا تھا اور دوپہر کے بعد ایسا وقت بھی آیا کہ وحشی قبائل کے لشکر کی اگلی صفیں مکمل طور پر افراتفری کا شکار ہو گئیں اور آشوری ایک طرف سے دشمنوں کی اگلی صفوں کو قتل عام کرنے لگے تھے

اس صورت حال پر وحشی قبائل کے لشکر میں دُور تک اس قتل عام اور پسپائی کا اثر ہوا اور لشکر کے قلب میں بھی ایک ہلچل اور افراتفری سی پھیل گئی تھی اس صورت حال سے آشوریوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا انہوں نے وحشیانہ انداز میں نعرے بلند کرتے ہوئے اپنے حملوں میں اور تیزی اور خونخواری پیدا کر لی تھی اور پھر عصر سے پہلے پہلے آشوری مکمل طور پر وحشیوں کے اس لشکر پر چھا کر ان کا قتل عام کرنے لگے تھے یہاں تک کہ احلاموں قبیلہ کا بادشاہ ماسان جو اس جنگ کا محور اور سارے قبائل کو آشوریوں کے خلاف حرکت میں لانے والا تھا وہ بھی اس جنگ میں مارا گیا پھر نوبت یہاں تک آئی کہ آشوریوں نے ان وحشی قبائل کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جھیل اُرومیہ کے کنارے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا تھا ۔

اس جنگ میں فتح حاصل کرنے کے نتیجے میں تگلت پلاسر کو بے شمار فوائد حاصل ہوئے اس نے نہ صرف یہ کہ شمال کی وحشی قوتوں کو پوری طرح ختم کر کے رکھ دیا تھا بلکہ اس جنگ میں ان وحشی قبائل نے لوٹ مار کر کے جو سامان اور دولت جمع کی تھی وہ بھی تگلت پلاسر کے ہاتھ لگ گئی تھی جھیل اُرومیہ کے کنارے تگلت پلاسر نے اپنے لشکر کو کچھ دن آرام کرنے کا مشورہ دیا پھر اپنے لشکر کے ساتھ وہ ان وحشی قبائل کے شہروں کی طرف بڑھا سب سے پہلے اس جنگ کے اندر مارے جانے والے بادشاہ ماسان کے مرکزی شہر احلامو کا رُخ کیا اس نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا ۔ درختوں کے بڑے بڑے تنوں کو شہر کی فصیل کے ساتھ ٹکرا کر اس نے فصیل کو توڑ پھوڑ دیا اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر میں داخل ہوا جی بھر کر اس نے اس شہر میں رہنے والے وحشی قبائل کا قتل عام کیا شہر کی فصیل کو اس نے مکمل طور پر گرا دیا یوں احلاموں شہر کو تباہ و برباد اور لوٹنے کے بعد تگلت پلاسر نے وحشی قبائل کے دیگر شہروں کا رُخ کیا اور باقی بڑے بڑے شہروں کو بھی اس نے اپنے سامنے زیر کر کے رکھ دیا تھا اس طرح شمال میں بسنے والے سارے علاقوں کو اپنے سامنے روند کر اور ان کی عسکری قوت کا خاتمہ کرنے کے بعد تگلت پلاسر آشوریوں کی عظمت اور ان کی عزت و رفعت کا باعث بنتا ہوا اپنے مرکزی شہر نینوا کی طرف لوٹ گیا تھا ۔

یوناف نے کچھ عرصہ تک نینوا شہر ہی میں تگلت پلاسر کے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ تگلت پلاسر کو موت نے آن گھیرا اور اس کے بعد اس کے نوعمر بیٹے کو آشوریوں کا بادشاہ بنایا گیا تھا لیکن اس کا یہ بیٹا بھی ایک سال تک زندہ رہا اور اپنی طبعی موت مر گیا اس کے بعد آشوریوں نے تگلت پلاسر کے رشتہ دار اور اپنے بہترین جرنیل آشور بل کو اپنا بادشاہ بنایا تھا یوں یہ

آشور بل بڑی محنت اور تندہی سے بادشاہ کی حیثیت میں اپنی قوم کی خدمت کرنے لگا تھا۔ آشور بل کی تخت نشینی کے چند روز بعد ہی ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا اور اُسے مخاطب کر کے کہا:

یوناف اب یہاں نینوا شہر میں کب تک پڑے رہو گے اس سرزمین میں تمہاری بیوی رقیم ہی تمہاری دلچسپی اور تمہاری توجہ کا باعث تھی اب جبکہ رقیم ماری جا چکی ہے اس کا باپ بھی موت کے گھاٹ اُتر چکا ہے تو اس سرزمین میں پڑے رہنے سے کیا حاصل یوناف نے ابلیکا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا تم ٹھیک کہتی ہو میں اب نینوا شہر سے کسی اور سمت کوچ کروں گا جہاں پر میں اس سے بہتر طور پر انسانیت کی خدمت کر سکوں یوناف کے اس جواب پر ابلیکا نے خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

اے یوناف تم نے میری خوشی اور میرے مطلب کی بات کی ہے میرا ارادہ ہے کہ آؤ اب اس نینوا شہر سے چین کے مرکزی شہر چینگ چو کا رُخ کریں اور وہاں پر کچھ دن قیام کر کے نہ صرف یہ کہ وہاں کے حالات کا جائزہ لیں بلکہ وہاں بھی ہم اپنے ماحول کی طرح انسانیت کی خدمت کریں ابلیکا کے اس مشورے پر یوناف نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں پھر بولتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں آؤ اب چین کا رُخ کرتے ہیں ان کے مرکزی شہر چینگ چو میں ظاہر ہوتے ہیں اور پھر دیکھتے ہیں کہ وہاں پر انسانیت کس کروٹ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہی ہے اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا۔ پھر وہ نینوا شہر سے کوچ کر گیا تھا۔

شام سے تھوڑی دیر پہلے یوناف دریائے وی کے کنارے چین کے مرکزی شہر چینگ چو سے کچھ فاصلے پر نمودار ہوا اس نے دیکھا دریائے وی کے کنارے کنارے ایک لکڑ ہارا اپنے گدھے پر لکڑیاں لادے شہر کی طرف جا رہا تھا۔ یوناف کے دیکھتے ہی دیکھتے اچانک اس لکڑ ہارے کے گدھے نے ٹھوکر کھائی وہ زمین پر گرا اور اس کی پیٹھ سے لکڑیاں گر گئی تھیں۔ یوناف بھاگ کر آگے بڑھا زمین پر گرا ہوا گدھا اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر اس لکڑ ہارے کے دیکھتے ہی دیکھتے یوناف نے اس کی لکڑیوں کا گٹھا ایک جھٹکے سے اٹھا کر اس کے گدھے پر رکھ دیا تھا وہ لکڑ ہارا یوناف کی یہ طاقت اور قوت دیکھ کر حیران اور کسی قدر پریشان

ہوا تھا کہ یوناف نے اُسے مخاطب کر کے پوچھا۔

اے بزرگ تم کون ہو اور کہاں جاؤ گے اس پر اس بوڑھے نے بڑی نرمی سے یوناف کو مخاطب کر کے کہا میرا نام وانگ فو ہے اور میں اپنے مرکزی شہر چینگ چو کی طرف جا رہا ہوں میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر شہر کے بازار میں بیچ کر گذر بسر کرتا ہوں پر تم کون ہو اور کہاں جاؤ گے۔

یوناف نے کہا میں اس سرزمین میں اجنبی ہوں اور چین کے مرکزی شہر چینگ چو میں داخل ہونا چاہتا ہوں اس پر اس بوڑھے نے چونک کر یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اگر تم ان سرزمینوں میں اجنبی ہو تو پھر چین کے مرکزی شہر میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا ورنہ تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی اور مجھے امید ہے کہ تم جان بوجھ کے اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو گے اس لیے کہ جو اجنبی بھی اس شہر میں داخل ہوتا ہے تو شہر کے دروازوں کے محافظ اس اجنبی کو پکڑ کر اپنے بادشاہ وین کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور موجودہ بادشاہ جس کا نام وین ہے وہ ایسے اجنبیوں میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دینے کا حکم دے دیتا ہے یوناف نے اس بوڑھے وانگ فو کی باتوں میں دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا آخر شہر میں داخل ہونے والے ہر اجنبی کو کیوں گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور کیوں بادشاہ ایسے اجنبیوں کو ہلاک کرنے کا حکم دیتا ہے اس پر اس بوڑھے نے بڑے غور سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے اجنبی شمال چین کے ایک طاقتور قبیلے نے ان دنوں بادشاہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کر رکھا ہے اس قبیلے کا نام چو ہے اور کچھ اور دیگر قبائل نے بھی اس سرکشی میں اس چو نام کے قبیلے کے ساتھ تعاون اور اتحاد کر رکھا ہے لہذا جو بھی اجنبی چین کے مرکزی شہر چینگ چو میں داخل ہوتا ہے تو اس پر یہی خدشہ اور شک ظاہر کیا جاتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ ضرور چو قبیلے کے بادشاہ کا جاسوس ہے لہذا ایسے ہر اجنبی کو پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جن میں سے اکثر موت کے گھاٹ اُتار دیا جاتا ہے لہذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم چین کے مرکزی شہر چینگ چو میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کر دو۔

اس بوڑھے وانگ فو کے انکشاف پر یوناف خاموشی کے ساتھ گردن جھکائے

اور کچھ سوچتا ہوا اس کے ساتھ دریائے وی کے کنارے کنارے آگے بڑھتا رہا یہاں تک کے
اس نے دیکھا کچھ فاصلے پر تین مسلح جوان کھڑے تھے جنہیں دیکھ کر اس بوڑھے لکڑہارے کا
رنگ فق اور اس کے چہرے پر پریشانیاں اور غموں کی تہیں چھا گئی تھیں اس پر یوناف نے فوراً
اس بوڑھے لکڑہارے کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا؛

میں دیکھتا ہوں کہ یہ سامنے تین مسلح جوان کھڑے تھے ان کو دیکھ کر تم کچھ پریشان اور مغموم
ہو گئے ہو کیا میں اس کی وجہ جان سکتا ہوں اس بوڑھے وانگ فو نے بڑی بے بسی سے یوناف
کی طرف دیکھتے ہوئے کہا؛

یہ جو تین مسلح جوان ہیں یہ اس علاقے کے اوباش اور بدمعاش ہیں یہ ہر لکڑہارے سے
روزانہ اس جنگل سے لکڑیاں کاٹنے کے عوض ایک معقول رقم وصول کرتے ہیں باقی سارے
لکڑہارے تو انہیں اس کی مقرر کردہ رقم دے کر شہر جا چکے ہوں گے میں بوڑھا ہوں اور لکڑیاں
کاٹتے کاٹتے مجھے دیر ہو جاتی ہے لہذا میں اکثر شام کے وقت اکیلا ہی شہر جانے کے لیے رہ جاتا
ہوں اب میں پریشان اور مغموم اس لیے ہو گیا ہوں کہ آج ان اوباشوں کو دینے کے لیے میرے
پاس کچھ بھی نہیں ہے اور اگر میں نے کچھ بھی نہیں دیا تو یہ میری لکڑیاں اٹھا کر دریا میں پھینک دیں گے
اس طرح مجھے خالی ہاتھ گھر جانا ہوگا اور میں اپنے گھر کے افراد کے لیے بازار سے کچھ بھی نہ لے
جا سکوں گا۔

اس بوڑھے وانگ فو کی گفتگو سن کر یوناف کے چہرے پر غصے اور غضبناکی کی پرچھائیاں
چھا گئیں تھیں پھر اس نے بوڑھے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تم بے دھڑک اپنے گدھے کو ہانکتے ہوئے آگے بڑھو میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیسے تم
سے رقم کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر انہوں نے تمہاری لکڑیاں دریا میں پھینکنے کی کوشش کی تو
سن رکھو میں ان تینوں سے الجھ جاؤں گا اور تمہارے سامنے انہیں ایسا سبق دوں گا کہ آئندہ
وہ کسی لکڑہارے سے بھی رقم کا مطالبہ کرنے کی کوشش نہ کریں گے اس پر اس بوڑھے نے
حیرت سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ کیسے اور کیونکر ممکن ہے۔ اے میرے
عزیز وہ تین ہیں اور تم ان کے مقابلے میں ایک مجھے خدشہ ہے کہ وہ کہیں تم کو نقصان
پہنچا کر میری لکڑیوں کے ساتھ تمہیں بھی دریا میں نہ پھینک دیں۔ یوناف نے مسکراتے ہوئے
اور اس بوڑھے وانگ فو کو تسلی دینے کے انداز میں کہا؛

اے بزرگ وانگ فو تم اپنے گدھے کو ہانک کر آگے تو بڑھو پھر دیکھنا میں ان کا کیا
حشر کرتا ہوں اس سے پہلے تو نے دیکھ ہی لیا میں نے ایک جھٹکے کے ساتھ گری تمہاری
لکڑیاں اٹھا کر گدھے پر رکھ دی تھیں اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح وہ لکڑیاں اٹھا کر
تمہارے گدھے پر رکھ دی تھیں اگر ان تینوں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تو میں ان تینوں کو اٹھا
کر اسی دریائے وی میں پھینک دوں گا۔ یوناف کی اس گفتگو پر بوڑھا وانگ فو تھوڑی دیر
تک ہلکے ہلکے مسکراتا رہا۔ پھر وہ گدھے کو ہانکتا ہوا یوناف کے ساتھ دریائے وی کے
کنارے کنارے آگے بڑھنے لگا تھا۔

وانگ فو نام کا وہ بوڑھا لکڑہارا دریائے وی کے کنارے کنارے یوناف کے ساتھ اپنے گدھے کو ہانکتا ہوا جب ان تین مسلح جوانوں کے پاس آیا تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے رُکنے کے لیے کہا ان کے اشارے پر بوڑھے وانگ فو نے اپنے گدھے کو فوراً روک دیا تھا۔ اور وہ بڑی بے بسی سے کبھی ان تینوں مسلح جوانوں کی طرف اور کبھی یوناف کی طرف دیکھنے لگا تھا اتنے میں ان تینوں مسلح جوانوں میں سے ایک نے بوڑھے وانگ فو کو مخاطب کرتے ہوئے اشارے سے رقم کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں ایک بار اس بوڑھے نے بڑی لاچارگی کی حالت میں یوناف کی طرف دیکھا اور پھر ان تینوں مسلح جوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا اس وقت میرے پاس تم لوگوں کو دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ مجھے جانے دو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ان لکڑیوں کو بیچ کر جو رقم مجھے حاصل ہو گی اس میں سے میں تمہارا حصہ تمہیں کل ادا کر دوں گا۔ اس پر دوسرے مسلح جوان نے بوڑھے لکڑہارے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تمہارے پاس آج ہمیں دینے کے لیے کچھ نہیں تو پھر تم یہ لکڑیاں شہر کے بازار جا کر نہیں بیچ سکتے ان لکڑیوں کو ہم اس دریا میں ہی پھینک دیں گے پھر تم ہمیں کل کچھ دینے کا وعدہ کرتے ہو تو لکڑیاں بھی کل ہی تم شہر میں لے جا کر بیچ سکو گے۔ بوڑھے وانگ فو نے ان تینوں کو کوئی جواب نہ دیا وہ امید بھری نگاہوں سے یوناف کی طرف دیکھنے لگا تھا، شاید وہ یہ آس لگا بیٹھا تھا کہ اس کی طرف سے یوناف ان تینوں کو کوئی جواب دے یا ان کے خلاف سرگرم عمل ہو اس موقع پر جب ان تینوں نے آگے بڑھ کر اس بوڑھے وانگ فو کے گدھے سے لکڑیاں اٹھا کر دریا میں پھینکنا چاہیں تو یوناف نے سخت اور رعب دار آواز

میں ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

تم تینوں اس بوڑھے لکڑہارے کے گدھے سے پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ تم تینوں نے اگر اس لکڑہارے کی کاٹی ہوئی لکڑیاں اٹھا کر دریا میں پھینکیں تو ذہن رکھو شہر سے باہر اس ویرانے میں میں تم تینوں کی گردنیں کاٹ کر اس دریا میں پھینک دوں گا۔ تاکہ آئندہ ان لکڑہاروں سے زبردستی کوئی رقم وصول کرنے والا نہ رہے۔ یوناف کا یہ جواب سن کر ان تینوں نے یوناف کی طرف دیکھا پھر ان میں سے ایک نے اپنی تلوار کھینچ لی۔ اور یوناف کی طرف بڑھنا چاہا۔

اس موقع پر دوسرے مسلح جوان نے اپنے اس ساتھی کو جس نے تلوار کھینچ لی تھی۔ روک دیا اور پھر اسے ازراہِ تمسخر مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا اس اکیلے شخص کے خلاف تم تلوار کیوں بے نیام کرتے ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنی تلوار نیام میں ڈال دو۔ اور آگے بڑھ کر اسے دھکے مارو اور اسے یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دو۔ اور اگر یہ ہم میں سے اکیلے اکیلے پر غالب ہوا تو تینوں مل کر اسے مار مار کر اسے انسان سے لاش میں تبدیل کر دیں گے۔ اور پھر اسے اٹھا کر اس دریائے وی کے اندر پھینک دیں گے۔ اپنے ساتھی کی تجویز کو مانتے ہوئے دوسرے نے اپنی تلوار نیام میں کر لی تھی اور اب وہ کسی قدر طنزیہ انداز میں مسکراتا ہوا یوناف کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ اس موقع پر یوناف کی حالت کالی بھیانک رات، ریت کے سلگتے صحرا، سمندروں کے جلال اور برق کے نزول جیسی ہو کر رہ گئی تھی اس کی آنکھوں کے اندر کسی پتھر بیلے انسان کی طرح برسوں کے رُکے ہوئے پُراسرار اور بے نیام جذبے اور آگ میں لپٹے ہوئے گورکھ دھندے جوش مارنے لگے تھے ایسا لگتا تھا اس کی شریانوں کے اندر خون ابلنے لگا ہو اور وہ اپنی ذات میں انتقام کے جذبوں کا مکین بن کر رہ گیا ہو۔ اس موقع پر بوڑھے لکڑہارے وانگ فو کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ وہ بکھری کرچیوں اور بوسیدہ اوراق کی طرح اداس ہو گیا تھا، اور انتہائی فکرمندی سے کبھی وہ یوناف کی طرف دیکھتا اور کبھی اس مسلح جوان کی طرف دیکھنے لگتا تھا جو یوناف پر حملہ آور ہونے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ جونہی وہ مسلح جوان یوناف کی طرف آیا، اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ فضا کے اندر بلند کرتے ہوئے یوناف پر ضرب لگانا چاہی تو یوناف نے فضا میں اٹھا ہوا اس کا ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ کی گرفت میں لے لیا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی طرف کھینچا اپنے گھٹنے کی ایک زوردار ضرب اس کے پیٹ میں لگائی اور پھر اُسے کسی ہلکے پھلکے کھلونے کی طرح اس نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر دور پھینک دیا تھا۔ اس کے بعد یوناف کسی آندھی کسی طوفان کی طرح دوسرے دونوں مسلح جوانوں کی طرف بڑھا ان کے چہرے

اور کاندھوں پر بھی اس نے دو دو تین تین ضربیں لگائیں اور پھر اس نے انتہائی غصے کے عالم میں ان دونوں کو اٹھا کر اس نے اس سمت پھینک دیا تھا جس سمت اس نے پہلے ساتھی کو پھینکا تھا۔

وہ تینوں اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور انتہائی پریشانی، خفگی اور لاچارگی میں وہ یوناف کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ یوناف بھی آگے بڑھ کر ان کے قریب آیا پھر ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے آدم کے رتبہ کو پامال کرنے والو! بدلیوں کے اسیرو! اپنے کسی وہم کسی گمان میں نہ رہنا اگر تم تینوں نے میرے ساتھ اس ٹکراؤ کو طول دینے کی کوشش کو تو لکھ رکھو میں تم تینوں کی حالت طلب کے ناکام لبوں جیسی ویران، مٹی جیسی پست اور بے انت اندھیروں کے اندسفر جیسی اجاڑ اجاڑ بنا کر رکھ دوں گا اگر تم اس معاملے کو طول دینا چاہتے ہو تو میں ایک بار پھر تم پر حملہ آور ہوں؟ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں ان تینوں میں سے ایک نے بولتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں تمہارے ساتھ نہ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی اس معاملے کو طول دینا چاہتے ہیں بلکہ تمہارے ساتھ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آئندہ اس بوڑھے سے رقم وصول نہ کیا کریں گے۔

یوناف نے پھر سنسان زندگی میں سمندر کے شور، اور رات کی خاموشیوں کے اندر خوف و ہراس طاری کر دینے والی فضاؤں کی طرح اپنی کھولتی ہوئی آواز میں ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا صرف اس بوڑھے وانگ فو ہی سے نہیں آئندہ تم یہاں سے گزر کر شہر کی طرف جانے والے کسی بھی لکڑہارے سے کوئی رقم وصول نہ کرو گے اور اگر تم لوگ اس سے باز نہ آئے اور لکڑہاروں سے کسی بھی موقع پر تم نے رقم وصول کرنے کی کوشش کی تو سن رکھو میں تم تینوں کی گردنیں کاٹ کر اس دریائے وی میں پھینک دوں گا، میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم ایسا کام کرنے سے باز رہو گے اور اگر تم وعدہ نہیں کرتے ہو تو میں ابھی تمہارے ساتھ نبٹ لوں گا تمہیں واپس شہر جانا نصیب نہ ہوگا اور تمہاری لاشیں تھوڑی دیر بعد اس دریائے وی میں تیر رہی ہوں گی۔ یوناف کی یہ ترکیب خوب کارگر ہوئی۔ ان تینوں میں سے ایک نے پھر یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے اجنبی! ہم نہیں جانتے تم کون ہو پھر ہم نے یہ اندازہ لگا لیا ہے کہ ہم تینوں مل کر بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے لہذا ہم تمہارے ساتھ وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ کسی بھی

لکڑہارے سے رقم وصول نہ کریں گے۔ اب تم ہمیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دے۔ اس پر یوناف نے برہم آواز اور کھولتے ہوئے لہجے میں کہا تم یہاں سے دفع ہو جاؤ اور اگر آئندہ میں نے تم لوگوں کو اس طرف دیکھا تو تم تینوں کی گردنیں کاٹ دوں گا۔ یوناف کا یہ جواب پا کر ان تینوں نے کچھ سکھ کا سانس لیا اور پھر وہ تقریباً وہاں سے بھاگنے کے انداز میں شہر کی طرف چلے گئے تھے۔

ان تینوں اوباشوں سے نمٹنے کے بعد یوناف جب دوبارہ بوڑھے لکڑہارے وانگ فو کے پاس آیا تو تھوڑی دیر تک وانگ فو اسے تشکر آمیز نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے اجنبی میں تیرا ممنون اور احسان مند ہوں کہ تو نے ان تینوں بھیڑیا نما انسانوں سے نہ صرف یہ کہ میری جان بچائی بلکہ آئندہ کے لیے بھی انہیں ایک عبرت انگیز درس دیا ہے۔ اب مجھے امید ہے کہ وہ آئندہ یہاں پر کھڑے ہو کر کسی بھی لکڑہارے سے رقم کا مطالبہ نہ کریں گے۔ اے اجنبی نوجوان میں ایک بار پھر تم سے استدعا کرتا ہوں کہ چین کے مرکزی شہر چینگ چو میں داخل ہونے کا ارادہ ترک کر دو۔ جن زمینوں کی طرف سے آئے ہو انہی کی طرف واپس لوٹ جاؤ، اسی میں تمہاری سلامتی اور تمہاری بہتری ہے۔ مجھے خطرہ اور خدشہ ہے کہ شہر میں داخل ہوتے ہی کہیں محافظ پکڑ کر تمہیں بادشاہ کے سامنے نہ پیش کر دیں اور وہ تمہیں سزا دینے کا اعلان نہ کر دے۔ بوڑھا وانگ فو جب خاموش ہوا تو یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سنو بزرگ وانگ فو اب تم اپنے گدھے کو ہانکتے ہوئے شہر کی طرف چلے جاؤ اور لکڑی بیچ کر اپنی گزر بسر کرنے کا سامان کرو۔ اس پر وانگ فو نے بڑے شوق سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اور کہا تم یہاں سے جانے کا ارادہ کر چکے ہو۔ اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا نہیں میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا بلکہ تمہارے اس مرکزی شہر چینگ چو میں ہی داخل ہوں گا۔ میں تمہارے ساتھ اس شہر میں داخل نہیں ہونا چاہتا ایسا نہ ہو کہ جب شہر کے محافظ مجھے پکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کرنا چاہیں تو وہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر کہیں تمہیں بھی گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش نہ کر دیں اس طرح تمہارے لیے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے لہذا میں نہیں چاہتا کہ تم میرے ساتھ

شہر میں داخل ہو اور میرے ساتھ تم بھی پکڑے جاؤ لہذا تم شہر کی طرف چلے جاؤ تمہارے جانے کے بعد پھر میں اس شہر میں داخل ہوں گا۔ بوڑھے وانگ فو نے یوناف کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر وہ اپنے گدھے کو وہاں سے ہانکتا ہوا شہر کی طرف چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد یوناف تھوڑی دیر تک دریائے وی کے کنارے بیٹھا رہا اس دوران ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور پھر ابلیکا کی مترنم اور شیریں آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی۔

اے میرے حبیب تم نے اس بوڑھے لکڑہارے کی مدد کر کے ایک خیر اور نیکی کا کام سرانجام دیا ہے وہ بوڑھا وانگ فو تو اب شہر میں داخل ہو چکا ہے لہذا تم بھی اٹھو اور شہر میں داخل ہونے کی کوشش کرو۔ سنو یوناف میں چینگ چو شہر کا چکر لگا کر آ رہی ہوں۔ میں نے وہاں کے حالات کا پورا جائزہ لیا ہے۔ بوڑھے وانگ فو کا یہ کہنا کہ جو بھی اجنبی چینگ چو شہر میں داخل ہوتا ہے۔ اسے شہر کے محافظ پکڑ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اور پھر بادشاہ اسے اپنی مرضی کے مطابق سزا دیتا ہے درست ہے لیکن شہر کے محافظ ایسا معاملہ صرف ان لوگوں کے ساتھ کرتے ہیں جن کی شکل و شباہت اور قد کاٹھ اور حلیہ چین کے رہنے والے ان باشندوں سے ملتا جلتا ہو۔

اے یوناف میرے حبیب! تمہارا معاملہ ان سے مختلف ہے تمہارا قد کاٹھ تو خوب بلند اور نکلتا ہوا ہے جب کہ یہ چینی عام لوگوں سے بھی پستہ قد ہیں اور پھر تمہارا چہرہ اور تمہارے خدوخال اور تمہاری جسمانی ساخت بھی چین کے رہنے والے لوگوں سے نہیں ملتی جلتی لہذا تم بے دھڑک ہو کر چینگ چو شہر میں داخل ہو میں تم کو یقین دلاتی ہوں کہ شہر کے محافظ تم سے کوئی تعرض نہ کریں گے۔ ابلیکا کی یہ گفتگو سن کر یوناف مسکراتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر اس نے ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے ابلیکا! تمہارے کہنے پر تو میں آگ میں بھی کود سکتا ہوں یہ چینگ چو شہر کیا چیز ہے دیکھو میں ابھی اس شہر میں داخل ہوتا ہوں اس کے ساتھ ہی یوناف خاموش ہو گیا پھر وہ اپنی قوتوں کو حرکت میں لایا اور چینگ چو شہر کے قریب نمودار ہوا پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا شہر کے مغربی دروازے پر آیا اور وہاں پہ کھڑے ہوئے محافظوں میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میرا نام یوناف ہے اور میں اس شہر کیا ہی نہیں بلکہ ان سرزمینوں کے اندر رہی

اجنبی ہوں میں قوم آشور کے مرکزی شہر نینوا کی طرف سے آ رہا ہوں مجھے چونکہ ان سرزمینوں کے حالات سے دلچسپی تھی لہذا میں نے اسی بنا پر اس شہر کا رخ کیا ہے۔ راستے میں مجھے یہ خبر دی گئی تھی کہ چین میں ان دنوں چینگ نام کا ایک خاندان حکومت کرتا ہے۔ جس کے خلاف چو نام کے قبائل نے بغاوت کر رکھی ہے لہذا جو بھی اجنبی چین کے اس مرکزی شہر چینگ چو میں داخل ہوتا ہے تو شہر کے محافظ اسے پکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور بادشاہ اس اجنبی کے لیے کوئی سزا تجویز کر دیتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر میں شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی تم لوگوں پر یہ واضح کرتا ہوں کہ میں بھی ایک اجنبی ہوں لیکن میرا تعلق چین کی سرزمین سے نہیں بلکہ میں آشوریوں کے مرکزی شہر نینوا سے آ رہا ہوں اگر تم لوگ مجھ پر بھی ایک جاسوس ہونے کا شبہ کرتے ہو تو مجھے بھی پکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کرو تاکہ میں اس کے سامنے اپنی وضاحت پیش کر سکوں کہ میں کن حالات میں نینوا سے چین کے اس مرکزی شہر چینگ چو کی طرف آیا ہوں۔

وہ محافظ تھوڑی دیر تک یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس کا جائزہ لیتا رہا پھر اس نے کسی قدر نرم آواز اور مسکراتے ہوئے لہجے میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے اجنبی تمہیں یہ اطلاع تو درست مہیا کی گئی ہے کہ چین میں ان دنوں چینگ نام کا خاندان حکمران ہے لیکن میں تم پر یہ بات واضح کر دوں کہ اس حکمران خاندان کے خلاف صرف چو نام کے قبائل ہی آمادۂ بغاوت نہیں بلکہ ایک اور قبیلہ جس کا نام ہوآئی ہے وہ بھی حکمران قبیلے کے خلاف بغاوت اور سرکشی پر آمادہ ہے اور یہ دونوں قبائل اکثر و بیشتر حکمران قبیلے کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور اپنے جاسوس بھیج کر حکمران طبقے سے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اسی بنا پر جو اجنبی بھی اس شہر میں داخل ہوتا ہے اسے ہم پکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں پھر وہ جو چاہے اس کے لیے سزا تجویز کرے لیکن اے اجنبی تمہارا معاملہ مختلف اور منفرد ہے اس لیے کہ تم تو اپنے قد کاٹھ اپنے لباس اپنے حلیے اور اپنے چہرے اور شکل و شباہت میں ہی ان سرزمینوں کے رہنے والے نہیں لگتے لہذا ہم کیوں تمہیں یوں ہی پکڑ کر اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کر دیں اس لیے کہ جو تم جیسے اجنبی اس شہر میں داخل ہوتے ہیں جن کا تعلق چین سے نہیں بلکہ دوسری سرزمینوں سے ہو انہیں ہم اپنے شہر میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کا

تعرض نہیں کرتے لہذا تم بے دھڑک ہو کر شہر میں داخل ہو سکتے ہو اور اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق جہاں چاہے قیام کر سکتے ہو اس سلسلے میں کوئی بھی تم سے بازپرس نہ کرے گا۔

اس محافظ کی یہ گفتگو سن کر یوناف کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کے جذبات بکھر گئے تھے پھر اس نے دوبارہ اس نے اس محافظ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ اگر میں شہر کی کسی اچھی سرائے میں قیام کرنا چاہوں تو مجھے شہر کے کس حصے کا رُخ کرنا چاہیئے اس پر اس محافظ نے یوناف کو پھر مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد سامنے جو چوراہا آتا ہے اس چوراہے سے دائیں طرف مڑ جانا تھوڑی دُور آگے جا کر تمہیں وہاں کئی ایک صاف ستھری سرائیں ملیں گی اور تم ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لینا اور قیام کر لینا۔

اس محافظ کا یہ جواب سن کر یوناف نے اس کا شکریہ ادا کیا اور شہر میں داخل ہوا۔ دروازے میں سے داخل ہونے کے بعد جب وہ شہر کے پہلے چوک پہ آیا تو محافظ کی راہنمائی کے مطابق وہ دائیں ہاتھ مڑ گیا۔ تھوڑی دُور تک شہر کے اندر جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ شاہراہ کے دونوں کناروں پر وہاں کئی ایک سرائے تھیں یوناف نے ان میں سے ایک کا انتخاب کیا اور وہاں اپنے لیے ایک کمرہ حاصل کر کے اس نے سرائے میں قیام کر لیا تھا۔

O

ارض فلسطین میں سکم شہر کے سرائے میں ایک روز عزازیل، عارب، بیوسا، نبیطہ، یافان اور اریتیا اکٹھے بیٹھے تھے کہ عزازیل نے اپنے سارے ان ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے عزیزو میرے ساتھیو! فلسطین کی سرزمین کے اندر ہم اپنے کام اور اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گئے ہیں بنی اسرائیل کی سلطنت کو جو سلیمانؑ کے دور حکومت میں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اسے ہم نے دو حصوں میں تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ ایک حصے کا حکمران سلیمانؑ کا بیٹا رجبعام ہے اس کا مرکزی شہر یروشلم ہے۔ اور یہ لوگ وحدانیت پرست ہیں دوسرے حصے کا حکمران سکم کا باغی سردار یربعام ہے۔ اس کا مرکزی شہر سکم ہے۔ اور میری اور یربعام کی کوششوں کے باعث اب سلطنت کے اس حصے کے لوگ شرک میں پوری طرح مبتلا

ہو چکے ہیں۔ سونے کے جو دو بُت میں نے ان کے لیے بنائے تھے ان کی پرستش اب ان لوگوں نے پورے زور شور اور پورے اعتماد اور عقیدے کے ساتھ شروع کر دی ہے۔ یوں میں سمجھتا ہوں کہ ان سرزمینوں کے اندر ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ کائنات کے اندر رسولوں اور نبیوں کا بھیجنے کا مقصد جہاں یہ ہے کہ وہ وحدانیت کے فروغ کے لیے کام کریں وہاں اس سرزمین کے اندر میرا مقصد یہ ہے کہ وحدانیت کے خلاف کام کر کے شرک کے پھولنے پھلنے کے لیے کام کروں۔ سو میرے عزیزو تم دیکھتے ہو کہ ان سرزمینوں کے اندر میں نے اپنے اس کام کو خوب پھیلایا ہے لہذا یہاں اپنے کام کی تکمیل کرنے کے بعد اب میں دوسری سرزمینوں کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔ عزازیل جب خاموش ہوا تب عارب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے آقا! اب آپ کن سرزمینوں کا رُخ کریں گے۔ عارب کے اس استفسار پر عزازیل نے کہنا شروع کیا میرے ساتھیو میں یہاں سے اب ہندوستان کی سرزمین کا رُخ کروں گا۔ میرے کچھ کارکنوں اور ساتھیوں نے مجھے خبر دی ہے کہ وہاں پر شرک، گناہ اور بدیوں کے پھلنے پھولنے کے خوب امکان ہیں لہذا اب میں فلسطین سے ہند کی سرزمین کا رُخ کروں گا۔ عزازیل نے یافان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے یافان کیا اس مہم میں تم بھی ہمارا ساتھ دو گے اس پہ یافان نے پُرجوش انداز میں عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے آقا! میں کیوں تمہارا ساتھ نہ دوں گا۔ میں تمہارے ساتھ ہی فلسطین سے ہند کی طرف کوچ کروں گا۔ یافان کا یہ جواب سُن کر عزازیل خوش ہوا پھر وہ سب اٹھ کر سرائے کے اس کمرے سے نکلے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور سکم شہر سے کوچ کرتے ہوئے وہ ارض ہند کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی ایک بستی کے باہر نمودار ہوا۔ اس نے دیکھا جس جگہ وہ نمودار ہوا تھا وہاں دریائے جمنا کے کنارے کنارے ماہی گیروں کی بہت سی کشتیاں کھڑی تھیں اور ان کشتیوں کے قریب ہی دریا کے کنارے ایک بوڑھا ماہی گیر آگ کا چھوٹا سا الاؤ گرم کیے بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ عزازیل اس بوڑھے ماہی گیر کے پاس آیا اور اس کے سامنے الاؤ کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے اس بوڑھے کو مخاطب کرتے

ہوئے کہنا شروع کیا۔

میرا نام عزازیل ہے اور میں اَن گنت قوتوں کا مالک ہوں۔ تمہارے حلیئے اور تمہارے چہرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم ایک ماہی گیر ہو۔ کیا میں جان سکوں گا کہ تمہارا نام کیا ہے۔

اس بوڑھے ماہی گیر نے ایک بار غور سے عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا پھر اس نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میرا نام سیورام ہے اور تمہارا یہ اندازہ درست ہے کہ میں ماہی گیر ہوں۔ سیورام کے اس جواب پر عزازیل پھر بولا اور پوچھا۔ اے بزرگ ماہی گیر جیسا کہ میں تم پر پہلے ہی واضح کر چکا ہوں کہ ہم اس سرزمین میں اجنبی ہیں کیا تم ہمیں بتاؤ گے یہ کون سی سرزمین ہے یہاں کون حکومت کرتا ہے اور اس حکومت کے مرکزی شہر کا نام کون سا ہے۔ عزازیل کے اس سوال پر وہ بوڑھا سیورام پھر بولا اور کہنا شروع کیا۔

یہ ریاست ہستناپور کی سرزمین ہے۔ اس کے مرکزی شہر کا نام بھی ہستناپور ہی ہے اور اس ریاست کے راجہ کا نام سنتانون ہے۔ وہ بوڑھا جب خاموش ہوا تو عزازیل نے پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ اب تمہارے پاس سے فارغ ہو کر ہم ہستناپور شہر ہی کا رخ کریں گے۔ لہذا تم ہمیں ہستناپور کے راجہ سنتانون کے متعلق کچھ تفصیل بتاؤ گے۔ کہ وہ کیسا اور کس قسم کا انسان ہے اس کی کتنی بیویاں اور کتنے بیٹے ہیں اور یہ کہ وہ کس بات کا زیادہ شوقین ہے۔

عزازیل کے اس سوال پر بوڑھا سیورام تھوڑی دیر تک اپنے سر کو کھجلاتا رہا پھر اپنے سامنے جلتے الاؤ کی آگ کو اس نے اور بھڑکایا اور اس کے بعد اس نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سنو اجنبیو! راجہ سنتانون بڑا نیک اور بڑا ہر دلعزیز انسان ہے اس کی ایک ہی بیوی تھی جو بڑی مافوق الفطرت خاتون تھی جس سے اس سنتانون کا ایک ہی بیٹا ہے جس کا نام دیوورت ہے۔ ان دنوں سنتانون کی کوئی بیوی نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی زندگی میں گنگا نام کی ایک ہی لڑکی سے شادی کی تھی جس سے متعلق میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک مافوق الفطرت لڑکی تھی جو سنتانون کو چھوڑ کر جا چکی ہے۔ سیورام کے اس انکشاف پر عزازیل نے شوق اور دلچسپی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے سیورام مہربان کیا تم ہمیں یہ نہ بتاؤ گے کہ راجہ سنتانون کی بیوی جس کا نام

تم نے گنگا بتایا ہے وہ کس لحاظ سے مافوق الفطرت تھی ان دونوں کا کیسے ملاپ ہوا اور کیوں وہ گنگا نام کی لڑکی سنتانون کو چھوڑ کر چلی گئی۔ عزازیل کے ان سوالوں کے جواب میں بوڑھا سیورام تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر شاید سارے واقعات کو اپنے ذہن میں جمع کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ سنبھلا اپنی گردن سیدھی کر کے اس عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور اس نے کہنا شروع کیا۔

سنو اجنبیو! اس شادی سے پہلے جب کہ راجہ سنتانون ابھی نوجوان ہی تھا تو یہ بڑا جفاکش اور دلیر تھا یہ راجہ شکار کرنے کا بے حد شوقین ہے۔ ایک روز یہ دریائے گنگا کے کنارے شکار کر رہا تھا کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا حادثہ اسے پیش آیا۔ شکار کے دوران گنگا کے کنارے اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے راجہ سنتانون نے اچانک دیکھا کہ دریا کے کنارے ایک لڑکی تنہا خاموش اور پرسکون کھڑی تھی۔ سنتانون اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا دریا کے کنارے کھڑی اس لڑکی کے پاس آیا اس نے دیکھا وہ لڑکی رنگوں کی قوسوں اور جلترنگ کی جیسی حسین تھی وہ رات کے وقت جل اٹھنے والے چاند اور ستاروں جیسی پرکشش اور دلکش اور حسین حقیقت جیسی پر فریب تھی۔ دریائے گنگا کے کنارے کی بے لباس ویرانیوں کے اندر وہ اکیلی کھڑی تھی اور اس کے عنبریں بال فضاؤں کے اندر اڑ رہے تھے اسے دیکھ کر راجہ سنتانون کو ایسے لگا جیسے کوئی ستارہ غار سے نکل کھڑا ہو یا کوئی چاند کھنڈرات سے طلوع ہوا ہو اور چاروں طرف دودھیا چاندنی پھیل گئی ہو اس لڑکی کے قریب آ کر راجہ سنتانون تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر راجہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میں نہیں جانتا تم کون ہو، کہاں سے آئی ہو اور دریائے گنگا کے کنارے اس وقت کیوں اکیلی کھڑی ہو۔ میں تم سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں تمہیں اپنا ساتھی بنانے کے لیے تمہیں پسند کر چکا ہوں میں ہستناپور کا راجہ سنتانون ہوں اور تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کچھ بھی تم ہو مجھے قبول ہو اس لیے کہ تمہیں دیکھتے ہی میں اپنے دل میں عہد کر چکا ہوں کہ میں تم سے شادی کروں گا۔ اور تمہیں ہستناپور کی رانی بناؤں گا۔ میرا خیال ہے کہ تم میری اس پیشکش کو ٹھکراؤ گی نہیں۔ راجہ سنتانون کی اس پیشکش پر اس لڑکی نے پہلی بار لب کھولے اور راجہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا میرا نام گنگا ہے میں ایک شرط پر رانی بننے اور تمہارے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہوں۔ راجہ سنتانون نے فوراً پوچھ لیا میرے ساتھ

شادی کرنے کے لیے تمہاری کیا شرط ہے اس پر وہ گنگا نام کی لڑکی پھر بولی کہ شادی کے بعد تم کبھی بھی مجھ سے میرا کوئی بھید جاننے اور میرے متعلق تفصیل حاصل کرنے کے لیے مجھ سے کوئی سوال نہ کرو گے اور جس روز بھی تم نے ایسا کر کے مجھے ناخوش کیا اسی روز میں تمہیں چھوڑ کر چلی جاؤں گی۔ اس پر راجہ نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے اور یوں راجہ نے اس گنگا نام کی حسین اور جمیل لڑکی سے شادی کر لی تھی۔

یوں وقت گزرنے لگا دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہونے لگے آخر اس خوبصورت اور حسین لڑکی گنگا کے بطن سے ہستنا پور کے راجہ سنتانون کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔ راجہ بے حد خوش تھا کہ اس کے ہاں اس کا راجکمار اس کے تخت و تاج کا وارث پیدا ہوا ہے جب محل کے اندر کام کرنے والی خادماؤں نے اسے اس کے بچے کی پیدائش کی اطلاع دی۔ تو راجہ سنتانون محل کے اس حصے کی طرف بھاگا جس حصے میں ان دنوں ہستنا پور کی رانی کا قیام تھا۔ جب وہ گنگا کی خواب گاہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا خواب گاہ خالی پڑی تھی۔ وہ بڑا پریشان اور حیرت زدہ ہوا اور اس حصے میں کام کرنے والی خادماؤں سے جب اس نے اپنی رانی گنگا کے متعلق پوچھا تو خادماؤں نے اطلاع دی کہ بچے کے پیدا ہونے کے فوراً ہی بعد گنگا نومولود بچے کو اپنی گود میں لے کر دریائے گنگا کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی تھی اور ابھی تک وہ وہاں سے نہیں لوٹی یہ خبر سن کر راجہ سنتانون کو تشویش ہوئی لہٰذا وہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دریائے گنگا کی طرف سرپٹ دوڑا رہا تھا۔

اپنے گھوڑے کو بھگاتا بھگاتا ہستنا پور کا راجہ سنتانون جب دریائے گنگا کے کنارے پہنچا تو وہاں اپنی بیوی کی اصلیت اور حقیقت جاننے کے بعد اسے ایسا لگا جیسے وہ نیند کی دھند، موت کی سی نگاہ، دوپہر کی تنہائیوں اور اندیشوں کے طوفانوں کا شکار ہو کر رہ گیا ہو۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی گنگا اپنے نومولود بچے کو اپنی گود میں لیے بھاگتی ہوئی دریا کے کنارے پہنچی تھی اور پھر بڑے زوردار انداز میں اس نے بچے کو اچھالتے ہوئے دریائے گنگا کی موجوں میں پھینک دیا تھا۔ اور وہ نومولود بچہ راجہ سنتانون کے دیکھتے ہی دیکھتے دریائے گنگا کی اٹھتی بکھرتی لہروں کا شکار ہو کر رہ گیا تھا۔ اپنی بیوی گنگا کا یہ رویہ اور اپنے بچے کی موت پہ ہستنا پور کا راجہ سنتانون کچھ ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے ہر سمت تاریکی ہی تاریکی پھیل گئی ہو یا سحر کے عمل کے ذریعے کسی نے فضاؤں کو آسیب زدہ، ہواؤں کو اداس

اور دن کو تاریک کر کے رکھ دیا تھا یہ سماں دیکھنے کے بعد وہ کچھ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے اس کے لیے آسمان پھٹ رہا ہو اور زمین دھنس رہی ہو اس نے یہ بھی دیکھا کہ بچے کو دریائے گنگا میں پھینکنے کے بعد اس نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا بوجھ ہلکا کر کے رکھ دیا ہو۔

اس انکشاف پہ سنتانون کے ذہن اور چہرے پہ بے بسی کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اپنے گھوڑے سے اتر کر وہ آگے بڑھا اور جب وہ اپنی بیوی گنگا کے قریب ہوا تو اس نے دیکھا اس موقع پہ گنگا کی حالت غبار آلود طوفان اور ریت کے ذروں جیسی ہو رہی تھی اس کی آنکھوں کے اندر دوپہر کی لو، الاؤ کی دھکتی آگ اور طوفانی عفریت جیسے رقص کر رہے تھے اس موقع پہ ہستنا پور کا راجہ سنتانون اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا پر گنگا کی حالت دیکھ کر اس کے ذہن میں اٹھنے والے سارے خیالات اور سوالات تصور کی طرح بکھر کر رہ گئے تھے، ذہن میں مایوسی اور گھبراہٹ پھیل گئی تھی اور وہ اپنی ذات کو گرد کے اٹھتے ہوئے جذبات جیسا محسوس کر رہا تھا۔ اپنی اس بدلتی حالت کے تحت ہستنا پور کے راجہ سنتانون کو یہ بھی یاد آیا کہ اس نے شادی کے موقع پہ گنگا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کبھی بھی زندگی بھر اس سے کوئی سوال نہ کرے گا، ورنہ وہ اس سے ناراض ہو کر اسے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی جائے گی۔ اس خیال کے آتے ہی راجہ سنتانون نے اپنے سارے خیالات اپنی ساری انتقامی کیفیت پر مٹی ڈال دی اور اس نے اپنے اوپر خاموشی اور صبر طاری کر لیا تھا اپنے بچے کو دریا کی نظر کرنے کے بعد گنگا واپس محل کی طرف چل گئی تھی جب کہ راجہ سنتانون بھی مایوسانہ انداز میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور گنگا سے کچھ فاصلہ رکھ کر وہ بھی واپس محل کی طرف جا رہا تھا۔

بوڑھا ماہی گیر سیوارام یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے رکا ایک بار اس نے غور سے عزازیل اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا پھر ہستنا پور کے راجہ سنتانون کی اس داستان کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

اگلے سال بادشاہ کے ہاں پھر ایک لڑکا پیدا ہوا اور اسے بھی گنگا نے اٹھا کر دریا میں پھینک دیا تھا۔ یوں بادشاہ کے ہاں یکے بعد دیگرے سات لڑکے پیدا ہوئے اور ساتوں ہی کو اس کی خوبصورت رانی گنگا نے دریا کی موجوں کی نذر کر دیا تھا۔ راجہ سنتانون چونکہ گنگا سے بے پناہ محبت کرتا تھا اس لیے وہ ہر چیز کو برداشت کرتا رہا وہ اس بناء پر بھی اس

سارے ایلیسے کے سامنے خاموش رہا کیونکہ اس نے گنگا سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ اس کے کسی
بھی کام کے خلاف اس سے کوئی سوال نہ کرے گا۔ آخر ہستناپور کے راجہ سنتانون کے ہاں جب
آٹھواں بچہ پیدا ہوا تو اس کے ذہن میں یہ خیال اٹھا اگر اسی طرح اس کے بچوں کو دریائے گنگا کی
موجوں کی نذر کر دیا گیا تو کون ہوگا جو اس کے بعد ہستناپور کے تاج و تخت کا وارث بنے گا۔ سنتانون
کا یہ خیال گنگا سے اس کی محبت پر غالب رہا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بچے کو کسی بھی صورت
دریائے گنگا کے پانی کی نذر نہ ہونے دے گا۔ لہٰذا آٹھویں بچے کی پیدائش کے بعد جب اس
کی حسین بیوی گنگا اپنے نومولود بچے کو لے کر دریائے گنگا کی طرف بھاگی تو ہستناپور
کے راجہ سنتانون نے اس کا تعاقب کیا اور دریا کے کنارے ہی اس نے اپنی بیوی گنگا کو
جا دھرکا۔ زندگی میں پہلی بار اس نے گنگا کو درشتگی اور برہمی میں مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

یہ تم نے کیا غیر انسانی سلسلہ شروع کر رکھا ہے میں نے تمہارے ساتھ تعلقات استوار رکھنے
اور تمہاری خوشنودی اور تمہاری محبت کو قائم رکھنے کے لیے اپنے سات بیٹوں کی قربانی کو برداشت
کیا تمہارے بطن سے میرے ہاں سات بیٹے ہوئے جنہیں میرے دیکھتے ہی دیکھتے تو نے دریائے
گنگا کی موجوں کی نذر کر دیا اب یہ معاملہ میری برداشت سے باہر ہو چکا ہے اور میں تمہیں کسی بھی
صورت اجازت نہ دوں گا کہ تم میرے اس آٹھویں بچے کو دریا میں پھینک دو۔ میں آج تک یہ
نہیں سمجھ سکا کہ تم کیسی ماں ہو جو اپنے ہی بچوں کو اٹھا کر دریا میں پھینک دیتی ہو۔ میرا یہ آٹھواں
بچہ میرے حوالے کر دو یہی میرا راجکمار اور میرے تاج و تخت کا وارث بنے گا۔ راجہ کی
یہ گفتگو سن کر گنگا کے چہرے پر عجیب طرح کی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس مسکراہٹ کے
پس منظر میں گنگا کے چہرے پر ہلکی ہلکی اداسی بھی دیکھی جا سکتی تھی۔ خوشی اور اداسی کے اسی امتزاج
میں گنگا نے ایک بار بڑے غور سے راجہ کے شنانون کی طرف دیکھا۔ خوشی اور اداسی کے
پھر اس نے بڑی نرمی سے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے راجہ! اب تیرا میرا ساتھ ختم ہوا وقت آ گیا ہے کہ میں تجھے چھوڑ کر اسی طرف
اور اسی سمت چلی جاؤں جہاں سے میں تمہاری طرف آئی تھی۔ میرا اور تمہارا یہ آٹھواں بچہ ضرور
زندہ رہے گا میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور مناسب وقت آنے پر میں اسے
تمہیں لوٹا دوں گی۔ اس بچہ کا نام میں دیوارت رکھتی ہوں اور اس کا دوسرا نام گنگیا ہو گا۔
اپنی رانی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جانے کی باتیں سن کر ہستناپور کے راجہ سنتانون

پر غم اور دکھ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اس موقع پر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سامنے
کھڑی گنگا کیا کہہ رہی ہے۔ اس کے ذہن میں بس یہی غم اور دکھ سوار ہو کر رہ گیا تھا کہ وہ عورت
جسے اس نے زندگی کی ہر شے سے زیادہ عزیز اور پسندیدہ رکھا تھا وہ اسے ہمیشہ کے لیے
چھوڑ کر اس سے رخصت ہونے والی ہے اور ایسا وہ صرف اس بنا پر کر رہی ہے کہ اس نے
اس سے اپنا آٹھواں بچہ موت کی نذر کرنے سے روک دیا ہے۔ تھوڑی دیر تک سنتانون عجیب
سے انداز میں گنگا کی طرف دیکھتا رہا اس موقع پر اس کی آنکھوں میں ایک التجا اور التماس تھی پھر اس نے
گنگا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے گنگا مجھے چھوڑ کر مت جاؤ اپنے اس نومولود بچے کی پرورش میرے ساتھ رہتے
ہوئے اور ہستناپور کے محل کی آسائشوں میں رہ کر کرو۔ تم جانتی ہو کہ یہ عرصہ جو تم نے میرے ساتھ
میری بیوی کی حیثیت سے گزارا ہے۔ اس دوران تم میرے جسم اور میری زندگی کا ایک حصہ بن
چکی ہو لہٰذا میں کسی بھی صورت تمہیں اجازت نہ دوں گا کہ تم مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی جاؤ۔

ہستناپور کے راجہ سنتانون کے ان الفاظ پر گنگا تھوڑی دیر تک سامنے کھڑی مسکراتی
رہی پھر وہ بولی اور راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

اے راجہ! میرا تمہارے ساتھ یہ وعدہ تھا کہ تم کبھی بھی مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کرو گے
اور چونکہ تم نے آج یہ سوال کر ڈالا ہے لہٰذا میرا تمہارا اکٹھے رہنے کا وعدہ ختم ہو چکا ہے
اور میں کسی بھی صورت اب تمہارے ساتھ نہ رہوں گی۔ اب جب کہ تم مجھ سے سوال کر کے معاہدہ
توڑ ہی چکے ہو تو میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ میں تمہاری طرح انسان نہیں ہوں بلکہ میرا
تعلق جنات کی جنس سے ہے اور میں نے ایک فانی انسان کی حیثیت سے تمہارے ساتھ
اتنا عرصہ گزارا ہے۔ اگر تم مجھ سے سوال کر کے میرے ساتھ ہونے والے معاہدے کو
نہ توڑتے تو میں تمہارے ساتھ ہی ہستناپور کے اس محل میں زندگی بسر کر دیتی۔ اسی دریائے
گنگا کے کنارے ایک بار میں نے تمہیں شکار کرتے ہوئے دیکھا تھا اور تمہیں پسند کر لیا
تھا اور میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں تمہاری بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گی۔
اسی لیے میں آج سے برسوں پہلے انسانی شکل و صورت میں اس وقت دریائے گنگا کے
کنارے آن کھڑی ہوئی تھی جب تم دریائے گنگا کے کنارے شکار کر رہے تھے، تم
میری جسمانی ساخت میرے حسن اور میری خوبصورتی کو دیکھ کر متاثر ہوئے اور میرے ساتھ

شادی کر لی۔ اب یہ معاملہ ختم ہو چکا ہے اس لیے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ تھا وہ ٹوٹ چکا ہے۔

راجہ سنتانون گنگا کے اس انکشاف پر تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنی جھکی گردن آہستہ آہستہ سیدھی کی اور پھر گنگا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اے گنگا! اب جب کہ تم اپنی اصلیت مجھ پر ظاہر کر چکی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں زبردستی تمہیں اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا پر ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا ہونے سے پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم نے میرے سات بچوں کو دریا کی موجوں کی نذر کیوں کر دیا؟" اس پر گنگا نے پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سنتانون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس معاملے کی تفصیل میں بھی نہ پڑو بس اتنا ہی جان لو کہ یہ سات مصیبتیں تھیں جو تم سے ٹل گئی ہیں۔ اور ہاں تمہارے آٹھویں بیٹے کو میں اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔ اس کی میں بہترین تربیت کروں گی اسے مروجہ جنگی علوم اور فنون سے آراستہ کروں گی اور جب یہ جوان ہو گا تو اسے میں تمہارے پاس چھوڑ جاؤں گی اور یہی بیٹا تمہارے بعد تمہارے تاج و تخت کا وارث بنے گا اور تمہارا راجکمار کہلائے گا۔ اس کے ساتھ گنگا عجیب سے سری انداز میں اپنے بچے کے ساتھ وہاں سے غائب ہو گئی تھی اور ہستناپور کا راجہ اداس اور مغموم اپنے محل کی طرف چلا گیا تھا۔

گنگا کے جانے سے راجہ سنتانون کی زندگی ایک طرح سے خالی ہو کر رہ گئی تھی اور اس کے ہاں زندگی کا مطلب ختم ہو چکا تھا۔ اس کے باوجود راجہ روزمرہ کے کام بڑے احسن طریقے سے انجام دے رہا تھا اس کی رعایا اس سے خوش تھی اور راجہ سنتانون نے وقت گزارنے کے لیے اور گنگا کی جدائی کے غم کو بھلانے کے لیے اپنے آپ کو شکار کے لیے وقف کر دیا تھا۔ سولہ برس اسی طرح گزر گئے۔

پھر اے اجنبیو! ایسا ہوا کہ ایک روز راجہ دریائے گنگا کے کنارے شکار کرتے ہوئے اپنا گھوڑا دوڑا رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی گنگا ایک بچے کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑی تھی۔ سنتانون نے گھوڑے کا رخ اس طرف کر لیا اور قریب جا کر اس نے دیکھا کہ وہ واقعی ہی اس کی بیوی گنگا ہی تھی۔ اس کے سامنے سنتانون اپنے گھوڑے سے اترا اور اس کے قریب جا کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے بڑی بے چینی اور بے قراری کا اظہار کرتے

ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے گنگا! میں جانتا تھا کہ ضرور تم ایک روز لوٹ کر آؤ گی۔ اور میری زندگی کی کھوئی خوشیوں کو بحال کر دو گی۔ تم جانتی ہو کہ تمہارے بغیر میری زندگی میں کوئی خوشی اور کوئی اطمینان نہیں ہے لہذا آؤ اپنے محل چلیں اور دوبارہ پہلے جیسی بھرپور خوشیوں سے زندگی کی ابتدا کریں۔ راجہ سنتانون کے ان الفاظ پر گنگا کے چہرے پر عنوں بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی، پھر اس نے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سنو! میں اس لیے لوٹ کر نہیں آئی کہ تمہارے محل میں نئی زندگی کی ابتدا کر دوں۔ یوں جانو کہ میرا اور تمہارا ساتھ اور سنگم ختم ہو چکا ہے۔ کچھ اس طرح کہ جیسے سورج ڈوبنے کے بعد کوئی آدمی یہ توقع نہیں کرتا کہ سورج غروب ہونے والی جگہ سے دوبارہ طلوع ہو جائے گا۔ ایسے ہی اے راجہ! تمہارا اور میرا ملاپ اب ناممکن ہے۔ اس بچے کی طرف دیکھو یہ تمہارا اور میرا بچہ ہے میں نے اس کی بہترین جنگی، معاشی اور معاشرتی تربیت کی ہے اور اب حسب وعدہ میں اسے تمہیں لوٹانے کے لیے آئی ہوں اور میں تم پر یہ انکشاف کرتی ہوں کہ یہ بچہ جو میرا اور تمہارا ہے یہ آنے والے دنوں میں بہترین اور کامیاب وارث ثابت ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی گنگا اچانک دریا کے کنارے سے غائب ہو گئی۔ راجہ سنتانون تھوڑی دیر تک مغموم خیالوں میں کھویا رہا پھر آگے بڑھ کر اس نے اپنے بیٹے کو گلے سے لگا لیا اور اسے لے کر وہ اپنے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ واقعہ چند برس پہلے کا ہے اور اب ہستناپور کا راجہ سنتانون اپنے جوان بیٹے دیو وارتا کے ساتھ ہستناپور کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے لیکن اب بھی وہ اپنی بیوی گنگا کی جدائی میں مغموم رہتا ہے اور اکثر شکار کر کے دل بہلاتا ہے۔

اس بوڑھے ماہی گیر سیولرام کے خاموش ہونے پر عزازیل اسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اسی لمحہ ایک نوعمر اور نوخیز لڑکی ہرنی کی طرح بہلاتی ہوئی ان کی طرف آئی اور سیولرام کے پاس آ کھڑی ہوئی تھی۔ عزازیل نے بڑے غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر حسن و جمال کا رنگ ستاروں کا طلسم اور خمار لذت تھا۔ اس کی آنکھوں کے اندر لرزشِ حیات کا ابلتا ہوا ایک سیلاب اور شفق کے متلاشی اور نور کے جویا جیسی کیفیت تھی اس کا چہرہ حریم حسن تھا اور اس کے لال آلوچہ ہونٹوں پر رنگین قوسیں رقص کناں تھیں وہ بے حد حسین اور پر جمال لڑکی کڑے دن اور گہری رات کی طرح چپ اور خاموش

سیوارام کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی قبل اس کے عزازیل اس بوڑھے سیوارام سے لڑکی کے متعلق پوچھتا۔ سیوارام نے خود ہی عزازیل اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اور اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

یہ میری بیٹی ستیاوتی ہے اور یہ میری اکلوتی اور واحد اولاد ہے۔ عزازیل تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سیوارام کی لڑکی ستیاوتی کی طرف دیکھتا رہا اور اس کے چہرے کے تاثرات اور اس کی آنکھوں کے اندر اڑتے تخیلات سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ستیاوتی کے حسن اور خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوا ہے۔ پھر عزازیل نے سیوارام کی طرف دیکھتے ہوئے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے سیوارام میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ میں مستقبل کے حال بتانے والا ایک کامل انسان ہوں اور لوگوں کو ان کے ماضی کے حالات اور اطلاعات فراہم کر سکتا ہوں میں علم نجوم اور عمل رمل کا ایک بے مثل عالم ہوں اور پیش گوئیاں کرنے میں اپنی مثال نہیں رکھتا اگر تم کہو تو میں تمہاری بیٹی ستیاوتی کے متعلق انکشاف کروں ؟ عزازیل کی اس گفتگو کے بعد سیوارام نے اپنی بیٹی ستیاوتی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا پھر اس نے بڑی خوشی اور طمانیت سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

اے محترم عزازیل اگر تم میری بیٹی ستیاوتی کے متعلق کچھ بتاؤ تو اس میں میری ذات کے لیے سکون اور اطمینان ہو گا اور مجھے امید ہے کہ جو کچھ تم مجھے اس کے مستقبل کے متعلق کہو گے وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہو گا۔ سیوارام کے اس انداز گفتگو کے بعد عزازیل چند لمحوں تک پھر اس کی بیٹی ستیاوتی کو سر سے لے کر پاؤں تک بڑے غور اور انہماک سے دیکھتا رہا پھر دوبارہ اس نے کہنا شروع کیا۔

اے سیوارام میں نے تیری بیٹی کے چہرے سے اس کی آنکھوں اور اس کے دیگر جسمانی اعضاء کا بغور جائزہ لیا ہے اور اپنے علم کی بنا پر میں جو کچھ اس کے متعلق جاننے میں کامیاب ہوا ہوں وہ یہ ہے کہ اے سیوارام تیری بیٹی ستیاوتی کسی راجہ کی مہارانی بنے گی اور اس کے بطن سے جو اس کا بیٹا پیدا ہو گا وہ کسی ریاست کا راجہ بن کر راج کرے گا۔ عزازیل کی گفتگو سن کر سیوارام خوش ہوا اور اس نے بات کو آگے بڑھانے کی غرض سے عزازیل سے پوچھا۔

اے محترم عزازیل میری بیٹی سے متعلق تم نے جو یہ پیش گوئی کی ہے۔ یہ کب اور کس وقت پوری ہو گی۔ اس پر عزازیل نے پھر جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے سیوارام یہ معاملہ جلد ہی تکمیل کو پہنچے گا اس لیے کہ تمہاری بیٹی کا حسن اور جمال اور اس کے جسم کا خمیر مجھے بتاتا ہے کہ اس کے جسم سے عنقریب ایک خوشبو اٹھے گی اور وہ خوشبو ہستنا پور کے راجہ سنتانون کو اپنی طرف مائل کرے گی اور اسی خوشبو کے تعاقب میں وہ یہاں تمہارے پاس آئے گا اور تم سے اپنے لیے تمہاری بیٹی طلب کرے گا۔ سیوارام اپنی بیٹی کے متعلق عزازیل کے بتائے ہوئے ان خوش کن الفاظ سے لطف اندوز ہو رہا تھا جب کہ خود ستیاوتی کی حالت بھی ایسی ہی ہو رہی تھی اس موقع پر ستیاوتی نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پہلی بار جھرنے کی صدا اور بارش کی کھنک جیسی آواز میں پوچھا۔

اے محترم عزازیل میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کے متعلق کچھ نہیں جانتی کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور کدھر کا رخ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ جو آپ نے میرے مستقبل کے متعلق پیش گوئی کی ہے تو یہ کیسے اور کیوں کر ممکن ہو گی کیوں کہ ہستنا پور کا راجہ سنتانون کیوں مجھے حاصل کرنے کے لیے ماہی گیروں کی اس بستی کی طرف آئے گا اور کس طرح میرے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ راجکمار بنے گا۔ حسین ستیاوتی کے اس سوال پر عزازیل کے چہرے پر تھوڑی دیر کے لیے مکارانہ اور عیارانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے کوئی فیصلہ کرتے ہوئے ستیاوتی کو تسلی دینے کے انداز میں کہا۔

اے ستیاوتی تمہارا حسن ایک سیال آتش ہے۔ تمہاری سانسوں کی خوشبو میں محبت کی ایک مہک ہے اس مہک سے صدیوں کے غبار معطر ہوں گے جس کے بل بوتے پر ہستنا پور کا راجہ سنتانون اس بستی کی طرف کھچا چلا جائے گا۔ اور پھر وقت کا وحشی ناچ کچھ ایسا رنگ دکھائے گا کہ وہ خود تمہارے باپ سے تمہارے ساتھ شادی کی التجا کرے گا۔ ستیاوتی بھی تھوڑی دیر کے لیے عزازیل کے انکشافات کی لذت میں کھو گئی تھی اتنی دیر تک اس کے باپ سیوارام نے اپنے آپ کو سنبھالا اور عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے بزرگ عزازیل میں ماہی گیروں کی اس بستی کا سردار ہوں۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اٹھ کر میرے ساتھ چلیئے اور کچھ دن یہاں اس بستی میں قیام کیجئے گو یہ بستی دریائے جمنا کے کنارے جھونپڑیوں پر مشتمل ہے پر یہاں آپ ایک طرح کا سکون اور طمانیت ضرور پائیں گے۔ میرے پاس لکڑی اور سرکنڈے کے بنے ہوئے دو بڑے بڑے جھونپڑے ہیں

ان میں سے جو چھوٹا ہے اس میں ہم دونوں باپ بیٹی رہ لیں گے اور جو بڑا جھونپڑا ہے، اس میں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند دن قیام کر سکتے ہیں، لہذا آپ میرے ساتھ میرے ان جھونپڑوں کی طرف چلیئے۔

سیوارام کی یہ گفتگو سن کر عزازیل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے سیوارام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے سیوارام تیری التماس پر ہم چند دن تک ضرور تمہاری اس بستی میں قیام کریں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری یہ بستی دریائے جمنا اور گنگا کے سنگم میں واقع ہے۔ دونوں دریاؤں کے ملاپ کی یہ سرزمین دیکھنے والے کے لیے عمدہ اور خوش کن مناظر پیش کرتی ہے لہذا چند دن تک ہم ضرور یہاں قیام کر کے اس ماحول سے لطف اندوز ہوں گے۔ اب تم چلو اپنے جھونپڑوں کی طرف میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند دن تک تمہارے یہاں قیام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر سیوارام اپنی بیٹی ستیاوتی کے ساتھ اٹھ کر قریبی جھونپڑوں کی طرف ہو لیا جبکہ عزازیل بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ سیوارام عزازیل اور اس کے ساتھیوں کو ایک بہت بڑے جھونپڑے کے پاس لایا اور اس کا دروازہ کھولا اور جھونپڑے کا اندرونی حصہ اس نے عزازیل کو دکھاتے ہوئے کہا۔

جھونپڑے کے اندر آپ کو آسائش اور ضرورت کی ہر چیز ملے گی۔ اس میں جب تک چاہیں قیام کر سکتے ہیں۔ آپ کی حیثیت اس جھونپڑے اور اس بستی کے اندر معزز مہمانوں کی سی ہو گی۔ اب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جھونپڑے میں قیام کریں جب کہ میں اپنی بیٹی کے ساتھ دوسرے جھونپڑے میں آپ سب کے لیے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ جھونپڑے کے ساتھ والے دوسرے جھونپڑے میں داخل ہو گیا تھا۔

عزازیل اور اس کے ساتھی دریائے جمنا کے کنارے بنے ہوئے اس جھونپڑے میں جب ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے تب یافان نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے رازدرانہ انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔

اے آقا اس بوڑھے مچھیرے سیوارام سے متعلق میں علیحدگی میں کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یافان کی اس بات پر عزازیل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس نے ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں کہا اگر تم اس بوڑھے مچھیرے سیوارام سے متعلق علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتے

ہو تو اس جھونپڑے سے باہر میرے ساتھ آؤ تاکہ میں سن سکوں کہ تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو اس کے ساتھ ہی عزازیل اپنی جگہ سے اٹھ کر اس جھونپڑے سے باہر نکلا تھا۔ یافان بھی اٹھ کھڑا ہوا اس نے اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اور عزازیل کے پیچھے پیچھے وہ بھی جھونپڑے سے باہر نکل گیا تھا۔ عزازیل اور یافان دریائے جمنا کے کنارے آئے پھر یافان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے عزازیل نے پوچھا۔

اے یافان کہو اس بوڑھے مچھیرے سیوارام سے متعلق تم علیحدگی میں مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو۔ گفتگو سے پہلے یافان نے پہلے ایک نگاہ جھونپڑے پہ ڈالی جس سے وہ نکل کر آئے تھے پھر اپنے اطراف میں پھیلی نیلی قوتوں کی دھند کو دیکھا اس کے بعد اس نے عزازیل کو مخاطب کیا اور کہا۔

اے بزرگ عزازیل آپ بوڑھے مچھیرے سیوارام اور اس کی حسین و جمیل بیٹی ستیاوتی کو ہستناپور کے راجہ سنتانون کی رانی بنانے کا عزم کر چکے ہیں جب کہ میں ستیاوتی کو اپنی موجودہ بیٹی اریشیا کی جگہ بیٹی بنانے کا عزم اور ارادہ کر چکا ہوں۔ اے بزرگ عزازیل آپ جانتے ہیں موجودہ بیٹی بوڑھی اور لاغر ہوتی جا رہی ہے۔ وہ میرے لیے بوجھ بن چکی ہے اور اس بوجھ کو میں مزید برداشت نہیں کر سکتا میں اس کا خاتمہ کر کے اور اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے اس ستیاوتی کو اپنی بیٹی میں تبدیل کرنا چاہتا ہوں۔ یافان کے اس انکشاف پر عزازیل تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر وہ فیصلہ کن انداز میں بولا۔

اے یافان اس ستیاوتی کو استعمال کر کے میں اس ہستناپور کی اس ریاست میں بدی اور گناہ کے پھیلانے کا عمل شروع کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس طرح کہ مچھیروں کی اس بستی میں چند روز قیام کرنے کے بعد میں ہستناپور شہر کا رخ کروں گا اور وہاں پہ میں ہستناپور کے راجہ سنتانون پر نظر رکھوں گا۔ جب وہ دریائے گنگا کے کنارے شکار کے لیے نکلے گا تو میں بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل رہ کر اس کے تعاقب میں ہوں گا اس موقع پر میں دریائے گنگا کے کنارے سے اس ستیاوتی پر ایک ایسا عمل کروں گا کہ دریائے جمنا کے کنارے رہنے والی اس ستیاوتی کے جسم سے ایک عجیب اور پرکشش خوشبو نکل کر دریائے گنگا کی طرف جائے گی اور وہاں پہ شکار کرنے والے ہستناپور کے راجہ سنتانون کو اپنی طرف کشش کرے گی۔ اپنی سری قوتوں کو استعمال کر کے میں ہستناپور

کے راجہ سنتانون کو خوشبو سے انتہا کی حد تک ایسا متاثر کروں گا کہ سنتانون اس خوشبو کے تعاقب میں نکل کھڑا ہو گا اور جب وہ اس خوشبو کا تعاقب کرتے ہوئے اس بستی کی طرف آئے گا اور جب اسے یہ پتہ چلے گا کہ یہ خوشبو حسین ستیاوتی کے جسم سے اٹھ رہی ہے تو میں اسے پھر وسوسوں میں ڈال دوں گا تاکہ وہ ستیاوتی کے باپ سیوارام سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کرے اور جب راجہ سنتانون سیورام سے اس کی بیٹی ستیاوتی کا رشتہ طلب کرے گا تو اس سے پہلے ہی میں سیوارام کے ذہن میں یہ بات ڈال دوں گا کہ سیوارام ہستناپور کے راجہ سنتانون کو مخاطب کر کے کہے گا۔

اے راجہ میں اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی تمہارے ساتھ کرنے پر تیار ہوں اور میرے لیے یہ بڑا فخر اور عزت کا مقام ہے کہ ایک ماہی گیر کی بیٹی ہستناپور کے راجہ سنتانون کی بیوی بنے لیکن ایک عمل اور نجوم جاننے والے نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ ستیاوتی کے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا کسی ریاست کا حکمران بنے گا جب کہ اے راجا سنتانون تمہارا پہلے ہی ایک بیٹا ہے جس کا نام دیودارتا ہے اور جسے تم پہلے ہی وارث بنا چکے ہو۔ اگر تم دیودارتا کو راج دھانی کی وراثت سے محروم کر دو تو میں ستیاوتی کی شادی تمہارے ساتھ کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔ سنو یافان اس موقعہ پر میں پھر ہستناپور کے راجہ سنتانون کو وسوسات میں ڈالوں گا اسے اس امر پر آمادہ کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اپنے موجودہ بیٹے دیودارتا کو راج دہانی کی وراثت سے محروم کر کے ستیاوتی سے شادی کر لے۔ اے یافان یہ ہے وہ لائحہ عمل جو میں ستیاوتی کے سلسلے میں ہستناپور کے راجہ سنتانون کے خلاف تیار کر چکا ہوں اور جب وہ اپنے موجودہ بیٹے دیودارتا کو راجدھانی سے محروم کر کے ستیاوتی سے شادی کرے گا اور جب وہ ستیاوتی کے بطن سے پیدا ہونے والے کسی بیٹے کو اپنا وارث بنائے گا تو اس طرح دیودارتا اور ستیاوتی کے نومولود بیٹے کے درمیان ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کی ابتدا ہو جائے گی۔ اس طریقے سے میں اس سرزمین کے اندر بدی اور گناہ کے کام کو فروغ دینے کی ابتدا کر سکوں گا، جس کے باعث یہاں کے لوگوں کا سکون درہم برہم اور یہاں کی راجدھانی کا الٹ پلٹ ہو کر رہ جائے گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر دوبارہ یافان کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔

”اے یافان اگر تم ستیاوتی کو موجودہ ارلیشیا کی جگہ اپنی بیٹی بنانے کا عزم کر چکے ہو تو میں تمہیں بھی مایوس نہیں کروں گا۔ تم پہلے ایسا کرو کہ موجودہ ارلیشیا کا خاتمہ کر دو۔ اس کے بعد ستیاوتی کو اپنی بیٹی بنانے کے عمل کی ابتدا کر دو اور جب تم ستیاوتی کو اپنی بیٹی بنا چکو گے اور وہ تمہارے ساتھ مانوس ہو کر تمہاری بیٹی کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہنا شروع کر دے گی تو اس کے بعد میں اپنے عمل کی ابتدا کروں گا اور اس کے جسم میں وہی خوشبو پیدا کرنے کی کوشش کروں گا جس کا ذکر میں نے تم سے کیا ہے اسی خوشبو کے تعاقب میں ہستناپور کا راجہ ستیاوتی کے تعاقب میں آئے گا اور اس کے بعد سیوارام کی بیٹی کے رشتے کی بات وہ تم سے کرے گا کیونکہ ستیاوتی تمہاری بیٹی کی حیثیت سے تمہارے ساتھ رہ رہی ہو گی۔ لہذا جب وہ تم سے ستیاوتی کے رشتے کی مانگ کرے گا تو تم فوراً اسے تسلیم کر لینا اور ہستناپور کے راجہ سے ستیاوتی کی شادی کر کے تم خود بھی ستیاوتی کے ساتھ ہستناپور کے محل میں منتقل ہو جانا اور وہاں رہ کر تم بدی اور گناہ کے کام کر سکو گے اور میری یہ بات بھی سنو جب تم ستیاوتی کو اپنی بیٹی بنا لینے کے عمل کی تکمیل کر چکو گے۔ اس وقت میں ستیاوتی کے باپ سیوارام کو ہلاک کر کے اس کا خاتمہ کر دوں گا تاکہ تم سے کوئی ستیاوتی کو مانگنے والا باقی نہ رہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل پھر تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا اور دوبارہ یافان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے یافان کیا میں نے تمہارا مسئلہ حل نہیں کیا۔ اس طریقے سے نہ صرف یہ کہ تم ستیاوتی کو ایک بیٹی کی حیثیت سے اپنانے میں کامیاب ہو جاؤ گے بلکہ اس طرح سے میں ہستناپور کے راجہ سنتانون کو ستیاوتی کی طرف مائل کرنے کے بعد اور اس کے ساتھ ستیاوتی کی شادی کرنے کے بعد یہاں ہستناپور کی ریاست میں لڑائی جھگڑے اور بدی اور گناہ کا آغاز کر سکوں گا۔ اب آؤ ہم دونوں اس جھونپڑے کی اوٹ میں کھڑے ہو جائیں۔ تم اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو حکم دو کہ جھونپڑے کے اندر بیٹھی ہوئی ارلیشیا کو اٹھا کر دریائے گنگا کے وسط میں پھینکتے ہوئے اسے ہلاک کر کے رکھ دیں اس طرح ارلیشیا سے جواب بوڑھی ہو چکی ہے۔ تمہاری جان چھوٹ جائے گی اور تم آسانی کے ساتھ ستیاوتی پر اپنا عمل کر کے اسے اپنی بیٹی کے روپ میں اپنا سکو گے۔ یافان نے عزازیل کے اس فیصلے کو پسند کیا۔ لہذا وہ اور عزازیل دونوں ہی لکڑی اور سرکنڈے کی بنی ہوئی اس جھونپڑی کی اوٹ میں ہو گئے پھر یافان نے اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی نیلی دھند کی قوتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ہولناک اور تحکمانہ انداز میں کہا۔

جھونپڑے میں بیٹھی ہوئی ارلیشیا کو اٹھا کر دریائے گنگا کے وسط میں پھینکتے ہوئے اسے ہلاک کر کے رکھ دو۔ یافان کا یہ حکم پا کر نیلی دھند کی قوتیں حرکت میں آئیں وہ دھند یافان کے آس پاس سے چھٹ کر جھونپڑے میں داخل ہوئیں پھر اس نیلی دھند کے اندر کام کرنے والی قوتوں نے ارلیشیا کو اٹھا لیا۔ ارلیشیا اپنی جگہ مطمئن تھی وہ جانتی تھی کہ نیلی دھند کی قوتیں اس کے باپ کی گرفت میں ہیں لہٰذا وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں لہٰذا جب نیلی دھند کی قوتوں نے اسے جھونپڑے میں سے اٹھا لیا تو اس نے کسی تردد کا اظہار نہ کیا اور نہ ہی اس کے چہرے پر کسی قسم کے تفکرات اور پریشانیوں کا مظاہرہ تھا۔ نیلی دھند کی قوتیں ارلیشیا کو اٹھا کر اس جھونپڑے سے باہر نکلیں اور کچھ اس قدر تیزی سے دریائے گنگا کے وسط میں داخل ہوئیں کہ ارلیشیا کو خبر تک نہ ہوئی وہ اس وقت چیخی چلائی جب نیلی دھند کی قوتوں نے اسے خوب زور سے دریا میں پھینکتے ہوئے اسے ہلاک کر کے رکھ دیا تھا۔ ارلیشیا کا خاتمہ اور پھر اسے غرقِ آب کرنے کے بعد نیلی دھند کی قوتیں یافان کے پاس واپس آگئی تھیں۔ پھر عزازیل اور یافان دوبارہ اس جھونپڑے میں داخل ہو کر عارب، بیوسا، عبیطہ اور کوزن کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اتنی دیر تک سیوارام اور اس کی بیٹی سنتیا وتی ان کے لیے کھانا لے آئے اور وہ وہاں بیٹھ کر کھانا کھانے لگے تھے یوں عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کے اندر رہنے لگا تھا۔

○

یوناف نے ابھی تک چین کے مرکزی شہر چینگ چو کے اندر ہی ایک سرائے میں اپنی رہائش رکھی ہوئی تھی اور وہ لمحہ بہ لمحہ چین کے بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ چینگ چو میں اس کے قیام کے دوران ہی چین کے اندر ایک نئے اور ہولناک انقلاب کی ابتدا ہوگئی تھی اور وہ اس طرح کے چین کے دو باغی اور ہولناک قبائل نے جن کے نام ہوآئی اور چو تھے۔ انہوں نے چین کے موجودہ بادشاہ وین کے خلاف سرگرم ہونے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ان دونوں باغی قبائل نے باہمی صلاح مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ باغی قبیلہ ہوآئی چین کے بادشاہ وین کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے اور جب چین کا بادشاہ اس باغی قبیلے کی سرکوبی کے لیے نکلے تو چو نام کا دوسرا قبیلہ مرکز پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ موجودہ بادشاہ وین کو تخت و تاج سے محروم کر دے بلکہ چین پر حکمرانی کرنے والے چینگ قبیلے کا اقتدار بھی ہمیشہ کے لیے ختم کر دے۔

اس صلاح مشورے کے بعد ہوآئی قبیلے نے بڑی وحشت ناک اور بربریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قریبی علاقوں میں قتل و غارت اور بربریت کا بازار گرم کرتے ہوئے چین کے حکمران قبیلے چینگ اور وین کے خلاف سرکشی اور بغاوت کا اعلان کر دیا تھا۔ چین کا بادشاہ وین اپنے جرار لشکر کو لے کر ہوآئی قبیلے کی سرکوبی کے لیے نکلا اور جب وہ اس قبیلے کے ساتھ ہولناک جنگوں میں مصروف ہوگیا تو دوسرے باغی قبیلے چو نے اپنا کردار شروع کیا اور وہ اپنے جنگجو اور بے شمار مسلح قبائیلیوں کے ساتھ چین کے مرکزی شہر چینگ چو کی طرف بڑھا تھا۔ حکمران قبیلے کی بدقسمتی تھی کہ ان کا بادشاہ وین ہوآئی قبیلے کے خلاف جنگ کرتے ہوئے مارا گیا دوسری طرف جب چو قبائل نے چین کے مرکزی شہر کی طرف پیش قدمی کی تو شینگ قبیلے نے اپنے موجودہ بادشاہ کی جگہ اس کے ایک عزیز ووکو چین کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ بادشاہ وو اور باغی قبیلے چو کے درمیان دریائے وی کے کنارے ہولناک جنگ ہوئی جس میں نئے بادشاہ وو اور حکمران قبیلے کو زبردست شکست ہوئی اور نیا بادشاہ وو بھی اس جنگ میں کام آگیا تھا تاہم حکمران قبیلے چینگ نے اپنے اقتدار کو بچانے کی خاطر اپنی بھرپور جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور ایک شخص چو چین کو انہوں نے اپنا بادشاہ مقرر کرتے ہوئے چو نام کے باغی قبیلے کے خلاف اپنی جنگ جاری رکھی۔ دوسری طرف ہوآئی قبیلہ بھی اپنی جنگ سے فارغ ہو کر اپنے ساتھی قبیلے چو کے ساتھ آملا تھا۔

اس طرح ان دونوں باغی قبائل کے حکمران قبیلے چینگ کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ان جنگوں کے درمیان چین کی داخلی حالت خطرناک اور غیر محفوظ ہو کر رہ گئی تھی ہر طرف قتل و غارت گری کا دور دورہ تھا۔ حکمران چینگ قبیلے نے اپنی آخری کوشش کے طور پر اپنے نئے بادشاہ چو چین کی سرکردگی میں ایک لشکر تیار کیا اور ان دونوں باغی قبائل کی سرکوبی کے لیے دریائے وی کے کنارے ایک ہولناک جنگ کی ابتدا کی اس جنگ میں بھی حکمران قبیلے چینگ کو شکست ہوئی اور باغی قبائل جنگ جیتنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ باغیوں نے اس فتح مندی کے بعد چینگ قبیلے کے آخری بادشاہ چو چین کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کی جگہ چو قبیلے کے سردار چینگ کو چین کا بادشاہ

مقرر کر دیا گیا تھا۔

چین کے سابق حکمران قبیلے چینگ کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرتے ہوئے دونوں باغی قبائل چو اور ہو آئی کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ اگر یہ دونوں قبیلے مل کر حکمران قبیلے چینگ کو اپنے سامنے مغلوب کر لیتے ہیں۔ تو چین کی حکمرانی میں دونوں قبائل برابر کے حصہ دار ہوں گے لیکن چینگ قبیلے کو تخت و تاج سے محروم کرنے کے بعد جب چو قبیلے نے اپنے ساتھی باغی قبیلے ہو آئی کو کسی قسم کی مراعات اور حقوق دینے سے قطعی طور پر انکار کر دیا تھا۔ اور اس قبیلے نے انفرادی حیثیت سے چین پر حکمرانی کرنی شروع کر دی تھی۔ اس پر باغی ہو آئی قبیلے نے چین کے سابق حکمران قبیلے چینگ کے افراد کے ساتھ ساز باز کرنا شروع کر دی اور انہیں یہ یقین دلایا کہ اگر وہ اس کے ساتھ مل کر چو قبیلے کے خلاف حرکت میں آئیں تو وہ انہیں ان کا چھینا ہوا اقتدار واپس دلانے میں مددگار ثابت ہوگا۔ حکمرانی سے محروم ہو جانے والے اس چینگ قبیلے نے ہو آئی قبیلے سے پورا تعاون کیا۔ دونوں قبائل نے مل کر ایک بہت بڑا جرار لشکر تیار کیا اور جب وہ اپنی جنگی تیاریاں مکمل کر چکے تو دونوں قبائل نے مل کر حکمران چو قبیلے کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا تھا۔ دونوں قبائل کے ساتھ حکمران قبیلے چو کی چین کے موجودہ صوبے شینسی میں ہولناک جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں حکمران قبیلہ چو فتح مند ہوا جب کہ ہو آئی اور چینگ قبائل دونوں کو شکست ہوئی اس طرح حکمران چو قبیلے نے دونوں قبائل کی طاقت کو مکمل طور پر کچل کر چین کے اندر اپنی حکمرانی کو مضبوط اور مستحکم کر دیا تھا۔

باغیوں کا مکمل طور پر صفایا کرنے کے بعد چین کے بادشاہ چو انگ نے ملکی انتظام اور استحکام کی طرف دھیان دیا۔ اس نے چین کے دو دارالحکومت مقرر کیے۔ پہلا دارالحکومت چوٹسنگ، دوسرا دارالحکومت چینگ چو مقرر کیا گیا تھا۔ اس طرح چین کے اندر چو قبیلے کا بادشاہ چو انگ اپنے باغیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کرنے کے بعد دلجمعی اور اطمینان کے ساتھ حکومت کرنے لگا تھا۔

○

چین میں یہ انقلاب رونما ہونے کے بعد تک یوناف چین کے شہر کی اسی سرائے

میں مقیم رہا جس میں اس نے چین میں داخل ہونے کے بعد قیام کیا تھا۔ ایک روز وہ اسی سرائے کے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر تیز ہتھیلی لمس دیا پھر ابلیکا کی کھنکھتی اور موسیقی کی لہریں بکھیرتی ہوئی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی ابلیکا کہہ رہی تھی۔

"یوناف میرے حبیب! تم ایک عرصے سے چین کی سرزمین میں قیام کئے ہوئے ہو چین کے اندر جو انقلاب رونما ہونا تھا وہ تو ہو چکا ہے اور چین میں ایک نیا قبیلہ طاقت اور قوت اختیار کر چکا ہے۔ سنو یوناف میں سمجھتی ہوں کہ اب یہاں اس سرزمین میں تمہارا قیام کرنا بے کار اور فضول ہے تم یہاں کے حالات اور واقعات کا جائزہ لینا چاہتے تھے اور وہ تم لے چکے ہو۔ لہذا اس موقع پر میں تم سے یہ کہوں گی کہ ہندوستان میں دریائے گنگا اور دریائے جمنا کے سنگم پر تمہاری سخت ضرورت محسوس کی جا رہی ہے" یوناف نے فوراً ابلیکا کی بات کاٹتے ہوئے اور بیچ میں بولتے پوچھا۔

اے ابلیکا! دریائے گنگا اور دریائے جمنا کے سنگم پر میری کیسی اور کیوں ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اس پر ابلیکا پھر بولی۔ اور اس نے کہا۔ عزازیل، عارب، بیوسا، نبیطہ، کوزان اور بیافان ارض فلسطین سے یہاں دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم کے قریب ماہی گیروں کی بستی میں قیام کر چکے ہیں۔

سنو یوناف میں عزازیل اور اس کے ساتھیوں کے ارادوں سے تمہیں تفصیل کے ساتھ آگاہ کرتی ہوں۔ ماہی گیروں کی جس بستی میں عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ قیام کر رکھا ہے وہاں ستیاوتی نام کی ایک بے حد حسین اور خوبصورت لڑکی ہے اور یہ ماہی گیروں کے سردار سیوارام کی بیٹی ہے۔ اسی لڑکی کے ذریعے سے عزازیل دریائے گنگا کے کنارے سے ہستنا پور کی ریاست کے اندر ایک فساد اور فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے۔ عزازیل کا ارادہ یہ ہے کہ وہ اپنی سری قوتوں کو استعمال کر کے ستیاوتی کے جسم میں ایک ایسی خوشبو پیدا کرے گا کہ وہ خوشبو دریائے گنگا کے کنارے شکار کھیلنے والے ہستنا پور کے راجہ شنتانو کو متاثر کرے گی اور اسی خوشبو کے تعاقب میں وہ ستیاوتی کی طرف آئے گا اور ستیاوتی سے شادی کی خواہش کا اظہار کرے گا۔ جب کہ عزازیل پہلے ہی ستیاوتی کے باپ سیوارام کو سمجھا چکا ہے کہ تیری بیٹی کی شادی کسی راجہ کے ساتھ ہوگی۔ اور اس راجہ سے جو ستیاوتی کا بیٹا ہوگا وہ راجہ بنے گا۔ اور وارث بن کر نمودار ہوگا جب ہستنا پور کا راجہ ستیاوتی کے لیے

اس ماہی گیروں کی بستی میں داخل ہوگا تو عزازیل نے سیوارام کے ذہن میں یہ بات بھی ڈال دی ہے کہ وہ ہستناپور کے راجہ سے یہ کہے کہ وہ اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی اس کے ساتھ کرنے کے لیے تیار ہے لیکن اس شادی سے پہلے وہ اپنے پہلے بیٹے دیو وارتا کو تخت و تاج اور راجدھانی کی وراثت سے محروم کر کے ستیاوتی کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کے نام کر دے۔ سنو یوناف ایسا کر کے عزازیل ستیاوتی اور اس کی اولاد کے ذریعے سے ہستناپور کی ریاست کے اندر ایک فساد اور خونی انقلاب کھڑا کرنا چاہتا ہے۔

اور ہاں یوناف دوسری طرف ستیاوتی کے حسن اور خوبصورتی سے ساحر یوفان بھی متاثر ہو چکا ہے اس کی موجودہ بیٹی ارلیشیا اب بوڑھی ہو چکی تھی اور اس نے اس کا نیلی دھند کی قوتوں سے خاتمہ کرانے کے بعد اس کی لاش کو دریائے گنگا میں غرق آب کر دیا ہے۔ اب اس یافان کی نظر ستیاوتی پہ ہے وہ چاہتا ہے کہ ستیاوتی کو اپنی بیٹی ارلیشیا کا روپ دے کر اسے اپنے ساتھ ایک بیٹی کی حیثیت سے رکھے۔ اور جب عزازیل ستیاوتی کے جسم میں ایک جذب و کشش رکھنے والی خوشبو پیدا کر دے گا اور اس خوشبو کے تعاقب میں ہستناپور کا راجہ ستیاوتی سے ملنے کے لیے ماہی گیروں کی بستی میں آئے تو اس کی آمد سے پہلے ہی ستیاوتی کے باپ سیوارام کا خاتمہ کر کے اور اس کے بعد یافان اپنی سحری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے ستیاوتی کو اپنی بیٹی ارلیشیا کے روپ میں ڈھال دے۔ اس کے بعد وہ اس کی شادی ہستناپور کے راجہ کے ساتھ کرنے پر آمادہ ہو جائے تو خود یافان بھی ستیاوتی کے ساتھ ہستناپور کے مرکزی شہر چلا جائے اور وہاں رہ کر وہ گناہ اور بدی کے فروغ کے لیے کام کر سکے۔

اے یوناف یہ عزازیل اور یافان کے دو علیحدہ علیحدہ لائحہ عمل اور ارادے تھے۔ اور اب میں تمہیں ان حالات سے آگاہ کرتی ہوں جو اب تک وجود میں آ چکے ہیں اور جو کچھ ماہی گیروں کی اس بستی کے اندر ہو چکا ہے۔

سنو یوناف! اپنی نیلی دھند کی قوتوں سے ساحر یافان نے دریائے جمنا کے کنارے لکڑی اور گھاس پھوس کا ایک جھونپڑا بنایا ہے اس جھونپڑے کے اندر یافان اپنے پانچ دن کے اس عمل کی ابتدا کر چکا ہے جس عمل کی تکمیل کے بعد وہ ستیاوتی کو اپنی

بیٹی ارلیشیا کی شکل میں ڈھال سکے گا۔ اور اس کے بعد ستیاوتی اپنے اصل باپ سیوارام کو بھول جائے گی اور ساحر یافان کو ہی اپنا حقیقی باپ سمجھنے لگے گی جب کہ اس کا اصل باپ سیوارام اس کے لیے اجنبی اور ناآشنا ہو کر رہ جائے گا۔

اے یوناف! میں اس وقت سے ڈرتی ہوں جب ساحر یافان حسین ستیاوتی کو اپنی بیٹی ارلیشیا کی شکل میں ڈھال دے گا اور سیوارام کی حالت اس وقت کس قدر قابل رحم اور مظلومیت کی سی ہوگی جب خود اس کی بیٹی ستیاوتی ارلیشیا کا روپ دھارنے کے بعد نہ صرف یہ کہ اس سے سارے رشتے منقطع کر دے گی بلکہ اسے پہچاننے سے بھی انکار کر دے گی۔ میں ڈرتی ہوں کہ اگر ایسا ہو گیا تو بوڑھا سیوارام بے چارہ زندہ نہ رہ سکے گا اس نے جب یہ جانا کہ اس کی بیٹی نہ صرف یہ کہ اسے فراموش کر چکی ہے بلکہ اس کے ساتھ سارے رشتے بھی اس نے منقطع کر دیئے ہیں تو وہ بے چارہ دریائے جمنا میں ڈوب مرے گا اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر دے گا اور اے یوناف میں نہیں چاہتی کہ عزازیل اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں یوں ایک آباد اور بسا بسایا گھر تباہ اور برباد ہو جائے۔

انہی حالات کی بنا پر آؤ یوناف! ہندوستان کا رخ کریں، دریائے جمنا کے کنارے میں اور تم ماہی گیروں کی اس بستی میں داخل ہوں اور عزازیل، یافان اور اس کے سارے ساتھیوں کے ارادوں اور ان کی شرارتوں کو خاک اور خون میں ملا کر رکھ دیں۔

اے یوناف! یافان کو اپنے عمل کی ابتدا کیے ہوئے آج دوسرا دن ہے اور اس نے اگر اپنے اس عمل کے پانچ دن مکمل کر لیے تو وہ یقیناً ستیاوتی کو اپنی بیٹی ارلیشیا کا روپ دینے میں کامیاب ہو جائے گا اور جب وہ ایسا کر چکے گا تو بے چارے سیوارام کا خاتمہ ہو جائے گا لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ آؤ ابھی اور اسی وقت چین کے اس شہر چینگ چو سے دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اس بستی کا رخ کریں جہاں دریا کے کنارے ایک جھونپڑے کے اندر یافان اپنے عمل کی ابتدا کر چکا ہے۔

اے یوناف میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ ہم آنے والی رات کو اس بستی میں داخل ہوں اور یافان کے عمل کو برباد کر کے رکھ دیں وہ اس طرح کہ جس جھونپڑے کے اندر یافان نے اپنے عمل کی ابتدا کر رکھی ہے اس جھونپڑے کے باہر اس کی نیلی دھند کی قوتیں اس کی حفاظت کرتی ہیں اور کسی کو بھی اس جھونپڑے میں داخل نہیں ہونے دیتیں۔

تاکہ یافان اطمینان اور دلجمعی کے ساتھ اپنے اس عمل کی تکمیل کر سکے۔

سنو یوناف ہمارے لیے یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اس ساحر یافان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ اگر ہم نے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر ایسا موقع مشکل سے ہی ہمارے ہاتھ لگے گا وہ اس طرح کہ میں اور تم رات کے وقت یہاں سے کوچ کرنے کے لیے دریائے جمنا کے کنارے اس جھونپڑے کے پاس نمودار ہوں گے، جس کے اندر یافان نے اپنے عمل کی ابتدا کر رکھی ہے۔ میں وہاں نمودار ہو کر نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ الجھ جاؤں گی جب کہ تم برق رفتاری کے ساتھ اس جھونپڑے میں داخل ہونا، یافان کو گردن سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دینا اور اس کی ہڈیوں کے ڈھانچے کو علیحدہ علیحدہ کرتے ہوئے اس پر اپنی تلوار کی ضربیں لگاتے ہوئے اسے ریزہ ریزہ کر دینا اس وقت تک میں نیلی دھند کی قوتوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھوں گی پھر تم ایسا کرنا کہ ان ہڈیوں کو ایک ایک کر کے علیحدہ علیحدہ دریائے جمنا کے اندر پھینک دینا ایسا کرنے کے بعد تم جھونپڑے سے باہر آنا پھر ہم مل کر کوزن پر حملہ آور ہوں گے اور مار مار کر اس کی وہ حالت کریں گے کہ وہ برسوں تک اس مار کو یاد رکھے گا۔ آئندہ کبھی بھی وہ عزازیل، عارب، بیوسا اور نبیطہ کا ساتھ دینے کی کوشش نہ کرے گا۔

اے یوناف! یہ ہے وہ لائحہ عمل جس کی میں ابتدا کرنا چاہتی ہوں اب تم بتاؤ تمہارا اس معاملے میں کیا خیال ہے۔ ابلیکا کی اس ساری گفتگو کے جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اے ابلیکا میں تمہارے اس لائحہ عمل سے اتفاق کرتا ہوں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آج کی رات ہم یہاں شہر چینگ چو سے دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کا رخ کریں گے اور وہاں پر یافان کا خاتمہ کرنے کے بعد کوزن کو مار مار کر وہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔“ یوناف کا یہ جواب سن کر ابلیکا خوش ہو گئی تھی اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے دریائے جمنا کی طرف کوچ کر گئے

بنجر کھیت اور ویران بستیوں جیسی ملول تنہا اور سلگتی رات مشرب کی قوت اور ریت کے بگولوں کی طرح بھاگتی جا رہی تھی۔ دھرتی میں پھیلا غبار دھواں دار مسالے اندھیروں کے ساتھ مل کر موت کے سے سایوں کا سا ہجوم کھڑا کرنے لگا تھا۔ کائنات گھٹاٹوپ شبنم جیسی بے حس اور سیلا جویلے ستم جیسی التفات سے خالی ہو کر رہ گئی تھی۔ ایسے میں اندھیروں کے سمندر کے اندر دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی سے ذرا فاصلے پر یوناف نمودار ہوا اسی لمحہ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا، اور پھر ابلیکا کی وارفتگی سے بھرپور آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی۔

یوناف میرے حبیب! تم یہاں ماہی گیروں کی بستی سے دور کیوں نمودار ہوئے ہو۔ تمہیں تو ماہی گیروں کی بستی کے اندر دریائے جمنا کے کنارے اس جھونپڑے سے باہر نمودار ہونا تھا۔ جس میں یافان اپنے عمل کی ابتدا کر چکا ہے۔ ابلیکا کی یہ گفتگو سن کر یوناف کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس نے بڑی نرمی اور چاہت بھری آواز میں ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے ابلیکا میں ایک مقصد اور ایک احتیاط کے تحت ماہی گیروں کی بستی سے دور دریائے جمنا کے کنارے نمودار ہوا ہوں اے ابلیکا پہلے تم اکیلی ماہی گیروں کی اس بستی میں داخل ہو۔ جب کہ میں تمہیں دریائے جمنا کے کنارے کھڑا رہ کر تمہاری واپسی کا انتظار کرتا ہوں۔ ماہی گیروں کی بستی میں داخل ہو کر تم وہاں کے حالات کا جائزہ لو اور یہ بھی دیکھو کہ اس بستی کے اندر عزازیل موجود ہے کہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ عارب بیوسا نبیطہ اور کوزن اس جھونپڑے سے کس قدر دور ہیں۔ جس جھونپڑے میں ساحر یافان نے اپنے عمل کی ابتدا کر رکھی ہے۔ اور یہ کہ ضرورت کے وقت وہ میرے اور تمہارے مقابلے میں یافان اور اس کی نیلی دھند کی قوتوں کی چیخ و پکار پر کیا وہ ان کی مدد کو آ سکتے ہیں۔ یوناف جب خاموش ہوا تب ابلیکا نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

اے یوناف جو کچھ بھی تم نے کہا ہے۔ وہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ پہلے مجھے اکیلے ہی کو ماہی گیروں کی اس بستی میں داخل ہو کر ان سارے امور کا جائزہ لینا چاہیے۔ جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد تمہیں اس بستی کا رخ کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دینا بند کر دیا۔ اور وہاں سے

چلی گئی تھی۔ جبکہ یوناف وہیں دریائے جمنا کے کنارے تاریکی میں کھڑے ہو کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد ابلیکا لوٹ آئی پھر اس نے یوناف کی گردن پر دوبارہ لمس دیتے ہوئے کہا:

اے یوناف میری باتیں غور سے سنو میں دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی سے ہو کر آ رہی ہوں: سنو عزازیل اس وقت اپنی بستی میں موجود نہیں ہے جس جھونپڑی کے اندر ساحر یافان نے اپنے عمل کی ابتداء کر رکھی ہے۔ وہ جھونپڑی بالکل دریائے جمنا کے کنارے پر ہے۔ جبکہ وہ دوسرا بڑا جھونپڑا جس کے اندر عارب بیوسا نبیطہ اور کوزن گہری نیند سو رہے ہیں۔ وہ دریا کے کنارے سے ذرا فاصلے پر ہے اور اگر میرے اور تمہارے حملہ آور ہونے پر یافان یا اس کی نیلی دھند کی قوتیں چیخ و پکار کرتی ہیں تو دوسرا جھونپڑا اس قدر قریب نہیں ہے کہ عارب، بیوسا، نبیطہ اور کوزن فوراً ان کی مدد کو پہنچ جائیں لہذا آؤ رات کی اس تاریکی میں کسی دلیر دبنگ اور دانائے جنگ جو کی طرح بے دھڑک اپنے دشمنوں کو للکارتے ہوئے داستان رزم و عمل کی طرح عزازیل کے ان گماشتوں پر حملہ آور ہوں اور انہیں ان ہی کے لہو میں سجا کر ان کے لیے ایک ہیجانی کیفیت اور محشر ظلمات کا عالم کھڑا کر کے رکھ دیں۔

اے یوناف آؤ اس اندھیری اور ویران رات میں اپنے ان دشمنوں کی ساری بدی کی قوت کو ملیامیٹ کرتے ہوئے ان پر تلخ حقیقتیں واضح کریں اور دونوں مل کر وقت کی رفتار میں نیکی کا بھرپور کردار ادا کریں۔ ابلیکا کے یہ الفاظ سن کر یوناف خوش ہو گیا پھر اس نے ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سنو ابلیکا ہمارے حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل کچھ اس طرح ہو گا کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد تم اس جھونپڑے سے باہر نمودار ہونا جس کے اندر یافان نے اپنے عمل کی ابتدا کر رکھی ہے اور وہاں پر تم نیلی دھند کی قوتوں سے الجھ جانا جب کہ یہاں سے کوچ کرنے کے بعد میں براہ راست اس جھونپڑے کے اندر نمودار ہوں گا جس کے اندر اس وقت یافان موجود ہے اور اس کے ہڈیوں کے ڈھانچہ جسم کو ریزہ ریزہ کر کے دریائے جمنا کے اندر پھینک دوں گا تاکہ نیلی دھند کی قوتیں پھر اس کے ہڈیوں کے ڈھانچے کو تلاش کر کے

دوبارہ اس کی صورت میں کوئی نیا طوفان کھڑا کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ابلیکا نے یوناف کی اس تجویز سے مکمل اتفاق کیا اور اس کے بعد وہ دونوں وہاں سے روپوش ہو گئے تھے۔

○

اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے وقت یوناف دریائے جمنا کے کنارے اس جھونپڑے میں نمودار ہوا جس کے اندر یافان بیٹھا اپنے عمل کی ابتداء کیے ہوئے تھا جونہی یوناف اس جھونپڑے کے اندر نمودار ہوا۔ یافان چونک کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ جھونپڑے کے ایک طرف کھڑے یوناف کو بڑے غور اور شکوک بھرے انداز میں دیکھنے لگا تھا۔ پھر یافان نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا اور پھر سخت لہجے میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

اے نیکی کے نمائندے بتا تو میرے اس جھونپڑے میں کیا لینے آیا ہے خصوصیت کے ساتھ اس وقت جب کہ میں اپنے ایک انتہائی اہم اور قیمتی عمل کی ابتدا کیے ہوئے تھا۔ تو نے اس جھونپڑے میں داخل ہوتے ہوئے میرے اس عمل کو غارت کر کے رکھ دیا ہے اور میں تجھے اس کی سزا ضرور دے کر رہوں گا۔ آج میں تیرے خلاف صرف اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو حرکت میں نہیں لاؤں گا بلکہ میرے پاس جس قدر میری قوتیں اور سیاہ علوم ہیں وہ میں تجھ پر آزما دیکھوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں تیری حالت اپنے سامنے آگ کے اندر تپ جانے والے لوہے جیسی کر کے رکھ دوں گا۔ یافان کے خاموش ہو جانے کے بعد یوناف نے اسے اسی جیسے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے یافان اے خون کے نذرانے وصول کرنے والے ذلیل انسان سن اب تک تم نے ان گنت بچوں کو یتیم کیا ہنستے بستے گھروں کو برباد کیا تو نے عورتوں کو بیوہ اور بے شمار ماں باپ کو ان کی بیٹیوں سے محروم کیا۔

اے عزازیل کے گماشتے تیری سرکشی کے ساتھ کراہت تیری نرمی کے ساتھ خباثت اور تیری ہمدردی کے ساتھ اذیت بھری ہوئی ہے۔ اے یافان میں جانتا ہوں تو گناہوں کا سرچشمہ ہے اور مجھے یہ بھی خبر ہے کہ تو نے جس لڑکی کو اپنی بیٹی اریشا کا روپ

دے کر رکھا تھا اس کا تو نے خاتمہ کر دیا ہے اور اب تو ماہی گیروں کی اس بستی کے سردار سیوارام کی بیٹی ستیاوتی کو اس عمل کے ذریعے اپنی بیٹی ارشیا کا روپ دینا چاہتا ہے اور ایسا میں ہرگز نہ ہونے دوں گا۔

اے یافان اگر آج تو اپنے سارے سیاہ علوم اپنی ساری سری قوتوں کو میرے خلاف آزمانے کا ارادہ کر چکا ہے تو سن رکھ قسم مجھے اپنے رب اور اس کے جلال کی میں بھی آج اپنے اللہ کا نام لے کر تیری پختہ عمری کی ساری دانش مندی تیرے بڑھاپے کی ساری ہی دانائی تیرا سارا ہنر سارا ذوق جمال تیری تڑپتی لگن اور تیری وفا کی آنچ کو غم زمانہ کی دھول، دھنکی ہوئی اون اور خزاں کے اداس نغموں جیسی بنا کر رکھ دوں گا اس کے ساتھ ہی یوناف آندھیوں کے غضب ناک جھکڑوں کی طرح آگے بڑھا اور اس نے یافان کی گردن پر اپنی گرفت ڈال دی تھی۔

قبل اس کے یافان سنبھل کر یوناف کے خلاف حرکت میں آتا یا اس کے خلاف اپنے سیاہ علوم یا سری قوتوں کو کام میں لاتا یوناف نے یافان کے ہڈیوں کے ڈھانچے کو اپنے دائیں ہاتھ میں فضا کے اندر بلند کیا اور پھر پوری قوت کے ساتھ اسے زمین پر پٹخ دیا تھا۔ یوناف کے اس عمل سے یافان کے ہڈیوں کے ڈھانچے کی کئی ہڈیاں ادھر ادھر بکھر گئی تھیں۔ اس کے بعد یوناف پر ایسی کیفیت ایسی ہونا کی طاری ہوئی کہ اس نے اپنی تلوار کھینچ کر بڑی تیزی بڑی قوت کے ساتھ ان ہڈیوں پر برسانا شروع کر دی تھی یہاں تک کہ اس نے ساری ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا تھا پھر اس جھونپڑے کے اندر پڑی ہوئی ایک چادر کو یوناف نے اٹھایا۔ یافان کے ڈھانچے کی جھونپڑے کے اندر بکھر جانے والی ہڈیوں کو اس نے ایک چادر میں ڈال کر باندھا اور اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے وہ اس جھونپڑے سے روپوش ہو گیا تھا۔ ماہی گیروں کی اس بستی سے کچھ دور یوناف دریائے جمنا کے کنارے ایک جگہ نمودار ہوا وہ چادر جس میں اس نے یافان کے ڈھانچے کی ہڈیاں باندھ رکھی تھیں وہ کھولی اور ہڈیوں کو اس نے پوری قوت کے ساتھ اچھالتے ہوئے دریائے جمنا میں بکھیر دیا تھا۔ اس کے بعد ایک بار پھر وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور اس جھونپڑے کے باہر نمودار ہوا جس کے اندر اس نے یافان کا خاتمہ کیا تھا اس نے دیکھا کہ یافان کی نیلی دھند کی قوتیں ابھی تک ابلیکا کے ساتھ الجھی ہوئی تھیں اور جب ان نیلی دھند کی قوتوں نے یوناف کو بھی اپنے سامنے نمودار ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کے دل دھڑکنے اور بدن کانپنے لگے تھے۔ ان کی حالت بوجھ تلے دبی گردن اور پابہ زنجیر قیدیوں جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ ان کے چہروں پر بدنصیبی کے سائے اور صحرا کے اندر بھٹکنے والی پیاس اور تشنگی جیسی ہو کر رہ گئی تھی ایسا لگتا تھا کہ نیلی دھند کی قوتیں ابلیکا کے ساتھ ساتھ یوناف کا سامنا نہ کرنے کا عزم کر چکی ہوں لہٰذا نیلی دھند کی قوتوں کے اندر کام کرنے والی شیطانی قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ مشورہ کرتے ہوئے پیچھے ہٹتے ہوئے دریائے جمنا کے کنارے کی طرف سمٹ گئی تھیں اسی موقع پر ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا اپنی دلکش اور رنگ بکھیرتی ہوئی آواز میں اس نے اس سے پوچھا۔

اے یوناف میرے حبیب تم نے اس جھونپڑے کے اندر یافان کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ ابلیکا کے اس سوال پر یوناف کے خوبصورت ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے بڑے چاہت بڑے انداز میں ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے دوشیزہ حسن اور نسوانی دلکشی رکھنے والی میری رفیقہ اور ساتھی میں نے یافان کے ساتھ وہی معاملہ کیا ہے جس کی تم امید رکھتی ہو میں نے پہلے اس کے دل کو خوف سے بھر دیا پھر اس جنگلی سانڈ پر میں نے قابو پاتے ہوئے اس کے جسمانی ڈھانچے کو توڑ پھوڑ کر اور ریزہ ریزہ کر کے دریائے جمنا میں پھینک دیا ہے اب یہ نیلی دھند کی قوتیں ان ہڈیوں کو ڈھونڈنے کے بعد دوبارہ جوڑ کر یافان کا پہلے جیسا ڈھانچہ حرکت میں نہیں لا سکتیں۔

اے پیکر اخلاص و محبت اے آئینہ دار حقیقت! تو نے آج تک ہر بڑے وقت پر میرا ساتھ دیا اس یافان کو ختم کرنے میں بھی تیری ہی ہمدردیاں اور تیری ہی جرأت مندیاں شامل ہیں۔ کاش اس وقت میرے پاس الفاظ ہوتے تو میں اپنی شوخ انگیزی کی پوری گرمی اور اپنے پورے خلوص اور چاہتوں کے ساتھ تیرا شکریہ ادا کر سکتا۔ یوناف کے یہ الفاظ سن کر ابلیکا نے بے تاب ہوتے ہوئے کہا۔

اے یوناف میرے رفیق یہ آج تم کیسی گفتگو کر رہے ہو تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے میں تو تمہاری روح تمہارے جسم تمہارے ارادے تمہارے عزم تمہاری محبتوں اور تمہاری چاہتوں کا ایک حصہ ہوں یوں جانو کہ میں تمہارے ہی جسم کا ایک اعضا ہوں پھر تمہیں میرا شکریہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا کبھی کسی نے اپنے جسم کے اعضا کا بھی شکریہ ادا کیا ہے مجھے خوشی ہے کہ ہم دونوں نے مل کر یافان کی

ساری مکاری اور ذہانت کو ختم اور اس کی بدبختی کے سمندر کو خشک کر دیا ہے، آؤ اب اس جھونپڑے کی طرف بڑھیں جس کے اندر عارب، بیوسا، نبیطہ اور کوزن سوئے ہوئے ہیں اس موقع پر عارب، بیوسا اور نبیطہ کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم دونوں کوزن پر حملہ آور ہو جائیں اور اسے ایسی مار ماریں کہ وہ آئندہ عزازیل نبیطہ، عارب اور بیوسا کا ساتھ دینے کا ارادہ اور عزم ہی ترک کر کے رکھ دیں۔

یوناف نے ابلیکا کی اس تجویز سے اتفاق کیا پھر وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتا ہوا وہاں سے روپوش ہو گیا تھا۔

عارب، بیوسا، نبیطہ اور کوزن اس جھونپڑے میں گہری نیند سو رہے تھے جو ماہی گیروں کے سردار سیوارام نے ان کے لیے مہیا کیا تھا۔ اچانک یوناف اس جھونپڑے میں نمودار ہوا۔ ابلیکا کو اس نے عارب، بیوسا اور نبیطہ سے نبٹنے پر مقرر کر دیا جب کہ وہ خود آندھی اور زلزلوں کی طرح کوزن پر حملہ آور ہوا تھا بے تاب امنگوں کے جنون اور برستے ہوئے بادلوں کی طرح وہ کوزن پر حملہ آور ہوا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ اللہ اکبر کی صورت میں اپنا جنگی نعرہ بھی بلند کرتا جا رہا تھا وہ کوزن پر اس تیزی سے اس زور سے ضربیں لگا رہا تھا جیسے وہ کوزن کو خاک کا ڈھیر بنانے کا عزم کر چکا ہو۔ اس دوران عارب، بیوسا اور نبیطہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن اتنی دیر تک یوناف نے کوزن کو مار مار کر اسے بیخ زمین سے اکھاڑ کر رکھ دیا تھا جس طرح بادلوں کے اندر برق کی زبان تیزی سے چلتی ہے۔ ایسے ہی اس موقع پر ابلیکا بھی عارب بیوسا اور نبیطہ کے سامنے اپنی موجودگی کا اظہار دے رہی تھی تاکہ وہ تینوں یوناف پر حملہ آور نہ ہوں، اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یوناف نے کچھ اس تیزی اس سختی اور بربریت کے ساتھ کوزن کو مارا کہ کوزن چیختا چلاتا اور بلبلاتا ہوا اس جھونپڑے سے دھوئیں کے سے انداز میں غائب ہو گیا تھا۔

کوزن کے اس طرح وہاں سے بھاگ جانے کے بعد یوناف اس جھونپڑے کے اندر کھڑے ہوئے عارب، بیوسا اور نبیطہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ابلیکا ابھی تک برق کی لہراتی زبان کی طرح یوناف اور ان تینوں کے درمیان اپنی موجودگی کا پتہ دے رہی تھی اور اسی لہراتی برق سے خوفزدہ ہو کر عارب، بیوسا اور نبیطہ یوناف پر حملہ آور نہ ہوئے تھے۔ ابلیکا کی طرف سے جو روشنی بار بار ابھر رہی تھی، اس روشنی میں یوناف نے غور سے عارب، بیوسا اور نبیطہ کی طرف دیکھا اس نے محسوس کیا کہ وہ تینوں بھوک ننگی حیا کے بازار، زرگزیدہ سماج، سلگتی تنہائیوں اور غم آگین نغموں کی طرح اداس اور افسردہ تھے ان تینوں کے چہرے ویران ویران دل کی بستی سونی سونی راہ وفا اور روح کے پارہ پارہ تاروں کی طرح کھنڈر ہو کر رہ گئے تھے۔ اس موقع پر یوناف نے بلند آواز میں ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے ازلی اور ابدی دشمنو سنو تم تینوں عزازیل کے ساتھی اور بدی کے گماشتے ہو تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے زمین کے جس حصے میں بھی تم گناہ بدی اور معصیت کی ابتدا کرو گے وہاں میں نیکی کے ایک نمائندہ کی حیثیت سے تم سے ٹکرانے کے لیے پہنچ جاؤں گا اور سنو بدی کے گماشتو تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ میں نے تمہارے ساتھی یافان کا خاتمہ کر دیا ہے اور تمہیں تمہارے ایک قیمتی ساتھی سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا ہے اور کوزن پر بھی میں اس لیے حملہ آور ہوا تھا کہ یہ تمہارا ساتھ چھوڑنے پر مجبور ہو جائے سو مجھے امید ہے کہ آج کی مار کے بعد وہ تمہارے ساتھ تمہاری حمایت اور مدد اور تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہو گا اور آئندہ اگر اس نے کبھی ایسا کرنے کی کوشش بھی کی تو یافان کی طرح میں اس کا بھی خاتمہ کر کے رکھ دوں گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد یوناف تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر دوبارہ اس کی آواز الاؤ میں انگاروں کے شور اور بے پناہ سیل کی مانند اس جھونپڑے کے اندر ابھر کر سنائی دی تھی۔

بدی کے گماشتو سنو کوہستانوں سے میدانوں تک میں ہر جگہ تمہارا تعاقب کروں گا۔ اور تمہاری امید کے ساحلوں کو بے گیاہ دشت اور خشک صحراؤں میں بدلتا رہوں گا۔ میں نے اپنے رب کے ساتھ عہد کر رکھا ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحوں تک نیکی کا ساتھ دینے کا عہد نبھاتا رہوں گا۔ سنو عزازیل کے بے رحم اور غلیظ ساتھیو۔ بدی کو ترک کر کے اب بھی وقت ہے کہ نیکی کی طرف مائل ہو جاؤ اور جب تمہاری اس زندگی کا اختتام ہو گا اور تم اپنے رب کے سامنے حاضر ہو گے تو پھر تم اپنے ان گناہوں اور بدیوں کا کیسے حساب دو گے۔ سنو سانپ کی طرح انسانیت کو ڈسنے والو۔ انسانی زندگی کے دونوں ہی سرے تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں تم بھی اس تاریکی سے ڈرو۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے تو رحم مادر کی اندھیریوں کا شکار ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنی زندگی ختم کر دیتا ہے تو پھر وہ قبر کی تاریکیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ میں بھی تمہیں انہی تاریکیوں سے ڈراتا ہوں اور اس اللہ اور خداوند کی طرف بلاتا ہوں جو ظاہر اور چھپی سبھی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا پھر وہ رات کی تاریکی میں اس جھونپڑے سے نکل گیا تھا۔

اس جھونپڑے سے نکل کر یوناف چند ہی قدم دور گیا ہوگا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر تیز لمس دیا اور پھر اس نے اپنی رس بھری آواز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

رات کی اس تاریکی میں اے میرے حبیب تم کس طرف کا رُخ کرو گے۔ ابلیکا کے اس استفسار پر یوناف نے تھوڑی دیر کے لیے غور کیا۔ پھر وہ بولا اور کہا۔

اے ابلیکا اب میں ہستنا پور شہر کا رُخ کروں گا اور وہاں شہر سے باہر کسی سرائے میں قیام کروں گا تم جانتی ہو کہ ان سرزمینوں کے اندر عزازیل اور اس کے سارے گماشتے حرکت میں آئے ہوئے ہیں لہٰذا جب تک یہ لوگ یہاں ہیں اور گناہ اور بدی کی تشہیر کے لیے کام کرتے ہیں، اس وقت تک میں بھی ان کے آس پاس ہی قیام کروں گا اور ان کی بدی ان کے گناہوں کے اندر میں نیکی اور خیر کے لیے کام کرتا رہوں گا۔ یوناف کا جواب سُن کر ابلیکا خوش ہوئی اور وہ بولی میں تمہارے اس جواب سے بعد خوش اور مطمئن ہوں اب میں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ اور ہستنا پور شہر کا رُخ کرو۔ ابلیکا کا یہ جواب سن کر یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور چند ہی ساعتوں بعد وہ ہستنا پور شہر کے باہر دریائے گنگا کے کنارے ایک سرائے کے سامنے نمودار ہوا پھر تھوڑی دیر تک وہاں کھڑا ہو کر رات کی تاریکی میں اس نے اس سرائے کا جائزہ لیا پھر وہ سرائے کے احاطے میں داخل ہوا سرائے کے سامنے والے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ لہٰذا یوناف نے اسی کمرے کا رُخ کیا تھا۔

یوناف جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک معمر شخص اس کمرے میں بیٹھا اونگھ اور بیداری کی سی کیفیت میں بیٹھا تھا۔ یوناف کی طرف سے ہونے والے کھٹکے کو سُن کر وہ چونکا اور سیدھا ہو بیٹھا اور ابھی وہ یوناف سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ یوناف اس کے قریب پہنچا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تم سرائے کے مالک یا منتظم ہو۔ کیا مجھے اس سرائے میں کوئی کمرہ مل سکتا ہے اور کمرہ بھی کوئی ایسا ہو جس میں میں کچھ عرصہ قیام کر سکوں۔ یوناف کے اس سوال پر اس شخص نے پہلے غور سے یوناف کی طرف دیکھا پھر اس نے کسی قدر خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اس سرائے میں تمہیں میں ایسا کمرہ مہیا کر سکتا ہوں جس میں تم نہایت اطمینان سے جب تک چاہو قیام کر سکتے ہو اس کے ساتھ ہی وہ شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اس نے قریب ہی جلتی ہوئی ایک مشعل اُٹھائی پھر اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ تمہارا اندازہ درست ہے میں اس سرائے کا مالک ہوں تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایک اچھا ہوادار اور صاف ستھرا کمرہ مہیا کرتا ہوں۔ یوناف چُپ چاپ اس کے ساتھ ہو لیا۔ سرائے کے مالک کی راہنمائی میں

یوناف اس کمرے سے نکل کر سرائے کے دائیں طرف آیا وہاں سرائے کے مالک نے ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور ہاتھ میں جلتی ہوئی مشعل بلند کرتے ہوئے اس نے اس کمرے کا اندرونی حصہ یوناف کو دکھاتے ہوئے کہا۔

یہ کمرہ ہے جو میں نے تمہارے لیے تجویز کیا ہے تم دیکھتے ہو اس کمرے میں ایک نہیں دو مسہریاں لگی ہوئی ہیں اس کے علاوہ کمرے کے دائیں طرف طہارت خانہ بھی بنا ہوا ہے۔ کمرے میں ان دو مسہریوں کے علاوہ ضرورت کی ہر شے بھی موجود ہے وہ ان دونوں مسہریوں کے درمیان جو میز پر تالا پڑا ہوا ہے وہ تالا جب بھی تم چاہو اس کمرے کو لگا کر باہر جا سکتے ہو اس کے ساتھ ہی سرائے کے مالک نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشعل اس کمرے کی دائیں دیوار پہ لٹکا دی تھی۔ اس مشعل کی روشنی میں یوناف نے تھوڑی دیر تک کمرے کا بھرپور جائزہ لیا پھر اطمینان آمیز انداز میں سرائے کے مالک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں اس کمرے کو پسند کرتا ہوں اور اس میں اپنی رہائش رکھتا ہوں اس کے ساتھ اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر چند سکے نکالے اور پھر وہ سکے اس نے سرائے کے مالک کو تھماتے ہوئے کہا یہ سکے تم اپنے پاس رکھو اگر تم ضرورت محسوس کرو گے تو میں تمہیں ان سکوں کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دوں گا۔ وہ سنہری سکے بڑے شوق اور جستجو میں سرائے کے مالک نے الٹ پلٹ کر دیکھے پھر اس نے بڑی حیرت سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ سکے تو اس قدر ہیں کہ تم اس سرائے میں کئی ماہ تک قیام کر سکتے ہو۔ سرائے کے مالک کا یہ جواب سُن کر یوناف خوش ہوا اور پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر ایسا ہے تو تم جاؤ تاکہ میں آرام کروں یوناف کے ان الفاظ پر سرائے کا مالک باہر نکل گیا۔ یوناف نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور پھر وہ ایک مسہری پر آرام کرنے کے لیے لیٹ گیا۔

○

یوناف کے چلے جانے کے بعد عارب، بیوسا اور نبیطہ اس جھونپڑے کے اندر حیران اور پریشان کھڑے تھے کہ عزازیل اس جھونپڑے میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی عارب، بیوسا اور نبیطہ سنبھل گئے اندر آتے ہی عزازیل نے ان تینوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود بھی وہ

ان کے سامنے بیٹھ گیا اور پھر ان تینوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میرے عزیزو یوناف کے ہاتھوں تم پہ کیا بیتی مجھے خبر ہوگئی ہے۔ میرے کارکنوں نے مجھے یہ بھی اطلاع کر دی ہے کہ یوناف نے نہ صرف یہ کہ یہاں کوزن کو مار مار کر اسے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے بلکہ اس نے نہ صرف یہ کہ یہاں بلکہ اس نے ہمارے قیمتی ساتھی یافان کا بھی ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا ہے۔

سنو میرے ساتھیو یوں لگتا ہے جیسے نیکی کا یہ نمائندہ ہمارے خلاف کچھ زیادہ ہی پھیلتا اور بکھرتا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کی کارستانیوں کو محدود کرنے اور اس کی ترکتاز کو روکنے کے لیے میں نے ایک لائحہ عمل اور منصوبہ تیار کیا ہے ہمیں صرف یہ کہ یوناف سے کوزن اور یافان کا انتقام لینا ہے بلکہ اسے اس سے بھی بڑھ کر دشواریوں اور مشکلات میں مبتلا کر دینا ہے اور ایسا کرنے کے لیے میں نے ایک بہترین طریقہ کار وضع کیا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ عارب، بیوسا اور نبیطر کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

سنو میرے رفیقو! جو دو منصوبے میں نے تیار کئے ہیں ان کی تفصیل بتانے سے پہلے تم پر یہ انکشاف کر دوں کہ میں نے یافان کی نیلی دھند کی قوتوں کو بلکہ میں نے اپنے کچھ کارکنوں کو بھی اس جھونپڑے کے ارد گرد پہرہ دینے کے لیے پھیلا دیا ہے تاکہ وہ یوناف اور ابلیکا پر نگاہ رکھیں اور اگر ان دونوں میں سے کوئی اس جھونپڑے کی طرف آ کر ہماری خبریں حاصل کرنے کی کوشش کرے تو بروقت ہمیں اس کی اطلاع کر دی جائے تم پر یہ انکشاف کرنے کے بعد اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو دو منصوبے میں نے تیار کیے ہیں ان میں سے پہلا یہ ہے کہ میرے کارکنوں نے مجھے خبر دی ہے کہ کل ہستنا پور کا راجہ سنتا نون دریائے گنگا کے کنارے شکار کے لیے نکلے گا لہٰذا میں بھی کل حرکت میں آؤں گا اور سیوارام کی بیٹی ستیاوتی کے جسم میں ایسی خوشبو پیدا کر دوں گا کہ یہ خوشبو دریائے گنگا کے کنارے شکار کرنے والے ہستنا پور کے راجہ سنتانون کو متاثر کرے گی۔ اور وہ اس خوشبو کی وجہ سے کھنچا کھنچا اور بھاگتا بھاگتا دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اس بستی کی طرف آئے گا۔ اور جب وہ ستیاوتی کا رشتہ اس کے باپ سیوارام سے طلب کرے گا تو سیوارام اس سے وہی گفتگو کرے گا جو میں اس کو سمجھا چکا ہوں اور ایسا کرنے کے بعد میں ہستنا پور کے اندر بدی اور گناہ کی ابتدا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

اور میرا دوسرا منصوبہ تم تینوں سے متعلق ہے عزازیل کی اس بات پر عارب نے کچھ چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

اے میرے آقا ہم تینوں سے متعلق آپ کا کیا منصوبہ ہے۔ عارب کے اس سوال پہ عزازیل تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر چند ساعتوں تک اس نے غور سے بیوسا کی طرف دیکھا اور پھر بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا میں تمہیں یوناف کے خلاف حرکت میں لانا چاہتا ہوں۔ عزازیل کے اس فیصلے کو سن کر بیوسا چونکی اور خوفزدہ انداز میں اس نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ اے میرے آقا آپ مجھے کیسے اور کس طرح یوناف کے خلاف حرکت میں لائیں گے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ بے شمار اور ان گنت سری قوتوں کا مالک ہے۔ ہم سب مل کر گزشتہ کئی صدیوں سے اس کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن کبھی بھی ہم اس کے خلاف اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

اے میرے آقا آپ خود بھی اس یوناف کے خلاف حرکت میں آتے رہے ہیں لیکن اسے ہم کبھی بھی خاطر خواہ اذیت اور نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوئے لہٰذا میں ڈرتی ہوں کہ آپ نے مجھ اکیلی کو یوناف کے سامنے لا کھڑا کیا تو وہ مجھے کوئی ایسا دائمی روگ ہی نہ لگا کر رکھ دے کہ میں اس کائنات کے اندر اپنی زندگی پہ موت کو ترجیح دینے لگ پھروں۔

بیوسا کے ان الفاظ پر عزازیل نے بڑے مکروہ انداز میں قہقہہ لگایا پھر بیوسا کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے بیوسا تم یوناف کو اپنے مقابلے میں تنہا اور اکیلی نہ پاؤ گی اس کے مقابلے میں ہم سب تمہاری پشت پناہی پر ہوں گے۔ پہلے یہ سنو کہ یوناف کے مقابلے میں میں تمہیں کیسے اور کس طرح استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ اے بیوسا تم جانتی ہو کہ یوناف اس وقت سے تمہیں پسند کرتا ہے اور تم سے محبت کرتا ہے جب اس نے پہلی بار اس وقت تمہیں دیکھا تھا جب آدمؑ کی لاش دفن کرنے کے لیے غار کے اندر پڑی تھی تب سے وہ تمہیں پسند کرتا ہے اور تمہیں اپنانے کی خواہش اپنے دل کے اندر رکھتا ہے اور سنو بیوسا یوناف اس وقت ہستنا پور شہر کے باہر دریائے گنگا کے کنارے ایک سرائے میں قیام کئے ہوئے ہے اور اس سے پہلے وہ نہ صرف یہ کہ یافان کا خاتمہ کر چکا ہے بلکہ کوزن کو بھی مار مار کر اس نے یہاں سے بھگا دیا ہے۔

سنو بیوسا تم سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے میں داخل ہو گی جس کے اندر یوناف قیام کئے ہوئے ہے اور کوشش یہ کرنا کہ تم اس وقت

سرائے میں داخل ہو جس وقت یوناف خود بھی سرائے کے باہر ہی کھڑا ہو اور تمہیں سرائے کے اندر داخل ہوتے دیکھ سکے تم سرائے میں کچھ اس انداز میں داخل ہونا جیسے تم بے حد پریشان مغموم اور بکھری بکھری ہو سنو تمہیں اس سرائے میں اکیلی اور یوں مغموم ہوتے دیکھ کر یوناف ضرور تمہاری طرف آئے گا اور تم سے کچھ جاننے کی کوشش کرے گا اور جب وہ ایسا کرنے کی کوشش کرے تو تم اسے بتانا کہ تمہارا عارب اور نبیط کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے اور تم نے ان دو کے ساتھ ہمیشہ کے لیے تعلقات ختم کر کے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ اس انکشاف پر ضرور تم سے یہ پیش کش کرے گا کہ تم اس کے ساتھ رہو اور وہ تمہیں یہ بھی یقین دہانی کرے گا کہ عزازیل، عارب اور نبیط کے مقابلے میں وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔

سنو بیوسا تم یوناف کی اس پیشکش کو فوراً قبول کر لینا اور اس کے ساتھ رہنے پر آمادگی کا اظہار کر دینا اور یوں یوناف کے ساتھ رہتے ہوئے تم ہمارے لیے ایک مخبر کی حیثیت سے کام کرنا اور تم ہمیں اس سے متعلق اطلاعات اور معلومات فراہم کرتی رہنا اور انہی اطلاعات کی روشنی میں ہم یوناف کے خلاف حرکت میں آتے ہوئے اسے اذیت پر اذیت اور دُکھ پر دُکھ دینے میں کامیاب ہوتے رہیں گے۔ عزازیل تھوڑی دیر کے لیے رُکا پھر اس نے عارب اور نبیط کی طرف دوبارہ دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے عارب اور نبیط اب تم دونوں میری بات بڑے غور اور توجہ سے سنو۔ تمہارے لیے ہدایت یہ ہے کہ جب بیوسا دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے میں داخل ہوگی جس کے اندر یوناف نے قیام کر رکھا ہے تو ہو سکتا ہے یوناف خود یا ابلیکا کی مدد سے اس بات کی تصدیق کرنے کی کوشش کرے کہ واقعی بیوسا کا تمہارے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا ہے یا یونہی بیوسا کی صورت میں اسے کسی چکر میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا آج کے بعد اٹھتے بیٹھتے تم دونوں اپنی گفتگو اور باتوں میں ہر وقت بیوسا کے خلاف بولتے رہنا اسے گالی گلوچ کرنا اور اس پر ہر طرح کا الزام لگاتے رہنے کی کوشش کرتے رہنا اس طرح ابلیکا اور یوناف دونوں کو یہ پختہ یقین ہو جائے گا کہ بیوسا کی مدد سے انہیں کسی فتنے اور جال میں مبتلا نہیں کیا جا رہا بلکہ بیوسا حقیقی طور پر عارب اور نبیط سے لڑ کر علیحدہ ہو چکی ہے۔ اس طرح بیوسا کو بغیر کسی دشواری اور تکلیف کے یوناف کے ساتھ رہنے اور ہمارے حق میں کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ بیوسا کی مدد سے ہم یوناف کو کسی نئی اذیت اور کسی نئے ناقابل برداشت کرب میں مبتلا کرنے میں کامیاب

ہو جائیں گے۔ اب تم تینوں مجھے یہ بتاؤ کہ میرا یہ منصوبہ آنے والے دنوں میں کیسا رہے گا۔

عزازیل جب اپنی گفتگو تمام کر چکا تب عارب، بیوسا، نبیط کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتے رہے اس کے بعد عارب نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے آقا میرے اپنے خام خیال کے مطابق یہ منصوبہ جو آپ نے تیار کیا ہے نہ صرف یہ کہ ایک عمدہ اور بہترین تجویز ہے بلکہ اس کے ذریعے سے مجھے امید ہے کہ ہم یوناف کو بیوسا کی مدد سے ایک نئے دُکھ اور نئے روگ اور نئے سوگ میں مبتلا کر کے رکھ دیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ بیوسا یہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جائے جس قدر یوناف بیوسا کو پسند کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ اور کئی گنا بڑھ کر بیوسا یوناف سے نفرت کرتی ہے لہٰذا مجھے ڈر اور خدشہ ہے کہ بیوسا کہیں ایسا کرنے سے انکار ہی نہ کر دے کیوں کہ یوناف کے خلاف اس کی نفرت انتہائی سنگین اور انتہا کو پہنچی ہوئی ہے لہٰذا اس موقع پر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ پہلے بیوسا سے اس کا عندیہ لیا جائے کہ وہ یوناف کے خلاف اس طرح حرکت میں آنے پر آمادہ ہے یا نہیں عارب کی اس گفتگو کو عزازیل نے بڑے شوق اور بڑے انہماک سے سنا اس کے بعد اس نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

اے بیوسا! کیا تم میرے منصوبے کے مطابق یوناف کے ساتھ ہمارے ایک مخبر کی حیثیت سے کام کرنے پر آمادہ ہو۔ عزازیل کے اس سوال پر بیوسا کے حسین چہرے اور آلوچا لبوں پر ایک دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی عقیدت مندی اور فرماں برداری میں کہا۔

اے آقا میں آپ کے حکم اور آپ کی کہی ہوئی بات کو کیسے ٹال اور فراموش کر سکتی ہوں میں آپ کی بہتری کے لیے آپ کے ایک مخبر کی حیثیت سے یوناف کے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار اور آمادہ ہوں آپ بے فکر رہیں آنے والے سورج کے طلوع ہوتے ہی میں اپنی سری قوتوں کو استعمال کر کے یہاں سے دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے کی طرف جاؤں گی جس میں یوناف نے قیام کر رکھا ہے۔ اور وہاں پر یوناف کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے اور اس کے ساتھ رہ کر کام کرنے کے لیے آپ کی تجاویز پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔

بیوسا کا یہ جواب سن کر عزازیل بے حد خوش ہوا اور دوبارہ اس نے عارب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

لو عارب بیوسا تو اس کام کے لیے تیار ہے اب میرا یہ کام بھی ختم ہوا اب میں تم پہ ایک مزید انکشاف کرتا ہوں اور وہ یہ ہے عارب جیسا کہ تم جانتے ہو۔ یوناف نے یافان کا خاتمہ کر دیا ہے اس کی نیلی دھند کی قوتیں دریائے جمنا کے کنارے سرگرداں تھی کہ میں نے انہیں اپنی گرفت میں کر لیا اب نیلی دھند کی یہ قوتیں اس جھونپڑے کے باہر پہرہ دے رہی ہیں اور میں نیلی دھند کی ان قوتوں کو تمہارے تابع رہ کر کام کرنے کا حکم دے چکا ہوں لہٰذا آج کے بعد نیلی دھند کی یہ قوتیں اسی طرح تمہارے ساتھ کام کرتی رہیں گی جس طرح آج سے پہلے یہ یافان کے ساتھ کام کرتی رہی ہیں۔ نیلی دھند کی ان قوتوں کو تم جو بھی حکم دو گے وہ اسے بجا لائیں گی۔ اب تم ذرا دل ہی دل میں نیلی دھند کی ان قوتوں کو اس جھونپڑے کے اندر آنے کے لیے کہو پھر دیکھو کہ وہ قوتیں کیسے تمہارے اردگرد جمع ہوتی ہیں جیسے وہ یافان کے اردگرد جمع ہو جایا کرتی تھیں۔

عزازیل کے اس انکشاف پر عارب بے حد خوش ہوا اس نے اسی موقع پر دل ہی دل میں نیلی دھند کی قوتوں کو یاد کیا اور انہیں جھونپڑے کے اندر آنے کے لیے کہا ایسا کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد نیلی دھند کی قوتیں بادلوں کی طرح سمٹتی ہوئی اس جھونپڑے میں داخل ہوئیں اور پھر وہ نہایت فرماں بردارانہ انداز میں دھند کے اندر اپنے سروں کو خم کرتی ہوئی عارب کے اردگرد جمع ہو گئی تھیں اور اس کے حکم کا انتظار کرنے لگی تھیں۔ اس موقع پر عزازیل نے عارب کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ اے عارب میرا یہ کام تمہارے لیے کیسا رہا۔ عزازیل کے اس سوال پر عارب نے بڑی ممنونیت سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے آقا میں آپ کا بے حد ممنون اور احسان مند ہوں کہ آپ نے یافان کی ان نیلی دھند کی قوتوں کو میرے ماتحت کر کے رکھ دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عزازیل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

جو کچھ میں نے کہنا تھا میں کہہ چکا اب میں جاتا ہوں جب کہ بیوسا آنے والی صبح کو اپنے کام کی ابتدا کر دے گی۔ اس کے ساتھ ہی عزازیل اس جھونپڑے سے نکل گیا۔ عارب، بیوسا اور نبیطہ بھی اپنے بستروں میں گھس کر آرام کرنے لگے تھے جب کہ نیلی دھند کی قوتیں جھونپڑے کے دروازے کی طرف بکھر کر ان کی حفاظت کرنے لگی تھیں۔

آزادی کے تڑپتے جذبے جیسی خوش کن اور لفظوں سے بچھڑ کر گلے ملتے ہوئے معانی جیسی خوشگوار صبح اپنی آنکھوں میں نرمی اور عمل حسن لیے نمودار ہوئی تھی۔ چہچہاتے اجاڑ بیابانوں کے اندر رنگ رنگ پرندے اپنی رسیلی زبانوں اور انوکھے سروں کے اندر اپنے رب کی حمد گاتے ہوئے رزق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے۔ صبح کی آغوش میں ہر شے جبر مسلسل سے رہائی پانے والے کسی زندانی جیسی مطمئن اور مسرور تھی۔ ایسے میں یوناف دریائے گنگا کے کنارے سرائے کے مطبخ میں صبح کا کھانا کھانے کے بعد جب اپنے کمرے کی طرف جانے کے لیے باہر نکلا تو اس نے دیکھا حسین اور خوبصورت بیوسا اس سرائے کے بیرونی دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ بیوسا کی طرف دیکھتے ہوئے یوناف ایک طرح سے چونک سا پڑا۔ اس لیے کہ وہ اکیلی تھی اور پھر اس کی حالت سے یوناف نے اندازہ لگایا کہ وہ جوانی کی ٹوٹی ہوئی کمان، اجڑی راتوں اور سسکتی تنہائیوں جیسی ویران ویران تھی۔ جب وہ اور زیادہ قریب آئی تو یوناف نے اندازہ لگایا کہ اس کے چہرے پر قصہ پارینہ اور ذلت اور گمنامی کی زندگی جیسی درشتگی اور محکومیت کی قید جیسا حبس اور تناؤ تھا۔ اس کی آنکھوں میں منحوس جبڑے کھولے موت جیسی خاموشی اور بے حسی تھی اس کی پلکوں پر آنسو اور ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔ یوناف دور ہی رہ کر بیوسا کی اس حالت کا جائزہ لیتا رہا۔ اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور آہستہ آہستہ اور دھیمی آواز میں اس نے پکارا۔

ابلیکا! ابلیکا! تم کہاں ہو۔ یوناف کی اس پکار پر ابلیکا نے یوناف کی گردن پر فوراً لمس دیا اور اس کے ساتھ ہی یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے ابلیکا! تم اس بیوسا کو دیکھتی ہو جو صبح ہی صبح اکیلی اس سرائے میں داخل ہوئی ہے وہ اداس ہے افسردہ اور ویران لگتی ہے کیا تم ایسا نہیں کرتی ہو کہ ماہی گیروں کی بستی کی طرف جاؤ اور وہاں سے یہ جاننے کی کوشش کرو کہ یہ بیوسا کیوں اکیلی اس سرائے میں داخل ہوئی ہے کیا اس کا عارب، نبیطہ یا عزازیل کے ساتھ کوئی جھگڑا یا تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا ہے یا یہ مجھے کسی چکر اور جال میں پھانسنے کے لیے اس انداز میں اس سرائے کے اندر داخل ہوئی ہے۔ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں ابلیکا نے اپنی کھنکتی ہوئی آواز میں کہا۔

اے یوناف میرے حبیب! تم یہیں کھڑے رہو میں ابھی چند ساعتوں تک ماہی گیروں کی بستی سے اس حادثے کی اصلیت معلوم کر کے لوٹتی ہوں اس کے ساتھ ہی ابلیکا یوناف کی گردن پہ لمس دیتے ہوئے علیحدہ ہو گئی تھی۔

یوناف اسی طرح دوسری طرف منہ کیے کھڑا رہا جب کہ بیوسا آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہی۔

یہاں تک کہ وہ سرائے کے مالک کے کمرے کے قریب جا کر رک گئی تھی۔ یوناف بھی چور نگاہوں سے اس کی طرف دیکھے چلا جا رہا تھا۔ چند ہی ساعتوں کے بعد ابلیکا نے پھر یوناف کی گردن پر لمس دیا اور پھر اس نے خوشگوار لہجے میں یوناف سے کہنا شروع کیا۔

اے یوناف میرے حبیب میں سمجھتی ہوں کہ میں تمہارے لیے ایک خوشخبری لے کر آئی ہوں میں جب دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں داخل ہوئی تو وہاں میں نے عارب اور نبیطہ کو آپس میں اس بیوسا کے خلاف گفتگو کرتے ہوئے پایا وہ اس کے خلاف نہ صرف یہ کہ سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے پایا بلکہ اسے ذلیل گالیاں بھی دے رہے تھے۔ ان کی ساری گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اس بیوسا کا عارب اور نبیطہ کے ساتھ جھگڑا ہوا ہے۔ لہذا ان دونوں نے اسے اپنے ساتھ رکھنے سے انکار کر دیا ہے جس کی بناء پر یہ ان دونوں سے علیحدہ ہو کر اس سرائے میں داخل ہو گئی ہے میرے خیال میں ابھی تک اس نے تمہاری طرف نہیں دیکھا اس لیے کہ یہ بے حد مغموم اور اداس لگتی ہے، اور شاید پناہ لینے کی خاطر اس سرائے میں داخل ہو گئی ہے اگر تم اس موقع پر اس سے نرمی اور ہمدردی کا مظاہرہ کرو تو شاید یہ تمہارے ساتھ رہنے اور عارب اور نبیطہ کے خلاف تمہارا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے۔ اگر ایسا ہو گیا تو اے یوناف سنو تمہاری قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا اور پھر اے یوناف میں یہ بھی جانتی ہوں کہ صدیوں پہلے سے تم اس بیوسا کو چاہتے ہو اور اس کی ذات سے محبت کرتے چلے آ رہے ہو۔ اب جب کہ بیوسا خود ایک ٹوٹ جانے والے پتے کی طرح تمہاری گود میں گر رہی ہے تو میں تمہیں یہ مشورہ دوں گی کہ تم اس کو سنبھالو دو اس کو ڈھارس دو اس کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آؤ اور مجھے امید ہے کہ تم اگر ایسے رویے کا مظاہرہ کرو۔ تو وہ جس طرح اس سے قبل عارب اور نبیطہ کے پاس رہتی رہی ہے اسی طرح یہ اب تمہارے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائے گی اور ہو سکتا ہے وہ اب پرانے خیالات کو ترک کر چکی ہو تمہارے ساتھ جو نفرت تھی اسے محبت میں تبدیل کر کے تمہارے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے لہذا میں تمہیں مشورہ دوں گی کہ آگے بڑھو بیوسا کو مخاطب کرو اس سے اس کی اداسی اور اس کی افسردگی کی وجہ پوچھو۔ اور پھر اسے اپنے ساتھ رہنے کی پیش کش کرو۔

ابلیکا کی یہ گفتگو سننے کے بعد یوناف تھوڑی دیر تک وہاں کھڑے ہو کر مسکراتا رہا اور پھر اس نے بولتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا میں تمہاری گفتگو پر اعتماد اور بھروسہ کرتا اور تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے لیے بھی تیار رہوں لیکن اس کے باوجود میں تمہیں یہ مشورہ اور صلاح دوں گا کہ تمہیں اس بیوسا سے متعلق ضرور محتاط اور ہوشیار رہنا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ بیوسا کی صورت میں عزازیل ہمارے خلاف کوئی چال چل رہا ہو، اور وہ مجھے اور تمہیں اس بیوسا کی مدد سے کسی ایسے فریب کسی ایسے دھوکے اور جال میں پھنسا کر رکھ دے جو ہمارے لیے انتہائی نقصان دہ اور تکلیف دینے والی ثابت ہو کر رہے۔ لہذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ ان سارے امور پر کڑی نگرانی اور نگاہ رکھنا اب میں تمہارے مشورے کے مطابق بیوسا کی طرف جاتا ہوں اور اسے نرمی اور اس سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر دیکھتے ہیں کہ وہ کس رویے کا اظہار کرتی ہے۔

ساتھ ہی یوناف بڑی تیزی سے آگے بڑھا اور بیوسا کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بیوسا نے ایک بار گوہر شب رنگ اور قطرۂ گراں بار کی طرح اپنی آنکھوں کو اوپر اٹھایا۔ تھوڑی دیر کے لیے بڑے غور سے اس نے یوناف کو دیکھا پھر اس کے ہونٹ کانپ اور پھڑپھڑا کر رہ گئے تھے اس موقع پر یوناف نے بڑی نرمی بڑی محبت بڑی ہمدردی میں بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے بیوسا میں جانتا ہوں تو صدیوں سے میری دشمن چلی آ رہی ہے۔ میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ تیرے دل میں میرے ساتھ محبت ہمدردی اور نرمی کا کوئی جذبہ نہیں، میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مجھ سے بے پناہ نفرت کرتی ہے۔ ان سب عوامل اور ان سب حقیقتوں کے باوجود میں تم سے انسانیت کے ناطے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یہ پوچھتا ہوں کہ کیوں اداس ہے کیوں افسردہ اور مغموم ہے۔ اور کیوں تو صبح ہی صبح اکیلی اس حالت میں اس سرائے کے اندر داخل ہوئی ہے۔

یوناف کے سامنے تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بیوسا گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی پھر اس نے دھیمی اور مدھم آواز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے میرا عزازیل، عارب اور نبیطہ کے ساتھ جھگڑا ہو گیا ہے میرے تعلقات ان کے ساتھ قطعی طور پر منقطع اور ختم ہو چکے ہیں۔ اب میں ان سب سے علیحدہ رہ کر زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی سے نکل کر اب میں سرائے کی طرف آئی ہوں تاکہ یہاں قیام کر کے پرسکون زندگی بسر کر سکوں۔ میں نہیں جانتی تھی کہ تم نے پہلے ہی اس سرائے میں قیام کر رکھا ہے۔ عزازیل، عارب اور نبیطہ اب تینوں ہی میرے لیے اجنبی ہیں میرا ان سے کوئی تعلق کوئی رشتہ نہیں ہے۔

اے نیکی کے نمائندے اب میں خوش ہوں کہ تو نے نہ صرف یہ کہ یافان کا خاتمہ کر دیا ہے بلکہ کوزان کو بھی اس قدر مارا ہے کہ وہ عزازیل کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اس قدر کہنے کے بعد

بیوسا جب تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوئی تو یوناف نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے پھر کہا۔

اے بیوسا اب عزازیل، عارب اور نبیطہ کے مقابلے میں اگر تو میرے ساتھ رہے اور اپنی باقی زندگی کے دن میری رفاقت میں بسر کرے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ خنجر آبدار اور شمشیر رواں کی طرح نا صرف یہ کہ عزازیل کی بدی کی ہر قوت اور طاقت سے تمہاری حفاظت کروں گا بلکہ میں عارب کی آمریت کی رونق اور اس کے حیوانی جذبات کے سامنے بھی تمہارے لیے ایک چٹان اور دفاع کی مضبوط دیوار بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔

اے بیوسا میں اپنے عمل حسن سے اُٹل قسمت کی طرح تمہاری عصمت اور عفت کی حفاظت کروں گا، اگر ہم دونوں باہم مل کر اور ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آنے والے دن گزارنے کا عزم کر لیں تو پھر سن رکھو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں عزازیل اور عارب کی ریاکاری، درشت گوئی اور بربریت کے جسموں پر قہرالٰہی بن کر نازل ہوں گا اور تمہاری رفاقت میں ان کے خلاف آتے ہوئے میں ان کی قوت قاہرہ کے خلاف تاریخ کی لکیروں پر کامرانی کی خونی داستانیں رقم کروں گا۔ اے بیوسا جو کچھ میں تم سے کہنا چاہتا تھا وہ میں نے خلوص نیت اور دل کی گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے جذبات کو سامنے رکھ کر کہہ دیا ہے اب تم کہو میری اس پیشکش کے سامنے تمہارا کیا فیصلہ اور ارادہ ہے۔

یوناف کے ان الفاظ پر حسین اور پرکشش بیوسا زمین کی زرخیزی اور موسموں کی تبدیلی جیسی خوشگوار ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے ایسا لگتا تھا جیسے کائنات کا ہر قطرہ اس کے آئینہ اور صحراؤں کا ہر ذرہ اس کے لیے آبگینہ بن گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں وفور اطمینان کے باعث قوت حیات و نمو رقص کرنے لگی تھیں۔ پھر تھوڑی دیر کے لیے ٹھنڈی خاموشیوں سے لبریز سکوت اختیار کرنے کے بعد بیوسا نے عجیب سے پرکشش انداز میں یوناف کی طرف دیکھا اور اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

اے یوناف اے نیکی کے نمائندے اب جب کہ میں ہمیشہ کے لیے عزازیل، عارب اور نبیطہ کے ساتھ اپنے تعلقات منقطع کر چکی ہوں تو میں ایک شرط پر تمہارے ساتھ رہنے کے لیے اور تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔ یوناف نے فوراً پوچھ لیا۔

اے بیوسا کہو تمہاری کیا شرط ہے۔ بیوسا نے پھر تھوڑی دیر تک غور سے یوناف کی طرف دیکھا پھر بولی۔

میری شرط یہ ہے کہ تم مجھ سے کبھی بھی یہ مطالبہ نہ کرو گے کہ میں تم سے شادی کر لوں۔ سنو میں نے عزم اور ارادہ کر رکھا ہے کہ میں کبھی بھی کسی کے ساتھ شادی نہ کروں گی۔ ہاں ایک مخلص رفیق اور پرخلوص ساتھی کی حیثیت سے میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں اور اس رفاقت میں میں تمہارے دکھ اور سکھ میں برابر کی شریک ہوں گی کہو کیا تم اس شرط پہ مجھے اپنے ساتھ رکھنے کے لیے تیار ہو۔ یوناف نے تھوڑی دیر کے لیے تیز نگاہوں سے بیوسا کی طرف دیکھا پھر اس نے کہا۔

اے بیوسا مطمئن رہو مجھے تمہاری شرط منظور ہے میں کبھی بھی تم سے یہ مطالبہ نہ کروں گا کہ تم مجھ سے شادی کر لو۔ بس تم میرے ساتھ ایک مخلص اور غم گسار ساتھی کی حیثیت سے رہو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں ہر قوت کے مقابلے میں تمہارا دفاع کروں گا۔ بیوسا نے مسکراتے ہوئے کہا اگر ایسا ہے تو میں تمہارے ساتھ رہنے کے لیے تیار ہوں۔ یوناف نے آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ تو پھر آؤ میرے ساتھ پہلے کھانا کھاؤ۔ اس کے بعد میرے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ اس کے ساتھ ہی یوناف بیوسا کو سرائے کی طعام گاہ کی طرف لے گیا وہاں اس نے بیوسا کو کھانا کھلایا اس کے بعد وہ بیوسا کو کمرے کی طرف لے گیا تھا۔

اپنے کمرے میں داخل ہونے کے بعد یوناف ایک مسہری پہ بیٹھ گیا جب کہ بیوسا کو اس نے اپنے سامنے دوسری مسہری پہ بٹھاتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا اب جب کہ تم میرے ساتھ رہنے اور میرے ساتھ مل کر کام کرنے کا عہد کر چکی ہو تو سنو میرے ساتھ کام کرنے کا ایک طریقہ اور ایک معیار ہے۔ اور وہ معیار یوں ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تنہا اللہ ہی قادر مطلق ہے اور وہی تمام اختیارات کا مالک اور ساری بھلائی اور برائی کا مختار کل ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ساری کائنات کی قسمتوں کی باگ ڈور ہے۔ اس کے نام اس کی ذات کی شہادت کو ہر انسان کے نفس میں موجود ہے کہ جب انسان پر کوئی سخت وقت آتا ہے اور سارے رشتے ٹوٹتے نظر آتے ہیں تو ہر انسان اسی کی طرف رجوع کرتا ہے لیکن اس کھلی علامت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ خدائی میں بلا دلیل و حجت بلا ثبوت دوسروں کو اس کا شریک بنانا شروع کر دیتے ہیں۔

سنو بیوسا میرا خدا وندہی سارے غائب اور سارے ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی ساری قوتوں کا مالک ہے اس کی طرف سے عذاب آنے میں کچھ دیر نہیں لگتی، ہوا کا ایک طوفان قوموں اور ملکوں کو ایک دم تباہ کر سکتا ہے۔ زلزلے کا ایک جھٹکا بڑی بستیوں اور شہروں کو پیوند خاک کر دیتے

کے لیے کافی ہے۔ قبیلوں اور قوموں اور ملکوں کی ثقافت اور تمدن کے اندر ایک چھوٹی سی چنگاری وہ تباہی مچا سکتی ہے کہ سال ہا سال تک قوموں اور ملکوں کو خونریزی اور بدامنی سے نجات ہی نہ ملے اگر کسی فرد اور قوم کی برائیوں اس کے گناہوں اور اس کی معصیت کی وجہ سے اس پر عذاب نہیں آتا تو اسے مطلق اور صحیح اور غلط کا امتیاز کئے بغیر اندھوں کی طرح زندگی کے راستے پر نہیں چلتے رہنا چاہیئے بلکہ غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ اللہ مہلت دے رہا ہے اور وہ نشانیاں انسانوں کے سامنے پیش کر رہا ہے جس سے انسان حق کو پہچان کر صحیح راستہ اختیار کر سکتا ہے۔

اے یوسا یہ زمین اور آسمان کی تخلیق کھیل کے طور پر نہیں ہوئی یہ کسی بچے کا کھلونا نہیں کہ محض دل بہلانے کے لیے اس سے کھیلتا رہے اور پھر یونہی اسے توڑ پھوڑ کر پھینک دے۔ دراصل یہ ایک نہایت سنجیدہ کام ہے جو حکمت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ ایک مقصد عظیم اس کے اندر کارفرما ہے اس کا ایک دور گزر جانے کے بعد ناگزیر ہے کہ خالق اس پورے کام کا حساب لے جو اس دور میں انجام پایا ہو اور اسی دور کے نتائج پر دوسرے دور کی بنیاد رکھے۔

خداوند نے یہ سارا انتظام کائنات حق کی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا ہے۔ عدل و حکمت اور راستی کے قوانین پر اس کی ہر چیز مبنی ہے۔ باطل کے لیے اس حکمت سے بھرپور انتظام میں جڑ پکڑنے اور بار آور ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ باطل پرستوں کو موقع دے دے کر اپنے جھوٹ، ظلم اور ستم کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اپنی کوشش کر دیکھیں لیکن آخرکار زمین باطل کے ہر بیج کو اگل کر پھینک دے گی اور آخرکار فرد حساب میں ہر باطل پرست دیکھ لے گا کہ جو کوشش اس شجر خبیث کی کاشت اور آبیاری میں کی ہے وہ سب ضائع اور رائیگاں ہی گئی۔

سو یوسا میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات کی ہر شے میرے رب کے حکم پر کارفرما ہے اور اس کارفرمائی میں عزازیل یا ایسے ہی کسی اور گمراہی کے نمائندے کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ اے یوسا میرے ساتھ کام کرتے ہوئے ہمیشہ اس حقیقت کو نگاہ میں رکھنا کہ خدا صرف ایک ہے۔ کوئی دوسرا نہ خدائی کی صفات رکھتا ہے نہ خدا کے اختیارات میں حصہ دار ہے اور نہ خدائی کے حقوق میں کسی حق کا مستحق ہے۔ میں جو کچھ تم سے کہنا چاہتا تھا وہ کہہ چکا اب تم اس بستر پر لیٹ کر آرام کرو۔ ایک فرماں بردار بچے کی طرح یوسا فوراً اس بستر دراز ہو گئی۔ یوناف اسے چھوڑ کر مطبخ میں چلا گیا۔ وہاں

کچھ لوگ بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ یوناف بھی ان کے ساتھ بیٹھ کر ان کی گفتگو میں حصہ لینے لگا تھا۔

اسی روز ہستناپور کا راجہ سنتانون اپنے جنگی رتھ میں شکار کرنے کے لیے دریائے گنگا کے کنارے آیا تو فضاؤں کے اندر ایک طرف سے آتی ہوئی اسے ایسی خوش کن اور مؤثر خوشبو محسوس ہوئی کہ تھوڑی دیر تک وہ اس خوشبو کی لذت تاثر میں کھو کر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے رتھ بان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ فضاؤں کے اندر میں ایک طرح کی عجیب اور پرکشش خوشبو محسوس کر رہا ہوں کیا تم بھی اس خوشبو سے متاثر ہوتے ہو اور اسے محسوس کر رہے ہیں۔ رتھ بان نے بڑی عاجزی سے راجہ سنتانون کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے مالک جو خوشبو آپ محسوس کر رہے ہیں اسے میں بھی محسوس کرتا ہوں۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایسا ہو رہا ہے ورنہ دریائے گنگا کے کنارے میں آپ کے ساتھ اکثر اس جنگی رتھ پر شکار کے لیے آتا رہا ہوں اور اس سے پہلے کبھی دریا کے کنارے میں نے ایسی پُراثر خوشبو محسوس نہیں کی۔ راجہ سنتانون نے پھر اپنے اس رتھ بان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

کیا تم یہ بھی محسوس کر رہے ہو کہ یہ خوشبو کس سمت سے آ رہی ہے۔ اس پر رتھ بان نے بڑی عاجزی سے بولتے ہوئے کہا۔

اے مالک میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ یہ خوشبو اس سمت سے آ رہی ہے جہاں پر دریائے گنگا اور جمنا کا سنگم ہے۔ رتھ بان کا یہ جواب سن کر راجہ سنتانون نے فیصلہ کن انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یقیناً جو کچھ میں محسوس کر رہا ہوں وہی تم بھی محسوس کرتے ہو لہذا اپنے رتھ کو پوری ہمت سے اس طرف آگے بڑھانا شروع کر دو جس سمت سے یہ خوشبو آ رہی ہے۔ راجہ سنتانون کے حکم پر رتھ بان نے رتھ کے سارے گھوڑوں کو اس سمت سرپٹ دوڑا دیا جس طرف سے وہ خوشبو آ رہی تھی۔

رتھ بان اس خوشبو کے تعاقب میں اپنے رتھ کو بھگاتا رہا۔ یہاں تک کہ راجہ سنتانون کا وہ رتھ دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں جا داخل ہوا۔ اس وقت ماہی گیروں کے سردار

سیوارام کی حسین اور پرکشش بیٹی ستیاوتی دریا ئے جمنا کے کنارے ایک کشتی کو کنارے کے اندر گڑے ہوئے کھونٹے کے ساتھ باندھ رہی ہے جب راجہ کا رتھ ستیاوتی کے قریب گیا تو راجہ کو یوں محسوس ہوا کہ جس خوشبو کے تعاقب میں وہ آیا ہے اس خوشبو کا مخزن وہ ستیاوتی ہے اور یہ کہ وہ ساری خوشبو ستیاوتی کے حسین اور پرکشش جسم سے نکل کر ایک طرف پھیلتی اور بڑھتی چلی جا رہی ہے یہ صورت حال دیکھ کر راجہ نے رتھ بان کو رتھ روک دینے کا حکم دیا جب ستیاوتی کے قریب رتھ رُک گیا تو راجہ ستیاوتی کے قریب پہنچا وہ ستیاوتی کے حُسن اور اس کی خوبصورتی اس کی پُرکشش جسامت کو دیکھ کر گویا مسٹ کر رہ گیا تھا۔ اس موقع پر راجہ سنتانون نے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ خوشبو جس کو اس نے محسوس کیا تھا جو اس کو گنگا کے کنارے سے کھینچ کر جمنا کے کنارے لے آئی تھی وہ ساری خوشبو ستیاوتی کے جسم سے اٹھ کر اس کی سمت آ رہی تھی۔ یہ سارا انکشاف ہو جانے کے بعد راجہ سنتانون ستیاوتی کے اور قریب گیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے لڑکی تو کون ہے تیرا نام کیا ہے تو کس کی بیٹی ہے اور تو کہاں رہتی ہے۔

کشتی کو کھونٹے کے ساتھ باندھنے کے بعد ستیاوتی نے ایک بار سر سے لے کر پاؤں تک راجہ سنتانون کو بڑے غور سے دیکھا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

میرا نام ستیاوتی ہے اور میں ماہی گیروں کی اس بستی کے سردار سیوارام کی بیٹی ہوں۔ راجہ سنتانون ستیاوتی کی شیریں آواز اور اس کا خوشگوار اور نرم جواب سن کر خوش ہوا، پھر وہ کہنے لگا۔

اے ستیاوتی میں ہستناپور کا راجہ سنتانون ہوں تم میری راہنمائی کرو اور مجھے اپنے باپ سیوارام کے پاس لے چلو۔ ستیاوتی یہ جان کر خوش ہوئی کہ اس سے مخاطب ہونے والا ہستناپور کا راجہ سنتانون ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

آپ میرے ساتھ آئیں میں آپ کو اپنے باپ کے پاس لے کر چلتی ہوں۔ راجہ سنتانون نے اپنے رتھ بان کو وہیں کھڑا رہنے کا حکم دیا اور خود وہ ستیاوتی کے ساتھ ہو لیا تھا۔ ستیاوتی اسے لے کر اپنے جھونپڑے میں داخل ہوئی اندر سیوارام اس وقت اکیلا ہی بیٹھا ہوا تھا۔ ستیاوتی بھی سیوارام کے پہلو میں جا بیٹھی اور اس کے کان میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ جو شخص میرے ساتھ ہمارے جھونپڑے میں داخل ہوا ہے وہ ہستناپور کا راجہ سنتانون ہے یہ تم سے ملنے اور تم سے کچھ کہنے آیا ہے۔

ستیاوتی کی زبان سے یہ انکشاف سننے کے بعد سیوارام فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا آگے

بڑھ کر اس نے راجہ سنتانون کا ہاتھ پکڑ کر بڑے ادب اور بڑی ارادت مندی کے بعد ایک نشست پر بٹھایا اور پھر وہ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا اور پوچھا میں دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اس بستی میں ہستناپور کے راجہ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ راجہ سنتانون نے ایک میٹھی اور پُراثر نگاہ حسین اور پُرکشش ستیاوتی پر ڈالی پھر اس نے اس کے باپ سیوارام سے کہا۔

اے سیوارام! میں ہستناپور کا راجہ ہو کر تم سے اس کے سوا کچھ نہیں مانگتا کہ تم اپنی بیٹی ستیاوتی مجھے دے دو۔ میں اس سے شادی کر کے اسے ہستناپور کی رانی بنانا چاہتا ہوں۔ راجہ سنتانون کی اس پیشکش پر سیوارام کے چہرے پر دور دور تک خوشیاں ہی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچنے کے انداز میں گردن جھکائے خاموش بیٹھا رہا۔ پھر راجہ سنتانون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

اے راجہ میرے لیے یہ بڑی خوش بختی، عزت اور فخر کا مقام ہے کہ آپ مجھ سے میری بیٹی کا رشتہ مانگتے ہیں۔ میری خوش قسمتی ہو گی کہ میری بیٹی ستیاوتی ہستناپور جیسی ریاست کی رانی بنے۔ لیکن اے راجہ اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی آپ کے ساتھ کرنے کے لیے میں آمادہ اور رضامند ہوں پر اس کے لیے میری ایک شرط ہے۔ راجہ سنتانون نے بیتاب اور بے چین ہو کر پوچھا۔

تمہاری شرط کیا ہے؟

اس پر سیوارام نے بلا جھجک راجہ سنتانون کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے راجہ ایک بار ایک مستقبل کا حال دیکھنے والے نے میری بیٹی کی تقدیر اور اس کی قسمت کا جائزہ لیا تھا اور اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہاری بیٹی ضرور کسی راج دھانی کی رانی بنے گی اور اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو گا وہ اس راجدھانی کا وارث بن کر رہے گا۔ اے راجہ وہی ستیاوتی کا ہاتھ تھامے۔ تو میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری پہلی بیوی کے بطن سے ایک نوجوان بیٹا بھی ہے جس کا نام دیوداتا ہے اور جسے تم اپنی راجدھانی کا وارث بھی مقرر کر چکے ہو۔

اے راجہ اگر تم اپنے اس دیوداتا نام کے بیٹے کو اپنی راجدھانی سے محروم کر دو تو پھر میں اپنی ستیاوتی کی شادی تمہارے ساتھ ابھی اور اسی وقت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سیوارام کی طرف سے یہ پیشکش سننے کے بعد راجہ سنتانون کے چہرے پہ بے اطمینانی اور ناپسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ سر جھکائے کچھ سوچتا رہا اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور سیوارام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے سیوارام میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ تمہاری بیٹی ستیاوتی سے شادی کرنے کے لیے میں

اپنے بیٹے دیووارتا کو راجدھانی کی وراثت سے محروم کر دوں اس کے ساتھ ہی راجہ سنتا نون اس جھونپڑے سے نکل گیا۔ اور پھر وہ اپنے جنگی رتھ میں بیٹھ کر ستنا پور شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ اس حادثے اور اس واقعے نے راجہ پر خاطر خواہ اثر کیا تھا۔ ستیا وتی نہ ملنے کا راجہ کو بے حد دُکھ اور افسوس تھا۔ بات بات پر قہقہے لگانے والا اور دوسروں کے لیے خوشی کا سامان کرنے والا بُجھ سا گیا تھا اب وہ ہر وقت اداس اور غمگین رہنے لگا تھا۔

عزازیل کو اس بات کا بڑا دُکھ اور افسوس تھا کہ ستنا پور کے راجہ سنتا نون نے ستیا وتی سے شادی کرنے کے لیے اس کے باپ سیوارام کی یہ شرط ماننے سے انکار کر دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے دیووارتا کو ریاست کی وراثت سے محروم کر کے ستیا وتی سے شادی کرنے کے بعد اس کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کو اپنی ریاست کا وارث مقرر کر دے۔ اس حادثے پر عزازیل چند یوم تک تو خاموش رہا اس کے بعد وہ حرکت میں آیا۔ پھر وہ ستنا پور شہر میں داخل ہونے کے بعد محل کے اندر اس وقت راجہ سنتا نون کے بیٹے دیووارتا کے سامنے آیا جس وقت دیووارتا اپنے راج محل کے ایک کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ عزازیل کو اپنے کمرے میں دیکھ کر دیووارتا چونکا کیونکہ وہ اس کے لیے اجنبی اور ناآشنا تھا وہ اس سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ خود عزازیل نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے ستنا پور کے راجکمار میرا نام عزازیل ہے میں ان بوڑھے اور قدیم لوگوں میں شامل ہوں جو اپنے راجہ سنتا نون سے بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ اے دیووارتا گزشتہ چند دن سے میں دیکھتا ہوں کہ راجہ سنتا نون اور تمہارا باپ بجھ سا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بات بات پر قہقہے لگانے والا راجہ کہیں کھو کر رہ گیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کسی نے اس کی دل شکنی کی ہو یا کسی نے اس کی خواہش کا احترام کرنے سے انکار کر دیا ہو۔ اے دیووارتا کیا تمہیں اس کا دُکھ اور ملال نہیں کہ تمہارا ہنستا مسکراتا باپ تبدیل ہو کر رہ گیا ہے اور نہ صرف یہ کہ اس نے خاموشی کی چادر اوڑھ لی ہے بلکہ وہ انتہائی مغموم اور پریشان بھی رہنے لگا ہے۔ بس میں یہی بات کہنے کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں اور راجہ سے ہمدردی اور محبت ہی مجھے یہ بات کہنے کے لیے تمہارے پاس کھینچ

لائی ہے۔

دیووارتا نے پہلے ایک خالی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عزازیل کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور جب وہ وہاں بیٹھ گیا تب اس نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے عزازیل میرے بزرگ میں اپنے باپ کی اس اچانک خاموشی پر پریشان اور فکر مند ہوں۔ میں نے اپنے باپ کو بہت کریدنے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تاہم مجھے یہ احساس ضرور ہے کہ میرا باپ اچانک کسی حادثے یا المیے کا شکار ہو کر رہ گیا ہے پر وہ اس حادثہ کو مجھ سے چھپا رہا ہے میں جب کبھی بھی اس کے سامنے جاتا ہوں تو وہ مسکرانے اور خاموش رہنے کی ناکام کوشش کرتا ہے لیکن آگے پیچھے وہ بے حد مغموم بکھرا اُکھڑا اور ڈوبا ڈوبا رہتا ہے۔ دریائے گنگا کے کنارے شکار کے علاوہ اب اس نے کسی بھی شے میں دلچسپی لینا ترک کر دی ہے۔ دیووارتا کے سامنے بیٹھا عزازیل تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے پھر دیووارتا کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے دیووارتا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اکثر دریائے گنگا کے کنارے شکار میں مصروف رہتا ہے میں سمجھتا ہوں اسی شکار کے دوران ہی کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے اسے اس خاموشی اور غم کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور کر دیا ہے۔ دیووارتا نے عزازیل کی گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے اور اس کی طرف شوق سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے عزازیل آپ تجربہ کار اور معمر انسان ہیں۔ آپ بتائیے کہ آپ کے ذہن میں کیا بات آتی ہے کہ کیوں میرے باپ نے خاموشی اور سکوت اختیار کر لیا ہے۔ دیووارتا کے اس سوال پر عزازیل نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

اپنے تجربہ اور درازی عمر کی بنا پر جو بات میرے ذہن میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ دریائے گنگا کے کنارے شکار کرنے کے دوران ہو سکتا ہے راجہ سنتا نون نے کسی ایسی لڑکی کو دیکھا ہو جس سے وہ متاثر ہوا ہو اور اس سے شادی کرنے کا خواہش مند ہو اور اس لڑکی کی طرف سے ایسی شرط پیش کی گئی جسے راجہ نے نامنظور کر دیا ہو اور اس لڑکی کو حاصل نہ کرنے کی بنا پر راجہ خاموش اور مغموم رہنے لگا ہو۔ عزازیل کے اس نئے انکشاف پر دیووارتا نے ایک طرح سے چونک کر اس کی طرف دیکھا پھر اس نے توصیفی انداز میں عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بزرگ عزازیل تمہاری یہ باتیں میرے دل کو لگتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہوا ہو کہ

شکار کے دوران میرے باپ نے کسی لڑکی کو پسند کیا ہو پھر اس لڑکی نے انکار کر دیا ہو یا میرے باپ کے سامنے ایسی شرائط پیش کی ہوں جو میرے باپ کے لیے ناقابل قبول ہوں پر اسے عزازیل مجھے کیسے خبر ہوگی کہ وہ لڑکی کون ہے جس نے میرے باپ کو اس دکھ اور غم میں مبتلا کر دیا ہے اگر مجھے اس لڑکی کا پتہ چل جائے تو میں اپنے آپ کو بیچ کر اور اپنی جان پر کھیل کر بھی اسے اپنے باپ کے لیے حاصل کر لوں۔

عزازیل نے پھر دیو وارتا کو چونکاتے ہوئے کہا میں تمہیں ایک ایسا طریقہ بتاتا ہوں جسے استعمال کر کے تم اس لڑکی کو تلاش کر سکتے ہو جس نے راجہ کی یہ حالت بنائی ہے۔

اے دیو وارتا تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اپنے جنگی رتھ میں دریائے گنگا کے کنارے شکار کے لیے نکلتا ہے اور اس کا رتھ بان بھی ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ لہذا تم اپنے باپ کے رتھ بان سے یہ معلوم کرو کہ راجہ کے ساتھ شکار کے دوران کیا حادثہ پیش آیا ہے اور اس نے کیوں خاموشی اور پریشانی اختیار کر لی ہے۔ عزازیل کے یہ الفاظ سن کر دیو وارتا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی وہ اپنی نشست سے ایک طرح سے اچھل کھڑا ہوا تھا اور عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

اے میرے بزرگ آپ نے مجھے اپنے باپ کا حال جاننے کے لیے ایک بہترین تجویز سے آشنا کیا ہے میں ابھی اس رتھ بان کی طرف جاتا ہوں اور اس سے اصلیت جاننے کی کوشش کرتا ہوں اور اے عزازیل اس کے ساتھ ساتھ میں تم سے یہ گزارش بھی کروں گا کہ تم مجھ سے ملتے رہنا اس لیے کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے مشورے انتہائی قیمتی ہیں جو ہمیشہ میرے لیے فائدہ مند اور نفع بخش ثابت ہو سکتے ہیں جواب میں عزازیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اے دیو وارتا اب تم اپنے رتھ بان کی طرف جاؤ اس سے اپنے باپ کے متعلق تفصیل جاننے کی کوشش کرو۔ میں بھی اب جاتا ہوں اور ساتھ ہی تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں اب اس راج محل میں آتا جاتا رہوں گا اور تمہاری بہتری اور تمہاری بھلائی کے لیے تمہیں صلاح مشورے دیتا رہوں گا۔

عزازیل کے ساتھ اس گفتگو کے بعد دیو وارتا وہاں سے اٹھ کر رتھ بان کی طرف چلا گیا تھا۔ عزازیل بھی وہاں سے نکلا اور جب وہ راج محل سے تھوڑی دور ایک جوہڑ کے کنارے پیپل کے ایک درخت کے قریب آیا تو اچانک وہیں سے نکل کر یوناف اس کے سامنے

آ کھڑا ہوا۔ اور اس کی راہ روکتے ہوئے اس نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بدی کے ناخدا میں جانتا ہوں کہ تو کہاں گیا تھا اور کیا کر کے آ رہا ہے۔ پر دیکھ اس جوہڑ کے کنارے پیپل کے اس درخت کے پاس میں تیری راہ روک کر کھڑا ہوا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آج کا دن تیرے میرے ٹکرانے اور باہم فیصلہ کرنے کا دن ہے۔ عزازیل نے خشمگیں نگاہوں سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے میں جانتا ہوں تو جنگ میں دور اندیش، کام میں جفاکش، مصیبت میں ثابت قدم اور ضرورت کے وقت مستعد رہتا ہے پر اس کے باوجود میں تم کو تنبیہ کرتا ہوں کہ میں تو آگ کا ایک الاؤ اور سوگ کا ایک فساد ہوں اگر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کرو گے تو گویا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنے کی کوشش کرو گے اور جو اپنے آپ کو آگ میں ڈالتا ہے وہ ضرور بھسم ہو کر رہ جاتا ہے۔

یوناف اور عزازیل دو خونخوار سانڈوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرانے کے لیے بستاپور شہر کے اس جوہڑ کے کنارے پیپل کے قدیم اور بوڑھے درخت کے قریب ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے تھے۔ اپنی آستینیں چڑھانے کے بعد عزازیل یوناف کے خلاف حرکت میں آنا ہی چاہتا تھا کہ اسی لمحہ اچانک اور دفعتاً حسین اور خوبصورت بیوسا وہاں نمودار ہوئی اور وہ یوناف کے پہلو میں آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ چند ساعتوں کے لیے عزازیل نے بڑے غور سے بیوسا کی طرف دیکھا پھر اس نے یوناف کو مخاطب کر کے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے کیا تو اس بات پر فخر کرتا ہے کیا تو اس حادثے پر اتراتا ہے کہ بیوسا ہمیں چھوڑ کر تیرے پاس آگئی ہے اور جس طرح کبھی یہ ہمارے ساتھ تعاون کرتی تھی ویسے ہی اب یہ تیرے ساتھ تعاون کرنے لگی ہے پر اے نیکی کے نمائندے ایک بات ضرور اپنے ذہن میں رکھنا کہ اگر بیوسا ہمیں چھوڑ سکتی ہے تو ایک روز یہ تمہیں بھی چھوڑ سکتی ہے لہٰذا یہ مت گھمنڈ اور گمان کرنا کہ بیوسا کے تمہارے ساتھ آملنے سے تمہاری قوت اور تمہاری طاقت میں اضافہ ہو گیا ہے اے مٹی کے بیٹے! تم میرے سامنے مٹی کی طرح ہی مطیع اور فرماں بردار بن کر رہنا، اسی میں تمہاری فلاح اور کامیابی ہے اور اگر تم نے اس کا الٹ کیا اور مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو سن رکھو میں نفرت کے گھپ اندھیرے کی طرح تم پر وارد ہوں گا اور تمہارے جسمانی اعضاء کے صدیوں پرانے رشتے تمہاری خود اعتمادی تمہارے سارے غرور اور تکبر اور تمہاری پوری شرافت کو منہدم اور برباد کر کے رکھ دوں گا۔

اے نیکی کے نمائندے میں تو بے دھوئیں کی آگ ہوں مجھ سے ٹکراؤ گے تو آگ کی لپیٹوں کے گورکھ دھندے سے کھیلنے کی کوشش کرو گے۔ ایسا کرو گے تو تمہاری حالت بے آباد کھنڈروں کے اندر ویران خانقاہوں، المیوں کے خونی مراحل اور داستانوں کے پامال ابواب جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔ اب بھی وقت ہے میری راہ سے ہٹ جاؤ اور اگر میں تمہارے خلاف حرکت میں آ گیا تو میری طرف سے تمہیں تباہی اور بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو گا۔

یوناف نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ اے عزازیل اگر میں مٹی کا بیٹا ہوں تو تو بھی چرولے کے سکتے کی طرح احمق ہے سن اے بشر گزیدہ جھیٹرے میں جانتا ہوں تو آنکھوں کا اندھا اور کانوں کا بہرہ ہے اور نیکی کی کوئی صدا تجھ پہ اثر انداز نہیں ہوتی پر یہ بھی سن رکھ کہ میری سانسوں میں میرے خون میں، میرے اعصاب اور میرے نفس کے اندر تیرے لیے نفرت ہی نفرت ہے اور آج اس جوہڑ کے کنارے پیپل کے اس قدیم درخت کے پاس میں تیرے ساتھ اپنی اس نفرت کی تجدید کرتا ہوں مت بھول کہ کوئی مٹی کا بنا ہو یا آگ کا سب کو اسی مٹی ہی میں مل جانا ہے اور یہ جو تو مجھے خطرناک انجام کی دھمکی دیتا ہے تو اے عزازیل سن رکھ میں اتنی طاقت اور استطاعت رکھتا ہوں کہ تیری حالت خرابوں کے زندان جیسی کرنے کے بعد تیری غیرت اور تیری سارے ریاکاری کو مسمار کر کے رکھ دوں گا۔ یوناف کے اس جواب پر عزازیل نے ایک بھرپور اور مکروہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے کسی دھوکے اور فریب میں مت پڑے رہنا جب تک صدائے صور اسرافیل بلند نہیں ہوتی اس وقت سوائے خداوند کے کوئی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ عزازیل ابھی تک یہیں تک کہنے پایا تھا کہ یوناف اس کے خلاف جنگل کی چیختی تیز ہواؤں کی طرح حرکت میں آیا اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھاتے ہوئے اس نے عزازیل کے چہرے پر ایسا زوردار اور بھرپور طمانچہ مارا کہ عزازیل ہوا میں بلند ہوتا ہوا قریبی تالاب میں جا گرا تھا پر ایسا ہونے کے بعد عزازیل تالاب میں کسی ربڑ کی گیند کی طرح اچھل کر دوبارہ کنارے پر آیا تھا اور ایک بار پھر یوناف کے سامنے کسی چٹان کسی ستون کی طرح ایستادہ ہو گیا تھا۔ اتنی دیر تک حسین بیوسا بھی وہاں نمودار ہوئی اور یوناف کے پہلو میں کھڑی ہو گئی تھی پھر عزازیل نے اپنی بھیانک اور قہر بھری آواز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سن اے نیکی کے نمائندے! تو کیا خیال کرتا ہے کہ اچانک تو حملہ آور ہو کر اور بے خیالی میں مجھ پہ وار کر کے تو یہ سوچے گا کہ میں بھاگ کھڑا ہوں گا ہرگز نہیں۔ سن میں تو اس جوہڑ کے

کنارے تیرے لیے غم اندھیروں کا جھونکا، لہو کا بادل، قیامت کی رات اور روحوں کا قاتل بن کر کھڑا ہو جاؤں گا۔ سُن یوناف تیرا سامنا کرتے ہوئے میں تجھ پر ایسی ضربیں لگاؤں گا کہ تیری ذات کو میں اندھیروں کے خرابوں، مقید ارادوں اور تشنہ زبان جیسی بنا کر رکھ دوں گا جب کہ میں تیری روح کی حالت تنہا اداس لمحوں اور جلتے صحرا جیسی کر کے تیرا سارا ذوق شوق نکال باہر کروں گا۔

عزازیل جب خاموش ہوا تو یوناف تھوڑی دیر تک بڑے غضبناک انداز میں اسے دیکھتا رہا پھر اس نے اس کھولتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

سنو عزازیل میں نیکی کا نمائندہ ہوں جب کہ تم میرے مقابلے میں گناہ اور بدی کے گماشتے ہو۔ سنو نیکی جہاں کہیں بھی ہو وہ گوہر شب تاب، مسرت کی شفق، رنگ سحر، فیروزاں اور درخشاں صبح جیسی ہے جب کہ اس کے مقابلے میں بدی بادلوں کے خرابوں، موت، عفریت اور ذلت و گمراہی جیسی ہے۔

اے عزازیل کسی گھمنڈ کسی گمان میں نہ پڑے رہنا۔ تو صدیوں سے میرے تیور دیکھتا چلا آ رہا ہے بارہا اور ان گنت مواقع پر تو نے میرے خون کی طمانیت بھی دیکھی اور اکثر و بیشتر میں نے تیرے ساتھ مقابلوں کے دوران تیری حالت ریوڑ سے بچھڑ جانے والے میمنے جیسی بنا کر رکھ دی تھی۔

اے عزازیل میں تو قانون فطرت کا ایک ادنیٰ اور عاجز خادم ہوں میں وقت سے آگے چلنے والا نیکی کا وہ نقیب ہوں جو تیرے اندر چھپنے پچھو سلنے والے خبیث ارادوں اور شیطان کے شعور میں پلنے والی بدیوں اور گناہوں کو بھی جانتا ہوں۔

اے عزازیل اس جوہڑ کے کنارے اگر تو مجھ سے ٹکرانا ہی چاہتا ہے تو پھر آگے بڑھ اور میرے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھ یاد رکھ جب میں اپنے خداوند کا نام لے کر اپنے رب کی بڑائی اور اس کی عظمت کا نعرہ مارتا ہوا تجھ پر حملہ آور ہوں گا تو تجھے اپنے سامنے ناکامیوں اور اندھیروں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔ اے جنات کے بدبخت سردار! تو نے ماضی میں بارہا ان گنت افراد کو بہکانے کی کوشش کی تو نے خداوند کے بھیجے ہوئے رسول اور پیغمبر کے سامنے لوگوں کو ان سے متنفر اور بیزار کرنے کی کوشش کی لیکن تو جانتا ہے کہ ان کے مقابلے میں تیری ہر کوشش ناکام اور تیرا ہر فعل عبث ثابت ہوا یہاں اس جوہڑ کے کنارے سن اے ذلالت کے پروردہ تیری حالت میں گندے اور چھوڑے ہوئے جوہڑ جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔

یوناف ابھی اپنی گفتگو اور اپنی بات مکمل ہی نہ کرنے پایا تھا کہ عزازیل حرکت میں آیا برق کے کسی خوفناک اور تیز کوندے کی طرح وہ یوناف کی طرف بڑھا اور یوناف کے شانے پر اس نے ایسی زوردار اور پرقوت ضرب لگائی کہ یوناف بُری طرح لڑکھڑاتا ہوا زمین پر گر گیا تھا۔ یوناف کو یوں اچانک زمین پر گرا دیکھ کر عزازیل نے اس کی بے بسی اور لاچاری سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہا اس کے ساتھ ہی ایک بار پھر وہ برق کے تیز کوندے کی طرح حرکت میں آیا اور چاہتا تھا کہ یوناف کے دوسرے شانے یا سر پر ضرب لگا کر یوناف کو اپنے سامنے مکمل طور پر زیر اور مغلوب کر کے رکھ دے لیکن جوں ہی وہ یوناف پر ضرب لگانے کے لیے اس پر جھکا تھا، یوناف کسی زخمی تیندوے کی طرح اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور ساتھ ہی اپنے دائیں ہاتھ کی ضرب اس نے جھکے ہوئے عزازیل کے شانے کی پشت پر لگائی یہ ضرب ایسی طاقت اور ایسی زوردار اور ایسی پرقوت تھی کہ عزازیل منہ کے بل زمین پر گر گیا تھا۔ اور یہ ضرب کھانے کے بعد اور زمین پر گرتے ہوئے اس کے منہ سے کراہ نکل کر رہ گئی تھی پر جلد ہی عزازیل نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور ایک جست لگا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ابھی وہ سیدھا کھڑا ہوا ہی تھا کہ یوناف پھر حرکت میں آیا اور اپنی دائیں لات اس نے کمال مہارت اور قوت کے ساتھ عزازیل کی گردن پر دے ماری تھی، عزازیل بُری طرح طوفان میں اڑنے والے پتوں کی طرح یہ ضرب کھا کر فضا میں اچھلا تھا اور بڑی بے بسی کی حالت میں وہ جوہڑ کے کنارے ایک درخت کے قریب جا گرا تھا۔ ہوسا اپنی جگہ پر خاموش اور پرسکون کھڑی اس مقابلے سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ ایک بار پھر یوناف لمبی جست لگا کر عزازیل کے قریب آیا اور چٹان کی طرح اس کے سامنے جمتے ہوئے اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سُن اے بدیوں کی تشہیر کرنے والے! قسم مجھے اپنے رب کے جاہ و جلال کی تو جب بھی اور جہاں بھی میرے ساتھ طاقت اور قوت کا مقابلہ کرے میں اپنی ضربوں سے تیری غلیظ سوچوں کے زاویے اور تیرے الفاظ کے آئینوں کو بھی بدل کر رکھ دوں۔

اے عزازیل تو شب کے اندھیروں کا سفیر ہے جب کہ میں تیرے سامنے تاریکیوں میں نیکی، خیر اور روشنی کا ایک مینار ہوں اور سن رکھ اے بدی کے گماشتے روشنی اور اندھیروں کی جنگ اور ستیزہ کاری کے اندر فتح اور کامیابی روشنی اور نور ہی کی ہوتی ہے۔

اے عزازیل اگر میں چاہتا تو آگے بڑھ کر تیری مجبوری تیری بے بسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تجھ پر تیری ضرب لگا کر تم پہ ناآشنا کرب طاری کر سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا میں تیری مجبوری اور تیری بے بسی سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتا دیکھ میں تجھے سنبھلنے اور اپنے آپ کو بحال کرنے کا موقع دیتا ہوں سو تو اپنے آپ کو سنبھال اور پھر میرے مقابلے پر آ اور دیکھ تیری حالت میں اس جوہڑ کے کنارے کیسی بری اور کیسی عبرت خیز کرتا ہوں۔ درخت کے قریب گرا ہوا عزازیل اٹھ کھڑا ہوا پھر اس نے اپنی آنکھوں سے غصے اور انتقام کی آگ برساتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے اتنا بڑھ چڑھ کر باتیں نہ کر یہ جو آج تو نے اس جوہڑ کے کنارے مجھ پر ضربیں لگائی ہیں اس کا ایک روز میں تجھ سے انتقام ضرور لوں گا اور تمہیں ایک روز ان ضربوں کا حساب بڑے عبرت خیز انداز میں دینا پڑے گا اس کے ساتھ ہی عزازیل وہاں پر اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور فضاؤں کے اندر تحلیل ہو جانے والے دھوئیں کی طرح وہاں سے وہ غائب ہو گیا تھا اس کے ایسا کرنے پر یوناف کے چہرے پر فتح مندی اور کامیابی کی مسکراہٹ پھیل اور بکھر گئی تھی۔

وہاں سے ہٹ کر یوناف ذرا فاصلے پر کھڑی حسین بیوسا کی طرف آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے بیوسا تجھے میرا اور عزازیل کا یہ مقابلہ کیسا لگا۔ یوناف کے اس استفسار پر حسین بیوسا کے مہتاب چہرے پر رنگوں کی لہروں اور خوشیوں کی کیفیت سی بارش ہونے لگی تھی۔ اس کی آنکھوں کے اندر ایک ترنگ اور تڑپ میں ڈوبے ہوئے حسن احساس کے شعلے رقص کناں ہو گئے تھے پھر اس نے اپنے سارے ذوق اور حسن و جمال اور ساری خود شناسی اور خود آگاہی کے جذبوں کو مجتمع کرتے ہوئے اور یوناف کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے اس میں کوئی شک نہیں کہ تو تدبیر کے اڑتے رنگوں، صبح کے سرخ سورج اور شر آلود جذبوں کی طرح اس جوہڑ کے کنارے عزازیل پہ چھا گیا اور تو نے اپنی تدبیر کے فولاد سے یہ ثابت کر دیا کہ یہ عزازیل نہ اکیلا اور نہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر تیرا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔

اے نیکی کے نمائندے جب تو نے اپنے رب کی تکبیر بلند کرتے ہوئے اللہ اکبر کا نعرہ

مارتے ہوئے عزازیل پر ضرب لگائی تھی تو میں نے دیکھا تھا عزازیل کا برق نما بدن اس سے کانپ اور لرز اٹھا تھا اور تیری ضرب نے اسے اذیت میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔

اے نیکی کے نمائندے اس مقابلے میں تو نے عزازیل پر حقیقت کی ہر کرن عیاں کر کے رکھ دی ہے۔ اب آئندہ اگر کبھی وہ تمہارے مقابلے پر آیا تو وہ سنبھل کر اور سوچ سمجھ کر آئے گا۔ حسین بیوسا کا جواب سن کر یوناف مطمئن اور خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

آؤ اب سرائے کی طرف چلیں اس پر بیوسا نے کچھ بھی نہ کہا اور وہ چپ چاپ یوناف کے ساتھ ہو لی۔ یوں وہ دونوں پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے کی طرف جا رہے تھے جس کے اندر انہوں نے قیام کر رکھا تھا۔

☆

عزازیل کے بہکانے پر ہستنا پور کے راجہ کا بیٹا دیو وارتا اپنے باپ سنتا نون کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے باپ کو بہت کریدا کہ وہ کسی طرح اپنے باپ کی زبان سے یہ جان سکے کہ وہ ان دنوں کیوں اداس اور افسردہ رہنے لگا ہے۔ لیکن راجہ سنتا نون اپنے بیٹے کو ٹال گیا اور اس نے اس کی باتوں کا کوئی معقول جواب نہ دیا تھا اپنے باپ سے مایوس ہونے کے بعد دیو وارتا جب اپنے باپ کے کمرے سے نکل کر اصطبل کی طرف گیا تو اس نے دیکھا وہاں اصطبل کے باہر راجہ سنتا نون کا شاہی رتھ بان کھڑا تھا۔ دیو وارتا اسے اصطبل کے قریب کھڑا دیکھ کر خوش ہوا اور بڑی تیزی سے اس کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

میں تم سے کچھ جاننا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم اس کا جواب سچائی اور حقیقت کے ساتھ دو۔ دیو وارتا کے اس اچانک سوال پر وہ رتھ بان کچھ پریشان اور حیرت زدہ سا ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑے اچنبھے پن سے دیو وارتا کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

ہستنا پور کا راجکمار مجھ جیسے رتھ بان سے کیا پوچھنا چاہتا ہے۔ بہرحال معاملہ جو کچھ بھی ہے میں عہد کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی آپ پوچھیں گے اس کا جواب سچائی اور حقیقت کے ساتھ دوں گا، اس پر دیو وارتا نے فوراً اس رتھ بان کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

کیا تم مجھے بتا سکو گے کہ ان دنوں میرے باپ جو پریشان اور الجھے الجھے سے رہتے ہیں

اس کی کیا وجہ ہے۔ دیووارتا کا یہ سوال سن کر رتھ بان چونکا تھا۔ وہ فوراً کوئی جواب نہ دے سکا بلکہ خاموشی میں ڈوب کر رہ گیا تھا۔ دیووارتا نے پھر اس کو یاددہانی کراتے ہوئے کہا۔

تم نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جو کچھ تم کہو گے وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی کہو گے لہذا جو سوال تم سے میں نے کیا ہے مجھے امید ہے کہ اس کا جواب مجھے بغیر کسی جھوٹ اور ملاوٹ کے کہہ دو گے۔ رتھ بان تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر اس نے مشکوک انداز میں دیووارتا کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمی سی آواز میں کہا۔

اے ہستناپور کے راجکمار میں جانتا ہوں کہ تمہارا باپ اور ہستناپور کا راجہ سنتانون ان دنوں کیوں خاموش اور ویران ویران اور تنہائی پسند رہتا ہے یہ ایک بہت بڑا راز ہے اور اگر میں نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا تو مجھے امید ہے کہ راجہ سنتانون میرے خلاف حرکت میں آئے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ میرا کام ہی تمام کر کے رکھ دے۔ دیووارتا نے رتھ بان کو حوصلہ دلاتے ہوئے کہا۔

تم اپنی جان سے متعلق قطعی کوئی فکر اور اندیشہ نہ کرو میں تمہیں تمہاری حفاظت کی ضمانت دیتا ہوں تم حقیقت کو میرے سامنے کسی ڈر اور خوف کے بغیر کہہ ڈالو اور میں تمہیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے اس انکشاف پر میرا باپ بھی تمہیں کچھ نہیں کہے گا بلکہ اگر تم مجھ سے حقیقت کہتے ہو تو ایک طرح سے تم اس راجدھانی پر احسان کرو گے اور میں تمہیں اس احسان کا بدلہ اور انعام بھی ضرور دوں گا دیووارتا کے یوں حوصلہ دلانے پر اس رتھ بان نے کچھ سوچا پھر شاید اس نے آخری فیصلہ کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے ہستناپور کے راجکمار سنو میں تمہارے باپ اور ہستناپور کے راجہ سنتانون کی پریشانی اور اس کی خاموشی اور گوشہ گیری کی وجہ بتاتا ہوں۔

اے راجکمار تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ دریائے گنگا کے کنارے شکار کرنے کا بے حد شوقین ہے۔ چند روز پہلے وہ میرے ساتھ اپنے جنگی رتھ میں شکار کے لیے نکلا اور جب ہم دریائے گنگا کے کنارے پہنچے تو وہاں ہمیں ایک عجیب طرح کی جذب اور کشش سے بھرپور خوشبو محسوس ہوئی۔ راجہ سنتانون اس خوشبو سے ایسا متاثر ہوا کہ اس نے مجھے حکم دیا کہ میں اس سمت چلوں جس سمت سے وہ خوشبو آ رہی تھی لہذا میں نے رتھ کے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے رتھ کو اس خوشبو کے تعاقب میں لگا دیا تھا۔

اے راجکمار دیووارتا میں اور تمہارا باپ راجہ سنتانون اس خوشبو کے تعاقب میں رتھ کو بھگاتے رہے یہاں تک کہ ہم دریائے جمنا کے کنارے جا پہنچے۔

دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی ایک بستی ہے جب ہم اس بستی کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ بستی کے باہر ایک لڑکی ایک کشتی کو کنارے میں لگے کھونٹے کے ساتھ باندھ رہی تھی وہ لڑکی ایسی حسین، ایسی خوبصورت اور پرکشش تھی کہ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں اس کے حسن اور اس کی خوبصورتی کی تعریف کروں اور یہاں میں تم سے یہ بھی کہہ دوں کہ جس خوشبو کے تعاقب میں ہم وہاں تک پہنچے تھے وہ خوشبو بھی اسی لڑکی کے جسم سے اٹھ کر پھیل اور بکھر رہی تھی۔ راجہ سنتانون اس لڑکی کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اور اس نے عہد کر لیا کہ وہ اس لڑکی سے ضرور شادی کرے گا۔ اس لڑکی کا نام ستیاوتی ہے۔ راجہ سنتانون نے اس لڑکی سے اپنا تعارف کراتے ہوئے اس سے کہا کہ وہ اسے اپنے باپ کے پاس لے چلے لہذا لڑکی راجہ سنتانون کو اپنے باپ سیوارام کے پاس ایک جھونپڑے کے اندر لے گئی۔

اور سنو راجکمار! ستیاوتی کے باپ سیوارام سے بھی راجہ سنتانون نے اپنا تعارف کروایا اور اس سے یہ کہا کہ وہ اس کی بیٹی ستیاوتی سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے۔ راجہ کا یہ فیصلہ سن کر سیوارام بے حد خوش ہوا اور اس نے راجہ سے کہا۔

یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ اس کی حسین بیٹی ستیاوتی کسی راجہ کی بیوی بنے لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ ایک نجوم اور رمل کا علم جاننے والے نے اس کی بیٹی ستیاوتی کے لیے یہ پیش گوئی کی تھی کہ ستیاوتی ضرور کسی راجہ ہی کی بیوی بنے گی اور اس کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو گا وہ اس جداہانی کا راجکمار اور وارث بن کر اٹھے گا۔ ساتھ ہی راجہ سنتانون سے یہ بھی کہا۔

اے راجہ تیرا پہلے ہی ایک بیٹا ہے جس کا نام دیوواراتا ہے اور اسے تو نے اپنی راجدھانی کا وارث بنا رکھا ہے۔ لہذا اب اگر میں ستیاوتی کی شادی تیرے ساتھ کرتا ہوں تو ستیاوتی کے بطن سے جو تیرا بیٹا پیدا ہو گا وہ ہستناپور کی راجدھانی کا وارث نہ بن سکے گا۔

لہذا اے راجہ اگر تو ستیاوتی کے ساتھ شادی کرنا ہی چاہتا ہے تو پہلے اپنے دیوواراتا کو وراثت سے محروم کر دے اس لیے کہ میں ستیاوتی کے سلسلے میں اس رمال اور نجومی کے الفاظ کی تکمیل چاہتا ہوں جس نے ستیاوتی سے متعلق پیش گوئی کی تھی۔

یہاں تک کہنے کے بعد رتھ بان تھوڑی دیر کے لیے رکا اور اس نے دوبارہ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے دیوواراتا جب ستیاوتی کے باپ سیوارام نے تمہارے باپ راجہ سنتانون سے یہ

گفتگو کی تو راجہ سنتانون بڑا پریشان اور مغموم ہوا اس نے سیوارام کو صاف صاف کہہ دیا کہ وہ ستیاوتی سے شادی کرنے کے لیے اپنے بیٹے دیوورتا کو ہستناپور کی راج دھانی کی وراثت سے محروم نہیں کر سکتا۔ سیوارام سے یوں کہنے کے بعد راجہ سنتانون پھر اپنے جنگی رتھ میں بیٹھا اور واپس محل میں آ گیا تو اسے دیوورتا یہ ہے تیرے باپ راجہ سنتانون کی پریشانی اور غم کی وجہ۔ وہ دل کی گہرائیوں سے سیوارام کی بیٹی ستیاوتی کو پسند کر چکا ہے اور اس سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے لیکن اسے دیوورتا تیرا باپ صرف تیری وجہ سے اس سے شادی پر تیار نہیں ہوا کیونکہ وہ تجھے وراثت سے محروم نہیں کرنا چاہتا لیکن دوسری طرف راجہ چونکہ ستیاوتی کو دل کی گہرائیوں سے پسند بھی کر چکا ہے لہٰذا وہ اس کے غم میں پریشان اور الجھا الجھا سا رہتا ہے بس یہ ہے راجہ سنتانون کی پریشانی اور اس کے تنہا رہنے کی وجہ۔ رتھبان جب خاموش ہوا تو دیوورتا نے پیار اور نرمی سے اس کا کندھا تھپتھپایا اور پھر اپنے لباس سے چند سکے نکال کر اسے تھماتے ہوئے کہا میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے حقیقت مجھ پہ واضح کر دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دیوورتا وہاں سے ہٹا اور اصطبل کے اندر چلا گیا۔ ایک بہترین گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ایڑھ لگاتا ہوا وہ باہر نکل گیا تھا۔

اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا ہستناپور کا راجکمار دیوورتا دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی سے باہر کھڑی کشتیوں کے پاس آیا اتفاق سے ان کشتیوں کے پاس ہی ستیاوتی کھڑی ہوئی تھی اور وہ ایک کشتی سے تازہ پکڑی جانے والی مچھلیاں نکال کر کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ایک ٹوکرے میں ڈال رہی تھی اور اس سے ذرا فاصلے پر اس کا باپ سیوارام آگ کا چھوٹا سا الاؤ روشن کیے ہوئے اس کے پاس بیٹھا تھا۔ دیوورتا نے اپنا گھوڑا عین ستیاوتی کے قریب آ کر روکا پھر اپنے گھوڑے سے اترا اور ستیاوتی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

اے لڑکی تو کون ہے اور ایک معاملہ میں کیا تو میری راہنمائی کر سکے گی۔ ستیاوتی نے کشتی سے مچھلیاں نکال کر ٹوکرے میں ڈالنا بند کر دیں۔ کشتی کے کنارے پر رکھے ہوئے ایک کپڑے سے ہاتھ صاف کیے اور پھر اس نے راجکمار دیوورتا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرا نام ستیاوتی ہے اور میں یہ سامنے دکھائی دیتی ماہی گیروں کی بستی کی رہنے والی ہوں۔ ستیاوتی کا جواب سن کر راجکمار دیوورتا بے حد خوش ہوا اس کے چہرے پہ دور دور تک مسکراہٹ بکھر گئی تھی پھر اس نے ستیاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں خوش قسمت ہوں کہ میں ستیاوتی نام کی لڑکی سے مخاطب ہوں۔ دراصل میں دور کا سفر

کر کے ستیاوتی کے باپ سیوارام سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔ راجکمار دیوورتا کا جواب سن کر ستیاوتی نے ایک بار سر سے لے کر پاؤں تک بڑے غور اور انہماک کے ساتھ اسے دیکھا پھر کسی قدر شک و شبہ اور حیرت اور استعجاب کے عالم میں اس نے دیوورتا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

تو کون ہے کہاں سے تو دور دراز کا سفر طے کر کے آیا ہے اور تو کیوں میرے باپ سیوارام سے ملنا چاہتا ہے۔ اس پر دیوورتا نے بڑی نرمی سے ستیاوتی کی طرف دیکھا اور کہا۔

سنو ستیاوتی تم مجھے پہلے اپنے باپ کے پاس لے کر چلو پھر تمہارے باپ کے سامنے بتاؤں گا کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں اور کس کام کی غرض سے تمہارے باپ سیوارام سے ملنے کا خواہش مند ہوں۔ اس پر ستیاوتی نے پھر ایک بار غور سے دیوورتا کی طرف دیکھا اور اس کے بعد اس نے دوبارہ اسے مخاطب کر کے کہا۔

تم میرے ساتھ آؤ میرا باپ وہ سامنے الاؤ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ تم اس سے اس کام کے سلسلے میں بات کر سکتے ہو جس کام کے لیے تم یہاں آئے ہو۔ اس پر دیوورتا چپ چاپ ستیاوتی کے ساتھ ہو لیا تھا۔ ستیاوتی آگے آگے چلتی ہوئی دیوورتا کو آگ کے اس الاؤ کے پاس لے آئی جس کے پاس اس کا باپ سیوارام بیٹھا ہوا تھا۔ پھر ستیاوتی نے اپنے باپ سیوارام کو مخاطب کر کے کہا۔

اے میرے باپ یہ اجنبی کون ہے کہاں سے آیا ہے اور اس کا کیا نام ہے میں نہیں جانتی۔ یہ ابھی ابھی یہاں آ کر اپنے گھوڑے سے اترا اور مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا سو میں اسے تمہارے پاس لے آئی ہوں۔ اب تم اس سے پوچھو کہ یہ کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کس مقصد کے تحت یہ تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کا خواہش مند ہے۔ سیوارام چونکہ آگ کے الاؤ کے پاس ننگی زمین پر بیٹھا ہوا تھا، لہٰذا دیوورتا بھی اس کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا جب کہ ان دونوں کے درمیان ستیاوتی آگ پر اپنے ہاتھ پھیلاتی ہوئی بیٹھ گئی تھی پھر اس کے باپ سیوارام نے بڑے غور سے دیوورتا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے اجنبی تو کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کس سلسلے میں مجھ سے بات کرنا چاہتا ہے۔ سیوارام کے اس سوال پر دیوورتا نے کھنکار کر اپنا گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

میرا نام دیوورتا ہے میں ہستناپور کا راجکمار ہوں اور اے سیوارام! ایک اہم موضوع کے سلسلے میں جس کا تعلق تمہاری بیٹی ستیاوتی سے ہے میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ سیوارام شاید بات کی نوعیت کو سمجھ چکا تھا اسی بنا پر اس نے دیوورتا کی طرف دیکھے بغیر اور قریب

بڑی ہوئی لکڑی سے آگ کو اکسا کر اور زیادہ بھڑکاتے ہوئے پوچھا۔ کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو میں تمہاری باتیں غور اور توجہ کے ساتھ سنوں گا۔ اس پر دیو وارتا نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

اے سیوارام تم جانتے ہو کہ میرا باپ اور ہستنا پور کا راجہ سنتانون تمہاری بیٹی ستیاوتی کو پسند کر چکا ہے اور اسی سلسلے میں وہ تمہارے پاس آیا تھا کہ ستیاوتی کو وہ اپنے لیے تم سے مانگ لے۔ اور تم نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ تمہاری بیٹی کے متعلق کسی رمال اور کسی نجومی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ تمہاری بیٹی کی شادی کسی راجہ کے ساتھ ہوگی اور اس کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ اس راجدھانی کا وارث بن کر اٹھے گا تم نے میرے باپ کو یہ پیشکش بھی کی کہ اگر میرا باپ اپنے بیٹے یعنی مجھے راجدھانی سے وراثت سے محروم کر دے تو تم اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی اس کے ساتھ کر سکتے ہو تاکہ آنے والے دور میں ستیاوتی کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ ہستنا پور کا وارث بن سکے۔ اے سیوارام کیا جو کچھ میں نے کہا ہے کیا یہ صحیح اور درست ہے؟

دیو وارتا کی زبان سے یہ ساری باتیں سننے کے بعد سیوارام نے ایک بار گھورتے ہوئے انداز میں دیو وارتا کی طرف دیکھا پھر وہ بولا اور کہا۔

اے ہستنا پور کے راجکمار اپنے باپ سنتانون اور میری بیٹی ستیاوتی سے متعلق جو باتیں تم نے کہی ہیں درست ہیں اور میرا یہ فیصلہ آخری اور اٹل ہے کہ میں اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی اس راجہ کے ساتھ کروں گا جو میری بیٹی کے بطن سے پیدا ہونے والے بیٹے کو اپنی راجدھانی کا مالک اور وارث تسلیم کرے۔ اس گفتگو کے بعد دیو وارتا نے تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے سیوارام کی طرف دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

اے سیوارام تم جانتے ہو کہ اس وقت میں ہستنا پور کی راجدھانی کا وارث ہوں اور میرے باپ راجہ سنتانون نے اس راجدھانی کا مجھے وارث مقرر کیا ہے۔

اے سیوارام اگر میں اپنے آپ کو اس راج دھانی کی وراثت سے محروم کروں میں گوشہ گیری اختیار کر لوں اور تمہارے سامنے کبھی بھی شادی نہ کرنے کا عہد کر لوں تو کیا تم اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی میرے باپ سنتانون کے ساتھ کر دو گے۔ اور سنو سیوارام میں سخت مجبوری کی حالت میں تمہاری طرف آیا ہوں جب سے میرے باپ نے ستیاوتی کو دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اس کی شادی کرنے کی خواہش ناکام رہی ہے تب سے وہ بے حد پریشان مغموم ہے اور گوشہ نشینی کرنے لگا ہے میں اپنے آپ کو وراثت سے محروم کرنے کے بعد ستیاوتی کی شادی اپنے باپ سے ضرور کراؤں گا اور پھر ستیاوتی کے بطن سے اس کا جو بیٹا پیدا ہوگا وہ ہی ہستنا پور کی

راجدھانی کا وارث ہوگا۔

اے سیوارام ان سب باتوں کا میں تمہارے ساتھ عہد کرتا ہوں اور انہیں مکمل کرنے کی میں تمہیں پوری پوری ضمانت دیتا ہوں۔ کہو اب میری اس گفتگو کے جواب میں تم کیا کہتے ہو۔

سیوارام نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اے دیو وارتا اگر تم اپنے آپ کو میری بیٹی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کے حق میں ہستنا پور کی وراثت سے محروم کرتے ہو تو میں ستیاوتی کی شادی تمہارے باپ راجہ سنتانون سے کرنے کے لیے تیار ہوں۔ سیوارام کا جواب سن کر دیو وارتا نے خوشی اور طمانیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اے سیوارام میں تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے میری بات مان لی۔ اب تو ایک اور میرے اوپر احسان کر اور وہ یہ کہ تو اپنی اس بیٹی ستیاوتی کو میرے ساتھ کر دے تاکہ میں اسے ہستنا پور لے جاؤں اور وہاں اس کی شادی اپنے باپ سنتانون سے کروں۔ اس پر سیوارام نے پھر کچھ سوچنے کے بعد اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

اے دیو وارتا تمہارے کہنے کے مطابق میں تم پر اعتماد کرتا ہوں تم ستیاوتی کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ تاکہ اس کی شادی ہستنا پور کے راجہ سنتانون سے کی جا سکے۔ سیوارام کا یہ فیصلہ سن کر دیو وارتا کی آنکھیں اور زیادہ چمک اٹھی تھیں اس بار اس نے براہ راست ستیاوتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے ستیاوتی اب جب کہ تمہارا باپ میرے حق میں فیصلہ دے چکا ہے تو تم اٹھو میرے ساتھ آؤ وہ اس کشتی کے پاس کھڑے اس گھوڑے پر میرے ساتھ سوار ہو تاکہ میں تمہیں ہستنا پور لے جا سکوں اور سنو جن کپڑوں میں تم اس وقت ہو انہیں کپڑوں میں تم میرے ساتھ روانہ ہونے کے لیے تیار ہو جاؤ تمہیں اپنی بستی اور گھر سے بھی کسی چیز لینے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ جو کچھ تم یہاں سے لوگی وہ ہستنا پور کے راج محل میں تیرے کسی کام نہ آئے گا۔ وہاں اس راج محل کے اندر تجھے دنیا بھر کی نعمتیں اور خوشیاں میسر ہوں گی۔ لہٰذا اب جب کہ تیرا باپ تجھے میرے ساتھ جانے کی اجازت دے چکا ہے۔ سو تو اٹھ میرے ساتھ میرے گھوڑے پر سوار ہو تاکہ میں یہاں سے کوچ کر سکوں۔ دیو وارتا کے کہنے پر ستیاوتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور دیو وارتا کے ساتھ ہو لی تھی اسے لے کر دیو وارتا اپنے گھوڑے کے پاس آیا پہلے وہ خود گھوڑے پر بیٹھا پھر ستیاوتی کا ہاتھ پکڑ کر اس نے اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا اس کے بعد اس نے گھوڑے کو ایڑ لگاتے

ہوئے دریائے جمنا کے کنارے سرپٹ گھوڑا دوڑا رہا تھا۔

○

ہستن پور کا راجہ سنتانون اپنے راج محل کے اندر پریشان مغموم اور بکھرا بکھرا سا بیٹھا ہوا تھا کہ اس کا بیٹا دیو وارتا اس کے کمرے میں داخل ہوا اپنے بیٹے کو وہاں دیکھتے ہوئے سنتانون کسی قدر سنبھل کر بیٹھ گیا اور اپنے چہرے پر بھی اس نے ایک طرح سے مصنوعی اطمینان اور مسکراہٹ بکھیر لی تھی دیو وارتا سنتانون کے قریب آیا اور اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے کہا۔

اے میرے باپ میں کئی روز سے دیکھتا ہوں کہ آپ نے ایک قسم کی گوشہ گیری اختیار کر لی ہے آپ کسی کے ساتھ نہ بیٹھتے ہیں اور نہ کسی کے ساتھ کھل کر بات کرتے ہیں آپ کا چہرہ بھی اب اترا ہوا اور مغموم رہنے لگا ہے۔ میں نے آپ کے اس غم آپ کی اس پریشانی کی وجہ جاننے کی کوشش کی ۔ آپ کو بہت کریدا پر آپ نے مجھے کچھ بھی بتانے سے گریز کیا آخر میں اپنے طور پر اس معاملے کے پیچھے پڑ گیا اور آخر آج میں نے یہ جان ہی لیا ہے کہ کیوں آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے اور کیوں آپ نے غموں اور تفکرات کو اپنا رفیق اور ساتھی بنا کر رکھ دیا ہے۔ اپنے بیٹے دیو وارتا کی گفتگو سن کر سنتانون چونکا اور پھر اس نے تیز نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے میرے بیٹے تو نے میرے غموں اور میرے تفکرات کی کیا حقیقت جان لی ہے جو تو میرے ساتھ اس قدر اعتماد اور وثوق کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ اس پر دیو وارتا نے اور زیادہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میں نہ صرف یہ کہ آپ کے غم اور پریشانی کی وجہ جان لی ہے بلکہ میں نے انہیں دور کرنے کا ایک عمدہ ، بہترین اور مناسب حل بھی تلاش کر لیا ہے اس پر راجہ سنتانون نے مزید چونکتے ہوئے پوچھا۔

تو نے میری پریشانیوں کی کیا وجہ جانی ہے اور ان کا تو نے کیا حل تلاش کیا ہے اس پر دیو وارتا نے پہلے کی نسبت کسی قدر سنجیدہ ہوتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میرے باپ آپ کی پریشانیوں کی وجہ یہ ہے کہ آپ دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کے سردار سیوارام کی بیٹی ستیاوتی سے شادی کرنا چاہتے تھے۔ سیوارام اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی آپ کے ساتھ کرنے کے لیے تیار بھی تھا لیکن اس کی شرط یہ تھی کہ ہستناپور کی راجدھانی کا

وارث اس کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہونے والا لڑکا ہوگا۔ آپ نے ستیاوتی کے باپ سیوارام کی شرط نامنظور کر دی اور واپس راج محل آ گئے۔ آپ ستیاوتی کو اپنی دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہیں اور اسی کی وجہ سے آپ نے غموں کی چادر اوڑھ کر گوشہ نشینی اختیار کر رکھی ہے اور ہر کام میں دلچسپی لینی آپ نے ترک کر دی ہے۔ دیو وارتا کا یہ جواب سن کر راجہ سنتانون ہکا بکا رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ پریشانی کے عالم میں منہ کھولے اپنے بیٹے دیو وارتا کی طرف عجیب سے انداز میں دیکھتا رہا پھر تھوڑی دیر کے وقفے کے بعد ایک بار پھر اس نے دیو وارتا سے پوچھا۔

اے میرے بیٹے یہ ساری باتیں جو تو نے مجھ سے کہی ہیں کس نے یہ ساری باتیں تم سے کہہ کر ہمارے راج محل کے ماحول کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیو وارتا نے بڑی نرمی اور چاہت میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ پہلے آپ جو کچھ میں نے کہا ہے اسے تسلیم کر لیں کہ وہ درست ہے اس کے بعد میں بات کو آگے بڑھاؤں گا۔ سنتانون نے ہار ماننے کے انداز میں کہا چلو اگر یہ معاملہ درست بھی ہے تو کہو کس نے تم سے یہ باتیں کہیں۔

دیو وارتا نے فوراً بات کو دوسرا رُخ دیتے ہوئے کہا۔ اے میرے باپ آپ کی حالت دیکھتے ہوئے مجھے کچھ شک و شبہ ہو گیا تھا لہٰذا میں آج بذاتِ خود دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اس بستی کی طرف گیا وہاں میں نے آپ سے متعلق ستیاوتی اور اس کے باپ سیوارام سے کھل کر بات کی اور یوں مجھے سارے حالات کا علم ہو گیا۔ سنتانون نے عجیب سے انداز میں اپنے بیٹے دیو وارتا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے میرے بیٹے اگر تجھے سیوارام اور ستیاوتی سے حالات کا علم ہو ہی گیا ہے تو کہو تم نے اس حادثے اس المیے کا کیا حل تلاش کیا ہے دیو وارتا نے ایک بار پھر مسکراتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ اس غم اس دُکھ اس المیے اور اس حادثے کا حل دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں رہنے والی ستیاوتی کے پاس ہے۔ اس ستیاوتی کو میں اپنے ساتھ اس راج محل میں لے کر آیا ہوں دیو وارتا کا یہ جواب سن کر سنتانون خوشی کے مارے اپنی جگہ سے ایک طرح سے اچھل پڑا۔ پھر اس نے اپنی بے حد انگنت خوشیوں کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔

تم کس طرح اور کیسے ماہی گیروں کی بستی سے ستیاوتی کو یہاں لانے میں کامیاب ہوئے ہو۔ اور اگر تم اسے لے ہی آئے ہو تو اس وقت وہ کہاں ہے۔ دیو وارتا نے سنتانون کی ڈھارس بندھاتے

ہوئے کہا۔

اے میرے باپ آپ فکرمند نہ ہوں میں ستیاوتی کے باپ سیورام سے مکمل طور پر گفتگو کر کے اور اس کی اجازت سے ستیاوتی کو اپنے ساتھ لے کر آیا ہوں اور میرے باپ میں نے آج عہد کر لیا ہے کہ آج دن کا سورج غروب ہونے سے قبل آپ کی شادی ستیاوتی سے کر دی جائے گی اور ایسا کر کے میں اپنے باپ سے سارے غم ساری پریشانیاں چھین لینا چاہتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دیوداتا ایک کرباہر نکلا اور باہر کھڑی ہوئی ستیاوتی کا ہاتھ پکڑ کر اندر لایا اور راجہ سنتانون کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ کیا یہی وہ ستیاوتی ہے جو آپ کی پریشانی اور غم کا باعث ہے۔ اے میرے باپ یہ آج سے میری ماتا ہے۔ ستیاوتی کو اپنے راج محل کے کمرے میں دیکھ کر اور اپنے بیٹے دیوداتا کی خوش کن گفتگو سن کر سنتانون کی خوشی اور اطمینان کا کوئی ٹھکانہ اور حد نہ تھی پھر اس کے بعد دیوداتا مزید حرکت میں آیا اور اسی روز شام کا سورج غروب ہونے سے قبل ہی ستیاوتی اور راجہ سنتانون کی شادی کر دی گئی تھی۔ ستیاوتی کے بطن سے راجہ سنتانون کے یکے بعد دیگرے دو بیٹے پیدا ہوئے بڑے کا نام چترا گادا اور چھوٹے کا نام وچترادیریا رکھا گیا تھا یوں ہستناپور کا راجہ سنتانون اپنی بیوی ستیاوتی اپنے بڑے بیٹے دیوداتا اور اپنے دو چھوٹے بیٹوں چترا گادا اور وچترادیریا کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی کے دن بسر کرنے لگا تھا۔

O

روملو کا بادشاہ نیوما ایک عرصہ تک بادشاہ کی حیثیت سے روملو پر حکومت کرتا رہا۔ آخر ایک روز یہ شخص اپنی طبعی موت مارا گیا۔ نیوما کی یہ خاصیت تھی کہ اس نے اپنے ہمسائیوں سے خوشگوار تعلقات قائم کیے کسی بھی قریبی مملکت اور اپنے ہمسائے حکمرانوں کے ساتھ جنگ کرنے یا کوئی تنازعہ کھڑا کرنے کی کوشش نہ کی تھی بلکہ وہ ہر ایک کے ساتھ ایک سی اور قابل احترام ہمسائیگی کی حیثیت سے حکومت کرتا رہا تھا۔ آخر روملو کا یہ بادشاہ اپنی طبعی موت مارا گیا تو اس کی موت کے بعد رومنوں کی سلطنت میں ایک خلا سا پیدا ہو گیا اور اس خلا کو پُر کرنے کے لیے رومنوں کی سینٹ اپنے عوام پر حکومت کرنے لگی تھی لیکن جلد ہی خود سینٹ اور روما کے رہنے والے لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کا کوئی بادشاہ ہونا چاہیے لہذا اس بار روملو نے ایک شخص طولوس ہاسٹیلوس کا انتخاب کیا اور نیوما کے بعد اسی طولوس کو بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ طولوس ہاسٹیلوس جسے اہل روما نے اپنا بادشاہ بنایا تھا یہ شخص انتہائی جنگجو، دلیر اور لڑائیوں کا دلدادہ تھا لہذا روما کے تخت پر بیٹھنے کے بعد طولوس ہاسٹیلوس نام کے اس شخص نے اپنے ہمسایہ حکمرانوں کے ساتھ جنگوں کے ایک طویل سلسلہ کی ابتدا کرنے کے لیے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔

اپنی جنگی تیاریاں مکمل کرنے کے بعد روملو کا بادشاہ طولوس ہاسٹیلوس حرکت میں آیا ایک جرار لشکر کے ساتھ اس نے روما کی چھوٹی اور نوزائیدہ سلطنت کے ساتھ جس قدر چھوٹے چھوٹے حکمران اور ریاستوں کے والی تھے ان پر حملہ کیا اور انہیں اپنے ساتھ ملنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کو اپنے ماتحت کرنے کے بعد طولوس ایلبا قوم کی حکومت کے خلاف حرکت میں آیا۔ روملو کے ہمسائے میں ایلبا کی ریاست ان ہی کی طرح طاقتور اور ایشیائی تھی جس طرح روملو کے جد امجد بھی ایشیا سے ہجرت کر کے یورپ میں آباد ہو گئے تھے۔ ایسے ہی ایلبا کی ریاست ان ہی کی طرح طاقتور اور ایشیائی تھی اور ہجرت کر کے اٹلی میں آباد ہو گئے تھے۔ ایلبا کی ریاست کے حکمرانوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ روما کا نیا بادشاہ طولوس ہاسٹیلوس ان کی ریاست اور سلطنت کے خلاف لشکر کشی کرنا چاہتا ہے تو طولوس ہاسٹیلوس نے حرکت میں آنے سے پہلے ہی ایلبا والے اپنے لشکر کو حرکت میں لے آئے اور انہوں نے اپنے سپہ سالار رومیر کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار تیار کیا اور اس لشکر کو روما کی طرف روانہ کر دیا تاکہ اگر رومنوں کا بادشاہ ہاسٹیلوس اگر ایلبا والوں پر حملہ کرنے کے لیے نکلے تو ان کا سپہ سالار رومیر انہیں راستے میں ہی روک دے۔

ایلبا کے سپہ سالار رومیر نے بڑی برق رفتاری سے پیش قدمی کی اور روما شہر سے تقریباً پانچ میل کے فاصلے پر اس نے خندقیں اور گڑھے کھود کر ان کے اندر اپنے لشکر کو گھات میں بٹھا دیا تھا اس کا ارادہ تھا کہ جب روما کا بادشاہ طولوس ہاسٹیلوس اپنے لشکر کے ساتھ ایلبا والوں پر حملہ آور ہونے کے لیے نکلے گا تو گڑھوں اور خندقوں میں بیٹھے ہوئے اس کے لشکری ان پر تیر اندازی کر کے ان کو واپس بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔ روما کے بادشاہ طولوس ہاسٹیلوس کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ایلبا کا سپہ سالار رومیر اپنے گراں لشکر کے ساتھ روما سے باہر پانچ میل کے فاصلے پر گڑھوں اور خندقوں کے اندر گھات میں بیٹھ چکا ہے۔ لہذا طولوس ہاسٹیلوس جب اپنے رومن لشکر کے ساتھ روما شہر سے نکلا جہاں ایلبا کے سپہ سالار رومیر نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا رکھی تھی اس کے بالکل عین سامنے طولوس ہاسٹیلوس

نے گڑھے اور خندقیں کھود کر اپنے لشکریوں کو ان کے اندر بٹھا دیا تھا۔ اب دونوں طرف کے لشکر یہ سوچنے لگے تھے کہ اپنے دشمن پر وہ کس طرح حملہ آور ہوں۔

رومن اور ایلیا کے لشکر دونوں ابھی تک ایک دوسرے کے سامنے گھات لگائے ہوئے تھے کہ روما کے نواح میں رہنے والا ایک چرواہا رومنو کے لشکر میں داخل ہوا اور اس نے روما کے بادشاہ طولوس اسٹیلوس سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اس چرواہے کو رومنو کے بادشاہ طولوس اسٹیلوس کے سامنے پیش کیا گیا تو طولوس نے اس چرواہے کو بڑی عزت اور احترام دیتے ہوئے اپنے سامنے بٹھایا اور پھر اس کے ساتھ بڑی نرمی اور شفقت کا سلوک کرتے ہوئے اس نے پوچھا تم نے کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہا کیا تم ایلیا کے لشکر کے خلاف مجھے کوئی اہم خبریں پہنچانا چاہتے ہو اس پر اس چرواہے نے رومنو کے بادشاہ طولوس اسٹیلوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ میرے پاس آپ کے لیے ایلیا والوں کے خلاف کوئی خبر تو نہیں ہے پر میرے پاس ایک ایسی ترکیب ہے جس سے دونوں لشکر جنگ کی تباہی اور بربادی سے بچ سکتے ہیں اس چرواہے کے اس انکشاف پر روما کے بادشاہ نے بڑے تجسس اور بڑے پُرشوق انداز میں اب چرواہے کو دیکھا پھر اس کو مخاطب کرتے ہوئے طولوس نے پوچھا۔

تو مجھے عام چرواہے سے کوئی عجیب اور پُراسرار چرواہا لگتا ہے جو میرے ساتھ ایسی گفتگو کرتا ہے تیرے پاس دونوں لشکروں کو جنگ کی تباہی سے بچانے کے لیے کیا تجویز اور کیا طریقہ ہے۔ اس پر اس چرواہے نے پھر طولوس سے بولتے ہوئے پوچھا۔

پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ دل سے چاہتے ہیں کہ آپ کا لشکر جنگ کی تباہی اور بربادی سے محفوظ رہے؟ اس پر طولوس نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہاں میں ضرور چاہتا ہوں کہ ایلیا کے لشکر مقابلے میں نہ صرف یہ کہ مجھے کامیابی اور فتح نصیب ہو بلکہ میرا لشکر بھی جنگی نقصان سے محفوظ رہے۔ اس پر اس چرواہے نے اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ! میرے پاس ایک ایسی ترکیب ہے جس سے یہ دونوں لشکر جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے بھی بچ سکتے ہیں اور میری تجویز کے مطابق ایلیا والوں کے خلاف آپ کی فتح مندی اور کامیابی کے آثار بھی نمودار ہو سکتے ہیں۔ اس پر طولوس نے پھر پُرشوق انداز میں اس چرواہے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

کہو تمہارے پاس کیا تجویز ہے اگر وہ واقعی ہی میرے حق میں سودمند ہوئی تو میں تمہاری اس ترکیب پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا اس پر اس چرواہے نے انکشاف کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ میں گزشتہ کئی روز سے تمہارے اور ایلیا والوں کے لشکر کے درمیان گھومتا پھرتا رہا ہوں۔ دونوں لشکروں کا بغور جائزہ لینے کے بعد میرے ذہن میں ایک ایسی بات آئی ہے جو دونوں لشکروں کے اندر مشترکہ ہے۔ اور وہ یہ کہ دونوں ہی لشکر کے تین تین ایسے بھائی ہیں جن کے نام ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ تین سگے بھائی رومنو کے لشکر میں ہیں جو ہوراتی برادران کے نام سے مشہور ہیں۔ اسی طرح ایلیا والوں کے لشکر میں بھی تین سگے بھائی ہیں اور یہ کیوراتی برادران کے نام سے موسوم ہیں۔

اے رومنو کے عظیم بادشاہ میرے ذہن میں اس جنگ سے متعلق جو تجویز آئی ہے وہ یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ رومنو اور ایلیا والوں کے لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور رومن اور ایلیا کے لشکر میں حصہ لینے والوں ان ہوراتی اور کیوراتی برادران کو آپس میں ٹکرایا جائے۔ رومنو کی طرف سے تین ہوراتی بھائی میدانِ جنگ میں اتریں جبکہ ایلیا والوں کی طرف سے تین بھائی کیوراتی برادران میدان جنگ میں آئیں دونوں طرف کے یہ تینوں بھائی ایک دوسرے کے خلاف جنگ کریں اور جس طرف کے تینوں بھائی اس جنگ میں کامیاب ہوں اسی لشکر کو کامیاب قرار دے دیا جائے۔

اے بادشاہ تمہارے پاس آنے سے پہلے میں ایلیا کے سپہ سالار رومیر سے مل کر آ رہا ہوں یہی تجویز میں نے اس کے سامنے پیش کی تھی اس نے میری اس تجویز کو قبول کیا ہے اور وہ اس شرط پر میری اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ آپ بھی میری اس تجویز کو قبول کر لیں۔

اس چرواہے کی یہ گفتگو سن کر رومنو کا بادشاہ طولوس بے حد خوش ہوا اور اس نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے عجیب چرواہے اگر ایلیا والوں کا سپہ سالار رومیر تمہاری اس تجویز کو قبول کر چکا ہے تو پھر تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں بھی تمہاری اس تجویز کو قبول کرتا ہوں تمہاری اس تجویز کے مطابق میں اپنا ایک وفد ایلیا کے سپہ سالار رومیر کی طرف روانہ کرتا ہوں اور اسے یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ ہم اپنی طرف سے تینوں ہوراتی برادران کو میدان میں

نکالتے ہیں جب کہ وہ اپنے لشکر میں موجود کیوراتی برادران کے تینوں بھائیوں کو میدان میں نکالیں پس دونوں طرف کے تینوں تینوں بھائی ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور جس لشکر کے بھی تینوں بھائی اس جنگ میں کامیاب ہوں اسی لشکر کو فاتح قرار دے دیا جائے اس پر وہ جرنیل اٹھ کھڑا ہوا اور طلوس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بادشاہ جس مقصد کے لیے میں آیا تھا اس میں میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ اب آگے میری اس تجویز کو عملی صورت دینا آپ کا کام ہے لہٰذا اب میں رخصت ہوتا ہوں اس کے ساتھ ہی جرنیل نے رومنو کے بادشاہ طلوس کے ساتھ پُرجوش مصافحہ کیا پھر وہاں سے وہ رخصت ہو گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد رومنوں کے بادشاہ طلوس نے ایلبا کے سپہ سالار رومیر کی طرف ایک وفد بھیجا جس نے رومیر کے ساتھ مل کر یہ معاملہ طے کر لیا کہ دونوں طرف کے تینوں بھائیوں کو جنگ کے لیے میدان میں اتارا جائے اور جس طرف کے بھی تینوں بھائی اس لڑائی میں کامیاب ہوں وہ لشکر فتح مند قرار دے دیا جائے پس اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے رومنو کی طرف سے تینوں ہوراتی برادران اور ایلبا والوں کے لیے تینوں کیوراتی برادران ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لیے اپنے اپنے لشکر سے نکلے تھے۔

روم کے ہوراتی اور ایلبا کے کیوراتی برادران کے درمیان جنگ شروع ہوئی، اس جنگ کے شروع ہی میں رومنو کے دو ہوراتی بھائی جنگ میں کام آ گئے جب کہ دوسری طرف ایلبا کے دو کیوراتی بھائی بھی بُری طرح زخمی ہو گئے تھے۔ رومنو کا جو ایک ہوراتی بھائی زندہ بچا تھا وہ چاہتا تھا کہ میدان سے بھاگ جائے لیکن اس کے ساتھی لشکریوں نے زور زور سے نعرے مارتے ہوئے اور چیختے چلاتے ہوئے اسے ملامت کی اور اس کو ترغیب دی کہ اس کے مقابلے میں آ سکتا ہے لہٰذا اسے اس کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ اسے شکست دے اپنے لشکریوں کے اس طرح ترغیب دینے پر وہ آخری ہوراتی بھائی مقابلے پر جم گیا۔ ایلبا کے کیوراتی کے ساتھ کچھ دیر جم کر اس نے جنگ کی یہاں تک کہ اس نے اس کیوراتی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب دونوں طرف کے تینوں تینوں بھائیوں کے درمیان جنگ کا خاتمہ ہوا تو ایلبا والوں نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ اس جنگ میں چونکہ دو رومن مارے گئے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں صرف ایک کیوراتی مارا گیا ہے اور دو زخمی ہوئے ہیں لہٰذا اس جنگ میں فتح ایلبا والوں کی ہی ہوئی ہے۔ روما والوں کا یہ مطالبہ تھا کہ ان کے دو لشکری ضرور مارے گئے ہیں

لیکن ان کے تیسرے بھائی نے ایک کیوراتی کو قتل کر دیا ہے جب کہ دو کیوراتی بھائی اس قابل نہیں تھے کہ وہ زندہ بچنے والے ہوراتی سے مقابلہ کر سکیں لہٰذا اس جنگ میں فتح روما کے آخری ہوراتی ہی کی ہوئی ہے۔ آخر دونوں طرف کے سرداروں کی طرف سے ایک مجلس بٹھائی گئی جس میں طویل صلاح مشورے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس جنگ میں روما والے ہی فتح مند رہے ہیں۔ جنگ کے خاتمے پر یہ بھی انکشاف ہوا کہ روما کے ہوراتی کی ایک بہن جس کا نام ہوراتیا تھا۔ ایلبا والوں کے کیوراتی برادران میں سے اس جوان کے ساتھ محبت کرتی تھی جو جنگ میں اس کے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا تھا اس موقع پر وہ لڑکی بھاگتی ہوئی میدان میں داخل ہوئی اور جو کیوراتی اس کے بھائی کے ہاتھوں مارا گیا تھا اس کی لاش کے پاس اپنے بالوں کو نوچ نوچ کر وہ ماتم کرنے لگی تھی۔ زندہ بچنے والے رومن ہوراتی کو اپنی بہن کی یہ حرکت بے حد بُری لگی اس نے اپنی تلوار سونت لی اور اپنی بہن کی طرف بھاگتے ہوئے وہ چلایا کہ رومنو کی جو لڑکی بھی ایلبا والوں سے اس موقع پر ہمدردی کا اظہار کرے اسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں لہٰذا اس نے تلوار مار کر اپنی بہن کی گردن کاٹ دی تھی جو ایلبا کے کیوراتی سے محبت کرتی تھی۔ رومنو نے ہوراتی کے اس فعل کو سخت ناپسند کیا گیا پر چونکہ اس نے اپنی قوم کے لیے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا لہٰذا اس کی حرکت کو معاف کر دیا تھا۔ اس طرح رومن ایلبا والوں پہ غالب رہے تھے اور ایلبا والوں کو بھی انہوں نے اپنے ساتھ ملا کر ان پر حکومت کرنا شروع کر دی تھی۔

ایلبا والوں کو مکمل طور پر اپنے ساتھ ملانے کے بعد رومنو کا بادشاہ طلوس ہاسٹیلوس ایک بار پھر حرکت میں آیا باری باری وہ اپنے کئی ہمسایہ اور چھوٹے چھوٹے حکمرانوں پہ حملہ آور ہوا ان کے مرکزی شہروں کو اس نے تباہ و برباد کر دیا وہاں کے رہنے والوں کو اس نے روما کے حدود کے اندر مختلف مقامات پر آباد کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس طرح اس طلوس ہاسٹیلوس نے اپنے اطراف میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر حملہ آور ہو کر اسے روما میں ضم کر لیا تھا، اس طرح روما کی وہ نوزائیدہ سلطنت جو شروع میں صرف چند میل کے علاقے پہ مشتمل تھی۔ اب بڑی تیزی سے اطراف میں پھیلتی ہوئی وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی جا رہی تھی۔

رومنو کا بادشاہ طلوس ہاسٹیلوس جلد ہی اپنی طبعی موت مارا گیا اور اس کی جگہ رومنو نے اپنے سابقہ بادشاہ کے پوتے انکوس مارکیوس کو اپنا بادشاہ بنا لیا تھا نیا بادشاہ اپنے دادا کی طرح مذہبی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور اس سے متعلق یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ نہ صرف یہ کہ

جنگوں سے متعلق کوئی دلچسپی نہ لے گا بلکہ وہ روما کی سلطنت کو وسیع کرنے کے لیے بھی کوئی کام نہ کرے گا۔ انکوس مارکیوس کی اس مذہبی فطرت سے کچھ لوگوں نے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ دریائے اینوا کے کنارے بسنے والے لاطینی تھے جنہوں نے سوچا چونکہ رومنو کا نیا بادشاہ انکوس مارکیوس مذہبی رجحانات کا مالک ہے اور جنگوں اور لڑائی سے یہ کوئی تعلق نہ رکھے گا لہذا انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ روما کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر کچھ علاقوں کو روما سے چھین کر اپنے ساتھ ملا لیں۔ انہوں نے رومنو کی نوزائیدہ سلطنت پر حملہ کر دیا۔ دریائے ٹائنیو کے کنارے بسنے والے یہ لاطینی ان دنوں چونکہ وحشی اور غیر مہذب تھے۔ لہذا انہوں نے رومن علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ناقابلِ بیان خونخواری اور درندگی کا مظاہرہ کیا۔ رومنو کے نئے بادشاہ انکوس کو جب دریائے اینو کے بسنے والے لاطینیوں کے ان حملوں کی خبر ہوئی تو انکوس رومنو کے ایک جرار لشکر کے ساتھ دریائے اینو کے ان خونخوار لاطینیوں کے سامنے آیا ان لوگوں کو اس نے بدترین شکست دی وہ ان لوگوں کو ہانکتا ہوا اپنی سلطنت میں لایا اور ان لوگوں کو غلام بنا کر اور ان کے علاقوں پر قبضہ کر کے اس نے اپنی سلطنت میں اور زیادہ وسعت پیدا کی۔

انکوس نے لاطینیوں پر فتح حاصل کرنے اور ان کے علاقے کو اپنی سلطنت میں شامل کرنے کے علاوہ رومنو کے لیے تین اور بڑے بڑے کام سرانجام دیئے تھے۔ پہلا کام جو اس نے سرانجام دیا وہ یہ کہ اس نے دریائے ٹائبر کے کنارے اوسٹیا نام کی ایک نوآبادی قائم کی تھی اس نے دوسرا بڑا کام یہ کیا کہ کوہستان جنیکلوم کے اوپر اس نے ایک بہت بڑا قلعہ تعمیر کیا۔ رومنو کی سلطنت کے اندر یہ تعمیر کیا جانے والا اس قدر مضبوط اور بڑا یہ پہلا قلعہ تھا۔ تیسرا بڑا کام جو اس انکوس مارکیوس نے کیا وہ یہ تھا کہ اس نے دریائے جنیکلوم کے اوپر اس نے لکڑی کا ایک پل تعمیر کیا اور رومنوں کی تاریخ میں یہ پل بھی اپنی نوعیت کا پہلا پل تھا جو تعمیر کیا گیا تھا۔ انکوس کا چوتھا اور زبردست کام یہ تھا کہ اس نے کوہستان کیپٹولن کے اوپر ایک بہت بڑا اور پتھروں سے بنا ہوا ایک مضبوط قید خانہ بھی تعمیر کروایا تاکہ روما کی بڑھتی ہوئی سلطنت کے اندر مجرم اور جرائم پیشہ افراد کو سزا دینے کے بعد اس قید خانے کے اندر بند کر دیا جا سکے۔ یوں نیا بادشاہ انکوس مارکیوس روما کی سلطنت کو مزید وسعت دینے کے بعد بڑی کامیابی سے حکومت کرنے لگا تھا۔

یوناف نے ابھی تک بیوسا کے ساتھ سپتنا پور کی سرائے ہی میں قیام کر رکھا تھا ایک روز جب کہ بیوسا سرائے کے اس کمرے میں اکیلی ہی بیٹھی تھی اور یوناف تھوڑی دیر تک سرائے کے مالک کے پاس بیٹھ کر اور اس کے ساتھ مختلف موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد وہاں سے اٹھ کر سرائے کے کمرے میں بیوسا کی طرف جانا ہی چاہتا تھا کہ اسی لمحہ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا اور پھر اس نے سحر زدہ کر دینے والی آواز میں یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یوناف میرے حبیب! سرائے کے کمرے میں بیوسا کی طرف جانے سے قبل میری دو باتیں غور سے سنو جو تمہارے لیے انتہائی اہم اور ضروری ہیں اور تمہارے لیے میں یہ دو خبریں بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ تلاش کر کے لائی ہوں۔ سرائے کے کمرے میں بیوسا کی طرف جانے کی بجائے یوناف یوں ٹہلنے کے انداز میں سرائے سے باہر نکل گیا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھتے ہوئے بڑی رازداری میں ابلیکا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے ابلیکا وہ کون سی دو اہم خبریں ہیں جو تم میرے لیے لے کر آئی ہو اس پر ابلیکا نے کہنا شروع کیا۔

سنو یوناف پہلی خبر جو میں لے کر آئی ہوں وہ یہ ہے کہ بیوسا خلوصِ نیت کے ساتھ تمہارے ساتھ نہیں لگ گئی بلکہ عزازیل نے اسے ایسا کرنے کے لیے کہا ہے اور عزازیل ہی کے کہنے پر وہ تمہارے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گئی ہے۔ سنو تھوڑی دیر قبل میں دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اس بستی کی طرف گئی تھی جہاں پر عارب اور نبیطہ نے قیام کر رکھا ہے۔ اس وقت عزازیل بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کے اندر موجود تھا اور انہوں نے اس موقع پر بیوسا سے متعلق جو گفتگو کی اس کا لب لباب یہی تھا کہ بیوسا کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت تمہارے ساتھ لگایا گیا ہے تاکہ وہ تمہارا اعتماد اور بھروسہ حاصل کرے اور وقت آنے پر بیوسا کو تمہارے خلاف استعمال کیا جا سکے۔ عزازیل نے بیوسا کو اس لیے تمہارے ساتھ لگایا ہے کہ ماضی میں تم بیوسا کو پسند کرتے رہے ہو۔ اس لیے وہ آسانی کے ساتھ تمہارا اعتماد حاصل کر سکتی ہے لہذا اس موقع پر میں تم سے یہ کہوں گی کہ اس بیوسا کی طرف سے محتاط رہنا یہ اپنی مرضی اور خلوص کے ساتھ تمہارا ساتھ نہیں دے رہی بلکہ ایسا یہ عزازیل کے کہنے پر کر

رہی ہے اور ہاں یوناف اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں گی کہ اپنی طرف سے اس بیوسا کو نیکی کی تبلیغ کرتے رہو۔ ہوسکتا ہے تمہاری اس تبلیغ سے اس کے دل پر نیکی اور خیر کا کوئی اثر ہو اور وہ خلوص نیت کے ساتھ تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوجائے۔ یہاں تک کہنے کے بعد ابلیکا جب رکی تو یوناف نے اسے پھر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا جو کچھ تم نے کہا ہے یہ تو پہلی خبر ہوئی اب دوسری خبر کہو کیا ہے اس کے جواب میں ابلیکا پھر کہہ رہی تھی۔

سنو یوناف دوسری خبر سسلی کی سرزمین سے متعلق ہے اور وہ کچھ یوں ہے کہ سسلی کی سرزمین کے اندر اس وقت دو بڑی طاقتیں ہیں ایک فونیقی (کنعانی) جن کی سسلی کے شہر ملیبو کے مقام پر تجارتی چوکیاں ہیں اور دوسری بڑی قوت یونانی ہے جن کی سیراکیوز کے مقام پر نہ صرف یہ کہ ایک مضبوط حکومت ہے بلکہ وہ وہاں ایک جرار لشکر بھی رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت وہ سسلی کے کسی بھی حصہ میں لشکر کشی کر کے حالات کو اپنے حق میں کر سکتے ہیں ان دو بڑی قوتوں کے علاوہ سسلی کے اندر بہت سے شہر اور قصبے ایسے بھی ہیں جن میں قدیم مقامی لوگ آباد ہیں قدیم لوگوں کے ان شہروں میں سے جو شہر بہت بڑے اور عسکری لحاظ سے کافی مضبوط اور پُرقوت ہیں۔ ان شہروں میں سے ایک کا نام اگسٹا اور دوسرے کا نام سیلینوس ہے، کچھ عرصہ پہلے ہمارا پرانا اور قدیم دشمن عزازیل سسلی کی سرزمین میں سیلینوس کے شہر میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمودار ہوا وہاں یہ بدبخت سیلینوس کے حکمرانوں سے ملا اور انہیں اس بات پر اکسایا کہ اگسٹا شہر اپنی روزمرہ کی تجارت کے باعث خوب امیر اور صاحب ثروت ہوچکا ہے لہذا تم اس پر حملہ آور ہوکر اس کے مال و متاع کو لوٹ کر سسلی کی سرزمین کے اندر تمہارا شہر سب سے زیادہ دولت مند ہوسکتا ہے۔ سیلینوس شہر کے حکمران عزازیل کے ان حربوں میں آگئے۔ سیراکیوز کی یونانی حکومت سے ساز باز کر کے انہوں نے اچانک ایک شب خون کی صورت میں اگسٹا شہر پر حملہ کر دیا اور ان کے شہر کو بری طرح لوٹ کر اور ان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا کر سیلینوس کے لشکری واپس اپنے شہر چلے گئے ہیں۔ اب اگسٹا شہر کا لشکر اور اس کے باشندے اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ وہ سیلینوس کے خلاف کیسے حرکت میں آئیں جس کی پشت پناہی سیراکیوز کی یونانی حکومت بھی کر رہی ہے۔

اے یوناف میں اس موقع پر چاہوں گی تم ان حالات میں اگسٹا کی طرف کوچ کرو اور

اگسٹا شہر کے لوگوں اور وہاں کے حکمرانوں کو یہ مشورہ دو کہ وہ اپنے دشمن سیلینوس شہر کے خلاف کنعانیوں (فونیقی) سے امداد حاصل کریں اس وقت صرف کنعانی ہی ایسی قوت ہیں جو اگسٹا شہر کی مدد پر آمادہ ہوسکتے ہیں اور یہی کنعانی ہی وہ قوت ہیں جو سسلی میں سیلینوس کی حمایت میں اور اگسٹا کے خلاف کام کرنے والی یونانیوں کی حکومت سیراکیوز کو بھی اپنے سامنے نیچا دکھانے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

ابلیکا جب خاموش ہوئی تب یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا میں تمہاری گفتگو کا مطلب سمجھ گیا ہوں عزازیل نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سسلی کی سرزمین کے اندر داخل ہوکر اگسٹا کی تباہی اور بربادی کا جو سامان کیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں اس نے وہاں اس سرزمین میں بدی کے پھیلانے کے لیے یہ سارا سامان کیا ہے، اب میں بھی حرکت میں آؤں گا اور اگسٹا شہر کے لوگوں کو ترغیب دوں گا کہ وہ نہ صرف یہ کہ سیلینوس شہر بلکہ سیراکیوز کی یونانی سلطنت کے خلاف کنعانیوں سے مدد حاصل کریں اور ایسا کر کے وہ ان دونوں سے اپنا انتقام لے سکتے ہیں۔ یوناف کی یہ گفتگو سن کر ابلیکا نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

تم میری بات کو خوب سمجھے ہو۔ اب تم بیوسا کی طرف جاؤ اس سے اس معاملے کے متعلق گفتگو کرو اور دیکھو کہ وہ تمہارے ساتھ سسلی جانے پر آمادہ ہوتی ہے کہ نہیں اس کے ساتھ ہی یوناف مڑا اور پھر تیزی سے وہ سرائے کی طرف جارہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد یوناف سرائے میں اپنے کمرے کے اندر داخل ہوا۔ وہاں اس وقت بیوسا اکیلی ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی یوناف نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سنو بیوسا میں کچھ ناگزیر حالات کے تحت یہاں دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے سے سسلی کی سرزمین کی طرف کوچ کر رہا ہوں وہاں میں عزازیل کی پھیلائی ہوئی بدی کے خلاف نیکی کے نمائندے کی حیثیت سے جانا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس مہم میں میرا ساتھ دو گی۔ یوناف کی یہ گفتگو سن کر بیوسا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے کمال اطمینان سے اور بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میں کیوں تمہارا ساتھ نہ دوں گی اب جب کہ میں اپنے آپ کو تمہارے ساتھ وابستہ کر

چکی ہوں۔ تو میں ہر کام ہر مہم میں تمہارے ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے تمہارا ساتھ دوں گی۔ بیوسا کی یہ گفتگو سن کر یوناف خوش ہوا۔ پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر ایسا ہے تو پھر آؤ یہاں سے کوچ کریں۔ اس کے ساتھ ہی وہ دونوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور پھر دریائے گنگا کے کنارے واقع اس سرائے سے وہ سسلی کی سرزمین کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

گو عزازیل اور اس کے ساتھیوں نے سسلی کی سرزمین کے اندر ایک بدترین کھیل کھیلتے ہوئے اگسٹا شہر کے رہنے والوں کو سیلینوس کے مظالم اور ستم آرائی کا شکار بنا کر رکھ دیا تھا۔ لیکن جواب میں یوناف بھی بیوسا کے ساتھ ایک طوفان اور انتقام کی ایک آندھی کی طرح اگسٹا شہر میں داخل ہوا۔ دن رات ایک کرکے اس نے اگسٹا کے حکمرانوں اور اس کے باشندوں کو اس بات پہ آمادہ کیا کہ وہ سیلینوس کے مقابلے میں افریقہ کے کنعانیوں سے مدد طلب کریں۔ اور جس طرح سیراگیوز کی یونانی حکومت سیلینوس کی مدد کر رہی ہے۔ اسی طرح اگر کنعانی بھی ان کی مدد کرنے پر آمادہ ہو جائیں تو اس طرح اگسٹا کے رہنے والے لوگ سیلینوس سے اپنے اوپر ہونے والے مظالم اور ستم آرائیوں کا انتقام لے سکتے ہیں۔

اگسٹا کے لوگوں اور حکمرانوں نے یوناف کی اس دعوت اور پکار کا مثبت جواب دیا۔ لہذا اگسٹا کی طرف سے ایک وفد پلرمو شہر کی طرف روانہ کیا گیا۔ تاکہ سیلینوس والوں کے خلاف کنعانیوں سے مدد حاصل کی جاسکے۔

پلرمو شہر کے اندر کنعانیوں کی کئی تجارتی چوکیاں تھیں اور اس شہر میں جب اگسٹا کا وفد داخل ہوا اور تجارتی چوکیوں کے نگران سے انہوں نے سیلینوس کے خلاف مدد کی درخواست کی تو ان تجارتی چوکیوں کے کنعانی نگران نے اگسٹا شہر والوں کی یہ درخواست اپنے ایک وفد کے ذریعے افریقہ میں اپنے مرکزی شہر قرطاجنہ میں پہنچا دی تھی۔

قرطاجنہ میں حکمرانوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ سسلی کے اندر اگسٹا اور سیلینوس کے رہنے والے قدیمی باشندے ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو گئے ہیں۔ اور یہ کہ سسلی کے اندر سیراگیوز کی یونانی حکومت سیلینوس والوں کی مدد کر رہی ہے تو قرطاجنہ کے حکمرانوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کر لیا اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ سیلینوس کے مقابلے میں وہ اگسٹا والوں کی مدد ضرور کریں گے۔ ایسا فیصلہ کرکے قرطاجنہ کے حکمران اپنے لیے دو فوائد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اوّل یہ کہ وہ یونانیوں کے خلاف سسلی کے اندر اپنی پوزیشن کو بہتر اور مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ دوئم یہ کہ ماضی میں انہیں سسلی کے اندر جو یونانیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی اور ان کا جرنیل حملکر شکست کھانے کے بعد آگ میں جل مرا تھا تو سسلی کے ان حالات کو دیکھتے ہوئے وہ اپنی گزشتہ شکست کا یونانیوں سے انتقام بھی لینا چاہتے تھے۔ انہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کنعانیوں نے سسلی میں اگسٹا والوں کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

اگسٹا والوں کے حق میں دخل اندازی کرنے کے لیے اور یونانیوں سے اپنا ماضی کا انتقام لینے کے لیے قرطاجنہ کی حکومت نے اپنے جرنیل ہنی بال کو تیار کیا۔ یہ ہنی بال اس حملکر کا پوتا تھا جو سسلی میں شکست کھانے کے بعد آگ میں جل مرا تھا۔ یہ ہنی بال ایک جنگجو اور انتہائی دلیر جوان تھا۔ اور یہ یونانیوں سے اپنے دادا حملکر کا انتقام لینے کے لیے بڑا سرگرم اور خواہش مند تھا لہذا یہ فوراً اس لشکر کی کمان داری کرنے پر آمادہ ہو گیا جس سے سسلی میں جا کر یونانیوں سے انتقام لینا تھا۔

چند روز کی تیاری کے بعد قرطاجنہ کے حکمرانوں نے سسلی میں دخل اندازی کرنے کے لیے تقریباً ایک لاکھ کا جرار لشکر تیار کر لیا۔ پھر اس لشکر کو لے کر ہنی بال افریقہ سے سسلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس لشکر کو سسلی پہنچانے کے لیے ایک ہزار پانچ سو باربرداری کے بڑے بڑے جہاز تیار کیے گئے تھے اور انہیں جہازوں کے اندر ہنی بال کے لشکر نے قرطاجنہ سے سسلی کی طرف کوچ کیا گیا تھا اور ان ایک ہزار پانچ سو باربرداری کے جہازوں کی حفاظت کے لیے اس لشکر میں تقریباً ساٹھ جنگی جہاز اور بھی شامل تھے۔ اس طرح کنعانیوں کے جرنیل ہنی بال نے تقریباً ایک ہزار پانچ سو ساٹھ بحری جہازوں میں اپنے ایک لاکھ لشکر کے ساتھ سسلی کی طرف کوچ کیا تھا۔

اپنے لشکر کے ساتھ سسلی کے ساحل پہ اترنے کے بعد ہنی بال نے لشکر کے کچھ دستوں کو اپنے جہازوں کی حفاظت پر چھوڑا اور بقیہ لشکر کو لے کر بڑی برق رفتاری سے سمندر کے کنارے سے نزدیک ہی سیلینوس شہر کی طرف بڑھا تھا۔ ہنی بال نے آگے بڑھ کر فوراً سیلینوس شہر کا محاصرہ کر لیا اور اسی محاصرے کے دوران اس نے اردگرد کے علاقوں سے بڑے بڑے درخت کٹوا کر پاس کے قریب بڑے بڑے بلند برج اور مینار تعمیر کروا لیے تھے اور ان کو دشمن کے خلاف استعمال کرنے کے لیے ان کو نیچے پہیے بھی لگا دیئے گئے تھے تاکہ ان میناروں اور برجوں کو دھکیل کر شہر کی فصیل کے قریب لے جایا جائے اور ان کے اندر اپنے لشکریوں کو بٹھا کر شہر کی فصیل کے اوپر شہر کے محافظوں پر تیر اندازی کرکے اپنے لیے فوائد حاصل کیے جائیں۔ اس کے

علاوہ ہنی بال نے ایک اور زبردست کام یہ کیا کہ اس نے قریبی جنگلات سے ایسے درخت کاٹے جن کے بڑے لمبے اور موٹے تنے تھے۔ اور ان تنوں کے آگے اس نے لوہے کے بنے ہوئے مینڈھوں کے سر نصب کرا دیے تھے تاکہ لوہے کے بنے ہوئے ان سروں کو سیلیونس شہر کی فصیل سے ٹکرا کر فصیل کو گرایا جائے اور شہر میں داخل ہوا جا سکے اپنی یہ ساری تیاریاں مکمل کرنے کے بعد ہنی بال نے اپنے لشکر کے ساتھ سیلیونس شہر پر حملہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف سیلیونس والے بھی قرطاجنہ کے ہنی بال کے حملے سے بے خبر نہ تھے انہوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے کچھ تیز رفتار قاصد انہوں نے سیراکیوز کے حکمرانوں کی طرف روانہ کیے اور ان سے کنعانیوں کے خلاف انہوں نے مدد طلب کر لی تھی دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ شہر کی فصیل کے اوپر انہوں نے پتھروں کے ڈھیر لگا دیے تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے فصیل کے اوپر بڑے بڑے چولہے تعمیر کر کے ان کے اوپر پانی گرم کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ جوں ہی دشمن شہر کی فصیل کے قریب آ کر ان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کرے تو دشمن پر نہ صرف یہ کہ تیر اور پتھر برسائے جائیں بلکہ ان پر کھولتا ہوا پانی اور آگ کے انگارے بھی پھینکے جائیں پس جوں ہی ہنی بال نے اپنے لشکر کے ساتھ سیلیونس شہر پر حملہ کر دیا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہ شہر کی فصیل کے پاس آیا تو فصیل کے محافظوں نے ہنی بال کے لشکر پر تیروں، پتھروں، کھولتے پانی اور آگ کے انگاروں کی بارش کر دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وقتی طور پر ہنی بال کو اپنے لشکر کے ساتھ ہٹ جانا پڑا تھا۔

تھوڑا سا وقفہ ڈال کر ہنی بال نے بڑی تیزی کے ساتھ اور طوفانی انداز میں اپنے لشکر کے ساتھ سیلیونس شہر پر حملہ کیا۔ درختوں کے بڑے بڑے تنوں کے آگے انہوں نے جو لوہے کے بڑے بڑے مینڈھوں کے سر نصب کروائے تھے۔ لوہے کے ان مینڈھے کے سروں کو بری طرح فصیل کے ساتھ ٹکرایا گیا۔ اور فصیل کا ایک حصہ گرا دیا گیا تھا۔ فصیل کا ایک حصہ گرانے کے بعد ہنی بال کے لشکری شہر کے اندر داخل ہونا ہی چاہتے تھے کہ ایک بار پھر ان پر تیر پتھر آگ کے انگارے اور کھولتا ہوا پانی پھینکا گیا اور ہنی بال کو ایک بار پھر اپنے لشکریوں کو لے کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ اسی وقفے کے دوران سیلیونس شہر والوں نے فصیل کے اس حصے کی مرمت کر دی تھی جس کو ہنی بال نے گرا دیا تھا۔

ہنی بال نے چند دن کا وقفہ ڈال کر اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچایا اس کے بعد وہ ایک بار پھر یونانی انداز میں شہر پر حملہ آور ہوا اس بار اس نے فصیل سے پھینکے جانے والے تیر پتھر آگ کے انگارے اور کھولتے پانی کی کوئی پرواہ نہ کی۔

پھر یکبارگی اس نے تیز حملے کر کے اور درختوں کے تنوں کے آگے نصب کیے ہوئے مینڈھے کے سروں کو شہر کی فصیل کے ساتھ ٹکرا کر اس نے جگہ جگہ سے فصیل کو توڑ کر رکھ دیا تھا اور شہر کی فصیل کے اندر اس نے بڑے بڑے شگاف پیدا کر کے رکھ دیئے تھے پھر ان شگافوں کے ذریعے سے ہنی بال کے لشکری شہر کے اندر داخل ہونا شروع ہو گئے یوں شہر کے اندر سیلیونس کے قدیم باشندوں کا قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ لگاتار 9 دن تک فونیقی سیلیونس شہر کو لوٹتے اور برباد کرتے رہے بہت کم لوگوں کو اپنی جانیں بچا کر سیلیونس شہر سے بھاگنے کا موقع ملا تھا۔ ورنہ فونیقیوں نے ان میں سے اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور جو باقی بچے انہیں انہوں نے اپنا غلام بنا کر رکھ دیا تھا۔ اس جنگ میں اگسٹا کے شہریوں نے بھی ہنی بال کے لشکریوں میں شامل ہو کر جنگ میں عملی طور پر حصہ لیا تھا۔ یوں اگسٹا شہر والوں نے فونیقیوں کی مدد سے سیلیونس والوں سے اپنا انتقام لے لیا تھا۔

سیلیونس شہر کو فتح کرنے کے بعد ہنی بال ابھی اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے باہر ہی خیمہ زن تھا کہ سیراکیوز کی طرف سے سیلیونس کی مدد کے لیے روانہ ہونے والے مدد اور کمک کے دستے بھی سیلیونس شہر کے قریب پہنچ گئے اور ہنی بال کے لشکر کے ایک طرف آ کر خیمہ زن ہوئے۔ سیراکیوز کی طرف سے آنے والے ان یونانیوں کی طرف سے ایک وفد ہنی بال کی طرف روانہ کیا گیا اور اس سے یہ التجا کی کہ سیلیونس کے قیدیوں کو رہا کر دیا جائے اور یہ کہ ہانی بال اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے ہٹ جائے اور سیلیونس کو پہلے کی طرح ایک آزاد حیثیت دے دی جائے ہنی بال نے یونانیوں کی اس التجا کا بڑی سختی سے جواب دیا اس نے انہیں کہا کہ سیلیونس کے لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ اپنی آزادی برقرار رکھ سکیں اور یہ کہ اس شہر کے دیوتا اس شہر کے رہنے والوں سے ناراض ہے لہٰذا اس شہر کو آزادی دینے سے کیا حاصل ؟

اپنے اس وفد کی ناکامی کے بعد اس بار سیراکیوز کے یونانیوں نے اپنے لشکر کے اندر موجود چند اپنے معزز اور صاحب حیثیت لوگوں کو ہنی بال کی طرف بھجوایا جن کے فونیقیوں کے مرکزی شہر قرطاجنہ کے ساتھ بڑے اچھے اور عمدہ قسم کے تجارتی تعلقات تھے۔ جب ان لوگوں کا وفد ہنی بال کے پاس پہنچا تو اس وفد نے بھی ہنی بال سے ویسی التجا کی جو اس سے پہلے یونانیوں کا پہلا وفد کر چکا تھا اس وفد کو ہنی بال نے عزت اور

احترام کے ساتھ جواب دیا اس نے سیلینوس شہر کے قیدیوں کو رہا کر دیا اور وہ اس بات پر بھی تیار ہو گیا کہ سیلینوس کے شہری پہلے کی طرح آزاد حیثیت سے زندگی بسر کر سکتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے یہ احتیاطی تدبیر بھی کی کہ سیلینوس شہر کی فصیل کو گرا کر اس نے زمین بوس کر دیا تا کہ آنے والے دنوں میں سیلینوس کے شہری پھر کسی کے لیے مصیبت کا باعث نہ بنیں۔ سیلینوس کی فتح اور اس کی بربادی ہنی بال کا مقصد اور اس کا مدعا نہ تھا اس کی سب سے بڑی خواہش تو یہ تھی کہ وہ اپنے دادا ہملکر کا انتقام لے جو حمیرا کے مقام پر شکست کھانے کے بعد آگ میں جل مرا تھا لہٰذا اس موقع پر جب کہ ہنی بال نے سیلینوس کے مقام پر فتح حاصل کر لی تھی۔ ہنی بال کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ حمیرا پر حملہ آور ہو اور حمیرا کی حکومت اور اس کے باشندوں سے وہ اپنے دادا ہملکر کا انتقام لے۔

اپنے ان ارادوں کی تکمیل کے لیے ہنی بال نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ حمیرا شہر کی طرف کوچ کیا۔ حمیرا شہر سسلی کے شمالی حصے میں سمندر کے کنارے واقع ہے وہ سسلی کی ایک مشہور و معروف بندرگاہ تھی۔ شہر کے اندر اور اطراف میں حمیرا شہر والوں کا ایک جرار لشکر تھا اس کے علاوہ شہر کے ارد گرد پتھروں اور چٹانوں کی بنی ہوئی ایک مضبوط فصیل بھی تھی جو دشمن سے شہر کی حفاظت کر سکتی تھی۔ ہنی بال نے جب اپنے لشکر کے ساتھ سیلینوس سے حمیرا کی طرف کوچ کیا تو یونانیوں کا وہ لشکر جو سیلینوس والوں کی مدد کے لیے سیراکیوز سے آیا تھا اس کے سالار نے جان لیا کہ سیلینوس کے بعد ہنی بال حمیرا شہر کو اپنا نشانہ بنائے گا لہٰذا اس نے بھی بڑی تیزی اور برق رفتاری سے کوچ کیا اور ہنی بال سے پہلے ہی وہ حمیرا شہر پہنچ گیا اور اس نے نہ صرف یہ کہ وہاں کے لوگوں کو چوکس کر دیا بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر شہر کا دفاع بھی مضبوط کر لیا تھا۔

حمیرا شہر کے قریب پہنچ کر ہنی بال نے اپنے لشکر کا ایک حصہ جو تقریباً چالیس ہزار جنگجو نوجوانوں پر مشتمل تھا وہ حمیرا شہر کے قریب ایک پہاڑی سلسلے میں اس احتیاط کے تحت گھات میں بٹھا دیا تھا کہ حمیرا شہر پر حملے کے دوران یا اس کا محاصرہ کرتے ہوئے اگر سیراکیوز یا کسی اور چھوٹے بڑے حکمران سے حمیرا شہر کے لیے کوئی مدد اور کمک پہنچتی ہے تو اس سے نپٹا جا سکے اپنے چالیس ہزار کے لشکر کو ایک کوہستانی سلسلے میں چھپا کر ہنی بال بڑی خونخواری اور بڑی تیزی سے حمیرا شہر پر حملہ آور ہوا، اپنے پہلے ہی حملے میں ہنی بال نے شہر کی فصیل کو توڑ کر شگاف کیا تھا وہاں سے حمیرا شہر سے لشکری سیراکیوز سے آنے والے یونانیوں کے ساتھ مل کر اس قوت اور اس دلیری سے حملہ آور ہوئے کہ ہنی بال کو وقتی طور اپنے لشکر کے ساتھ پیچھے ہٹ جانا پڑا تھا۔

یہ حالت دیکھتے ہوئے حمیرا شہر کے لشکریوں اور سیراکیوز سے آنے والے یونانیوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ شہر سے باہر نکل کر ہنی بال کے لشکر کا مقابلہ کیا جائے ایسا فیصلہ کرنے کے بعد سب سے پہلے فصیل کے اندر جو شگاف پڑا تھا اسے پُر کر دیا گیا پھر یونانیوں اور حمیرا شہر والوں کا متحدہ لشکر شہر سے نکلا اور بڑی دلیری کے ساتھ وہ ہنی بال کے لشکر پر ٹوٹ پڑا شہر سے باہر ہولناک جنگ کا آغاز ہو گیا تھا۔ دونوں طرف کے لشکری موجوں، بلکتے سسکتے شعلوں اور موت کے جھکڑوں کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تھے۔ جنگ کا میدان آگ اگلنے لگا تھا بڑے بڑے جنگجو اور سورما یادوں کے ٹوٹے ہوئے خوابوں کی طرح موت کی زد میں آ کر اپنی آرزوئے حیات کھونے لگے تھے۔

حمیرا شہر سے باہر جنگ کا میدان آندھیوں کے جھکڑوں اور موت کی موجوں کے طوفان کا سا ایک منظر پیش کر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا گویا شہر سے باہر خون کا ایک سیلاب اور بیکراں دھول کا ایک طوفان رواں ہو گیا ہو۔ لشکری خونخوار درندوں کے غول کی طرح ایک دوسرے کو اپنے سامنے نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ہنی بال نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ شاید شہر سے باہر لڑی جانے والی یہ جنگ فیصلہ کن جنگ ہو لہٰذا اس نے اپنے ان چالیس ہزار لشکریوں کو بھی بلا لیا تھا جو اس نے حمیرا شہر کے قریب کے ایک کوہستانی سلسلے میں گھات کے اندر بٹھا دیئے تھے ان لشکریوں کے پہنچنے سے ہنی بال کی طاقت اور قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا تھا جب کہ دشمن پسپا ہونے لگے تھے اور اس پسپائی کے دوران ہنی بال نے اس زور کا حملہ کیا کہ حمیرا شہر اور یونانیوں کا وہ متحدہ لشکر میدان جنگ کو چھوڑ کر شہر کے اندر داخل ہو کر محصور ہو گیا تھا۔

ہنی بال نے بڑی سختی کے ساتھ ایک بار پھر شہر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اسی روز حمیرا کے ساحل پر بیس یونانی جنگی جہاز لنگر انداز ہوئے یہ جنگی جہاز ان دنوں میں ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہونے والی جنگ میں حصہ لینے کے بعد واپس لوٹتے ہوئے سیراکیوز کی طرف جا رہے تھے جب ان جہازوں کے کماندار نے دیکھا کہ حمیرا شہر کا فونیقیوں نے محاصرہ کر رکھا ہے تو اس نے ساحل پر اپنے جہازوں کو اس نیت کے ساتھ لنگر انداز

کر لیا کہ شاید وہ فونیقیوں کے خلاف حمیرا شہر کے یونانیوں کی کوئی مدد کر سکے۔ شہر کے اندر محصور یونانی لشکر نے خفیہ طور پر بیس جہازوں کے اس کمان دار سے رابطہ بھی قائم کیا اور التجا کی کہ وہ اپنے اس لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے جو ان بیس جہازوں کے اندر سوار ہے اور ساحل پر اتر کر وہ اپنے لشکر کے ساتھ فونیقیوں کے جرنیل ہنی بال پر حملہ آور ہو جائے۔ حمیرا شہر کے کمان داروں کا ارادہ تھا کہ اگر ان بیس بحری جہازوں کا کمان دار اپنے لشکر کے ساتھ ساحل پر اتر کر ہنی بال پر حملہ آور ہو جائے تو اسی لمحے وہ بھی شہر سے باہر نکل کر ہنی بال پر حملہ آور ہوں تو اس طرح انہیں امید تھی کہ اس دوطرفہ حملے سے وہ ہنی بال کو شہر کا محاصرہ اٹھا کر چلے جانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔

بیس جہازوں کے اس سالار نے پہلے حمیرا شہر کے یونانیوں کی اس تجویز سے اتفاق کیا لیکن بعد میں جب اس نے یہ دیکھا کہ ہنی بال نے شہر کا بڑی مضبوطی اور سختی سے محاصرہ کر رکھا ہے اور یہ کہ اس کے پاس ایک ایسا جرار لشکر ہے جسے وہاں سے ہٹانا اس کے بس کی بات نہیں ہے تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ تو نہ ہی ہنی بال کے خلاف جنگ میں حصہ لے گا اور نہ ہی حمیرا شہر کے ساحل پر اپنے جہازوں کے ساتھ قیام کرے گا بلکہ اس نے فیصلہ کر لیا وہ فی الفور اپنے جہازوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر جائے گا اور یہ کہ اس نے حمیرا شہر کے لوگوں کو جب یہ خبر ہوئی کہ سیراکیوز کا وہ جرنیل اپنے بیس جہازوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کرنے والا ہے اور یہ کہ اس نے ہنی بال کے خلاف ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیا ہے تو شہر کے اندر ایک طرح کی مایوسی اور بے اطمینانی پھیل گئی تھی پھر شہر کی اس سمت جس سمت سمندر رہتا اور جس سمت ہنی بال نے محاصرہ نہ کر رکھا تھا حمیرا کے لوگوں نے شہر سے نکل نکل کر ان بیس جہازوں میں سوار ہونا شروع کر دیا تھا جو سیراکیوز کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ تھوڑی دیر تک شہر کے اندر ایسی بھگدڑ مچی کہ افراتفری کے عالم میں شہر سے نکل کر لوگ ان جہازوں کے اندر سوار ہونا شروع ہو گئے اور جب ان بیس جہازوں کے کمان دار نے دیکھا کہ لوگ ان جہازوں میں ان کی گنجائش سے زیادہ سوار ہونا شروع ہو گئے ہیں تو وہ اپنے جہازوں کے ساتھ وہاں سے سیراکیوز کوچ کر گیا تاکہ اسے اپنے جہازوں میں مزید لوگوں کو سوار نہ کرنا پڑے۔

ہنی بال نے حمیرا شہر پر مزید حملہ آور ہونے کے لیے ایک دن کا وقفہ ڈالا اور اس ایک دن کے وقفے میں اپنی جنگی تیاریوں کو خوب مضبوط اور مربوط کیا اس کے بعد دوسرے روز وہ ایسی شان و شوکت ایسی خونخواری کے ساتھ حمیرا شہر پر حملہ آور ہوا کہ جگہ جگہ سے

اس نے شہر کی فصیل کو توڑ کر بڑے بڑے شگاف بنا دیئے تھے پھر فصیل کے اندر پڑنے والے ان شگافوں کے ذریعے سے اس کا لشکر حمیرا شہر میں داخل ہونا شروع ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک شہر کے اندر گھمسان کا رن پڑتا رہا۔ یہاں تک کہ ہنی بال کے لشکری ہر طرف غالب اور فتح مند رہے اور انہوں نے حمیرا شہر پر مکمل طور پر قبضہ کر لیا تھا۔

حمیرا شہر کو اپنے سامنے فتح کرنے کے بعد شہر کی ساری جوان عورتوں کو ایک جگہ جمع کیا گیا اور پھر ان ساری عورتوں کو اپنے لشکریوں کے اندر اس نے ان کو تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے شہر کے تین ہزار مردوں کو قیدیوں اور اسیروں کی طرح رسیوں میں جکڑا پھر انہیں جانوروں کی طرح ہانکتا ہوا ہنی بال اس جگہ لے گیا تھا جہاں اس کے دادا نے حمیرا شہر سے شکست کھانے کے بعد اپنے آپ کو آگ کے الاؤ میں جلا کر اپنا خاتمہ کر دیا تھا اپنے دادا کی روح کو اطمینان اور خوشیاں دینے کے لیے ہنی بال نے حمیرا شہر کے ان تین ہزار مردوں کو عین اس جگہ قتل کروا دیا جہاں پر چند سال پہلے اس کا دادا آگ میں کود کر مر گیا تھا اس قتل عام کے بعد ہنی بال اپنے لشکر کے ساتھ شہر کی طرف آیا۔ شہر کی فصیل اس نے گرا دی اور شہر کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر کے اس نے کھنڈرات میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا۔

سسلی کی سرزمین کے اندر ہنی بال کی ان فتوحات نے سسلی کے دوسرے شہروں کے یونانیوں کو بھی خوفزدہ اور لرزاں کر کے رکھ دیا تھا وہ اپنی اپنی جگہ پر وہ یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ سیلنوس اور حمیرا شہر کی فتح اور بربادی کے بعد فونیقیوں کا جرنیل ہنی بال اب یکے بعد دیگرے سسلی کے دوسرے شہروں کا رخ کرے گا اور ان کے اندر ویسی ہی تباہی اور بربادی پھیلائے گا جیسی اس نے سیلنوس اور حمیرا شہر کے اندر پھیلائی ہے لیکن ہنی بال نے ایسا نہیں کیا۔

ہنی بال تو صرف اپنے دادا کا انتقام لینے کے لیے سسلی کی سرزمین کے اندر داخل ہوا تھا اور اس نے اس جگہ جہاں اس کا دادا مرا تھا تین ہزار یونانیوں کو قتل کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے دادا کی روح کو خوش کر دیا تھا بلکہ اپنا انتقام بھی اس نے لے لیا تھا اس کے بعد ہنی بال ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے بحری بیڑے کے ساتھ سسلی کے ساحلی حصے سے اپنے مرکزی شہر قرطاجنہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

یوناف اور بیوسا نے بھی اس وقت تک اپنا قیام سسلی میں ہی رکھا جب تک ہنی بال
اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پر بیٹیوس اور حمیرا شہر کے خلاف فتوحات حاصل کرنے میں مصروف رہا
اور جب ہنی بال اپنے لشکر کے ساتھ قرطاجنہ کی طرف کوچ کر گیا تو یوناف اور بیوسا بھی ہندوستان
کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ اور دریائے گنگا کے کنارے اسی سرائے میں انہوں نے قیام کر
لیا تھا جہاں پر وہ پہلے ہی ٹھہرے ہوئے تھے دن وقت بڑی تیزی سے گزرتا رہا۔ یہاں تک کہ
ہستناپور کا راجہ شنتانو اپنی طبعی موت مر گیا اور اس کے دونوں بیٹے وچترا ویریا اور چترانگدا
دونوں جوان ہو گئے تھے۔ عارب اور نبیلہ ابھی تک دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اس
بستی کے اندر قیام کیے ہوئے تھے یہاں تک کہ ایک روز شام سے تھوڑی دیر پہلے عزازیل
ان دونوں کے پاس آیا اور ان دونوں بہن بھائیوں سے کہنے لگا۔

اے میرے رفیقو! مجھے غور سے سنو میں ہستناپور کے خلاف سازش اور معرکے کی ابتدا
کرنے والا ہوں اس پر عارب نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

اے آقا آپ ہستناپور کے خلاف کیسے اور کس طرح حرکت میں آنے والے ہیں اس کے
جواب میں عزازیل نے بڑے مکروہ انداز میں کہنا شروع کیا۔

سنو میرے دونوں عزیزو! میں نے بدی کے فروغ اور گناہ کے فشار کے لیے ان دنوں
تین بڑے بڑے کام کرنے کا فیصلہ کیا ہے عارب نے بیچ میں بولتے ہوئے پوچھا۔

اے آقا آپ ہمیں ان تینوں کاموں کی تفصیل نہ بتائیں گے جو کام آپ کرنے کا ارادہ رکھتے
ہیں اس پر عزازیل بڑے عیارانہ انداز میں مسکرایا پھر کہا۔ یہی تفصیل تو میں تم دونوں سے کہنے
آیا ہوں۔

سنو میرے رفیقو! پہلا کام جو میں کرنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ ہستناپور کی ایک ہمسایہ
ریاست ہے جس کا نام گندھارا ہے اس ریاست کے راجہ کا نام چترانگدا ہے۔ اس راجہ
نے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ اس جیسا اور اس کے نام جیسا راجہ ہندوستان کی سرزمین میں ہو ہی
نہیں سکتا اب میں اس راجہ چترانگدا کے پاس جاؤں گا اور اسے اس پر اکساؤں گا کہ

ہستناپور کے راجہ شنتانو نے ایک حسین لڑکی جس کا نام ستیاوتی ہے شادی کی تھی اور اس سے
اس کے دو بیٹے ہوئے جن میں سے ایک کا نام وچترا ویریا اور دوسرے کا نام چترانگدا
ہے بس میں اس راجہ کو کہوں گا کہ ہستناپور کے راجہ نے کیوں اپنے بیٹے کا نام تیرے جیسا رکھا
ہے پس تو ہستناپور جا اور وہاں جا کر یہ دعویٰ کر کہ راجہ شنتانو کا بیٹا جس کا نام چترانگدا ہے اپنا
نام تبدیل کر لے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر وہ تمہارے ساتھ مقابلہ کرے اور تم اسے مزید کہو کہ چونکہ
ہندوستان کی سرزمین میں ایک ہی چترانگدا رہ سکتا ہے لہٰذا تم اسے مقابلے کی دعوت دو اور مقابلے
کے دوران اس کا خاتمہ کر دو اس طرح تمہارا یہ دعویٰ بحال رہے گا کہ ہندوستان کی سرزمین میں صرف
ایک ہی چترانگدا نام کا راجہ یا راجکمار رہ سکتا ہے۔

سو اے میرے رفیقو میں راجہ کو یہ کام کرنے پر اکساؤں گا اور مجھے امید ہے کہ میں ایسا کرنے
میں کامیاب ہو جاؤں گا میری بات پر وہ راجہ ضرور ہستناپور کا رخ کرے گا۔ اور شنتانو کے بیٹے چترانگدا
سے مقابلہ کر کے اس کا خاتمہ کر دے گا۔ اس طرح ہستناپور کے اندر میں بدی کا کام کرنے میں کامیاب
ہو جاؤں گا۔

اور میرے ساتھیو دوسرا کام جو میں کرنے والا ہوں وہ یہ ہے کہ ہستناپور کی ایک اور ہمسایہ
ریاست ہے جس کا نام کاشی ہے۔ ہستناپور اور کاشی کے درمیان ہمیشہ سے یہ معاہدہ رہا ہے کہ
ریاست کاشی کی راجکماریاں ہمیشہ ہستناپور کے راجکماروں کے ساتھ بیاہی جاتی رہی ہیں۔ اور میرے
ساتھیو مزید یہ کہ کاشی کے بادشاہ کی تین بیٹیاں ہیں۔ ایک کا نام امبا دوسری کا نام امبیکا اور تیسری
کا نام امبالیکا ہے۔ یہ تینوں راجکماریاں انتہا درجے کی حسین اور پرکشش ہیں۔ تم جانتے ہو کہ ہستناپور
کا راجہ شنتانو مر چکا ہے گو ان دنوں ستیاوتی اور شنتانو کا بڑا بیٹا وچترا ویریا ہی ریاست کا راجہ
ہے لیکن ریاست کے امور کی اصل دیکھ بھال راجہ شنتانو کا بڑا بیٹا دیوورت ہی کر رہا ہے۔ دیوورت
اس وقت ستیاوتی کے دونوں بیٹوں وچترا ویریا اور چترانگدا کے باپ کا سا کردار ادا کر رہا ہے
دیوورت نے یہ ارادہ کر رکھا ہے کہ کاشی کی ان راجکماریوں کو وہ اپنے مرکزی شہر ہستناپور میں لائے گا
اور ان میں سے دو کی شادی اپنے بڑے بھائی وچترا ویریا اور ایک کی شادی چترانگدا کے ساتھ
کر دے گا۔

پر میرے عزیزو! میں دیوورت کی یہ خواہش پوری نہ ہونے دوں گا میں ریاست کاشی
کے راجہ کے پاس جاؤں گا اور اسے اس بات پر اکساؤں گا کہ وہ اپنی تینوں راجکماریوں کی شادی

ہستناپور کے راجکماروں کے ساتھ نہ کرے اس کے لیے میں یہ وجہ پیش کروں گا بلکہ اس پر میں یہ انکشاف کروں گا کہ ہستناپور کے راجہ ستنانون کا بیٹا دیو وارتا تو ساری عمر شادی نہ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے جب کہ وہ تمہاری تینوں بیٹیوں کی شادی اپنے دونوں بھائیوں وچترا ویریا اور چترنگارا کے ساتھ کرنا چاہتا ہے جب کہ یہ دونوں بھائی ہستناپور کے راجہ ستنانون کی اس بیوی کے بطن سے ہیں جو بنیادی طور پر ایک ماہی گیر کی بیٹی ہے لہذا میں ریاست کاسی کے راجہ کو مشورہ دوں گا کہ وہ اپنی حسین و جمیل بیٹیوں کی شادی ایسے جوانوں کے ساتھ نہ کرے جن کی ماں کبھی دریائے جمنا کے کنارے بسنے والے ماہی گیروں کے ساتھ مچھلیاں پکڑا کرتی تھی مجھے امید ہے کہ ایسا انکشاف کرکے میں ریاست کاسی کے راجہ کو اس بات پہ آمادہ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی ہستناپور کے راجکماروں سے کرنے پہ آمادہ نہ ہو بلکہ میں مزید اسے یہ مشورہ دوں گا کہ وہ اپنی بیٹیوں کے لیے سوئمبر رچائے اس سوئمبر کے اندر تلوار بازی کے مقابلے کرائے جائیں اور جو تین جوان ان مقابلوں کے درمیان اوّل رہیں انہیں کے ساتھ ہی امبا، امبیکا اور امبلیکا کی شادی کردی جائے۔

سفوعارب اور نبیطہ اگر میں کاسی کے راجہ کو اس بات پہ آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ وہ اپنی تینوں راجکماریوں کی شادی ہستناپور کے راجکماروں کے ساتھ کرنے کی بجائے ان کے سوئمبر رچائے اور ان میں حصہ لینے والے جوانوں میں سے اوّل، دوئم اور سوئم آنے والوں کے ساتھ اپنی راجکماریوں کی شادی کر دے۔ تو اس طرح ہستناپور کا دیو وارتا اس بات سے نہ صرف یہ کہ خفا ہو گا بلکہ وہ کاسی کے راجہ سے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں کے لیے ان تینوں راجکماریوں کو طلب کرے گا اس لیے کہ ماضی میں ان دونوں ریاستوں کے ساتھ یہ معاہدہ رہا ہے کہ کاسی کی راجکماریاں ہمیشہ ہستناپور کے راجکماروں اور راجہ کے عزیزوں کے ساتھ بیاہی جائیں گی۔ میرے اکسانے پر اگر کاسی کا بادشاہ اپنی بیٹیوں کے لیے سوئمبر رچاتا ہے اور اس میں حصہ لینے والے کامیاب جوانوں سے اپنی بیٹیوں کی شادی کرواتا ہے تو میرا اندازہ ہے کہ ہستناپور کا دیو وارتا ضرور کاسی کے راجہ کے خلاف حرکت میں آئے گا اور اس حادثہ اور اس الیے کے نتیجے میں ہو سکتا ہے کہ ہستناپور اور کاسی دونوں ریاستوں کے درمیان جنگ چھڑ جائے اور اگر ایسا ہوتا ہے تو یہ بھی میری بہترین کامیابیوں میں سے ایک ہو گی کیونکہ اس دنیا کے اندر انتشار، خلفشار، فساد، دنگا، گناہ اور بدی پھیلانا میرے بہترین کاموں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہنے کے

بعد عزازیل جب خاموش ہوا تو اس بار نبیطہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھ لیا۔

اے آقا۔ دو کاموں کی تفصیل تو آپ نے کہہ دی اب آپ یہ بتایئے کہ وہ تیسرا کام کون سا ہے جس کے کرنے کا آپ ارادہ کر چکے ہیں۔ نبیطہ کے اس سوال پر عزازیل نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر جواب میں کہہ رہا تھا۔

اے عزیزم! میری بات غور سے سن تیسرا کام جو میں کرنے والا ہوں۔ اس کام میں میں یوناف کو گلبیوسا کے ذریعے ملوث کرنے کی کوشش کروں گا اور اگر میں اپنے بنائے ہوئے لائحہ عمل کے مطابق کامیاب رہا تو یوناف کو میں ایک ناقابل برداشت ہزیمت اور اذیت سے دوچار کرکے رکھ دوں گا اور ہاں سفو جو تیسرا کام میں کرنے والا ہوں وہ کچھ یوں ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا کارواں ایک خانہ بدوش قافلے کی صورت میں فلسطین سے صحرائے سینا کی طرف روانہ ہوا ہے یہ کارواں ہزاروں افراد پر مشتمل ہے اور یہ اس میں بوڑھے، بچے، جوان اور عورتیں، اور لڑکیاں سبھی شامل ہیں یہ لوگ دو خزانوں کی تلاش میں صحرائے سینا کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ صحرائے سینا کے اندر عین جبل موسیٰ کے سامنے موسیٰ کے ساتھ تکرار کے بعد خداوند نے اس کے چچازاد بھائی قارون کو اس کے خزانے کے سمیت زمین میں اتار دیا تھا بنی اسرائیل کا یہ گروہ ایک تو اس خزانے کی تلاش میں جبل سینا کی طرف جا رہا ہے اور دوسرا خزانہ جو وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے خیال کے مطابق یہ ہے کہ جس وقت جبل سینا کے اندر بنی اسرائیل نے قیام کر رکھا تھا اور موسیٰ توریت حاصل کرنے کے لیے جبل سینا کے اوپر گئے تھے۔ تو ان کی غیر موجودگی میں سامری جادوگر نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی میں مبتلا کر دیا تو بنی اسرائیل کے لوگوں کا خیال ہے کہ بنی اسرائیل نے جو سونا جمع کیا تھا اس سارے سونے سے گوسالہ نہیں بنا تھا بلکہ بچھڑا کے بننے کے بعد سونے کی ایک بہت بڑی مقدار بچ رہی تھی جو جبل موسیٰ کے سامنے ہی کہیں زمین میں دفن ہو کر رہ گئی تھی۔ پس انہیں دونوں خزانوں میں بنی اسرائیل کا یہ قافلہ صحرائے سینا میں جبل موسیٰ کی طرف جا رہا ہے۔

جبل موسیٰ کے آس پاس چونکہ مدین والے آباد ہیں لہذا میں نے گناہ اور بدی کے انتشار کے لیے ایک پیش بندی کی ہے اور وہ اس طرح کہ میں مدین والوں کے پاس گیا اور انہیں یہ خبر دی کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ فلاں فلاں خزانے کی تلاش میں صحرائے سینا کی طرف آ رہا ہے اور میں نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ ان دونوں خزانوں کے اصل حق دار تم لوگ ہو، چونکہ صحرائے سینا کے آس پاس تم لوگ ہی آباد ہو اور ان صحراؤں کے اندر جو بھی خزانہ دفن ہے

وہ تمہاری ملکیت بنتا ہے اہل مدین میری تجویز پر عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں اور وہ اس طرح کہ جب بنی اسرائیل کا وہ قافلہ صحرائے سینا کے اندر آ کر خیمہ زن ہو گا تو ان کے قرب و جوار میں مدین والے بھی اپنے ایک قافلے کو وہاں خیمہ زن کرا دیں گے وہ بنی اسرائیل کو بھی خزانہ تلاش کرنے کی اجازت دیتے رہیں گے اور ساتھ ساتھ خود بھی اس خزانے کو تلاش کرتے رہیں گے اور اگر اہل مدین نے ان دونوں خزانوں کو خود تلاش کر لیا تو وہ اس کے حق دار ہوں گے اور اگر یہ دونوں خزانے بنی اسرائیل کے ہاتھ لگ گئے تو اہل مدین ان پر حملہ آور ہو جائیں گے تاکہ وہ ان سے دونوں خزانے چھین لیں اور اگر یہ خزانے صحرا کے اندر کہیں بھی نہ ملے تب بھی میرے کہنے پر اہل مدین بنی اسرائیل پر حملہ آور ہو جائیں گے اس طرح دو گروہوں کو آپس میں ٹکرا کر میں بدی پھیلانے میں کامیاب رہوں گا۔

اور ہاں مزید سنو کہ اسی جبل موسیٰ کے اندر میں نے ایک بہت بڑی اور گہری کنواں نما کھوہ اپنے ساتھیوں کی مدد سے کھدوائی ہے اور اس کھوہ کے اندر میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے بے شمار سانپ ڈال دیئے ہیں اور ان سانپوں کو ایک طرح سے میرے ساتھی اس کھوہ کے اندر روزانہ گوشت مہیا کرتے ہیں اور ان سانپوں کو ایک طرح سے انہوں نے آدم خور بنا کر رکھ دیا ہے جب صحرائے سینا کے اندر بنی اسرائیل اور مدین والے آپس میں ٹکرائیں گے تو مجھے امید ہے کہ ابلیکا اس ا یلیسے اس حادثے کی خبر ضرور یوناف کو کرے گی اور یوناف نیکی کی طرف داری کرنے کے لیے بنی اسرائیل کا ساتھ دینے کے لیے ضرور ان سرزمینوں کی طرف آئے گا اور جب وہ ایسا کرے گا تو بیوسا کی مدد سے میں اسے اس جگہ بلاؤں گا جہاں پر جبل سینا کے اندر ہم نے اس کھوہ میں بے شمار سانپ پال رکھے ہیں اس دوران کوزن بھی وہاں پہنچ جائے گا کیونکہ میں اسے وقت مقررہ پر وہاں پہنچ جانے کے لیے کہہ چکا ہوں وہاں اس کھوہ کے پاس ہم کوزن اور یوناف کا مقابلہ کرائیں گے میں یہ بات کوزن کو سمجھا چکا ہوں اور وہ اس مقابلے کے دوران دھوکا دہی سے کام لیتے ہوئے یہ کوشش کرے گا کہ یوناف کو اٹھا کر سانپوں بھری اس کھوہ میں پھینک دے اس طرح پھر دیکھنا تم لوگ کہ یوناف کا کیسا بھیانک اور برا انجام ہوتا ہے۔

عزازیل کی یہ ساری گفتگو سن کر عارب اور نبیطہ کے چہروں پر بے پناہ خوشی اور اطمینان کے جذبے پھیل گئے تھے اس موقع پر عارب نے بڑی عقیدت مندی سے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اے آقا یہ تینوں کام جو آپ نے کرنے کا ارادہ کیا ہے ہمارے لیے فائدے ہی فائدے اور سودمندی ہی سودمندی ہے چونکہ ان تینوں واقعات سے ہم بدی کے پھیلاؤ کا خوب کام کر سکتے ہیں اور اگر آپ کے بتائے ہوئے قاعدے اور کلیے کے مطابق کوزن یوناف کو اٹھا کر کھوہ کے اندر پھینکنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر یہ عمل بھی قابل دید ہو گا کہ اس کھوہ کے اندر گرنے کے بعد یوناف کا انجام کیا ہوتا ہے۔ عارب کے بعد نبیطہ نے بھی بولتے ہوئے کہا۔

اے آقا ان تینوں کاموں کی تکمیل کے بعد پھر ہمیں بیوسا کو یوناف سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ اس لیے کہ مجھے خطرہ اور خدشہ ہے کہ یوناف کے ساتھ رہتے رہتے بیوسا کہیں اس کی نیکی اس کے اخلاق اور اس کی سیرت سے متاثر ہو کر ہمارے بجائے کہیں اس کا ہی ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہو جائے اگر ایسا ہو گیا تو یہ ہماری قوت اور طاقت میں کمی اور یوناف کے زور بازو میں ایک طرح سے اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا۔ نبیطہ خاموش ہوئی تب عزازیل نے کہنا شروع کیا۔

تمہارا اندازہ درست ہے نبیطہ جب ہم ان تینوں کاموں کی تکمیل کر چکیں گے تو ہم بیوسا کو ضرور یوناف سے علیحدہ کر کے اپنے پاس بلا لیں گے اور ہاں سنو میرے دونوں عزیزو میں نے ابھی ایک خوشخبری تو ابھی تک سنائی ہی نہیں اس پر نبیطہ نے چونک کر پوچھا۔

اے آقا وہ کون سی خوشخبری ہے جو ابھی تک آپ نے ہمیں نہیں سنائی۔ اس پر عزازیل کہنے لگا۔ میرے رفیقو تم دونوں جانتے ہو کہ بابل شہر کے باہر یوناف نے اموتپ کے اس سحر کو اس نے کہیں دفن کر کے چھپا دیا تھا میں نے اپنے بے شمار ساتھیوں کو اس سحر کی تلاش میں لگا دیا تھا اور وہ ایک عرصہ تک شماش دیوتا کی اس قدیم عمارت کے ادگرد اس سحر کو تلاش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس سحر کو میرے ساتھی تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے اور اسے وہ میرے پاس لے کر آئے۔

پھر اے میرے ساتھیو تم جانتے ہو میں نے اس سحر کا کیا کیا میں نے اس سحر کی قوت اور طاقت میں اور زیادہ اضافہ کرتے ہوئے اسے ایک سیب کے خول میں منتقل کر دیا اور سیب کے خول کے اوپر میں نے بڑے نمایاں انداز میں اژدھے کی تصویر بنا دی۔ اور اس سیب کو میں نے دوبارہ مصر کے اہرام میں ڈال دیا ہے تاکہ بوقت ضرورت ہم کام میں لا سکیں۔

اور ہاں میرے رفیقو میں مزید تم پر انکشاف کروں کہ وہ بنی اسرائیل کا کارواں جو جبل سینا کی طرف رواں دواں ہے اور جو وہاں دو قدیم خزانوں کی تلاش وہاں کرنا چاہتا ہے، وہ

جبل سینا کے آس پاس دونوں خزانوں کو تلاش کرنے کے بعد مصر کی طرف روانہ ہوگا۔ ان اسرائیلیوں کا خیال ہے کہ موسیٰ کے فرعون نے اپنے بہت سے خزانے مصر کے اہرام کے اندر دفن کروا دیئے ہیں اور چونکہ وہ عذاب الٰہی کے باعث سمندر میں ڈوب کر اچانک موت کا شکار ہو گیا تھا لہذا نہ تو وہ خود ان خزانوں سے مستفید ہو سکا اور نہ ہی وہ کسی کو ان خزانوں کا پتہ بتا سکا لہذا بنی اسرائیل کا یہ قافلہ صحرائے سینا سے فارغ ہونے کے بعد مصر کا رُخ کرے گا اور وہ وہاں مصر کے اہرام سے موسیٰ کے فرعون منفتاح کے دفن کیے ہوئے خزانوں کو بھی تلاش کریں گے اور سنو میرے عزیزو جب اسرائیل ایسا کریں گے تو میں ابوتیپ کے طلسم کو ان پر نازل کر کے ان کے اندر نہ ختم ہونے والا خوف و ہراس پھیلا کر رکھ دوں گا۔

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد عزازیل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور فیصلہ کن انداز میں اس نے عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے دونوں عزیزو تم میرے اگلے حکم تک دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی اسی بستی میں اپنا قیام رکھو میں اب ریاست گندھارا کے راجہ چترنگارا کی طرف جاتا ہوں اور اسے ہستناپور کے راجگان چترنگارا کے متعلق اکساتا ہوں تاکہ وہ اس کے خلاف حرکت میں آئے اور ہستناپور کے اندر ایک نئی بدی کی ابتدا ہو۔ اس کے ساتھ ہی عزازیل عارب اور نبیطہ کے سامنے سے روپوش ہو گیا تھا۔

ریاست گندھارا میں عزازیل وہاں کے راجہ چترنگارا کے سامنے اس وقت آیا جس وقت راجہ شہر سے باہر ایک کھلے میدان میں تیغ زنی کی مشق سے فارغ ہوا تھا۔ عزازیل اس کے نزدیک گیا اور رازدارانہ انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اے راجہ میرا نام عزازیل ہے میں ایک اچھا نجومی اور رمل شناس ہوں اور اس کام کو لیے میں نگر نگر اور قریہ قریہ گھومتا ہوں اور اپنے اس علم سے میں بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچاتا ہوں۔

اے راجہ تیری ریاست میں بھی میں تمہاری ایک بہتری اور بھلائی ہی کے لیے داخل ہوا ہوں عزازیل کی گفتگو سن کر راجہ چترنگارا نے بڑے تجسس اور جستجو کے انداز میں عزازیل کی طرف دیکھا پھر اس نے پوچھا۔

اے اجنبی تو نے اپنا نام اور اپنا کام تو مجھے بتا دیا لیکن تو نے یہ نہیں بتایا کہ تو مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے اور جو کچھ تو کہنا چاہتا ہے اس میں میری کیا بھلائی اور فائدہ ہے اس پر عزازیل نے راجہ کے اردگرد کھڑے اس کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اے راجہ اگر تم تھوڑی دیر کے لیے مجھے علیحدگی میں گفتگو کرنے کا موقع دو تو میں تم پر ایک ایسا انکشاف کروں جس میں یقیناً تیرا فائدہ اور بھلائی ہی ہے۔ راجہ چترنگارا فوراً اس پر تیار ہو گیا اور اس نے عزازیل کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے علیحدہ لے کر اس نے پوچھا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ جواب میں عزازیل بولا۔

اے راجہ میں جانتا ہوں کہ اس ہند کی سرزمین کے اندر تیرے جیسا کوئی تیر انداز اور ماہر تیغ زن نہیں ہے اس لیے تو نے اعلان کر رکھا ہے کہ آس پاس کی ریاستوں میں کوئی بھی

راجہ اور راجکمار تمہارا نام استعمال نہیں کر سکتا اس موقع پر اے راجہ میں تم سے یہ کہوں کہ ہستناپور کے ایک راجکمار نے یہ گستاخی کی ہے یہ راجکمار ہستناپور کے راجہ سنتانون کا بیٹا ہے جو مر چکا ہے۔ ہستناپور کے راجہ کے اس وقت تین بیٹے ہیں ایک کا نام دیوارتا جو سنتانون کی ایک صاحب حیثیت بیوی سے ہے اور دوسرے دو بیٹوں کے نام وچترا ویریا اور چترنگارا ہیں اور یہ دونوں سگے بھائی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہی گیر عورت کے بطن سے ہیں۔ پس اے راجہ کیا تو اپنے عہد کو برقرار رکھنے کے لیے ہستناپور کے اس چترنگارا کی طرف نہ جائے گا اور اسے یہ چیلنج نہ دے گا کہ یا تو وہ اپنا نام تبدیل کرے اور اگر وہ اپنا نام تمہارے جیسا رکھنا چاہتا ہے تو پھر وہ تیغ زنی میں تمہارا مقابلہ کرے تاکہ دونوں میں سے ایک کا خاتمہ ہو جائے اور صرف ایک ہی چترنگارا کو ہندوستان کی سرزمین میں رہنے کا موقع ملے۔ اور اے راجہ اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں کہ میرا علم نجوم اور رمل مجھے یہ بتاتا ہے کہ اگر یہ مقابلہ ہوتا ہے تو ستارے تمہارے ہی کامیاب رہیں گے اور تم اس مقابلے میں ہستناپور کے راجکمار کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

عزازیل جب اپنی بات ختم کر چکا تو گندھاروا کے راجہ چترنگارا نے تھوڑی دیر تک عزازیل کو بڑے خوش کن انداز میں دیکھا پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اے عزازیل تیری گفتگو میں بڑی چاشنی اور خوش کن پیشنگوئیاں ہیں۔ سنو اگر تمہارے ستارے یہ کہتے ہیں کہ میرے اور ہستناپور کے راجکمار کے درمیان اگر مقابلہ ہوتا ہے تو اس میں میں ہی کامیاب رہوں گا۔ اگر ایسا ہے تو اے عزازیل سنو! میں بہت جلد ہستناپور کا رُخ کروں گا اور وہاں ہستناپور کے راجکمار کو یہ چیلنج کروں گا کہ یا تو وہ اپنا نام تبدیل کر لے اور اگر وہ اپنا نام تبدیل نہیں کرتا تو پھر میرے ساتھ مقابلہ کرے تاکہ ہم دونوں میں سے ایک مارا جائے اور صرف ایک ہی چترنگارا نام کا راجکمار یا راجہ ہند کی اس سرزمین میں باقی رہے۔

ریاست گندھاروا کے راجہ چترنگارا کی یہ گفتگو اور یہ فیصلہ سن کر عزازیل بے حد خوش ہوا پھر اس نے اپنے سر کو جھکاتے ہوئے کہا۔

اے گندھاروا کے راجہ تمہاری گفتگو اور تمہارے فیصلے سے مجھے اطمینان ہوا ہے اور اب میں بڑی بے چینی سے اس دن کا انتظار کروں گا جب تم مقابلے کے دوران ہستناپور کے راجکمار چترنگارا کا سر کاٹ کر رکھ دو گے۔ اب مجھے اجازت دو میں یہاں سے کوچ

کرتا ہوں۔ راجہ چترنگارا نے عزازیل کو جب جانے کی اجازت دے دی تو تھوڑی دور تک عزازیل آہستہ آہستہ چلتا ہوا گیا اور اس کے بعد وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور وہاں سے روپوش ہو گیا تھا۔

اپنی اس پہلی مہم میں عزازیل پوری طرح کامیاب رہا تھا۔ اس لیے کہ اس کی انگیخت اور اس کے اکسانے پر ریاست گندھاروا کا راجہ چترنگارا حرکت میں آیا چند دن بعد وہ اپنے شہر سے روانہ ہوا اور ہستناپور کی طرف اس نے کوچ کیا۔ ہستناپور پہنچ کر وہ ریاست کے بڑے راجکمار دیوارتا اور اس کے دونوں چھوٹے بھائیوں وچترا ویریا اور چترنگارا سے ملا ان کے علاوہ اس نے ہستناپور کے سرکردہ لوگوں کو بھی جمع کیا اور ان کے سامنے اس نے اپنا یہ چیلنج پیش کیا کہ ہند کی سرزمین میں چترنگارا نام کا صرف ایک ہی راجہ یا راجکمار رہ سکتا ہے اور چونکہ اس وقت دو چترنگارا ہیں ایک میں اور دوسرا ہستناپور کا راجکمار۔ لہٰذا اس معاملے کو نپٹانے کے لیے اب دو ہی صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ ہستناپور کا راجکمار چترنگارا اپنا نام تبدیل کر لے اور اگر اسے میری یہ پیشکش قبول نہ ہو تو پھر میرے ساتھ وہ مقابلہ کرے تاکہ اس مقابلے کے دوران ہم دونوں میں سے ایک مارا جائے اور صرف ایک ہی چترنگارا کو ہندوستان کی سرزمین میں رہنے کا موقع ملے ہستناپور کے راجکمار چترنگارا نے گندھاروا کے راجہ کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ لہٰذا دونوں کے درمیان تلوار بازی کا سخت مقابلہ ہوا اور اس مقابلے کے دوران گندھاروا کے راجہ نے ہستناپور کے راجکمار کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی اس طرح عزازیل اپنے شیطانی مقصد میں کامیاب رہا گندھاروا کا راجہ ہستناپور کے راجکمار کا کام تمام کر کے واپس لوٹ گیا اور ہستناپور کی رانی ستیا وتی جو اب بوڑھی ہوتی جا رہی تھی۔ اپنے شوہر کی وفات کے بعد اس کی زندگی کا سب سے بڑا غم اور سب سے بڑا المیہ تھا۔

O

اپنی اس پہلی مہم کی تکمیل کے بعد عزازیل ریاست کاسی کے راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا کاسی کا راجہ اس وقت لوگوں کے چند الضاف طلب معاملات نپٹانے کے بعد فارغ ہوا ہی

تھا کہ عزازیل نے اس کے محافظوں کے ذریعے اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، جس پر کاسی کے راجہ نے اسے فوراً اندر طلب کر لیا۔

عزازیل راجہ کے سامنے آیا اور اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے سب سے پہلے اس نے اپنا تعارف اس سے کروایا پھر بڑے دانشمندانہ انداز میں کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے ریاست کاسی کے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے راجہ میں تیری بھلائی تیری بہتری اور تیری عزت اور ناموری کے لیے تجھے ایک مشورہ دینے کے لیے آیا ہوں اس مشورے کے اندر میری اپنی کوئی غرض میرا اپنا کوئی مفاد حائل نہیں ہے بلکہ میں ایک بے غرضانہ سا تمہیں مشورہ دینے آیا ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر میرے مشورے پر عمل کرو گے تو تمہارے آس پاس کی ریاستوں میں تمہاری عزت تمہارا احترام پہلے سے بھی بڑھ جائے گا۔ عزازیل جب خاموش ہوا۔ تب راجہ نے بڑے تحقیقانہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی مدھم اور دھیمی آواز میں کہا۔

اے اجنبی کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اور وہ کون سا مشورہ ہے جو تم مجھے دینا چاہتے ہو اور جس میں میری بہتری اور بھلائی ہے۔

عزازیل پھر بولا اور کہنے لگا۔

میں اپنا نام پہلے ہی بتا چکا ہوں یہاں میں آپ کو یہ بھی بتا تا چلوں کہ میں بنیادی طور پر ایک نجومی اور رمل شناس ہوں اور اپنے کام میں میں اپنا کوئی مثل نہیں رکھتا میں ان علوم کا خوب ماہر اور تجربہ کار ہوں اور انہیں علوم کی وجہ سے میں ایک بنجارے کی طرح ایک سرزمین سے دوسری سرزمین کی طرف سفر کرتا ہوں اور یہی علوم میری آمدنی اور میری روزی کا ذریعہ بھی ہیں۔

اے راجہ جو بات میں تم سے کہنے آیا ہوں وہ یہ ہے کہ مجھے خبر ہوئی ہے کہ ریاست ہستنا پور اور تمہاری ریاست کاسی کے درمیان ایک پرانا معاہدہ چلا آ رہا ہے جس کے تحت کاسی کی راجکماریوں کی شادیاں ہستنا پور کے راجکماروں یا راجہ کے دیگر رشتہ داروں کے ساتھ کی جاتی ہیں۔

اے راجہ جو کچھ میں نے سُنا ہے یہ درست اور سچ ہے۔ عزازیل کے اس سوال پر کاسی کے راجہ نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

ہاں جو کچھ تم نے سُنا ہے۔ یہ سچ ہے ریاست کاسی کی راجکماریوں کی شادی ہمیشہ ہستنا پور کے راجکماروں اور راجہ کے رشتہ داروں کے ساتھ ہوتی رہی ہیں اس موقع پر عزازیل نے بھی ایک دانشور کی طرح گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر اس نے گہری نگاہوں سے کاسی کے راجہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے راجہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کی تین بیٹیاں ہیں جن کے نام امباء امبیکا اور امبیلکا ہیں اور مزید سنو راجہ کہ ہستنا پور کا راجہ سنتا نون تو اپنی طبعی موت مر چکا ہے، اس کے بعد اس کے تین راجکمار ہیں اپنے خاندانی تنازعے کی بنا پر بڑے راجکمار دیو وارتا نے تو عہد کر رکھا ہے کہ وہ زندگی بھر شادی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد دو راجکمار باقی بچتے ہیں ایک کا نام وچترویریا اور دوسرے کا نام چترنگا رہا ہے اور یہ چترنگا ایک مقابلے میں گندھارا کے راجہ کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے۔ اب ہستنا پور کے اندر صرف ایک راجکمار ایسا بچتا ہے جس کی شادی تمہاری ان بیٹیوں کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔

ہستنا پور کا بڑا راجکمار دیو وارتا جو زندگی بھر شادی نہ کرنے کا عہد کر چکا ہے اس کا ارادہ اب یہ ہے کہ تمہاری تینوں بیٹیوں کی شادی اپنے چھوٹے بھائی وچترویریا کے ساتھ کر دے۔ کاسی کے راجہ نے فوراً عزازیل کی بات کاٹتے ہوئے اور بیچ میں بولتے ہوئے کہا۔

اگر ہستنا پور کے مرحوم راجہ سنتا نون کا بڑا بیٹا میری تینوں بیٹیوں کی شادی اپنے بھائی وچترا ویریا کے ساتھ کرنا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں ایسا کرنے کے لیے تیار ہوں کیونکہ ماضی گواہ ہے کہ ریاست کاسی کی جو بھی راجکماریاں ریاست ہستنا پور کے راجکماروں کے ساتھ بیاہی گئیں وہ وہاں خوش اور مطمئن رہیں لہذا اے اجنبی میں اپنی تینوں بیٹیوں کی شادی بھی ہستنا پور کے راجکمار وچترویریا کے ساتھ کرنے پر تیار اور آمادہ ہو جاؤں گا۔

عزازیل نے اپنے ارادوں کی تکمیل کرنے کے لیے گفتگو کو اپنے مرکزی نکتہ کی طرف لایا اور کاسی کے راجہ کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے راجہ ہستنا پور کا اگر کوئی راجکمار کسی ذلیل اور گھٹیا عورت کے بطن سے ہو تب بھی کاسی کی راجکماریوں کی شادی اس کے ساتھ کر دی جائے گی۔ عزازیل کے اس سوال پر کاسی کا راجہ غصے اور غضب میں بھڑک اٹھا اور کہنے لگا۔

اے اجنبی ہستنا پور کا کوئی راجکمار اگر کسی گھٹیا اور ذلیل عورت کے بطن سے ہو تو میں

ہرگز کاسی کی راجکماریوں کی شادی اس کے ساتھ نہیں کروں گا اس پر عزازیل نے فیصلہ کن انداز میں کہا کہ۔

اے راجہ اگر ایسا معاملہ ہے تو سن رکھو تم اپنی تینوں بیٹیوں امبا، امبیکا اور امبلیکا کی شادیاں ہستناپور کے جس چترویریا کے ساتھ کرنے پر آمادہ ہو تو وہ ایک گھٹیا اور ذلیل عورت ہی کے بطن سے ہے۔

اے راجہ تم یہ تو جانتے ہو گے کہ راجہ سنتانون کی پہلی بیوی ریاست کاسی ہی کی ایک راجکماری تھی اس کے بطن سے راجہ سنتانون کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی اس کے بعد راجہ نے گنگا نام کی ایک عورت سے شادی کر لی جس کے بطن سے ہستناپور کا بڑا راجکمار دیوورتا پیدا ہوا اس کے بعد ہستناپور کے راجہ سنتانون نے ایک اور شادی کی اس کی تیسری بیوی کا نام ستیاوتی ہے جس کا تعلق دریائے جمنا کے کنارے رہنے والے ماہی گیروں سے ہے اور یہ ستیاوتی اپنی جوانی تک جمنا کے اندر سے مچھلیاں پکڑ کر گزر بسر کرتی رہی ہے پھر راجہ سنتانون کی نظر اس پر پڑی تھی اس نے اپنے لیے پسند کر لی اور اس کے ساتھ شادی پر آمادہ ہو گیا۔

اور جب راجہ سنتانون نے اس ستیاوتی کے باپ کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو اس کے باپ نے یہ شرط رکھی کہ میں ستیاوتی کی شادی تمہارے ساتھ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن میری یہ شرط ہے کہ ستیاوتی کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو گا وہ ریاست ہستناپور کا وارث ہو گا اس طرح ستیاوتی کا باپ راجہ کے پہلے راجکمار دیوورتا کو وراثت سے محروم کر کے ستیاوتی کے بیٹے کو اس کا حق دار بنانا چاہتا تھا۔ پھر راجہ سنتانون اس کے لیے آمادہ نہ ہوا اور ناکام واپس لوٹ آیا پھر اسے ستیاوتی کے ساتھ شادی نہ ہونے کا بڑا غم تھا اس لیے کہ وہ اس ماہی گیر لڑکی کو دل کی گہرائیوں سے پسند کرنے لگا تھا۔ راجہ کا بڑا بیٹا اپنے باپ کو بے حد پسند کرتا تھا اس شادی کی ناکامی پر راجہ سنتانون کچھ افسردہ اور غمگین رہنے لگا جس کو اس کے بڑے بیٹے دیوورتا نے محسوس کر لیا آخر دیوورتا کو راجہ کے رتھ بان سے یہ خبر ہو گئی کہ راجہ اس ستیاوتی کی خاطر پریشان اور ملول رہنے لگا ہے۔ لہٰذا دیوورتا ماہی گیروں کی اس بستی میں گیا وہاں اس نے ستیاوتی کے باپ سیوارام کے ساتھ یہ عہد کیا کہ وہ اپنے آپ کو وراثت سے محروم کرتا ہے اور یہ کہ زندگی بھر شادی نہ کرنے کا عہد کرتا ہے اور ساتھ ہی اس نے سیوارام کو یہ یقین دلایا کہ اگر وہ اپنی بیٹی ستیاوتی کی شادی اس کے باپ سنتانون کے ساتھ کر دیتا ہے تو ستیاوتی کے بطن سے جو بیٹا پیدا ہو گا وہی ریاست ہستناپور کا راجکمار ہو گا۔

پس اس شرط پر ستیاوتی کی شادی راجہ سنتانون سے کر دی گئی اور اسی ستیاوتی کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے جن کے نام وچترویریا اور چترنگادا ہیں یہ چترنگادا تو گندھاروا کے راجہ کے ہاتھوں مارا جا چکا ہے اب وچترویریا باقی بچا ہے جس کے ساتھ دیوورتا تمہاری تینوں راجکماریوں کی شادی کرنا چاہتا ہے۔

اے راجہ جو حقیقت تھی وہ میں نے تمہارے سامنے واضح کر دی ہے اب تم کہو کیا تم اپنی تینوں راجکماریوں کی شادی ہستناپور کے وچترویریا کے ساتھ کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے جب کہ وہ اس ستیاوتی کے بطن سے ہے جو اپنی جوانی تک مچھلیاں پکڑ کر گزر بسر کرتی رہی ہے اور جس کا تعلق دریائے جمنا کے کنارے بسنے والے ماہی گیروں سے ہے کیا ایسی گھٹیا اور حقیر عورت کا بیٹا تمہارا داماد بن سکتا ہے۔

عزازیل کے اس استفسار پر کاسی کا راجہ بری طرح بھڑک اٹھا اور اپنی نشست پر اس نے ایک طرح سے اچھلتے ہوئے اور فیصلہ کن انداز میں کہا۔

ہرگز نہیں ہستناپور کا راجہ وچترویریا اگر ایک ماہی گیر عورت کے بطن سے ہے تو میں اپنی راجکماریوں کی شادی ہرگز اس کے ساتھ نہ کروں گا پھر کاسی کا راجہ تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے بڑی عقیدت مندی سے بھرپور انداز میں عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے عزازیل میں دیکھتا ہوں کہ تو ایک انتہائی شریف النفس انسان ہے تو نے بغیر کسی غرض و وجہ بغیر کسی مفاد اور ذاتی فائدے کے مجھے ایک عمدہ اور بہترین مشورہ دیا ہے جس میں میری ذاتی بھلائی ہی بھلائی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو نے سب سے بڑھ کر میرے ساتھ نیکی کی ہے مجھے بروقت ہستناپور کے راجکمار وچترویریا کی اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے۔ تمہاری گفتگو تمہارے کردار سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم ایک انتہائی مخلص اور بااخلاق انسان ہو۔ لہٰذا میں تم سے یہ مشورہ لیتا ہوں کہ ان حالات میں مجھے کیا قدم اٹھانا چاہیے۔ ہستناپور کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو مجھے کس طرح توڑنا چاہیے اور اپنی بیٹیوں کی شادی کے سلسلے میں کیا قدم اٹھانا ہو گا۔

کاسی کے راجہ کا یہ فیصلہ سن کر عزازیل اندر ہی اندر خوشی سے پھولا نہ سمایا جا رہا تھا تاہم اس نے اپنی خوشی کو ایک نظم و ضبط کے اندر رکھا اپنے چہرے کے اوپر اس نے کوئی خاص تبدیلی نہ آنے

دی اور پھر اس نے کسی دانشور کے انداز میں کاسی کے راجہ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

اے راجہ ان حالات میں میں تمہیں ایک بہترین مشورہ دیتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اگر تم میرے اس مشورے پر عمل کرو تو تمہارے لیے بہتری ہی بہتری اور بھلائی ہی بھلائی ہے۔

اے راجہ میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اپنی بیٹیوں امبا، امبیکا اور امبلیکا کی شادیوں کے سلسلے میں ایک سوئمبر کا اعلان کر دو۔ بس تم بڑی شان و شوکت اور بڑی دھوم دھام سے اس سوئمبر کو رچاؤ اور آس پاس کے راجوں اور راجکماروں کو اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے دعوت نامے بھجواؤ اور اس سوئمبر کے دوران تم تلوار بازی اور تیغ زنی کے مقابلے کراؤ اور جو راجہ یا راجکمار ان مقابلوں کے اندر اوّل، دوئم اور سوئم رہتے ہیں تم اپنی بیٹیوں کی شادیاں انہیں کے ساتھ کر دو اور اگر تم یہ طریقہ پسند نہیں کرتے ہو تو پھر جو بھی راجہ یا راجکمار ان مقابلوں کے اندر اوّل حیثیت اختیار کرتا ہے تم اپنی تینوں راجکماریوں کی شادی اس کے ساتھ کر سکتے ہو۔

اے راجہ میں نے یہ مشورہ تمہاری بہتری اور تمہارے ہی مفاد کی خاطر کیا ہے۔ میرا نجوم اور رمل کا علم بھی یہ کہتا ہے کہ اگر تم ایسا کرو گے تو اس میں ہی تمہاری بھلائی ہی بھلائی ہے۔

سو اے راجہ جو کچھ میں نے کہنا تھا جو مشورہ میں نے آپ کو دینا تھا وہ میں کہہ اور دے چکا ہٰذا اب میرے اس مشورے پر عمل کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا کام ہے۔ عزازیل جب خاموش ہوا تو کاسی کا راجہ مسکراتے ہوئے اور بڑی نرمی سے تھوڑی دیر تک عزازیل کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

اے عزازیل میں تیرے اس مشورے کا بے حد ممنون اور شکر گزار ہوں۔ اگر میں اپنی تینوں راجکماریوں کی شادیاں ہستنا پور کے راجہ وچتر اویریا کے ساتھ کر دیتا تو یقیناً میں بھٹک اور خبط جاتا۔ لیکن اب تو نے مجھ پر اصلیت اور حقیقت کا انکشاف کر دیا ہے۔ ہٰذا اے عزازیل میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں آج ہی اپنی بیٹیوں کی شادی کے سلسلے میں سوئمبر کا اعلان کر دوں گا اور قریب اور نزدیک کے سارے راجہ اور راجکماروں کو دعوت نامے بھیجوں گا کہ میری بیٹیوں کے سوئمبر میں وہ حصہ لیں اور جو بھی راجہ یا راجکمار اس سوئمبر کے اندر اوّل، دوئم اور سوئم آئے گا میں اپنی بیٹیوں کو ان کے ساتھ بیاہ دوں گا۔

کاسی کے راجہ کا یہ جواب سن کر عزازیل کے چہرے پر خوشیاں ہی خوشیاں پھیل گئی تھیں پھر وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

اے راجہ تمہیں تمہارا یہ ارادہ مبارک ہو میں اب جاتا ہوں چونکہ تمہاری بہتری اور بھلائی کے لیے جو کچھ میں نے کہنا اور کرنا تھا وہ میں کہہ اور کر چکا اب مجھے اجازت دو کہ میں رخصت ہوں۔ اس کے جواب میں کاسی کے راجہ نے عزازیل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس سے پُرجوش مصافحہ کیا اور پھر عزازیل کاسی کے اس راج محل سے نکل گیا تھا۔

○

عزازیل کے مشورے کے مطابق اسی روز کاسی کے بادشاہ نے اپنی تینوں بیٹیوں امبا، امبیکا اور امبلیکا کے سوئمبر کا اعلان کر دیا تھا۔ منادوں اور قاصدوں کے ذریعے سے دور اور نزدیک کے سارے راجاؤں کو پیغام بھجوا دیئے گئے کہ وہ سوئمبر میں حصہ لیں اس سوئمبر کے لیے جو دن مقرر کیا گیا تھا اس دن دور اور نزدیک کے راجہ اور راجکمار ریاست کاسی میں جمع ہو گئے۔ ہستنا پور کے راجکمار دیو وارتا کو جب خبر ہوئی کہ کاسی کی راجکماریوں کے لیے سوئمبر رچایا جا رہا ہے تو وہ غصے اور انتقام کی آگ میں بھڑک اٹھا اس لیے کہ ہستنا پور اور کاسی کی ریاست کے درمیان قدیم سے ہی یہ عہد چلا آ رہا تھا کہ کاسی کی راجکماریاں ہستنا پور میں بیاہی جائیں گی اب اس عہد کو توڑا جا رہا تھا تو اس سے دیو وارتا غصے میں بھڑک اٹھا ہٰذا وہ بھی اپنے جنگی رتھ میں سوار ہوا اور کاسی کی طرف کوچ کر رہا تھا جس روز سوئمبر کی ابتدا کی جانے والی تھی۔ عین اس روز دیو وارتا ریاست کاسی میں داخل ہوا اور اس جگہ آیا جہاں سوئمبر رچانے کا انتظام کیا گیا تھا وہ ایک کھلا اور وسیع میدان تھا جس کے اندر بڑے بڑے سائبان لگائے گئے تھے اور ان سائبانوں کو ان کے اندر اور باہر سے بڑے قیمتی اور ریشمی پردوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا۔ اس سائبانوں کے اندر دور اور نزدیک کے ان گنت راجہ اور راجکمار ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ ایسے ایسے قیمتی زیورات پہنے ہوئے تھے کہ ان زیورات کے اندر جو قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ ان کے باعث وہاں آنکھوں کو چندھیا دینے والی چکاچوند پیدا ہو رہی تھی۔

جس وقت ہستنا پور کا راجکمار وہاں آیا۔ اور اپنی جنگی رتھ سے وہ نیچے اترا، اس وقت اس سائبانوں کے اندر بیٹھے ہوئے ایک راجہ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے راجہ اور راجکماروں کو

مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

کیا تم جانتے ہو یہ شخص جو ابھی ابھی جنگی رتھ سے اترا ہے یہ کون ہے یہ ہستنا پور کا راجکمار دیو وارتا ہے اور مرحوم راجہ سنتا نون کا بیٹا ہے اس نے تو ساری عمر شادی نہ کرنے کا عہد کر رکھا تھا پر اسے اب کیا ہوا کہ یہ بھی سوئمبر میں حصہ لینے پر آمادہ اور تیار ہو گیا ہے۔ اگر یہ کاسی کے راجہ سے دیسے ہی ملنے کے لیے نہیں آیا اور سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آیا ہے تو پھر سن رکھو، یہاں اس وقت جتنے بھی راجہ اور راجکمار جمع ہیں تیغ زنی کے مقابلے میں کوئی بھی اس دیو وارتا کا مقابلہ نہ کر سکے گا کیونکہ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں جس قدر بھی یہاں سوئمبر میں حصہ لینے والے امیدوار جمع ہیں ان میں سے۔ کوئی بھی اس تلوار کی تیزی اور کاٹ کا سامنا نہ کر پائے گا پر مجھے حیرت تو اس بات کی ہے اس نے جو ایک بار شادی نہ کرنے کا عہد کر لیا تھا تو پھر یہ سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے کیسے آ گیا۔ تھوڑی دیر کے لیے وہ راجہ رکا اور اس کے بعد وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پھر کہہ رہا تھا۔

پر یہ حسن اور خوبصورتی بھی بڑی شئے ہے میرا خیال ہے کہ اس دیو وارتا نے بھی کاسی کی راجکماریوں امبا، امبیکا اور امبلیکا کے حسن کے چرچے سنے ہوں گے لہذا اس نے بھی شادی نہ کرنے کا اعلان ترک کر کے سوئمبر میں حصہ لینے کا عزم کر لیا ہو گا۔ اگر ایسا ہے اور دیو وارتا نے سوئمبر میں حصہ لینے کا عزم کر لیا ہے تو پھر یہ خوش بخت ہے کہ یہی وہ شخص ہے جو اس سوئمبر کو جیت سکتا ہے۔ وہ راجہ اپنے قریب ہی بیٹھے ہوئے راجاؤں اور راجکماروں کو مخاطب کرتے ہوئے ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ۔

ہستنا پور کا راجکمار اپنے جنگی رتھ سے اتر کر اس سائبان کی طرف آیا، اسی دوران سوئمبر کی ابتدا ہونے والی تھی۔ کیونکہ ریاست کاسی کی تینوں راجکماریاں امبا، امبیکا، امبلیکا جن کے لیے سوئمبر رچایا جا رہا تھا ان کو دلہن کے لباس میں اس سائبان کے ایک کونے میں ایک بلند شہ نشین پر لا کر بٹھا دیا تھا اور اس وقت خود کاسی کا راجہ بھی اپنی راجکماریوں کے ساتھ تھا جب تینوں راجکماریاں اس شہ نشین پر بیٹھ گئیں تو اسی وقت ہستنا پور کا راجکمار دیو وارتا وہاں داخل ہوا اور اس نے وہاں بیٹھے ہوئے راجاؤں اور راجکماروں کو مخاطب کرتے ہوئے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا۔

کاسی کے راجہ کی تینوں بیٹیوں کے سوئمبر میں جمع ہونے والو راجو اور راجکمارو!

میری بات غور سے سنو میں جانتا ہوں تم میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو میری ذات سے واقف ہیں اور میرے متعلق وہ چہ میگوئیاں کر رہے ہیں کہ میں کیوں اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آوارد ہوا ہوں۔ تو میری بات غور سے سنو میں ہستنا پور کی ریاست کا بڑا راجکمار دیو وارتا ہوں ماضی میں بھی یہ روایت رہی ہے کہ اس ریاست کاسی کی راجکماریاں ہمیشہ ہستنا پور میں ہی بیاہی جاتی رہی ہیں یہ پہلا موقع ہے کہ کاسی کی ان تینوں راجکماریوں کے لیے سوئمبر رچایا جا رہا ہے۔

سنو یہاں جمع ہونے والو راجو اور راجکمارو! میں ان تینوں راجکماریوں کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں یہ تینوں میرے چھوٹے بھائی وچترا ویریا کی دلہنیں بنیں گی اور یہ تینوں ہی ہستنا پور کی ہر دلعزیز رانیاں بن کر زندگی بسر کریں گی۔ تم میں سے اگر کوئی ایسا ہو جو میرے اس عزم میں حائل ہونا چاہتا ہے تو وہ امبا، امبیکا اور امبلیکا نام کی ان راجکماریوں کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہو یا وہ ان تینوں کے حسن سے متاثر ہوا اور انہیں اپنی رانی بنانے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ میرے سامنے آئے میرے ساتھ مقابلہ کرے پھر دیکھتا ہوں کہ وہ میری تلوار کے وار سے کیسے اور کس طرح بچ سکتا ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد دیو وارتا بڑی تیزی سے آگے بڑھا وہاں شہ نشین پر بیٹھی ہوئی تینوں راجکماریوں کے اس نے باری باری بازو پکڑے پھر وہ تینوں کو اٹھا کر باہر لے گیا اور انہیں اپنے رتھ میں بٹھاتے ہوئے اس نے پھر ایک بار وہاں پر جمع ہونے والے سارے لوگوں کو بلند آواز میں مخاطب کر کے کہا۔

میں ان تینوں راجکماریوں کو اپنے ساتھ ہستنا پور لے جا رہا ہوں اور وہیں ان کی شادی میرے چھوٹے بھائی وچترا ویریا کے ساتھ ہو گی۔ وہاں جمع ہونے والے کسی راجہ یا راجکمار کو یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ اٹھ کر دیو وارتا کا مقابلہ کرے یا اسے ان تینوں راجکماریوں کو وہاں سے لے جانے سے روکے اور جس شخص نے اٹھ کر جرأت مندی کا اظہار کیا وہ ریاست سنوا کا راجہ تھا وہ تیزی سے اٹھا اور غصے سے پھنکارتا ہوا دیو وارتا کے رتھ کے پاس آیا اور بڑے جوش سے بڑے غضب کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

تم ان تینوں راجکماریوں کو یوں اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے ہو اس لیے کہ تم دیکھتے ہو کہ دور دراز کے راجہ اور راجکمار ان تینوں راجکماریوں کے اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے جمع ہوئے ہیں جس کے دعوت نامے کاسی کی ریاست کے راجہ نے ہمیں بھجوائے ہیں لہذا اگر ان راجکماریوں کو لے جانے پر تمہیں کوئی روکنے والا یا کوئی منع کرنے والا نہیں تو سن رکھو میں

ان تینوں راجکماریوں کے ایک حق دار کی حیثیت سے تمہارے سامنے آتا ہوں اور تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ ان راجکماریوں کو رتھ سے اتار کر اسی طرح اس شہ نشین پر بٹھا دو جس طرح یہ پہلے بیٹھی ہوئی تھی اس کے بعد تم میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرو اگر تم تیغ زنی میں مجھ پر غالب رہے تو پھر تم ان تینوں راجکماریوں کو لے جانے کا حق رکھتے ہو۔ اس پر دیو وارتا نے فوراً اپنی تلوار اور ڈھال سنبھالتے ہوئے اس راجہ کو کہا یہ تینوں راجکماریاں تو اب اس رتھ کے اندر ہی بیٹھی رہیں گی ہاں تم نے مجھے مقابلے کی دعوت دے کر خوب جرأت مندی کا اظہار کیا ہے۔ پس ان تینوں راجکماریوں کو حاصل کرنے کے لیے میں تیرے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تیرے ساتھ میرا یہ مقابلہ ضرور دلچسپ رہے گا۔

دیو وارتا کی اس دعوت پر ریاست سلوا کے راجہ نے بھی اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال لی تھی پھر وہ دو ازلی دشمنوں اور کئی دنوں کے بھوکے بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔

دیو وارتا اور سلوا کا راجہ ایک دوسرے پر دہکتے صحرا، ہجر زدہ موسم دشت کی ویرانی اور پاروں میں رقص کرتی تشنگی اور جستجو میں بھرپور لمحوں کی طرح ایک دوسرے پر خوفناک اور جان لیوا حملے کرنے لگے تھے۔ شروع شروع میں سلوا کا راجہ بڑی تیزی سے دیو وارتا پر حملہ آور ہوا تھا اور اس نے ایک خطرناک وار کر کے دیو وارتا کے شانے پر معمولی سا خراش نما زخم بھی لگا دیا تھا لیکن دیو وارتا نے اس زخم کی کوئی پرواہ نہ کی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ ہولناک انداز میں سلوا کے راجہ پر حملہ آور ہونے لگا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ دیو وارتا سلوا کے راجہ کے لیے بے کراں تیز اور آلودہ دریا، خون کا رواں سیلاب اور المناک سموں کی سی صورت اختیار کرنے لگا تھا۔ اب ہر لمحہ دیو وارتا کے حملوں میں تیزی اور تندی پیدا ہوتی جا رہی تھی جب کہ سلوا کا راجہ اس کے سامنے نہ صرف یہ کہ حملوں میں سستی بلکہ جسم میں تھکاوٹ بھی محسوس کرتا جا رہا تھا اچانک ایک بار دیو وارتا نے سلوا کے راجہ کو جھکہ دے کر خوفناک انداز میں اس پر اپنی تلوار برسائی۔ سلوا کے راجہ نے دیو وارتا کے اس وار کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ بری طرح ناکام رہا اور جواب میں دیو وارتا نے پہلے ڈھال مار کر سلوا کے راجہ کو زمین پر گرا دیا پھر وہ اپنی تلوار بلند کر کے اس کی گردن پر گراتے ہوئے اس کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا تاہم پھر اس نے اس کی گردن کے قریب اپنی تلوار کا وار روک دیا اور سلوا کے راجہ کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا۔

اے سلوا کے راجہ سن اب جب کہ میں نے اپنی ڈھال مار کر تجھے اپنے سامنے گرا دیا ہے تیرے لیے میں اپنی تلوار بھی فضا میں بلند کر چکا تھا تو میں بڑی آسانی کے ساتھ تیری گردن کاٹ کر تیرا خاتمہ کر سکتا تھا پر میں ایسا سنگدل نہیں کہ یوں ہی کسی کی جان لوں لہذا میں تجھے معاف کرتا ہوں اس کے بعد دیو وارتا نے اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے وہاں بیٹھے ہوئے سارے راجاؤں اور راجکماروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میں ان تینوں راجکماریوں کو اپنے ساتھ لے کر ہستنا پور کی طرف روانہ ہونے والا ہوں تم میں سے اگر کوئی ان تینوں راجکماریوں کا حق دار ہونے کا دعویٰ کرتا ہو تو وہ اٹھ کر میرے سامنے آئے اور اپنے لیے ایسے ہی حشر کا انتظام کرے جو کہ میں نے سلوا کے راجہ کا کیا ہے۔ دیو وارتا کے اس چیلنج کے جواب میں کسی راجہ اور کسی راجکمار نے کوئی جواب نہ دیا سارے اپنی جگہوں پر گم سم بیٹھے ہوئے تھے جب کہ دیو وارتا چند لمحے ان کی طرف سے کسی جواب کا انتظار کرنے کے بعد اپنے رتھ میں بیٹھا اور رتھ ہستنا پور کی طرف ہانک دیا تھا اس موقع پر سب سے بڑی راجکماری امبا کے انداز سے کچھ ایسا لگتا تھا کہ وہ بار بار دیو وارتا سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہی ہو لیکن کہہ نہ پا رہی ہو۔ بہرحال بڑی راجکماری اسی کشمکش میں تھی کہ دیو وارتا نے اپنے رتھ کے گھوڑوں کو چابک مار کر بری طرح ہانک دیا تھا اور یوں رتھ کے گھوڑے دھول اڑاتے ہوئے سرپٹ ہستنا پور کی طرف بھاگ رہے تھے۔

○

یوناف اور بیوسا دونوں ہستنا پور شہر کے باہر دریائے گنگا کے کنارے سرائے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیکا نے یوناف کی گردن لمس دیا پھر اس کی شہد اور شیریں برساتی ہوئی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی۔

یوناف! یوناف میرے حبیب! یہاں دریائے گنگا کی اس سرائے سے کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا قافلہ صحرائے سینا کے اندر عین جبل موسیٰ کے سامنے فروکش ہو چکا ہے اور ان کے سامنے ذرا فاصلے پر ایسا ہی ایک کارواں مدین والوں کا

بھی پڑاؤ کر چکا ہے یہ لوگ دو خزانوں کی تلاش میں وہاں آئے ہیں ان کا خیال ہے کہ موسیٰ کی غیر موجودگی میں سامری نے جب گوسالہ بنانا تھا تو کچھ سونا بچ رہا تھا جو وہیں کہیں جبل موسیٰ کے سامنے دفن ہو گیا تھا ایک تو یہ لوگ اس سونے کی تلاش میں آئے ہیں اور دوسرا خزانہ جسے یہ لوگ تلاش کرنا چاہتے ہیں وہ موسیٰ کے چچا زاد بھائی قارون کا خزانہ ہے جو جبل موسیٰ کے سامنے دشت سینا کے اندر اپنے خزانوں سمیت خداوند کے حکم سے زمین میں دھنس کر رہ گیا تھا۔

سنو یوناف، عزازیل، عارب، نبیطہ اور تمہارا پرانا دشمن کوزن بھی وہاں پہنچ چکے ہیں اور وہ چاروں مل کر ان قافلوں کے اندر ضرور کسی بدی کی ابتدا کرنے کی کوشش کریں گے لہٰذا آؤ ہم بھی دشت سینا کی طرف کوچ کریں اور دیکھیں کہ وہ چاروں اگر وہاں بدی کی ابتدا کرتے ہیں تو ہم نہ صرف یہ کہ ان کی بدی کی روک تھام کریں بلکہ ان کے مقابلے میں ہم نیکی کے فروغ اور خیر کے پھیلاؤ کا کام بھی کریں۔

ابلیکا جب خاموش ہوئی تب یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے ابلیکا تم ٹھیک کہتی ہو میں ابھی اور اسی وقت تمہارے کہنے کے مطابق یہاں سے کوچ کرتا ہوں۔

اس موقع پر حسین بیوسا نے فوراً یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف! کیا ابھی ابھی ابلیکا کے ساتھ تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔ یوناف کہنے لگا۔ تمہارا اندازہ درست ہے بیوسا! میری ابلیکا کے ساتھ ہی گفتگو ہو رہی تھی اس کا کہنا ہے کہ دشت سینا کے اندر بنی اسرائیل اور مدین والوں کے دو کاروان خیمہ زن ہوئے ہیں وہ وہاں پہ قارون کے خزانے اور سامری کے سونے کی تلاش میں اس صحرا کے اندر خیمہ زن ہوئے ہیں۔

عزازیل، عارب، نبیطہ اور کوزن بھی وہاں پہنچ چکے ہیں اور وہاں وہ ان قافلوں کے اندر ضرور کسی بدی کی ابتدا کریں گے۔ لہٰذا اے بیوسا میں بھی اسی وقت دشت سینا کی طرف کوچ کر رہا ہوں کیا اس سوچ میں تم میرا ساتھ دو گی۔ بیوسا نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

اب جبکہ میں عزازیل، عارب اور نبیطہ کو ترک کر کے تمہارے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر چکی ہوں تو پھر تم مجھ سے یہ نہ پوچھا کرو۔ میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار رہوں یا نہیں تم جدھر بھی جاؤ گے جس سمت بھی کوچ کیا کرو گے میں ایک سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گی اس لیے کہ میں عہد کر چکی ہوں تو پھر تم مجھ سے یہ نہ پوچھا کرو کہ میں تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار رہوں یا نہیں تم جدھر بھی جاؤ گے جس سمت بھی کوچ کیا کرو گے میں

ایک سائے کی طرح تمہارے ساتھ رہوں گی۔ اس لیے کہ میں عہد کر چکی ہوں کہ میں نے اپنی بقیہ زندگی تمہارے ساتھ ایک اچھے ساتھی اور رفیق کی حیثیت سے گزار دوں گی۔ لیکن میرا یہ عہد ضرور یاد رکھنا کہ کبھی بھی مجھ سے یہ مطالبہ نہ کرو گے کہ میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں ایسا میں کبھی نہ ہونے دوں گی نہ کروں گی پر تمہارے ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے ضرور تمہارے ساتھ رہوں گی۔

بیوسا کا جواب سن کر یوناف خوش ہوا پھر وہ دونوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے وہ جبل موسیٰ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد یوناف اور بیوسا جبل سینا کے قریب نمودار ہوئے۔ وہاں یوناف نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا تم یہیں ایک چٹان پر بیٹھ کر میرا انتظار کرو میں سامنے جو بنی اسرائیل اور اہل مدین کے قافلے خیمہ زن ہیں ان کی طرف جاتا ہوں وہاں میں معلوم کرتا ہوں کہ کیا حالات ہیں، اس کے بعد فیصلہ کروں گا کہ ہمیں ان قافلوں کے اندر رہنا چاہیے یا ان کے آس پاس کہیں اور ہمیں اپنے قیام کا انتظام کرنا چاہیے۔ اتنا کہنے کے بعد بیوسا کے جواب کا انتظار کیے بغیر یوناف ان قافلوں کی طرف چلا گیا تھا۔ یوناف تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ وہاں بیوسا کے قریب عزازیل نمودار ہوا اور اس نے بڑی رازداری سے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا میں جلدی میں ہوں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سنو یوناف جب ان قافلوں کی طرف سے واپس آتا ہے تو تم اس سے فرمائش کرنا کہ یہ جبل سینا کی جو سامنے والی چوٹی ہے اس پر چڑھ کر اس جبل کا نظارہ کریں جس کے اوپر چڑھ کر موسیٰ اپنے رب سے ہمکلام ہوا کرتے تھے۔ دیکھو اس جبل کے اندر میں نے ایک کنواں نما گہری کھوہ کھدوا رکھی ہے جس کے اندر میں نے انگنت زہریلے سانپ ڈال رکھے ہیں جب تم یوناف کو وہاں لے کر آؤ گی تو میں کوزن اس پر چھوڑ دوں گا۔ یوں اس کھوہ کے پاس یوناف اور کوزن مقابلہ کریں گے کوزن یوناف کو اٹھا کر سانپوں بھری اس کھوہ میں پھینک دے گا پھر دیکھنا نیکی کے اس نمائندے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ بیوسا میں اب جاتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ ابلیکا ہماری گفتگو سن کر یوناف کو اس سے آگاہ کر دے اس کے ساتھ ہی عزازیل وہاں سے غائب ہو کر چلا گیا تھا۔

بیوسا وہاں ایک چٹان پر بیٹھ کر تھوڑی دیر تک یوناف کا انتظار کرتی رہی جب یوناف لوٹا اور اس نے بیوسا سے ان قافلوں کی تفصیل سے متعلق کچھ کہنا چاہا تو بیوسا نے فوراً اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف آؤ پہلے اس چوٹی پر چلیں میں اس کوہستان کے اوپر کے حصے کو دیکھنا چاہتی ہوں جہاں پر موسیٰ کھڑے ہو کر اپنے رب سے ہمکلام ہوا کرتے تھے اسی چوٹی پر جا کر میں تم سے یہ سامنے خیمہ زن ہونے والے دونوں قافلوں کے متعلق تفصیل بھی سنوں گی۔ یوناف نے بیوسا کی اس بات کو مان لیا لہذا دونوں تیزی سے چڑھتے ہوئے اس چوٹی کے اوپر آئے جس کی طرف بیوسا نے اشارہ کیا تھا۔ جوں ہی چوٹی کے وہ اوپر آئے عزازیل، عارب اور کوزن نے تین اطراف سے یوناف کو گھیر لیا تھا جب کہ چوتھی اور پشت کی طرف سانپوں بھری کھوہ تھی۔ بیوسا ایک طرف ہٹ گئی اور کھڑی ہو گئی تھی اس موقع پر عارب کے ساتھ نیلی دھند کی وہ قوتیں بھی تھیں جو کبھی یافان کے ساتھ ہوا کرتی تھیں پھر کوزن آگے بڑھا اور یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

اے نیکی کے نمائندے تم ماضی میں کئی بار مجھ پر حاوی ہو کر میری اذیت اور میری تکلیف کا باعث بنے لیکن آج اس جبل موسیٰ کے اندر میں مار مار کر تیری حالت طوفانوں میں اڑتے خشک پتوں اور آرزوؤں کے سراب جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔ میں اکیلا ہی تم سے مقابلہ کروں گا اور میرے یہ محترم عزازیل اور عارب دور رہ کر تیری ذلت کے شانوں کا مظاہرہ کریں گے۔

اے نیکی کے نمائندے آج کے دن اپنے دل کے اندر لکھ رکھ کہ میں تجھ سے اپنے ماضی کے سارے انتقام لوں گا۔ تجھ سے اپنے سارے حسابات وصول کروں گا اور جبل سینا کی اس چوٹی پر تجھ پر مسلسل جان کنی کے لمحات طاری کر کے نہ صرف یہ کہ تیری زندگی کے طلسم کو برباد کروں گا بلکہ تجھے میں ایک سنگ لحد بنا کر بھی رکھ دوں گا۔ کوزن کی یہ گفتگو سن کر یوناف نے تھوڑی دیر تک اسے قہر آلود انداز میں دیکھا پھر اس نے اس سے کہا۔

بدی کے گماشتے تیرے جیسے بے کار اور یونہی بھونکنے والے آوارہ کتے میں نے اپنے ماضی میں بہت دیکھے اور خوب مار بھگائے ہیں قسم مجھے اپنے رب کریم اور خدائے لازوال کی اگر تو جبل موسیٰ کی اس چوٹی پر مجھ سے ٹکراتا ہے تو تیرے دل کی بستی کو میں ویران ویران تیری روح کی ساری راہیں سونی سونی تیرے چہرے کو افسردہ، افسردہ تیرے

جسم کے سارے اعضاء کو پارہ پارہ تیری ذات کو خون آلود کر کے رکھ دوں گا۔

اے کوزن اس وقت یہ گمان نہ کر کہ عزازیل اور عارب اس کے علاوہ یافان کی وہ نیلی دھند کی قوتیں جو اس وقت عارب کے قبضے میں ہیں وہ تیری مدد کے لیے حاضر اور موجود ہیں قسم مجھے اپنے خداوند لاشریک کی اگر یہ عزازیل اور عارب بھی اس موقع پر تیرا ساتھ دیں تو میں تم تینوں کے سامنے جبل سینا کی ان چٹانوں کی طرح سینہ تان کر جم جاؤں گا۔ سن رکھ کوزن میں نیکی کا نمائندہ ہوں۔ نیکی کی خاطر میں اپنی گردن کٹوا سکتا ہوں۔ اپنے جسم اور اپنی جان کو پارہ پارہ کروا سکتا ہوں پر تیرے جیسے بدی کے گماشتوں سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔

کوزن نے یوناف کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ الاؤ میں بھڑکتے ہوئے انگاروں کے شور اور بے پناہ اُبلتے ہوئے طوفان کی طرح بڑھا اور یوناف کے سر کو نشانہ بناتے ہوئے دائیں ہاتھ کی ضرب لگانا چاہی۔ یوناف بھی مستعد تھا اس نے فوراً کوزن کا ہاتھ فضا کے اندر ہی روک لیا تھا اس موقع پر کوزن نے بھی بڑی چالاکی اور عیاری سے کام لیا اس نے فوراً اپنا فضا میں اٹھا ہوا ہاتھ یوناف کی گردن پر رکھا اور دوسرا ہاتھ اس نے فوراً یوناف کی دونوں رانوں کے درمیان ڈال کر ایک جھٹکے کے ساتھ خوفناک چیخ بلند کرتے ہوئے یوناف کو اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند کر لیا تھا۔ ایک بار اس نے باری باری فخریہ انداز میں عزازیل اور عارب کی طرف دیکھا اس موقع پر عزازیل نے اس کو اشارہ کیا کہ وہ فوراً یوناف کو زہریلے اور آدم خور سانپوں سے اٹی ہوئی کھوہ میں پھینک دے لہذا کوزن حرکت میں آیا اور اس نے ایک وحشی اور زوردار نعرہ فضا میں بلند کرتے ہوئے یوناف کو اپنی پوری قوت کے ساتھ زہریلے سانپوں سے بھری ہوئی اس کھوہ کے اندر اچھال دیا تھا فضاؤں کے اندر بلند ہونے کے بعد یوناف بڑی تیزی سے سانپوں سے بھری ہوئی اس کھوہ میں گرتا جا رہا تھا۔

دشت سینا میں جبل موسیٰ کے دیوالوں کے اندر کوزن نے یوناف کو اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر انتہائی قوت اور طاقت کے ساتھ فضاؤں کے اندر اچھال دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں یوناف بڑی بے بسی کے عالم میں اس کھوہ کی طرف گرتا چلا جا رہا تھا، جس کے اندر عزازیل نے ان گنت زہریلے سانپ جمع کر رکھے تھے۔ جوں ہی فضا کے اندر لڑھکتا ہوا یوناف اس کھوہ کے دہانے کے قریب آیا ابلیکا فوراً اس کی مدد کو پہنچی اور

اس نے ماورائی انداز میں ایک بار پھر یوناف کو اس کھوہ سے بچاتے ہوئے فضاؤں کے اندر اچھال دیا تھا اس کھوہ کے دہانے سے یوناف گرم ہوا کے جھونکوں، جاگتے لمحوں کی انگڑائی حدت شوریدہ، منہ زور آندھی اور بپھرے ہوئے سمندر کی موجوں کی طرح بلند ہوا تھا۔ کھوہ کے اس دہانے کے کافی اوپر جا کر ابلیکا ایک بار پھر حرکت میں آئی اس نے فوراً یوناف کی گردن پر لمس دیا اور بڑی تیزی سے اس کی سماعت میں انگبیں رس گھولتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

اے یوناف میرے حبیب! جس کھوہ کی طرف تم گر رہے تھے اور جس سے میں نے تمہیں ایک بار ابھارا ہے اس کھوہ کے اندر عزازیل نے ان گنت سانپ بھر رکھے ہیں اور اگر تم اس کھوہ میں گرتے ہو تو پھر سوچ رکھو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔

سنو تمہارے خلاف عزازیل نے بیوسا کو استعمال کرتے ہوئے تمہیں ان اُجاڑ ویرانوں کی اس کھوہ کی طرف بلایا ہے اور اب اس نے کوزن کو تم پر مسلط کیا تھا تاکہ تمہیں کوزن اٹھا کر اس کھوہ میں پھینک دے اب جب کہ میں نے تمہیں ایک بار اس کھوہ سے اوپر ابھار دیا ہے تو تم اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ اور اس کھوہ کی سیدھ سے ہٹ کر اس کے کنارے پر اپنے قدم جمانے کی کوشش کرو اور ہاں اے یوناف! یہ بھی سن رکھو تم جانتے ہو کہ ان دنوں بیوسا تمہارے ساتھ ہے لیکن وہ اندر ہی اندر تمہارے ساتھ رہتے ہوئے عزازیل اور عارب کے لیے کام کر رہی ہے اس موقع پر میں نے بیوسا کے ذہن پر ایک ایسا عمل کر دیا ہے کہ وہ عزازیل، عارب اور نبیطہ کو فراموش کرتے ہوئے تمہارے ساتھ رہنے پر ترجیح دے گی۔

سنو یوناف ایسا میں نے اس لیے کیا ہے کہ وقفے وقفے سے اس کے ذہن پر ایسا عمل کر کے ہم اس کے ذہن سے عزازیل، عارب اور نبیطہ کی رفاقت نکال دیں گے اور اس دوران ہم اسے نیکی، خیر اور وحدانیت کے درس دیتے رہیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہمارے مسلسل ایسا کرنے پر ایک وقت ضرور آئے گا کہ بیوسا، عزازیل، عارب اور نبیطہ کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے خوشی کے ساتھ تمہارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جائے گی۔

ابلیکا جب خاموش ہوئی تو یوناف نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ابلیکا جو کچھ تم نے بیوسا کے لیے کیا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق

کرتا ہوں اور تمہارے اس عمل پر مطمئن اور خوش بھی ہوں۔ اب دیکھو میں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر سانپوں سے بھری اس کھوہ کے دہانے پر کوزن کے سامنے نمودار ہوتا ہوں اس کے ساتھ ہی یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا فضاؤں کے اندر ہی اندر وہ کسی چرخی کی طرح گھوما اور پھر وہ تیزی سے نیچے آیا اور عین کوزن کے سامنے زمین پر اپنے پاؤں جما کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جوں ہی یوناف کوزن کے سامنے کھڑا ہوا کوزن کے لبوں پر طنزیہ سی زہر بھری مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے نیکی کے نمائندے دشتِ سینا کی اس بنجر سرزمین اور جبل موسیٰ کے ان سنسان ٹیلوں کے اندر میں تیرے لیے موت کی تاریکی، وقت کا بدترین سیلاب اور مرگ کی کھلی ہوئی آغوش ثابت ہوں گا۔ اس تیرگی کے صحرا اور دشت بے اماں کے اندر آج تو میرے ہاتھوں بچ نہ سکے گا۔ تجھے میں آج ایسی مار ماروں گا کہ ان ویرانوں کے اندر میں ہر صورت میں تم پر موت کی تاریکی اور بدنصیبی کے سائے طاری کر کے رہوں گا۔ کوزن کی اس گفتگو پر یوناف نے زہر بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر اس نے کھولتے ہوئے لہجے اور آگ کے انگارے جیسے انداز میں کوزن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے کوزن جو کچھ تم نے کہا ہے میرے نزدیک یہ ایک کتے کی آواز اور ایک دیوانے کی صدا سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا مجھے اپنے سامنے بے بس اور مجبور نہ سمجھو سن رکھو جب میں قدرت کا احتساب اور لہو کی جولانی کر تمہارے خلاف حرکت میں آؤں گا تو تمہارے دل کے قرطاس پر تقدیر کا بدترین عذاب اور تمہارے لوحِ ذہن کے نقوش پر درد کے الفاظ مرقوم کر دوں گا۔

اے کوزن میں تمہارے سامنے کوئی پابہ زنجیر قیدی یا بندھی ہوئی زمین نہیں ہوں کہ تم اپنی مرضی اور من مانی کرتے پھرو۔ تم دیکھو میں آندھیوں کا شناسا اور طوفانوں کا محرم ہوں اور ان ویرانوں کے اندر میں تم پر جاڑوں کی افسردہ ہیلاہٹیں اور ذلت اور پستی کا کفن طاری کرنے کی ہمت اور قوت رکھتا ہوں اس کے ساتھ ہی یوناف جچے تلے انداز میں کوزن سے ٹکرانے کے لیے آگے بڑھا۔

یوناف کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر کوزن بھی حرکت میں آیا تھا اور آگے آیا تھا اور اپنا ہاتھ بلند کر کے وہ چاہتا تھا کہ پہلے کی طرح یوناف کو ضرب لگانے کا جھانسہ دے کر اسے

فوراً اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر ایک بار پھر سانپوں سے بھری ہوئی اس کھوہ میں پھینک دے لیکن
اس بار یوناف چوکس تھا اور جانتا تھا کہ عزازیل، عارب اور کوزن مل کر اس کے ساتھ کیا معاملہ کر
رہے ہیں لہٰذا اس بار وہ موجوں کے شور اور بجلی کی کڑک کی طرح حرکت میں آیا۔ کوزن کا وہ
ہاتھ جو فضا کے اندر اٹھا ہوا تھا وہ اس نے فضا کے اندر ہی اپنی گرفت میں لے لیا اور پھر
دوسرا ہاتھ اس نے اس کے جسم کے دوسرے حصے میں ڈالتے ہوئے اسے فوراً اپنے دونوں
ہاتھوں میں فضا کے اندر اٹھا لیا تھا پھر اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس نے پوری قوت اور طاقت
کے ساتھ کوزن کو سانپوں سے بھری ہوئی اس کھوہ کے اندر پھینک دیا تھا یہ سارا معاملہ اور المیہ
اس قدر تیزی اور سرعت کے ساتھ حرکت میں آیا تھا کہ کوزن سنبھل نہ سکا اور سانپوں سے بھری
ہوئی اس کھوہ کے اندر اترتا چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کھوہ کے اندر سے اس کی بھیانک اور
ہولناک چیخیں سنائی دیں اور اس کے بعد ان ویرانوں کے اندر خاموشی چھا گئی تھی۔

کوزن کے اس بھیانک خاتمے کے بعد یوناف تھوڑی دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر اچانک
وہ چونک سا پڑا اس لیے کہ اس کے قریب ہی کھڑا ہوا عارب اپنے نیلی دھند کی قوتوں کو
حرکت میں لاتا ہوا یوناف کی طرف بڑھا تھا وہ اس سے کوزن کا انتقام لینے کا عزم کر چکا تھا
عارب کے تھوڑا سا پیچھے نبیط خاموش کھڑی تھی جب کہ عارب کے دائیں طرف عزازیل بھی
کسی ستون کی طرح بے حس و حرکت کھڑا تھا اور ان کے بائیں جانب ذرا فاصلے پر حسین بیوسا
کھڑی تھی۔ کوزن کے مقابلے میں یوناف کی اس کامیابی کو دیکھتے ہوئے بیوسا کے چہرے پر
کرنوں کے نقاب جیسا اطمینان اور شہد میں ڈوبے ہوئے کنول ہونٹوں جیسا سرور تھا۔ اس
کی آنکھوں کے اندر اس سمے ایک روح پرور اور ملاوٹ اندوز مٹھاس تھی۔ جب کہ اس کے
آکو چہ ہونٹ پھولوں کے شہد اور ندیوں کے ترنم جیسا سماں پیش کر رہے تھے۔

یوناف نے جب عارب کو اپنی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ اپنی طرف بڑھتے دیکھا
تو وہ فوراً حرکت میں آیا نیچے جھک کر اس نے دو پتھر اٹھائے ایک پتھر کو دوسرے پتھر
پہ رگڑتے ہوئے اس نے اس کے دوسرے پتھر پہ اسم اعظم لکھا اور پھر اس نے اسی
اسم اعظم لکھے ہوئے پتھر کو نیلی دھند کے اندر پھینک دیا تھا۔

اسم اعظم لکھے ہوئے اس پتھر کا نیلی دھند کے اندر گرنا تھا کہ نیلی دھند کی شیطانی قوتوں
کے اندر ایک ہلچل اور بے چینی ایک تڑپ اور بیکراری سی اٹھ کھڑی ہوئی اور نیلی دھند کی

قوتیں کافی پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھیں آگے بڑھتے ہوئے عارب نے جب دیکھا کہ اس کی نیلی دھند
کی قوتیں یوناف کی طرف سے پھینکے جانے والے پتھر کے جواب میں اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئی ہیں۔
اس پر بھی یوناف کی طرف سے ایک طرح سے دہشت اور خوف طاری ہو گیا تھا۔ وہ بھی پیچھے ہٹ
کر نیلی دھند کے اندر جا کھڑا ہوا اور انتہائی بے بسی اور مجبوری کی حالت میں وہ اپنے قریب ہی کھڑے
عزازیل کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ عزازیل نے جب دیکھا کہ اس کڑے وقت میں عارب اس سے کچھ
کہنے اور کچھ کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ تب وہ حرکت میں آیا اور یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے
کہنے لگا۔

اے نیکی کے نمائندے تو جانتا ہے میں ازل کے اسرار اور ابد کے رموز کا واقف کار ہوں میں
سمندر کی گہرائیوں اور فلک کی بلندیوں کے رازوں کا امین ہوں۔ وقتی طور پہ یہ وقتی طور پہ ہمارے
خلاف جو تو کامیابی حاصل کر لیتا ہے تو اس سے یہ گمان نہ کر بیٹھنا کہ تو ہم پہ حاوی اور غالب ہے میں
جب چاہوں تجھے زمین کے پیچ و تاب اور رنم انگیز سکوت میں مبتلا کر کے تیری حالت آندھیوں میں
سلگتے دیے اور روندے ہوئے پھول بلکہ مایوسی کے بھنور جیسی بنا کر رکھ دوں۔

اے نیکی کے نمائندے میں جب چاہوں تیرے سر سے لے کر پاؤں تک آگ ہی آگ برسا
کر رکھ دوں یہ یہ میری نرمی ہے کہ میں سخت شدید نفرت کی طرح نرم رو ہو کر میں تیرے خلاف حرکت
میں نہیں آتا۔ یوناف نے فوراً عزازیل کی بات کاٹتے ہوئے اسے جواب دیا۔

اے عزازیل تو بکواس کرتا ہے تو نہ ازل کے اسرار نہ ابد کے رموز کا بھیدی ہے نہ ہی
سمندر کی گہرائیوں اور بلندیوں کا راز داں ہے۔ یہ ایسے بھید ہیں جو میرے اللہ کے علاوہ کوئی
نہیں جانتا۔

اے عزازیل تو نے دیکھا میں نے اسم اعظم اس پتھر پہ لکھ کر جو اس نیلی دھند کی قوتوں پر
پھینکا تو تو نے دیکھا اس اسم اعظم کے باعث اس نیلی دھند کی قوتوں کی کیا حالت ہوئی۔

اے عزازیل یہ اسم اعظم کچھ بھی نہیں بلکہ میرے رب کا ذاتی نام ہے جسے میں اپنی مدد کے لیے
استعمال کرتا ہوں اور اے عزازیل سن رکھ جب میں کبھی اپنے اسی رب اپنے اسی خالق مالک اور
اللہ کو پکارتے ہوئے تیرے خلاف حرکت میں آؤں گا تو اس روز تیری حالت خاک پر خونی دھارے
اور کالی رات کے مردہ سمندر سے بھی زیادہ بھیانک ہو گی۔

اے انسانی فکر کے قاتل اور جذبات کے جلاد تو کچھ بھی نہیں۔ بس فاسد قدرت کا ایک سیلاب

اور غلیظ نگاہوں کے زہر کا ایک طوفان ہے اور ایسے طوفانوں پر قابو پانا میں خوب جانتا ہوں۔ اے عزازیل میں جب چاہوں اپنے رب کو پکارتے ہوئے تیرے بے زنجیر ہونٹوں کو خاموش اور تیری بے پردہ آنکھوں کو بند کر دوں۔ اگر میرے اس دعوے کے خلاف تجھے کوئی شک و شبہ ہو تو اے عزازیل جبل موسیٰ کے ان ویرانوں کے اندر میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اس چوٹی پر جس پر کھڑے ہو کر موسیٰ اپنے رب سے ہمکلام ہوا کرتے تھے تو مجھ سے ٹکرا اور اس عارب اور نبیطہ کو بھی تو اپنے ساتھ اپنی مدد کے لیے ملا لے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جبل موسیٰ کی اس چوٹی پر جہاں میرا رب اپنے رسول سے ہمکلام ہوتا رہا ہیں سجّے اور تیرے ساتھیوں کو رنج و غم کا کھلیان اور خزاں کے اداس لمحوں کا دکھ اور زخم بنا دوں گا۔

عزازیل نے اس موقع پر یوناف کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اپنے سر کو مخصوص انداز میں ہلاتے ہوئے عارب اور نبیطہ کو اشارہ کیا پھر وہ تینوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔ ان کے اس ردّعمل پر یوناف کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور اپنے دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے اس نے بلند آواز میں کہا۔

اے عزازیل تجھ پر لعنت ہو ان ویرانوں کے اندر آج تو مجھ سے ٹکراتا تو میں یقیناً اس جبل سینا کے اوپر تیری حالت ندی میں بہتے تنکوں جیسی بے بس اور جبل ساماتی جیسی افسردہ کر دیتا۔

عزازیل، عارب اور نبیطہ کے چلے جانے کے بعد ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا اور ابلیکا کی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی وہ کہہ رہی تھی۔

سنو یوناف عزازیل، عارب اور نبیطہ جاتے ہوئے بیوسا کو ساتھ لے کر نہیں گئے۔ شاید وہ اسے اس امید پر یہاں چھوڑ گئے ہیں کہ آنے والے دنوں میں وہ اسے پھر تمہارے خلاف استعمال کریں گے اس موقع پر عزازیل، عارب یا نبیطہ اسے اپنے ساتھ جانے کو کہتے تو وہ ضرور ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیتی اس لیے کہ میں نے اس کے ذہن پر ایک ایسا عمل کر دیا تھا جس کی بنا پر وہ ان کے ساتھ جانے کے بجائے تمہارا ساتھ دینے کو ترجیح دیتی۔

اے یوناف اب میں اپنے اس عمل کو ختم کرتی ہوں اور ساتھ ہی ساتھ میں تمہیں یہ تلقین کرتی ہوں کہ تو کا ہے گا ہے بیوسا کو نیکی، تقویٰ اور خوف خدائی کی تبلیغ کرتا رہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے دل اور ذہن کے اندر عزازیل کے خلاف نفرت، بیزاری اور کراہت بھی بھرتے رہو اگر تم لگاتار ایسا کرتے رہو تو میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ایک روز ایسا ضرور آئے گا جب بیوسا اپنی

مرضی اور اپنی خوشی سے عزازیل اور عارب کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہنا پسند کرے گی اور جس روز ایسا ہوا اس روز عزازیل اور عارب کے مقابلے میں تمہاری قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا۔ اب تم بیوسا کی طرف بڑھو اتنی دیر تک میں اس کے ذہن سے اپنے عمل کو ختم کرتی ہوں تم اسے خداوند کے حق میں اور اس عزازیل کے خلاف نفرت کی تبلیغ شروع کر دو۔

ابلیکا کے کہنے پر یوناف آگے بڑھا بیوسا کے قریب جا کر وہ اس سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بیوسا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پہل کی اور روحوں کی سرد خاموشیوں کو توڑتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

اے یوناف اے نیکی کے نمائندے میں جبل سینا کے ان ویرانوں کے اندر عزازیل اور عارب کے خلاف تمہاری اس کامیابی پر تمہیں مبارکباد دیتی ہوں تم نے کو ذن کا خاتمہ کر کے عزازیل پر یہ ثابت کر دیا ہے وہ اپنے مجرم دل اور ساری خونخواریوں کے باوجود تم پر قابو نہیں پا سکتا۔ بیوسا نے یہ الفاظ سرد خوابوں کے سے انداز شوخی سے لبریز لہجے اور بہاروں کی شوخ انگیزیوں جیسے انداز میں کہے تھے۔ بیوسا کی اس گفتگو پر یوناف کا حوصلہ بڑھا اور اس نے آگے بڑھ کر بیوسا کے شانے پر پیار سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا اس جبل سینا کے اوپر جہاں میرا رب اپنے رسول موسیٰؑ سے ہمکلام ہوا کرتا تھا اگر میں تم سے کچھ کہنا چاہوں تو تم سننا پسند کرو گی۔ بیوسا نے فوراً فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

کیوں نہیں کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں ضرور سننا پسند کروں گی اس پر یوناف نے قریبی چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

آؤ اس چٹان پر بیٹھتے ہیں اور پھر جو باتیں میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ کہوں گا۔ یوناف کے کہنے پر بیوسا فوراً حرکت میں آئی پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے اس چٹان کے اوپر بیٹھ گئے تھے۔ اس کے بعد یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے بیوسا میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ عزازیل اور شیطان کا جس کا آج تک تم ساتھ دیتی رہی ہو جب کہ عارب اور نبیطہ اب بھی بدی کے اس گماشتے کے ساتھ ہیں تو میں اس سے متعلق یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ وہی ابلیس اور شیطان ہے جو اپنے سامنے انسان کو نیچا اور کمتر بنانے کا عزم کیے ہوئے ہے۔ خداوند کریم نے جب آدم کی پیدائش کی اور سارے

ملائکہ اور اس عزازیل سمیت سب کو حکم دیا کہ اس آدم کو سجدہ کریں تو سب نے سجدہ کیا لیکن اس عزازیل نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور جب خداوند کریم نے اس سے پوچھا کہ تو نے آدم کو سجدہ کرنے سے کیوں انکار کیا تو اس نے کہا میں آدم سے اعلیٰ اور افضل ہوں اس لیے کہ میری پیدائش آگ سے ہوئی جب کہ اس کی پیدائش مٹی سے ہوئی لہذا ایک افضل دوسرے اعفل کو کیوں سجدہ کرے پس اس حکم عدولی کی بنا پر خداوند دوعالم نے اسے مردود قرار دیا تب اس نے مہلت مانگی کہ اے خداوند مجھے قیامت تک کی مہلت دے تاکہ میں تیرے بندوں کو بھٹکاؤں انہیں راہ راست سے ہٹاؤں اور یہ ثابت کر سکوں کہ یہ انسان میرے مقابلے میں غیر افضل اور کمتر اور نااہل ہے اور اے بیوسا تب سے یہ عزازیل اس کام میں لگا ہوا ہے کہ انسان کے اندر بدی پھیلائے انہیں راہ راست سے ہٹائے اور انہیں اپنے آپ سے کمتر اور حقیر سمجھنے کی کوشش کرے پس جو شخص اپنی پستی کا ساتھ دیتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر گمراہ اور بھٹکا ہوا انسان کوئی نہیں ہو سکتا۔

یوناف جب خاموش ہوا تو بیوسا بولی اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے یوناف جو کچھ تم نے کہا درست ہے اور میں اسے تسلیم کرتی ہوں پر تم بھی تو یہ مانو گے کہ عزازیل اپنی برتری اور فضیلت ثابت کرنے میں کامیاب ہوا جب کہ اس نے آدمؑ اور اس کی بیوی کو وسوسوں میں ڈال کر جنت سے نکال دینے میں کامیابی حاصل کی اور انہیں اس شجر کا پھل کھانے پر مجبور کر دیا جس کے قریب خداوند کریم نے انہیں جانے سے منع کیا تھا۔ پس اس شیطان کی انگیخت پر آدم اور حوا نے اس شجر کا پھل کھایا اور جنت کی نعمتوں سے محروم کر کے انہیں اس دنیا میں بھیج دیا گیا تاکہ اس دنیا میں رہ کر وہ جدوجہد کریں اور پھر اپنے اسی مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جس سے انہیں نکالا گیا تھا اس لحاظ سے تو میں یہ کہوں گی کہ اے یوناف عزازیل اپنے مقصد میں کامیاب اور کامران ہے اور یہاں اس موقعے پر میں یہ کہنا بھی پسند کروں گی کہ یہ عزازیل کا بہت بڑا معرکہ ہے کہ اس نے آدم کو اور ان کی اہلیہ حوا کو جنت سے نکلوا باہر کیا۔ کیا ایسی کامیابی کوئی اور بھی حاصل کر سکتا ہے۔

اے یوناف کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ آدم اور حوا کے خلاف عزازیل نے یہ کامیابی کیسے اور کیوں حاصل کر لی۔

بیوسا کے اس سوال پر یوناف نے کچھ سوچا اور پھر کہنا شروع کیا۔

اے بیوسا عزازیل نے انسان کے دو جذبوں کو استعمال کرتے ہوئے یہ عارضی اور وقتی کامیابی حاصل کر لی لیکن اس کامیابی کے باوجود وہ انسان کے مقابلے میں ناکام اور نامراد رہا اور جن جذبوں کو استعمال کر کے اس نے یہ عارضی کامیابی حاصل کی اس میں پہلا جذبہ یہ ہے کہ انسان کے اندر شرم و حیا کا جذبہ ایک فطری جذبہ ہے اور اس کا اولین مظہر وہ شرم ہے جو اپنے جسم کے مخصوص حصوں کو دوسروں کے سامنے کھولنے میں آدمی کو فطرتاً محسوس ہوتی ہے۔ یہ شرم و حیا انسان کے اندر تہذیب کے ارتقاء سے مصنوعی طور پر پیدا نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی یہ اکتسابی چیز ہے بلکہ یہ وہ فطری چیز ہے جو اول روز سے انسان میں موجود ہے۔

شیطان کی پہلی چال جو اس نے انسان کو فطرت انسانی کی سیدھی راہ سے ہٹانے کے لیے چلی یہ تھی کہ اس کے اس جذبہ شرم و حیا پر ضرب لگائی جائے اور جنس کے راستے سے اس کے لیے خواہشات کا دروازہ کھولے اور اس کو جنسی معاملات میں بے راہ کر دے۔ لہذا ابلیس نے اپنے حریف کے محاذ پر بہترین مقام جو اس نے حملہ کے لیے تلاش کیا وہ انسان کی زندگی کا جنسی پہلو تھا اور پہلی ضرب جو عزازیل نے انسان پر لگائی وہ اس جذبے پر لگائی جو شرم و حیا کی صورت میں خداوند نے انسان میں رکھی تھی۔

انسان کا جو دوسرا جذبہ جو عزازیل نے اپنے حق میں استعمال کیا وہ کچھ یوں ہے کہ انسان کے اندر عالی امور مثلاً دوسروں سے بالاتر مقام پر پہنچنے یا حیات جاوداں حاصل کرنے کی ایک فطری پیاس ہے اور عزازیل کو اسے فریب دینے میں پہلی کامیابی اسی ذریعے سے ہوئی کہ اس نے انسان کی اسی خواہش کو استعمال کیا شیطان کا سب سے زیادہ چلتا ہوا حربہ یہی تھا کہ وہ آدمی کو بلندی پر لے جانے اور موجودہ حالت سے بہتر حالت پر پہنچانے کی امید دلاتا ہے اور پھر اس کے لیے وہ راستہ پیش کرتا ہے جو اسے الٹا پستی کی طرف لے جاتا ہے۔ آدم اور حوا کے معاملے میں بھی عزازیل نے ایسا ہی کیا اور بہکایا کہ خداوند نے جو تمہیں اس شجر کے قریب آنے سے منع کیا ہے سو آدم اور حوا ان دو جذبوں کی وجہ سے اس عزازیل کے دھوکے میں آ گئے اور یوں عزازیل عارضی کامرانی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

بیوسا نے فوراً احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف تم عزازیل کی اس کامیابی کو عارضی کیوں قرار دیتے ہو حالانکہ وہ اپنے مقصد

میں پوری طرح فوز مند رہا اور آدم اور حوا کو اس نے جنت سے نکال باہر کیا میں تو سمجھتی ہوں کہ اس لیے اور اس حادثے میں شیطان انسان کے خلاف پوری طرح کامیاب اور کامران ہے۔ یوناف نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا۔

اسے ہیوسا یہ جو تم نے عارضی کامیابی کا لفظ استعمال کیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی تم نے غلط استعمال کیا ہے ورنہ انسان کے مقابلہ میں شیطان مکمل طور پر ناکام اور مغموم رہا ہے۔ ہیوسا نے فوراً پوچھ لیا وہ کیسے اس پر یوناف نے جواب دیتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

اسے ہیوسا شیطان یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انسان اس فضیلت کا مستحق نہیں ہے جو اس کے مقابلے میں انسان کو دی گئی ہے لیکن پہلے ہی معرکے میں آدم کے مقابلے میں اس نے شکست کھائی اس میں شک نہیں کہ اس میں انسان اپنے رب کی فرماں برداری کرنے میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکا اور اس کی یہ کمزوری ظاہر ہوگئی کہ وہ اپنے حریف کے فریب میں آکر اصلیت کی راہ سے ہٹ سکتا ہے مگر بہرحال اس اولین مقابلے میں یہ قطعی ثابت ہوگیا کہ انسان اپنے اخلاقی مرتبہ میں ایک افضل مخلوق ہے اور وہ اس طرح کہ عزازیل جب گناہ معصیت میں مبتلا ہوا تو اپنے قصور کا اعتراف کرنے اور بندگی کی طرف پلٹ جانے کے بجائے نافرمانی پر اور زیادہ جم گیا اور انسان کو اس کے قصور پر متنبہ کیا گیا تو اس نے شیطان کی طرح سرکشی نہیں کی بلکہ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ نادم ہوا اپنے قصور کا اعتراف کرکے بغاوت سے فرمانبرداری کی طرف پلٹ آیا اور معافی مانگ کر اپنے رب کے دامن میں پناہ ڈھونڈنے لگا۔

اس طرح اس دو قسم کے کرداروں میں دنیا کے اندر دو علیحدہ علیحدہ راہیں متعین ہوگئیں ایک شیطان کی راہ اور دوسری وہ راہ جو انسان کے لیے ہے وہ دونوں ایک دوسرے سے بالکل ممیز ہوگئیں۔ خالص شیطانی راہ یہ ہے کہ بندگی سے منہ موڑ کے خدا کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرے تنبیہ کیے جانے کے باوجود پورے استکبار کے ساتھ اپنے باغیانہ امر پر عمل کیے جائے اور جو لوگ اطاعت کی راہ پر چل رہے ہوں ان کو بھی بہکائے اور خداوند کی راہ پہ لانے کی کوشش کرے۔

جو راہ انسان کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اول تو وہ شیطانی راہ کی مزاحمت کرے اور اپنے دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور ان سے بچنے کے لیے ہر وقت چوکنا رہے لیکن اگر کبھی اس کا قدم بندگی اور اطاعت کی راہ سے ہٹ بھی جائے تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی ندامت اور شرمساری کے ساتھ فوراً اپنے رب کی طرف پلٹے اور اس قصور کی تلافی کر دے جو اس سے سرزد ہوگیا ہو۔ اسی موضوع پر مزید یہ کہ جب آدم اور حوا نے اس شجر ممنوعہ کا مزہ چکھا تو شجرہ ممنوعہ کا مزہ چکھتے ہی آدم و حوا کے ستر کا ان دونوں پر کھل جانا اس درخت کی کسی خاصیت کا نتیجہ نہیں تھا۔ درحقیقت یہ اللہ کی نافرمانی کے سوا کسی اور چیز کا نتیجہ نہ تھا۔ خداوند نے پہلے ان کا ستر اپنے انتظام سے ڈھانکا ہوا تھا جب انہوں نے خداوند کے حکم کی خلاف ورزی کی تو خدا کی حفاظت ان سے ہٹالی گئی انہیں خود ان کے اپنے نفس کے حوالے کر دیا گیا کہ اپنی پردہ پوشی کا انتظام خود کریں اگر وہ ضرورت سمجھتے ہیں تو۔

اور اگر ضرورت نہ سمجھیں اور اس کے لیے صحیح کوشش نہ کریں تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس حال میں پھرتے ہیں یہ گویا ہمیشہ کے لیے اس حقیقت کا مظاہرہ تھا کہ انسان جب خدا کی نافرمانی کرے گا تو دیر یا سویر اس کا پردہ کھل کر رہے گا اور یہ کہ انسان کے ساتھ خدا کی تائید اور حمایت اسی وقت تک رہے گی جب تک وہ خدا کا مطیع اور فرمانبردار رہے گا اطاعت کی حدود سے باہر نکلنے اسے خدا کی تائید ہرگز حاصل نہ ہوگی بلکہ اسے خود اس کے اپنے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اتنا کہنے کے بعد یوناف جب خاموش ہوگیا۔ تب ہیوسا تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتی رہی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یوناف کی باتوں اور اس کی تبلیغ کا اس پہ خاطر خواہ اثر ہوا ہو پھر اس نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

اسے یوناف تم نے بہترین دلائل اور حجتیں پیش کرکے مجھ پہ یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ آدم اور حوا کے مقابلہ میں عزازیل ناکام اور نامراد رہا۔ تمہاری باتوں نے تمہاری تبلیغ نے مجھ پہ یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ یہ عزازیل واقعی انسان کے درپے ہے اور اسے بھٹکا کر اور اسے راہ راست سے ہٹا کر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انسان اس سے کمتر اور غیر افضل ہے۔ بہرحال اس عزازیل کے مقابلے میں جو کردار تم ادا کر رہے ہو میں اس کی تعریف کرتی ہوں۔

اسے یوناف باقی باتیں پھر کسی موقع پہ ہوں گی میں تو اب بھوک محسوس کر رہی ہوں کیا ایسی ممکن نہیں کہ دونوں کہیں سے کھانا حاصل کریں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں اس پر یوناف فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور ہیوسا کو مخاطب کرکے اس نے کہا۔

اسے ہیوسا آؤ جبل سینا کے دامن میں بنی اسرائیل اور اہل مدین کے جو قبائل قارون کے خزانے کی تلاش میں صحرا کے اندر خیمہ زن ہیں ان کے اندر داخل ہوں۔ میں وہاں دیکھ کر آیا ہوں

کہ وہاں مسافروں کے قیام کے لیے معقول سرائے کا بندوبست ہونے کے علاوہ بھٹیار دوں کی دکانیں بھی ہیں جہاں سے مسافر بآسانی خوراک حاصل کر سکتے ہیں لہذا آؤ بنی اسرائیل کے ان قبائل کی طرف چلیں جو جبل موسیٰ کے سامنے دشت سینا کے اندر خیمہ زن ہیں۔

یوسا نے یوناعت کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ جبل سینا سے نیچے اتر کر وہ ان قبائل میں داخل ہوئے وہاں دونوں نے ایک بھٹیار خانے سے کھانا کھایا پھر وہ دونوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے میں داخل ہوئے جس میں انہوں نے پہلے سے قیام کر رکھا تھا۔

ہستنا پور کا راجکمار دیو وارتا (بھیشم) ریاست کاسی کی تینوں راجکماریوں کو لے کر جب اپنی ریاست کے مرکزی شہر ہستنا پور میں داخل ہوا تو ہستنا پور کے لوگوں نے ان تینوں شہزادیوں اور دیو وارتا کا شاندار استقبال کیا آخر دیو وارتا نے اپنے اس جنگی رتھ کو جس میں وہ ان تینوں راجکماریوں کو بٹھا کر لایا تھا۔ ہستنا پور کے راج محل کے سامنے روکا پھر وہ ان تینوں راجکماریوں کو لے کر محل میں داخل ہوا اور راج محل کے وہ اس کمرے میں داخل ہوا جو ہستنا پور کی رانی ستیا وتی کے لیے مخصوص تھا۔ ان تینوں راجکماریوں کو کہ جن کے نام امبا، امبیکا اور امبلیکا تھے۔ دیو وارتا نے ستیا وتی کے سامنے لا کھڑا کیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

اے میری ماں! تو دیکھ ماضی میں ریاست کاسی کی راج کماریوں کی شادیاں ہمیشہ ہستنا پور کے راجکماروں کے ساتھ ہوتی رہی ہیں لہذا تو دیکھتی ہے کہ میں ریاست کاسی کی ان تینوں بہنوں اور راجکماریوں کو یہاں لانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اب میری تم سے یہ التماس ہے کہ ان تینوں راجکماریوں کی شادیاں تم اپنے بیٹے اور میرے بھائی وچترا ویریا کے ساتھ کر دو۔ دیو وارتا کی یہ گفتگو سن کر ستیا وتی بے حد خوش ہوئی لہذا اس نے اپنے بیٹے اور ہستنا پور کے راجکمار وچترا ویریا کو طلب کیا اور جب وچترا ویریا وہاں آیا تو ستیا وتی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے بیٹے تو ان تینوں لڑکیوں کی طرف دیکھ یہ تینوں اپنی خوبصورتی اور اپنے حسن و جمال میں کوئی ثانی اور مثال نہیں رکھتیں اور یہ تینوں ریاست کاسی کی راجکماریاں ہیں اور تیرا بھائی دیو وارتا انہیں تیرے لیے لے کر آیا ہے تاکہ ان تینوں کی شادیاں تمہارے ساتھ کر دی جائیں۔ وچترا ویریا ان تینوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اس نے انہیں پسند کیا اور

ان تینوں کے ساتھ وہ شادی کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا اس موقع پر وچترا ویریا نے اپنے بھائی دیوورتا کا بھی شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس کے لیے ریاست کاسی کی ان راجکماریوں کو حاصل کرنے کے لیے اس قدر محنت اور جد و جہد کی۔

عین اس موقع پر ان تینوں راجکماریوں میں سے جو سب سے بڑی تھی اور جس کا نام امبا تھا اس نے ستیاوتی اور دیوورتا کی طرف دیکھتے ہوئے خوفزدہ سی آواز میں کہا۔

اگر تم دونوں بُرا نہ مانو تو اس موقع پر میں تم دونوں سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ ستیاوتی نے ہمدردی اور نرمی میں ڈوبی ہوئی آواز میں امبا کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

ہاں کہو اس موقع پر جب کہ میں تم تینوں کی شادیاں وچترا ویریا کے ساتھ کر دینا چاہتی ہوں تم کیا کہنا چاہتی ہو۔ تم اس شادی سے پہلے ہمارے سامنے کوئی شرط اور پابندی رکھنا چاہتی ہو تو یہ سن رکھو کہ میں تمہاری ہر شرط اور ہر پابندی کو قبول کروں گی اس پر امبا نے پھر بولتے ہوئے کہا۔

میں نہ کوئی شرط پیش کرنا چاہتی ہوں اور نہ پابندی بلکہ میں تو یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں آپ کے بیٹے وچترا ویریا کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی اس انکشاف پر دیوورتا نے پریشانی اور حیرت سے امبا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

آخر تم میرے بھائی وچترا ویریا کے ساتھ کیوں شادی نہیں کر سکتی۔ دیوورتا کے اس سوال پر امبا نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوچا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

اے دیوورتا جس وقت تم ہمارے شہر پہنچے اور جس وقت ہمارے لیے وہاں سوئمبر رچایا جا رہا تھا۔ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی میں راجہ سلوا کو اپنا شوہر تسلیم کر چکی تھی اور اگر تم تھوڑی دیر تک اور ہماری ریاست میں داخل نہ ہوتے تو میں اپنی جگہ سے اٹھ کر پھولوں کا ہار راجہ سلوا کے گلے میں ڈال دیتی جو اس بات کی علامت ہوتا کہ میں اسے اپنے شوہر کی حیثیت سے پسند کر چکی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں اس پر دیوورتا نے کمال حیرت اور پریشانی سے امبا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے امبا یہ بات تو نے مجھے اپنی ریاست کے اندر ہی کیوں نہ بتا دی تاکہ تیرے معاملے میں انصاف کرتا اس پر امبا نے کسی قدر حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اے دیوورتا تم اس قدر جلدی اور تیزی سے وہاں پر حرکت میں آئے کہ مجھے کچھ کہنے کا موقع ہی نہ ملا میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اول تو تمہارا مقابلہ شروع ہو گیا اور اس کے بعد تم نے اس قدر جلدی اور عجلت میں کوچ کیا کہ میں تم سے کچھ نہ کہہ سکی اب جب کہ یہاں آ کر مجھے کچھ اطمینان ملا ہے تو جو میرے بارے میں اصلیت اور حقیقت ہے وہ میں نے تم سے کہہ دی ہے لہٰذا میں ایک بار تم سے پھر کہوں گی کہ میں اپنے لیے اپنے شوہر کی حیثیت سے راجہ سلوا کو پسند کر چکی ہوں اور میں اسی کے ساتھ خوش رہ سکتی ہوں اگر تم لوگ میری شادی زبردستی وچترا ویریا کے ساتھ کر دیتے ہو تو سن رکھو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لیے اگر میری شادی وچترا ویریا کے ساتھ ہو جاتی ہے تو میرا جسم تو اس کے ساتھ ہوگا لیکن میرا دل راجہ سلوا کے ساتھ ہوگا لہٰذا میں تم سے گزارش کروں گی کہ مجھے اس وچترا ویریا کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

امبا کی اس گفتگو کے بعد دیوورتا اور ستیاوتی تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتے رہے پھر دیوورتا ستیاوتی کے پاس بیٹھ گیا بڑی رازداری کے ساتھ اس نے اس سے کچھ مشورہ کیا اس کے بعد وہ امبا کے قریب آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے امبا میری بات غور سے سنو ہم تم پر ظلم نہیں کریں گے جب تم نے پہلے ہی اپنے لیے شوہر کا انتخاب کر لیا ہے تو ہم زبردستی تیری شادی وچترا ویریا کے ساتھ نہیں کریں گے اور ہاں میں تمہارے لیے مزید یہ کہوں گا کہ نہ صرف یہ کہ تمہارے لیے عمدہ سواری کا بندوبست کر دوں گا بلکہ تمہارے ساتھ کچھ محافظ بھی روانہ کر دوں گا جو تمہیں باحفاظت راجہ سلوا کے پاس لے جائیں تاکہ تم اس کے ساتھ شادی کر کے خوشحال زندگی بسر کر سکو۔ دیوورتا کا یہ جواب سُن کر امبا خوش اور مطمئن ہو گئی تھی۔ بہرحال اس کی دونوں بہنوں امبیکا اور امبالیکا کی شادی ہستنا پور کے راجکمار وچترا ویریا کے ساتھ کر دی گئی تھی جب کہ امبا کو دیوورتا نے اپنے چند محافظوں کے ساتھ راجہ سلوا کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

راجکماری امبا بڑی تیزی سے سفر کرتی ہوئی راجہ سلوا کے سامنے پیش ہوئی تو راجہ سلوا اسے اپنے سامنے دیکھ کر بڑا پریشان اور حیران ہوا اور اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے کاسی کی راجکماری تجھے تو ہستنا پور کے راجکمار نے سوئمبر میں جیت لیا تھا وہ اپنے سارے مخالفوں پر حاوی رہا تھا۔ تیرا ہاتھ پکڑ کر اس نے تجھے اپنے جنگی رتھ میں بٹھا لیا تھا اور تم تینوں بہنوں کو لے کر وہ ہستنا پور کی طرف روانہ ہو گیا تھا اب میں حیران اور پریشان ہوں کہ تو یہاں میرے سامنے کیسے آ گئی ہو اس پر امبا نے راجہ سلوا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے راجہ جس وقت میرا اور میری دونوں بہنوں کا سوئمبر ہماری ریاست کے اندر رچایا جا رہا تھا تو اس وقت میں نے آپ کو دیکھا تھا اور میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں آپ

سے شادی کروں گی لہذا جس وقت میں یہ ارادہ کر رہی تھی کہ میں اٹھ کر آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالتے ہوئے اپنے من کا فیصلہ لوگوں پر ظاہر کر دوں۔ اسی وقت دیو وارتا وہاں پہنچا اور یوں اس نے سب لوگوں سے مقابلہ کر کے ہم تینوں بہنوں کو سوئمبر میں جیت لیا اور اپنے ساتھ ہستنا پور کی طرف لے گیا۔ یوں میں نہ ہی آپ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈال سکی اور نہ ہی وہ بات کہہ سکی، جو میرے دل میں چھپی ہوئی تھی لیکن ہستنا پور جا کر میں نے راجکمار دیو وارتا کے سامنے ساری حقیقت کہہ دی اور یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے زبردستی میری شادی وچترا ویریا کے ساتھ نہیں کر دی بلکہ اس نے میرے لیے سواری کا انتظام کیا اور میرے لیے اپنے کچھ محافظ بھی میرے ساتھ روانہ کیے اب میں تمہارے سامنے آ کھڑی ہوئی ہوں اور یہ التجا کرتی ہوں کہ تم میرے ساتھ شادی کر لو، میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتی ہوں کہ میں زندگی بھر نہ صرف یہ کہ تمہارے لیے سکون کا باعث بنوں گی بلکہ تمہیں خوشیاں ہی خوشیاں فراہم کروں گی۔

امبا کی یہ گفتگو سن کر راجہ سلوا نے پہلے ایک بھرپور قہقہہ لگایا پھر اس نے طنزیہ انداز میں کہا کہ۔

میں تمہیں بیوی کی حیثیت سے قبول کر لوں لیکن کیوں اور کیسے کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں ایک بھکاری ہوں اور اپنے دشمن کے بھیجے ہوئے تحفے کو قبول کر لوں گا ہرگز نہیں تم جانتی ہو کہ ہستنا پور کے راجکمار دیو وارتا نے تم تینوں بہنوں کے لیے سوئمبر میں حصہ لیتے ہوئے یہ مقابلہ جیتا تھا اور کسی راجہ نے میرے علاوہ یہ ہمت نہ کی تھی کہ اس کے ساتھ مقابلہ کر کے تم تینوں بہنوں میں سے کسی ایک کو اپنے لیے حاصل کرے۔ دیو وارتا نے جب سوئمبر جیت لیا تو وہ تم تینوں کو لے کر ہستنا پور روانہ ہو گیا تھا، اس لیے کہ وہ سوئمبر کی اس جنگ میں تم تینوں بہنوں کو جیت چکا تھا جب کہ مجھے اس سوئمبر میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

اے امبا میری بات غور سے سنو جب دیو وارتا نے تمہیں جیت لیا تھا تو میں کیسے اس کے بھیجے ہوئے تحفے کو خوشی سے قبول کر لوں۔ اب دیو وارتا ہی تمہارا سب کچھ ہے۔ اس لیے کہ اس نے تمہارا سوئمبر جیتا تھا لہذا میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے روانہ ہو جاؤ تم دیو وارتا کے پاس جاؤ کیونکہ اس نے تمہارا سوئمبر جیتا ہے۔ لہذا اس کے پاس جا کر تم التجا کرو کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرے اس لیے تمہارے ساتھ شادی کرنے کا حق وہی رکھتا ہے جب کہ میں تمہیں قبول کرنے سے قطعی انکار کرتا ہوں اور نہ اب میرا ارادہ ہے کہ میں تمہارے

ساتھ شادی کروں گا لہذا تم یہاں سے جا سکتی ہو۔

راجہ سلوا کا یہ کرودھ اور نفرت انگیز جواب سن کر حسین امبا وہاں سے نکل کھڑی ہوئی سواری کا جو بندوبست دیو وارتا نے اس کے لیے کیا تھا اور جو اس نے اس کے لیے محافظ مقرر کیے تھے وہ ان کے ساتھ پھر ہستنا پور میں داخل ہوئی اور ایک روز وہ دیو وارتا کے سامنے پیش ہوئی اس حالت میں کہ وہ انتہائی پریشان، مغموم اور الجھی الجھی سی تھی اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں جب وہ دیو وارتا کے سامنے پیش ہوئی تو اس کی حالت دیکھ کر دیو وارتا کو بڑا دکھ اور ملال ہوا اور اس نے امبا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے امبا تمہارے ساتھ کیا بیتی تم تو چند دن پہلے راجہ سلوا کی طرف روانہ ہوئی تھیں تاکہ اس کے ساتھ شادی کر کے تم اپنی نئی اور خوشحال زندگی کی ابتدا کر سکو۔ تمہیں دیکھ کر میں پریشان ہوں کہ تم راجہ سلوا کی طرف سے کیوں لوٹ آئی ہو۔ اس پر امبا نے بکھری بکھری اور پریشان سی آواز میں دیو وارتا کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے راجکمار دیو وارتا میرا یہ سفر مکمل طور پر ناکام ہوا ہے، راجہ سلوا نے میرے ساتھ شادی سے انکار کر دیا ہے اس نے مجھے یہ جواب دیا ہے کہ راجکمار دیو وارتا سوئمبر جیت کر تم تینوں بہنوں کو اپنے ساتھ ہستنا پور کی طرف لے گیا تھا اور اب اگر دیو وارتا نے تمہیں میری طرف بھجوا دیا ہے تو میں تمہیں قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں اس لیے کہ میں بھکاری نہیں ہوں کہ اپنے دشمن کے بھیجے ہوئے تحفے کو قبول کر لوں۔

لہذا اے دیو وارتا اس نے مجھے واپس بھیج دیا ہے اور اس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

اے دیو وارتا اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گی کہ تم ہی وہ نوجوان ہو جس نے مجھے جیتا تھا اور تم ہی وہ نوجوان ہو جس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے جنگی رتھ میں بٹھایا تھا اور تم ہی وہ نوجوان ہو جو ہمیں حاصل کرنے کے لیے اس مقابلے میں پورے اترے تم نے ہماری خاطر راجہ سلوا کو شکست دی لہذا اب میں تم سے یہ التجا کروں گی کہ اب میرے ساتھ شادی کر لو۔

اے راجکمار دیو وارتا میں مزید یہ کہنا بھی پسند کروں گی کہ اب میرے سامنے اس دنیا میں میرا کوئی ٹھکانہ نہیں جہاں میں رہوں لہذا میری تم سے التجا ہے کہ مجھے نئی زندگی عطا کرو میری

نسوانیت کو تباہ ہونے سے بچاؤ اور میرے ساتھ شادی کر لو۔ یہاں تک کہنے کے بعد امبا خاموش ہو گئی تھی اور پھر وہ خاموشی کے ساتھ اپنے سامنے کھڑے دیوورتا کی طرف پُر امید نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔

امبا کی ساری روداد سُن کر دیوورتا بڑا ملول اور پریشان ہوا وہ اپنے دل میں اس موقع پر امبا کے لیے رحم اور ہمدردی کو محسوس کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہ کر امبا کی طرف دیکھتا رہا۔ اس موقع پر اس کی آنکھوں کے اندر آنسو بھی تیرنے لگے تھے پھر اپنے آنسوؤں کو اس نے ضبط کر لیا پھر اس نے بڑی نرمی سے امبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مجھے تمہارے حالات سُن کر بے حد دُکھ اور غم ہوا ہے مجھے تم سے اس معاملہ میں بے حد ہمدردی بھی ہے لیکن تم جانتی ہو کہ میں نے شادی نہ کرنے اور ہمیشہ کنوارا رہنے کی قسم کھا رکھی ہے، اس لیے میں کیسے اور کیوں کر تم سے شادی کر سکتا ہوں۔ یہاں تک کہنے کے بعد دیوورتا تھوڑی دیر رُک کر کچھ سوچتا رہا اس کے بعد دوبارہ اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے امبا ان خیالات کو ترک کر دو کہ میں تمہارے ساتھ شادی کروں گا اس لیے کہ ایسا سوچنا ناممکن ہے اگر تم نے مجھے کاشی سے ہستناپور کی روانگی سے قبل ہی یہ سارا معاملہ بتا دیا ہوتا تو پھر یہ حالات رونما نہ ہوتے لیکن اب تو ایسا ہو چکا ہے اور کوئی اپنی قسمت پر قابو نہیں پا سکتا مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس تمہارے ان حالات کا حل نہیں ہے۔ میں اپنی شادی نہ کرنے کی قسم کا پابند ہوں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا اور نہ ہی تمہارے ساتھ شادی کر سکتا ہوں۔ یہاں تک کہنے کے بعد دیوورتا پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑی بے بسی کے عالم میں کھڑا ہو کر امبا کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ امبا کے سامنے سے ہٹ کر دوسری طرف چلا گیا تھا۔

دیوورتا کا یہ جواب سُن کر امبا بے حد مایوس اور اذیت ہوئی ناکام وہ ہستناپور سے نکل کھڑی ہوئی اور ایک قریبی جنگل کی راہ لی اور وہاں وہ تارک الدنیا رشیوں کے اندر رہ کر زندگی بسر کرنے لگی تھی۔ جنگل کے اندر ان تارک الدنیا لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے امبا کو چند ہی دن گزرے تھے کہ امبا کا ایک رشتہ دار جس کا نام وشنا تھا وہ اسے تلاش کرتا ہوا اس جنگل میں پہنچ گیا تھا اس نے امبا سے جب اس کے حالات سنے تو اسے بڑا دُکھ ہوا اس نے امبا کو سمجھایا بجھایا اور اسے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے ماں باپ کے پاس چلے لیکن امبا نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اس کے ماں باپ نے ایک بار اس کے لیے سوئمبر رچایا تھا: اور کسی اور کے ساتھ چلے جانے کے بعد وہ اپنے ماں باپ کے گھر نہ جائے گی۔ امبا کا یہ جواب سن کر وشنا کو بے حد مایوسی ہوئی پھر وشنا نے امبا کے سامنے ایک دوسرا ہی طریقہ پیش کرتے ہوئے کہا۔

اے امبا اگر تم ہستناپور کے دیوورتا ہی سے شادی کرنا چاہتی ہو تو میں ایسا بھی کر سکتا ہوں میں دیوورتا کو مجبور کر سکتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرے۔ وشنا کا یہ جواب سن کر امبا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور اس نے اس سے پوچھا کہ تم کیسے اور کیوں کر دیوورتا کو مجبور کر سکتے ہو وہ میرے ساتھ شادی کرے جب کہ اس نے ساری عمر شادی نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اس پر وشنا نے ایک نیا انکشاف کرتے ہوئے امبا سے کہا۔

سنو امبا دیوورتا کا ایک گرو ہے جس کا نام بھرگا وہ ہے یہ بھرگا وہ دیوورتا کو دیوورتا کہہ کر نہیں پکارتا بلکہ یہ اسے بھیشم یا بھیشما کہہ کر مخاطب کرتا ہے اسی گرو بھرگا وہ نے بچپن میں اس دیوورتا یعنی بھیشما کی پرورش کی تھی۔ یہ سارے جنگی علوم اور جنگی تربیت اس بھیشما نے گرو بھرگا وہ سے ہی حاصل کی تھی اور سنو امبا یہ گرو بھرگا وہ میرا اچھا جاننے والا ہے۔ میں تمہیں اس کے پاس لے جاتا ہوں اور اس سے التجا کرتا ہوں وہ ہمارے ساتھ بھیشم کے پاس چلے اور ایک گرو کی حیثیت سے اسے حکم دے کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرے اور اے امبا مجھے امید ہے کہ جب بھیشما کو اس کا گرو بھرگا وہ یہ حکم دے گا کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرے تو مجھے امید ہے کہ وہ اپنے گرو کے اس حکم کو کسی بھی صورت ٹال نہ سکے گا لہٰذا تم میرے ساتھ گرو بھرگا وہ کے پاس چلو تاکہ دیوورتا یعنی بھیشما کے ساتھ تمہاری شادی کا بندوبست کیا جا سکے۔ وشنا کی یہ گفتگو سن کر امبا بے حد خوش ہوئی اور بغیر کچھ کہے وہ جنگل کو چھوڑ کر گرو بھرگا وہ کے پاس جانے کے لیے وشنا کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئی تھی۔

وشنا امبا کو لے کر دیوورتا یعنی بھیشم کے گرو بھرگا وہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے بھرگا وہ سے وہ ساری باتیں کہہ دیں جو امبا پر گزری تھیں۔ امبا کی یہ داستان سُن کر بھرگا وہ بے حد متاثر ہوا اور اس نے وشنا اور امبا سے وعدہ کیا کہ وہ ان دونوں کے ساتھ ہستناپور جائے گا اور وہاں وہ بھیشما کو مجبور کرے گا کہ وہ امبا کے ساتھ شادی کر لے ساتھ ہی بھرگا وہ نے یہ بھی یقین دلایا کیوں کہ یہ بھیشما میرے بہترین شاگردوں میں سے ایک ہے۔ لہٰذا مجھے امید ہے کہ وہ میرا کہا نہ ٹال سکے گا اور وہ امبا کے ساتھ ضرور شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے گا

گرو بھرگادہ کی یہ گفتگو سن کر امبا بے حد خوش ہوئی تھی پھر چند روز تک گرو بھرگادہ کے ہاں قیام کرنے کے بعد وشنا اور امبا اسے لے کر بھیشما سے ملنے کے لیے ہستنا پور کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

گرو بھرگادہ جب وشنا اور امبا کے ساتھ ہستنا پور کے محل میں داخل ہوا تو راج محل کے نگرانوں نے ان تینوں کی بہترین آؤ بھگت کی اور انہیں باعزت طریقے سے مہمان خانے میں بٹھایا گیا پھر بھیشم کو اس کے گرو بھرگادہ کے آنے کی اطلاع دی گئی۔ بھیشم اپنے گرو کی آمد کا سن کر بے حد خوش ہوا اور بھاگا بھاگا وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے آپ کو اس نے اس کے قدموں میں گرا دیا۔ گرو بھرگادہ نے بھیشم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور پھر اپنے قریب ہی بیٹھی ہوئی امبا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

اے بھیشم کیا تم اس لڑکی کو جانتے ہو بھیشم نے بڑے غور سے تھوڑی دیر تک امبا کی طرف دیکھا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اے گرو اس لڑکی کو میں خوب جانتا ہوں یہ وہ لڑکی ہے جسے اس کی قسمت نے بھی دھتکار دیا ہے یہ راجہ سلوا سے شادی کرنا چاہتی تھی لیکن اس نے اس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا، اس کے بعد اس نے میرے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن میں اس کے ساتھ شادی نہ کر سکا، لہذا یہ ہستنا پور کو چھوڑ کر یہاں سے چلی گئی تھی۔ لیکن اے گرو اب یہ لڑکی تمہارے ساتھ رہ کر کیا کر رہی ہے اس پر گرو بھرگادہ نے غور سے بھیشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے بھیشما! یہ امبا کے ساتھ جو شخص ہے وہ اس کا قریبی رشتہ دار ہے اور اس کا نام وشنا ہے یہ میرے پرانے جاننے والوں میں سے ہے اور یہ امبا کو لے کر میرے پاس اس غرض سے آیا تھا کہ میں تم سے کہوں کہ تم امبا کے ساتھ شادی کر لو اسی طرح امبا کی قسمت بنائی جا سکتی ہے اور اسے تباہی و بربادی سے بچایا جا سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ تم میرا کہا نہ ٹالتے ہوئے امبا کے ساتھ شادی کرنے پر رضامند ہو جاؤ گے۔

اس انکشاف پر بھیشم نے تیز نگاہوں سے گرو بھرگادہ کی طرف دیکھا اور پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

اے گرو آپ جانتے ہیں کہ میں نے زندگی بھر شادی نہ کرنے کی قسم کھائی تھی اسی بنا پر میں نے اس امبا کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور میں یہاں پر یہ بھی انکشاف کروں کہ اگر آپ بھی مجھے اس کے ساتھ شادی کرنے پر کہیں گے تب بھی میں اس کے ساتھ شادی نہ کروں گا۔ لہذا میرا یہ آخری فیصلہ ہے کہ میں کسی بھی صورت بلکہ ہرگز اس امبا کے ساتھ شادی نہ کروں گا۔ بھیشما کا یہ جواب سن کر گرو بھرگادہ کے چہرے پر وقتی طور پر غصے اور غضب ناکی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہ کر وہ اپنے آپ کو سنبھالتا رہا پھر کسی قدر اس کے چہرے کے اثرات بھی ڈھل گئے تب اس نے اپنے سامنے بیٹھی امبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے امبا اس بھیشم کو میں اس کے بچپن سے جانتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ جو ارادہ یہ کرتا ہے وہ پکا اور سچا ارادہ کرتا ہے اور اس کی تکمیل تک اس کی کوشش بھی کرتا ہے لہذا اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تو بھیشم کا خیال ترک کر دے یہ کسی بھی صورت تیرے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ نہ ہو گا اس کے ساتھ ہی گرو بھرگادہ وہاں سے رخصت ہونے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا بھیشم نے آگے بڑھ کر اسے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن گرو بھرگادہ وشنا اور امبا کو لے کر وہاں سے نکل گیا تھا، گرو بھرگادہ تو اپنے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وشنا نے بڑی کوشش کی کہ وہ امبا کو اپنے ساتھ لے جائے لیکن امبا نے اس کے ساتھ جانے سے قطعی انکار کر دیا اور وہ ایک بار پھر جنگل میں رہنے والے انہیں تارک الدنیا لوگوں کی طرف روانہ ہو گئی تھی جہاں سے اسے وشنا لے کر آیا تھا جب کہ خود وشنا بھی اپنے گھر کی طرف چلا گیا تھا۔

عارب اور بنیطہ نے دریائے گنگا کے کنارے ماہی گیروں کی اسی بستی کے اندر قیام کر رکھا تھا ایک روز دوپہر سے تھوڑی دیر بعد عارب اور بنیطہ دونوں بہن بھائی اس جھونپڑے میں اکٹھے بیٹھے تھے کہ اچانک اس جھونپڑے کے اندر عزازیل نمودار ہوا اسے دیکھتے ہی عارب اور بنیطہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے دیکھا اس موقع پر عزازیل کے ہاتھوں میں پھولوں کا ایک ہار تھا جسے اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ سنبھال کر پکڑا ہوا تھا۔ عزازیل جب ان کے سامنے بیٹھ گیا تو بنیطہ نے اس سے کچھ پوچھنا چاہا پر اس سے قبل ہی عزازیل نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میرے دونوں رفیقو تم دونوں اٹھ کھڑے ہو اور ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ ایک مہم پہ روانہ ہو گے۔ اس پہ عارب نے بولتے ہوئے پوچھا۔

اے آقا! کیا آپ ہمیں اس مہم کی تفصیل نہ بتائیں گے اس پہ عزازیل نے کچھ کہنا شروع کیا۔
تم جانتے ہو کہ ہستناپور کا راجکمار دیو دارتا ریاست کاسی کی تین راجکماریوں کا سوئمبر جیت کر انہیں ہستناپور لے آیا تھا ان میں سے ایک راجکماری جس کا نام امبا تھا، اس نے دیوارتا پہ انکشاف کیا کہ وہ راجہ سلوا کو پسند کرتی ہے لہذا اسے سلوا ہی کے پاس جانے کی اجازت دی جائے۔ دیو دارتا نے رحم کھاتے ہوئے امبا کو سلوا کے پاس جانے کی اجازت دے دی، جب کہ دوسری طرف دونوں شہزادیوں امبیکا اور امبالیکا کی شادی اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ کرا دی۔

اب یہ امبا جب راجہ سلوا کے پاس پہنچی تو اس نے اسے دھتکار دیا اور ساتھ ہی اس سے شادی کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ مایوس ہو کر امبا دوبارہ دیو دارتا کے پاس آئی اور اس سے التجا کی کہ وہ خود اس سے شادی کرے لیکن دیو دارتا نے کہا کہ اس نے ساری عمر شادی نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے لہذا وہ اس کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔

دیو دارتا کا یہ مایوس کن جواب سن کر امبا وہاں سے نکل کھڑی ہوئی اور جنگل کے اندر تارک الدنیا رشی رہتے ہیں ان کے ساتھ شامل ہو گئی اسی دوران اس کا ایک رشتہ دار جس کا نام وشنا ہے وہ حرکت میں آیا وہ امبا کو تلاش کرتے ہوئے اسی جنگل کی طرف آیا۔ وہاں اس نے امبا کو یقین دلایا کہ وہ دیو دارتا کے گرو بھرگاوہ سے مل کر اس کی شادی دیو دارتا کے ساتھ کرانے کی کوشش کرے گا لہذا یہ وشنا اس امبا کو لے کر گرو بھرگاوہ کے پاس گیا اور اس سے التجا کی کہ وہ دیو دارتا سے کہے کہ وہ امبا کے ساتھ شادی کر لے۔ گرو بھرگاوہ وشنا اور امبا کو لے کر دیو دارتا کے پاس گیا۔ اس گرو بھرگاوہ نے اپنے شاگرد دیو دارتا سے کہا۔

وہ امبا کے ساتھ شادی کر لے لیکن دیو دارتا نے اپنے گرو بھرگاوہ کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا اور یہ عذر پیش کیا کہ کیوں کہ وہ ساری عمر شادی نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہے لہذا وہ اپنی قسم توڑ کر امبا کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔ اب معاملہ یہاں تک پہنچا ہے کہ گرو بھرگاوہ تو واپس چلا گیا ہے، وشنا نے امبا کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا، لہذا وشنا بھی واپس چلا گیا ہے۔ خود امبا ہستناپور سے نکل کر اسی جنگل کی طرف جا رہی ہے جہاں پہ پہلے وہ تارک الدنیا لوگوں کے ساتھ رہا کرتی تھی۔

اے عارب اور نبیطہ یہ جو پھولوں کا گلدستہ تم میرے ہاتھ میں دیکھتے ہو اس کے اندر میں نے اپنی سحری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے ایک خصوصیت اور خاصیت ڈالی ہے اور وہ یہ ہے کہ پھولوں کا یہ گلدستہ امبا جس جوان شخص کے گلے میں ڈالے گی وہ دیو دارتا سے اس کا انتقام لینے کے لیے تیار ہو جائے گا اس لیے کہ اس دیو دارتا کے دوبارہ شادی سے انکار کرنے کے بعد امبا اب اس سے شدید ترین نفرت کرنے لگی ہے اس کے دل میں نفرت اور انتقام کا ایک لاوا ابل رہا ہے اور اب وہ یہ چاہتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اس دیو دارتا سے اپنی بے عزتی کا انتقام لے۔

میرے رفیقو میں اور تم دونوں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کریں گے۔ امبا چونکہ ہستناپور سے نکل کر جنگلوں کی طرف جا رہی ہے ہم تینوں اس کے راستے میں اس کے سامنے نمودار ہوں گے میں اس کا ہمدرد بن کر اس سے گفتگو کروں گا اور پھولوں کا یہ گلدستہ اسے پیش کروں گا اور کہوں گا کہ جس کسی کے گلے میں بھی وہ یہ گلدستہ ڈالے گی تو وہی شخص اس کے لیے دیو دارتا سے انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن شرط یہ ہے کہ یہ گلدستہ جس کے گلے میں بھی ڈالے اس میں اس شخص کی خوشی اور رضامندی بھی شامل ہو جس کے گلے میں یہ گلدستہ ڈالا جا رہا ہو اور اگر ایسا ہو تو وہ شخص ضرور دیو دارتا سے امبا کا انتقام لے گا۔

لہذا اے میرے رفیقو آؤ اپنی سحری قوتوں کو استعمال کر کے یہاں سے کوچ کریں۔ امبا کا راستہ روکیں اور اسے یہ گلدستہ پیش کر کے دیو دارتا سے انتقام لینے کی نصیحت کریں اور اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو سن رکھو اس طرح ہم بدی کے پھیلانے کا بہترین کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ عارب اور نبیطہ عزازیل کی ساری گفتگو سن چکے تھے لہذا وہ کھڑے ہو گئے پھر تینوں نے اپنی سحری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں دریائے جمنا کے اس جھونپڑے سے وہ غائب ہو گئے تھے۔

○

حسین امبا ہستناپور شہر سے نکل کر جنگل کے رخ پہ بڑی تیزی سے جا رہی تھی کہ اس کے سامنے ذرا فاصلے پہ عزازیل، عارب اور نبیطہ نمودار ہوئے اور اس راستے پہ کھڑے ہو گئے جس راستے پر امبا چل جا رہی تھی جب امبا ان کے قریب آئی تو عزازیل نے چند قدم

اس کی طرف بڑھتے ہوئے اور بڑی نرمی اور بڑی محبت بڑی شفقت میں اس نے امبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بیٹی میں ایک نجومی ہوں اور میرا نام سنکارا ہے مجھے اپنے علم کی بنا پر یہ خبر ہوئی ہے کہ ریاست کاسی کی ایک شہزادی جس کا نام امبا ہے بڑے دکھ اور مصیبتیں جھیل رہی ہے۔

اے بیٹی میں جانتا ہوں ہستنا پور کا دیو وارتا تمہارا اور تمہاری دونوں بہنوں کا سوئمبر جیت کر تم تینوں کو لے گیا تھا اور تم سوئمبر جیتنے سے پہلے ہی راجہ سلوا کو پسند کرنے لگی تھی اور یہی بات تم نے دیو وارتا سے بھی کہہ دی اور دیو وارتا نے تمہیں سلوا کے پاس جانے کی بھی اجازت دے دی لیکن سلوا نے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تم واپس پھر دیو وارتا کے پاس آئی شادی کی التجا کی لیکن اس نے بھی انکار کر دیا جس پر تم جنگل میں چلی گئی اور وہیں رشیوں کے اندر رہنے لگیں تمہارا ایک رشتہ دار وہاں پہنچ گیا جو تمہیں واپس لایا اور گرو بھرگا وہ کے پاس لے گیا تاکہ وہ اپنے چیلے دیو وارتا سے کہے کہ وہ تمہارے ساتھ شادی کرے لیکن تم جانتی ہو کہ دیو وارتا نے اپنے گرو بھرگا وہ کی بات بھی نہیں مانی اور تمہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا اور اب تم مایوس اور افسردہ ہو کر اور ناکام اور نا امید ہو کر واپس پھر ان جنگل میں رہنے والے ان رشیوں کی طرف جا رہی ہو جہاں تم پہلے رہا کرتی تھیں۔ کہو یہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ درست ہے یا اس میں کسی قسم کی کوتاہی یا غلطی ہے۔

عزازیل کی زبان سے یہ الفاظ سن کر امبا چونکی اس نے امید بھری نظروں سے عزازیل کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اے گرو سنکارا جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں ذرہ برابر بھی کھوٹ اور جھوٹ نہیں ہے۔ اے گرو سنکارا اب میں دیو وارتا یعنی بھیشما سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ دو دفعہ مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر کے وہ میری سخت بے عزتی کا باعث بن چکا ہے۔ اب میرے دل میں اس کے لیے ایک ہی تمنا ہے کہ میں اس سے انتقام لوں۔

اے گرو سنکارا کیا آپ اس سلسلے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہیں تاکہ میں اس بھیشم سے انتقام لے سکوں۔

امبا کی گفتگو سن کر عزازیل خوش ہوا اور اس نے کہا کہ میرے ساتھ جو دونوں ساتھی ہیں یہ دونوں میرے چیلے ہیں۔

اے امبا یہ جو تو میرے ہاتھ میں پھولوں کا گلدستہ دیکھتی ہو یہ گلدستہ خاص میں نے تیرے لیے تیار کروایا ہے اس گلدستہ کو میرے ہاتھوں سے لے اور اپنے ہاتھوں میں تھام لے پھر میں تجھے بتاتا ہوں کہ اس کے اندر کیا خصوصیت ہے۔ عزازیل کی بات سن کر امبا نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ بڑھاتے ہوئے عزازیل سے وہ گلدستہ لے لیا۔ عزازیل نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

اے امبا سنو اس گلدستے کے اندر ایک خصوصیت ہے کہ جس جوان کے گلے میں تو یہ گلدستہ ڈالے گی وہ تیری طرف سے دیو وارتا یعنی بھیشم سے تیرا انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے گا بشرطیکہ پھولوں کا یہ گلدستہ کوئی اپنی خوشی سے اپنے گلے میں ڈلوانے پر آمادہ ہو جائے لہذا اے امبا میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ یہ گلدستہ لے کر تم جنگل جانے کی بجائے مختلف ریاستوں کا رخ کرو اور وہاں ریاستوں کے راجاؤں، راجکماروں یا دیگر جوانوں سے التجا کرو کہ وہ تمہاری خاطر بھیشم سے انتقام لے اور جس کسی سے بھی تم انتقام لینے کے لیے کہو اس سے پھولوں کے اس گلدستے کی خصوصیت ضرور بتانا جو بھی اس گلدستے کو اپنے گلے میں پہن کر بھیشم پر حملہ آور ہوگا وہ بھیشم کے مقابلے میں ضرور کامیاب ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ تمہاری خوبصورتی کو دیکھتے ہوئے اور اس گلدستے کی خصوصیت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے کوئی نہ کوئی راجہ یا راجکمار تمہاری خاطر دیو وارتا سے ضرور انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے گا اور اگر ایسا ہو گیا اور اے امبا تم نہ صرف یہ کہ بھیشم کے خلاف اپنی نفرت کی بھڑاس نکالنے میں کامیاب ہو جاؤ گی بلکہ اس سے اپنا انتقام بھی لے سکو گی لہذا تم یہ گلدستہ سنبھالو اور جو کچھ میں نے کہا ہے ایسا کرنے کے لیے نکل کھڑی ہو اس کے ساتھ ہی عزازیل، عارب اور نبیطہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور امبا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تھے۔

امبا پہلے ہی عزازیل کی اس گفتگو سے متاثر ہوئی تھی اب جب کہ وہ عارب اور نبیطہ کے ہمراہ اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ سنکارا نام کا گرو اس کی مدد کرنا چاہتا ہے لہذا وہ عزازیل کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ ہو گئی تھی اور جنگل کی طرف جانے کے بجائے اس نے مصمم اور پکا عزم کر لیا تھا کہ وہ مختلف ریاستوں کا رخ کرے گی اور وہاں کے راجاؤں اور راجکماروں سے التجا کرے گی کہ وہ اس کی خاطر دیو وارتا سے انتقام لیں۔

عزازیل کی بتائی ہوئی تفصیل کے مطابق حسین امبا مشکلیں اور دشواریاں برداشت کرتی ہوئی قریب کی ریاستوں میں سے ایک ایک راجہ کے پاس گئی ان سب کو اس نے یقین دلایا کہ جو شخص بھی اس کی خاطر پھولوں کے اس گلدستے کو اپنے گلے میں ڈال کر دیوارتا سے مقابلہ کرے گا تو وہ دیوارتا پر کامیاب رہے گا اور اس کے صلے میں وہ اس سے شادی کرے گی لیکن آس پاس کے سب راجہ اور راجکمار دیوارتا کی دلیری بہادری اور اس کی شجاعت سے واقف تھے لہذا ان میں سے کسی نے بھی پھولوں کا وہ گلدستہ پہن کر امبا کی خاطر دیوارتا سے انتقام لینے کی حامی نہ بھری یوں امبا ہر قریبی ریاست کے راجہ کے پاس گئی اور اس سے رحم کی التجا کی پر کوئی بھی اس کی تجویز پر عمل پیرا ہونے پر آمادگی کا اظہار نہ کر سکا۔

آخر میں ہر جگہ سے مایوس اور ناکام ہو کر امبا نے ریاست پنچال کا رخ کیا اور وہاں کے راجہ درویدہ کی خدمت میں حاضر ہوئی امبا جب درویدہ کے سامنے آئی تو وہ امبا کی خوبصورتی اور اس کی جسمانی ساخت اور اس کے حسن اور کشش دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور اس نے امبا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ تم کاسی کی راجکماریوں میں سے ایک ہو اور کسی سے انتقام لینے کی خاطر تم میرے پاس آئی ہو اور اس انتقام کے بدلے تم اس شخص سے شادی کرو گی جو تمہاری خاطر یہ تمہارا کام کرے گا۔

اب کہو اے امبا تمہیں کس نے دکھ دیا ہے کس نے تمہیں تکلیف دی ہے اور کس سے تم انتقام لینے کا ارادہ رکھتی ہو۔ اس سوال کے جواب میں امبا نے اپنے اور اپنی دونوں بہنوں کے سوئمبر رچائے جانے کے بارے میں دیوارتا کے وہاں سے انہیں اٹھا کر لے جانے سے پھر راجہ سلوا کے شادی سے انکار کر دینے اور وہاں سے دیوارتا کے شادی نہ کرنے کے سارے واقعات راجہ درویدہ کو تفصیل کے ساتھ بتا دیئے تھے اور آخر میں اس نے درویدہ کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی عاجزی اور انکساری سے کہا۔

اب میں اس لیے نکلی ہوں کہ جو کوئی بھی راجہ میری خاطر دیوارتا سے انتقام لے گا میں اس کے ساتھ شادی کروں گی۔

اپنی بات ختم کرنے کے بعد امبا بڑی خاموشی اور انہماک کے ساتھ درویدہ کی طرف دیکھنے لگی تھی جس کی گردن امبا کی گفتگو سننے کے بعد جھک گئی تھی اور وہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا

امبا نے اسے اس قدر طویل سوچوں میں ڈوبے ہوئے دیکھا تو اس نے پھر اپنی بات کو طول دیا۔ اور کہا۔

اے راجہ درویدہ میرے ہاتھوں میں جو گلدستہ تم دیکھتے ہو یہ گلدستہ سنکارا نام کے ایک گرو نے مجھے دیا تھا اور اس گلدستے کے اندر یہ خاصیت ہے کہ جو بھی راجہ یا راجکمار اس گلدستے کو اپنے گلے میں پہن کر دیوارتا سے میری خاطر مقابلہ کرے گا وہ دیوارتا سے مقابلے میں کامیاب رہے گا اور میرا انتقام لے سکے گا لہذا یہ گلدستہ بھی میں آپ کو پیش کرتی ہوں اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اگر آپ اس گلدستے کو گلے میں ڈال کر دیوارتا سے مقابلہ کریں تو آپ ضرور کامیاب رہیں گے۔

جب امبا اپنی بات کہتے کہتے خاموش ہوئی تب ریاست پنچال کے راجہ درویدہ نے اپنی جھکی گردن سیدھی کی اور اس نے امبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے امبا میں دیکھتا ہوں تو جوان ہے حسین ہے تیری جسمانی ساخت کے اندر ایک جذب بھی ہے۔ ایک کشش بھی ہے لیکن اس کے باوجود میں تم سے یہ کہوں گا کہ کوئی بھی راجہ تیری خاطر دیوارتا یعنی بھیشم سے مقابلہ کرنے پر تیار نہ ہو گا اس لیے کہ بھیشم کی ماں انسانوں میں سے نہیں بلکہ جنات کی جنس میں سے تھی اس لحاظ سے بھیشم نہ صرف یہ کہ انتہائی پرقوت انسان ہے بلکہ وہ بلا کا جنگجو اور جنگی ہتھیار استعمال کرنے کی بہترین مشق رکھتا ہے۔ لہذا اے امبا میں تجھے کسی دھوکے کسی فریب میں نہیں رکھنا چاہتا بے شک تو مجھے ایک ایسا گلدستہ پیش کر رہی ہے جو تمہارے کہنے کے مطابق ایک گرو سنکارا نے مہیا کیا ہے جس کے اندر یہ خاصیت ہے کہ جو بھی اس کو گلے میں پہن کر دیوارتا سے مقابلہ کرے گا وہ ضرور کامیاب رہے گا لیکن اس کے باوجود میں دیوارتا سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ آس پاس کی سب ریاستوں میں مشہور ہے کہ تیراندازی اور تلوار بازی میں دیوارتا کے خلاف کوئی بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ لہذا اے امبا میں تمہاری اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں میں نہ دیوارتا سے مقابلہ کر سکتا ہوں اور نہ ہی میں اس سے تمہارا انتقام لے سکتا ہوں۔

ریاست پنچال کا راجہ درویدہ آخری راجہ تھا جس کے پاس امبا آئی تھی جب اس نے بھی

اس کا انتقام لینے سے انکار کر دیا تو امبا پر مایوسیوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے اس نے جواب میں پنچال کے راجہ درو پدیہ کو تو کچھ نہ کہا۔ مایوسی میں اس کی گردن کچھ دیر کے لیے جھک گئی تھی پھر اس نے اپنا سر اوپر اٹھایا اس نے دیکھا راجہ درو پدیہ کے دربار میں ایک بہت موٹا اور بلند ستون تھا، اور اس ستون کے اندر ایک کیل بھی ٹھکا ہوا تھا۔ امبا نے اپنے دل میں کوئی فیصلہ کیا پھر وہ واپس لوٹی اپنے ہاتھوں میں پکڑا ہوا وہ گلدستہ جو عزازیل نے اسے دیا تھا وہ اس نے اس کیل پر ستون کے ساتھ لٹکا دیا اور کہا۔

اے راجہ اب جب کہ تم نے میری بات نہیں مانی میرے لیے پھولوں کا یہ گلدستہ بھی بیکار ہے میں اب جاتی ہوں شاید میری قسمت میں رشیوں کے ساتھ تنہائی اور گوشہ گیری کی زندگی بسر کرنا ہی لکھا ہے اس کے ساتھ ہی امبا ریاست پنچال کے راجہ درو پدیہ کے دربار سے نکل گئی تھی۔

ریاست پنچال سے نکل کر امبا جنگل کی طرف آئی کچھ دیر بیٹھ کر وہ جنگل میں خوب روئی، جب اس کے دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اس نے جنگل کے اندر لکڑیاں چننا شروع کر دیں۔ لکڑی چن چن کر اس نے ایک جگہ بہت بڑا ڈھیر لگا دیا تھا پھر اس نے کچھ خشک گھاس جمع کی پتھروں کو رگڑ کر اس نے آگ پیدا کی اور گھاس کی مدد سے اس نے آگ کا ایک الاؤ روشن کیا اور روشن ہو جانے والے اس الاؤ کے اوپر وہ تھوڑی تھوڑی لکڑیاں رکھنے لگی تھی ابھی وہ اسی عمل میں مصروف تھی کہ دفعتاً عزازیل، عارب اور نبیطہ اس کے سامنے نمودار ہوئے اور عزازیل نے امبا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے امبا میری بیٹی تو اس جنگل میں کیسے جو ترکیب میں نے تجھے بتائی تھی کیا تو نے اس پر عمل نہیں کیا۔ اور جو پھولوں کا گلدستہ میں نے تمہیں مہیا کیا تھا اسے کیا کیا۔ عزازیل کی اس گفتگو پر امبا پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ تھوڑی دیر تک وہ اس بے بسی کے عالم میں عزازیل کے سامنے کھڑی ہو کر روتی رہی پھر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر اپنی دکھی آواز بکھیرتے لہجے میں اس نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے سنکارا جو پھولوں کا گلدستہ آپ نے مجھے دیا تھا وہ میں اپنے ساتھ لئے لئے پھری میں قریبی ریاستوں کے سب راجاؤں کے پاس گئی لیکن کسی نے بھی میری خاطر دیوارتا سے انتقام لینے کی حامی نہ بھری حالانکہ میں نے انہیں یقین دلایا کہ جو شخص پھولوں کے اس گلدستے کو اپنے گلے میں ڈال کر بھیشم سے ٹکرائے گا وہ کامیاب رہے گا اور میں نے انہیں یہ بھی یقین دلایا کہ جو بھی بھیشم کے مقابلے میں کامیاب رہے گا میں اس سے شادی کروں گی۔ بس اے گرو سنکارا کسی نے بھی میری بات نہیں مانی اور کوئی بھی بھیشم کے ساتھ مقابلہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوا آخر میں میں ریاست پنچال کے راجہ درو پدیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس سے بھی یہی التجا کی لیکن اس نے بھی میری خاطر بھیشم سے انتقام لینے پر آمادگی کا اظہار نہیں کیا آخر جب سب ہی راجاؤں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا اور میرا انتقام لینے کی حامی نہ بھری تب میں انتہا درجے کی مایوس ہو گئی۔

اے گرو سنکارا میں نے دیکھا ریاست پنچال کے راجہ درو پدیہ کے دربار کے اندر ایک ستون تھا۔ اس ستون پر ایک کیل تھا آپ کا پھولوں کا دیا ہوا ہار میں نے اس کیل کے ساتھ لٹکا کر باہر نکل گئی۔

بس اب اے گرو سنکارا میں اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی ہوں میں زندہ نہیں رہنا چاہتی، اس کے ساتھ ہی اب آگ کا الاؤ اب خوب بھڑک اٹھا تھا۔ عزازیل، عارب اور نبیطہ کے دیکھتے ہی دیکھتے راجکماری امبا آگ کے اس الاؤ کے اندر کود گئی تھی۔ یوں لمحوں کے اندر عزازیل، عارب اور نبیطہ کے سامنے راجکماری امبا جل کر راکھ ہو گئی تھی۔

جب الاؤ کی آگ بجھ گئی اور اس کے اندر ریاست کاسی کی راجکماری جل کر راکھ ہو گئی، تب عزازیل نے عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے سکھ اور سکون کا ایک لمبا سانس لیا پھر اس کے چہرے پر خوش کن اور اطمینان بخش مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے میرے دونوں رفیقو تم دیکھتے ہو کہ میں اپنے مقصد کے پہلے حصے میں کامیاب رہا ہوں تم نے دیکھا کہ میں نے کیسے ایک فتنہ کھڑا کیا اور اس فتنے کے نتیجے میں ریاست کاسی کی راجکماری امبا آگ کے اس الاؤ میں جل مرنے پر تیار ہو گئی ہے۔

اے میرے دونوں ساتھیو اب میں اپنے کام کے دوسرے حصے کی ابتدا کروں گا، عزازیل کے خاموش ہونے پر عارب نے بڑے تجسس اور بڑی متلاشی نگاہوں سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے آقا آپ کے اس کام کے دوسرے حصے کی کیا نوعیت ہے اس پر عزازیل نے کچھ سوچا اور پھر کہنا شروع کیا۔

اے عارب اور نبیلہ تم دونوں مجھ سے رخصت ہو کر سیدھے دریائے جمنا کے کنارے اپنے جھونپڑے کی طرف چلے جانا جبکہ میں یہاں سے ریاست پنچال کا رخ کروں گا اس لیے کہ امبا پنچال کے راجہ درو پدہ کے دربار میں ستون کے ساتھ اس پھولوں کے ہار کو ٹانگ آئی ہے جس کو میں نے اسے مہیا کیا تھا میں ریاست پنچال کے راجہ درو پدہ کو جانتا ہوں اس کا ایک بیٹا بھی ہے اب میں پھولوں کے اس ہار کو ریاست پنچال کے راجہ کے بیٹے کے خلاف ایک فتنے ایک آزمائش کے طور پر استعمال کروں گا۔ میں راجہ درو پدہ کے بیٹے پر وار د ہوں گا۔ اپنی سری قوتوں کو اس کے خلاف استعمال کروں گا۔ میں اس کے ذہن میں وسوسات ڈالوں گا اور آمادگی کا ایک الیالاوا اس کے ذہن میں تیار کروں گا کہ وہ اس ہار کو جو اس کے باپ یعنی ریاست پنچال کے راجہ درو پدہ کے دربار میں لٹک رہا ہے وہ اس ہار کو اپنی مرضی اپنی خواہش سے اور اپنی خوشی سے اپنے گلے میں ڈال لینے پر آمادہ ہو جائے گا۔

بس اے میرے دونوں ساتھیو میرے کام کا دوسرا حصّہ یہی ہے کہ میں ریاست پنچال کے راجہ درو پدہ کے بیٹے کو ایک فتنے اور آزمائش میں ڈالوں گا اور اسے ریاست ہستناپور کے راجکمار دیوبرتا کے ساتھ ٹکراؤں پھر اس کے بعد دیکھو کیا حالت نمودار ہوتی ہے۔ اب تم دونوں یہاں سے دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کی طرف کوچ کر جاؤ جب کہ میں بھی اب یہاں سے روانہ ہوتا ہوں، اس کے ساتھ ہی وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے۔ عارب اور نبیلہ دریائے جمنا کی طرف کوچ کر گئے تھے جب کہ خود عزازیل ریاست پنچال کی طرف چلا گیا تھا۔

عزازیل نے ریاست پنچال کے اندر چند دن گزارنے پنچال کے راجہ درو پدہ کا ایک چھوٹا اور ایک کمسن لڑکا تھا اور اس درو پدہ کے بیٹے کو عزازیل اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا عزازیل کی اب اس بچے پر نگاہ تھی تاکہ وہ اسے کہیں اکیلا ملے اور وہ اپنی سری قوتوں کو آزماتے ہوئے اپنے مقصد کے لیے استعمال کرے پنچال میں چند دن رہتے ہوئے آخر ایسا موقع عزازیل کو مل ہی گیا۔

ایک روز راجہ درو پدہ کا وہ کمسن بیٹا راجہ کے دربار میں اکیلا تھا کہ عزازیل وہاں وارد ہوا اس نے اس بچے کے دل میں وسوسات اور ایسے شبہات ڈالے کہ بچہ عزازیل کی ان سری قوتوں کے تحت حرکت میں آیا اور دربار کے اندر ستون کے ساتھ جو عزازیل کا مہیا کر دیا ہوا پھولوں کا ہار لٹک رہا تھا وہ بچہ اس ہار کی طرف بھاگا لپک کر ستون کے ساتھ اس نے ہار کو اتارا اور اس نے اپنے گلے

میں ڈال دیا جس وقت بچے نے اس ہار کو گلے میں ڈالا تھا اسی وقت پنچال کا راجہ درو پدہ اس دربار میں داخل ہوا اس نے جب دیکھا کہ بچے نے ستون سے اس ہار کو اتار کر اپنے گلے میں ڈال لیا ہے تو وہ بھاگ کر اس کی طرف بڑھا اور اسے اپنے ساتھ لپٹاتے ہوئے اس سے کہا۔

اے میرے بیٹے یہ تو نے کیا کیا یہ جو ہار تھا یہ ہار اسی ستون کے ساتھ لٹکا رہ گیا تھا اور کوئی بھی خوف کے مارے اس کے قریب نہیں جاتا تھا پر تو نے یہ کیا کیا کہ اس ستون سے اس ہار کو اتار کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ درو پدہ کے اس ننھے سے بچے پر چونکہ اس موقع پر شیطان کے جو وسوسات کام کر رہے تھے لہٰذا اس نے ایک عزم اور پختہ ارادے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے باپ راجہ راجہ درو پدہ کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ میں جوان ہو کر ہستناپور کے راجکمار بھیشما سے امبا کا انتقام لوں گا۔ اور میرے دل میں بھیشما کے خلاف امبا کا انتقام آگ کی طرح روشن ہو گیا ہے۔ راجہ درو پدہ سمجھ گیا کہ اس ہار کی وجہ سے اس کے بیٹے کے اندر تبدیلیاں ہو رہی ہیں تاہم وہ کچھ نہ کر سکا۔ حالات سے اس نے سمجھوتہ کر لیا اور یوں اس کا ننھا بیٹا وقت کی منزلیں طے کرتا ہوا بڑا ہونے لگا۔

دوسری طرف ہستناپور کے راجکمار یعنی بھیشما کے چھوٹے بھائی وچترا ویریا کی شادی امبا کی دونوں چھوٹی بہنوں امبیکا اور امبالیکا کے ساتھ ہو گئی تھی لیکن بدقسمتی سے اپنی شادی کے چند ہی ماہ بعد وچترا ویریا اچانک موت کا شکار ہو گیا اور یوں امبیکا اور امبالیکا دونوں بہنیں اپنی نوعمری اور جوانی ہی میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ دریائے جمنا کے کنارے رہنے والے مچھیروں کے سردار سلوارام کی بیٹی ستیاوتی جو اب ہستناپور کی رانی تھی وہ اب کسی قدر بوڑھی ہو چکی تھی۔ اپنے بیٹے وچترا ویریا کے یوں مر جانے سے ستیاوتی بے قرار اور بے چین ہو کر رہ گئی تھی، اس کی زندگی کا یہ تیسرا غم تھا جو اسے ملا پہلے اس کا شوہر اور ہستناپور کا راجہ سنتانون مرا اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا چترانگدا مارا گیا اور اب اس کا دوسرا بیٹا وچترا ویریا بھی اس کی آنکھوں کے سامنے موت کا شکار ہو گیا تھا۔ اپنے دوسرے اور آخری بیٹے کی موت کے بعد چند یوم تک ستیاوتی بالکل خاموش پڑی رہی اس نے لوگوں سے بات چیت کرنی تک بند کر دی تھی پھر لوگوں کے سمجھانے بجھانے پر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ریاست کے روزمرہ کے کاموں میں اس نے حصّہ لینا شروع کر دیا۔

گو ریاست کے کاموں میں الجھنے کے بعد ستیا وتی اپنے شوہر اور اپنے دونوں بیٹوں کی موت کو کس قدر فراموش کر چکی تھی لیکن اب اس کے لیے ایک نیا اور انوکھا غم اٹھ کھڑا ہوا تھا اور وہ یہ کہ اس کا شوہر اور دونوں بیٹے تو مر چکے تھے اور باقی صرف بھیشم ہی رہتا تھا اور جس نے ساری عمر شادی نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔ تو اب بھیشم کے بعد اس ریاست کا وارث کون بنے گا بس یہی خیال اب ستیا وتی کو پریشان اور غمزدہ کرنے لگا تھا۔ کچھ روز تک ستیا وتی اپنی خیالات میں گھری رہی پھر ایک روز اس نے آخری فیصلہ کرتے ہوئے بھیشم کو اپنے پاس طلب کیا جب بھیشم اس کے سامنے آیا تو ستیا وتی نے ماں کی پوری ممتا اور گہری ہمدردی اور شفقت میں بھیشم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے بیٹے تم جانتے ہو تمہارا باپ اور میرا شوہر سنتانون مر چکا ہے اس کے بطن سے میرے دو بیٹے ہوئے تھے اور مجھے امید تھی کہ اس ریاست کی وراثت کا سلسلہ چلتا رہے گا، لیکن تم دیکھتے ہو کہ میرے دونوں بیٹے بھی بے اولاد مر چکے ہیں۔ اب لے دے کے تم میرے سامنے رہتے ہو اور تم نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ تم ساری عمر شادی نہیں کرو گے پر میں اپنے سامنے یہ دیکھتی ہوں کہ جب تک تم زندہ ہو اس ریاست کا کاروبار تو چلتا رہے گا لیکن آخر ایک روز تمہیں بھی موت آنی ہے جس روز ایسا ہو گا پھر اس ریاست کا کون مالک اور وارث ہو گا۔ بس یہی ایک خیال ہے جو مجھے دن رات پریشان رکھتا ہے۔ میں نے چند یوم تک اس موضوع پر جو سوچا ہے اس کے تحت میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تم اپنی شادی نہ کرنے کی قسم کو توڑ دو اور امبیکا اور املیکا جو دونوں تمہارے بھائی کی بیوہ ہیں ان دونوں سے شادی کر لو تا کہ ہستناپور کو کم از کم تمہارے بیٹے کی حیثیت سے ایک وارث تو ملے۔

ستیا وتی کی یہ گفتگو سن کر بھیشم یعنی دیو ورت کسی قدر پریشان اور حیرت زدہ سا ہو گیا تھا کچھ دیر سوچا پھر اس نے ستیا وتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ماں میں سمجھتا ہوں کہ شوہر کی وفات کے بعد دونوں بیٹوں کی موت نے تمہیں غمزدہ کر دیا ہے اور اسی غمزدگی کی حالت میں تم مجھے اپنی قسم توڑنے کا مشورہ دیتی ہو میں سمجھتا ہوں

میں سمجھتا ہوں کہ ہستناپور کے لیے ایک وارث کی ضرورت بڑی اہم اور ضروری ہے لیکن اے میری ماں تم جانتی ہو کہ میں زندگی بھر

شادی نہ کرنے کی قسم کھا چکا ہوں لہذا میں اپنی اس قسم کو توڑ کر کسی بھی صورت شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتا۔

میں نے دریائے جمنا کے کنارے تمہاری اور تمہارے باپ کی موجودگی میں آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھ کر قسم کھائی تھی کہ میں زندگی بھر شادی نہ کروں گا اور اے میری ماں اب تم ہی مجھے مشورہ دیتی ہو کہ میں اپنے مرنے والے بھائی کی دونوں بیویوں سے شادی کر لوں۔

ستیا وتی نے پھر بھیشم کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اے بھیشما! میں جانتی ہوں دریائے جمنا کے کنارے کن حالات کے تحت تم نے قسم کھائی تھی اور جو تم نے قسم کھائی تھی وہ تم نے اپنے باپ اور میری بہتری اور ہم دونوں کی خاطر کھائی تھی لیکن اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں۔

بھیشما! دریائے جمنا کے کنارے تم نے قسم اس خاطر کھائی تھی تا کہ میرا بیٹا ہستناپور کا وارث بن سکے لیکن تم دیکھتے ہو کہ میرے دونوں ہی بیٹے مارے جا چکے ہیں لہذا ہستناپور کے راجہ سنتانون کی نسل کو ختم ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو چکا ہے اور یہ میں کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے شوہر کی نسل ختم ہو جائے اسی بنا پر میں تمہیں مشورہ دیتی ہوں کہ وہ قسم جو تم نے دریائے جمنا کے کنارے میری اور میرے باپ کی موجودگی میں کھائی تھی اس قسم کو توڑ دو اور اپنے بھائی کی ان دونوں بیواؤں یعنی امبیکا اور املیکا سے شادی کر لو تا کہ ہستناپور کو تمہارے بیٹے کی صورت میں ایک وارث ملے اور ساتھ ہی تمہارے باپ کی نسل بھی ختم نہ ہونے پائے۔

ستیا وتی کے اس مشورے پر بھیشم کچھ دیر سوچ بچار میں غرق رہا پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

اے ماں تم میرے عزم کی پختگی اور دھرم پر کاربند رہنے کی میری سختی سے آگاہ نہیں ہو تم مجھ پر کیسی بھی سختی کرو کیسے بھی پیار سے کو کیسی بھی خطرناک سے خطرناک دھمکی دو میرا فیصلہ یہی ہو گا کہ میں اپنی قسم نہ توڑوں گا اور جب میں اپنی قسم نہیں توڑوں گا تو میں اپنے بھائی کی دونوں بیواؤں سے شادی کیسے اور کیونکر کروں گا اور جب میں ان سے شادی ہی نہیں کروں گا تو کیونکہ میرا بیٹا ہستناپور کا وارث بن کر میرے باپ کی نسل کو آگے بڑھا سکے گا۔

لہذا اے میری ماں میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ آئندہ اس موضوع پر کبھی بھی میرے ساتھ گفتگو نہ کرنا یہ میرا اٹل اور آخری فیصلہ ہے کہ میں کسی بھی صورت شادی نہیں کروں گا۔ بھیشم کا یہ

آخری اور سخت فیصلہ سننے کے بعد ستیا وتی تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر کسی خیال سے اس کی آنکھوں میں امیدوں میں ڈوبی ہوئی ایک چمک پیدا ہوئی اس کے بعد اس نے اپنے لبوں پر گہری اور اطمینان بخش مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بھیشم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

بھیشم اگر تم میری ایک بات مانو تو اس ہستناپور کو ایک وارث ضرور مل سکتا ہے۔ ستیا وتی کی یہ بات سن کر بھیشم چونک سا پڑا اور اس نے کمال دلچسپی سے ستیا وتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے میری ماں کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو وہ کون سا طریقہ ہے کہ میں شادی بھی نہ کروں اور ہستناپور کو ایک وارث بھی مل جائے اس پر ستیا وتی نے کچھ دیر خاموش رہ کر گویا اپنے آپ کو بحال کیا پھر وہ دوبارہ بھیشم کو مخاطب کر کے کہہ رہی تھی۔

اے بھیشما! میری زندگی کا ایک ایسا راز بھی ہے جو آج تک میں نے نہ تم پر عیاں کیا اور نہ اپنے شوہر اور نہ اپنے بیٹوں پر۔ اس راز کو صرف میرا باپ ملاح ہی جانتا ہے جو اب مر چکا ہے۔ گویا اس دنیا میں اب کوئی زندہ شخص میرے علاوہ نہیں جو میرے اس راز کو جانتا ہو۔ بھیشم نے پریشانی اور تعجب سے ستیا وتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے میری ماں! وہ کون سا ایسا راز ہے جو نہ تو نے مجھ پر نہ اپنے بیٹوں پر اور نہ اپنے شوہر پر ظاہر کیا اور وہ راز تم اور تمہارا باپ ہی جانتے تھے کہو وہ راز کیا تھا میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ اس کا ذکر کسی کے ساتھ بھی نہ کروں گا تمہارے راز کو میں اپنا راز سمجھ کر اپنے سینے ہی میں چھپا رہنے دوں گا۔

اے میری ماں کہو وہ راز کیا ہے مجھ پر اعتماد کرو مجھ پر بھروسہ رکھو میں تمہارے راز کو راز ہی رہنے دوں گا۔ بھیشم کی یہ گفتگو سن کر ستیا وتی کو کچھ حوصلہ ہوا اس نے تھوڑی دیر تیز نگاہوں سے بھیشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے سامنے بیٹھ جاؤ پھر میں تمہیں اپنی زندگی کا راز کہتی ہوں۔ بھیشم فوراً ایک معصوم بچے کی طرح ستیا وتی کے سامنے بیٹھ گیا پھر ستیا وتی نے کہنا شروع کیا۔

اے بھیشما! میرے بیٹے جس وقت تمہارے باپ سنتانون کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی اس وقت میں کنواری نہیں ہوں بلکہ ایک بچے کی ماں تھی یہی وہ راز ہے جو شادی کے وقت میں اور میرا باپ یہ جانتے تھے اس کے علاوہ کوئی بھی اس راز سے واقف نہ تھا اور سنو بھیشما! میں تمہیں اس شادی کی تفصیل بھی بتاتی ہوں۔ میری یہ پہلی شادی پرشادہ نام کے ایک رشی کے ساتھ ہوئی تھی اس سے میرا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا جس کا نام ویاسا ہے۔ شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد پرشادہ نام کا یہ رشی مجھے چھوڑ کر چلا گیا اور اپنے ساتھ اپنے بیٹے ویاسا کو بھی لے گیا۔ پرشادہ رشی سے پیدا ہونے والا میرا یہ بیٹا جس کا نام ویاسا تھا۔ یہ سیاہ فام ہونے کے علاوہ انتہائی بدصورت اور زشت رو تھا۔ بہر حال رشی پرشادہ میرے بیٹے کو لے کر ہمالیہ کی اترائیوں کی طرف چلا گیا اور وہاں اس نے میرے بیٹے ویاسا کو بھی اسی طرح رشی بنا کر رکھ لیا۔ میرا یہ بیٹا کبھی کبھی ہمالیہ سے دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں مجھ سے ملنے آیا کرتا تھا یہاں ہستناپور میں بھی وہ کئی بار مجھ سے چوری چھپے ملنے آیا مگر میں نے اس کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا۔

یہاں تک کہنے کے بعد ستیا وتی خاموش ہو گئی جب کہ اس کے سامنے بیٹھا ہوا بھیشم اسے تعجب اور حیرت سے ملی جلی کیفیت میں دیکھے جا رہا تھا اس پر ستیا وتی پھر بولی اور کہنا شروع کیا۔

اے بھیشما! اگر تمہاری رضامندی شامل ہو تو میں اپنے اسی بیٹے ویاسا کو ہمالیہ کی اترائیوں سے طلب کروں اور امبیکا اور امبلیکا دونوں بہنوں کی اس سے شادی کرا دوں۔ اس طرح میرے بیٹے ویاسا سے جو ان دونوں بہنوں کے ہاں اولاد ہوگی وہ ریاست ہستناپور کی وارث کہلا سکے گی۔ ستیا وتی کے اس انکشاف پر بھیشم خوش ہو گیا تھا اور اس نے بولتے ہوئے کہا۔

اے ماں میں تمہاری اس تجویز پر مکمل طور پر اور خوشی سے اتفاق کرتا ہوں۔ تم وقت ضائع کئے بغیر اپنے بیٹے ویاسا کو بلاؤ تاکہ امبیکا اور امبلیکا دونوں کی شادی اس کے ساتھ کر دی جائے اور پھر اس کے ہاں جو اولاد ہو وہی ریاست ہستناپور کی وارث کہلائے گی۔

بھیشم کا جواب سن کر ستیا وتی بھی خوش ہو گئی تھی لہذا اس نے اسی روز ایک تیز رفتار قاصد ہمالیہ کی اترائیوں کی طرف روانہ کیا اور اپنے بیٹے ویاسا کو ہستناپور طلب کر لیا تھا۔

اپنی ماں کے بلاوے پر ویاسا فوراً ہستناپور پہنچ گیا اور امبیکا امبلیکا دونوں کی شادی اس سے کر دی گئی اس شادی کے نتیجے میں امبیکا اور امبلیکا دونوں کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے امبلیکا کے بیٹے کا نام دھرت راشٹر رکھا گیا اور یہ اندھا تھا جب کہ امبیکا کے بیٹے کا نام پانڈو رکھا گیا۔ امبیکا نے خوش ہو کر اپنی ذاتی لونڈی بھی ویاسا کے ساتھ بیاہ دی لہذا اس لونڈی سے بھی ویاسا کا ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام ودورا رکھا گیا۔ ان تین بیٹوں کی پیدائش کے بعد ستیا وتی کا بیٹا ویاسا واپس ہمالیہ کی اترائیوں کی طرف چلا گیا اور واپس لوٹ کر نہ آیا تھا۔

ویاماکے ہاں پیدا ہونے والے تینوں بچوں میں ایک ایک خصوصیت اور خوبی تھی۔ دھرت راشٹر طاقت اور قوت میں بے حد زیادہ تھا جبکہ پانڈو جنگی ہتھیار چلانے کا بہترین ماہر تھا اور ان دونوں کے مقابلے میں ددورا بے حد عقلمند اور دانش ور تھا۔

یوں ستیا وتی اور دیوارتا دونوں مل کر ان بچوں کی پرورش کرنے لگے تھے یہاں تک کہ یہ تینوں بچے جوان ہو گئے۔ دھرت راشٹر کی شادی ریاست گندھارا کے راجہ کی بیٹی گندھاری کے ساتھ کر دی گئی تھی۔ انہی دنوں ریاست مدارہ کے راجہ نے اپنی راجکماری مادری کا سوئمبر رچایا یہ سوئمبر پانڈو نے جیت لیا اور یوں ریاست مدارہ کی راجکماری مادری کی شادی پانڈو کے ساتھ کر دی گئی تھی۔ اسی دوران ریاست ورشنی کے راجہ سورا نے بھی اپنی بھانجی کنتی کا سوئمبر رچایا۔ پانڈو نے اس سوئمبر میں بھی حصہ لیا اور اس سوئمبر کو بھی جیت گیا۔ لہذا کنتی کی شادی بھی اس سے کر دی گئی تھی۔ پانڈو کی دو بیویاں ہو گئی تھیں۔ ایک مادری اور دوسری کنتی۔

دن بڑی تیزی سے گزرتے رہے پانڈو کی بیوی کنتی کے بطن سے پانڈو کے تین بیٹے یدشٹر، بھیم سین اور ارجن پیدا ہوئے جب کہ اس کی دوسری بیوی مادری کے بطن سے نکولا اور سہادیو پیدا ہوئے۔ اس طرح دونوں بیویوں کے بطن سے پانڈو کے پانچ بیٹے پیدا ہوئے تھے۔

دوسری طرف دھرت راشٹر کے انگنت بیٹے پیدا ہوئے۔ ان سب سے بڑے بیٹے کا نام دریودن تھا جب کہ اس کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام دوسالہ تھا۔ دھرت راشٹر کا بیٹا دریودن انتہائی چالاک اور عیار انسان تھا۔ یہ پانڈو کے پانچوں بیٹوں میں سے بھیم سین سے سخت نفرت اور کراہت محسوس کرتا تھا اس لیے کہ بھیم سین اس سے صرف ایک سال بڑا تھا لیکن وہ طاقت اور قوت میں دریودن سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا اور اکثر یہ بھیم سین سے کشتی اور اس طرح کے دوسرے مقابلوں میں دریودن کو اپنے سامنے زیر کر دیا کرتا تھا۔ لہذا دریودن اس سے بے پناہ نفرت کرنے لگا تھا، اور ہر وقت انہی سوچوں میں رہنے لگا تھا کہ کوئی موقع ملے تو وہ بھیم سین سے انتقام لینے کی کوشش کرے گا۔

جب یہ بچے جوان ہوئے تو پانڈو اس دنیا سے کوچ کر گیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی مادری بھی ستی ہو گئی تھی۔ اب یدشٹر، بھیم سین اور ارجن نکولا اور سہادیو کی نگرانی ان کی ماں کنتی کے سر پر آن پڑی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے چچا دھرت راشٹر اور ددورا بھی ان کی نگہبانی کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف دریودن کے دل میں بھیم سین سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نفرت اور

انتقام کی آگ تیز سے تیز تر ہو کر بھڑکنے لگی تھی۔

ایک روز پانڈو اور دھرت راشٹر کے یہ سارے بیٹے شکار کے لیے دریائے گنگا کی طرف گئے۔ کافی دیر دریائے گنگا کے کنارے سیر کرنے کے ساتھ ساتھ دریا کے اندر نہاتے رہنے، یہاں تک کہ بھیم سین یہ محسوس کرنے لگا کہ اسے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ دریودن نے اس موقع کو غنیمت جانا وہ بھیم سین سے ہمدردی اور اس سے پیار کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنے خیمے میں لے گیا وہاں اس نے بھیم سین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا کیونکہ کھانے میں اس نے زہر ملا دیا تھا یہ زہریلا کھانا کھانے کے بعد جب بھیم سین پر نیند طاری ہوئی تو وہ اسی خیمے کے اندر سو گیا۔ دریودن نے جب یہ دیکھا کہ بھیم سین گہری نیند سو چکا ہے۔ تب اس نے دوسرے بھائیوں سے نظریں بچاتے ہوئے بھیم سین کو اٹھا کر دریائے گنگا میں پھینک دیا۔ شام کے قریب جب یہ تفریح اور شکار کا سلسلہ بند ہوا تو پانڈو کے چاروں بیٹوں یعنی یدشٹر، ارجن، نکولا اور سہادیو نے اپنے پانچویں بھائی بھیم سین کو تلاش کرنا شروع کیا وہ بڑے فکر مند اور پریشان دکھائی دے رہے تھے انہوں نے دریا کا سارا کنارا چھان مارا۔ دریا کے کنارے اپنے سارے خیموں میں دیکھا لیکن بھیم سین انہیں کہیں بھی دکھائی نہ دیا آخر انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ شاید بھیم ان سے پہلے ہی گھر روانہ ہو گیا ہو لہذا وہ اپنا پڑاؤ ختم کر کے شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

جب وہ اپنے شاہی محل میں داخل ہوئے اپنی ماں کنتی سے بھیم سے متعلق پوچھا تو اس نے پریشانی میں ان سے جواب دیا کہ بھیم تو ابھی تک گھر واپس نہیں آیا۔ تب وہ چاروں بھائی اپنے پانچویں بھائی سے متعلق انتہائی پریشان اور ملول ہوئے۔ رانی کنتی کو جب یہ خبر ہوئی کہ اس کا بیٹا کہیں کھو گیا ہے تو اس نے واویلا اور ماتم کرنا شروع کر دیا تھا اس موقع پر کنتی نے اپنے شوہر پانڈو کے چھوٹے بھائی ددورا کو بلایا اور سارا معاملہ اس سے کہا۔

کس طرح بھیم سین اچانک غائب ہو گیا ہے۔ ددورا اپنے بڑے بھائی دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے دریودن کی شرارتوں اور عیاریوں سے واقف تھا اسے شک ہو گیا تھا کہ ہو نہ ہو اس دریودن نے ہی بھیم سین کے خلاف کوئی حرکت کی ہے اس نے کنتی یدشٹر، ارجن، نکولا اور سہادیو کو ایک جگہ جمع کر کے سمجھایا کہ مجھے یہ دریودن کی شرارت لگتی ہے لیکن تم خاموش رہنا اگر اسے یہ خبر ہو گئی کہ بھیم سین کے سلسلے میں اس پر شک کیا جا رہا ہے تو ذہن رکھو کہ وہ تم باقی بھائیوں پر بھی ہاتھ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے کہ دریودن اور اس کا باپ یعنی میرا بھائی دھرت راشٹر دونوں یہ چاہتے ہیں کہ ریاست

ہستناپور کے وہی وارث اور مالک بنیں بہرحال تم مطمئن رہو مجھے امید ہے کہ بھیم سین زندہ ہے اور بہت جلد ہم سے آملے گا۔

دوسری طرف بھیم سین کو جب دریودن نے زہریلا کھانا کھانے کے بعد دریائے گنگا میں پھینک دیا تو بھیم سین کی خوش قسمتی کہ جس وقت اسے گنگا میں پھینکا گیا تو دریا کے اندر ایک سانپ نے اسے ڈس لیا پس سانپ کا زہر اس زہر کے خلاف جو کھانے میں بھیم سین کو دیا گیا تھا تریاق ثابت ہوا۔ بھیم سین اسی وقت اچھا ہو کر ہوش میں آ گیا۔ دریا سے وہ بڑی تیزی کے ساتھ نکلا اور اپنے گھر لوٹ آیا اس کی ماں کنتی اور اس کے چاروں بھائی اسے دیکھ کر بے حد خوش ہوئے۔ بھیم سین نے انہیں بتایا کہ کس طرح اسے دریودن نے زہریلا کھانا کھلانے کے بعد دریائے گنگا میں پھینک دیا تھا اور کس طرح اسے سانپ نے ڈس لیا اور وہ بچ کر گھر آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس موقع پر ودورا نے ایک بار پھر سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

اس حادثہ کا کسی سے ذکر نہ کریں اور خاموشی اختیار کر لیں ورنہ حالات اور زیادہ بگڑ جائیں گے۔

پانڈو کے چھوٹے بھائی ودورا کی بات مانتے ہوئے کنتی اور پانڈو کے پانچوں بیٹوں یدھشٹر، بھیم سین، ارجن، نکولہ، سہادیو نے اپنی زبانیں بند رکھیں اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیا اور دوسری طرف دریودن نے جب یہ دیکھا کہ اس کی ساری چال ناکام ہو گئی ہے اور یہ کہ بھیم سین جسے اس نے مردہ سمجھ کر دریائے گنگا میں پھینک دیا تھا وہ واپس لوٹ آیا ہے تو اسے اس کا بڑا دکھ اور صدمہ ہوا وہ تو اپنی جگہ پر خوش تھا کہ اس نے بھیم سین کا خاتمہ کر دیا ہے اور جس طرح اس نے بھیم سین کو راہ سے ہٹایا ہے ایسے ہی ایک روز وہ اس کے باقی ساتھیوں یدھشٹر، ارجن، نکولہ اور سہادیو کو بھی راستے سے ہٹا کر ہستناپور کا مالک بن جائے گا جب بھیم سین زندہ لوٹ آیا تو دریودن کو بڑا دکھ اور صدمہ ہوا تاہم پانڈو برادران کے خلاف اس کے انتقامی جذبے پہلے سے بھی زیادہ ہولناک صورت اختیار کر گئے تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ دھرت راشٹر جو کہ آنکھوں سے اندھا تھا اس کے بیٹے کورو کہلانے لگے تھے اور ان کورو برادران میں دریودن سب سے زیادہ چالاک، عیار اور طاقت ور تھا جبکہ دوسری طرف پانڈو کے پانچوں بیٹے یعنی یدھشٹر، ارجن، بھیم سین، نکولہ اور سہادیو پانڈو کہلانے لگے تھے۔ ایک روز پانڈو اور کورو برادران ہستناپور سے باہر ایک ویران کنوئیں کے قریب سوت کی بنی ہوئی ایک گیند کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ اس کھیل کے دوران اچانک وہ سوت کا گیند اس ویران

کنوئیں کے اندر گر گیا۔ گیند کے کنوئیں کے اندر گر جانے کے باعث کیونکہ ان کا کھیل اچانک رک گیا تھا لہذا سارے کورو اور پانڈو برادران کنوئیں کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے اور سوچنے لگے تھے کہ اس ویران کنوئیں سے گیند کو کس طرح نکالا جا سکتا ہے وہ سارے بھائی ابھی اسی کشمکش و پیچ میں تھے کہ ایک شخص وہاں آیا اور ان سب کو مخاطب کر کے اس نے پوچھا۔

تم لوگ کون ہو اور کیوں اس ویران کنوئیں کے ارد گرد جمع اور پریشانی کے عالم میں کھڑے ہو اس پر پانڈو برادران کے بڑے بھائی یدھشٹر نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے انکشاف کیا۔

اے اجنبی ہم ہستناپور کے راجکمار ہیں وہ بائیں طرف سامنے والے میدان میں سوت کے بنے ہوئے ایک گیند کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ یہ گیند اچانک اس کنوئیں میں گر گیا اور چونکہ ہمارا کھیل اس گیند کے گرنے سے اچانک رک گیا ہے لہذا ہم پریشانی کے عالم میں اس کنوئیں کے گرد جمع ہو گئے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ اس کنوئیں کے اندر سے گیند کو کس طرح سے نکالا جائے اس انکشاف پر وہ شخص بولا اور کہنے لگا۔

اے ہستناپور کے راجکمارو سنو میرا نام درونا ہے تمہارے اس گیند کے کنوئیں میں گرنے اور پریشان حال یہاں کھڑے ہونے سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ تم سب بھائیوں میں سے کوئی بھی اچھا تیر انداز نہیں ہے اس پر یدھشٹر نے تعجب اور پریشانی سے درونا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

یہ تیر اندازی کا کنوئیں میں گرنے والے اس گیند سے کیا تعلق ہے اس پر درونا کہنے لگا۔

تیر اندازی کا اس سے بہت زیادہ تعلق ہے اس لیے کہ تم میں سے کوئی اچھا تیر انداز ہوتا تو وہ اپنی تیر اندازی کو کام میں لاتے ہوئے سوت کی اس گیند کو جو کنوئیں کے پانی کے اندر تیر رہا ہے آسانی سے باہر نکال لیتا اس پر یدھشٹر نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

اے درونا اگر تو ایسا ہی اچھا تیر انداز ہے تو پھر اپنی تیر اندازی سے ہمیں سوت کے اس گیند کو ذرا کنوئیں سے باہر نکال دکھا۔

یدھشٹر کے اس چیلنج پر درونا حرکت میں آیا فوراً اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اس تیر کی پشت کے ساتھ پھر اس نے ایک باریک اور مضبوط دھاگہ باندھا پھر اس نے تیر اپنی کمان پر چڑھا کر ایسا نشانہ باندھ کر چلایا کہ اس کا وہ تیر کنوئیں کے پانی پر تیرتے ہوئے گیند کے اندر پیوست ہو گیا تھا پھر اس دھاگے کی مدد سے اس نے تیر کو گیند سمیت باہر کھینچ لیا تھا۔ درونا کے اس کارنامے پر کورو اور پانڈو برادران سارے بے حد خوش ہوئے اس پر یدھشٹر نے درونا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے درونا تم اسی کنوئیں کے پاس ہی ٹھہرنا آج کل ہمارے دادا کو ہماری تربیت کے لیے کسی استاد کی ضرورت ہے اور ہم کہتے ہیں کہ تم سے بہتر کوئی استاد نہیں ہو سکتا، اس پر درونا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

تمہارے دادا کا کیا نام ہے۔

اس پر یدھشٹر بولا اس کا اصل نام تو دیو درت ہے اس کا دوسرا نام بھیشم ہے لیکن اکثر پیار سے لوگ اسے بھیشما کہہ کر ہی پکارتے ہیں اور بھیشم نام کے ہمارے دادا کی یہ خصوصیت ہے کہ گو وہ ایک لمبی عمر پا چکا ہے۔ اس نے عمر بھر شادی بھی نہیں کی لیکن اب وہ بھی جوانوں جیسا طاقت ور ہے اور جسمانی ساخت میں بھی وہ بالکل توانا لگتا ہے۔ درونا نے وہاں ٹھہرے رہنے کا وعدہ کیا اور اس کے بعد وہ کورو اور پانڈو برادران وہاں سے چلے گئے تھے۔

کورو اور پانڈو سارے بھائی ہستناپور کے شاہی محل میں داخل ہوئے اور وہاں انہوں نے کھیل کے دوران اپنی گیند کے کنوئیں کے اندر گرنے اور تیر کی مدد سے درونا کے گیند کو نکالنے کے سارے واقعات بھیشم سے کہہ دیئے تھے یہ واقعات سن کر بھیشم خوش ہوا اس نے یدھشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اس شخص کو جس کا نام درونا ہے اور جس نے کنوئیں کے اندر سے تمہیں گیند نکال کر دی ہے، اسے فوراً بلا کر میرے پاس لاؤ پس یدھشٹر اور اس کے بھائی پھر بھاگے بھاگے گئے اور درونا کو اپنے ساتھ لے کر بھیشم کے سامنے پیش کیا۔

پس یدھشٹر اور اس کے بھائی پھر بھاگے بھاگے گئے اور درونا کو اپنے ساتھ لے جا کر اسے بھیشم کے سامنے پیش کیا۔ بھیشم درونا کو دیکھ کر بے حد خوش ہوا اور اس نے ایک اچھے معاوضے پر درونا کو اپنے پاس ملازم رکھ لیا تھا تاکہ وہ کورو اور پانڈو برادران کو تیر اندازی کے علاوہ دوسرے جنگی فنون بھی سکھائے یوں درونا ہستناپور کے اندر رہ کر بڑی تیزی کے ساتھ کورو اور پانڈو برادران کو جنگی تربیت دینے لگا تھا۔

جنگی فنون کے ماہر اس درونا نے ہستناپور میں قیام کے دوران اپنے بیوی بچوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا یوں اس نے ہستناپور کے اندر مستقل رہائش اختیار کر لی تھی اور بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ وہ کورو اور پانڈو برادران کو جنگی فنون کی تربیت دینے لگا تھا یوں کچھ عرصہ درونا اس تربیت میں مصروف رہا اس تربیت کے دوران اس نے سب سے زیادہ ارجن کو پسند کیا تھا، کیونکہ ارجن نے

درونا کے فن کو سیکھنے میں اپنی پوری کوشش اور مہارت کو صرف کر دیا تھا اور یوں سارے کورو اور پانڈو برادران کے اندر ارجن جنگی فنون اور خصوصیت کے ساتھ تیر اندازی میں اپنا کوئی جواب نہ رکھتا تھا۔ ایک عرصہ تک ان کورو اور پانڈو برادران کو درونا جنگی فنون میں طاق کرتا رہا اور جب اس نے اندازہ لگایا کہ جس قدر جنگی فنون وہ رکھتا ہے وہ سب کچھ اس نے سکھا دیئے ہیں تب ایک روز یہ درونا بھیشم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے بھیشم جس قدر میں جنگی اور حربی علوم جانتا تھا وہ میں نے تمہارے پوتوں کو سکھا دیئے ہیں، اب میں اس غرض سے تمہاری خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ ان سارے راجکماروں کا مقابلہ کروایا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ ان علوم میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ کون مستفید ہوا ہے۔

اے بھیشم میں تمہارے اخلاق تمہارے ان بچوں کے ساتھ پیار سے بھی بے حد متاثر ہوا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تمہارا ان کے ساتھ کوئی خون کا رشتہ بھی نہیں ہے تب بھی ان کورو اور پانڈو برادران کو اپنے حقیقی پوتوں کی طرح پال پوس کر اور یوں ناز و نعمت میں جوان کیا ہے۔ درونا کی اس گفتگو کے جواب میں بھیشم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اے درونا میں انہیں اپنے پوتا ہی سمجھتا ہوں تم جانتے ہو میں نے ساری زندگی شادی نہیں کی، میں نے اپنی سوتیلی ماں ستیاوتی کے بیٹے کو ہی ہستناپور کا وارث بنا کر اس کی شادی امبا اور امبلیکا سے کر دی تھی پھر بدقسمتی سے جب وہ مارا گیا تو امبا اور امبلیکا دونوں بیوہ ہو گئیں پھر میں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری، میں نے ستیاوتی کے پہلے بیٹے جو اس کے پہلے خاوند سے تھا اسے یہاں بلوایا۔ امبیکا اور امبلیکا دونوں سے اس کی شادی کر دی اور یوں ان سے دھرت راشٹر اور پانڈو پیدا ہوئے پھر امبلیکا نے اپنی ایک لونڈی کی شادی بھی اس کے ساتھ کر دی جس کے بطن سے ودورا پیدا ہوا میری خواہش تو یہ تھی کہ میں پانڈو کو ہستناپور کا وارث بناتا پر مزید بدقسمتی یہ کہ پانڈو اپنی جوانی ہی میں مر گیا اور اب تم دیکھتے ہو کہ پانڈو کے بعد میں نے دھرت راشٹر کو ہستناپور کا راجہ بنا دیا ہے اور میں نے اس بات کی پروا بھی نہیں کی کہ دھرت راشٹر اندھا ہے۔

اے درونا میں نے اپنی ساری زندگی قربانی دینا سیکھا ہے کسی سے قربانی لینے کا خواہش کا اظہار کبھی نہیں کیا۔

یہاں تک کہنے کے بعد بھیشم تھوڑی دیر کے لیے رک گیا اور کچھ سوچتا رہا پھر اس نے شاید کوئی فیصلہ کر لیا تھا اور اس نے دوبارہ درونا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے درونایہ جو تم نے سارے کورو اور پانڈو برادران کی حربی تربیت کی تکمیل کا ذکر کیا ہے اور اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ اب ان کے درمیان مقابلہ ہونا چاہیئے تاکہ یہ اندازہ لگایا جائے کہ ان میں سے کون سب سے زیادہ حربی فنون سے مستفید ہوا ہے۔

تو اے درونا میرے لیے اس کا جواب یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ ہستنا پور شہر کے اندر پہلے ہی ایک کھلا میدان ہے جہاں عموماً ضرورت کے باعث جنگجو جوانوں کے آپس میں مقابلے کروائے جاتے ہیں۔ بس میں اس سلسلے میں ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر اس کے بھائی ودورا دران دونوں کے علاوہ کورو اور پانڈو برادران سے بھی مشورہ کرنے کے بعد تمہیں یہ بتاؤں گا کہ ان مقابلوں کے لیے کون سی تاریخ مقرر کی گئی ہے، بس اس مقررہ تاریخ پہ تمہاری خواہش اور تمہاری آرزو کے مطابق مقابلے کروائے جائیں گے بھیشم نے جب درونا کی اس خواہش کو قبول کرتے ہوئے اس کی تائید کی تو درونا بے حد خوش ہوا اور بھیشم کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

آخر ان مقابلوں کے لیے ایک دن مقرر کیا گیا اور اس دن ہستنا پور کے اندر مقابلے کا وہ میدان لوگوں سے کچا کچ بھر گیا تھا۔ باہر کے بہت سے قریبی راجاؤں کو بھی یہ مقابلے دیکھنے کے لیے دعوت دی گئی تھی۔ ہستنا پور کا یہ میدان ایک بہت بڑا میدان تھا جس کے اطراف میں لوگوں کے بیٹھنے کے لیے سیڑھیاں نما نشستیں بنائی گئی تھیں۔ میدان کے وسط میں ایک کافی وسیع اور بلند شہ نشین تھی جس کے اوپر مقابلوں کا اہتمام کیا جاتا تھا جب وہ میدان تماشائیوں سے کچا کچ بھر گیا تو پھر میدان میں بھیشم اور اس کے ساتھ ہستنا پور کا اندھا راجہ دھرت راشٹر داخل ہوئے ان کے ساتھ اور ان سے تھوڑا سا پیچھے دھرت راشٹر کا بھائی ودورا بھی تھا اور ان سب سے پیچھے تمام کورو اور پانڈو برادران بھی اس میدان میں داخل ہو کر اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے تھے پھر وہ راجے جن کا تعلق قریبی ریاستوں سے تھا۔ وہ بھی میدان میں داخل ہو کر جب اپنی نشستوں پر جم گئے تو پھر مقابلے شروع کرانے کا اہتمام کیا گیا۔

پانڈو کا بیٹا بھیم سین اور دھرت راشٹر کا بیٹا دریودن چونکہ ایک دوسرے کے ازلی دشمن سمجھے جاتے تھے اور دونوں ہی ایک دوسرے کو نفرت اور انتہائی ذلت اور کدورت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لہذا پہلا مقابلہ ان دونوں ہی کے درمیان کروایا گیا۔ دونوں اس بلند اور وسیع شہ نشین پر آئے جو میدان کے وسط میں بنائی گئی تھی اور اس شہ نشین پہ چڑھنے کے بعد ان دونوں کے درمیان مقابلہ کروایا گیا تھا۔ دونوں بڑھ چڑھ کر ایک دوسرے پہ اپنی تلواروں اور ڈھالوں سے حملہ کرنے لگے تھے اور ہر کوئی اپنے

مد مقابل کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کے لیے جتن کرنے لگا تھا یہ مقابلہ کافی طول پکڑ گیا نہ دریودن اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار تھا اور نہ ہی اس کے مقابلے میں بھیم سین دریودن کے سامنے دبنے کو تیار دکھائی دے رہا تھا جب کہ دوسری طرف باہر بیٹھے ہوئے لوگوں کی حالت یہ ہو گئی تھی کہ لوگ آپس میں تقسیم ہو گئے تھے کچھ لوگ نعرے مارتے بھیم سین کا ساتھ دے رہے تھے جب کہ کچھ لوگ بلند آوازوں میں دریودن کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔

کورو اور پانڈو برادران کا استاد درونا اس وقت میدان میں بھیشم کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔ درونا کے بالکل پہلو میں اس کا بیٹا اسوت دھام بھی اس مقابلے کو بڑے غور اور انہماک سے دیکھ رہا تھا۔ اور درونا نے جب دیکھا کہ دریودن اور بھیم سین کا مقابلہ کافی طول پکڑتا جا رہا ہے اور یہ کہ ان دونوں کے مقابلے کی وجہ سے میدان میں بیٹھے ہوئے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے خلاف نعرے بازی کرنے لگے ہیں تو اسے خدشہ ہوا کہ کہیں دریودن اور بھیم سین کے مقابلے کے ساتھ ساتھ تماشائی بھی اٹھ کر ایک دوسرے سے دست و گریباں نہ ہو جائیں لہذا اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے بھیشم سے صلاح و مشورے کے بعد اس نے اپنے بیٹے اسوت دھام کو میدان کے اندر بھیجا اور اس سے کہا کہ وہ فوراً آگے بڑھ کر دخل اندازی کرے اور بھیم سین اور دریودن کے مقابلے کو برابری کی بنیاد پر ختم کروا دے، بس درونا کے کہنے پر اس کا بیٹا اسوت دھام میدان میں داخل ہو کر شہ نشین پر چڑھا، اور اس نے بھیم سین اور دریودن کو مقابلہ کرنے سے روکتے ہوئے دونوں کو ایک دوسرے سے دور ہٹا دیا۔ اس طرح یہ مقابلہ برابری کی بنیاد پہ ختم کروا دیا تھا۔

بھیم سین اور دریودن کے مقابلے کے اختتام کے بعد درونا نے بڑے فخریہ انداز میں اپنے سب سے بہترین اور ہونہار شاگرد ارجن کو میدان میں اتارا اور اس سے تاکید کی کہ وہ میدان کے وسط میں بنی ہوئی شہ نشین پہ چڑھ کر لوگوں کے سامنے اپنے تیر اور کمان کے جوہر اور کمالات دکھائے۔ درونا کے کہنے پر ارجن شہ نشین پر آیا شہ نشین کے اوپر جو تیر اندازی کے لیے انتظامات کیے گئے تھے انہیں کام میں لاتے ہوئے ارجن نے وہاں ان گنت لوگوں کے سامنے بہترین تیر اندازی اور کمان کو استعمال کرنے کا مظاہرہ کیا تھا اور یہ مظاہرہ ایسا شاندار اور دل نشین تھا کہ میدان کے اندر بیٹھے ہوئے سارے ہی تماشائی ارجن کو داد دینے کے لیے اس کے حق میں نعرے بلند کرنے لگے تھے۔ میدان کے اندر جب کہ لوگ ارجن کے حق میں بلند آوازوں میں نعرے لگا رہے تھے تو میدان میں داخل ہونے کے لیے مغرب کی سمت میں جو راستہ تھا وہاں پہ کچھ لوگوں کے اندر افراتفری کے آثار

نمودار ہوئے پھر یہ افراتفری بڑھتی گئی لوگ ادھر اُدھر ہٹتے ہوئے کسی کے لیے راستہ بنانے کے لیے کوشش کرنے لگے تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی غیر معمولی شخصیت میدان میں داخل ہو رہی ہو لہٰذا میدان کے اندر بیٹھے ہوئے سارے لوگوں کی نگاہیں اس سمت جم گئی تھیں جہاں لوگ کسی کے آنے کے لیے راستہ بنا رہے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک انتہائی سیاہ فام جوان شہ نشین کے قریب نمودار ہوا پھر وہ شہ نشین پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہوتے ہوئے ارجن کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

اس پر کھڑے ہو کر جو تو نے اپنے تیر اور اپنی کمان کے کمالات اپنے تماشائیوں کو دکھائے ہیں۔ ان کو میں دیکھ چکا ہوں اور پانڈو کے بیٹے ایسے کمالات کا مظاہرہ میں بھی کر سکتا بلکہ یہ دعویٰ بھی کرتا ہوں کہ میں اس سے بہتر کر سکتا ہوں اور ساتھ ہی میں تجھے مقابلے کی دعوت بھی دیتا ہوں اور اس کے ساتھ ہی شہ نشین پر کھڑے ہو کر اس نووارد نے اپنی کمان اور تیروں سے ایسے ہی کمالات کا مظاہرہ کیا تھا جیسا اس سے پہلے ارجن کر چکا تھا جب یہ مظاہرہ ہو چکا پھر اس نے سوالیہ انداز میں ارجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

کیا اب تم میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو۔ سنو میرا نام رادھیے ہے اور میں تمہیں زیر کروں گا۔

جواب میں ارجن نے تیز نگاہوں سے اس نووارد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے اجنبی میں تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کو تو تیار ہوں پر مقابلے سے پہلے تم مجھے یہ تو بتاؤ کہ کون ہو اور کیسے ایک بن بلائے مہمان کی حیثیت سے اس میدان میں داخل ہو کر تو نے اپنے کمالات کا اظہار کیا ہے اس پر اس جوان نے بھی تیز نگاہوں سے ہی ارجن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

یہ مقابلے عام مقابلے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ صرف تمہارے ہی لیے نہیں منعقد کرائے گئے بلکہ ہر کوئی اس میدان میں داخل ہو کر ان میں حصہ لے سکتا ہے۔

اے ارجن جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے اسے ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ میں تمہیں مقابلے کی دعوت دے چکا ہوں اور اب تمہاری طرف سے میں یہ جواب سننا چاہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ اس میدان میں مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو یا نہیں۔

اس اجنبی کی یہ گفتگو ارجن کی عزت اور شجاعت پر ایک ضرب اور ایک چوٹ تھی لہٰذا اس نے فوراً اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔

اے نووارد میں تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

اس منظر کو دیکھتے ہوئے ارجن کی ماں پریشان اور ملول تھی اور اس کے دوسرے بیٹے بھی فکرمندی سے اس صورت حال کو دیکھ رہے تھے جب کہ دوسری طرف کورو کے بیٹے اور اس کی بیوی گندھاری سب خوش تھے کہ ارجن کے مقابلے میں ایک ایسا جوان اترا ہے جو شاید اس میدان میں اسے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے لہٰذا وہ بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔

ایسے میں کرپا نام کا ایک شخص میدان میں داخل ہوا یہ شخص بچپن میں پانڈو برادران کو جنگی فنون کی تربیت دیتا رہا تھا اور مزید یہ کہ کرپا نام کا یہ شخص کورو اور پانڈو برادران کے موجودہ استاد درونا کا رشتہ دار اور عزیز بھی تھا اس لیے کہ درونا کی بیوی کرپا کی بہن تھی میدان میں داخل ہونے کے بعد کرپا نام کا یہ شخص شہ نشین پر آیا اور رادھیے کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

اے رادھیے میں تیری اس ہمت اور جرأت کی داد دیتا ہوں کہ تو نے اس میدان میں داخل ہو کر ارجن جیسے جوان کو مقابلے کی دعوت دی ہے لیکن قبل اس کے کہ اس مقابلے کی ابتدا ہو میں تمہیں اس میدان میں مرتب کیے جانے والے مقابلوں کے اصول بتا دوں تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ اور ابہام باقی نہ رہے۔

اے رادھیے تو یقیناً جانتا ہوگا کہ ارجن ہستنا پور کے بہترین اور ہر دلعزیز راجکماروں میں سے ایک ہے اور یہ کورو اور پانڈو برادران میں سے سب سے زیادہ بہادر، دلیر بلکہ خوبصورت مانا جاتا ہے اب تم کہو تمہارا تعلق کس راج گھر اور کس ریاست سے ہے اس لیے کہ اس میدان میں منعقد کیے جانے والے مقابلوں میں ایک راجکمار کے مقابلے میں صرف ایک راجکمار ہی حصہ لے سکتا ہے اور پرجا کا ایک معمولی جوان ان مقابلوں میں ایک راجکمار کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لہٰذا اے رادھیے تم کہو تمہارا تعلق کس ریاست سے ہے اور اس ریاست میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔

کرپا کے اس سوال پر دریودن فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز میں سب کو سناتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے میدان میں جمع ہونے والے لوگو میں کرپا کی اس گفتگو کو ناپسند کرتا ہوں۔ ہمارے قدیم دھرم کے مطابق راجہ تین قسم کے گنے جاتے رہے ہیں پہلے وہ جو پیدائشی طور پر راجہ ہوں دوسرے وہ جو بہادری، شجاعت اور دلیری سے راجہ ہوں اور تیسرے وہ جو اپنے دشمنوں سے مقابلہ کریں اور اپنے دشمنوں پر غالب رہ کر اپنے سامنے ہار جانے پر مجبور کر دیں۔ ہم اس میدان

میں داخل ہونے والے رادھے کو بہادری اور شجاعت کا راجکمار تسلیم کرتے ہیں اس لیے کہ اس میدان میں داخل ہو کر اس نے ارجن کو مقابلے کی دعوت دی ہے لہٰذا یہ مقابلہ ہر صورت میں ہو کر رہے گا اور اس مقابلے کو روکنے کے لیے اس بات کو ایک وجہ نہیں بنایا جا سکتا کہ ایک راجکمار سے ایک راجکمار ہی مقابلہ کر سکتا ہے اور اگر اسے ایک وجہ بنایا ہی جانا ہے تو پھر میری بات غور سے سنو اول یہ کہ اس میدان میں رادھے کو ہم شجاعت اور بہادری کا راجکمار تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ گزشتہ دنوں ہم نے انگا کا جو علاقہ فتح کیا ہے ابھی تک اس علاقے کا کسی کو حکمران نہیں بنایا گیا لہٰذا انگا کی سرزمین کا حکمران ہم اس رادھے کو تسلیم کرتے ہیں اور انگا کے ایک حکمران کی حیثیت سے اب یہ شخص اس میدان میں ارجن کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے۔

تھوڑی دیر رک کر دریودن پھر کہہ رہا تھا لوگو میری ایک اور بات سنو چونکہ یہ مقابلہ ہو کر رہنا ہے اور اس مقابلے کو ممکن بنانے کے لیے میں ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس میدان میں انگا کے حکمران کی حیثیت سے سب سے پہلے اس رادھے کی تاج پوشی کی جائے گی اس کے بعد اس کا مقابلہ ارجن کے ساتھ کروایا جائے گا۔ دریودن جب خاموش ہوا تو اس کے اندھے باپ اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے اس تجویز کو بے حد پسند کیا۔ بھیشم جو اس موقع پر دھرت راشٹر کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے جب دیکھا کہ دھرت راشٹر اس تجویز کو پسند کر رہا ہے تو اس نے بھی اپنی تائید اور آمادگی کا اظہار کر دیا تھا۔ بھیشم کی آمادگی ظاہر ہونے کے بعد میدان میں ایک ہلچل سی شروع ہو گئی تھی۔ برہمن گنگا کا مقدس پانی لے کر اور ویدوں کے اشلوک پڑھتے ہوئے شہ نشین کی طرف بڑھے تھے جب کہ دریودن بھاگتا ہوا میدان میں داخل ہوا اور اپنے سر پر رکھا ہوا تاج اتار کر اس نے رادھے کے سر پر رکھ دیا تھا اس میدان کے اندر گنگا جل سے رادھے کو پہلے غسل دیا گیا اور پھر بڑے شاندار طریقے سے اسے انگا کے علاقے کے ایک راجہ کی حیثیت سے اس کی تاج پوشی کر دی گئی تھی۔

ساری رسومات کی ادائیگی کے بعد دریودن رادھے کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہا۔

اے رادھے تو خوش قسمت ہے اس میدان میں مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تجھے انگا کا حکمران بنا دیا گیا ہے۔ رادھے نے تشکر آمیز انداز میں دریودن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے پاس الفاظ نہیں جو میں استعمال کر کے تیرا شکریہ ادا کر سکوں میں سوچتا ہوں کہ اس قدر بڑے انعام کے بدلے میں تمہیں کیا دے سکوں گا۔ جواب میں دریودن نے مسکراتے ہوئے

اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

اے رادھے میں تم سے کچھ نہیں چاہتا میں صرف تمہاری محبت اور دوستی چاہتا ہوں اور اے رادھے اس میدان کے اندر میں اور مزید اس بات کا بھی خواہش مند ہوں کہ تمہارا اور ارجن کا مقابلہ اس میدان میں ہو اور میں اس مقابلے کے اختتام میں دیکھوں کہ تم ارجن کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کر لو۔

دریودن یہیں تک ہی کہنے پایا تھا کہ رادھے نے فوراً اس موقع پر میدان میں داخل ہونے والے اور شہ نشین کی طرف بڑھنے والے ایک بوڑھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریودن کو مخاطب کر کے کہا۔

اے دریودن میرے دوست میرے بھائی یہ بوڑھا شخص جو میدان سے اٹھ کر اس شہ نشین کی طرف بڑھ رہا ہے یہ میرا باپ ہے اور اس کا نام اتی رادھ ہے۔

اے دریودن کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں شہ نشین سے اتر کر اور میدان میں آگے بڑھ کر اپنے باپ کا استقبال کر سکوں۔ دریودن نے خوشی اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اے رادھے تم شہ نشین سے اترو اور میدان میں آگے بڑھ کر اپنے باپ کا استقبال کرو

اس کے ساتھ ہی رادھے مسکراتا ہوا شہ نشین سے اترا میدان کے اندر بھاگتا ہوا وہ اس سمت بڑھا جس طرف سے اس کا باپ اتی رادھ شہ نشین کی طرف آ رہا تھا پھر اس کے قریب آ کر رادھے نے اپنے آپ کو اس کے بازوؤں پر گرا دیا تھا اور جو تاج اس کے سر پر رکھا تھا وہ بھی اس نے اپنے باپ کے قدموں میں رکھ دیا تھا۔

اس موقع پر رادھے کے باپ اتی رادھ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے رادھے اس میدان کے اندر جو تجھے عزت اور تکریم ملی ہے اس کے لیے میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں یہ سب کچھ تمہیں دریودن راجکمار کے باعث ملا ہے لیکن اس موقع پر میں تم سے یہ کہوں گا۔ راجکمار ارجن سے مقابلہ کرنے سے باز رہ اسی میں تیری عزت اور اسی میں تیری بھلائی ہے۔

رادھے کے باپ کی یہ گفتگو سن کر دریودن پریشانی میں پڑ گیا تھا۔ تاہم وہ ایک بار پھر رادھے کو پکڑ کر شہ نشین کی طرف لے آیا لیکن اس دوران اس میدان میں بیٹھے ہوئے تماشائیوں میں سے اکثر لوگوں نے رادھے کے خلاف نعرے لگانے شروع کر دیئے تھے کہ وہ پرجا کا ایک عام فرد ہے کہ ارجن جیسے راجکمار کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی یہ آوازیں سن کر دریودن بھی پریشان ہو گیا

مقابلے میں زیادہ زور آور اور جنگی فنون میں تجربہ کار ثابت ہوئے لہذا اس جنگ میں پانڈوں نے دروپدہ کو شکست فاش دی اور نہ صرف یہ کہ دروپدہ کے لشکر کے ایک بڑے حصے کو تہس نہس کر دیا بلکہ ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کو انہوں نے گرفتار بھی کر لیا۔ ریاست پنچال کی اس فتح کے بعد ریاست کا آدھا حصہ ہستناپور میں شامل کر لیا گیا اور باقی آدھے حصے پر دروپدہ کی حکومت رہنے دی گئی۔ دروپدہ اپنی اس شکست پر بڑا پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ اس جنگ میں خصوصیت کے ساتھ ارجن کی دلیری اور بہادری سے وہ بے حد متاثر ہوا تھا۔

اس جنگ میں چونکہ کوروؤں اور پانڈوؤں برادران کے استاد درونا نے بھی بڑی سرفروشی سے حصہ لیا تھا اور اس کی اس جنگ میں کارکردگی کو ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ نے بھی دیکھ لیا تھا لہذا اس شکست اور اپنے ریاست کے دو حصوں میں بٹ جانے کے بعد راجہ دروپدہ نے اپنے دل میں دو فیصلے کئے اول یہ کہ وہ اپنی بیٹی کو ارجن کے ساتھ بیاہ دے گا تاکہ ارجن جیسا دلیر اور بہادر جوان اس کے ساتھ مل کر رہے اور دوسرا فیصلہ اس نے یہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے کی مدد سے کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی طرح درونا کو ضرور قتل کر دا دے گا۔ ریاست پنچال کے آدھے حصے کو ریاست ہستناپور میں شامل کرنے کے بعد پانڈو برادران اپنے لشکر کے ساتھ مزید حرکت میں آئے اور ہستناپور کے قرب و جوار میں انہوں نے کئی اور ریاستوں کے علاقے پر حملہ کر کے ہستناپور کی ریاست کے لوگوں کے اندر پانڈو بے حد ہر دلعزیز ہو گئے تھے جب کہ ان کے مقابلے میں کوروؤں کی کوئی خاص عزت اور وقعت نہ رہی تھی۔

ریاست کے اندر پانڈوؤں کی ہر دلعزیزی کا ایک قدرتی رد عمل یہ ہوا اور لوگ مطالبہ کرنے لگے کہ پانڈوؤں کے بڑے بھائی یدشٹر کو ولی عہد مقرر کیا جائے۔ ہستناپور کا راجہ دھرت راشٹر تو اپنے بیٹے دریودن کو ریاست کا ولی عہد مقرر کرنا چاہتا تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ لوگ یدشٹر کے ولی عہد بننے پر زور دے رہے ہیں تو اس نے بادل نخواستہ اپنے بیٹے دریودن کی بجائے پانڈوؤں کے بڑے بھائی یدشٹر کو ولی عہد مقرر کر دیا تھا۔ دریودن نے اس تقرر کو بے حد ناپسند کیا وہ نہیں چاہتا تھا کہ یدشٹر اس کے باپ کے بعد ریاست کا راجہ بنے لہذا اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس موضوع پر وہ اپنے باپ کے ساتھ ضرور بات کرے گا۔

انہی دنوں ایک بار پھر جب کہ ارجن اور اس کا استاد دونوں اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے تو درونا نے ارجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تھا۔ بھیشم اور اپنے باپ دھرت راشٹر کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد اس مقابلے کو موقوف کر دیا گیا تھا اس طرح رادھے اور ارجن کے درمیان مقابلہ ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔

ان واقعات کے چند ہی ہفتے بعد ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے فیصلہ کیا کہ اپنے بیٹوں کو ریاست کے اندر نمایاں اور ہر دلعزیز بنانے کے لیے وہ کوئی کام کرے گو دھرت راشٹر اپنے بیٹے دریودن کی طرح پانڈوؤں سے نفرت کرتا تھا لیکن دھرت راشٹر اس نفرت کو چھپانے کا فن جانتا تھا جب کہ دریودن اس نفرت کو چھپا نہ سکا تھا اور پانڈو برادران کے خلاف اس کی نفرت عیاں ہو گئی تھی۔ دھرت راشٹر نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی قریبی ریاست پنچال پر حملہ کیا جائے اور اس کام کے لیے دو لشکر تیار کیے جائیں۔ ایک لشکر اس کے بیٹوں کوروؤں کے ماتحت ہو اور دوسرا لشکر اس کے بھتیجوں یعنی اس کے بھائی پانڈو کے بیٹوں کی سرکردگی میں کوچ کرے فیصلہ یہ کیا گیا کہ سب سے پہلے کورو پنچال کی ریاست پر حملہ آور ہوں دھرت راشٹر کا ارادہ اور مقصد یہ تھا کہ اگر پہلے اس کے بیٹے اپنے لشکر کے ساتھ پنچال پر حملہ آور ہوتے ہیں اور انہیں اس جنگ میں فتح ہوتی ہے تو اس کے بیٹے لوگوں کے اندر اور پانڈوؤں کی نسبت زیادہ ہر دلعزیز اور شہرت یافتہ ہو جائیں گے۔

اسی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے دھرت راشٹر نے دو لشکر تیار کیے اور ریاست پنچال کے ساتھ لشکر کشی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دوسری طرف ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ہستناپور کا راجہ دھرت راشٹر اس کے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتا ہے لہذا اس نے بھی زور شور سے اپنی جنگی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ بہرحال دھرت راشٹر کی بنائی ہوئی اسکیم کے تحت پہلے اس کے بیٹے اپنے لشکر کے ساتھ ریاست پنچال پر حملہ آور ہوئے اور لشکر کا سالار اور کمانڈر دھرت راشٹر کا بڑا بیٹا دریودن تھا لیکن ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کو اس کے حملے کی پہلے ہی خبر ہو گئی تھی لہذا اس نے اس جواں مردی اور جانثاری کے ساتھ کوروؤں کے اس حملے کا جواب دیا کہ اس جنگ میں کوروؤں کو شکست فاش ہوئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

اپنے بیٹوں کے لشکر کی اس شکست سے ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کو بے حد دکھ اور صدمہ ہوا اور اس شکست کے بعد اس نے بادل نخواستہ پانڈوؤں کو حکم دیا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ ریاست پنچال پر حملہ آور ہوں، پس پانچوں پانڈو بھائی اپنے لشکر کو لے کر ریاست پنچال کی طرف روانہ ہوئے اس لشکر کا سردار پانڈوؤں کا بڑا بھائی یدشٹر تھا۔ ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ نے پہلے کی طرح اپنا دفاع کیا اور پوری جانثاری سے پانڈوؤں کا بھی مقابلہ کیا لیکن پانڈو اس کے

اے ارجن میں نے تمہاری اور تمہارے پانڈوؤں اور کوروؤں سارے بھائیوں کی جنگی تربیت اب مکمل کر لی ہے اور میں ان سب میں تم سے زیادہ محبت اور چاہت رکھتا ہوں اس لیے کہ میرے سارے شاگردوں میں ایک تم ہی سب سے زیادہ نمایاں کارکردگی میں بہتر ثابت ہوئے ہو تم اب خصوصیت کے ساتھ تیراندازی میں بے مثال ہو گئے ہو اور ہندوستان کی سرزمین میں اب میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک شخص کے سوا کوئی بھی تیراندازی میں تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ درونا کی اس گفتگو پر ارجن چونکا اور بڑے تعجب سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے درونا کیا ہندوستان کی سرزمین میں کوئی ایسا بھی ہے جو تیراندازی میں مجھ سے بہتر اور اعلیٰ ہو اس پر درونا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اے ارجن ہندوستان کی سرزمین میں ایک جوان ایسا ہے جو تیراندازی میں تمہیں بھی اپنے سامنے مات اور زیر کر سکتا ہے اور تیراندازی میں تم کتنی ہی مشق اور مہارت حاصل کر لو پر اس جوان کا مقابلہ تم کبھی اور کسی وقت نہیں کر سکتے۔ درونا کے اس جواب پر ارجن نے مایوسانہ انداز میں درونا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے درونا وہ جوان کون ہے جو تیراندازی میں مجھ سے بھی اعلیٰ ہے اور یہ کہ اگر میں کتنی ہی ریاضت کروں کیسی ہی مشق کروں اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

اے درونا کہو وہ جوان کون ہے اور کہاں رہتا ہے اس پر درونا نے فیصلہ کن انداز میں بولتے ہوئے کہا۔

اے ارجن وہ جوان سارے جنگی امور ہی میں نہیں بلکہ تیراندازی میں بھی تم سے بالا ہے۔ اس جوان کا نام کرشن ہے اور یہ تمہارے لیے اجنبی نہیں بلکہ یہ تمہارا رشتہ دار ہی ہے۔

سنو اے ارجن تمہاری ماں کنتی کا ایک بھائی ہے جس کا نام واسودیو ہے گو یہ واسودیو تم سے کبھی ملا نہیں اور یہاں سے کافی دور رہتا ہے۔ یہ تیری ماں کنتی کا سگا بھائی ہے اور تیری ماں کنتی بھی شادی کے بعد کبھی اس سے ملنے نہیں گئی یہ کرشن اسی واسودیو کا بیٹا ہے اور اے ارجن میں تم سے یہ بھی کہوں کہ اگر تم کسی طرح سے کرشن کو اپنے ساتھ ملا لو تو پھر میں سمجھتا ہوں کہ تم دونوں کی متحدہ طاقت کا کوئی بھی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ درونا کے اس انکشاف پر ارجن خوش ہوا اور اس نے کہا۔

اے درونا اگر کرشن میرے ماموں کا بیٹا ہے تو میں اسے ضرور ایک نہ ایک روز اپنے ساتھ ملا لوں گا اس کے بعد درونا اور ارجن کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔

اسی دوران ریاست کے لوگوں کی طرف سے یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ ریاست کا موجودہ راجہ دھرت راشٹر نہ صرف یہ کہ آنکھوں سے اندھا ہے بلکہ وہ ملکی معاملات چلانے میں بھی کوئی خاص مہارت نہیں رکھتا لہٰذا ریاست کے ولی عہد یدھشٹر کو ریاست کا راجہ مقرر کیا جائے۔ لوگوں کا یہ مطالبہ دن بدن زور پکڑتا گیا۔ لوگ گلی کوچوں میں یہ مطالبہ کرنے لگے کہ یدھشٹر کو ریاست کا راجہ مقرر کیا جائے ان خبروں کے بعد ایک روز دریودن اپنے باپ اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کے پاس اس وقت آیا جب دھرت راشٹر اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا اپنے باپ دھرت راشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے دریودن نے کہا۔

اے میرے باپ شاید آپ نے وہ خبریں سن لی ہوں گی جو ریاست کی گلی کوچوں میں اڑ رہی ہیں اس لیے کہ ریاست کے لوگ اب یہ مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ یدھشٹر کو ہستناپور کا راجہ مقرر کر دیا جائے۔

اے میرے باپ آپ نے پانڈوؤں کے بڑے بھائی یدھشٹر کو ریاست کا ولی عہد بنا کر بہت بڑی غلطی کی اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ریاست کے لوگ اب یہ مطالبہ کرنے لگے ہیں کہ آپ کی جگہ یدھشٹر کو اس ریاست کا راجہ ہونا چاہیے۔ اے میرے باپ میں ایسا ہرگز نہ ہونے دوں گا اگر آپ کے بعد یدھشٹر ہستناپور کا راجہ بن گیا پھر یدھشٹر کے بعد اس کا بیٹا اور اس کے بیٹے کے بعد مزید اس کا بیٹا ریاست کا راجہ بنتا چلا جائے گا اس طرح ریاست کی حکمرانی مکمل طور پر پانڈوؤں میں منتقل ہو جائے گی اور ہم سب کوروبھائیوں کو پانڈوؤں کا کفیل اور غلام بن کر رہنا پڑے گا اور میں ایسی زندگی بسر کرنا ہرگز پسند نہ کروں گا۔

دریودن کی اس گفتگو کو دھرت راشٹر نے بڑے غور اور انہماک سے سنا اور جب وہ خاموش ہوا تب دھرت راشٹر نے دریودن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے بیٹے اس ریاست کی تعمیر میں میرے بھائی اور پانڈوؤں کے باپ پانڈو کا بہت بڑا حصہ ہے اس نے ہی اس ریاست کو وسعت دی لیکن اس کی زندگی تھوڑی تھی اور وہ مر گیا اور تم دیکھتے ہو کہ اس کے بعد پانڈو برادران نے اس ریاست کے لیے سب سے زیادہ کام کیا ہے اور تم جانتے ہو کہ ریاست پنچال کے راجہ کے مقابلے میں تمہیں شکست ہوئی تھی جب کہ پانڈوؤں نے اس کو اپنے سامنے زیر کر دیا تھا اس کے بعد ہی پانڈوؤں نے مختلف ریاستوں کو فتح کرتے ہوئے ہستناپور کو بے حد وسعت اور طاقت دی ہے۔

اسے دریودن اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں کہ میرا بھائی پانڈو بڑا مخلص اور نرم دل انسان تھا اور وہ میرے ساتھ ہمیشہ خلوص نیت کے ساتھ کام کرتا رہا ہے۔ پانڈوں میں سے یدھشٹر بھی اپنے باپ پانڈو ہی کی طرح ہے وہ بڑی نرم طبیعت رکھتا ہے اور اگر میرے بعد اسے ریاست ہستناپور کا راجہ بنایا جاتا ہے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہے کہ تم سب بھائیوں کے ساتھ بہترین اور نرم رویہ رکھے گا لہٰذا میرے بعد اگر یدھشٹر کو ریاست کا راجہ بنایا جاتا ہے تو تمہیں فکر کرنے اور غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ میں یقین دلاتا ہوں کہ یدھشٹر جس طرح اپنے بھائیوں سے محبت رکھتا ہے ایسی محبت وہ تم کورو بھائیوں کو دے گا۔

اپنے باپ کی یہ گفتگو سن کر دریودن تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دھرت راشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس وجہ سے خوفزدہ ہیں کہ میرے اور آپ کے درمیان ہونے والی گفتگو کوئی سن نہ لے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے اور آپ کے سوا یہاں کوئی نہیں۔ لہٰذا آپ بلا جھجک ہو کر مجھے اپنے دل کی بات کہیئے کہ آپ کیا ارادہ رکھتے ہیں اور میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ اگر ایک بار یدھشٹر ہستناپور کا راجہ مقرر کر دیا گیا تو پھر یہ راج پاٹ ہمیشہ کے لیے ان کا ہی حصہ بن کر رہ جائے گا اور آپ کے سارے بیٹوں کو پانڈوں کا غلام اور ماتحت رہ کر زندگی بسر کرنا پڑے گی۔

اے میرے باپ اس وقت آپ ہستناپور کے راجہ ہیں اور میں ہستناپور راجہ کا بیٹا ہوں۔ لہٰذا آپ کے بعد میرا حق بنتا ہے کہ میں ہستناپور کا راجہ بنوں اس لیے کہ میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اور اگر آپ نے میرے بجائے یدھشٹر کو ہستناپور کا راجہ مقرر کر دیا تو میں کہتا ہوں کہ کم از کم اپنے بھائیوں میں سے میں تو زندہ نہ رہ سکوں گا۔

دریودن کی اس گفتگو کے جواب میں دھرت راشٹر نے کچھ سوچا پھر اس نے پیار سے اپنا ہاتھ اپنے بیٹے کے کندھے پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

اے دریودن میرے بیٹے تم حالات کو پوری طرح سمجھ نہیں رہے میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میرا بھائی پانڈو بڑی اچھی اور نرم طبیعت کا انسان تھا اور اس کے بڑے بیٹوں میں سے خصوصیت کے ساتھ یدھشٹر بھی میرے بھائی جیسا ہی ہے لہٰذا اگر وہ میرے بعد راجہ بنتا ہے تو وہ تمہارے لیے نقصان دہ ثابت نہ ہوگا اور اس موقع پر اے دریودن میں یہ بھی کہہ دوں کہ اگر یدھشٹر کو راج پاٹ سے ہٹانے کے لیے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی جاتی ہے تو اس میں لوگ کورو بھائیوں کو بھی ملوث کریں گے اس لیے کہ تم جانتے ہو کہ ریاست کے لوگوں کے اندر سارے پانڈو برادران بے حد ہر دلعزیز ہیں اور ان میں سے یدھشٹر کو لوگ سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں اگر ہم نے راج پاٹ تمہارے حوالے کر کے یدھشٹر کو راستے سے ہٹایا تو ریاست کے لوگ ہمیں مجرم ٹھہرائیں گے لہٰذا نہ صرف یہ کہ لوگ ہمیں ہستناپور میں حکومت نہ کرنے دیں گے بلکہ یہاں ہمارا جینا اور رہنا بھی مشکل ہو جائے گا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم لوگوں کا دادا بھیشم بھی یہ بات پسند نہ کرے گا کہ یدھشٹر کو ہٹا کر تمہیں ہستناپور کا راج پاٹ سونپ دیا جائے۔

دریودن نے پھر اپنی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ جہاں تک دادا بھیشم کا تعلق ہے تو وہ جس طرح پانڈو برادران کے ساتھ محبت کرتا ہے ایسے ہی وہ کورو برادران کو چاہتا ہے اس کی ایک مثال تمہارے سامنے میں ایسے پیش کر سکتا ہوں کہ ایک روز میں نے بھیشم کو دیکھا کہ وہ دریائے گنگا کے کنارے چہل قدمی کر رہا تھا اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ چہل قدمی کرتے کرتے وہ رو بھی رہا تھا۔ میں بھیشم کی یہ حالت دیکھ کر بے حد متاثر ہوا میں فوراً اس کے قریب گیا اور اس سے جب میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور کوئی چیز چھپاتے ہوئے اس نے کہا۔

میرے رونے کی وجہ کوئی نہیں بس میں چہل قدمی کر رہا ہوں اور تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد میں سنبھال ہو جاؤں گا۔

اے میرے باپ ہمارا دادا بھیشم تو ہر وقت اپنے ہی خیالات میں کھویا رہتا ہے شاید اسے یہ بھی افسوس ہے کہ اس نے ساری زندگی شادی نہیں کی اور اے میرے باپ اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہوں کہ جس وقت میں نے بھیشم کو روتے ہوئے دیکھا تھا اور میں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تھی تو بھیشم نے مجھے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اور کہا تھا کہ اے دریودن میں تمہیں بے حد پسند کرتا ہوں اور تم سے محبت کرتا ہوں اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر یدھشٹر کو ہٹا کر ریاست کا راج پاٹ میرے حوالے کیا جاتا ہے تو بھیشم اس معاملے میں قطعاً کوئی اعتراض نہ کرے گا۔ رہی بات درونا کی تو میں جانتا ہوں کہ وہ ہماری نسبت پانڈو برادران کو زیادہ پسند کرتا ہے لیکن میں ریاست کا راجہ بننے کے بعد درونا کو بھی اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ درونا کے بعد سب سے اہم شخص جو باقی رہتا ہے وہ تمہارا بھائی اور ہمارا چچا ودورا ہے لیکن ہم اس کو زیادہ اہمیت نہیں دیں گے اس لیے کہ اے میرے باپ! آپ جانتے ہیں کہ ماں کی طرف سے وہ تمہارا سگا بھائی نہیں

ہے۔ وہ ایک لونڈی کے بطن سے پیدا ہوا تھا لہٰذا ہم اگر اسے ٹھکراتے ہیں تو اس کی کوئی اہمیت اور ضرر رساں صورت حال نہ نکلے گی ان حالات میں اے میرے باپ میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ یدھشٹر کو ہٹا کر فی الفور مجھے راجہ بنانے کا اعلان کر دیا جائے۔

اپنے بیٹے دریودن کی اس گفتگو کے جواب میں دھرت راشٹر کافی دیر تک سوچوں میں کھو یا رہا اور دریودن کو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ دریودن نے جب یہ دیکھا کہ اس کا باپ نہ جانے کن تفکرات اور سوچوں میں کھویا ہے تو اچانک وہ چونک پڑا شاید اس کے ذہن میں کوئی بہتر بات آ گئی تھی لہٰذا اس نے فوراً اپنے باپ دھرت راشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ آپ کا خیال ہے کہ ریاست کے لوگ یدھشٹر کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ یدھشٹر عوام کے اندر بے حد ہر دلعزیز ہے پر اے میرے باپ اگر آپ ان پانچوں پانڈو برادران کو صرف ایک سال کے لیے ورناوات شہر کی طرف بھیج دیں تو اس ایک سال کے اندر اندر میں حالات کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے لوں گا اگر پانڈو برادران ایک سال کے لیے ہستناپور سے نکل کر ورناوات کی طرف چلے جاتے ہیں جو یہاں سے کافی فاصلے پر ایک خوبصورت شہر ہے تو مجھے امید ہے کہ اس ایک سال کے دوران لوگ یدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو فراموش کر دیں گے اور اس ایک سال کے بعد ورناوات شہر میں رہنے کے بعد جب یہ پانڈو برادران واپس ہستناپور شہر آئیں گے اور پھر اس ایک سال کے بعد یدھشٹر کو ہٹا کر مجھے بادشاہ بنا دیا جائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ لوگ کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔

اور اے میرے باپ میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ اس ایک سال کے بعد ورناوات شہر میں رہنے کے بعد جب یہ پانڈو برادران واپس ہستناپور شہر آئیں گے تو انہیں خود احساس ہو جائے گا کہ لوگوں کے دلوں میں اب ویسی جگہ ان کے لیے نہیں جیسی ایک سال پہلے تھی اس لیے کہ میں اس ایک سال کے دوران لوگوں کو ان کے خلاف اور اپنے حق میں کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ لہٰذا اے میرے باپ میری خاطر آپ کو پانڈو برادران کو ایک سال کے لیے ورناوات شہر کی طرف بھیجنا ہوگا۔

اے میرے باپ جب سے آپ نے یدھشٹر کو ریاست کا ولی عہد مقرر کیا ہے۔ تب سے میں سکون کے ساتھ نیند بھی نہیں کر سکا میں ہر وقت پانڈو برادران کو اپنے راستے سے ہٹانے کے متعلق سوچتا رہا ہوں اور اس موقع پر اگر آپ پانڈو برادران کو ایک سال کے لیے ورناوات شہر کی طرف

بھیجتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس ایک سال کے دوران ہی میں ایک ایسا انقلاب برپا کر دوں گا کہ میری ساری مصیبتیں حل ہو جائیں گی اور پانڈو برادران میرے سامنے بالکل ختم ہو کر رہ جائیں گے۔ دریودن کی اس تجویز کے جواب میں دھرت راشٹر منہ سے تو کچھ نہ بولا تاہم اس کے چہرے سے لگتا تھا کہ اس نے اپنے بیٹے دریودن کی اس تجویز کو پسند کیا ہے پھر دریودن کی طرف دیکھنے کا انداز بناتے اس نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے دریودن کی تجویز کو نہ صرف یہ کہ پسند کیا ہے بلکہ وہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اپنے باپ کی طرف سے یہ اشارہ پا کر دریودن خوش ہو گیا تھا، پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اپنے بیٹے دریودن کے جانے کے بعد دھرت راشٹر نے اپنے بہترین دوست اور غمگسار کنیکا کو طلب کیا یہ شخص بڑا دانش ور اور مشورہ دینے میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا جب یہ کنیکا دھرت راشٹر کے پاس آیا تو دھرت راشٹر نے اس سے وہ ساری گفتگو کی جو تھوڑی دیر پہلے اس کے اور اس کے بیٹے دریودن کے درمیان ہوئی تھی پھر اس نے کنیکا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے کنیکا میں اور میرے سارے بیٹے ان پانڈو برادران کو نہ صرف یہ کہ ہمیشہ کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں بلکہ ہر روز ان کی ہر دلعزیزی میں ہوتے ہوئے اضافے کو بھی اپنے لیے اچھا اور موافق خیال نہیں کرتے، میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ ایسا طریقہ بتاؤ جسے استعمال کر کے میں ان پانڈوؤں کی طرف سے اطمینان حاصل کروں اور میرے بیٹے بھی ان ہی کی طرح نمایاں اور ہر دلعزیز ہو کر ہستناپور میں زندگی بسر کر سکیں۔ دھرت راشٹر کی یہ گفتگو سن کر کنیکا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے دھرت راشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے راجہ پانڈو برادران کی طرف سے جو تم بے چینی محسوس کرتے ہو تو اس سلسلے میں اطمینان اور سکون حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ یہ ہے کہ کسی طرح ان پانڈوؤں سے چھٹکارا حاصل کیا جائے لیکن یاد رکھو تم اپنے ظاہر اور باطن میں ایک امتیاز رکھو۔ ظاہری طور پر تم ان پانڈوؤں کے ساتھ بے پناہ محبت اور شفقت کا مظاہرہ کرو جب کہ اندر ہی اندر ان کے خلاف کام کرتے رہو ایسا کر کے تم ان پانڈوؤں کے خلاف کامیاب رہو گے اور اگر تم نے ظاہری طور پر بھی اپنی نفرت کا اظہار کیا تو پھر یاد رکھو ریاست کے لوگ تم سے بھی نفرت کرنا شروع کر دیں گے پھر تم اور تمہاری اولاد کبھی بھی ہستناپور کے حکمران بن نہ سکیں گے۔

اے دھرت راشٹر تم جانتے ہو کہ پانڈو دن بدن نہ صرف یہ کہ ترقی کرتے جا رہے ہیں

بلکہ لوگوں کے دلوں میں وہ ایک اعلٰی اور اچھا مقام بھی حاصل کرتے جا رہے ہیں اور لوگوں کی اکثریت تمہارے بیٹوں کی بجائے ان کے حق میں ہے۔ لہٰذا تمہارے لیے سکون حاصل کرنے اور آنے والے دنوں میں اپنی اولاد کو ہستناپور کا حکمران دیکھنے کے لیے سب سے بہترین اور اعلٰی طریقہ کار یہ ہے کہ تم کسی نہ کسی طرح پانڈو برادران کو اپنے راستے سے ہٹا دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو پھر سُن رکھو تمہارا اور تمہارے بیٹوں کا مستقبل خطرے میں ڈوب کر رہ جائے گا۔ دھرت راشٹر یہ بات کہنے کے بعد کنیکا اس کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

اس فیصلے کے چند دن بعد دھرت راشٹر نے یدھشٹر کو طلب کیا اور جب یدھشٹر اس کے سامنے آیا تب دھرت راشٹر نے پوری شفقت کے ساتھ یدھشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یدھشٹر میرے بیٹے میں اندھا ہوں اور میں نے ورناوات شہر کو دیکھا تو نہیں ہوا پر مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بہت ہی خوبصورت شہر ہے اور تمہارے دادا بھیشم کے باپ سنتانون نے اس شہر کے اندر ایک خوبصورت محل بھی تعمیر کیا تھا جس کے اندر زیادہ تر لکڑی کا استعمال کیا گیا ہے، راجہ سنتانون عموماً ہستناپور سے نکل کر وارناوات شہر جایا کرتا تھا اور اسی محل کے اندر قیام کیا کرتا تھا۔ میرا ارادہ ہے کہ تم پانچوں پانڈو برادران بھی ورناوات شہر چلے جاؤ وہاں ایک سال یا کچھ عرصہ رہ کر زندگی کا لطف اٹھاؤ پھر واپس ہستناپور آ جاؤ۔ اے یدھشٹر بتاؤ میرے اس مشورے کے جواب میں تم کیا کہتے ہو۔

دھرت راشٹر کی گفتگو سے یدھشٹر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ دھرت راشٹر ان پانچوں بھائیوں سے متعلق کوئی اچھی نیت نہیں رکھتا تاہم اس موقع پر کوئی بڑا فساد کھڑا کرنے کی بجائے اس نے دھرت راشٹر کو بڑی نرمی سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

میں آپ کی خواہش کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کروں گا کیا صرف ہم پانچوں بھائیوں کو ہی وارناوات شہر کی طرف جانا چاہیئے اس پر دھرت راشٹر نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

نہیں تم اپنی ماں کنتی کو بھی لے جا سکتے ہو اس پر یدھشٹر فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور فیصلہ کن انداز میں اس نے دھرت راشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

آپ کی خواہش کے مطابق ہم پانچوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ عنقریب ہستناپور سے وارناوات شہر کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔ یدھشٹر کا یہ جواب سن کر دھرت راشٹر خوش ہو گیا تھا۔ جب کہ یدھشٹر چپ چاپ اس کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

دھرت راشٹر کے پاس سے اٹھ کر یدھشٹر پہلے اپنے بھائیوں کے پاس آیا اور انہیں دھرت راشٹر کے ارادے کی اطلاع کی کہ وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی ماں کے ساتھ کم از کم ایک سال ورناوات چلے جائیں اپنے بھائیوں کو ذہنی طور پر اس معاملے کے لیے تیار کرنے کے بعد یدھشٹر اٹھ کر اپنے دادا بھیشم کی طرف گیا تاکہ اس معاملہ میں اس سے بھی بات کی جائے جس وقت وہ اپنے دادا بھیشم کے پاس گیا اس وقت بھیشم کے پاس درونا اور ودورا بھی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ یدھشٹر کو دیکھتے ہوئے بھیشم خوش ہوا اور اپنے قریب خالی نشست پر ہاتھ مارتے ہوئے اس نے کہا۔

آؤ یدھشٹر میرے بیٹے میرے قریب آ کر بیٹھو یدھشٹر بھیشم کے قریب جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر کچھ سوچنے کے بعد اس نے بھیشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے دادا تھوڑی دیر پہلے مجھے میرے چچا اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے بلایا تھا۔ اس کی خواہش ہے کہ ہم پانچوں بھائی ہستناپور سے کم از کم ایک سال کے لیے ورناوات شہر چلے جائیں بلکہ اس بات کو میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ دھرت راشٹر نے ہم پانچوں بھائیوں کے لیے یہ حکم جاری کیا ہے کہ ہم ایک سال کے لیے ورناوات شہر چلے جائیں۔

اے دادا آپ نے ہمارے باپ کے مرنے کے بعد ایک باپ کی جگہ پانچوں بھائیوں کی پرورش کی ہے۔ آپ بولیں اس سلسلے میں آپ کا کیا ارادہ اور فیصلہ ہے۔ بھیشم نے تھوڑی دیر تک بڑے پیار سے اور مسکراتے ہوئے یدھشٹر کی طرف دیکھا پھر اس نے بڑی نرم اور شفقت آمیز آواز میں یدھشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے یدھشٹر میرے بیٹے! میں جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ دھرت راشٹر تم پانچوں بھائیوں کے لیے بڑا شفیق اور مخلص ہے اور اگر اس نے تم پانچوں بھائیوں کو ایک سال کے لیے ورناوات شہر کی طرف چلے جانے کے لیے کہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں تم پانچوں بھائیوں کی کوئی بہتری ہی ہو گی۔ لہٰذا میں تم پانچوں کو یہی مشورہ دوں گا کہ تم پانچوں ورناوات شہر چلے جاؤ۔ بھیشم کا یہ جواب سن کر یدھشٹر کو بڑی مایوسی ہوئی تھی وہ توقع بھی نہیں کر سکتا تھا اس کا دادا بھیشم اسے ایسا جواب دے گا۔

دراصل اس سلسلے میں بھیشم کا کوئی بھی قصور نہ تھا وہ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے دریودن کی عیاریوں اور مکاریوں سے آگاہ نہ تھا وہ یہ توقع بھی نہ کر سکتا تھا کہ دھرت راشٹر اس کا بیٹا

دریودن اور اس کے دیگر بیٹوں پانچوں پانڈو بھائیوں کے خلاف حرکت میں آسکتے ہیں، وہ ایسی امید تک نہ کرسکتا تھا کہ دھرت راشٹر اپنے بیٹے دریودن کے ساتھ پانڈوں کی مخالفت میں اس قدر دور بھی جا سکتا ہے اپنی اس بے خبری اور اپنی اسی سادگی کی بنا پر بھیشم نے بدشٹر سے کہہ دیا تھا، کہ وہ دھرت راشٹر کے مشورے پر ضرور ایک سال کے لیے ہستنا پور سے ورنا وات شہر کی طرف چلے جائیں۔ بھیشم کا یہ جواب سن کر یدشٹر وہاں سے اٹھ گیا تھا پھر وہ اپنے بھائیوں اور ماں کے ساتھ مل کر ہستنا پور سے ورنا وات شہر کی طرف کوچ کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔

عارب اور نبیطہ کے ساتھ ایک روز عزازیل دریائے گنگا کے کنارے اس جگہ نمودار ہوا جہاں ان سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہستنا پور کے اندھے راجہ دھرت راشٹر کا سب سے بڑا بیٹا دریودن شکار کرنے میں مصروف تھا۔ دریائے گنگا کے کنارے کھڑے ہو کر عزازیل نے کچھ سوچا پھر بڑے غور سے اس نے عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔

سنو میرے عزیزو! وہ دیکھو سامنے ہستنا پور کے اندھے بادشاہ دھرت راشٹر کا بیٹا دریودن جانوروں کے شکار میں مصروف ہے۔ میں اور تم اب اس کی طرف جائیں گے۔ پھر دیکھنا اسے پانڈوں کے خلاف بھڑکا کر کیسے اور کس طرح میں اس سرزمین میں کوروؤں اور پانڈؤں کے درمیان نفرت کا بیج ڈالتا ہوں۔ بس تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔

عارب اور نبیطہ چپ چاپ عزازیل کے ساتھ ہو لیے تھے۔ دریودن کے قریب آکر عزازیل نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

اے دریودن میرا نام عزازیل اور میرے ساتھ میرے یہ دونوں ساتھی عارب اور نبیطہ ہیں۔ ہم بنیادی طور پر نجومی اور رمال ہیں۔ اور اے دریودن اگر تم ہمارے لیے علیحدگی کا سامان کرو تو میں تمہیں ایسا گر بتاؤں جس سے کام لے کر نہ صرف یہ کہ تم پانڈوں سے چھٹکارا حاصل کرسکتے ہو۔ بلکہ بآسانی ریاست ہستنا پور کے راجہ بھی بن سکتے ہو۔ اس گفتگو پر دریودن نے چونک کر اپنے ساتھیوں کو دور ہٹایا اور پوچھا۔

کھل کر کہو اے عزازیل میں کیسے اور کس طرح پانڈوؤں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد ہستنا پور کا راجہ بن سکتا ہوں۔ عزازیل کہنے لگا۔ سنو دریودن تمہارے باپ دھرت راشٹر نے پانڈو برادران

کو ایک سال کے لیے درناوات شہر کی طرف چلے جانے پر رضامند کر لیا ہے ۔

اے دریودن اب تم ایسا کرو کہ پانڈو برادران کے درناوات شہر کی طرف روانگی سے قبل ہی اپنے اعتبار کے کسی آدمی کو درناوات روانہ کرو۔ جو لکڑی کے اس محل میں لاکھ اور موم مل دے جس میں پانڈو برادران نے جا کر قیام کرنا ہے ۔ تمہارے اعتبار کا وہ شخص پانڈوں کے ساتھ اس محل میں ان کی خدمت گاری کی حیثیت سے کام کرے ۔

اور پھر کسی مناسب موقع پر جب کہ پانڈوں اور ان کی ماں گہری نیند سوئے ہوئے ہوں ۔ محل کو آگ لگا دے ، اس طرح اے دریودن تم پانڈوں سے نجات حاصل کر کے ہستناپور کا بادشاہ بن سکتے ہو عزازیل کا یہ مشورہ دریودن کو ایسا بھلا اور سود مند لگا کہ وہ عزازیل کا شکریہ ادا کر کے فوراً اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہر کی طرف چلا گیا تھا ۔

○

دریودن کو جب خبر ہوئی کہ اس کے باپ دھرت راشٹر نے پانڈو برادران کو ہستناپور سے ایک سال کے لیے درناوات شہر جانے پر آمادہ کر لیا ہے اور یہ کہ چند دن تک پانڈو برادران شہر سے کوچ کر جائیں گے تو یہ سن کر وہ بے حد خوش ہوا اس موقع پر اس نے اپنی ذاتی اور بے حد خوبصورت لونڈی پروچن کو اپنے کمرے میں بلایا جب وہ خوبصورت لونڈی اس کے پاس آئی تو دریودن نے اس کو بالکل اپنے پہلو میں بٹھایا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے بڑی محبت اور پیار میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا ۔

اے پروچن تم جانتی ہو کہ میری نگاہوں میں اور میرے دل میں تمہارے لیے کس قدر محبت اور عزت ہے اور یہ بھی جانتی ہو کہ ہمارے اور پانڈو برادران کے درمیان کس قدر دشمنی اور مخالفت چل رہی ہے ۔

سنو پروچن چند دن تک پانڈو برادران ہستناپور سے درناوات شہر کی طرف کوچ کریں گے ۔ اور وہاں وہ اس محل کے اندر قیام کریں گے جو ہمارے دادا بھیشم کے باپ راجہ سنتانون نے اس شہر میں تعمیر کیا تھا اس محل کے اندر زیادہ تر لکڑی ہی استعمال کی گئی ہے اور اے پروچن تم یہ بھی جانتی ہو کہ میری سب سے بڑی اور دیرینہ خواہش یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح ان پانڈو برادران کو

راستے سے ہٹایا جائے کیونکہ جب تک یہ راستے سے نہیں ہٹائے جاتے میں ہستناپور کا راجہ نہیں بن سکتا اور ان کے ہٹائے جانے کے بعد جب میں ہستناپور کا راجہ بن جاؤں گا تو سن رکھو اے پروچن میرے راجہ بن جانے کے ساتھ تم ہستناپور کی رانی کی حیثیت سے زندگی بسر کرو گی ۔

دریودن کی یہ گفتگو سن کر پروچن نے مسکراتے ہوئے کہا ۔

میں جانتی ہوں کہ آپ میرے ساتھ محبت کرتے ہیں اور میرے ساتھ مخلص ہیں ، لیکن یہ تو بتائیں کہ مجھے آپ کی خواہشات کی تکمیل کے لیے کیا کرنا چاہیئے اس پر دریودن نے کہا ۔

دیکھو میں نے تھوڑی دیر پہلے ایک جنگی رتھ تیار کیا ہے اس میں میرے دو مسلح جوان بھی تیار ہیں تم اس جنگی رتھ میں بیٹھ کر فوراً یہاں سے درناوات شہر کی طرف روانہ ہو جاؤ ۔ اس جنگی رتھ کے اندر کافی مقدار میں لاکھ اور موم بھی رکھ دی گئی ہے ۔ ایسا کرنا کہ درناوات شہر پہنچ کر اسی محل میں قیام کرنا جہاں پانڈو برادران ٹھہرنے والے ہیں ۔ اس محل کی خوب صفائی کرنے کے بعد اس کی بہترین آرائش کرنا اور اس کے اندر جو لکڑی استعمال ہوئی ہے اس پر لاکھ اور موم مل دینا اور جب پانڈو برادران وہاں داخل ہوں تو ان کا بہترین استقبال کرنا اور انہیں کہنا کہ تم اس محل کی دیکھ بھال پر مقرر ہو اور یہ کہ تم وہاں پانڈوں کی ایک ملازمہ اور لونڈی کی حیثیت سے کام کرو گی اور جب ان کے ساتھ رہتے ہوئے تم یہ جانو کہ وہ تم پر اعتماد اور بھروسہ کرنے لگے ہیں تو پھر تم کوئی مناسب موقع جان کر اس محل کو آگ لگا دینا اور یاد رکھو کہ یہ آگ اس طریقے سے لگانا کہ کسی کو کوئی شک و شبہ تک نہ ہو کہ یہ آگ لگائی گئی ہے بلکہ لوگ یہ جانیں کہ یوں ہی اتفاقیہ محل کے اندر آگ لگ گئی ہے اور وہاں اس محل میں آگ بھی تم اس وقت لگانا جب وہاں پانچوں پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ گہری نیند سو رہے ہوں ۔

اے پروچن تم میری بات سمجھ ہو کہ نہیں اس پر پروچن نے بڑی پیاری سے دریودن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

میں تمہاری پوری بات سمجھ چکی ہوں اور اب میں یہاں سے کوچ کرنے کے لیے تیار ہوں ۔

دریودن پروچن کا جواب سن کر بے حد خوش ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے کمرے سے باہر لایا ۔ محل کے باہر پہلے سے ایک جنگی رتھ کھڑا تھا جس کے اندر دو مسلح جوان تیار تھے ۔ اس کے اندر لاکھ اور موم کے ڈھیر رکھے ہوئے تھے ۔ دریودن نے اس رتھ کے اندر پروچن کو سوار کروایا پھر رتھ بان نے دریودن کی سازش کے تحت درناوات شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا ۔

دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں عارب اور نبیطہ دونوں دریا کے کنارے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے کہ اچانک ان کے سامنے عزازیل نمودار ہوا اور ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

اے عارب اور نبیطہ میں تم دونوں کے لیے ایک بڑی خبر لے کر آیا ہوں میں نے اپنے ایک ساتھی کو بیوسا کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ بیوسا سے یوناف کے متعلق خبریں اور اطلاعات حاصل کرے لیکن جانتے ہو کہ میرے ساتھی کو بیوسا نے کیا جواب دیا اس نے میرے ساتھی سے صاف صاف کہہ دیا کہ وہ اب یوناف کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گی اور اس نے یہ انکشاف بھی کیا کہ اب وہ عزازیل عارب اور نبیطہ کے ساتھ مل کر کبھی بدی اور گناہ کے پھیلاؤ کا کام نہیں کرے گی۔ اس نے میرے ساتھی کو یہ بھی کہا کہ وہ نیکی کو اپنا چکی ہے اور اب یوناف کے ساتھ مل کر نیکی اور خیر کے فروغ کے لیے کام کرے گی۔

عزازیل جب خاموش ہوا تو نبیطہ نے حیرت اور پریشانی سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے آقا میرا دل کہتا ہے کہ ایسا ممکن نہیں آپ جانتے ہیں کہ بیوسا شروع ہی سے نہ صرف یہ کہ یوناف کو ناپسند کرتی ہے بلکہ اس سے انتہا درجہ کی نفرت بھی کرتی ہے۔ پھر وہ کیسے اور کیوں کر بدترین حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرتے ہوئے یوناف کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو سکتی ہے میں سمجھتی ہوں کہ اس نے آپ کے ساتھی کو ایسا جواب کسی مصلحت کے تحت ہی دیا ہوگا تاکہ یوناف اس کی طرف سے مشکوک نہ ہو جائے اور ہمارے لیے دلجمعی اور سکون کے ساتھ کام کر سکے، اس پر عزازیل نے پُر امید نگاہوں سے نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے نبیطہ میں دُعا کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہو کہ بیوسا کسی مصلحت کے تحت ہی میرے ساتھی کو ایسا جواب دیا ہو پر میں اب بیوسا کی طرف سے مشکوک ہوں۔ مجھے شک ہے کہ یوناف کے ساتھ رہتے ہوئے وہ بھی اس کے رنگ میں رنگ چکی ہے اس پر نبیطہ نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

اے آقا اگر آپ کو شک ہے تو ہستناپور کی اس سرائے میں چلتے ہیں جہاں یوناف اور بیوسا نے قیام کر رکھا ہے اور جب بیوسا اکیلی ہو تو ہم اس کے پاس جائیں گے اور اس کو اپنے ساتھ لے کر آجائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ وہ ضرور ہمارے ساتھ آنے پر آمادہ ہو جائے گی اور جب وہ ہمارے ساتھ آجائے گی تو خود بخود یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ہمارے حق میں ہے نہ کہ یوناف کے ساتھ مل چکی ہے۔ نبیطہ کے اس جواب سے عزازیل نے مطمئن ہوتے ہوئے کہا۔

اے نبیطہ تمہاری تجویز بہترین ہے لہٰذا ہم تینوں کو ابھی اور اسی وقت ہستناپور کی طرف کوچ کرنا چاہیئے اس کے بعد تینوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور دریائے جمنا کے کنارے سے وہ غائب ہو گئے تھے۔

دوسری طرف بیوسا اور یوناف کو اکٹھا رہتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا۔ ایک روز جب کہ یوناف اور بیوسا سرائے کے کمرے میں اپنے اپنے پلنگ پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے تو یوناف نے دیکھا بیوسا اپنی گردن جھکائے گہری سوچوں میں گم تھی، اس کی پیشانی پر پریشانی اور تفکرات کے آثار بھی تھے اس موقع پہ یوناف نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے بیوسا میں دیکھتا ہوں تو گہری سوچوں میں کھوئی ہوئی ہے اور تیرے چہرے پر تفکرات کے بھی آثار ہیں کیا میں اس کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔ اس پر بیوسا نے اپنا سر اٹھاتے ہوئے گہری نگاہوں سے یوناف کی طرف دیکھا اور پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اے یوناف آج میں تمہارے سامنے ایک سچائی اور حقیقت پر مبنی بات کہنا چاہتی ہوں۔ سنو یوناف میں اپنی مرضی اور اپنی پسند سے عزازیل، عارب اور نبیطہ کو چھوڑ کر تمہارے پاس نہیں آئی تھی بلکہ ایک سازش اور ایک فریب کے تحت عزازیل نے مجھے تمہاری طرف روانہ کیا تھا۔ دراصل عزازیل کا مجھے تمہاری طرف بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ میں تمہارے پاس رہ کر تمہاری خبریں اسے مہیا کروں اور تمہارے خلاف وہ بروقت حرکت میں آسکے، اس کے لیے میرا چناؤ اس وجہ سے عمل میں آیا کہ تم شروع سے مجھ سے محبت کرتے تھے۔ لہٰذا عزازیل چاہتا تھا کہ اسی محبت کی بنا پر تم مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر آمادہ ہو جاؤ گے اور

یہاں رہ کر میں عزازیل کو خبریں مہیا کرتی رہوں گی ۔

اے یوناف میں اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہوں کہ جس وقت ہم یہاں سے دشتِ سینا کی طرف بنی اسرائیل اور مدین والوں کے ان قافلوں کی طرف گئے تھے جو صحرائے سینا کے اندر قارون کے خزانے کی تلاش کرنے کے لیے آئے تھے تو وہاں پر میں ہی تمہیں عزازیل کی سازش کے مطابق جبلِ سینا کے اوپر اس جگہ پر لے گئی تھی ۔ جہاں پر عزازیل نے ایک کھوہ تیار کر کے اس کے اندر زہریلے سانپ بھر رکھے تھے اور عزازیل چاہتا تھا کہ وہاں تمہارا اور کوزن کا مقابلہ کروایا جائے اور کوزن تمہیں اٹھا کر اس کھوہ کے اندر پھینک دے لیکن ابلیکا نے تمہیں بروقت اس کھوہ کے اندر گرنے سے بچا لیا ۔

تھوڑی دیر رک کر پھر بیوسا کہہ رہی تھی اے یوناف یہ جو تم مجھے ایک عرصہ سے نیکی کی طرف تبلیغ اور خیر کی تلقین کرتے رہے ہو تو اس کا مجھ پر خاطر خواہ اثر ہوا ہے میں نے اپنی غلطی اور اپنا فریب تمہارے سامنے تسلیم کر لیا ہے ۔ اب میں تمہارے سامنے یہ بھی تسلیم کرتی ہوں کہ آئندہ سے بلکہ آج کے بعد میں پورے خلوص اور نیکی کے ساتھ تمہارا ساتھ دوں گی اور تمہارے ایک مخلص اور خیر خواہ ساتھی کی حیثیت سے نہ صرف یہ کہ تمہارے ساتھ رہوں گی بلکہ عزازیل ، عارب اور نبیطہ سے مقابلے میں ہر حالت میں ، ہر دکھ میں ، ہر مصیبت میں تمہارا ساتھ دوں گی ۔

اے یوناف جو حقیقت تھی میں نے تمہارے سامنے کہہ دی ہے اب تم بتاؤ کہ آئندہ کے لیے تم میرے متعلق کیسے خیالات اور ارادے رکھتے ہو ۔

بیوسا کی یہ باتیں سن کر یوناف تھوڑی دیر کے لیے مسکراتا رہا پھر اس نے انتہائی نرم اور خوش کن الفاظ میں بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا ۔

اے بیوسا تمہاری حقیقت بھری اور سچائی پر مبنی باتیں سن کر میں بے حد خوش ہوا ہوں ، لیکن میں یہاں تمہیں یہ بھی بتاتا چلوں کہ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم ایک سازش اور فریب کے تحت میرے پاس رہنے کے لیے آئی ہو اور یہ کہ تم اپنی خوشی سے نہیں بلکہ عزازیل کی مرضی اور کہنے پر میرے ساتھ رہ رہی ہو ۔ اس پر بیوسا نے چونک کر پوچھا ۔

تمہیں کیسے ، کب اور کس طرح خبر ہوئی اس پر یوناف نے پھر مسکراتے ہوئے کہا ۔

جب تم میرے پاس رہنے کے لیے آئی تھی اس سے چند ہی روز بعد ابلیکا نے مجھے بتا دیا تھا کہ تمہیں عزازیل ، عارب اور نبیطہ نے ایک سازش کے تحت میری طرف روانہ کیا ہے تاکہ میرے ساتھ رہ کر تم انہیں میرے متعلق خبریں اور معلومات فراہم کرو ۔

اے بیوسا تاہم میں خوش ہوں کہ میری تبلیغ کا تم پر اثر ہوا ہے ۔ تم نیکی اور خیر کو اپنانے پر آمادہ ہو گئی ہو ۔ اب تم دیکھنا میں تمہارے ساتھ تمہاری حفاظت میں عارب ، عزازیل اور نبیطہ کے خلاف کیسے حرکت میں آتا ہوں ۔

اے بیوسا کھانے کا وقت ہو گیا ہے تم بیٹھو میں نیچے سے کھانا لے کر آتا ہوں دونوں بیٹھ کر مل کر کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد دریائے گنگا کے کنارے گھومنے کے لیے نکلیں گے ۔ بیوسا نے یوناف کی اس تجویز سے اتفاق کیا اس پر یوناف وہاں سے اٹھ کر سرائے کے مطبخ کی طرف چلا گیا تھا جہاں کھانا تیار ہوتا تھا تاکہ وہ اپنے اور بیوسا کے لیے کھانا لا سکے ۔

O

یوناف کو بیوسا کے پاس سے اٹھ کر گئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کمرے میں عزازیل ، عارب اور نبیطہ داخل ہوئے انہیں دیکھتے ہی بیوسا بے چاری اپنی جگہ سے چونک کر کھڑی ہو گئی اس موقع پر عزازیل نے جہنمی شرارتوں اور ہیجان آفریں سمندر کی طرح بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

اے بیوسا اب جب کہ یوناف تمہارے اور اپنے لیے کھانا لینے کے لیے گیا ہے تو تم ہمارے ساتھ چلو ہم تینوں تمہیں لینے کے لیے آئے ہیں اور آج کے بعد تم یوناف کے ساتھ نہیں بلکہ پہلے کی طرح ہمارے ساتھ رہو گی ۔ اس پر بیوسا نے بڑی جراٗت مندی کا اظہار کرتے ہوئے اور عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا ۔

اے عزازیل میں بدی اور گناہ کے گماشتوں کے ساتھ کام کرنے کے بجائے اب حرم کو سجدہ کرنے والوں اور وحدانیت کے عقیدت مندوں میں شامل ہو چکی ہوں ۔ تمہارے ساتھ رہتے ہوئے میں دنیا طلبی اور نفس کی بندگی میں منہمک تھی ۔

یوناف نے میرے تاریک دل کے اندر اب نیکی کی شمعیں اور خیر کی کرنیں روشن کر دی ہیں ۔ تمہارے ساتھ دینے کے بجائے اب میں آئندہ کے لیے نیکی اور خیر کے فروغ کے لیے

کام کروں گی اور اپنی حیات بعد الموت کی زرخیزی اور بہتری کے کام انجام دوں گی۔

اے عزازیل میں سچے اور خلوص دل کے ساتھ اپنے اس رب پر ایمان لا چکی ہوں، جس نے اس جہان کو باندھ رکھا ہے جو سب کا خالق، مالک اور رازق ہے اور جس کے حکم کے تحت یہ سورج، چاند، ستارے، دن اور رات اپنے اپنے کام اور اپنے اپنے عمل میں مصروف ہیں۔

اے عزازیل تم اور تمہارے ساتھی کبر نفس، بدنصیبی کے سایوں، موت کی تاریکی اور اپنی ذات کی اسیری میں بھٹک رہے ہو جب کہ تمہارے مقابلے میں یوناف حقوق کا سیل اور اپنے خداوند کے احکامات کا اتباع کرتے ہوئے فریضہ حیات ادا کر رہا ہے اور اے عزازیل میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ کے لیے میں کبھی تمہارا ساتھ نہ دوں گی بلکہ اب ہمیشہ کے لیے سچے دل اور خلوص نیت کے یوناف کے ساتھ رہنے کا ارادہ کر چکی ہوں۔

اے عزازیل تم لوگ صدیوں سے لوٹ مار کرنے والے لوگ ہو جب کہ تمہارے مقابلے میں یوناف نسلوں کی ہمت، محنت اور قربانی کی ایک تصویر ہے لہذا اب میں اس کا ساتھ نہ چھوڑوں گی۔

بیوسا کا یہ جواب سن کر عزازیل نے چنگھاڑتے ہوئے کہا۔

اے بدبخت لڑکی تیری یہ مجال کہ تو مجھے آقا کی بجائے عزازیل کہہ کر مخاطب کر رہی ہے میں دیکھتا ہوں کہ تو کیسے ہمارے ساتھ جانے پر تیار نہیں ہوتی تجھے ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ کوچ کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی عزازیل، عارب اور نبیطہ کے ساتھ انتہائی ہولناک انداز کے ساتھ بیوسا کی طرف بڑھا تھا۔ اس موقع پر بیوسا بیچاری کی حالت موت جیسی ٹھنڈی، رحم سے ناآشنا تنہائیوں جیسی افسردہ اجاڑ اور ویران خانقاہوں جیسی اداس ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر موت کی پیلاہٹ بکھر گئی تھی اور عزازیل، عارب اور نبیطہ سے وہ اپنا دفاع کرنے کے لیے وہ بےچاری سرائے کے اس کمرے کے سامنے دیوار کے ساتھ چھپکلی کی طرح چپک کر کھڑی ہو گئی تھی۔ نور کی قندیل جیسے اس کے حسین چہرے پر اس سمے جلتے ہوئے صحرا کا کرب پھیل گیا تھا اور گوہر شب تاب جیسی اس کی دلنشیں آنکھوں کے اندر تنہائیوں کے اداس لمحوں جیسی کیفیت دکھائی دینے لگی تھی۔

دریائے گنگا کے کنارے سرائے کے اس کمرے میں بیوسا بےچاری عزازیل، عارب اور نبیطہ کے سامنے اضطراب و کرب میں ڈوبی دکھ کی کسک اور لرزاں خوشبو کی طرح دیوار کے ساتھ چپکی کھڑی تھی اس سمے اس کی مخمور چشم میخوار میں تو جنگلوں کا رقص تھا اور اس کے جوانی کے رنگ چاک دامن جیسا منظر پیش کر رہے تھے۔ بیوسا بےچاری اُجالوں کے لہو جیسی ویران اور تمناؤں کے فراق جیسی کھوکھلی دکھائی دے رہی تھی، اس کے سینے میں خلش اور جبین پر شکنیں ہی شکنیں ظاہر ہو گئی تھیں، اس کی رگوں میں زہر سا گھل گیا تھا اور اس کے دل کا ہیجان اس کے سرخ گلاب جیسے رخساروں پر صاف اور عیاں ہو کر دکھائی دے رہا تھا، ان کے شمائل کا جمال اس کے جذب و کشش کی زمزمہ انگیزی اور اس کے حسن کا سارا طلسم دلنشیں جا تارہا تھا، کمرے کے اندر وہ گویا روح کے غم میں ڈوب کر رہ گئی تھی۔

عزازیل، عارب اور نبیطہ تینوں خونخوار درندوں کی طرح اس کی طرف بڑھ رہے تھے گو اس موقع پر بیوسا اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے ان تینوں کے سامنے اپنا دفاع کر سکتی تھی لیکن وہ اپنی زندگی میں چونکہ پہلی بار عزازیل، عارب اور نبیطہ کے خلاف بغاوت اور سرکشی کرتے ہوئے ان کا سامنا کر رہی تھی لہذا وہ ایسی بدحواس اور ایسی بوکھلائی ہوئی تھی کہ اس کے ذہن میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر اپنے آپ کو ان تینوں درندوں سے بچا سکتی ہے، اس موقع پر تیزی کے ساتھ جو اس کے ذہن میں بات آئی وہ یہ تھی کہ وہ بلند آواز میں چیخ چلا کر یوناف کو اپنی مدد کے لیے پکارنے لگی اور جونہی وہ یوناف کو اپنی مدد کے لیے پکارنے لگی تھی وہ چونک سی پڑی تھی اور چیخنے چیخنے رہ گئی۔ کیوں کہ اس موقع پر ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا تھا اور پھر ابلیکا کی ترنم آمیز اور رس گھولتی ہوئی آواز بیوسا کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

بیوسا! میری بہن میں ابلیکا ہوں تم غمزدہ اور پریشان نہ ہو میں یوناف کو خبر کر آئی ہوں کہ عزازیل، عارب اور نبیطہ بیوسا پر حملہ آور ہو رہے ہیں وہ تھوڑی دیر تک یہاں پہنچنے ہی والا ہے اور اے بیوسا مطمئن رہو اس کے آنے تک ان تینوں بدی کے گماشتوں کے سامنے میں تمہارا دفاع اور تمہاری حفاظت کروں گی۔

ابلیکا کے ان الفاظ پر بیوسا نے فوراً اپنے آپ کو سنبھال لیا اس کی ساری خوبصورتی، اس کا سارا جمال اس کا سارا حسن، اس کے سارے رنگ لوٹ آئے تھے، اس کے چہرے پر اس کی آنکھوں میں اب دور دور تک طمانیت اور سکون چھلکنے لگا تھا۔ عزازیل، عارب اور

نبیلہ بھی آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے اس پر حملہ آور ہونے کے لیے اب اس کے بالکل قریب آ گئے تھے۔

عین اس وقت جب کہ عزازیل، عارب اور نبیلہ خوفناک انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بیوسا کے قریب گئے اسی وقت یوناف جگمگ جگمگ کرتی تلوار چنگھاڑتے طوفان و سیلاب اور آبشاروں کے بہتے دھارے کی طرح اس سرائے کے اس کمرے میں داخل ہوا سب سے پہلے وہ انجانے آسیب اور عذاب الیم کی اذیت کے سے انداز میں عزازیل کے قریب آیا اور اس کی پشت کی طرف سے اس کے شانوں اور اس کی گردن پر دو ایسے زور دار اور طاقت ور مکے رسید کیے کہ عزازیل چکراتا ہوا بائیں طرف سمٹ گیا تھا شاید وہ اپنی پشت کی طرف سے یوناف کے ان اچانک حملوں کے لیے تیار نہ تھا جس وقت عزازیل چکرا کر بائیں طرف ہٹا تھا اس وقت عارب نے یوناف کو دیکھ لیا تھا۔ لہذا وہ کالے سور کے حملہ آور ہونے کے انداز میں یوناف کی طرف بڑھتا تھا اپنے سامنے چکراتے ہوئے عزازیل کو چھوڑ کر یوناف اب عارب کی طرف بڑھا پہلے ایک زوردار گھونسا اس نے اس کے پیٹ میں مارا اور دوسرا گھونسا اس کے سر پہ اور اسی دوران حسین بیوسا الاؤ کی گرماہٹ قوت و عمل کی موجزن لہر اور ریگستانی ویرانیوں کی طرح حرکت میں آئی آگے بڑھتے ہوئے اس نے زور دار ایک لات نبیلہ کے پیٹ پر دے ماری اس کے بعد اس نے نبیلہ کو اس کے بالوں سے پکڑ کر فرش پر گرا لیا اور اس کی پیٹھ پر اس نے اپنے گھٹنے اور اپنے ہاتھوں سے ضربیں لگانا شروع کر دی تھیں۔

تھوڑی دیر تک بیوسا کے ہاتھوں پٹنے کے بعد نبیلہ نے بڑی مشکل سے اپنی جان اس کے ہاتھوں سے چھڑائی اور پھر وہ کمرے سے باہر بھاگ گئی تھی اس وقت تک عارب بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا لہذا نبیلہ بھی عارب کے پہلو میں جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔ دوسری طرف عزازیل جونہی سنبھلا اور یوناف کی طرف اس نے متوجہ ہونا چاہا یوناف نے فوراً اپنی دائیں پاؤں کی ایک ٹھوکر عزازیل کی پسلیوں پر دے ماری جس کی وجہ سے عزازیل بھی ہوا میں اچھلتا ہوا کمرے سے باہر عارب اور نبیلہ کے پاس جا کر گرا پھر وہ بڑے غصے اور بڑی خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یوناف کے آنے کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی اس کی وجہ سے بیوسا کے پھول جیسے بدن میں بوسے گلاب چھا گئی تھی اس کے مہتاب چہرے پہ پر نم رات کی سی طمانیت بکھرنے لگی تھی اور

اس کی نور کی قندیل آنکھوں کے اندر جلترنگ کے سلیے پر خوش رقص کسی مطربہ جیسی خوشیاں اور اطمینان پھیل اور بکھر گئے تھے۔

سرائے کے اس کمرے میں اس وقت نیکی کا ساتھ دیتے ہوئے بیوسا بھیگے دھندلکوں میں صندل کی لکڑیوں کے ٹکڑوں جیسی پرسکون اور سبک فضاؤں کے اندر اڑتے طیور جیسی بے فکر دکھائی دے رہی تھی۔

عارب اور نبیلہ کے ساتھ سرائے کے اس کمرے سے باہر کھڑا عزازیل عجیب سے عالم حیرت و عبرت میں ڈوبا بڑے انوکھے سے انداز میں یوناف کی طرف دیکھے جا رہا تھا وہ خاموش تھا جیسے حروف کی کیابیوں کے اندیشوں، خواہشوں کی مسافت اور پر اسرار لمحوں کی گہری گپھاؤں کا شکار ہو کر رہ گیا ہو تھوڑی دیر تک وہ یونہی بوڑھے دیومالائی درختوں کی طرح چپ اور خاموش کھڑا رہا پھر اس نے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے نیکی جیسی کے نمائندے عنقریب وہ وقت آئے گا جب میں تیری شجاعت تیری دانش جیسی تیری نیکی اور تیرے شیشے جیسے سارے احساسات کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کر دوں گا۔ عزازیل کی اس گفتگو پر یوناف کے حساس پرسکون چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے کالے سؤر جیسے سیاہ اعمال رکھنے والے بدی کے محرک! تیرے چہرے پر جو مصنوعی خوشی اور شادمانی کے زمزمے چھلکے ہوئے ہیں اور تیرے دل اور تیرے ضمیر کے اندر جو بوالہوسی اور خطاکاری چھپی ہوئی ہے اس کے علاوہ یہ تیری شعلے جیسی سرخ داڑھی یہ تیری چونچ جیسی نوکیلی ناک ایک روز میں اپنے سامنے اسی مٹی میں ملا کر رکھ دوں گا جس کو تو نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

عزازیل سن رکھو اگر کبھی تم نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو یہ تیرے جسم کی سنہری بوٹیاں میں پھاڑ کر رکھ دوں گا۔ یاد رکھو میں اپنے دشمنوں کے خیموں اور خلوت گاہوں کو خوب جانتا اور پہچانتا ہوں۔

اے عزازیل میں نسل در نسل اور عہد در عہد پھیلے زمانے کی چھپ کے اندر ہمیشہ تیری بدی کے مقابلے میں نیکی کی تشہیر کرتا رہوں گا۔ سنو عزازیل میں نیکی کا نمائندہ ہوں اور زہر کا تریاق ہوں پر تیرے لیے میں طفوز زہر بن کر نمودار ہوں گا۔

عزازیل نے زہریلے انداز میں کہنا شروع کیا۔

اے بیگی کے فانڈرسے سُن رکھ یہ جو تو میرے خلاف بغاوت کے گیت گانے لگا ہے اور میرے ساتھ نکبت اور ذلت کے ساتھ پیش آنے لگا ہے تو سن رکھ اس کی سزا میں تجھ کو ایسی دوں گا کہ تیری وحدت فکر اور تیرے شیرازئے خیال کو بکھیر دوں گا۔ تجھ پر میں ایک نہ ایک روز ضرور غنیم، قضا بن کر نازل ہوں گا اور تجھے اپنے زہر کبند رکھ کر تیرے دامن میں محرومیوں کی آگ بھروں گا اور تیری قسمت میں کسی پیڑ کا سایہ تک نہ رہنے دوں گا اور جو تو نے بیوسا کو ہم سے متنفر کر کے اپنے ساتھ ملا لیا ہے تو یہ سودا بھی تجھے مہنگا پڑے گا اس بیوسا کو میں زیادہ ڈھیل نہ دوں گا۔ کچھ عرصہ تک میں اسے دیکھوں گا اور پھر دیکھنا کہ میں کیسے اس کا خاتمہ کر دیتا ہوں۔ عزازیل کی اس گفتگو کے جواب میں یوناف نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر اس نے زہر بھرے انداز میں کہنا شروع کیا۔

اے عزازیل یہ جو تو بیوسا کو ختم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے تو ایسا کہہ کر تو بکواس کرتا ہے اس لیے کہ اول تو میں اس کا محافظ ہوں اب یہ بیوسا میرا دل، میری روح اور میری آبرو ہے تم تینوں میں سے جس کسی نے بھی اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو سن رکھو میں اپنی پوری طبعی ترنگ میں آندھیوں کے جوش پر سوار ہو کر اس کی حفاظت کروں گا اور اس پر حملہ آور ہونے والی ہر قوت کی حالت میں قدیم اور بے برگ دکھا لمحوں جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔

اور سنو عزازیل یہ جو تو مجھے بیوسا کو ختم کرنے کی دھمکی دیتا ہے تو ایسا کہہ کر تو جھوٹ بولتا ہے اور اپنے اندر کے خوف کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے اس لیے کہ میں جانتا ہوں تو نے عارب، بیوسا اور خبیطہ پر ایک ساتھ ان کے ناسوت لاہوت عمل کیا تھا لہذا اگر تو ان میں سے کسی ایک کا بھی کسی وقت خاتمہ کر دے گا تو اس کے ساتھ ہی ان تینوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اسی لیے کہ اگر تو بیوسا کا خاتمہ کر دے گا تو اس کے ساتھ ساتھ عارب اور خبیطہ کا خاتمہ ہو جائے گا اور پھر اے عزازیل یہ بھی یاد رکھنا اگر تو نے کبھی اس نیت سے بیوسا پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو میں اپنے رب کا نام لے کر کچھ اس انداز میں تجھ پر وار کروں گا۔ تجھے ایک عذاب الیم کا مزا چکھا کر رکھ دوں گا۔

اے عزازیل کسی بات کا دعویٰ کرنا بڑی آسان بات ہے پر اس دعوے کو عملی صورت دینا اتنا آسان اور سہل نہیں ہوتا ابھی تو میں نے تم تینوں کو مار کر سرائے کے اس کمرے سے باہر پھینکا ہے اور اگر تو نے میرے ساتھ زیادہ ہی بحث و تمحیص کی اور اپنی اس بک بک اور بکواس کو طول دیا تو سن رکھو میں اور بیوسا دونوں ایک ساتھ حرکت میں آئیں گے اور تم تینوں

کو مار مار کر سرائے کی اس عمارت سے باہر پھینک دیں گے لہذا قبل اس کے کہ میں اور بیوسا تم تینوں کے خلاف حرکت میں آئیں تم تینوں یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

یوناف کی اس گفتگو کے بعد عزازیل، عارب اور خبیطہ نے ایک دوسرے کی طرف ذومعنی انداز میں دیکھا پھر وہ تینوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے غائب ہو گئے تھے، ان کے جانے کے بعد حسین بیوسا اپنے چہرے پر گہری اور جذب و کشش سے بھرپور مسکراہٹ بکھیرے یوناف کے قریب آئی اور بڑی چاہت آمیز انداز میں اس نے اپنا ہاتھ یوناف کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا۔

اے یوناف میں نے

ایسا کر کے میں نے اپنے آپ کو زندگی کے صحیح لطف اور جینے کی صحیح لذت سے آشنا کیا ہے اے یوناف اب ہم دونوں دو غم گسار اور چارہ گر ساتھیوں کی طرح ایک دوسرے کے مخلص اور وفادار بن کر اکٹھے اور ساتھ رہیں گے لیکن میری یہ شرط اپنی جگہ پر قائم اور دائم رہے گی کہ ہم ایک دوسرے سے شادی نہیں کریں گے۔ جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا مجھے یہ اتنی بڑی آرزو نہیں ہے کہ تم میرے ساتھ شادی کرو۔ میرے لیے یہی سب سے بڑا انعام ہے کہ اب تم ایک وفادار اور مخلص ساتھی کی حیثیت سے میرے ساتھ رہو اور میرے لیے یہی سب کچھ ہے۔

اور سنو بیوسا ان حالات میں تم فکر مند اور خوفزدہ نہ رہنا یہ عزازیل باؤلے کتے کی طرح دھمکیاں دیتا ہی رہتا ہے اور ایسے باؤلے میں نے زندگی میں کئی دیکھے ہیں اس عزازیل سے کسی بھی انسان اور شخص کے لیے خلوص اور وفاداری کی امید نہیں کی جا سکتی اس لیے کہ یہ ظالم خود اپنے خداوند کا وفادار اور مخلص بن کر نہیں رہا جو اس کا اور پوری کائنات کا خالق اور رازق ہے۔ جو بندہ جو غلام اپنے آقا اور مالک کا مخلص نہیں ہے وہ ان لوگوں کا مخلص کیسے ہو سکتا ہے جو اس کے ساتھ کام کرنے والے ہیں۔ یوناف کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا کیونکہ اسی لمحہ سرائے کا ایک ملازم ان دونوں کے لیے کھانا لے آیا تھا لہذا یوناف اور بیوسا سرائے کے اس کمرے میں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے اور پھر وہ خاموشی کے ساتھ کھانا کھانے لگے تھے۔

پانڈو برادران ہستنا پور کے راجہ اور اپنے چچا دھرت راشٹر کے کہنے پر ہستنا پور شہر سے ورناوات شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور اپنے ساتھ وہ اپنی ماں کنتی کو بھی لے گئے تھے۔ جب یہ پانچوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ ورناوات شہر میں داخل ہوئے تو شہر کے لوگوں نے بڑی خوشی اور جوش و خروش کے ساتھ ان کا استقبال کیا ان کی آمد پر شہر کو بہترین انداز میں سجایا گیا تھا۔ شہر کے امراء اور رؤسا چند یوم تک ان پانچوں بھائیوں اور ان کی ماں کی ضیافتیں اور دعوتیں کرتے رہے اور اس دوران انہوں نے اپنا قیام ورناوات کے ایک رئیس کے ہاں کر رکھا تھا۔ جب ان دعوتوں اور ضیافتوں کا سلسلہ ختم ہوا تو پروچن نام کی وہ لونڈی جسے دھرت راشٹر کے بیٹے اور پانڈو برادران کے چچا زاد بھائی دریودن نے ایک سازش کے تحت ورناوات شہر کی طرف روانہ کیا تھا تاکہ وہ وہاں کے شاہی محل کے اندر لاکھ کا کام کر دے تاکہ جب پانڈو برادران اس محل کے اندر قیام کریں تو کسی مناسب موقع پر اس کو آگ لگا دی جائے اور لاکھ کی وجہ سے وہ محل فوراً جل کر راکھ ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی پانڈو برادران کا خاتمہ بھی ہو جائے۔

پروچن نام کی دریودن کی یہ لونڈی اس وقت پانڈو برادران کے سامنے آئی جس وقت وہ اپنی ماں کنتی کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو میں مصروف تھے، پروچن بڑے پیار اور حسین انداز میں ان کے سامنے جھک کر تعظیم بجا لائی پھر اس نے بڑی انکساری اور عاجزی سے پانچوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ہستنا پور کے عظیم راجکمارو! میرا نام پروچن ہے مجھے ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر نے تم لوگوں کی آمد سے پہلے ہی اس شہر روانہ کر دیا تھا تاکہ میں تمہاری آمد سے پہلے ہی اس شہر کے اندر جو راج محل ہے اور جس کے اندر ہستنا پور کے راجہ اکثر قیام کرتے رہے ہیں، اس کی ستھرائی اور صفائی کر کے تمہاری رہائش کے قابل بنا دوں۔

اے عظیم راجکمارو میں نے دن رات محنت کر کے نہ صرف یہ کہ اس محل کی صفائی اور ستھرائی کر دی ہے بلکہ میں نے اس رقم سے جو مجھے ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر نے مہیا کی تھی، اس سے میں نے محل کی بہترین آرائش بھی کر دی ہے لہٰذا اس موقع پر میں تم سے یہ گزارش کروں گی کہ تم سب راجکمار اپنی ماں کے ساتھ اس محل میں چلیں جو آپ کے لیے تیار کیا گیا ہے۔

پانچوں پانڈو بھائیوں اور ان کی ماں کنتی نے پروچن نام کی اس لونڈی کی یہ گفتگو بے حد پسند کی، انہیں یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ ان کے چچا اور ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر نے ورناوات شہر کے اندر پرانے محل کو ان کے لیے نہ صرف یہ کہ اس کی صفائی اور ستھرائی کی ہے بلکہ اس کی رہائش کا سامان بھی کیا ہے۔ لہٰذا پروچن کے کہنے پر وہ اس رئیس کے گھر سے ورناوات شہر کے راج محل میں سکونت اختیار کرنے پر رضامند ہو گئے تھے لہٰذا اسی وقت پانچوں پانڈو بھائی اور ان کی ماں کنتی اس لونڈی پروچن کے ساتھ ہو لیے۔ پروچن ان سب کو لے کر ورناوات شہر کے اس قدیم اور پرانے راج محل میں داخل ہوئی، ان پانچوں بھائیوں اور ان کی ماں نے دیکھا اس راج محل کی نہ صرف یہ کہ بہترین صفائی کی گئی تھی بلکہ انہیں غیر یقینی حد تک سجانے کے علاوہ اس کی بہترین تزئین بھی کی گئی تھی اپنے لیے اس رہائش کو دیکھ کر پانچوں پانڈو برادران اور ان کی ماں بے حد خوش ہوئے جس وقت وہ لونڈی اس راج محل کے اندر سارے کمرے اس کا باغ اور اس کے اندر پانی کے انتظامات دکھا رہی تھی، اس وقت پانڈوؤں کے بڑے بھائی یدشٹر کو سوجھا اس نے اشارے سے اپنے چھوٹے بھائی بھیم سین کو اپنی طرف بلایا اور پھر بڑی رازداری میں اسے مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا۔

بھیم سین تم میرے ساتھ آؤ میں ایک نہایت اہم موضوع پر تمہارے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں یدشٹر کے منہ سے یہ الفاظ سن کر بھیم سین کسی قدر فکرمند ہو گیا تھا تاہم وہ کچھ کہے بغیر اپنے بڑے بھائی یدشٹر کے ساتھ ہو لیا تھا۔ یدشٹر بھیم کو محل کے ایک کونے کی طرف لے گیا پھر وہاں اس نے بڑی رازداری میں بھیم سین کو کہنا شروع کیا۔

سنو بھیم میرے بھائی کیا تم نے اس راج محل میں داخل ہونے کے بعد کوئی نئی چیز محسوس کی ہے اس سوال پر بھیم سین تھوڑی دیر تک اپنے بڑے بھائی یدشٹر کی طرف غور سے اور حیرت سے دیکھتا رہا پھر اس نے اپنے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے بھائی اس راج محل میں داخل ہونے کے بعد میں نے تو کوئی ایسی چیز محسوس نہیں کی جو غیر معمولی ہو اور جسے محسوس کیا جانا چاہیئے اس پر یدھشٹر نے بھر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اے بھیم میرے بھائی اس محل کے اندر داخل ہونے کے بعد سب سے خطرناک اور فکر انگیز چیز جو میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ اس راج محل کے اندر ہر طرف ہر سمت لاکھ ہی لاکھ کی بو آتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ لاکھ فلفور آگ پکڑنے والا ایک مادہ ہے اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں تو اس محل کے اندر ہر جگہ لاکھ مل دی گئی ہے تاکہ کسی مناسب موقع پر اس محل کو آگ لگا کر ہمیں اور ہمارے ساتھ ہماری ماں کو زندہ جلا دیا جائے۔ یہاں تک کہنے کے بعد یدھشٹر تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو میرے بھائی بھیم یہ ایک خطرناک کھیل ہے جو ہمارے ساتھ کھیلا جا رہا ہے جس وقت ہم پانچوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ اس ورناوات شہر کی طرف آنے کے لیے ہستناپور شہر سے روانہ ہونے لگے تھے اس وقت تم جانتے ہو ہمارا چچا ودورا مجھے علیحدگی میں لے گیا تھا اور اس موقع پر جو الفاظ اس نے ادا کیے تھے ان الفاظ کا مطلب اب میں سمجھا ہوں۔ چچا ودورا نے ہستناپور شہر سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ بعض اوقات دشمن ہتھیاروں سے کام لینے کے بجائے گہری سازش سے بھی کام لیتے ہیں۔

لہذا تم اپنی ماں اور بھائیوں کے ساتھ ورناوات شہر میں آنکھیں کھول کر اور اپنے کانوں سے پورا پورا کام لیتے ہوئے دن گزارنا اب یہ بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ چچا ودورا کو کسی نہ کسی طرح اس سازش کا علم ہو گیا تھا لہذا اس نے کھل کر کہنے کے بجائے اشاروں ہی اشاروں میں مجھے اس سے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔

اے بھیم میرے بھائی سنو یہ سازش ہمارے چچا اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے اور ہمارے بھائی دریودن کی تیار کردہ ہے۔ وہ دونوں باپ بیٹا نہیں چاہتے کہ ہم زندہ رہیں اس لیے کہ ہم پانچوں کی موجودگی میں ہمارا چچا دھرت راشٹر اپنے بیٹے دریودن کو ہستناپور کا راجہ نہیں بنا سکتا اس لیے کہ دریودن کی نسبت ہستناپور کے لوگ ہم پانچوں بھائیوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں اس لیے ہمارے چچا دھرت راشٹر کو یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ اس کے بعد اس کے

بیٹے دریودن کے بجائے ہم پانچوں میں سے کوئی ہستناپور کا راجہ بنے گا۔

اسی فکر اور اسی پریشانی کے تحت ہمارے چچا نے اپنے بیٹے دریودن کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف یہ سازش اختیار کی ہے اور اس سازش میں جہاں تک میرا گمان ہے اس راج محل کی یہ لونڈی پروچن بھی شامل ہے میرے خیال میں اس پروچن کو ہستناپور سے ورناوات کی طرف بھیجا ہی اس غرض کے لیے گیا ہے کہ اس راج محل کی در و دیوار پر یہ لاکھ کی پالش کر دے اور اس محل کی تزئین اور آرائش کرے اور پھر موقع ملتے ہی ہم پانچوں بھائیوں اور ہماری ماں گہری نیند سو رہے ہوں تو وہ اس محل کو آگ لگا دے۔

اے بھیم تم نے یہ بھی دیکھا ہو گا کہ اس محل کے اطراف میں گہری کھائی بھی کھودی گئی ہے تاکہ آگ سے بچنے کے ہمارے امکانات نہ رہیں کیونکہ جب محل کو آگ لگے گی اور ہم بھاگنے کی کوشش کریں گے تو اس کھائی کو نہ پھلانگ سکیں گے جو محل کے ارد گرد کھودی گئی ہے اور کھائی کے اوپر سے لکڑی کا وہ راستہ جو اس محل میں داخل ہوتا ہے میرے خیال میں اس کو بھی آگ لگا دی جائے گی تاکہ ہم مکمل طور پر اس محل کے اندر جل کر خاکستر ہو جائیں۔

یدھشٹر کی یہ گفتگو سن کر بھیم سین نے بڑی پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میرے بھائی اگر یہ معاملہ ہے تو ہمیں ہرگز اس راج محل میں قیام نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہمیں ابھی اور اسی وقت اس رئیس کے ہاں جا کر قیام کرنا چاہیئے جس کے ہاں ورناوات شہر میں داخل ہونے کے بعد ٹھہرے ہوئے تھے اگر ہم نے یہاں قیام کیا تو مجھے خدشہ ہے کہ ہم اپنے چچا زاد بھائی دریودن اور اس کے باپ دھرت راشٹر کے پھیلائے ہوئے جال اور سازش میں بے بس اور کمزور مچھلی کی طرح پھنس کر رہ جائیں گے۔

سنو میرے بھائی ہمیں ہرگز اس محل کے اندر قیام نہیں کرنا چاہیئے اور فی الفور یہاں سے نکل جانا چاہیئے ورنہ یہ پروچن نام کی لونڈی ہماری بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اچانک اور دفعتاً اس محل کو آگ لگا کر ہمیں بھی محل کے ساتھ راکھ بنا کر رکھ دے گی لہذا ہمیں اس محل سے نکل جانا چاہیئے۔
بھیم کی یہ گفتگو سن کر بڑے بھائی یدھشٹر کے چہرے پر ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

اے بھیم سین میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا جہاں تک میرا خیال ہے اس محل کو جلدی اور فی الفور آگ لگانے کی سازش پر عمل نہیں کیا جائے گا اگر ایسا کیا جاتا ہے تو ہستناپور کے

لوگ ضرور ہمارے دشمن یعنی کورو برادران پر شک کریں گے اور کورو برادران نہیں چاہیں گے کہ وہ جلد بازی میں کوئی ایسا کام کریں کہ ہستنا پور کے لوگ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھیں اور ان سے نفرت کرنے لگیں۔ لہذا مجھے مکمل اور پختہ یقین ہے کہ اس سازش پر دھیرے دھیرے اور آہستہ آہستہ عمل کیا جائے گا۔ پھر اے بھیم سین میرے بھائی مجھے یقین ہے کہ ہمارے چچا ودورا کو بھی اس سازش کا علم ہو چکا ہے لیکن اس نے کھلے عام اس کا اظہار نہیں کیا اور تم جانتے ہو کہ ہمارا چچا ودورا ہمارا بے حد مخلص اور وفادار ہے اور جب کہ اسے اس سازش کا علم ہے تو ہمیں اس سازش سے وہ بچانے کی بھی پوری پوری کوشش کرے گا لہذا ہمیں کسی فکر اور اندیشے کا اظہار کیے بغیر اس محل کے اندر قیام کر لینا چاہیئے اور سنو بھیم سین اس اندیشے اور اس سازش کا ذکر ماں اور بھائیوں کے سامنے بھی نہ کرنا بس یہ ایک راز ہے جو میرے اور تمہارے درمیان رہے گا۔

بھیم سین تھوڑی دیر خاموش رہ کر یدھشٹر کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کچھ سوچا اور اپنے بڑے بھائی یدھشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے بھائی یہ لوگ جو ہمارے خلاف اس سازش کا جال پھیلا رہے ہیں اس کے پرانے اور قدیم گناہ گار ہیں انہیں رعایا کے خیالات کی بھی کوئی پرواہ نہیں ہے آپ اس دن کو ذہن میں لائیں جب ہمارے اندھے چچا دھرت راشٹر کے بیٹے دریودھن نے مجھے زہر کھلا دیا تھا اور پھر مجھے بڑی بے دردی کے ساتھ اس نے دریا میں پھینک دیا تھا کیا اس کے ایسا کرنے سے میں مر گیا تھا نہیں ہرگز نہیں۔ دریودھن کے اس زہر کے خلاف بھگوان نے ہماری مدد کی اور میں زندہ رہا۔ اسی طرح بھگوان اب بھی ہم پانچوں بھائیوں اور ہماری ماں کی حفاظت کرے گا لہذا آؤ اس محل سے نکل کر لوگوں کے سامنے جائیں اور انہیں بتائیں کہ ہمارے اندھے چچا اور اس کے بیٹوں نے مل کر اس محل کے اندر کس قدر گھٹیا اور کس قدر کمینی سازش ہمارے خلاف تیار کی ہے ہمیں اپنے اندھے چچا دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے سے خوفزدہ نہیں رہنا چاہیئے اس لیے کہ ہم پانچوں ان سے زیادہ طاقت ور ہیں اور پھر ہستنا پور کی رعایا ان کی حیثیت۔ ہم پانچوں بھائیوں کو پسند کرتی ہے لہذا اس سازش کا ہمیں عام لوگوں کے سامنے سر عام اعلان کر دینا چاہیئے اور مجھے امید ہے کہ لوگوں کو جب اس سازش کی خبر ہو گی تو وہ ہمارے اندھے چچا اور اس کے بیٹوں کے خلاف ضرور کارروائی کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔

یدھشٹر نے بڑی شفقت سے بھیم سین کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اس معاملہ میں بہت سے پہلو زیر غور ہیں لہذا ہمیں فی الفور لوگوں کے سامنے آکر اس سازش کو طشت از بام نہیں کرنا چاہیئے اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو کوئی بھی ہماری بات نہ سنے گا اس لیے کہ دریودھن اور اس کا باپ دھرت راشٹر اس وقت ہستنا پور پر حکومت کر رہے ہیں اور اگر ہم ان کے مقابلے پر آتے ہیں تو ان کے سامنے ہماری حالت ایسی ہی ہو گی جیسے کوئی غریب انسان کسی امیر کے مقابلے پر آتا ہے جیسے کوئی شاہین کے مقابلے پر نکل آتا ہے اسی صورت میں کوئی بھی ہماری حمایت کرنے والا نہ ہو گا۔ ہمارے لیے بہترین راستہ یہی ہے کہ ہم انتظار کریں اور یہ ظاہر کریں کہ ہم اس محل کے اندر جل مرے ہیں جب کہ مجھے امید ہے کہ ہم اس سے بچ نکلنے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے

اور جب ہستنا پور کے اندھے راجہ اور ہمارے چچا کو یہ خبر ہو گی کہ ہم پانچوں بھائی اپنی ماں کے اس راج محل میں جل مرے ہیں تو لوگوں پر اپنا غم اور افسوس ظاہر کرنے کے لیے وہ ضرور ہماری موت پر مگر مچھ کے آنسو بہائے گا اور لوگوں کے سامنے ہمیں ضرور یاد کر کے اپنے غم اور اپنی فکر مندی کا اظہار کرے گا لیکن اندر ہی اندر بے پناہ خوشی اور سکون محسوس کر رہا ہو گا اس آگ سے بچنے کے بعد ہم بھیس بدل کر لوگوں کے اندر چلے جائیں گے اور لوگوں کے ساتھ مل کر ہم اپنے چچا اور اس کے بیٹوں کے خلاف زیادہ سے زیادہ لوگوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو پھر کبھی مناسب وقت پر ہم کوروؤں کے سامنے آئیں گے اور انہیں یہ احساس دلائیں گے کہ ہم پانچوں پانڈو بھائیوں کا خاتمہ اس قدر آسان نہیں ہے جس قدر انہوں نے سمجھ رکھا ہے۔

اور سنو بھیم سین اگر اس وقت ہم اس سازش کو بے نقاب کرتے ہیں تو ہمارا دادا بھیشم بھی اس پر اعتبار نہیں کرے گا اس لیے کہ وہ ایک سیدھا سادا اور شریف انسان ہے ابھی تک اسے یہ علم نہیں ہے کہ دھرت راشٹر اور دریودھن ہمارے خلاف سازش تیار کرتے رہے ہیں اور یہ کہ انہوں نے ہمیں اس شہر کی طرف ایک سازش کے تحت ہی بھیجا ہے لہذا اگر ہم ابھی اس سازش کو ظاہر کرتے ہیں تو ہمارا دادا بھیشم بھی ہماری حمایت نہیں کرے گا اور اگر ہمارے دادا نے ہماری حمایت نہ کی تو سن رکھو کہ کہیں بھی ہماری شنوائی نہ ہو گی۔ بھیم سین نے یدھشٹر کی اس گفتگو سے مکمل اتفاق کیا۔ پھر دونوں بھائی اپنی ماں اور دوسرے بھائیوں کی طرف چلے گئے تھے اس کے بعد انہوں نے اس راج محل کے اندر

اپنی ماں کے ساتھ رہنا شروع کر دیا تھا۔

پانڈوں کو اپنی ماں کنتی کے ساتھ ورناوات شہر کے اس راج محل میں رہتے ہوئے کئی روز ہو چکے تھے اس دوران بڑے بھائی یدشٹر نے اپنے سارے بھائیوں اور اپنی ماں کو بھی اس المناک خطرے سے آگاہ کر دیا تھا کہ اس راج محل کے اندر لاکھ استعمال کی گئی ہے تاکہ کسی خاص موقع پر آگ لگا کر ہمیں جلا کر خاکستر کر دیا جائے اس انکشاف کے بعد اس کے سارے بھائی اور ان کی ماں بڑے محتاط انداز میں اس محل کے اندر رہنے لگے تھے۔

چند روز بعد دو اشخاص وارناوات کے اس راج محل میں داخل ہوئے جس کے اندر پانچوں پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ رہائش رکھے ہوئے تھے جب وہ دونوں شخص اپنے گھوڑوں پر سوار اس محل میں اندر داخل ہوئے تو سب سے پہلے محل کی لونڈی پروچن نے ان دونوں کو روکا اور ان سے محل میں داخل ہونے کی وجہ پوچھی۔

ان دونوں اجنبیوں میں سے ایک نے پروچن کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے خاتون تم کہو کہ تم کون ہو اس کے بعد ہم دونوں تم سے اپنا تعارف کروائیں گے اس پر پروچن نے فوراً اور کسی توقف کے بغیر دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں پروچن ہوں اور اس محل کی نگران ہوں اور اس نگرانی پر مجھے ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے مقرر کیا ہے اب تم کہو کہ تم کون ہو اور کس غرض کے تحت اس محل میں داخل ہوئے ہو۔ عین اس موقع پر پانڈو برادران کا بڑا بھائی یدشٹر بھی اس محل کے اندرونی حصے سے نکلا اور اس طرف آیا۔ جہاں لونڈی پروچن ان دونوں نوجوانوں سے استفسار کر رہی تھی پھر جب یدشٹر ان کے قریب ہوا تو ان اجنبیوں میں سے ایک نے بلند آواز میں اس لونڈی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے پروچن سنو ہم پانڈو برادران کے بڑے بھائی یدشٹر سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ سامنے یدشٹر ہی آ رہا ہے لہذا ہم دونوں یہ محسوس کرتے ہیں کہ تمہیں اب اس معاملہ میں بولنے یا ہماری راہنمائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یدشٹر نے بھی ان دونوں اجنبیوں کی سن لی تھی لہذا وہ ان کے نزدیک آیا اور پروچن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سنو اے پروچن تم ان دونوں مہمانوں کے گھوڑے اصطبل کی طرف لے جاؤ اور میں انہیں خود محل کے اندرونی حصے کی طرف لے جاتا ہوں اور خود ان سے ان کی آمد کی وجہ پوچھتا ہوں۔ پروچن یدشٹر کے سامنے کچھ نہ بول سکی اتنی دیر تک وہ دونوں اجنبی بھی اپنے

گھوڑوں سے اتر گئے تھے، پروچن ان دونوں کے گھوڑے لے کر اصطبل کی طرف چلی گئی جب کہ یدشٹر ان دونوں اجنبیوں کو محل کے اندرونی حصے کی طرف لے جا رہا تھا۔

ان دونوں اجنبیوں کو یدشٹر اپنے کمرہ خاص میں لے گیا پھر اس نے اپنی ماں اور سارے بھائیوں کو بھی بلا لیا ان دونوں اجنبیوں کی آمد کی انہیں اطلاع دی اور جب سارے بھائی اور ان کی ماں یدشٹر کے اس کمرے میں جمع ہو گئے تب یدشٹر نے ان دونوں اجنبیوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے مہربان اجنبیو! اب کہو تم کس غرض سے ہماری طرف آئے ہو اس پر ان دونوں میں سے ایک بولا اور کہنے لگا میرا نام منسر اور میرے ساتھی کا نام پرمندر ہے میں تم لوگوں کے چچا ودورا کا دوست ہوں اس نے تھوڑی دیر کی خاموشی اختیار کی پھر اس نے بڑی دھیمی آواز میں بڑے رازدارانہ انداز میں ان پانچوں بھائیوں اور ان کی ماں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

تم سب لوگ میری بات غور سے سنو میرے دوست اور تمہارے چچا ودورا نے مجھے اور میرے اس ساتھی کو اس غرض کے لیے بھیجا ہستناپور سے وارناوات شہر کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ ہم تمہیں یہ اطلاع دیں کہ عنقریب اس محل کو آگ لگا دی جائے گی تمہیں جو اس راج محل کے اندر رکھا گیا ہے تو یہ سارا کام ایک سازش کے تحت کیا گیا ہے اور یہ پروچن نام کی لونڈی کو حقیقت میں تمہارے چچا زاد بھائی دریودھن نے بھیجا ہے اور یہی اس محل کو آگ لگانے والی ہے۔

اور اس محل کے اندر اس نے موم اور لاکھ مل رکھی ہے جس کی وجہ سے یہ محل آناً فاناً آگ پکڑ لے گا ان لوگوں کا مقصد یہ ہے کہ اس محل میں تم لوگوں کو جلا کر ختم کر دیں تاکہ حکومت ہمیشہ کے لیے دھرت راشٹر اور اس کے بیٹوں کے ہاتھ میں رہے اس پر یدشٹر نے بیچ میں بولتے ہوئے اور اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

ہمارے چچا ودورا نے مزید تم دونوں سے اس سلسلے میں کیا کہا گیا ہے اس پر منسر نام کے اس شخص نے پھر کہنا شروع کیا۔

سنو پانڈو برادران میری باتیں غور سے سنو یہ پروچن نام کی لونڈی کسی مناسب موقع پر اس محل کو آگ لگا کر تم لوگوں کو زندہ جلا دے گی لہذا تمہارے چچا ودورا نے مجھے اور میرے ساتھی پرمندر کو اس لیے بھیجا ہے کہ ہم اس آگ سے تمہارا دفاع کریں اس بار پانڈو برادران کی ماں کنتی نے پوچھ لیا۔ اے منسر تم اپنے ساتھی پرمندر کے ساتھ مل کر کیسے اور کس طرح ہمارا دفاع کرو گے۔

اس پر منسر بولا اور کہنے لگا۔

اے میری بہن آپ اور آپ کے بیٹے سب جانتے ہیں کہ یہ محل دریائے جمنا کے قریب ہی ہے ہم تم سب کے بچاؤ کا یہ طریقہ کار استعمال کریں گے کہ اس محل کی کسی مناسب جگہ سے ہم ایک سرنگ کھودنا شروع کریں گے اور اس سرنگ کو کھودتے ہوئے ہم دریائے جمنا کے ساحل تک لے جائیں گے اور پھر اس سرنگ کے دونوں سروں کی ہم خوب حفاظت کریں گے اور انہیں مناسب طریقے سے ڈھانپ بھی دیں گے اس سرنگ کی کھدائی کے بعد میرا ساتھی نند و مستقل طور پہ دریائے گنگا کے ساحل پر اس جگہ رہے گا جہاں سرنگ باہر نکلے گی وہاں یہ نہ صرف سرنگ کے منہ کی حفاظت کرے گا بلکہ یہ وہاں ہر وقت یہ ایک کشتی کے ساتھ تیار کھڑا رہے گا تاکہ بوقت ضرورت آپ کو دریائے گنگا کے پار پہنچا سکے۔

منسر جب اپنی گفتگو ختم کر چکا تب کنتی نے بولتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

منسر! محل کے اندرونی حصے سے لے کر دریائے گنگا کے ساحل تک سرنگ کھودنا کوئی آسان نہیں ہے اس لیے کہ پروچن نام کی یہ لونڈی ہر وقت محل کے اندر ہی رہتی ہے اور اس کی موجودگی میں سرنگ کھودنا ممکن نہیں ہے اگر اس نے تم دونوں کو سرنگ کھودتے ہوئے دیکھ لیا تو وہ ضرور اس سارے معاملے کی اطلاع دھرت راشٹر کو کر دے گی لہٰذا وہ اپنا طریقہ کار بدل کر ہم سب ماں بیٹوں کو کسی اور طریقے سے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا اس پر منسر نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

میں نے اس دشواری کا بھی ایک حل تلاش کر لیا ہے اور وہ یہ کہ آپ کے پانچوں بیٹے اب ہر روز شکار کے لیے قریبی جنگل کا رخ کریں اور اس شکار کے دوران پروچن نام کی اس لونڈی کو بھی اپنے ساتھ لے جایا کریں اس طرح جب یہ پروچن آپ کے بیٹوں کے ساتھ شکار پہ ہوا کرے گی، تو اس کی غیر موجودگی میں میں اور میرا یہ ساتھی سرنگ کھودنے کا یہ کام شروع کر دیں گے اور ہمیں امید ہے کہ ہم بہت جلدی سرنگ کو دریائے گنگا کے کنارے لے جائیں گے اس لیے کہ ہم دونوں سرنگ کھودنے کے ماہر ہیں۔

یدشٹر نے منسر کے اس طریقہ کار کو پسند کیا لہٰذا اس نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

میں تمہاری اس تجویز کو بے حد پسند کرتا ہوں اور تمہاری تجویز پر عمل کرتے ہوئے میں کل سے ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ شکار پر ضرور جایا کروں گا اور اپنے ساتھ اس لونڈی پروچن کو بھی لے جایا کروں گا۔ ہم صبح کے وقت نکلا کریں گے اور شام کے وقت لوٹ کر آیا کریں گے اس دوران تم اور تمہارا

ساتھی پرمنند سرنگ کھودنے کا کام بآسانی کر سکو گے۔

یدشٹر کے خاموش ہونے پر اس کی ماں کنتی نے کہا اس موقع پر میرے ذہن میں بھی ایک تجویز آئی ہے اور میرا خیال ہے کہ اگر اس تجویز پہ ہم عمل کریں تو ہم بہترین انداز میں اس پروچن سے نجات حاصل کر سکیں گے اور میری سوچی ہوئی تدبیر کے مطابق ہستناپور میں دھرت راشٹر اور اس کے بیٹوں کو بھی یہ یقین ہو جائے گا کہ ہم چھ کے چھ ماں بیٹے اس محل کے اندر جل مرے ہیں جب کہ ہم یہاں سے نکل کر دریائے گنگا کے اس پار جنگل میں چلے جائیں گے اور حالات کے بہتر ہونے کا انتظار کریں گے۔ اس موقع پر بھیم نے اپنی ماں کنتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

میری ماں وہ کون سی تجویز ہے جو اس وقت آپ کے ذہن میں آئی ہے اور جس پہ عمل کر کے ہم اس پروچن سے نجات بآسانی حاصل کر سکتے ہیں۔

اس پر کنتی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

اے میرے بیٹو اس وقت جو تجویز میرے ذہن میں آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس وقت یہ منسر اور یہ منند ر دونوں ساتھی سرنگ کی تکمیل کر لیں گے تو اس کے بعد ہم خود ہی اس محل کو آگ لگا کر اس محل سے بھاگ جائیں گے تاکہ اس محل کو آگ لگانے میں پروچن پہل نہ کر سکے اس موقع پر ارجن نے بولتے ہوئے اور اپنی ماں کنتی کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

اے میری ماں اس طرح تو بہت سے شبہات کھڑے ہو جائیں گے جب اس محل کو آگ لگائیں گے تو پروچن ہی جل کر ختم ہو جائے گی تو اس محل کے راکھ ہونے کے بعد جب اس کے ملبے سے صرف ایک ہی لاش نمودار ہو گی تو لوگ یہ ضرور خیال کریں گے کہ ہم پانچوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں لہٰذا ہستناپور میں ہمارا چچا دھرت راشٹر اس کے بیٹے ضرور اپنے لوگوں کو ہماری تلاش میں لگائیں گے اور پہلے کی نسبت ہمارے لیے زیادہ خطرناک صورت اختیار کر جائیں گے۔

اس پر کنتی پھر بولی اور کہنے لگی۔

اے میرے بیٹو اس کا بھی میں نے ایک نہایت مناسب انداز اور نہایت اچھا حل تلاش کر رکھا ہے اور وہ یہ کہ اس درناوات شہر کے اندر اس لونڈی پروچن کی ایک رشتہ دار رہتی ہے جو کافی بڑی عمر کی ہے اور جس کا نام نوشادہ ہے اس نوشادہ کے پانچ جوان بیٹے ہیں اور یہ اکثر اپنے بیٹوں کے ساتھ اس پروچن نام کی لونڈی سے ملنے آتی رہتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ نوشادہ اس پروچن سے کوئی رشتہ بھی رکھتی ہے اس محل کو جو آگ لگا کر ہمیں اس محل میں جلا کر

جو سازش ہمارے خلاف تیار کی گئی ہے میرے خیال میں اس میں یہ نوشادا اور اس کے بیٹے بھی شامل ہیں۔ میں نے ایک تدبیر یہ بنائی ہے کہ عنقریب میں ایک دعوت کا بندوبست کروں گی اور اس دعوت میں نوشادا اور اس کے پانچوں بیٹوں کو بھی مدعو کروں گی۔ نوشادا اس کے پانچوں بیٹوں اور ہو نہ ہو پروچن کو پینے کے لیے بڑی عمدہ اور قیمتی شراب پیش کی جائے گی اور اس شراب کے اندر غنودگی طاری کرنے والی دوائیں ملا دی جائیں گی۔

پس دعوت کے روز اس نوشادا اس کے پانچوں بیٹوں اور پروچن کو وہ دوا ملی شراب کثرت کے ساتھ پلائی جائے گی۔ دعوت کے خاتمے پر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نوشادا اس کے بیٹے اور پروچن پر گہری غنودگی چھا جائے گی اور وہ اسی محل کے اندر ہی لیٹ رہیں گے۔ ان کی اس غنودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس محل کو ہم آگ لگا کر سرنگ کے راستے بھاگ نکلنے پر کامیاب ہو جائیں گے۔ اے میرے بیٹو اب تم بولو میری یہ تجویز کیسی ہے اور کیا اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

اس پر بدشٹر نے بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

اے میری ماں تمہاری یہ تجویز بے حد عمدہ ہے اور قابل عمل ہے۔ چند روز تک ہم صبح ہی صبح شکار کے لیے نکل جایا کریں گے اور پروچن کو بھی اپنے ساتھ لے جایا کریں گے اور شام کو لوٹ آیا کریں گے اور جب تک یہ سرنگ کھود کر تیار نہیں ہو جاتی۔ ہم ایسا ہی کرتے رہیں گے اور پھر کسی مناسب دن ہم اس دعوت کا انتظام کریں گے اور اس دعوت میں ہم نوشادا اس کے پانچوں بیٹوں اور پروچن پر غنودگی طاری کر کے محل کو خود ہی آگ لگا کر یہاں سے نکل جائیں گے بدشٹر کے خاموش ہونے پر منتر نے بولتے ہوئے کہا۔

یہ تجویز واقعی قابل عمل ہے جب یہ سرنگ کھود کر تیار ہو جائے گی تو میرا ساتھی نندو یہاں سے منتقل ہو کر دریائے گنگا کے کنارے چلا جائے گا وہاں آپ کے چچا ودرا نے پہلے ہی ایک کشتی کا انتظام کر رکھا ہے وہ کشتی دریائے گنگا کے کنارے کھڑی رہا کرے گی اس کے آس پاس دوسرے ماہی گیروں کی کشتیاں بھی کھڑی رہتی ہیں اور رات کے وقت یہ نندو اسی کشتی میں جا کر سو رہا کرے گا۔ ساری گفتگو کے بعد کنتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اس نے بدشٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

بدشٹر میرے بیٹے تم اس منتر اور پرمیندر کی اس محل میں رہائش کا بندوبست کرو اور میں ان کے کھانے کا بندوبست کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی کنتی اس کمرے سے نکل گئی تھی جب کہ بدشٹر، منتر اور

پرمیندر کو لے کر اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جس میں ان دونوں نے قیام کرنا تھا۔

دوسرے روز پانچوں پانڈو بھائیوں نے شکار پر جانا شروع کر دیا اور وہ پروچن کو بھی اپنے ساتھ لے جانے لگے تھے اس طرح پروچن کی غیر موجودگی میں منتر اور پرمیندر نے سرنگ کھودنے کا کام شروع کر دیا تھا۔

عارب اور نبیطہ جنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر کھانا کھانے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ان کے سامنے عزازیل نمودار ہوا دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر عزازیل کو تعظیم پیش کی پھر جب عزازیل ان کے سامنے بیٹھ گیا تو وہ دونوں بھی اس کے سامنے بیٹھ گئے پھر عزازیل نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اے عارب اور نبیطہ میں تم دونوں کے لیے دو باتیں لے کر آیا ہوں پہلی بات یہ کہ تمہیں یاد ہو گا کہ میں تم دونوں کو لے کر ایک بار ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کے بیٹے دریودن کے پاس گیا تھا اور میں نے اسے یہ تجویز پیش کی تھی کہ جب پانڈو برادران ہستناپور سے واناوت شہر کے راج محل میں رہائش پذیر ہو جائیں تو تم اس محل کو آگ لگا کر ان پانچوں پانڈو بھائیوں اور ان کی ماں کا خاتمہ کر دینا اور میں نے اس کے سامنے یہ بھی تجویز پیش کی تھی کہ پانڈو برادران اور ان کی ماں کے محل میں داخل ہونے سے پہلے ہی تم اس محل کی دیواروں پر جو زیادہ تر لکڑی کی بنی ہوئی ہے لاکھ اور موم مل دینا تاکہ وہ محل سارے کا سارا بآسانی آگ پکڑ جائے۔

تو اے میرے عزیزو اس دریودن نے میری اس تجویز پر پورا پورا عمل کیا ہے سب سے پہلے اس نے اپنی ایک لونڈی کو واناوت شہر کی طرف روانہ کیا اس لونڈی کا نام پروچن ہے اور یہ بہت چالاک عیار اور ہوشیار ہے اور اس نے چند ہی دنوں کے اندر اس راج محل کی دیواروں چھت اور دیگر اشیاء پر لاکھ اور موم ملا کر رکھ دی تھی اس کے بعد اب پانچوں پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ اس محل میں رہائش اختیار کر چکے ہیں اور اب یہ پروچن نام کی لونڈی کسی وقت بھی پانڈو برادران اور ان کی ماں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس محل کو آگ لگا کر ان کا خاتمہ کر سکتی ہے میں ان پانچوں بھائیوں اور ان کی ماں کی ہلاکت میں اس لیے دلچسپی رکھتا ہوں کہ وہ حق پر ہیں جب کہ ان کے مقابلے میں دریودن اور اس کے بھائی باطل اور بدی پر ہیں اور باطل اور بدی جہاں کہیں بھی ہوں اس کی پرورش اور اس کی دیکھ بھال کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔

پر عنقریب جب یہ پروچن اس محل کو آگ لگا کر ان پانچوں پانڈو بھائیوں کا خاتمہ کر دے گی تو اس طرح میری ایک بدی اور ایک گناہ کی ایک انسان کے ہاتھوں تکمیل ہو جائے گی۔ یہ تو پہلی خبر ہے جو میں تم سے کہنے آیا ہوں اور میرے دونوں رفیقو دوسری خبر جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں وہ ایک انکشاف ہے جو میں تم دونوں پر کرنا چاہتا ہوں اور اس انکشاف کا تعلق تم دونوں کی ذات ہی سے ہے اس پر نبیطہ نے چونک کر عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اے آقا وہ کون سا راز ہے جو آپ ہم پر افشاں کرنا چاہتے ہیں اور جس کا تعلق ہم دونوں کی ذات سے ہے نبیطہ کے اس سوال کے جواب میں عزازیل نے ایک بار باری باری عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھا پھر اس نے ان پر ایک نئی چیز پیش کرتے ہوئے کہا اے عارب اور نبیطہ وہ انکشاف جو میں تم پر کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم ابھی اور اسی وقت میری موجودگی میں شادی کر لو عزازیل کی اس بات پر عارب اور نبیطہ دونوں چونک پڑے تھے پھر عارب نے عزازیل کو حیرت اور تعجب کے انداز میں کہنا شروع کیا اے آقا آپ جانتے ہیں کہ نبیطہ میری بہن ہے اور بہن بھائی کی حیثیت سے اس کی اور میری شادی کیسے اور کیونکر ہو سکتی ہے جواب میں عزازیل نے ایک بھرپور اور مکروہ قہقہہ لگایا اور پھر اس نے اپنی طرف سے ایک دلیل اور حجت پیش کرتے ہوئے کہا اے عارب مجھے یقیناً تم سے ایسے ہی احمقانہ جواب کی امید تھی سنو اول تو تم دونوں سگے بہن بھائی نہیں ہو اس لیے تم دونوں کا باپ ضرور ایک ہے لیکن ماں ایک نہیں تم لوگوں کے باپ کی دو بیویاں تھیں ایک میں سے اے عارب تم ہو اور دوسری میں سے یہ نبیطہ ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ تم دونوں اور بیوسا بھی آدم کے وقت سے ہو اور تم جانتے ہو کہ آدم کی شریعت میں بہن بھائیوں کی شادیاں آپس میں جائز تھیں اور آدم اپنی بیوی حوا کے بطن کے بیٹوں کی شادیاں دوسرے بطن کی بیٹیوں سے شادی کا انتظام کرتے رہے ہیں لہٰذا تم دونوں کو آپس کی شادی پر حیرت تعجب اور پریشانی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے عارب اور نبیطہ نے عزازیل کی اس دلیل کو تسلیم کر لیا بس عزازیل نے ماہی گیروں کی اس بستی کے اندر عارب اور نبیطہ کا نکاح پڑھا کر ان دونوں کو رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا تھا۔

یوناف اور بیوسا نے ابھی تک ہستناپور شہر سے باہر اور دریائے گنگا کے کنارے اسی سرائے کے اندر قیام کر رکھا تھا ایک روز وہ دونوں شام سے تھوڑی دیر پہلے دریائے گنگا کے کنارے سے چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک دم متوجہ اور منہمک سا کھڑا ہو کر یوناف کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا تھا اس موقع پر بیوسا بھی رک کر یوناف کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی اور بڑے غور اور تجسس سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی وہ جان گئی تھی کہ ابلیکا اس وقت یوناف کے ساتھ ہم کلام ہے لہٰذا وہ خاموش رہ کر یوناف کی طرف دیکھے جا رہی تھی تھوڑی دیر بعد جب یوناف کا وہ انہماک ٹوٹا تب بیوسا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو ابلیکا آپ کے ساتھ محو گفتگو تھی بیوسا کے ان الفاظ پر یوناف نے تعجب اور غور سے بیوسا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اے بیوسا تم نے تو میرے ساتھ اپنا انداز مخاطب بھی بدل ڈالا ہے

اس سے پہلے مجھے مخاطب کرنے کا تمہارا انداز یہ تھا کہ تم مجھے تم کہہ کر مخاطب کرتی تھیں اور آج بلکہ ابھی تم مجھے آپ کہہ کر مخاطب کر رہی ہو تم میں تو ایک لگاوٹ اور قرب تھا جب کہ اس آپ میں ایک طرح کا تکلف اور دوری ہے کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تم اب پہلے کی نسبت میرے ساتھ دوری اور بعد برتنے لگی ہو اس پر یوسا نے فوراً فکرمندی سے اور چونک جانے کے انداز میں کہا ایسی تو کوئی بات نہیں ہے پہلے میں آپ کو تم کہہ کر مخاطب کرتی تھی لیکن پہلے میرے دل میں آپکی کوئی قدر کوئی اہمیت نہ تھی جب سے آپ نے مجھے بدی اور معصیت کی راہ سے ہٹا کر نیکی اور خیر کی راہ پر لگایا ہے تب سے میرے دل میں آپ سے ہمدردی اور اہمیت لیے بے حد اضافہ ہو گیا ہے اور میں ایک مخلص ساتھی کی حیثیت سے آپ کی قدر کرنے لگی ہوں اسی قدر اور وقعت کی بنا پر میں اب سے ہمیشہ آپ کو تم کے بجائے آپ کہہ کر مخاطب کیا کروں گی اس لیے کہ اس آپ کے لفظ میں میرے لیے بڑا سکون اور عزت و سعادت بھی ہے بہرحال آپ اس وقت تم اور آپ کے فرق اور تفاوت کو چھوڑیں آپ اس وقت مجھے یہ بتائیں کہ یہ ابلیکا آپ سے کیا کہہ رہی تھی کیا اس نے کوئی بری خبر دی ہے یا وہ ہمارے لیے کوئی بشارت دینے کے لیے آئی تھی۔ یوسا کے اس سوال پر یوناف مسکرایا پھر جواب دیتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

سنو یوسا ابھی ابھی ابلیکا ہم دونوں کے لیے دو باتیں لے کر آئی تھی مجھے پہلی بات جو اس نے بتائی ہے وہ بڑی حیران کن اور تعجب خیز ہے اور وہ یوں ہے کہ عزازیل کے کہنے پر عارب اور نبیطہ نے ایک دوسرے سے شادی کر لی ہے اس انکشاف پر یوسا نے تھوڑی دیر کے لیے یوناف کی طرف تعجب اور معنی خیز انداز میں دیکھا پھر آہستہ آہستہ اس کے سرخ گلاب جیسے ہونٹوں پر جذب و کشش سے بھرپور مسکراہٹ بکھر گئی تھی اور اس نے لاپرواہی کے انداز میں اپنے کندھے اچکاتے ہوئے کہا چلو خس کم جہاں پاک دونوں سے ایسی ہی امید تھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں اس المیے اور حادثے سے پہلے ہی ان کے گمراہ کن گروہ سے نکل چکی ہوں اگر اب تک میں عارب اور نبیطہ کے ساتھ رہ رہی ہوتی تو یہ عزازیل میری بھی شادی زبردستی عارب کے ساتھ کر دیتا اور میں اس کا کہنا نہ مانتے ہوئے انکار کرتی تو پھر نہ جانے یہ عزازیل مجھے کن عذاب اور مشکلات میں ڈال دیتا لہذا اس موقع پر اے میرے رفیق میں اپنے خداوند جہاں اپنے خالق اور اپنے مالک اپنے رازق کی انتہائی شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھے ایک بھٹکے ہوئے گروہ سے نجات دلا کر زندگی کے باقی دن آپ کے ساتھ گزارنے کی توفیق دی ہے۔

یوسا کے خاموش ہونے پر یوناف پھر بولا اور اس سے کہنے لگا اے یوسا ابلیکا مجھے یہ بتا رہی تھی کہ عارب اور نبیطہ سے عزازیل نے یہ کہا تھا کہ وہ چونکہ آدم کے وقت سے ہیں اور آدم کے وقت میں بہن بھائیوں کی شادیاں آپس میں جائز تھیں لہذا عارب اور نبیطہ آپس میں شادی کر سکتے ہیں اس کے علاوہ اس نے دونوں سے یہ بھی کہا کہ تم دونوں باپ میں سے ضرور سگے ہو لیکن تم دونوں کی مائیں تو علیحدہ علیحدہ ہیں اس طرح کے دلائل دے کر عزازیل نے ان دونوں کو قائل اور مائل کر لیا لہذا وہ دونوں رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے پر آمادہ ہو گئے لہذا اے یوسا اب دریائے گنگا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں عارب اور نبیطہ بہن بھائی کی حیثیت سے نہیں بلکہ میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں اس پر یوسا نے خفگی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا اس عارب اور نبیطہ دونوں پر لعنت ہو
کردے گا لہذا میں تمہیں پہلے سے خبردار کرتی ہوں کہ یہاں سے اٹھ کر بھاگ جاؤ ورنہ یاد رکھو تھوڑی دیر تک میرا بھائی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا اور پھر تم میں سے کسی کو بھی جان بچا کر بھاگنے کا موقع نہ ملے گا۔

ہدیبی کی یہ گفتگو سن کر بڑے بھائی یذشر کے چہرے پر بھی فکرمندی کے آثار نمودار ہو گئے تھے پھر اس نے اپنے سارے بھائیوں اور ماں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا یہ عزازیل کون ہے اور اس کی ہمارے ساتھ کیسی اور کیا دشمنی ہے قبل اس کے کہ یذشر کی بات کا کوئی جواب دیتا۔ ان کی ماں کنتی نے بولتے ہوئے کہا اے میرے بیٹو یہ لڑکی سچ کہتی ہے یہ ہمارے بھلے اور بہتری کے لیے ہی سب کچھ کہہ رہی ہے لہذا میں بھی تم کو یہ مشورہ دوں گی کہ ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے اور قبل اس کے کہ اس کا بھائی اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ یہاں پہنچ جائے ہمیں یہاں سے بھاگ کر اپنی جانیں بچا لینی چاہییں اس پر بھیم سین نے بولتے ہوئے کہا اے میری ماں اگر ہم یہاں سے بھاگ بھی کھڑے ہوئے تو جو لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں وہ ہمارا تعاقب کریں گے اور ہم سب کو بھاگنے کی حالت میں اکا دکا کر کے موت کے گھاٹ اتار دیں گے بہتر یہ ہے کہ ہم یہیں بیٹھ کر اس آنے والے طوفان کا انتظار کریں اور جب ہماری جانوں کے دشمن یہاں پہنچیں تو ہم ان سے گفتگو کریں گے کہ وہ کیوں ہماری جانوں کے درپے ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ہماری بات سمجھ جائیں اور ہماری دشمنی سے ٹل جائیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہم پانچوں بھائی مل کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ اور پھر دیکھیں گے کہ کیا صورتحال سامنے آتی ہے۔

قبل اس کے بھیم سین کی اس گفتگو کا کوئی جواب دیتا ہدیبا عین اس وقت اپنے ساتھیوں کے علاوہ عزازیل عارب اور نبیطہ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اس موقع پر ہدیبا انتہائی غضب اور غصے کی حالت میں تھا۔ اور اس نے بے پناہ خون خواری کا اظہار کرتے ہوئے اور اپنی بہن ہدیبی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا اے ہدیبی میں نہیں سمجھتا تھا کہ تو یوں میرے ساتھ غداری اور سرکشی کا مظاہرہ کرے گی۔ میں یہ ساتھ والے درختوں کی اوٹ میں کھڑا ہو کر تمہاری ساری گفتگو سن چکا ہوں جن لوگوں کی میں ہلاکت کے درپے ہوں تم مجھ سے چوری چوری ان کو آنے والے خطرات سے آگاہ کرتی ہو اور انہیں یہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ دے رہی ہو۔ لہذا ان کے ساتھ ساتھ اب میں تمہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ اس لیے کہ تو نے میری مرضی اور میری منشا کے خلاف کام کیا ہے اور اب تو میری بہن نہیں رہی بلکہ دشمن بن چکی ہو اور میں اپنے دشمن کو ہرگز معاف نہیں کرتا پھر

ہدمبا نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا خنجر بے نیام کیا اور بڑی تیزی سے وہ اپنی بہن ہدمبی کی طرف بڑھا تھا تاکہ اس پر اپنے خنجر کا وار کر کے اس کا خاتمہ کر دے۔

ہدمبی پر اپنے خنجر سے وار کرنے کے لیے ہدمبا ابھی چند قدم ہی اس کی طرف بڑھا تھا کہ اچانک قریب سے درختوں کی اوٹ سے یوناف اور بیوسا نمودار ہوئے کہا ٹھہرو خبردار اس لڑکی پر اپنے خنجر سے وار نہ کرنا یوناف کو اپنی طرف آتے دیکھ کر ہدمبا کے قدم ایک دم رک گئے تھے جبکہ ہدمبی نے اس موقع کو غنیمت جانا اور وہ بھاگ کر پناہ لینے کی خاطر یوناف کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی یوناف جب ہدمبا کے سامنے آیا تو عزازیل عارب اور نبیطا اس کو وہاں دیکھ کر کسی قدر پریشان اور ملول ہو گئے تھے دوسری طرف ہدمبا نے ایک بار سر سے پاؤں تک یوناف کو بڑے غور سے دیکھا پھر اس نے طنزیہ انداز میں اس کو مخاطب کر کے پوچھا۔

تم کون ہو اور ہمارے معاملات میں تم کیوں دخل اندازی کرنا چاہتے ہو اس پر یوناف نے اس بار کسی قدر دھیمے لہجے میں ہدمبا کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا سنو ہدمبا میرا نام یوناف ہے اور میری اس ساتھی لڑکی کا نام بیوسا ہے ہم دونوں اپنے رب کی اطاعت اور عاجزی و انکساری رکھنے والوں کے لیے امیدوں کی چٹان اور خالق اکبر کے سامنے تسلیم اور رضا کا اظہار کرنے والوں کے لیے محبت کے آئینے قلب و نظر کے محلم اور دست امید ہیں لیکن وہ لوگ جو اپنے رب کے خلاف بغاوت اور سرکشی کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے ہم صرف ایک سانس کے فاصلے پر کھڑی موت، سلاسل و غار اور سنگتی ہوئی دوپہر ثابت ہوتے ہیں اے ہدمبا میں جانتا ہوں جو کچھ تو کر رہا ہے یہ سب کچھ اس عزازیل کے کہنے پر کر رہا ہے اور یہ عزازیل اور اس کے دونوں ساتھی میرے پرانے اور قدیم دشمن ہیں یہ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور میں ان تینوں کو خوب پہچانتا ہوں لہذا اے ہدمبا تم ہمارے درمیان مت آؤ تم واپس چلے جاؤ اور ان پانڈو برادران اور ان کی ماں کو ان کی حالت پر چھوڑ دو اور تم اپنی بہن ہدمبی کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے چونکہ یہ لڑکی پانڈو برادران اور ان کی ماں کے ساتھ تعاون محبت اور طرفداری کا اظہار کر چکی ہے لہذا یہ تمہارے بجائے ان ہی کے ساتھ رہے گی یوناف کی یہ گفتگو سن کر ہدمبا نے کسی قدر سخت اور کرخت لہجے میں کہنا شروع کیا۔

سنو اجنبی تیرا نام تو جان چکا ہوں پر میں نہیں جانتا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے پر اگر تو نے ہمارے معاملات میں مزید دخل اندازی کی کوشش کی تو سن رکھو میں اور میرے ساتھی لمحوں کے اس جنگل کے اندر تم پر حملہ آور ہو کر تجھے بے قیمت اور بے جہت بنا کر رکھ دیں گے سنو اجنبی میری مانو تو اپنی اس ساتھی لڑکی کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ جاؤ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہمیں تمہارے خلاف حرکت میں آنا پڑے گا اور جب ہم ایسا کریں گے تو پھر تیری حالت ریت کے انبار جذبوں کے منہدم گھر، اجڑے راستوں عہد رفتہ کی رفاقت اور روح کی علالت جیسی بنا کر رکھ دیں گے۔ اے اجنبی

ابھی وقت ہے اپنی جان بچاؤ اور اپنی اس ساتھی لڑکی کو لے کر یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ جب میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہارے خلاف حرکت میں آؤں گا تو پھر تمہارے یہاں سے بھاگنے کے سارے ہی مواقع ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

ہدمبا کی اس گفتگو کے جواب میں فضاؤں میں یوناف کی توانا آواز گونجتی ہوئی آواز سنائی دی وہ کہنے لگا سنو ہدمبا! حیات و ممات کے اس کھیل میں میں امن اور سلامتی کا مظاہرہ کرنے والوں کے لیے مادرانہ شفقت و محبت اور مسرت و انبساط کا پیغام ہوں لیکن وہ لوگ جو میرے خلاف سرکشی اور بغاوت پر اترتے ہیں ان کی حالت میں گریز آشنا لمحوں اور گم گشتہ منزل جیسی بنا کر رکھتا ہوں اے ہدمبا قبل اس کے کہ میں اپنے دل کو سنگ جیسا سخت کر لوں اور تم لوگوں پر حملہ آور ہو کر تمہیں بھوکی روحوں کی غذا بنا دوں یہاں سے چلے جاؤ اسی میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہے اگر تمہیں یہ وہم و گمان ہو کہ تمہارا یہ دوست تمہارا یہ مربی تمہارا یہ محسن عزازیل اس موقع پر تمہاری کوئی مدد کرے گا تو سن رکھو اس شیطان ابلیس کی سماعت اور بصارت کے پردوں پر میں کئی بار پہلے ہی شکست کے داغ لگا چکا ہوں انگنت مواقع پر میں اسے بے لباس شمع کی طرح بے بس اور مجبور کر چکا ہوں لہذا اس کی مدد کے سہارے اور اس کی حمایت کی امید میں نہ رہنا اگر ایسا کرو گے تو دھوکے اور فریب میں مارے جاؤ گے۔ یہاں سے چلے جانا ہی تمہارے لیے بہتر اور سود مند ہے۔ ہدمبا زور سے چلایا۔

پہلے میرا ارادہ تھا کہ اگر تو جانے کی اجازت چاہے گا تو میں تم کو جانے کی اجازت دے دوں گا لیکن تمہارے ان انکشافات کے بعد اب اگر تم یہاں سے بھاگنا بھی چاہو تو میں تمہیں ایسے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ دوں گا لہذا سب سے پہلے تم میرے ہاتھوں مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر تانے ہدمبا اب پوری خونخواری اور درندگی کے ساتھ یوناف کی طرف بڑھا تھا یوناف کے قریب جا کر اس نے فضا کے اندر ہی پکڑ کر ایک جھٹکے کے ساتھ اس کا بازو مروڑتے ہوئے اس کا خنجر اس سے چھین لیا اور پھر کسی کھلونے کی طرح اسے اٹھا کر اس نے اسے قریب ہی درخت کے ساتھ دے مارا تھا اس درخت کے ساتھ ٹکراتے ہی ہدمبا کی روح پرواز کر گئی اور وہ مر گیا۔ ہدمبا کے مرنے کے بعد اس کے ساتھی خوفزدہ سے ہو گئے تھے۔ اس بار یوناف نے ہدمبا کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے ہدمبا کے مسلح ساتھیو اگر تم اس مرنے والے ہدمبا کا انتقام مجھ سے لینا چاہتے ہو تو آگے بڑھو اور ایک بات میں تم پر پہلے ہی واضح کر دوں کہ اگر تم نے مجھ پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو میں تم سب کی حالت ایسی ہی کر دوں گا جیسی تمہارے اس وحشی اور درندہ صفت سردار کی ہے لہذا تمہاری

بہتری اور بھلائی اس میں ہے کہ واپس اپنے اپنے گھروں کو چلے جاؤ۔ اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو اس جوہڑ کے کنارے تم بھی اپنے سردار کی طرح اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے یوناف کی اس تنبیہ پر ہدمبا کے ان مسلح جوانوں نے ایک بار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر کوئی فیصلہ کیا خاموشی کے ساتھ وہ وہاں سے ہٹے اور اپنی بستی کی طرف چلے گئے تھے اس کے بعد یوناف نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

لے عزازیل اے مردود اے خداوند کے روندے ہوئے تو بدی اور گناہ کے کسی بھی موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا پر تو جانتا ہے جب بھی تیری نگاہوں کے سامنے نیکی اور بدی کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو نیکی تیری طرف سے پھیلائے جانے والی بدی پر غالب رہتی ہے اے عزازیل تیرا یہ چہیتا ہدمبا تو میرے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس کے مسلح جوان گدھے کی طرح اپنے کان گرا اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں اگر اس موقع پر تیرے دل میں کوئی شبہ کوئی شک ہو تو تو بھی عارب اور نبیطہ کی حمایت حاصل کرتے ہوئے میری طرف بڑھ اور میرے ساتھ مقابلہ کر پھر دیکھ بدی اور نیکی کے ٹکراؤ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ نیلی دھند کی وہ قوتیں جن کو تو نے عارب کے تسلط میں دے دیا ہے اگر تو انہیں بھی میرے خلاف استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اے عزازیل کیا میری طرف سے تم تینوں پر یہی ضرب کافی نہیں ہے کہ میں نے یوسا کو تم سے جدا کر دیا ہے اب وہ تمہاری ایک رفیقہ کی حیثیت سے کام کرنے کی بجائے میری ایک مخلص اور غمگسار ساتھی کی حیثیت سے کام کر رہی ہے اور یہی تم تینوں کے خلاف میری بہت بڑی فتح ہے عزازیل اور عارب نبیطہ میں سے کسی نے بھی یوناف کی اس گفتگو کا جواب نہ دیا تھا وہ تینوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔

ہدمبا کے مارے جانے اور اس کے بعد حسین یوسا کے مہتاب زرنگار چہرے پر رنگوں کی بہشتی جیسی خوشیاں اور اس کے ترشے ہوئے خوبصورت لبوں پر مسرتوں کا تبسم پھیل گیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے بڑی سپردگی اور بڑی چاہت میں پہلی بار یوناف کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور جذبات کی خاموشی اور دل کی نغمگی میں ڈوبی مہکتے میٹھے بولوں جیسی آواز میں اس نے کہا اے یوناف میرے رفیق سدھاوت نام کے اس جنگل میں ہدمبا کا کام تمام کرنے کے بعد تم نے جو عزازیل کو اپنے ساتھ ٹکرانے کا چیلنج دیا ہے اور عزازیل اس کا جواب دیئے بغیر عارب اور نبیطہ کے ساتھ وہاں سے غائب ہو گیا ہے تو اس کا یہ اقدام میرے لیے بے پناہ خوشی اور اطمینان کا باعث ہے۔ اے یوناف مجھے خوشی اور مسرت ہے کہ تمہارے ایک ساتھی اور رفیق کی حیثیت سے میں تمہارے ساتھ کام کر رہی ہوں اور مجھے تمہارے جیسے رفیق پر فخر اور ناز بھی ہے کہ جو ہر موقع پر ابلیس کی تلبیس اور اس کی شیطنت کو مار بھگانے کی قدرت رکھتا ہے

یوسا کی اس گفتگو پر یوناف نے بڑے پیار اور ہمدردی میں اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

اے یوسا اس شیطان اور اس کے گماشتے عارب اور نبیطہ کو مار بھگانے میں تمہاری شخصیت کا بھی دخل اور عمل شامل ہے تمہارے میرے ساتھ شامل ہو جانے کے باعث میری طاقت اور قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو چکا ہے اور اسی باعث عزازیل عارب اور نبیطہ ہم دونوں سے ٹکراتے ہوئے ہچکچاتے ہی نہیں بلکہ ڈرتے بھی ہیں جب کہ تم جانتی ہو اس وقت جب تم ان تینوں کے ساتھ ہوا کرتی تھیں تو وہ بے دھڑک ہر جگہ مجھ سے ٹکرا جایا کرتے تھے اب وہ سوچ سمجھ کر میرے مقابلے پر آیا کریں گے خصوصیت کے ساتھ نبیطہ کیوں کہ اسے پتہ ہے کہ اگر ان کا اور ہمارا ٹکراؤ ہوا تو یوسا ضرور اس پر ضرب لگائے گی لہذا نبیطہ ضرور ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش کیا کرے گی اے یوسا تمہارے میرے ساتھ شامل ہونے سے پہلے میری زندگی اجنبی بستیوں کی طرح غیر مہذب، طیور جیسی چپ اور شجر جیسی بے صدا تھی تمہارے ساتھ شامل ہونے کے بعد اس حیات ارضی کے رنج و غم کے اندر میں بھی اب خوشی اور فخر محسوس کرنے لگا ہوں کہ میرا بھی تمہارے جیسا ایک ساتھی ہے جو میری ضرورت کے وقت میرے کام آسکتا ہے اور جس کی ضرورت کے وقت میں اس کی مدد کرتے ہوئے سر دھڑ کی بازی لگا سکتا ہوں۔ جواب میں یوسا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سنو یوناف مجھے حقیقتاً تم جیسے ساتھی اور رفیق پر فخر ہے اور یوسا کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی۔ کیونکہ پانچوں پانڈو بھائی اور ان کی ماں کنتی اٹھ کر ان کے نزدیک آ گئے تھے پھر یدھشٹر نے آگے بڑھ کر اور یوناف کے نزدیک آکر ہمدردی نرمی اور محبت میں ڈوبی ہوئی آواز میں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔ اے یوناف تم واقعی ہی نیکی اور محبت کے نمائندے ہو اس سے پہلے تم نے ایک بار وارناوات شہر میں ہم سے ملاقات کر کے ہماری زندگی کے بچاؤ کا سامان کیا تھا اور ہمیں تم نے یہ اطلاع دی تھی کہ ہم کو آگ لگائی جانے والی ہے لہذا تمہاری اس پیشگی اطلاع کے باعث ہم نے وارناوات کے اس راج محل کے اندر آگ سے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا تھا اور اے نیکی کے نمائندے اب یہ دوسری بار ہے کہ سدھاوت نام کے اس جنگل میں تم نے ہم پانچوں بھائیوں اور ہماری ماں کی جان بچائی ہے اگر تم یہاں نہ ہوتے تو ہدمبا اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹکراتا تو وہ یقیناً ہم سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیتا لہذا اے نیکی کے نمائندے ہم پانچوں بھائی اور ہماری ماں جس قدر بھی تمہارا شکریہ ادا کریں گے کم از کم میرے پاس اپنے الفاظ نہیں ہیں جو ادا کر کے میں تیرے اس احسان کا شکریہ تک ہی ادا کر سکوں۔

یدھشٹر کی اس گفتگو پر یوناف تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا ہوا مسکراتا رہا پھر ذرا فاصلے پر کھڑی ہوئی ہدمبا کی بہن ہدمبی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔ اے ہستناپور کے راجکمارو تم میری بات غور سے سنو تمہاری اور تمہاری ماں کی جان بچانے میں ہدمبا کی اس بہن کا بہت بڑا حصہ ہے جس کا نام ہدمبی ہے یہ وہ لڑکی ہے جس نے تمہیں یہاں سے بھاگ جانے کا مشورہ اس

بنا پڑ دیا تھا کہ تم ہدمبا کی ستم ارانی سے بچ سکو اب یہ لڑکی ہدمبا کی موت کے بعد اگر واپس جاتی ہے تو اس کی بستی کے لوگ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے لہذا میں تم سے یہ کہوں گا کہ تم میں سے کوئی ایک بھائی اس لڑکی سے شادی کر لے تم دیکھتے ہو کہ یہ ابھی نوعمر ہونے کے ساتھ ساتھ انتہا درجے کی خوبصورت بھی ہے اور اس پر مزید یہ کہ انتہائی مخلص اور جاں نثار لڑکی ہے جس کے ساتھ اس کی شادی ہوگی اسے خوش اور مطمئن رکھے گی ۔

یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں پانچوں پانڈو برادران میں سے بھیم سین نے بولتے ہوئے کہا اے نیکی کے نمائندے سب سے پہلے آکر اس ہدمبی نے میرے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا تھا جس وقت یہ اس جوہڑ کے کنارے آئی تھی اس وقت میرے سارے بھائی اور میری ماں گہری نیند سوئے ہوئے تھے اور میں ان کے پاس بیٹھ کر ان کی حفاظت کر رہا تھا یہ ہدمبی بھاگی بھاگی یہاں آئی ہماری خاطر یہ بڑی بدحواس اور فکر مند تھی اور آتے ہی جو بات اس نے مجھے کہی وہ یہ تھی کہ میں اپنے بھائیوں اور اپنی ماں کو لے کر یہاں سے بھاگ جاؤں کیونکہ ہم کو اس کے بھائی ہدمبا کی طرف سے خطرہ ہے ۔ اے نیکی کے نمائندے اس ہدمبی کا یہ کردار یہی بتاتا ہے کہ یہ ہمارے لیے سرحرف مخلص ہے بلکہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ یہ ایک انتہائی نیک دل لڑکی بھی ہے لہذا میں اس کے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں بھیم سین کا یہ فیصلہ سن کر نہ صرف یہ کہ یوناف اور بیوسا خوش ہوئے بلکہ اس کی ماں اور اس کے بھائیوں نے بھی اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا ۔ پس سعادت نام کے اس جنگل میں اس جوہڑ کے کنارے بھیم سین اور ہدمبی کی شادی کر دی گئی تھی اور اس کے ساتھ ہی یوناف اور بیوسا بھی وہاں سے چلے گئے تھے ۔

اپنی ماں کنتی اور ہدمبی کے ساتھ پانڈو برادران نے بھی وہاں سے کوچ کیا اس جنگل سے نکل کر وہ سلیوان نام کی جھیل کے کنارے آئے جس کے آس پاس مہذب لوگوں کی کچھ بستیاں بھی تھیں یہاں پانچوں بھائیوں نے اپنے رہنے کے لیے ایک مکان تعمیر کر لیا اور وہیں پر وہ محنت مزدوری کر کے اپنی گزر بسر کرنے لگے تھے اس بستی میں انہوں نے چند ماہ تک قیام کیا اس دوران بھیم سین اور ہدمبی کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام گتوک رکھا گیا اس بیٹے کی پیدائش کے چند ماہ بعد پانڈو بھائیوں نے اس جھیل کے کنارے سے بھی کوچ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا ۔ انہوں نے ہدمبی کو اپنے سارے حالات تفصیل کے ساتھ بتا دیئے تھے اس پر واضح کر دیا تھا کہ انہوں نے نہ صرف ادھر اُدھر بھاگتے ہوئے کوروں سے بچ کر رہنا ہے بلکہ اپنے لیے کچھ ایسے حالات بھی پیدا کرنے ہیں جن سے وہ کوروں سے اپنا انتقام لے سکیں لہذا انہوں نے ہدمبی سے کہا ۔

وہ اسی بستی کے اندر اپنے بیٹے کے ساتھ قیام کرے جب کہ وہ کسی اور بستی کی طرف بڑھ جائیں گے تاکہ نہ صرف یہ کہ کوروں کے تعاقب سے محفوظ رہیں بلکہ اپنے لیے بہتر حالات تلاش کریں تاکہ وہاں سے اپنا انتقام لے سکیں ۔ ہدمبی، پانڈو بھائیوں کی ان باتوں سے مطمئن ہو گئی تھی لہذا اس نے اپنے نومولود بیٹے کے ساتھ وہیں قیام کرنے کا ارادہ کر لیا تھا جب کہ ان پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے ۔

پانچوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے چند دن بعد اکاشک نام کے شہر میں داخل ہوئے یہاں ان کی ملاقات سب سے پہلے ایک برہمن سے ہوئی ۔ اپنے آپ کو اس برہمن پر انہوں نے پردیسی اور بے کس اور لاچار ظاہر کیا اور اس سے استدعا کی کہ انہیں اس شہر میں رہنے کی اجازت دے دی جائے وہ برہمن ان کے حالات سن کر بے حد متاثر ہوا اس نے ان پانچوں بھائیوں کو ان کی ماں سمیت اپنے گھر میں رہنے کی اجازت دے دی ۔ برہمن کا یہ فیصلہ سن کر پانڈو بھائی اور ان کی ماں بے حد خوش ہوئے تھے لہذا انہوں نے اس برہمن کے ہاں رہائش اختیار کر لی ۔ اس برہمن کے پاس رہتے ہوئے پانڈو برادران نے بھی برہمنوں جیسا بھیس بدل لیا تھا ۔ صبح سویرے وہ پانچوں بھائی گھر سے نکل جاتے ۔ دن بھر وہ بھیک مانگتے اور جو کچھ ان کو ملتا وہ شام کو لا کر اپنی ماں کے سامنے رکھ دیتے تھے اس طرح وہ اکاشک نام کے اس شہر میں گزر بسر کرنے لگے تھے ۔

اکاشک کے لوگوں کو ان پر یہ شک وشبہ ضرور ہو گیا تھا کہ یہ لوگ برہمن نہیں ہیں بلکہ کسی خطرے یا اپنے کسی دشمن سے بچنے کے لیے انہوں نے ان کے شہر میں پناہ لے رکھی ہے۔ تاہم پانڈو برادران اور ان کی ماں کنتی لوگوں کے ان شبہات سے بے خبر اکاشک شہر میں زندگی کے دن گزارنے لگے تھے۔

عارب اور نبیطہ دونوں دریائے جمنا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے کہ عزازیل ان کے قریب نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

اے ساتھیو! تم دونوں میاں بیوی کے لیے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔ عزازیل کی یہ گفتگو سن کر عارب اور نبیطہ دونوں میاں بیوی اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے پھر عزازیل کہنے لگا۔

سنو رفیقانِ دیرینہ! پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ سدھاوت کے جنگلات سے نکل کر اکاشک شہر میں داخل ہو گئے تھے اور وہاں انہوں نے ایک برہمن کے ہاں پناہ لے لی تھی اور ابھی تک وہ اسی برہمن کے ہاں رہائش رکھے ہوئے تھے۔

اور مزید سنو میرے ساتھیو اس اکاشک شہر کے مغربی کوہستانی سلسلے کے اندر میرا ایک شیطان ساتھی ایک عرصے سے وہاں رہائش رکھے ہوئے ہے اور اس کا نام باکا ہے۔ اس باکا نے ایک انتہائی خونخوار اور بڑی جسامت کا بن مانس پال رکھا ہے اور اس نے بنی نوع انسان کو خوفزدہ اور ہراساں کرنے کا ایک عجیب اور نیا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ وہ اس طرح باکا نام کا وہ شیطان اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے اس خونخوار بن مانس کے اندر حلول کر جاتا تھا اور پھر اس کے اس طرح حلول کرنے کے بعد اس بن مانس کی خونخواری میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا اور وہ بن مانس اکاشک شہر پر حملہ آور ہو کر تباہی اور بربادی مچاتا تھا۔ لوگوں کو یہ خبر نہ تھی کہ باکا نام کا وہ شخص انسان نہیں بلکہ شیطان ہے بظاہر باکا عام انسان ہے لیکن وہ بے پناہ اور ناقابلِ شمار قوتوں کا مالک ہے اور اس نے جو بن مانس پال رکھا ہے وہ نہ صرف آدم خور اور خونخوار ہے بلکہ اس پر کوئی ہتھیار اور کوئی ضرب کام نہیں کر سکتی۔

اکاشک شہر کے لوگوں نے کئی دفعہ اس بن مانس کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ شہر کے لوگ چونکہ جانتے تھے کہ باکا غیر معمولی اور سری قوتوں کا مالک ہے اس لیے وہ اس سے خوفزدہ تھے لہٰذا ایک دن شہر کے سرکردہ لوگ اس کے پاس آئے کہ وہ اپنے بن مانس کے ساتھ یوں اچانک حملہ آور ہو کر شہر میں خوف و

ہ ہندوؤں کی کتاب مہابھارت میں بھی اس باکا کا ذکر ملتا ہے۔

ہراس نہ پھیلایا کرے اگر آدم خوری ہی اس کے لیے لازمی اور ضروری ہے تو اس کا بندوبست ہم خود کر دیا کریں گے۔ باکا نے ان سے پوچھا کہ تم ایسا انتظام کس طرح کرو گے تو اس پر شہر کے سرکردہ لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس کو بتایا کہ ہر ہفتے اکاشک شہر کا ہر گھر باری باری نہ صرف یہ کہ اسے ڈھیروں خوراک مہیا کرے گا بلکہ اس کے لیے اپنے گھر کا ایک فرد بھی پیش کیا کرے گا۔

سنو میرے ساتھیو گزشتہ کئی ہفتوں سے یہ سلسلہ اسی طرح چل رہا ہے کہ اکاشک شہر کے لوگ باری باری نہ صرف یہ کہ اس باکا کو کوہستان کے دامن میں جا کر ہفتے بھر کی خوراک مہیا کرتے ہیں بلکہ اپنے گھر کا ایک فرد بھی اس کو پیش کرتے ہیں تاکہ اس کی آدم خوری کی جو خواہش ہے اس کی بھی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

اور عجیب تر بات یہ ہے کہ میرے ساتھیو کہ جس برہمن کے گھر میں جا کر پانڈو برادران اور ان کی ماں کنتی نے پناہ لی ہے کل اس برہمن کی باری ہے کہ وہ باکا اور اس کے بن مانس کے لیے نہ صرف یہ کہ ہفتہ بھر کے لیے خوراک مہیا کرے گا بلکہ اپنے گھر کا ایک فرد بھی مہیا کرے گا۔

اب دیکھو میرے ساتھیو اس موقع پر پانڈو برادران اس برہمن کی مدد کے لیے آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر وہ اس موقع پر اس برہمن کی مدد کا ارادہ کرتے ہیں تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ باکا اپنے بن مانس کے ساتھ حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ پانچوں پانڈو بھائیوں بلکہ ان کی ماں کا بھی خاتمہ کر دے گا۔

لہٰذا ہم تینوں ابھی اور اسی وقت اکاشک شہر کی طرف جائیں گے۔ رات ہم اسی شہر کے سرائے میں بسر کریں گے اور اگلے روز اس برہمن کی بدنصیبی اور بے بسی کا منظر دیکھیں گے جس نے پانڈو برادران اور ان کی ماں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔

عزازیل کی یہ گفتگو سن کر تھوڑی سی خاموشی کے بعد نبیطہ نے فکرمندی سے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے آقا اس موقع پر اگر یوناف ان پانڈو برادران کی مدد کے لیے پہنچ گیا پھر اس سارے کھیل کا انجام کیا ہو گا۔ اس پر عزازیل نے مکروہ ہنسی اپنے چہرے پر بکھیرتے ہوئے کہا۔

مجھے امید ہے کہ یوناف پانڈو برادران اور ان کی مدد کے لیے وہاں ضرور پہنچے گا اور جب وہ باکا اور اس کے خونخوار بن مانس سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا تو مجھے امید ہے کہ باکا اور اس کا بن مانس مل کر اسے اپنے سامنے زیر کر لیں گے اور یہی وہ منظر ہو گا جو ہم تینوں کے دیکھنے کے قابل ہو گا۔ لہٰذا آؤ یہاں سے ہم اکاشک شہر کی طرف کوچ کریں۔ عارب اور نبیطہ نے اس بار کوئی جواب نہ دیا

اور وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے ۔

○

ایک روز پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ بیٹھے کوروؤں کی طرف سے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا ذکر کر رہے تھے کہ انہوں نے اچانک محسوس کیا کہ جس برہمن کے ہاں انہوں نے پناہ لے رکھی ہے وہ برہمن اور اس کی بیوی بچے انتہائی کرب کے انداز میں رو رہے ہیں ۔ تھوڑی دیر تک وہ سب بھائی اور ان کی ماں بڑی پریشانی اور حیرت سے ان کے رونے کو سنتے رہے ۔ اتنے میں اس کمرے میں جس میں وہ سب بیٹھے ہوئے تھے یوناف اور بیوسا داخل ہوئے ۔ ان دونوں کے احترام کی خاطر وہ سب اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور یدھشٹر نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے خالی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

اے ہمارے مہربانو ۔ اے نیکی اور خیر کے فروغ کا کام کرنے والو ہمارے سامنے بیٹھو کہ تم دونوں ہمارے بہترین محسن اور مربی ہو ۔ یوناف اور بیوسا جب ان سب کے سامنے بیٹھ گئے تب پانڈوں کی ماں کنتی نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

تم اس یوناف اور بیوسا کے پاس بیٹھ کر باتیں کرو میں اس برہمن کے ہاں جاتی ہوں اور اس کی بیوی سے پتہ کرتی ہوں کہ وہ کیوں رو رہے ہیں ۔ کنتی وہاں سے حرکت کرنے ہی والی تھی کہ اس موقع پر یوناف بولا اور کہنے لگا ۔

تم اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ میں جانتا ہوں اس برہمن پر کیا بیت رہی ہے اور وہ خود اور اس کے اہل خانہ کیوں رو رہے ہیں ۔ اس انکشاف پر کنتی اور پانڈو برادران نے حیرت اور تعجب سے یوناف کی طرف دیکھا اس کے بعد کنتی جب اپنی جگہ پر دوبارہ بیٹھ گئی تو یوناف نے کہنا شروع کیا ۔

اے پانڈو خاندان کے افراد ۔ میری بات غور سے سنو جس برہمن کے ہاں تم نے پناہ لے رکھی ہے اس پر ایک افتاد گرنے والی ہے اور وہ یوں کہ اس شہر کے مغربی حصے میں ایک کوہستانی سلسلہ ہے اس کے اندر شیطان کا ایک ساتھی رہتا ہے اور یہ شیطان وہی ہے جو عزازیل کے نام سے یدیبا کو ساتھ لے کر تمہارا خاتمہ کرنے کے لیے کسد حادوت کے جنگلات میں آیا تھا ۔ اس شہر کے مغرب میں کوہستانی سلسلے کے اندر رہنے والے شیطان نے ایک انتہائی خونخوار اور آدم خور بن مانس پال رکھا تھا

اور وہ اپنی شیطانی قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے خود بھی اس بن مانس کے اندر حلول کر جاتا تھا اور پھر اس کی مدد سے اس شہر کے اندر وہ تباہی اور بربادی پھیلانے کا کام کرتا تھا اس شہر کے لوگوں کو یہ خبر تھی کہ ایک شخص جو بڑا مافوق الفطرت ہے وہ مغربی کوہستانی سلسلے کے ایک غار میں رہتا ہے لہذا لوگ اس کے پاس گئے اور اس سے عہد کیا کہ وہ شہر کے اندر تباہی اور بربادی نہ پھیلائے کہ ہم خود اس کی خوراک کا سامان کریں گے ۔ اور اس طرح کے ہر ہفتے میں اس شہر کے ہر گھر سے باری باری لوگ بن مانس کی خوراک کے طور پر اپنے گھر سے کھانا پکا کر بھیجتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے گھر کا ایک فرد بھی روانہ کرتے ہیں جو اس بن مانس کی خوراک بنتا ہے آج یہ خوراک بھیجنے کی باری برہمن پر آئی ہے لہذا اس کے اہل خانہ رو رہے ہیں ۔

برہمن اور اس کے اہل خانہ اس بات پر رو رہے ہیں کہ ان کے گھر والوں میں سے کسے اس شیطان اور بن مانس کی خوراک بننا چاہیئے ۔ برہمن سوچتا ہے کہ اگر وہ خود اس کی خوراک بنے تو اس کے بچے یتیم ہو جائیں گے اس کی بیوی بیوہ ہو جائے گی اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے ۔ اور اگر وہ اپنی بیوی کو اس کی خوراک بننے کے لیے بھیجتا ہے تب وہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے بعد زندہ نہیں رہ سکے گا اور اس کے بچے اور وہ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور نہ ہی یہ برہمن اپنے بچوں میں سے کسی کو خوراک بنانا چاہتا ہے لہذا اب تک یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ کسے شیطانی عفریت کی خوراک بننا چاہیئے اور اسی پریشانی اور کشمکش میں اہل خانہ رو رہے ہیں ۔

اے پانڈو کی ماں تم اس برہمن اور اس کے اہل خانہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ کل چونکہ ان کی باری ہے کہ وہ شیطان کے اس ساتھی کو خوراک مہیا کریں لہذا ان کے بجائے میں اس شیطان کی طرف جاؤں گا اور پھر دیکھنا کہ میں اس شیطان کا کیا حشر نشر کرتا ہوں ۔

یوناف کی گفتگو سن کر پانچوں پانڈو بھائی اور ان کی ماں خوش ہو گئے اور پھر کنتی تیزی سے اٹھ کر برہمن کی طرف چلی گئی تھی ۔

○

تھوڑی دیر بعد کنتی لوٹی اس بار اس کے چہرے پر سکون اور مسکراہٹ تھی دوبارہ وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اور یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا اے ہمارے مہربان اور محسن جو کچھ تم نے کہا ہے وہ درست ہے واقعی کل برہمن کی باری ہے کہ وہ اس عفریت کو خوراک مہیا کرے پر میں نے

برہمن اور اس کی بیوی سے کہہ دیا ہے کہ کل تم میں سے کوئی بھی اس عفریت کی طرف نہیں جائے گا بلکہ ہمارا ایک محسن ہے جس کا نام یوناف ہے وہ اس سے خود نبٹے گا اس پر برہمن اس کی بیوی اور بچے خوش ہو گئے ہیں اور وہ کسی قدر مطمئن ہیں اے یوناف دیکھو اب کھانے کا وقت ہو رہا ہے تم دونوں میرے بیٹوں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرو اتنی دیر تک میں تم سب کے لیے کھانا لاتی ہوں اس کے ساتھ ہی کنتی اٹھ کر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد لوٹی اور سب کے سامنے اس نے کھانا لگا دیا اور خود بھی وہاں بیٹھ گئی اور سب مل کر کھانا کھانے لگے تھے ۔

دوسرے روز یوناف اور بیوسا اس پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہوئے جس کے اندر عزازیل کا ساتھی اس عفریت نما بن مانس کے ساتھ رہتا تھا اسی وقت عزازیل بھی عارب اور نبیطہ کے ساتھ اس کوہستانی سلسلے میں نمودار ہوا اور ایک بہت بڑی چٹان کے پیچھے چھپ کر یوناف کی طرف دیکھنے لگا تھا ۔ اس موقع پر عزازیل نے عارب اور نبیطہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے دونوں رفیقو کوہستان کی چوٹی پر یوناف اور بیوسا کھڑے ہیں یقیناً یہ یوناف میرے ساتھی کے مقابلے میں برہمن کی مدد کے لیے آیا ہے اور میرے ساتھی اس کے بن مانس اور یوناف اور بیوسا کے درمیان تھوڑی دیر تک جو مقابلہ ہوگا وہ واقعی قابل دید ہوگا عزازیل کی اس گفتگو پر عارب اور نبیطہ کی نگاہوں میں چمک بڑھ گئی تھی اور وہ بڑی بے چینی سے اس مقابلے کے شروع ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے ۔

پہاڑ کی اس چوٹی پر کھڑے کھڑے یوناف نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے بیوسا میری عزیزہ تم یہیں کھڑی رہنا میں اب عزازیل کے اس ساتھی کو آواز دے کر پکارتا ہوں یقیناً وہ میری اس پکار پر اپنے عفریت نما بن مانس کے ساتھ نکلے گا پھر تم دیکھنا میں ان دونوں کی کیا حالت کرتا ہوں اسی لمحہ ابلیکا نے اپنا خوشگوار لمس یوناف کی گردن پر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی گنگناتی اور مسکراتی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی یوناف میرے حبیب میں بے حد خوش ہوں کہ تمہیں اور بیوسا کو ایک ساتھ شانے سے شانہ ملا کر اس کوہستان پر کھڑے دیکھ رہی ہوں تم عزازیل کے اس ساتھی کو پکارو جو اس کوہستانی سلسلے پر رہتا ہے لیکن تم صرف اس کے بن مانس کی طرف دھیان دینا اس شیطان سے میں خود نبٹ لوں گی اگر تم ان دونوں کے درمیان بٹ گئے تو خدشہ ہے کہ یہ عزازیل کا ساتھی تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے لہٰذا شیطان کے اس ساتھی سے میں خود نبٹ لوں گی بس تم اس بن مانس کے ساتھی سے مقابلہ کرنا یوناف نے ابلیکا کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور پھر وہ زور سے چلا چلا کر عزازیل کے اس ساتھی کو بلانے اور پکارنے لگا تھا جو اس کوہستانی سلسلے میں رہتا تھا اور جس کا نام باکا تھا ۔

یوناف جب خاموش ہوا تو ابلیکا نے ایک بار پھر اپنا خوشگوار لمس اس کی گردن پر دیا اور اس کے ساتھ

ہی اس کی شیریں آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی میرے حبیب ! یہ جو دائیں طرف بڑی بڑی چٹانیں ہیں ان چٹانوں کی اوٹ میں عزازیل ، عارب اور نبیطہ بھی چھپ کر اس منظر کو دیکھ رہے ہیں وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ دیکھیں باکا اور اس کے بن مانس کے ساتھ یوناف اور بیوسا کا ٹکراؤ کیسا رہتا ہے ۔ ابلیکا کے اس انکشاف پر یوناف کے چہرے پر ہلکی ہلکی اور خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا اے ابلیکا جب تک میرا خدا میرا رب میرے ساتھ ہے اس وقت تک میں اس عزازیل کے ہر جال ہر فریب کو ناکام اور نامراد کرتا رہوں گا اس کے بعد یوناف نے بیوسا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے بیوسا جب تک میں نہ کہوں اس باکا اور اس کے بن مانس کے خلاف قطعی حرکت میں نہ آنا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑی رہنا اگر اس موقع پر عزازیل عارب اور نبیطہ بھی کود پڑیں تو ابلیکا تمہاری حفاظت کرے گی اور تمہارے ساتھ مل کر وہ ان تینوں سے اور شیطانی دھند کی قوتوں سے ٹکرا کر تمہارا دفاع کرے گی ۔

یہاں تک کہنے کے بعد یوناف اچانک خاموش ہو گیا تھا کیونکہ نشیب کی طرف سے عزازیل کا ساتھی باکا اپنے دیو پیکر اور بھیانک بلکہ خونخوار بن مانس کے ساتھ نمودار ہوا تھا اپنے بن مانس کے ساتھ چڑھائی چڑھتا ہوا باکا تھوڑی اوپر آیا اور یوناف کے قریب آ کر اس نے گہری نظروں سے یوناف اور بیوسا کی طرف دیکھا پھر اس نے انتہائی غضبناک اور رعد کی طرح چنگھاڑتی ہوئی آواز میں پوچھا ۔ اے اجنبی تم کون ہو اور کیوں اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر تم نے مجھے آواز دے کر اپنے غار سے باہر آنے پر مجبور کیا ۔

یوناف نے بھی اسی کے سے غضب اسی کے سے بھیانک انداز میں اسے جواب دیتے ہوئے کہا اے باکا اے عزازیل کے ساتھی اے گناہ کے گماشتے تجھے اس لیے پکارا ہے اور تجھے اس لیے آواز دی ہے کہ تجھے انسانیت کے خلاف حرکت میں آنے سے روک دوں اور اس کوہستانی سلسلے کے اندر تیرا اور تیرے اس بن مانس کا خاتمہ کر دوں یوناف کا یہ جواب سن کر باکا چونکا اور پھر وہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگا تھا اس دوران کوہستان کی اس چوٹی پر کسی پیکر مہر و وفا اور پایہ زنجیر شب کی جبیں پر کسی درخشاں بدر منیر کی طرح یوناف خاموش اور چپ کھڑا رہا ۔ باکا اسے دیکھتا رہا اور اس کے سامنے یوناف راز مقتصب کی طرح شب کے ماتھے کے مہتاب جیسا بے خوف اور بیباک ہو کر اس کے ردعمل کا انتظار کرتا رہا یہاں تک باکا پھر حرکت میں آیا اور یوناف سے اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا ۔

اے اجنبی قبل اس کے کہ میں تمہارے ساتھ ٹکراؤں اور تمہارا خاتمہ کر دوں میں تمہاری زبان سے یہ جاننا چاہوں گا کہ تم کون ہو کس جرم کی پاداش میں تم میرے ہاتھوں مرنے کا اٹل فیصلہ کر چکے ہو ۔ جواب میں یوناف نے غراتے ہوئے کہا ۔ اے عزازیل کے کارندے اے بنی نوع انسان کے اندر وسوسات اور نجاست

بھیلانے والے اے کاروانِ بشر کو امیر اور آدمیت کی تقدیر کو ناخوشگوار بنانے کی کوشش کرنے والے میں محبت کا پیامبر روشنی کا سفیر، فکر و احساسات کا نقاش نیکی اور خیر کا مظہر اور تمہاری ظلمت اور جہل باطل کے اندر انوار کا ایک عکس اور انقلاب کی ایک نئی علامت ہوں میں تمہارے جور و جبر اور جفا کے تشدد کے سامنے گو عجز و صبر کی ایک معراج اور تمہارے زہر و ظلمت کے اندر نقارہ نقیب کی صداقت ہوں پر اے گناہوں کے گرویدہ جب تو آگے بڑھ کر مجھ سے ٹکرائے گا تو تجھ پر میں اس مقابلے کے دوران ایسے ایسے انکشافات اور راز عیاں کروں گا کہ تو میرے سامنے لوکھڑا کر رہ جائے گا۔

یوناف کی یہ گفتگو سن کر باکا بری طرح سیخ پا سا ہو گیا تھا وہ چند قدم آگے بڑھا اور پہلے سے بھی زیادہ ہولناک انداز میں اس نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے اجنبی تو بکتا ہے تو بکواس کرتا ہے تو میری قوت میری حقیقت اور میری جنبش سے آشنا اور واقف نہیں ہے سن رکھ میں تو لہو کی ایک ندی آگ کا ایک دریا ہوں میں جب اپنے ظلمت و شب کے طلسم کو حرکت میں لا کر تجھ پر وارد ہوں گا تو تیری سوچوں میں مفلوج کر دینے والی قوت تیری صورت کو بیگانہ اور تیرے چہرے کو اجنبی بنا کر رکھ دوں گا اے گمنام انسان میں نہیں جانتا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے اور تیرا کیا نام ہے تاہم دیکھ میں تو ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوتا ہوں جب کہ میں اپنے اس بن مانس کو تجھ پر وارد کرتا ہوں اور پھر دیکھتا ہوں تو اس سے کیسے بچتا ہے بن مانس سے تھوڑی دیر ہی مقابلہ کرنے کے بعد تجھے اس کوہستانی سلسلے میں داخل ہو کر مجھے للکارنے کی اپنی حماقت کا احساس ہو جائے گا اس کے ساتھ ہی باکا نے اپنے سدھائے ہوئے بن مانس کو اشارہ کیا تاکہ وہ آگے بڑھ کر یوناف پر حملہ آور ہو۔

دیو ہیکر اور خونخوار بن مانس غراتا ہوا یوناف کی طرف بڑھا تھا یوناف بھی سنبھل کر کھڑا ہو گیا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے اپنے پہلو میں کھڑی بیوسا کو تھوڑا سا پیچھے ہٹ جانے کے لیے کہہ رہا تھا۔ اس موقع پر بیوسا نے کمال محبت اور ہمدردی میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے یوناف میں نے جب دیکھا کہ یہ بن مانس تم پر حاوی اور غالب ہو رہا ہے تو میں تم سے پوچھے بغیر اس پر حملہ آور ہو جاؤں گی جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے بیوسا کی طرف دیکھا اور کہا اے بیوسا تم مطمئن ہو کر ایک طرف ہٹ جاؤ اور خاموش کھڑی رہو میرے اللہ کو منظور ہوا تو ایسا کوئی موقع نہیں آئے گا کہ تم یہ دیکھ سکو کہ یہ بن مانس مجھ پر غالب رہتا ہے میں جب اپنے رب کی بڑائی اور تکبیر بلند کرتے ہوئے اس پر حملہ آور ہوں گا تو یہ بن مانس تو کیا اس کو سدھار کر رکھنے والا یہ باکا بھی خوفزدہ ہو کر رہ جائے گا وہ بن مانس اپنے دونوں ہاتھ

فضا میں بلند کر کے یوناف پر حملہ آور ہوا۔

اس بن مانس کی طرف سے یوناف بھی چوکنا اور محتاط تھا اس نے اپنے ہاتھ بلند کرتے ہوئے بن مانس کے دونوں ہاتھوں کو فضا میں ہی پکڑ کر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے بن مانس کو اپنے اوپر ضرب لگانے سے روک دیا تھا اس کے بعد یوناف بجلی کی سی تیزی اور روشنی کے کوندے کی سی چمک کی طرح حرکت میں آیا خود کار انداز میں اس نے بن مانس کا ایک بازو چھوڑ دیا اور دوسرا اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر پوری قوت سے اپنی طرف کھینچا اور ساتھ ہی اپنے دائیں گھٹنے کی زور دار ضرب اس نے اس بن مانس کے پیٹ میں لگا دی تھی یہ ضرب ایسی شدید اور زور دار تھی کہ لمحہ بھر کے لیے تکلیف کی شدت کے باعث بن مانس جھک گیا تھا لیکن ساتھ ہی اس نے اپنے دوسرے اور خالی ہاتھ سے ایک ضرب یوناف کے چہرے پر اس زور سے لگائی تھی کہ یوناف لڑکھڑا کر زمین پر گر گیا تھا لیکن ایک جھٹکے کے ساتھ یوناف اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور جیسی ضرب بن مانس نے اس کو لگائی تھی ایسی ہی زور دار اور پر قوت ضرب اس نے بن مانس کے چہرے پر لگائی تھی تو بن مانس بھی اس کی طرح لڑکھڑاتا ہوا چٹانوں کے اندر گر گیا تھا۔

بن مانس ابھی اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ یوناف نے ایک بار پھر اپنے پاؤں کی ضرب اس کے چہرے پر لگائی اس کے بعد یکے بعد دیگرے اس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں سے اس کی گردن اور اس کے سر پر کئی ضربیں دے ماری تھیں۔ وہ بن مانس اٹھتے اٹھتے پھر زمین پر گر گیا تھا اب یوناف فیصلہ کن انداز میں حرکت میں آیا قریب ہی پڑا ہوا ایک بہت بڑا پتھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور اس بن مانس کے اوپر زور سے دے مارا تھا فضاؤں کے اندر اس بن مانس کی خوفناک چیخ بلند ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد وہ دم توڑ کر بے جان ہو گیا تھا اس بن مانس کا خاتمہ کرنے کے بعد یوناف نے خوفناک انداز میں شیطان کے ساتھی باکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے باکا دیکھ میں نے تیرے بن مانس کا خاتمہ کر دیا ہے اب تیری باری ہے آگے بڑھ کر مجھ سے مقابلہ کر میں تیرا انجام تمہارے اس بن مانس سے بھی زیادہ خوفناک اور بھیانک کرتا ہوں۔ یوناف کے اس چیلنج کے جواب میں باکا اس کی طرف بڑھا لیکن ابھی وہ یوناف کے قریب ہی آیا تھا کہ ابلیکا حرکت میں آئی اور قبل اس کے کہ باکا اس کے قریب آ کر حملہ آور ہوتا ابلیکا نے اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے باکا کو پاش پاش کر کے رکھ دیا تھا۔

باکا کے خاتمے کے بعد ابلیکا نے ایک بار پھر یوناف کی گردن پر مس دیا پھر اس کی گنگناتی ہوئی آواز یوناف کے کانوں میں پڑی وہ کہہ رہی تھی سنو یوناف میرا تمہارے ساتھ وعدہ تھا کہ بن مانس سے تم نبٹو گے جب کہ اس باکا کی خبر میں لوں گی سو اپنے وعدے کے مطابق جب تم نے بن مانس کا خاتمہ کر دیا تو

میں باکا کے خلاف حرکت میں آئی اور تم دیکھتے ہو کہ میں نے اس کا انجام کیسا بھیانک اور برا کیا ہے اسی وقت بیوسا یوناف کے قریب آئی اور کہنے لگی اے یوناف آپ نے بن مانس کا کیا حشر ہے اور باکا کا انجام جو ابلیکا نے کیا ہے وہ بھی انتہائی عبرت خیز ہے ابلیکا کو آپ میری طرف سے مبارکباد دیں اس وقت ابلیکا نے بیوسا کی گردن پر بھی لمس دیا تھا بڑی پیاری اور گنگناتی ہوئی آواز میں اس نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے بیوسا میری بہن تم جو باکا کے خاتمے پر مجھے مبارکباد دینا چاہتی ہو میں اسے بخوشی قبول کرتی ہوں لیکن ساتھ ہی ساتھ میں تمہیں بھی باکا اور بن مانس کے خاتمے پر مبارکباد دیتی ہوں اس لیے کہ ہمارے ایک ساتھی کی حیثیت سے اب تم بھی ان بدی کی قوتوں کے خلاف جنگ میں شامل ہو اور مبارکباد کی مستحق ہو۔

ابلیکا کے یوں بیوسا کی گردن پر لمس دینے اور اسے مبارکباد دینے کے انداز پر بیوسا بے حد خوش ہو گئی تھی اس کے بعد ابلیکا نے ایک بار پھر یوناف کی گردن پر لمس دیا اور پوچھا اے یوناف اب تمہارا کیا ارادہ ہے اس پر یوناف نے ایک نئے موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا اے ابلیکا کیا ایسا ممکن نہیں کہ جس طرح تم ضرورت کے وقت میری گردن پر لمس دیتی ہو میرے ہر کام نباتی ہو اور جب میں تمہیں پکارتا ہوں تو تم میری گردن پر لمس دے کر اپنی موجودگی کا اظہار کرتی ہو میں چاہتا ہوں کہ اگر اسی طرح بیوسا بھی تمہیں پکارے تو تم اس کی گردن پر اپنی موجودگی کا لمس دو اور اس کے کام آؤ اس لیے کہ ایسا میں ایک احتیاط کے تحت کرنا چاہتا ہوں آنے والے دور میں ہو سکتا ہے کہ اس عزازیل عارب اور نبیطہ کی طرف سے ہمارے لیے ایسے حالات پیدا ہوں کہ وہ مجھے اور بیوسا کو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ کر کے ہم سے نبٹنا چاہتے ہوں۔ ایسی صورت میں بیوسا جب تمہیں پکارے تو تم اس کی مدد کو پہنچ کر اس کی حفاظت کا سامان کر سکتی ہو اس پر ابلیکا نے مسکراتے ہوئے کہا سنو یوناف میں آج سے تمہارے ساتھ عہد کرتی ہوں کہ آج کے بعد ضرورت کے وقت جب کبھی بھی بیوسا مجھے پکارا کرے گی تو میں اس کی گردن پر اپنی موجودگی کا لمس دوں گی اور اس کی حفاظت اور مدد پر آمادہ ہو جایا کروں گی۔ ابلیکا کا یہ جواب سن کر یوناف اور بیوسا دونوں خوش ہو گئے تھے۔

ابلیکا کے خاموش ہو جانے پر یوناف ایک بار پھر حرکت میں آیا اور ایک بار پھر اس نے بلند آواز میں پکارتے ہوئے اور عزازیل عارب اور نبیطہ کو سنانے کی خاطر کہا اے عزازیل اے بدی کے گماشتے میں جانتا ہوں کہ تو اس کوہستانی سلسلے کے اندر عارب اور نبیطہ کے ساتھ چھپ کر اس سارے منظر کو دیکھ رہا ہے اے میرے اللہ کے دھتکارے ہوئے دیکھ اس کوہستانی سلسلے کے اندر میں نے باکا اور بن مانس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اور اب تم بھی اگر میرے ساتھ قوت آزمائی کرتا ہے تو عارب اور نبیطہ کے ساتھ میدان میں اتر اور میرے ساتھ مقابلہ کر اور پھر دیکھ اس کوہستانی سلسلے کے اندر میں تم تینوں کا

کہ ان دونوں نے اپنے رشتوں کے تقدس کو پامال کیا ہے بہرحال اس موضوع کو اب چھوڑیں اور اس دوسری بات کا انکشاف کریں جو ابلیکا نے آپ پر ظاہر کی ہے۔

یوناف پھر بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اے بیوسا ابلیکا نے مجھے جو دوسری بات بتائی ہے وہ یہ کہ گذشتہ دنوں عزازیل عارب اور نبیطہ کے ساتھ ہستناپور کے موجودہ بادشاہ دھرت راشٹر کے بیٹے دریودن کے پاس گیا تھا اور اس موقع پر اے بیوسا میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ہستناپور کا حکمران طبقہ اس وقت دو گروہوں میں بٹا ہوا ہے ان میں سے ایک گروہ پانڈو کا گروہ کہلاتا ہے اور دوسرا گروہ کوروؤں کا گروہ کہلاتا ہے یہ پانڈو اپنے باپ پانڈو کی نسل سے ہیں جب کہ کوروؤں کا باپ دھرت راشٹر چونکہ اندھا ہے لہذا یہ اس کے اندھے پن کی نسبت سے کورو کہلاتے ہیں ان میں سے پانڈو حق نیکی سچائی اور خیر پر ہیں جب کہ ان کے مقابلے میں کورو بدی گناہ معصیت اور باطل پر ہیں ہستناپور کا موجودہ بادشاہ دھرت راشٹر یہ چاہتا ہے کہ اس کے بعد اس کا بیٹا دریودن حکمران بنے لہذا اس نے پانڈوں کے خلاف ایک کھیل کھیلا ہے اور وہ یہ کہ اس نے پانڈوؤں کو مرکز سے دور رکھنے کے لیے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک سال کے لیے سلطنت کے جنوبی شہر واناوات کی طرف چلے جائیں ایسا کر کے دھرت راشٹر انہیں مرکز سے دور رکھنا چاہتا تھا تاکہ عوام کے اندر ان کی مقبولیت کم ہو جائے اور وہ اپنے بیٹے دریودن کو ہستناپور کا راجہ بنانے میں کامیاب ہو جائے۔

پانڈو اپنی شرافت کی بنا پر ہستناپور کے راجہ اور اپنے چچا دھرت راشٹر کا کہا مانتے ہوئے ہستناپور سے واناوات کوچ کر جانے پر آمادہ ہو گئے تھے ان حالات اور واقعات کا علم جب عزازیل کو ہوا تو وہ فوراً عارب اور نبیطہ کے ساتھ دھرت راشٹر کے بیٹے دریودن کے پاس گیا دریودن کو اس نے یہ مشورہ دیا کہ پانڈو برادران چونکہ ہستناپور سے واناوات شہر کی طرف جانے پر آمادہ ہو گئے ہیں لہذا واناوات میں جو پرانا راج محل ہے اس کی نہ صرف یہ کہ مکمل آرائش و زیبائش کرا دے بلکہ وہ محل جو زیادہ تر لکڑی کا بنا ہوا ہے اس کی دیواروں اور چھت پر لاکھ اور موم کی لپائی کر دے اور جب پانڈو برادران اس محل کے اندر رہائش اختیار کر لیں تو دریودن اپنے کسی خاص آدمی کے ذریعے اس محل کو آگ لگا دے تاکہ پانڈو برادران اپنی ماں کے ساتھ اس محل کے اندر جل کر خاکستر ہو جائیں۔ عزازیل کے اس مشورے کو دریودن نے بے حد پسند کیا لہذا اس کام کے لیے اس نے اپنی ایک قابل اعتماد اور حسین لونڈی پروچن کا انتخاب کیا اس نے پروچن کو یہ معاملہ سمجھا کر پانڈو برادران سے پہلے ہی واناوات شہر کی طرف روانہ کر دیا اس پروچن نے وہاں پہنچ کر اس محل کی صفائی ستھرائی کی بلکہ اس راج محل کی تزئین کا کام کیا اور اس

محل کی دیواروں اور چھت پر اس نے موم اور لاکھ کی لپائی کروا دی تھی اس کے علاوہ اس نے اس محل کے اردگرد بہت سے مزدوروں کو کام پر لگوا کر ایک بہت گہری کھائی بھی کھدوا دی تھی تاکہ جب آگ لگائی جائے تو پانڈو برادران اس کھائی کو عبور نہ کر سکیں اور محل کے اندر ہی جل کر ختم ہو جائیں ان ساری باتوں اور سازشوں کا علم ان کے چچا ودورا کو ہو گیا تھا لہٰذا ودورا نے اپنے دو آدمی وارناوات شہر کی طرف روانہ کیے اور اپنے بھتیجوں کو آگاہ کیا کہ تمہیں محل کے اندر جلا کر ختم کرنے کی سازش کی گئی ہے اور جو آدمی ودورا نے بھیجے تھے وہ سرنگ کھودنے میں بے حد ماہر تھے لہٰذا محل کو آگ لگنے کی صورت میں پانڈو برادران اور ان کی ماں کو بچانے کے لیے یہ طریقہ کار استعمال کیا گیا کہ محل سے لے کر دریائے گنگا کے ساحل تک ایک سرنگ کھودی جائے اور جب محل کو آگ لگے تو پانڈو برادران اپنی ماں کو لے کر اس سرنگ کے ذریعے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔

اے بیوسا وہ سرنگ ابھی مکمل نہیں ہوئی جبکہ دوسری طرف دریودن کی لونڈی پروچن نے پانڈو برادران کی ماں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محل کو آگ لگانے کا فیصلہ کر لیا ہے ابلیکا کہہ رہی تھی کہ وہ ایک دو روز تک رات کے کسی بھی وقت اچانک محل کو آگ لگا کر پانڈو برادران اور ان کی ماں کا خاتمہ کر دے گی۔ لہٰذا ابلیکا نے مجھے یہ ترغیب دی ہے کہ ہمیں ستناپور سے وارناوات جانا چاہیے اور نہ صرف یہ کہ ہمیں پانڈو برادران کی مدد کرنی چاہیے بلکہ کسی طریقے سے پروچن نام کی اس لونڈی کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ فالفور محل کو آگ لگانے کا ارادہ ترک کر دے اگر وہ ایسا کرتی ہے تو اس دوران سرنگ کی کھدائی مکمل ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر محل کو آگ لگتی بھی ہے تو پانڈو بھائی اپنی ماں کو لے کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اے بیوسا میں اور تم یہاں سے وارناوات شہر کی طرف کوچ کریں گے پہلے ہم پانڈو برادران اور ان کی ماں سے ملیں گے اور ان سے ہمدردی کر کے ان پر ثابت کریں گے کہ ہم ان کے دوست اور ان کے حمایتی ہیں اس کے بعد ہم دونوں پروچن سے ملیں گے اور اس کو محل کو آگ لگانے کا معاملہ موخر کرنے پر آمادہ کریں گے بیوسا نے تعجب سے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا آپ کس طرح پروچن کو یہ معاملہ موخر کرنے پر آمادہ کر لیں گے اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا اے بیوسا بس تم میرے ساتھ آؤ اور تم دیکھتی جانا کہ میں کیسے حرکت میں آتا ہوں اور کس طرح اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں بیوسا نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا اور خاموش رہی اور اس کے بعد دونوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور دریائے گنگا کے کنارے سے وہ وارناوات شہر کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

جس وقت شام کے اندھیرے پھیلنا شروع ہو گئے تھے اس وقت یوناف اور بیوسا وارناوات شہر کے راج محل میں داخل ہوئے اس راج محل کے صحن میں ان کی ملاقات منزا اور پرمانند سے ہو گئی۔ وہ دونوں صحن کے اندر ٹہل رہے تھے یوناف اور بیوسا کو دیکھتے ہی منزا تیزی سے ان کی طرف لپکا اور ان سے پوچھا تم کون ہو اور کس سے ملنا چاہتے ہو۔ اس پر یوناف نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ دیکھو میں اور میری ساتھی لڑکی نیکی کے دو نمائندے ہیں اور ہم پانڈو بھائیوں اور ان کی ماں کی بہتری کے لیے حاضر ہوئے ہیں لہٰذا تم ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ منزا یوناف کی بات سن کر خوش ہوا منزا اس نے کوئی بات نہ کی اور یوناف اور بیوسا کو لے کر وہ محل کے اندرونی حصے کی طرف چلا گیا تھا۔ جب کہ پرمانند بھی اس کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔

منزا یوناف اور بیوسا کو لے کر محل کے ایسے کمرے میں داخل ہوا جس کے اندر پانچوں پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منزا نے کہا یہ پانچوں پانڈو بھائی اور ان کے ساتھ ان کی ماں بیٹھی ہوئی ہیں اب تم کہو تم ان سے کیا چاہتے ہو اس پر بڑے بھائی یدشٹر نے فوراً منزا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا یہ دونوں کون ہیں اور کس سلسلے میں ہم سے ملنا چاہتے ہیں اس پر یوناف نے خود بولتے ہوئے کہا میرا نام یوناف اور میری ساتھی لڑکی کا نام بیوسا ہے ہم دونوں نیکی کے نمائندے ہیں اور تم سب بھائیوں اور تمہاری ماں کی بہتری کے لیے تم سے کچھ کہنے کے لیے آئے ہیں یوناف کی اس گفتگو پر یدشٹر نے فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اگر تم دونوں ہم سب کی بہتری کے لیے کچھ کہنا چاہتے ہو تو آؤ ہمارے اندر بیٹھو اور کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ یوناف اور بیوسا آگے بڑھ کر کنتی کے قریب بیٹھ گئے منزا اور پرمانند بھی پانڈو بھائیوں کے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے تھے پھر یوناف نے بڑی رازداری کے ساتھ کہنا شروع کیا تھا۔

پہلے تم لوگ مجھے یہ بتاؤ اس محل میں تمہاری خدمت کرنے والی لونڈی پروچن کہاں ہے اس کے بعد جو کچھ میں نے تم سے کہنا ہے وہ میں تم سے کہوں گا جواب میں کنتی نے فوراً بولتے ہوئے کہا وہ تھوڑی دیر ہوئی اپنی ایک ملنے والی کے ہاں گئی ہوئی ہے یہاں اس شہر میں نوشادہ نام کی ایک عورت ہے جو اس پروچن کی عزیز اور رشتہ دار ہے اور اس سے ملنے کے لیے اکثر وہ جاتی رہتی ہے یا اس کو کبھی اپنے یہاں بلا لیتی ہے اس وقت بھی وہ نوشادہ کے پاس ہی گئی ہوئی ہے اس یوناف نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا اگر اس وقت پروچن اپنی جاننے والی نوشادہ کے ہاں گئی ہوئی ہے تو جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ بڑے آرام اور سکون سے کہہ سکوں گا سنو میری باتوں کو غور سے سنو میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا

ہوں کہ میں اور میری ساتھی لڑکی نیکی کے دو نمائندے ہیں اور ہم غیر معمولی قوتوں کے مالک بھی ہیں ان قوتوں کی بنا پر میں تم لوگوں پر انکشاف کرتا ہوں کہ تمہیں ایک سازش اور فریب کے تحت اس محل میں رکھا گیا ہے اور اس فریب اور دھوکے کا جال بُننے والا تم لوگوں کا چچا دھرت راشٹر اور اس کا بیٹا دریودن ہیں۔

دھرت راشٹر اور دریودن جانتے ہیں کہ تم پانچوں پانڈو بھائی اپنی نیکی کی وجہ سے عوام میں مقبول اور ہر دلعزیز ہو انہیں خدشہ ہے کہ دھرت راشٹر کے بعد عوام تم میں سے کسی کو ہستنا پور کا راجہ بنائیں گے جب کہ وہ دونوں باپ بیٹا نہیں چاہتے۔ دھرت راشٹر کی یہ مرضی ہے کہ اس کے بعد اس کا بیٹا دریودن ہستنا پور کا راجہ بنے اس لیے اس نے تمہیں ایک سال کے لیے اس شہر میں بھیج دیا ہے تاکہ لوگوں کے اندر تمہاری مقبولیت ختم ہو جائے اور اس سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے بیٹے دریودن کو ہستنا پور کا راجہ بنا دے دوسری طرف تمہارے اس وارناوات شہر میں قیام سے دریودن نے مزید ایک چال چلی ہے یہ پروچن نام کی لونڈی اس کی خاص کارکن ہے اس کی مدد سے اس نے محل کے اندر لاکھ اور موم لگ رکھی ہے اور دریودن کے کہنے پر یہ پروچن کسی بھی وقت تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس محل کو آگ لگا سکتی ہے۔

میں اور میری یہ ساتھی لڑکی اس وقت اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ تمہیں یہ بتائیں کہ دو ایک روز تک یہ پروچن اس محل کو آگ لگانے کا ارادہ کر چکی ہے۔ لہذا تم لوگ محتاط اور ہوشیار رہنا یوناف کے اس انکشاف پر یدشٹر نے چونک کر پوچھا اے مہربان اجنبی تجھے کیسے خبر ہوئی کہ یہ پروچن دو ایک روز تک اس محل کو آگ لگا کر ہمارا خاتمہ کرنا چاہتی ہے۔ اس پر یوناف نے بولتے ہوئے کہا مجھ سے یہ مت پوچھو کہ مجھے یہ خبر کیسے ہوئی میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں اور میری یہ ساتھی غیر معمولی قوتوں کے مالک ہیں ان ہی قوتوں کی بنا پر ہمیں یہ خبر ہوئی ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ محل کو آگ لگنے کی صورت میں اپنے بچاؤ کے لیے جو سرنگ تم نے تیار کرنا شروع کی ہے اس کی تکمیل میں کس قدر دن اور درکار ہوں گے۔ یوناف کی اس گفتگو پر پانچوں پانڈو بھائیوں اور ان کی ماں کنتی نے بڑے تعجب اور حیرت سے یوناف کی طرف دیکھا پھر یدشٹر نے دوبارہ بولتے ہوئے یوناف سے کہنا شروع کیا۔

اے مہربان اجنبی تم تو واقعی بہت کام کے آدمی ہو تمہیں تو ہمارے سارے معاملات کا علم اور خبر ہے اگر تم نیکی کے نمائندے ہو اور ہم پر احسان کرنا چاہتے ہو اور ہمیں اس سازش اور فریب سے بچانا چاہتے ہو تو پھر سنو اس سرنگ کے مکمل ہونے میں کم از کم ایک ہفتہ ضرور لگ جائے گا یدشٹر کے اس جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا اگر ایسا ہے تو جو کچھ میں کہنے والا ہوں اسے غور سے سنو تم لوگ ابھی تھوڑی دیر تک مجھے اس محل کے مہمان خانے میں بٹھا دینا اور مجھے اور میری اس ساتھی لڑکی کو یہ ظاہر کرنا کہ ہم دونوں پروچن سے ملنے کے لیے آئے ہیں جونہی پروچن اس محل میں داخل ہو تم لوگ اسے خبر کرنا کہ اس کے دو ملنے والے اس سے ملاقات کرنے کے لیے مہمان خانے میں بیٹھے ہیں۔ جب وہ میرے پاس مہمان خانے میں آئے گی تو میں اس سے گفتگو کروں گا اور میں اسے اس بات پر آمادہ کر لوں گا کہ وہ اس محل کو آگ لگانے کا کام کم از کم دو ہفتے کے لیے ملتوی کر دے۔ یوناف کی اس گفتگو پہ یدشٹر نے چونک کر پوچھا ایسا تم کیسے اور کس طرح کر سکو گے اور یہ پروچن کس طرح تمہاری بات مانتے ہوئے اس بات کو دو ہفتے کے لیے مؤخر کر دے گی اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا کہ تم لوگ کیسے اور کیوں کر بھول جاؤ۔ اسے اس بات پر آمادہ کرنا میرا کام ہے اور سنو اس سے گفتگو کرنے کے بعد جب میں اس محل سے نکلنے لگوں تو تم میں سے کسی نہ کسی کو دروازے کے آس پاس ٹھہرنا چاہیے اور میں نکلتے وقت اشارہ کرتا جاؤں گا کہ میں پروچن کے معاملے میں کامیاب رہا ہوں یا ناکام۔ یوناف جب خاموش ہوا تب یدشٹر نے فوراً بولتے ہوئے کہا اے مہربان اجنبی تیری باتوں میں ہمدردی خلوص اور دانشمندی ہے لہذا ہم ایسا ہی کریں گے جیسا تم نے کہا ہے۔ اب تم دونوں اٹھ کر میرے ساتھ آؤ تاکہ میں تمہیں اس راج محل کے مہمان خانے میں بٹھا دوں کیونکہ پروچن اب اپنے ملنے والی فوشادہ کے ہاں سے لوٹنے والی ہوگی اس پر یوناف اور بیوسا فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اس کے بعد یدشٹر نے انہیں محل کے مہمان خانے میں بٹھا دیا تھا اور خود وہ اپنے بھائیوں اور ماں کے ساتھ محل کے احاطے میں چہل قدمی کرنے لگا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد پروچن محل میں داخل ہوئی اور جب وہ صدر دروازے سے آگے بڑھنے لگی تو یدشٹر تیزی سے اس کے پاس آیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو پروچن تمہارے دو ملنے والے آئے ہوئے ہیں اور انہیں میں نے مہمان خانے میں بٹھا دیا ہے وہ کافی دیر سے وہاں بیٹھے ہوئے تمہارا انتظار کر رہے ہیں لہذا اپنے کمرے کی طرف جانے سے پہلے تم ان لوگوں سے مل لو اس پر پروچن نے تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا میرے ملنے والے کون اور کہاں سے ہو سکتے ہیں اس استفسار پر یدشٹر نے اپنے کندھے اچکاتے ہوئے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا یہ تو میں نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے ان سے پوچھا ہے کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں بہرحال انہوں نے مجھے کم از کم یہی بتایا ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتے ہیں لہذا میں نے انہیں مہمان خانے میں بٹھا دیا ہے۔ اس پر پروچن نے مزید کچھ نہ کہا اور وہ بڑی تیزی سے مہمان خانے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

پروچن جب مہمان خانے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا وہاں یوناف اور بیوسا بیٹھے ہوئے تھے ان کے قریب جا کر پروچن نے بڑی نرمی اور کسی قدر پریشانی ملی جلی آواز میں پوچھا مجھے بتایا گیا ہے کہ تم دونوں

مجھ سے ملنا چاہتے ہو بولو میرا نام پروچن ہے کیا میں تم دونوں سے پوچھ سکتی ہوں کہ تم دونوں کہاں سے وارد ہوئے ہو اور کس سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہتے ہو اس پر یوناف نے بولتے ہوئے کہا اے پروچن جو بات ہم تم سے کہنا چاہتے ہیں وہ بڑی اہم اور ضروری ہے لہذا تم اس مہمان خانے کا دروازہ بند کر دو اور ہمارے قریب آ کر بیٹھو اور سنو کہ ہم تم سے کیا کہنا چاہتے ہیں اور یہ بھی جان رکھو کہ جو بات ہم تم سے کہنے والے ہیں اس میں تمہاری ہی بہتری ہے ہم دونوں کا کوئی ذاتی فائدہ یا سود مندی نہیں ہے اس پر پروچن نے چونک جانے کے انداز میں ان دونوں سے کہا اگر یہ بات کوئی اتنی اہم ہے تو اس کے لیے یہ مہمان خانہ محفوظ نہیں تم دونوں میرے ساتھ آؤ میرے ذاتی کمرے میں بیٹھتے ہیں اور پھر جو کچھ تم نے مجھے کہنا ہے وہیں چل کر کہو اس پر یوناف اور بیوسا اپنی جگہ سے اٹھ کر پروچن کے ساتھ ہو لیے تھے پروچن انہیں اپنے ذاتی کمرے میں لائی انہیں اپنے سامنے بٹھایا اور پھر پوچھا اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

پروچن کے اس سوال پر یوناف نے کہنا شروع کیا سنو پروچن میرا نام یوناف اور میری اس ساتھی کا نام بیوسا ہے ہم دونوں پیشہ ور نجومی اور رمال ہیں۔ اور ہستنا پور کا راجہ دھرت راشٹر اور اس کا بیٹا دریودن ہم دونوں کے میزبانوں اور سرپرستوں میں سے ہیں ان دونوں سے ملنے کے لیے میں اور میری ساتھی اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے ہیں اور میں یہاں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ ان پانچوں پانڈو بھائیوں کو ان کی ماں کنتی کے ساتھ ایک سال کے لیے اسی شہر میں دھرت راشٹر نے میرے ہی کہنے پر بھیجا تھا اور پھر میرے ہی کہنے پر دریودن نے تمہیں ان سے پہلے ہی اس محل میں روانہ کر دیا تاکہ تم لکڑی کے بنے ہوئے اس محل کے اندر لاکھ اور موم کی لپائی کر دو اور پھر کسی مناسب وقت پر اس محل کو آگ لگا کر پانڈو برادران اور ان کی ماں کو جلا کر خاکستر کر دو۔ یوناف کے ان انکشافات پر پروچن چونک سی پڑی اور خوفزدہ آواز میں اس نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

تم دونوں کو اتنی اہم باتوں کی کیسے خبر ہو گئی۔ اس سوال کے جواب میں یوناف نے بڑی بے پرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ سنو پروچن کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں جس کے سلسلے میں دھرت راشٹر اور دریودن ہم پر بھروسہ اور اعتماد نہ کرتے ہوں۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ میں اور میری یہ ساتھی لڑکی پیشہ ور نجومی اور رمال ہیں لہذا میں تو تمہارے دل کی بات بھی بتا سکتا ہوں اور تمہارے اس دل کی بات کے تحت ہی میں ہستنا پور سے یہاں آیا ہوں تاکہ تمہیں حقیقت سے آگاہ کروں اور ایک مصیبت موت کی صورت میں جو تم پر نازل ہونے والی ہے اس سے تم کو بچاؤں اس پر پروچن نے بوکھلا کر پوچھا وہ کون سا معاملہ ہے جو موت کی طرح مجھ پر وارد ہونے والا ہے جس سے تم مجھے بچانا چاہتے ہو۔ یوناف نے پروچن کے اور بھی قریب ہو کر رازداری سے کہا پروچن کیا تم اقرار کرو گی کہ تم دو ایک روز تک اس محل کو رات کے وقت آگ لگانے کا ارادہ کر چکی ہو۔ یوناف کے اس انکشاف پر پروچن اپنی جگہ سے اچھل سی پڑی اور گھبرائی ہوئی آواز میں اس نے کہا ہاں یہ تو تم نے درست کہا ہے میں واقعی دو ایک روز تک محل کو آگ لگانے کا عزم کر چکی ہوں۔ اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے تنبیہ آمیز آواز میں کہا اگر ایسا ہے تو پھر سنو اس محل کو آگ لگانے کا معاملہ کم از کم دو ہفتے کے لیے موخر کر دو اسی میں تمہاری بہتری ہے اور اگر تم نے محل کو دو ایک روز تک آگ لگانے کا ارادہ کیا تو میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تم رنگے ہاتھوں پکڑی جاؤ گی اور یہ پانڈو برادران تمہیں رسیوں میں باندھ کر اور تم پر تیل اور گھی ڈال کر تمہیں آگ لگا کر خاکستر کر دیں گے اور اگر اس کام کی ابتدا تم کم از کم دو ہفتے بعد کرو تو اس کام میں تم ضرور کامیاب رہو گی۔ نہ صرف یہ کہ اس محل کو بلکہ تم پانڈو برادران اور ان کی ماں کو بھی جلا کر خاکستر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گی اب بولو تم اس معاملے میں کیا جواب دیتی ہو۔

اس پر پروچن نے ہار ماننے کے انداز میں کہا تم نے میرے سامنے ایسی باتوں کا انکشاف کیا ہے کہ میں تمہاری ہر بات ہر تجویز اور تمہارے ہر مشورے پر عمل کرنے پر مجبور ہوں سنو میں دو ایک روز تک محل کو آگ لگانے کا ارادہ ملتوی کرتی ہوں اور تمہاری اس تجویز پر اب میں کم از کم محل کو دو ہفتے بعد ہی آگ لگاؤں گی اس کے بعد یوناف اور بیوسا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے یوناف نے اس سے کہا کہ جس کام کے لیے میں حاضر ہوا تھا اسے میں کر چکا ہوں لہذا اب میں جاتا ہوں اور جا کر دریودن اور دھرت راشٹر کو مطمئن کرتا ہوں کہ جس کام کے لیے تم نے پروچن کو مقرر کیا تھا وہ اسے بخوبی ادا کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اس پر پروچن نے پھر بولتے ہوئے کہا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم لوگ چند روز میرے پاس ٹھہرو تمہارے یہاں ٹھہرنے سے مجھے ڈھارس اور تسلی ہو گی اس پر یوناف نے کہا اگر ہم دونوں تمہارے پاس ٹھہرے تو پانڈو برادران اور ان کی ماں ہماری طرف سے مشکوک ہو جائے گی اور معاملہ سارا بگڑ کر رہ جائے گا اس پر پروچن نے ہار مانتے ہوئے کہا ہاں یہ بھی تم ٹھیک ہی کہتے ہو جاؤ تم وہی کرو جو تم کرنا چاہتے ہو۔ یوناف نے کہا اچھا اب میں اور میری ساتھی اب یہاں سے رخصت ہوتے ہیں اور جو گفتگو ہم نے تمہارے ساتھ کی ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا اس پر پروچن نے بڑے اعتماد کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا میں ایسی احمق نہیں کہ ایسی بات کا انکشاف کر کے اپنی موت کو دعوت دوں اس کے ساتھ ہی یوناف اور بیوسا وہاں سے نکل گئے تھے جب وہ محل کے صدر دروازے کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ بدمنتر وہاں چہل قدمی کر رہا تھا اس کے پاس سے گزرتے ہوئے یوناف نے اس کو مخاطب کر کے کہا سنو جس کام کے لیے میں پروچن سے ملنے آیا تھا اس میں کامیاب رہا ہوں۔ اس نے اس محل کو آگ لگانے کا معاملہ دو ہفتوں کے لیے موخر کر دیا ہے یہ بات کہنے کے بعد یوناف بیوسا کے ساتھ اس محل سے نکل گیا تھا۔

چند ہی روز میں اس راج محل سے دریائے گنگا کے ساحل تک منترا اور پرمانند نے محنت کر کے سرنگ کو مکمل کر دیا تھا اس سرنگ کی تکمیل کے بعد پرمانند مستقل طور پر عین اس سرنگ کے منہ کے قریب دریائے گنگا کے کنارے اپنی کشتی میں رہنے لگا تھا اسی دوران پانڈو برادران کی ماں کنتی نے اپنے کام کی ابتدا کی اس نے واناوات کے سارے سرکردہ لوگوں کو اپنے یہاں دعوت پر مدعو کیا اور اس دعوت میں اس نے پروچن کی رشتہ دار نوشادہ کو بھی اس کے پانچوں بیٹوں کے ساتھ بلایا تھا اس دعوت کے دوران پروچن نوشادہ اور اس کے پانچوں بیٹوں کو مدہوش کر دینے والی دوائی ملی شراب کثرت کے ساتھ پلائی گئی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دعوت کے خاتمے پر باقی لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے جبکہ پروچن نوشادہ اور اس کے پانچوں بیٹے محل کے اندر جس جگہ دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا وہیں رگر کر مدہوش ہو گئے تھے دعوت کے خاتمے تک رات بھی کافی گہری ہو گئی تھی لہذا پانڈو بھائیوں نے اپنی ماں کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد اپنی تجویز کو مکمل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

پانڈو برادران نے مشعلیں روشن کر کے نہ صرف یہ کہ پورے محل کو آگ لگا دی تھی بلکہ محل میں داخل ہونے کے لیے خندق کے اوپر جو لکڑی کا راستہ بنایا گیا تھا اسے بھی آگ لگا دی تھی اس کے بعد وہ پانچوں بھائی اپنی ماں کنتی کو لے کر بڑی تیزی سے سرنگ کے ذریعے باہر نکلنے لگے تھے اتنی دیر تک واناوات کا وہ راج محل پوری طرح آگ پکڑ چکا تھا اور محل کو آگ لگے دیکھ کر اَنگنت اور بے شمار لوگ اس محل کے اردگرد جمع ہو گئے تھے وہ پانڈو برادران اور ان کی ماں کے لیے بے حد فکرمند تھے لیکن چونکہ محل کے اردگرد گہری خندق کھدی ہوئی تھی لہذا ان میں سے کسی نے یہ ہمت نہ کی کہ خندق کو پار کر کے آگ بجھانے کی خاطر محل کے اندر داخل ہو۔

تاہم لوگ اس خندق کے کنارے کھڑے ہو کر پانڈو برادران کے متعلق انتہائی افسوس اور صدمے کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ چہ میگوئیاں کرنے لگے تھے۔ وہ پانڈو کی تعریف کرتے جا رہے تھے اور ان کے محل کے اندر آگ میں جل مرنے پر اپنے دلی تاسف کا بھی اظہار کر رہے تھے لوگوں کے اس اجتماع کے اندر کچھ لوگوں نے یہ آوازیں بھی بلند کیں کہ پانڈو برادران کو اس محل کے اندر جلانے کی ذمہ داری کوروں پر عائد ہوتی ہے لہذا وہاں جمع ہونے والے بہت سے لوگ ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹوں کو برا بھلا کہنے لگے تھے دوسری طرف پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ سرنگ کے ذریعے دریائے گنگا کے کنارے پہنچ گئے وہاں پر پرمانند پہلے ہی اپنی کشتی لیے ان کا انتظار کر رہا تھا لہذا وہ سب ماں بیٹے اس کشتی کے ذریعے دریائے گنگا کو عبور کر کے دریا کے ساحل کے ساتھ بڑے والے جنگل میں داخل ہو گئے تھے۔

واناوات شہر کا راج محل جب جل کر خاک ہو گیا اور آگ بجھ گئی تب لوگ اس کے ملبے میں داخل ہوئے اور ملبے کے اندر سے انہوں نے سات ہڈیوں پر مشتمل جلی ہوئی لاشیں برآمد کیں اس سے لوگوں نے یہ اندازہ لگایا کہ ان سات لاشوں میں سے پانچ تو پانڈو برادران کی ہیں چھٹی ان کی ماں اور ساتویں ان کے ساتھ محل کی لونڈی پروچن بھی جل کر راکھ ہو گئی ہے پروچن کی موت پر تو واناوات شہر کے لوگوں نے خوشیاں منائیں کیونکہ ان کا خیال تھا کہ پانڈو برادران کو جلا کر خاکستر کرنے میں اس پروچن کا بھی ہاتھ ہے لیکن پانڈو برادران اور ان کی ماں کے مرنے کا لوگوں نے ماتم کیا اور کھلے عام لوگوں نے ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹوں کو برا بھلا کہا آخر پانڈو برادران کے جل مرنے کی خبریں ہستنا پور بھی پہنچ گئی تھیں دوسری طرف منترا اور پرمانند نے بھی واناوات شہر سے نکل کر ہستنا پور جا کر پانڈو برادران کے چچا ودورا کو تفصیل سے بتا دیا تھا کہ پانڈو برادران اپنی ماں کے ساتھ سرنگ کے ذریعے سے نکل کر دریائے گنگا کے کنارے پر گئے اور وہاں پر کشتی کے ذریعے دریائے گنگا کے جنوب کی طرف بڑھنے والے جنگل میں داخل ہو گئے ہیں اس پر ودورا نے سکھ اور چین کا سانس لیا تھا۔

پانڈو برادران اور ان کی ماں کے جل مرنے کی خبریں جب ہستنا پور پہنچیں تو سب سے زیادہ متفکر جس شخص کو ہوا وہ بھیشم تھا اس نے پانڈو برادران کے مرنے پر نہ صرف یہ کہ ماتم کیا بلکہ اس نے دھرت راشٹر کو بھی برا بھلا کہا کہ اس نے کیوں پانڈوں اور ان کی ماں کو واناوات بھیج دیا تھا اس کے بعد پانڈو برادران اور ان کی ماں کی آخری رسومات ادا کرنے کے لیے بھیشم ودورا۔ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے واناوات شہر پہنچے اور ملبے کے اندر سے جو ہڈیوں پر مشتمل جلی ہوئی سات لاشیں برآمد ہوئی تھیں۔ دریائے گنگا کے کنارے ان کی آخری رسومات ادا کر دی گئی تھیں۔ ان رسومات کے بعد سب لوگ ہستنا پور کی طرف لوٹ گئے تھے دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے پانڈو برادران کے مرنے پر بے حد غمزدہ اور پریشان حال لگتے تھے لیکن اندر ہی اندر وہ خوشیاں منا رہے تھے اس لیے وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنی تدبیر سے پانڈو برادران کو اپنے راستے سے ہٹا کر اپنے لیے ہستنا پور کی حکومت کے راستے صاف کر لیے ہیں۔

دریائے گنگا کے کنارے آخری رسومات میں شرکت کرنے کے بعد بھیشم جب واپس ہستنا پور

پہنچا تو اس کی زندگی بھی بدل کر رہ گئی تھی اس نے پانڈو برادران کے غم اور سوگ میں لوگوں سے بات چیت کرنا بند کر دی تھی اور ایک طرح سے اس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی وہ چپ چاپ اور اداس رہنے لگا تھا ودورا کو بھیشم کی اس حالت کا انتہائی دکھ اور صدمہ تھا بھیشم کی حالت کم از کم اس کے لیے ناقابل برداشت تھی اس لیے جب ایک روز بھیشم اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا ودورا اس کے پاس گیا اس نے اس کے کمرے کے سارے دروازے بند کر دیے پھر وہ بھیشم کے پاس بیٹھ گیا اور انتہائی رازداری میں اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

آپ نے ہم سب بھائیوں کی پرورش ایک سگے باپ کی طرح کی ہے لہذا آپ کے احسانات اور آپ کی ہمدردیوں کو دیکھتے ہوئے میں آپ کو پانڈو برادران کے سلسلے میں غمزدہ اور ویران حال نہیں دیکھ سکتا آپ پانڈو برادران کے لیے ماتم اور سوگ کرنا بند کر دیں اس لیے وہ پانچوں بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ زندہ اور خوش ہیں اس انکشاف پر بھیشم چونک سا پڑا اور انتہائی مشکوک اور حیرت ملے جلے سے انداز میں اس نے ودورا کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا یہ تم کیا کہہ رہے ہو اگر پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ زندہ اور محفوظ ہیں تو پھر وارناوات کے راج محل میں جو سات لاشیں ملی ہیں وہ کس کی ہیں اور کس کے لیے دریائے جمنا کے کنارے آخری رسومات ادا کی گئی ہیں۔ بھیشم کے اس بے تابانہ استفسار پر ودورا تھوڑی دیر کے لیے مسکراتا رہا پھر اس نے بھیشم پر نئے انکشافات کرتے ہوئے کہا۔

میں آپ کو پانڈو برادران اور ان کی ماں کنتی کے متعلق تفصیل سے بتاتا ہوں دراصل ہمارے بھائی دھرت راشٹر نے پانڈو برادران اور ان کی ماں کو ایک سال کے لیے وارناوات شہر کے محل کی طرف بھیجا تھا تو یہ سب کچھ اس نے ایک سازش کے تحت کیا تھا اس سازش کے تحت دھرت راشٹر پانڈو برادران کو اپنے راستے سے ہٹا کر اپنے بیٹے دریودھن کو ہستناپور کا راجہ بنانا چاہتا تھا اس کے بعد ودورا نے پروچن لونڈی کے ذریعے وارناوات کے راج محل کو جلانے کی سازش اور اس سازش کے متعلق اپنی آگاہی اور پانڈو برادران کو محل سے نکال کر دریائے گنگا کے پار جنگل میں پہنچانے کے حالات مزے لے لے کے سنا دیے تھے۔ یہ سارے واقعات سن کر بھیشم بے حد خوش ہوا تھا اس نے دھرت راشٹر اور اس کے بیٹوں کو ایسا کرنے پر برا بھلا کہا وہاں اس نے ودورا کی دانش مندی اور پانڈو برادران سے اس کی محبت کی بھی بے حد تعریف کی اس کے بعد بھیشم اور ودورا کے درمیان یہ طے پایا کہ جب تک حالات کسی مناسب موڑ پر نہیں پہنچتے اس وقت تک پانڈو برادران اور ان کی ماں کے ان سارے حالات کو راز میں رکھا جائے گا اس طرح بھیشم پر سارے

انکشافات کرنے کے بعد ودورا وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

پانچوں پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ دریائے گنگا کو عبور کرنے کے بعد سدھاوت نام کے جنگلات میں داخل ہوئے تھے پھر وہ اس جنگل میں بڑی تیزی کے ساتھ جنوب کی طرف بڑھنے لگے تھے۔ پانچوں بھائیوں نے اپنی ماں کے ساتھ برق رفتاری سے جنوب کی طرف سفر کیا۔ اور جب اگلے روز کا سورج طلوع ہوا تو وہ وارناوات شہر سے کافی دور جا چکے تھے سورج طلوع ہونے کے بعد بھی احتیاطاً انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ وہ اس کوشش میں تھے کہ وہ وارناوات شہر سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر چلے جائیں تاکہ کسی جاننے والے کی نگاہ ان پر نہ پڑے یہ سفر دوپہر تک جاری رہا یہاں تک کہ دوپہر کے قریب وہ سب ایک گھنے درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے اور اپنے بھائی بھیم سین کو انہوں نے پانی کی تلاش میں روانہ کیا۔

بھیم سین کچھ دیر تک سدھاوت نام کے اس جنگل میں پانی کی تلاش میں سرگرداں رہا یہاں تک کہ قریب ہی اس کو ایک جوہڑ مل گیا جو لبالب پانی سے بھرا ہوا تھا اور اس کا پانی کسی نیلی جھیل جیسا شفاف ستھرا نیلگوں تھا اس جوہڑ کے اندر کنول کی بیلیں پھیلی ہوئی تھی اور کنول کے پھول اور پتے اس کے اندر تیرتے ہوئے بڑے خوبصورت دکھائی دے رہے تھے بھیم سین اس جوہڑ کو پا کر بے حد خوش ہوا پہلے اس نے کنول کا ایک پتہ توڑ کر اس کا پیالہ بنایا پھر اس نے اس کو بھر کر پانی پیا پھر وہ اس جوہڑ میں نہایا۔ اور تازہ دم ہو کر وہ واپس اس درخت کی طرف روانہ ہوا جس کے سائے میں اس کی ماں اور اس کے بھائی آرام کر رہے تھے۔

ان کے پاس پہنچتے ہی بھیم سین نے خوشی میں چلاتے ہوئے اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے بھائیوں اے میری ماں ہم خوش قسمت ہیں کہ ذرا فاصلے پر ہی شفاف پانی کا ایک جوہڑ ہے ہمارے پاس اس وقت زاد راہ تو ہے لیکن پینے کا پانی نہیں میرا مشورہ یہ ہے کہ اس درخت کے بجائے اب ہمیں اس جھیل کے کنارے کسی درخت کے سائے میں جا کر بیٹھنا چاہیے پہلے وہاں جا کر کھانا کھاتے ہیں پھر ہم اس جھیل کے کنارے آرام بھی کر لیتے ہیں سب نے بھیم کے اس مشورے سے اتفاق کیا پھر وہ سب اٹھ کر اس جوہڑ کے کنارے آئے پہلے سب نے مل کر کھانا کھایا پھر انہوں نے اس جوہڑ کا پانی بھی پیا پھر بھیم سین کے علاوہ ان کے چاروں بھائی اور ان کی ماں کنتی ایک سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ کر آرام کرنے لگے جبکہ بھیم سین ان کے پاس بیٹھ کر ان کی حفاظت اور رکھوالی کرنے لگا تھا۔

○

عارب اور نبیلہ دونوں میاں بیوی دریائے جمنا کے کنارے پتھروں پر بیٹھے ہوئے تھے اور بلی

دھند کی قوتیں ان دونوں کے اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں کہ یکایک وہاں عزازیل نمودار ہوا اسے دیکھتے ہی عارب اور نبیطہ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے عزازیل ان کے قریب آیا اور کہنے لگا اے میرے دونوں صاحبو! میں ایک نئی اور انوکھی مہم کی ابتدا کر رہا ہوں پہلے میں تمہیں یہ بتا دوں کہ یہ مہم کیسی ہے اور کس کے خلاف ہے۔ اس کے بعد میں تمہیں اس مہم میں شامل کرنے کی دعوت دیتا ہوں عارب نے فوراً بولتے ہوئے کہا اے آقا اپنی اس مہم سے متعلق کچھ کہنے سے پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب دیجیے اس پر عزازیل نے ایک طرح سے چونک کر عارب کی طرف دیکھا اور ذو معنی انداز میں اس نے پوچھا بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو اور اس کے جواب میں عارب کہنے لگا۔

اے آقا آپ نے امبا نام کی کاسی کی راجکماری کو پھولوں کا ایک ہار مہیا کیا تھا اور اسے یہ بتایا تھا کہ جس شخص کے گلے میں بھی وہ یہ ہار ڈالے گی وہ شخص اس کے لیے بھیشم سے انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے گا لیکن وہ ہار کوئی بھی اپنے گلے میں ڈلوانے پر آمادہ نہ ہوا اس لیے کہ ہر کوئی بھیشم کی جنگجو طبیعت سے خوفزدہ تھا اور ان حالات سے مایوس ہو کر امبا نے جنگل میں آگ کے اندر کود کر خودکشی کر لی تھی جبکہ آپ کا دیا ہوا وہ ہار ریاست پنچال کے راجہ کے دربار میں وہ ایک ستون کے ساتھ لٹکا آئی تھی بعد میں اے میرے آقا آپ نے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کے چھوٹے اور معصوم بچے کو وہ ہار پہننے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور آپ نے ہم پر یہ انکشاف بھی کیا تھا کہ اب وہ راجہ پنچال کا بیٹا بڑا اور جوان ہو کر بھیشم سے انتقام لے گا اے آقا اب اس واقعہ کو کئی برس گزر چکے ہیں وہ لڑکا اب جوان بھی ہو چکا ہو گا لیکن ابھی تک تو آپ نے ہمیں نہ اس لڑکے کا نام بتایا ہے اور نہ ہی اس نے بھیشم سے انتقام لیا ہے، کیونکہ بھیشم اب بھی ریاست ہستناپور کے اندر زندہ ہے اور بڑے احسن طریقے سے وہ ریاست کے معاملات کو چلا رہا ہے۔ عارب کی یہ گفتگو سن کر عزازیل دھیمے دھیمے مسکرایا پھر وہ کہنے لگا۔

اے عارب میرے رفیق تم نے جو کچھ پوچھا ہے اس کے بتانے کا ابھی وقت نہیں آیا بے شک راجہ دروپدہ کا وہ لڑکا جس نے اپنے گلے میں میرا دیا ہوا ہار ڈالا تھا وہ بھی جوان ہو چکا ہے اور میں تم سے یہ بھی کہوں کہ ایک نہ ایک روز وہ بھیشم سے انتقام ضرور لے گا لیکن ابھی اس انتقام کا وقت نہیں آیا اور یہ وقت عنقریب بلکہ جلد آنے والا ہے اور جہاں تک ... راجہ پنچال کے اس لڑکے کے نام کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں بھی تم ابھی تک خاموشی ہی اختیار کیے رکھو میں عنقریب نہ صرف یہ کہ اس جوان کا نام تمہیں بتاؤں گا بلکہ تمہیں اس کے پاس لے جا کر اس کی نشاندہی بھی کروں گا کہ وہ کون سا جوان ہے جو بھیشم سے انتقام لینے والا ہے عزازیل کا یہ جواب سن کر عارب اور نبیطہ دونوں میاں بیوی کسی قدر مطمئن ہو گئے تھے اس کے بعد

اس بار نبیطہ نے عزازیل کو مخاطب کر کے پوچھا اے آقا اب اس مہم سے متعلق تفصیل بتائیے جس کے لیے آپ ہمارے پاس آئے ہیں اس پر عزازیل پھر کہہ رہا تھا۔

اے میرے صاحبو تم جانتے ہو کہ پانڈو برادران کے خاتمے کے لیے میں نے دریودن کو یہ مشورہ دیا تھا کہ جب پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ واناوات شہر میں قیام کریں تو وہ اس محل کو آگ لگا کر پانڈو برادران اور ان کی ماں کا خاتمہ کر دے۔ جس کے اندر وہ واناوات شہر میں رہائش رکھیں دریودن نے میری اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے اپنی ایک لونڈی کو اس کام پر مقرر کیا تھا اس لونڈی کا نام پروچن تھا اور اس کے ذمے دریودن نے یہ کام لگایا تھا کہ جب کبھی بھی پانچوں پانڈو بھائی اور ان کی ماں کنتی رات کے وقت غفلت کی حالت میں ہوں تو وہ اس راج محل کو آگ لگا دے تاکہ وہ پانچوں اپنی ماں کے ساتھ جل کر راکھ ہو جائیں اور اس طرح اپنے باپ دھرت راشٹر کے بعد دریودن کو ہستناپور کا راجہ بننے کا موقع مل جائے۔

لیکن اے میرے دونوں رفیقو جانتے ہو کیا ہوا پروچن کو ایسا کرنے کا موقع بھی نہ ملا ان پانڈو بھائیوں کو شاید دریودن کے اس سارے فریب کا علم ہو چکا تھا اور جہاں تک میں سمجھا ہوں پروچن سے پہلے ہی یہ پانڈو حرکت میں آ گئے اور گذشتہ رات واناوات شہر کے اس راج محل کو آگ لگانے کے بعد یہ وہاں سے بھاگ نکلے اور اس وقت یہ پانچوں بھائی اپنی ماں کے ساتھ دریائے گنگا کے اس پار سدھاوت نام کے جنگل میں ایک جوہڑ کے کنارے لیٹ کر ستا رہے ہیں اے میرے دونوں صاحبو ریاست ہستناپور میں پانڈو بھائی اور ان کی ماں حق پر ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں ہستناپور کا راجہ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے باطل پر ہیں اور حق کے مقابلے میں باطل کی طرف داری کرنا اور باطل پرستی کرنا میرے فرائض میں شامل ہیں یہ پانڈو برادران چونکہ سچائی پر ہیں اور بھاگنے میں کامیاب ہو چکے ہیں پر میں انہیں بھاگنے نہیں دوں گا اور سدھاوت کے جنگل ہی میں ان کا خاتمہ کروا دوں گا۔ اے عارب اور نبیطہ سدھاوت نام کے جنگلات میں ابھی تک پرانے اور قدیم لوگ بستے ہیں اور ان میں سے اکثر تو وحشی اور آدم خور بھی ہیں جنگل کے اندر جوہڑ کے کنارے جس جگہ پانچوں پانڈو بھائیوں نے اپنی ماں کنتی کے ساتھ قیام کیا ہوا ہے جنگل کا یہ حصہ وحشی قوم کے ایک سردار کی ملکیت ہے اور اس سردار کا نام ہڈمبا ہے یہ سردار انتہائی جابر ظالم اور ستم گر ہے اس کے ماں باپ مر چکے ہیں اور رشتہ داروں میں اس کی صرف ایک بہن ہے جس کا نام ہڈمبی ہے جس قدر یہ ہڈمبا بدخو ظالم اور جابر ہے۔ اسی قدر اس کی بہن نیک خو طہارت پسند اور پاکیزہ خیالات رکھنے والی لڑکی ہے لہٰذا یہاں بھی میں نیکی اور بدی کے درمیان کشمکش پیدا کروں گا اے میرے ساتھیو میں ابھی اور اسی وقت تمہارے ساتھ سدھاوت نام کے جنگل میں ہڈمبا کی طرف جاؤں گا وہ میرا پرانا اور قدیم جاننے والا ہے اور میں آں

کو اس بات پر آمادہ کر دوں گا کہ وہ جنگل میں پانڈو برادران اور ان کی ماں کے خلاف حرکت میں آئے اور ان کا خاتمہ کر دے کر اس طرح جو کام دریودن نہیں کر سکا وہ میں اس ہدمبا کے ہاتھوں سدھاوت کے جنگل میں کروا دوں گا بس تم میرے ساتھ یہاں سے کوچ کرنے کی تیاری کرو عارب اور نبیطہ نے عزازیل کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ اس کے ساتھ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد عارب اور نبیطہ کے ساتھ عزازیل سدھاوت نام کے اس جنگل میں سردار ہدمبا کی بستی میں نمودار ہوا اور اس کی حویلی کے دروازے پر اس نے دستک دی تھی سدھاوت کے اس حصے کے وحشی قبائل کے سردار ہدمبا نے خود ہی دروازہ کھولا تھا اور عزازیل کو اپنی حویلی کے دروازے پر کھڑا دیکھ کر وہ بے انتہا خوش ہوا آگے بڑھ کر اس نے عزازیل کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اس نے مسرتوں بھرے لہجے میں کہا اے عزازیل میرے محسن دروازہ تو کھلا ہوا تھا پھر آپ کو حویلی کے اس دروازے پر دستک دینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی آپ میرے محسن اور مربی ہیں آپ جب اور جس وقت چاہیں اس حویلی میں داخل ہو سکتے ہیں آپ جانتے ہیں کہ اس حویلی میں میری بہن ہدمبی اور میرے چند ملازم ہی رہتے ہیں جو سب آپ کے خوب جاننے والے ہیں لہذا آپ کو حویلی کا دروازہ بلا جھجک کھول کر اندر چلے آنا چاہیے تھا ہدمبا کا یہ جواب سن کر عزازیل خوش ہوا اور کہنے لگا۔

اے ہدمبا میرے ساتھ یہ عارب اور نبیطہ ہیں یہ دونوں میاں بیوی ہیں اور میرے بہترین اور قابل اعتماد کارکن اور ساتھیوں میں سے ہیں سنو ہدمبا میں تمہاری بستی میں ایک انتہائی اہم کام کے سلسلے میں داخل ہوا ہوں۔ اس پر ہدمبا نے فوراً عزازیل کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا اے میرے محسن آپ میرے ساتھ انہیں پہلے آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مہمان خانے میں بیٹھتے ہیں اس کے بعد جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں ضرور کہیئے اس پر عزازیل خاموش رہا ہدمبا اس کا ہاتھ پکڑ کر مہمان خانے میں لایا عزازیل عارب اور نبیطہ کو اس نے ایک نشست پر بٹھایا اتنی دیر تک ہدمبا کی چھوٹی بہن ہدمبی بھی کمرے میں داخل ہوئی اس نے بھی عزازیل سے سلام کیا اور ہدمبا کے قریب ان کے سامنے بیٹھ گئی پھر ہدمبا نے عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے محسن اب کہیئے آپ کیا چاہتے ہیں اس پر عزازیل اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھا پھر وہ ہدمبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اے ہدمبا تیری بستی کے شمال میں پانی کا جو ایک صاف ستھرا اور شفاف جوہڑ ہے اس کے کنارے درختوں کے نیچے کچھ لوگ سستا رہے ہیں یہ تعداد میں چھ ہیں ان میں سے پانچ تو نوجوان ہیں اور آپس

میں بھائی ہیں جبکہ چھٹی ان کی ماں ہے جس کا نام کنتی ہے یہ پانچوں بھائی پانڈو برادران کے نام سے مشہور ہیں اور ان کا تعلق ریاست ہستناپور کے حکمران خاندان سے ہے یہ پانچوں بھائی اور ان کی ماں نہ صرف ہستناپور کے حکمران خاندان کے دشمن ہیں بلکہ تم یہ سمجھو کہ میرے بھی بدترین دشمن ہیں لہذا میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ اگر یہ پانچوں اپنی ماں کے ساتھ تمہاری بستی میں داخل ہوں گے تو تمہاری بستیوں میں تمہارے خلاف نفرت اور کینہ پھیلا کر ایسے ہولناک اور خطرناک کھیل کی ابتدا کریں گے کہ تمہارے لوگوں کو تمہارے ہی خلاف کر دیں گے تمہارا ان بستیوں کے اندر ایک سردار کی حیثیت سے رہنا انتہائی دو بھر اور مشکل ہو کر رہ جائے گا لہذا اگر تم ایک سردار کی حیثیت سے اپنے قبائل کے اندر ایک باعزت زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو اے ہدمبا تمہارے ایک محسن اور ایک مربی کی حیثیت سے میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ ان پانچوں پانڈو بھائیوں کو ان کی ماں کے ساتھ قتل کر دو اس طرح آنے والے دور میں تمہارے لیے خطرات ٹل سکتے ہیں۔

عزازیل کی یہ گفتگو سن کر ہدمبا نہ صرف یہ کہ چونک سا پڑا بلکہ اس کے چہرے پر تفکرات کے آثار بھی نمایاں ہو گئے تھے پھر اس نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالتے ہوئے عزازیل سے کہنا شروع کیا اے میرے محسن جو کچھ آپ نے کہا ہے میں جانتا ہوں اس میں میری بہتری اور بھلائی ہو گی اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میں طاقت اور قوت میں اپنی مثال اپنا جواب نہیں رکھتا میں چاہوں تو اکیلا اس جوہڑ کی طرف جاؤں اور ان پانچوں بھائیوں کو ان کی ماں سمیت قتل کر کے جنگل میں دفن کر دوں یہ بات کہتے کہتے ہدمبا تھوڑی دیر کے لیے رک گیا تھا اسی دوران اس کی چھوٹی بہن ہدمبی وہاں سے نکل کر باہر چلی گئی تھی تھوڑی دیر رکنے کے بعد ہدمبا عزازیل کو مخاطب کر کے پھر کہہ رہا تھا۔

اے میرے محسن آپ بے فکر اور مطمئن رہیں یہ پانچوں پانڈو بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ اب یہاں سے بھاگ کر نہ جا سکیں گے میں انہیں موقع ہی فراہم نہ کروں گا کہ یہ میری بستی میں داخل ہو کر میرے خلاف تباہی اور بربادی کا آغاز کریں میں اس جوہڑ کے کنارے ہی ان کا خاتمہ کر کے رکھ دوں گا۔ ہدمبا کی گفتگو سن کر عزازیل خوش ہوا اور کہنے لگا۔

اے ہدمبا اگر یہ بات ہے تو پھر وقت ضائع کرنے کی کیا ضرورت ہے اپنے چند ساتھیوں کو ساتھ لو اور تمہاری بستی کے شمال کی طرف جو جوہڑ ہے اس کی طرف چلیں اور ان پانچوں پانڈو بھائیوں کا ان کی ماں سمیت خاتمہ کر کے رکھ دیں۔ عزازیل کی اس گفتگو پر ہدمبا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اپنے ایک ملازم کو اس نے بستی کے پانچ جوانوں کو بلانے کا حکم دیا اور پھر دوبارہ وہ عزازیل کے پاس بیٹھتے ہوئے بولا میرے محسن میرے مربی میں نے اپنی بستی کے سب سے طاقتور پانچ جوانوں کو طلب کیا ہے۔

کیسا انجام کرتا ہوں اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر یوناف نے تھوڑی دیر تک جواب نہ دیا گیا تو یوناف اور بیوسا دونوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور اس کوہستانی سلسلے سے وہ دریائے گنگا کی اس سرائے کی طرف کوچ کر گئے تھے جہاں انہوں نے قیام کر رکھا تھا۔

دوسری طرف جب یوناف اور بیوسا وہاں سے چلے گئے تھے تب نبیطہ نے فکرمندی کے انداز میں عزازیل سے پوچھا اے میرے آقا یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا کیا بیوسا اب ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو چکی ہے اور آئندہ وہ کبھی ہم سے ملاقات نہ کرے گی اور یہ کہ اب وہ اپنی پوری زندگی یوناف ہی کے ساتھ گزار دے گی یوناف کے ساتھ وہ انتہائی طور کی نفرت کرتی رہی ہے اے آقا مجھے خدشہ ہے کہ بیوسا کہیں یوناف کے ساتھ شادی ہی نہ کر لے اگر ایسا ہوا تو میں سمجھوں گی کہ یہ بہت برا ہوا کیونکہ ایسا ہونے کے بعد تو وہ ہمیشہ کے لیے یوناف کی ہی ہو کر رہ جائے گی اور کبھی بھی وہ ہمارے ساتھ ملنے پر آمادہ نہ ہو گی۔ نبیطہ کی اس گفتگو پر عزازیل نے گردن جھکا کر کچھ سوچا پھر کہنے لگا اے نبیطہ سنو اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ بیوسا اب یوناف سے نفرت نہیں کرتی اور جہاں تک محبت کا تعلق ہے میں نہیں سمجھتا کہ وہ نفرت ترک کر کے یوناف سے محبت کرنے لگی ہو تاہم اسے یوناف سے ہمدردی اور غمگساری ضرور ہے تبھی وہ اس کا ساتھ دے رہی ہے اور اگر ان دونوں کا ساتھ طویل ہوتا چلا گیا تو یوناف کے کارناموں کی وجہ سے بیوسا خود بھی اس کی محبت میں مبتلا ہو جائے گی۔ اور ایک نہ ایک روز وہ ضرور اس کے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہو جائے گی لیکن اے نبیطہ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا ایسا وقت آنے سے پہلے ہی میں بیوسا کو ایک عجیب سے کرب اور یوناف کو ایک مجبوری میں ڈال کر رکھ دوں گا وہ دونوں ایک دوسرے کو ڈھونڈتے اور تلاش کرتے کرتے ہی ختم ہو کر رہ جائیں گے۔

عزازیل کی اس بات پر عارب نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا آپ ان کے ساتھ کیا معاملہ کریں گے دونوں ایک دوسرے کو تلاش کرتے کرتے ہی ختم ہو جائیں گے اس پر عزازیل کہنے لگا سنو میرے دونوں ساجو عنقریب میں مصر کے دور دور تک پھیلے ہوئے اہرام کے اندر ایک بڑا ہی پرفریب جال بنوں گا ان اہرام کے اندر میں نہ صرف یہ کہ امحوتپ کے قدیم طلسم کو حرکت میں لاؤں گا بلکہ اپنی طرف سے بھی ایک عجیب طلسم اور دیگر قوتیں ان اہرام کے اندر ڈالوں گا اور پھر بیوسا کو میں ابھی انہی سری قوتوں کا شکار کر کے ان اہرام کے اندر قید اور اسیر کر کے رکھ دوں گا اور پھر میں ان اہرام کے اندر ایسا سلسلہ قائم کروں گا کہ ابلیکا یا یوناف جب کبھی بیوسا کو اس اسیری سے چھڑانے کے لیے ان اہرام میں داخل ہونے کی کوشش کریں گے تو ایک ناقابل برداشت اذیت میں مبتلا ہو کر ان اہرام سے بھاگ کھڑے ہوں گے اس طرح ابلیکا اور یوناف کبھی بھی ان اہرام

اور جب وہ آ گئے ہیں تو ہم اس جوہڑ کی طرف روانہ ہوتے ہیں جہاں پر پانڈو برادران اپنی ماں کے ساتھ ستا رہے ہیں اور ان پانچوں پانڈو بھائیوں پر میں اپنی بستی کے پانچوں طاقتور جوانوں کو چھوڑ دوں گا اور پھر اے میرے محسن دیکھنا میرے یہ پانچوں جوان ان کی کیا حالت بناتے ہیں ہدمبا کی اس تدبیر اور تجویز سے عزازیل بے حد خوش ہوا تھوڑی دیر تک ہدمبا کے طلب کیے گئے پانچوں جوان مسلح ہو کر وہاں پہنچ گئے لہذا ہدمبا انہیں ساتھ لے کر عزازیل عارب اور نبیطہ کے ساتھ اپنی بستی کے شمال میں اس جوہڑ کی طرف چل دیا تھا جس کے کنارے پانچوں پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ آرام کر رہے تھے۔

دوسری طرف وحشیوں کے سردار ہدمبا کی بہن ہدمبی بھی اپنی پوری رفتار سے بھاگتی ہوئی اس جوہڑ کے کنارے آئی جہاں پر بھیم سین ایک درخت کے سائے میں بیٹھا اپنے آرام کرتے بھائیوں اور ماں کی حفاظت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ ہدمبی بھاگتی ہوئی بھیم سین کے پاس آئی اور اسے مخاطب کر کے بدحواسی میں کہنے لگی کیا تم ہستناپور کے پانڈوں برادران ہو اور تمہارے ساتھ یہ تمہاری ماں ہے۔ ہدمبی کو بدحواسی کی حالت میں دیکھ کر بھیم سین کے چہرے پر کچھ تفکرات سے نمودار ہوئے تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بڑے پرسکون لہجے میں اس نے ہدمبی کو جواب دیتے ہوئے کہا تمہارا اندازہ درست ہے میرا نام بھیم سین ہے اور یہ چاروں سونے والے میرے بھائی ہیں جبکہ ہمارے ساتھ ہماری ماں ہے اس کا نام کنتی ہے اور ہم پانچوں پانڈو برادران ہیں اور ہمارا تعلق واقعی ہستناپور سے ہے ابھی یہ گفتگو شروع ہی ہوئی تھی کہ بھیم سین کے سونے والے بھائی اور ماں اٹھ کر بیٹھ گئے اور وہ سب حیرت سے کبھی بھیم سین اور کبھی اس کے سامنے بدحواس کھڑی ہدمبی کی طرف دیکھ رہے تھے اس بار ہدمبی نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا۔

دیکھو میرا نام ہدمبی ہے اور میں ان علاقوں کے سردار ہدمبا کی بہن ہوں میں تم لوگوں کو ایک خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے آئی ہوں عزازیل نام کا ایک شخص ہے وہ میرے بھائی ہدمبا کا خوب جاننے والا بلکہ یہ کہ محسن اور اس کا مربی ہے اس نے میرے بھائی پر یہ انکشاف کیا کہ ہستناپور سے تعلق رکھنے والے پانچ پانڈو بھائی اپنی ماں کے ساتھ ہماری بستی کے شمال میں ایک جوہڑ کے کنارے آرام کر رہے ہیں لہذا تم ان سب کا خاتمہ کر دو میں نہیں جانتی کہ اس عزازیل کی تمہارے ساتھ کیا دشمنی اور عداوت ہے پر میں تم سے یہ کہوں کہ میرا بھائی اس عزازیل کی بات ماننے پر تیار ہو چکا ہے وہ اپنے کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ یہاں پہنچنے ہی والا ہے اور آتے ہی تم سب کا خاتمہ

کے اندر داخل ہونے میں کامیاب نہ ہوں گے جب کہ یوسا سنز کے طور پر اپنی ساری زندگی ایک قیدی کی حیثیت سے انہی اہرام کے اندر گزار دے گی عارب اور نبیطہ دونوں نے عزازیل کی اس تجویز کو پسند کیا پھر وہ تینوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔

○

باکا اور اس کے بن مانس کی موت کے تقریباً ایک ماہ بعد ایک روز پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ اس برہمن کے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جس کے ہاں انہوں نے قیام کر رکھا تھا کہ اس روز بستی میں ایک اجنبی شخص داخل ہوا جو اپنے لباس سے برہمن لگتا تھا اس کے ہاتھ میں پیتل کی بنی ہوئی ایک بہت بڑی گھنٹی تھی اور وہ گھوڑے پر سوار تھا اور اس کے حلیے سے لگتا تھا جیسے وہ ایک طرح کا ہنجارا ہو اور کوئی خاص پیغام بستی بستی اور شہر شہر دیتا پھر رہا ہو اس اجنبی برہمن کو دیکھ کر پانڈو برادران نے اس کو روکا اسے اپنے ہاں بٹھلیا پہلے اسے کھانے پینے کو کچھ دیا پھر انہوں نے اس اجنبی برہمن سے اس شہر میں داخل ہونے اور اپنے پاس پیتل کی بڑی گھنٹی رکھنے کی وجہ پوچھی تب اس برہمن نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے میرے مہربان میزبانو! میں ہوں تو ایک برہمن پر میں بستی بستی ایک پیغام دیتا پھر رہا ہوں جس کا تعلق ریاست پنچال کے مرکزی شہر کمپیلہ سے ہے اور اس وقت میں ریاست ہستناپور سے لوٹ رہا ہوں اس برہمن کے اس انکشاف پر یدھشٹر نے بے چین ہو کر پوچھا اے برہمن جب تم ریاست پنچال کے مرکزی شہر کمپیلہ کے رہنے والے ہو تو پھر تم ہستناپور کیا لینے گئے تھے وہ برہمن کہنے لگا۔

سنو میرے میزبانو! ریاست ہستناپور کے پانچ راجکمار تھے جو پانڈو برادران کے نام سے مشہور تھے اور ان کی ماں کا نام کنتی تھا ریاست ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے انہیں ایک شہر وارناوات کی طرف ایک سال کے لیے بھیج دیا تھا اور پھر ایک سازش کے تحت وارناوات کے اس محل کو اس نے آگ لگا دی تھی جس میں ان پانچوں بھائیوں نے اپنی ماں کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ دراصل ہستناپور کا راجہ دھرت راشٹر اپنے ان بھتیجوں سے نفرت کرتا تھا کیونکہ ان کی موجودگی میں وہ ان کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ اپنے بعد اپنے بیٹے دریودن کو وہاں کا راجہ بنا سکے وارناوات کے اس راج محل کو آگ لگنے کے بعد خبریں پھیل گئی کہ پانچوں پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ جل مرگئے ہیں لیکن ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کو یقین نہ آیا اسے شک تھا کہ پانڈو برادران اپنی ماں کے ساتھ کہیں پہلے ہی بھاگ کر اپنی جانیں بچا چکے ہوں گے اس کے علاوہ دروپدہ کو یہ بھی شک تھا کہ یہ پانچوں بھائی اپنی ماں کنتی کے ساتھ کہیں بھیس بدل کر زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔

جس وقت وارناوات شہر کو آگ لگنے اور محل کو آگ لگنے کی خبریں پھیلی تھیں تو ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ نے کئی روز تک اپنے ہاں سوگ منایا تھا کیونکہ وہ پانڈو راجکماروں کو بے حد پسند کرتا تھا چونکہ اس کو شک تھا کہ پانڈو برادران اپنی ماں کے ساتھ زندہ ہیں لہذا اس نے اس سلسلے میں اپنے ایک مشیر سے مشورہ کیا اور اس نے اسے یہ تجویز پیش کی کہ چونکہ پانڈو برادران بہترین تیغ زن ہونے کے علاوہ عمدہ قسم کے تیر انداز بھی ہیں لہذا وہ اپنی بیٹی دروپدی کا سوئمبر رچانے کا اعلان کرے اور اس کے لیے دور اور نزدیک کی ساری ریاستوں کو اس سوئمبر کی اطلاع دے اس طرح سوئمبر کا اعلان ہوتے ہی پانڈو برادران بھی اس میں حصہ لینے کے لیے ضرور آئیں گے اور اس طرح دروپدہ کو یہ یقین ہو سکتا ہے کہ پانڈو برادران زندہ ہیں۔

دروپدہ نے اپنے اس مشیر کی تجویز کو پسند کیا لہذا اس نے میرے جیسے اَن گنت برہمنوں کا انتخاب کیا اور انہیں مختلف ریاستوں کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ مختلف قصبوں اور شہروں میں اس کی بیٹی کے سوئمبر کا اعلان کریں ان برہمنوں میں سے میں بھی ایک برہمن ہوں جو دروپدی کے اس سوئمبر کا اعلان ہستناپور کی ریاست میں کر کے آیا ہوں اور اب میں واپس جاتے ہوئے راستے میں پڑنے والے سارے شہروں میں یہ اعلان کرتا چلا جاؤں گا اس قدر کہنے کے بعد وہ اجنبی برہمن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اکاشک شہر میں اس نے گھوم پھر کر ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کی بیٹی کے سوئمبر کا اعلان کیا اور پھر وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔

برہمن کے جانے کے بعد کنتی نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میرے بیٹو میری بات غور سے سنو میں چاہتی ہوں کہ اب ہم بھی یہاں اکاشک شہر سے ریاست پنچال کے مرکزی شہر کی طرف روانہ ہو جائیں اس نووارد برہمن کی گفتگو سن کر مجھے بے حد خوشی اور اطمینان ہوا ہے کمپیلہ شہر میں داخل ہونے کے بعد ہم حالات کا جائزہ لیں گے اگر حالات ہمارے لیے بہتر اور سازگار ہوئے تو تم پانچوں بھائی بھی اس سوئمبر میں حصہ لینا اور مجھے امید ہے کہ تم میں سے کوئی نہ کوئی وہ سوئمبر جیتنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اگر ہم نے سوئمبر جیت لیا اور ریاست پنچال کے راجہ کی بیٹی کو ہم نے حاصل کر لیا میں سمجھتی ہوں کہ اس کی مدد سے ہم ہستناپور میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس کی مدد سے ہم ہستناپور میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ریاست پنچال کے مرکزی شہر کمپیلہ میں داخل ہونے کے بعد ہم کسی سرائے میں قیام کر کے سوئمبر میں حصہ لیں گے۔ پانچوں بھائیوں نے اپنی ماں کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور دوسرے روز وہ ریاست پنچال کے مرکزی شہر کمپیلہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

○

عارب اور نبیطہ کے ساتھ ایک روز عزازیل مصر کے مرکزی شہر ممفس سے باہر سنکارا کے کھلے کھلے اور وسیع میدانوں کے اندر مصر کے قدیم ترین فرعون زوسر کے اہرام کے سامنے نمودار ہوا۔ اہرام کے دروازے کے قریب آ کر عزازیل رک گیا اور پھر اس نے عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے میرے رفیقان دیرینہ۔ کیا تم جانتے ہو میں تم دونوں کو مصر کے اس سب سے بڑے اہرام کے پاس کیوں لایا ہوں عزازیل کے اس سوال پر عارب نے بولتے ہوئے کہا اے میرے آقا ہم کیا جانیں کہ ہمیں یہاں لانے میں آپ کا کیا مقصد اور مدعا ہے۔ دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم کے کنارے ہمیں آپ نے اپنے ساتھ چلنے کا حکم دیا اور ہم دونوں بغیر کچھ کہے آپ کے ساتھ ہو لیے اب آپ کہیے کہ اس اہرام کی طرف آنے کا آپ کا کیا مقصد ہے اس پر عزازیل تھوڑی دیر تک عارب اور نبیطہ کو غور سے دیکھتا رہا اس دوران اس کے چہرے پر انتہائی عیارانہ مسکراہٹ اور اس کی آنکھوں میں پر فریب چمک پیدا ہو گئی تھی پھر اس نے ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو میرے پر خلوص ساتھیو! بیوسا نے ہمیں چھوڑ کر اور یوناف کا ساتھ دے کر ہمارے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا ہے۔ اور اسے اس کے دھوکے کی ضرور سزا مل کر رہے گی یوناف کے ساتھ رہتے ہوئے شاید وہ یہ خیال کر رہی ہو گی کہ اب وہ ہماری طرف سے محفوظ اور مامون ہے اور ہم اسے کسی قسم کی تکلیف اور اذیت میں مبتلا نہیں کر سکتے پر ایسا نہیں ہے میں اسے اس کے فریب کی ایسی سزا دوں گا کہ اس کی بقیہ زندگی کو جہنم بنا کر رکھ دوں گا اے میرے ساتھیو زوسر کے اس اہرام کے اندر میں نے بیوسا کو سزا اور اذیت دینے کا انتظام اور اہتمام کیا ہے۔

زوسر کا یہ اہرام اندر سے بے حد وسیع اور پر فریب ہے اس کے اندر ان گنت تہہ خانے ہیں جن میں سے کچھ تہہ خانوں کے اندر زوسر اور اس کے اہل خانہ کی ممیاں رکھی ہوئی ہیں اور کچھ تہہ خانوں کے اندر مصر کے قدیم دیوتاؤں کے بت رکھے ہوئے ہیں اور کچھ تہہ خانے ایسے بھی ہیں جو خالی پڑے ہوئے ہیں ان خالی پڑے ہوئے تہہ خانوں میں سے ایک کے اندر میں نے اپنے کارکنوں کی مدد سے بیوسا کو یہاں لا کر اسے اذیت اور سزا دینے کے انتظامات کیے ہیں اب تم دونوں میرے ساتھ اس اہرام کے اندر آؤ میں تمہیں وہ تہہ خانہ دکھاتا ہوں جس کے اندر عنقریب بیوسا کو ایک قیدی اور اسیر کی حیثیت سے بند کر دیا جائے گا۔

عارب اور نبیطہ نے عزازیل کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ ہو لیے تھے۔ اہرام کے بڑے دروازے سے عزازیل اندر داخل ہوا اہرام کے اندر گہری تاریکی تھی مختلف کمروں سے گزرتے اور عارب اور نبیطہ کو مختلف ممیاں اور مصر کے قدیم دیوتاؤں کے بت دکھانے کے بعد عزازیل ایک ایسے تہہ خانے میں داخل ہوا جو خالی پڑا ہوا تھا اس تہہ خانے کا فرش سرخ رنگ کے بڑے بڑے پتھروں سے بنایا گیا تھا تہہ خانے کی شمالی دیوار کے اندر لوہے کے دو بڑے بڑے کڑے دیوار کے اندر نصب تھے اور ان کڑوں کے ساتھ لگی ہوئی لوہے کی لمبی لمبی زنجیریں فرش پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان زنجیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عزازیل نے عارب اور نبیطہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو میرے دونوں ساتھیو بیوسا کو یہاں لا کر ان زنجیروں کے اندر جکڑ دیا جائے گا اور پھر وہ اس تہہ خانے میں اس وقت تک اذیت ناک اور جہنم جیسی زندگی بسر کرتی رہے گی جب تک وہ یوناف کا ساتھ چھوڑ کر دوبارہ ہمارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ نہیں ہو جاتی اور اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو اس کی بقیہ زندگی اس جہنم نما تہہ خانے میں گزر جائے گی اور میرے ساتھی اسے اس تہہ خانے میں ضروریات زندگی فراہم کرتے رہیں گے تاکہ وہ سسک سسک کر زندہ رہ سکے عزازیل کے اس انکشاف پر عارب نے بولتے ہوئے کہا اے آقا میرے خیال آپ کے اس اہتمام اور اس انتظام میں کچھ خامیاں اور کچھ کوتاہیاں ہیں اس پر عزازیل نے عارب کو گھور کر دیکھا اور پوچھا تمہارا اشارہ کن خامیوں کی طرف ہے اس کے جواب میں عارب نے کہنا شروع کیا۔

اے آقا جب آپ بیوسا کو اس تہہ خانے کے اندر لا کر زنجیروں میں جکڑ دیں گے تو کیا ایسا ممکن نہ ہو گا کہ اس تہہ خانے میں بیوسا اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر ان زنجیروں سے چھٹکارا حاصل کر کے یہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو جائے۔ عارب کے اس سوال پر عزازیل نے پہلے ایک مکروہ اور بلند قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا اے میرے دوستو ایسا ممکن نہیں اس تہہ خانے کے اندر میں نے ایسا عمل ڈال رکھا ہے کہ یہاں کسی کی بھی سری قوتیں حرکت میں نہیں آ سکتیں اگر تم دونوں کو یقین نہ ہو تو تم دونوں بھی اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر یہاں سے غائب ہونے کی کوشش کرو تو میں دیکھتا ہوں تم کیسے کامیاب ہوتے ہو عزازیل کے اس انکشاف پر عارب اور نبیطہ نے ایک ساتھ اس کی طرف دیکھا پھر ایک دوسرے

اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے۔ لیکن ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ ان کی سری قوتیں کام نہ کر رہی تھیں اور وہ ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے کہ وہ دنیا کے لاچار اور بے بس ترین انسان ہوں یہ معاملہ دیکھنے کے بعد عارب نے پھر عزازیل کو مخاطب کر کے کہا۔

اے میرے آقا اس تہہ خانے میں آپ کا انتظام واقعی تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے اگر کوئی بھی یہاں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں نہیں لا سکتا تو پھر بیوسا کا یہاں سے بچ نکلنا ناممکن ہوگا۔ عارب کی اس بات پر عزازیل کے چہرے پر ایک بار پھر مکروہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر اس نے نیا انکشاف کرتے ہوئے کہا اے میرے دونوں ساتھیو میں تم پر ایک اور انکشاف بھی کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ اس تہہ خانے کے اندر بھی کوئی داخل نہیں ہو سکتا پر جو تم اس تہہ خانے میں آئے ہو تو یہ تم میری وجہ سے اس کے اندر داخل ہوئے ہو ورنہ اگر تم اکیلے اس تہہ خانے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے تو تم ایک ناقابل برداشت اذیت میں مبتلا ہو کر رہ جاتے اس پورے اہرام کے اندر میں نے ایک ایسا عمل ڈال رکھا ہے کہ جب میں بیوسا کو یہاں قید کروں گا تو ابلیکا اور یوناف دونوں میں سے کوئی بھی اس کی مدد کے لیے اس تہہ خانے کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔

تھوڑی دیر تک رک کر عزازیل عارب اور نبیطہ سے پھر کہنے لگا اے میرے دونوں ساتھیو اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ میں تمہیں اس اہرام سے باہر لے جاتا ہوں اور تمہیں بتاتا ہوں کہ اس اہرام کے اندر داخل ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے عزازیل کی اس گفتگو کے جواب میں عارب اور نبیطہ خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ ہو لیے عزازیل ان دونوں کو لے کر اہرام سے نکل گیا پھر وہ اہرام کے بڑے دروازے سے ذرا دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور عارب کی طرف دیکھ کر کہنے لگا ذرا اس اہرام کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرو پھر دیکھو کہ کیا اثرات نمودار ہوتے ہیں عزازیل کے حکم پر عارب نے تھوڑی دیر تک خوفزدہ سے انداز میں عزازیل کی طرف دیکھا پھر وہ ڈرتے ڈرتے اہرام کے اندر داخل ہونے کے لیے آگے بڑھا تھا۔

جونہی عارب زوسر کے اس اہرام میں داخل ہوا تو وہ بری طرح چیخنے چلانے لگا۔ اس کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے وہ بے پردہ وحشت کا شکار ہو گیا ہو یا اس کے رگوں میں انگنت طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہوں اس کی لمحہ بہ لمحہ بدلتی حالت سے ایسا لگنے لگا تھا جیسے شبنم کے کسی قطرے کو کانٹے کی نوک پر رکھ دیا گیا ہو پھر عارب بری طرح چیختا چلاتا زوسر کے اس اہرام سے یوں باہر بھاگا تھا جیسے جلتی ریت پر سایہ تپ کر سنگ اٹھا ہو جب وہ اہرام سے باہر آیا تو عزازیل نے فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا اے عارب تمہارا اس اہرام کے اندر داخل ہونا کیسا رہا اس پر عارب نے سہمی سہمی سی آواز میں عزازیل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ اے میرے آقا جب میں اس اہرام میں داخل ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں شعور اور لاشعور کی جنگ اور درد کی لکیروں کا شکار ہو گیا ہوں اور اگر میں فی الفور بھاگ کر باہر نہ نکلتا تو مجھے ڈر اور خدشہ تھا کہ میرے لہو کی حرارت بھاپ بن کر ختم ہو جائے گی اس پر عزازیل نے پھر فخریہ انداز میں عارب سے پوچھا۔

اے عارب! کیا تم خیال کرتے ہو کہ جب میں بیوسا کو زوسر کے اس اہرام کے اس تہہ خانے میں بند کر دوں گا تو کیا ابلیکا یا یوناف اسے یہاں سے نکالنے میں کامیاب ہو سکیں گے اس پر عارب کہنے لگا۔ اے آقا اس اہرام میں داخل ہونے کے بعد جو تجربہ میں نے حاصل کیا ہے اس کی روشنی میں میں یقین اور وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ابلیکا اور یوناف کبھی بھی بیوسا کی مدد کے لیے اس اہرام میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ پر اے میرے آقا ایک بات اب میرے ذہن میں تشکیک اور شبہات پیدا کرتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کس طرح بیوسا پر قابو پا کر اسے یہاں اسیر کرنے میں کامیاب ہوں گے؟

اس سوال پر عزازیل مسکراتے ہوئے کہنے لگا اے عارب! یہ کوئی بڑی بات نہیں میں اب اپنے کارکنوں کے ساتھ یوناف اور بیوسا پر نگاہ رکھوں گا۔ اور جب کبھی بھی کوئی مجھے ایسا موقع ملا کہ یوناف کہیں باہر گیا ہوا ہو اور بیوسا اپنے کمرے میں اکیلی ہو تو میں اس پر وارد ہوں گا اس کی سری قوتوں کو مفلوج کر کے میں یہاں لے آؤں گا اور زوسر کے اس تہہ خانے کے اندر زنجیروں میں جکڑ کر رکھ دوں گا اس اسیری کے دوران اگر وہ یوناف کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ کام کرنے کا وعدہ کرے گی تو میں اسے معاف کر دوں گا اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو پھر وہ اپنی ساری زندگی اسی تہہ خانے کے اندر گلتی سڑتی رہے گی عزازیل کی اس گفتگو سے عارب اور نبیطہ دونوں مطمئن ہو گئے تھے انہوں نے عزازیل کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا پھر وہ تینوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے غائب ہو گئے تھے۔

○

پانڈو برادران اپنی ماں کنتی کے ساتھ برہمنوں کے بھیس میں ریاست پنچال کے مرکزی شہر کمپیلہ میں داخل ہوئے وہاں انہوں نے ایک کمہار کے ہاں قیام کیا پانچوں بھائی دن بھر کمپیلہ شہر میں بھیس بدل کر بھیک مانگتے اور یوں وہ اس شہر میں اپنی ماں کے ساتھ گزر بسر کرنے لگے تھے بھیک مانگتے ہوئے وہ شہر کی خبریں بھی حاصل کرنے لگے تھے اور ان خبروں سے انہوں نے یہ اندازہ لگایا

کہ ریاست پنچال کا راجہ نہ صرف یہ کہ ان پانچوں بھائیوں کیلئے فکر مند ہے بلکہ اسے یہ بھی یقین ہے کہ پانچوں پانڈو بھائی زندہ ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح اس کی بیٹی دروپدی کے سوئمبر میں ضرور حصہ لیں گے اس طرح کمپیلہ شہر میں رہتے ہوئے وقت تیزی سے گزرتا رہا یہاں تک کہ ریاست پنچال کے راجہ کی بیٹی دروپدی کے سوئمبر کا دن آ پہنچا۔

سوئمبر کا اہتمام ایک بہت بڑے ہال کے اندر کیا گیا تھا۔ اس ہال کو پھولوں سے سجانے کے علاوہ خوشبوؤں سے خوب معطر کیا گیا تھا اس ہال کے اندر لکڑی کی دو بڑی بڑی شہ نشینیں بنائی گئی تھیں ایک پر ریاست پنچال کے راجہ کی بیٹی دروپدی کو بٹھایا جانے والا تھا اور دوسری شہ نشین پہ ایک بہت بڑی کمان رکھی گئی تھی اور اس کمان کی تاریں لوہے کی تھیں جن کی وجہ سے اس کمان سے چلایا جانے والا تیر مشکل سے اپنے نشانہ پر جا کر لگتا تھا اس ہال کی چھت پر ایک گھومنے والی چھوٹی سی مچھلی کا انتظام کیا گیا تھا اور جو بھی راجہ یا راجکمار اس بھاری بھرکم کمان کو استعمال کرتے ہوئے اس مچھلی پہ تیر مار کر اسے گرا دے وہی دروپدی کا سوئمبر جیتنے میں کامیاب ہوگا اور اسی سے ہی دروپدی کی شادی کر دی جائے گی لیکن شرط یہ تھی کہ تیر صرف پانچ رکھے گئے تھے اور کوئی بھی پانچ سے زیادہ تیر استعمال نہ کر سکتا تھا۔

جس ہال کے اندر سوئمبر کا انتظام کیا گیا تھا اس ہال کے دائیں طرف ان راجاؤں اور راجکماروں کو بٹھایا گیا تھا جو دروپدی کے سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آئے تھے جب کہ ہال کے بائیں طرف کمپیلا شہر اور باہر سے آنے والے برہمن بیٹھے ہوئے تھے ان برہمنوں میں پانڈو برادران بھی اپنے منہ پر کالک مل کر اور برہمنوں کے بھیس میں آکر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد راجہ دروپدہ بھی اس ہال میں داخل ہوا اور اس شہ نشین کے قریب آکر بیٹھ گیا جس پر اس کی بیٹی دروپدی کو بٹھایا جانے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروپدی کا بھائی دھرشٹ دوم دروپدی کو لے کر اس ہال میں داخل ہوا اس وقت دروپدی دلہن کے لباس میں تھی اور وہ انتہائی پرکشش اور خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔ اس کا بھائی اسے اس کے شانوں سے تھامے ہوئے تھا اور اسے سہارا دیتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اس شہ نشین پر لا بٹھایا گیا جو اس کے لیے ہی تیار کی گئی تھی اور پھر دروپدی کے سامنے کچھ ہار رکھ دیے گئے تاکہ جو بھی شخص اس کا سوئمبر جیتے وہ اٹھ کر اس کے گلے میں ہار ڈال دے۔ دروپدی کا بھائی دھرشٹ دوم دروپدی کے پاس بیٹھ گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا اے میری بہن غور سے سنو یہ جو راجے اور راجکمار تمہارے سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آئے ہیں میں ان سے متعلق تمہیں تفصیل سے بتاتا ہوں۔ دروپدی اپنے بھائی کی طرف متوجہ ہو گئی پھر دھرشٹ دوم کہہ رہا تھا۔

دروپدی میری بہن یہ جو میرے دائیں طرف تمہیں حاصل کرنے کے لیے راجے بیٹھے ہیں ان میں سب سے پہلے نمبر پر ہمارے مقدس اوتار کرشن مہاراج بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بھائی بلرام ہیں ان سے آگے ریاست ہستناپور کے راجکمار دریودن اور اس کے بھائی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے بعد دریودن کا بہترین اور وفادار دوست رادلیو بیٹھا ہوا ہے یہ رادلیو تیر اندازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا اور ان سے آگے سکوتی ورشنی، سامبا، سرانا اور گادا کے سورما بیٹھے ہوئے ہیں۔ غرض دروپدی کے بھائی دھرشٹ دوم نے ان سارے راجاؤں اور راجکماروں سے متعلق اپنی بہن دروپدی کو تفصیل بتا دی۔

ابھی سوئمبر کی ابتداء نہ ہوئی تھی کہ راجوں اور راجکماروں کے اندر بیٹھے کرشن نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے برہمنوں کی طرف غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس نے ان کے اندر بیٹھے ہوئے پانڈو برادران کو پہچان لیا پھر اس نے بڑی رازداری کے ساتھ اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے اپنے بھائی بلرام کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا اے بلرام میرے بھائی اگر میں غلطی پر نہیں اور میرا ذہن بھی دھوکا نہیں دے رہا تو سامنے برہمنوں کے بائیں طرف جو پانچ برہمن بیٹھے ہوئے ہیں وہ پانچوں پانڈو برادران ہیں اور بھیس بدل کر اس سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آئے ہیں اے میرے بھائی ان کی یہاں موجودگی میرے لیے حوصلہ افزا ہے اس لیے کہ یہ پانچوں پانڈو بھائی ہمارے رشتہ دار ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ سوئمبر ان پانچوں بھائیوں میں سے ہی کوئی جیتے گا اور ریاست پنچال کی بیٹی اسی کے حصے میں آئے گی۔ کرشن اپنے بھائی کو کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا لیکن خاموش ہو گیا اس لیے کہ سوئمبر کی ابتدا کر دی گئی تھی۔

سب سے پہلے کورو برادران کا بڑا بھائی دریودن سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آیا اس نے وہ وزنی کمان اٹھائی پانچوں تیر اس نے چھت کے ساتھ گھومتی ہوئی مچھلی پر آزمائے لیکن اس کا ہر نشانہ خطا گیا تھا دریودن کے بعد اس کے دوست رادلیو کا نمبر آیا جو بقول دریودن کے تیر اندازی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا لیکن رادلیو بھی چھت کے ساتھ گھومتی ہوئی اس مچھلی کو گرانے میں ناکام رہا اس کے بعد وہاں پر جمع ہونے والے سارے راجے اور راجکمار باری باری وہ کمان اٹھا کر چھت کے ساتھ لگی ہوئی اس مچھلی پہ پانچ تیر آزماتے رہے لیکن ان میں سے کوئی بھی مچھلی کو مار گرانے میں کامیاب نہ ہوا تھا۔

اس صورتحال میں پانڈو برادران میں سے ارجن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور شہ نشین کی طرف بڑھا اس موقع پر کرشن نے اپنے بھائی بلرام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا اے بلرام میرے بھائی یہ جو برہمن اس وقت شہ نشین کی طرف بڑھ رہا ہے یہ ضرور ارجن ہے اور میرا دل کہتا ہے کہ یہ ارجن ضرور دروپدی کا سوئمبر جیتنے میں کامیاب ہو جائے گا اتنی دیر تک ارجن شہ نشین کے قریب آ گیا اور پھر اس نے دروپدی کے

بھائی دھرش دوم کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اب جب کہ یہاں جمع ہونے والے سارے کھشتری راجے اور راجکمار چھت کے ساتھ گھومتی ہوئی اس مچھلی کو مار گرانے میں ناکام ہو چکے ہیں تو کیا کسی برہمن کو بھی اس سوئمبر میں حصہ لینے کی اجازت ہے اس پر دروپدی کے بھائی دھرش دوم نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اے نوجوان برہمن یہ حقیقت ہے کہ سارے ہی کھشتری اس سوئمبر کو جیتنے میں ناکام ہو چکے ہیں لیکن اس سوئمبر میں چاہے کوئی برہمن ہو کھشتری ہو یا ویش ہو ہر کسی کو حصہ لینے کی اجازت ہے اگر تم بھی اس سوئمبر میں حصہ لینا چاہتے ہو تو آگے بڑھ کر اس کمان کو سنبھالو اور یہ جو پانچ تیر وہاں رکھے ہیں انہیں چھت کے ساتھ گھومتی ہوئی مچھلی پر آزماؤ اور پھر دیکھو تمہاری قسمت سے کیا اثرات نکلتے ہیں۔

ارجن نے دھرش دوم کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا وہ اس شہ نشین کے قریب آیا جس پر بھاری اور وزنی کمان رکھی ہوئی تھی۔ اس کمان کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر لمحہ بھر کے لیے ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے کمان کو سنبھالا اس کے بعد یکے بعد دیگرے اس نے پانچ تیر اس تیزی سے مچھلی پر چلائے کہ مچھلی چھت سے زمین پر گر گئی تھی یوں ارجن راجہ پنچال کی بیٹی دروپدی کا سوئمبر جیتنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ارجن کی اس کامیابی پر ہال کے اندر ایک شور اور غل مچ گیا تھا خصوصیت کے ساتھ وہاں پر بیٹھے ہوئے برہمن بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے اور وہ کھشتریوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے جو کام کھشتری نہیں کر سکے وہ کام آخر ایک نوجوان برہمن نے کر دکھایا اس کے بعد چاروں طرف سے کیا برہمن کیا وہاں جمع ہونے والے دوسرے لوگ، ارجن پر پھولوں کی بارش کرنے لگے۔

اس موقع پر حسین دروپدی شہ نشین سے اتری اور آگے بڑھ کر اس نے ارجن کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈال دیئے تھے جو اس بات کی نشاندہی تھی کہ اب وہ دونوں ازدواجی بندھن میں بندھ چکے ہیں اس کے ساتھ ہی دروپدی کا باپ اور ریاست پنچال کا راجہ دروپدہ اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور وہاں جمع ہونے والے سارے کھشتریوں برہمنوں اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو یہاں جمع ہونے والے لوگو یہ نوجوان برہمن میری بیٹی دروپدی کا سوئمبر جیت چکا ہے اب میری بیٹی دروپدی اس کی بیوی ہے اور مجھے امید ہے کہ میری بیٹی اور اس برہمن کا ساتھ کچھ ایسا ہی خوش کن رہے گا جیسے اندرا اور ساچی جیسے اگنی اور سواہا کا جیسے وشنو اور لکشمی کا جیسے سوراج اور اوشا کا جیسے من متھ اور رتی کا جیسے سنکارہ اور اوما کا جیسے رام اور سیتا کا۔

جب راجہ پنچال خاموش ہوا تب کچھ کھشتری راجے آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے پھر ایک کھشتری

راجہ کھڑا ہوا اور راجہ پنچال کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا اے پنچال کے راجہ تم نے اپنی بیٹی دروپدی کا ہاتھ ایک برہمن کے ہاتھ میں دے کر بددیانتی اور ناانصافی کا مظاہرہ کیا ہے اگر کوئی بھی کھشتری راجہ یا راجکمار تمہاری بیٹی کا سوئمبر جیتنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تو اس کا حل یہ ہونا چاہیے تھا کہ تمہاری بیٹی دروپدی کو قتل کر دیا جاتا بجائے اس کے کہ اس کا ہاتھ ایک عام سے برہمن کے ہاتھ میں دے دیا جاتا۔ لہذا اے دروپدہ تم نے یہ جو پاپ اور گناہ کیا ہے اس کی ہم تمہیں سزا دیں گے اور ہم سب مل کر تمہیں تمہاری بیٹی اور تمہارے بیٹے کو قتل کر کے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

اس راجہ کی یہ گفتگو سن کر دروپدہ فکر مند اور پریشان ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی کچھ راجکمار اور راجے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے اپنی تلواریں بے نیام کر لی تھیں اور وہ اس ارادے سے آگے بڑھے تھے کہ وہ حملہ آور ہو کر راجہ پنچال اور اس کی بیٹی دروپدی اور اس کے بیٹے دھرش دوم اور ارجن پر حملہ آور ہو کر ان کا کام تمام کر دیں لیکن اس موقع پر ارجن کے چاروں بھائی بھی تلواریں سونت کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر انہوں نے ان راجاؤں اور راجکماروں پر حملہ کر دیا تھا جو انہیں نقصان پہنچانے کی نیت سے آگے بڑھے تھے اس حملے میں وہ سارے راجے اور راجکمار بری طرح زخمی ہو گئے لہذا وہاں بیٹھے ہوئے دوسرے راجاؤں اور راجکماروں میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پانڈو برادران یا راجہ پنچال اور اس کے بیٹے اور بیٹی پر حملہ آور ہوں۔

اس موقع پر کرشن اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے اس نے کہنا شروع کیا یہاں جمع ہونے والے برہمنو! کھشتریو! اور دوسرے لوگو میری بات غور سے سنو اگر اس نوجوان برہمن نے دروپدی کا سوئمبر جیت لیا ہے تو یہ کوئی نئی اور بری بات نہیں ہے جب سارے ہی کھشتری یہ سوئمبر جیتنے میں ناکام رہے تب یہ برہمن میدان میں اترا اور اس نے دروپدی کے بھائی سے باقاعدہ اجازت طلب کی کہ اسے اس سوئمبر میں حصہ لینے کی اجازت ہے یا نہیں اور تم سب کے سامنے دروپدی کے بھائی نے اس برہمن کو اس سوئمبر میں حصہ لینے کی اجازت دی اب یہ برہمن سوئمبر جیت کر دروپدی کا حقیقی شوہر بن چکا ہے لہذا کسی راجے یا راجکمار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس معاملے کو اپنی بے عزتی یا اپنی انا کا مسئلہ سمجھ کر ان پر حملہ آور ہو لہذا سب لوگ اٹھ کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو جائیں اس لیے کہ سوئمبر ختم ہو چکا ہے اور یہ نوجوان برہمن سوئمبر جیت چکا ہے کرشن کی اس گفتگو کو سب نے پسند کیا وہاں جمع ہونے والے لوگ اٹھ کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہونے لگے جب کہ پانڈو برادران دروپدی کو لے کر اس کمہار کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے تھے جہاں انہوں نے قیام کر رکھا تھا۔

پانچوں پانڈو بھائی جب گھر میں داخل ہوئے تو ان کی ماں کنتی انہیں دیکھ کر بے حد خوش ہوئی اور جب اسے یہ خبر ہوئی کہ اس کے بیٹے ارجن نے راجہ پنچال کی بیٹی کا سوئمبر جیت لیا ہے اور وہ راجہ کی بیٹی دروپدی کو اپنے ساتھ لے کر آئے ہیں تو اس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی سب سے پہلے آگے بڑھ کر اس نے دروپدی کو گلے لگایا پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر کے اس کمرے میں لے گئی تھی یہاں انہوں نے قیام کر رکھا تھا وہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی باہر والی دیوار میں چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے بنی ہوئی ہوا کے لیے ایک کھڑکی بنی تھی۔ دروپدی اس ماحول کو دیکھ کر تعجب کر رہی تھی کہ پانچوں برہمن اس کمرے میں رہتے ہیں جب وہ سارے بھائی بھی دروپدی کے سامنے بیٹھ گئے تب ان کی ماں کنتی نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے میرے بیٹو! اس میں کوئی شک نہیں کہ راجہ پنچال کی بیٹی کا سوئمبر ارجن نے جیتا ہے اور بظاہر دروپدی کی شادی ارجن ہی کے ساتھ ہونی چاہیے لیکن ارجن سے یدشٹر اور بھیم سین دونوں بڑے ہیں لہذا پہلے ان دونوں کی شادی ہونی چاہیے ان حالات میں اے میرے بچو! میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ دروپدی تم پانچوں بھائیوں کی بیوی کی حیثیت سے یہاں رہے گی۔ اپنی ماں کا یہ فیصلہ سن کر پانچوں بھائیوں نے اس کے سامنے اپنے سروں کو خم کرتے ہوئے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا پھر اس کے کہ یہ گفتگو آگے بڑھتی اس کمرے میں کرشن اور اس کا بھائی بلرام داخل ہو گئے۔

کنتی چونکہ کرشن کی پھوپھی اور کرشن اس کا بھتیجا تھا لہذا کرشن کنتی کو پہچان گیا کنتی نے بھی جب دیکھا کہ اس کا بھتیجا کرشن ان کے کمرے میں آیا ہے تو وہ آگے بڑھ کر اسے گلے لگا کر ملی کرشن ان کے سامنے بیٹھ گیا تب کنتی نے اپنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہا سنو میرے بیٹو یہ کرشن ہے میرا بھتیجا اس انکشاف پر پانچوں بھائی باری باری اپنی جگہ سے اٹھے اور کرشن اور بلرام کے گلے ملے کنتی نے بھی بلرام کو گلے لگا کر پیار کیا اس کے بعد جب سب لوگ وہاں بیٹھ گئے تب کرشن نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا سنو میرے بھائیو! مجھے اس وقت ہی شک ہو گیا تھا جب تم برہمنوں کے بھیس میں سوئمبر کے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن میں اس کی توثیق چاہتا تھا۔ لہذا میں تمہارے پیچھے پیچھے چلا آیا اور یہاں اپنی پھوپھی کو دیکھ کر اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم میرے بھائی اور پانڈو برادران ہو اب تم فکر نہ کرو مجھے تو اس بات کی بھی بے حد خوشی ہوئی ہے کہ تم وارناوات شہر کے اس قدیم محل سے بچ نکلے ہو یہاں پر لاکھ محل کر تم لوگوں کو جلانے کی کوشش کی گئی تھی اب جب کہ تم لوگوں نے راجہ پنچال کی بیٹی دروپدی کا سوئمبر جیت لیا ہے تو راجہ کے ساتھ اب تم لوگوں کا ایک رشتہ ایک رابطہ ایک تعلق قائم ہو گیا ہے اور مجھے امید

ہے کہ اب حالات تمہارے حق میں پلٹا کھائیں گے اور تم نہ صرف یہ کہ کوروؤں سے اپنے ظلم کا بدلہ لے سکو گے بلکہ ریاست ہستناپور کی حکومت بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ اب میں تم لوگوں سے ملتا رہوں گا تم لوگوں کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ حالات تمہارے حق میں ضرور پلٹا کھائیں گے۔ کرشن اپنے بھائی بلرام کے ساتھ تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھ کر باتیں کرتا رہا اس کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو کر چلا گیا تھا۔

جب پانڈو برادران دروپدی کو لے کر اپنے گھر چلے گئے اور وہاں جمع ہونے والے سارے راجے اور راجکمار برہمن اور دوسرے لوگ بھی اٹھ کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئے اور سوئمبر کا وہ ہال خالی ہو گیا تب ریاست پنچال کا راجہ دروپدہ اپنے بیٹے دھرشٹ دوم کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔ اے میرے بیٹے مجھے اس بات کی تو خوشی ہے کہ ایک جوان اور خوبصورت برہمن نے میری بیٹی کا سوئمبر جیتا ہے لیکن مجھے اس بات کی حیرت ہے کہ ایک برہمن یوں تیراندازی میں سارے کشتریوں پر کیسے اور کیوں کر بازی لے گیا ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا اور پھر ہم نے ان برہمنوں سے یہ تک نہیں پوچھا کہ وہ کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں اور اب تو میں اس بات پر بھی فکرمند ہوں کہ وہ میری بیٹی کو لے کر اس شہر میں کس جگہ گئے ہیں اس پر دھرشٹ دوم نے مسکراتے ہوئے کہا اے میرے باپ فکرمند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں میں بھی ان برہمنوں کے متعلق کچھ مشکوک سا تھا لہذا میں نے اپنے ایک آدمی کو ان کے پیچھے پیچھے روانہ کیا اور میں نے اپنے آدمی کے ذریعے اس گھر کو جان لیا ہے جہاں وہ پانچوں برہمن میری بہن دروپدی کو لے کر گئے ہیں۔

اے میرے باپ میں خود ان پانچوں برہمنوں سے متعلق کچھ مشکوک سا ہوں وہ مجھے برہمن نہیں لگتے میں نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی ایسا برہمن نہیں دیکھا جو جنگی ہتھیاروں کا ایسا ماہر ہو جس قدر وہ پانچوں بھائی ہیں یہ مجھے پانچوں کشتری لگتے ہیں اور میرا دل کہتا ہے کہ یہ بھیس بدل کر سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے آئے ہیں۔ اور اے میرے باپ اگر میں غلطی پر نہیں تو میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ یہ پانچوں پانڈو بھائی ہیں اگر ایسا ہے تو مجھے بے انتہا خوشی ہے کہ جہاں میری بہن کو جانا چاہیے تھا وہ وہیں پر گئی ہے بہر حال اس شک و شبہ کو دور کرنے کے لیے میں شام کے قریب اس گھر کی طرف جاؤں گا جہاں پر وہ پانچوں برہمن میری بہن کو لے کر گئے ہیں اور کسی نہ کسی طرح میں ان کی اصلیت جاننے کی کوشش کروں گا اپنے بیٹے کی اس گفتگو پر دروپدہ مطمئن ہو گیا تھا اور پھر وہ دونوں اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگ گئے تھے۔

شام کے قریب دروپدی کا بھائی دھرشٹ دوم اس کمار کے گھر کی طرف گیا جس میں پانڈو برادران

نے اپنی ماں کے ساتھ قیام کر رکھا تھا۔ دھرشٹ دوم چھوٹی اینٹوں سے بنی ہوئی سوراخ دار کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا تھا جو اس کمرے کی بیرونی دیواریں تھی جس کمرے میں پانڈو برادران رہتے تھے کھڑکی کے سوراخوں میں سے اس نے دیکھا کہ اس وقت وہاں صرف کنتی اور اس کی بہن دروپدی بیٹھی ہوئی تھیں جب کہ پانچوں پانڈو بھائی وہاں موجود نہ تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد دھرشٹ دوم نے دیکھا کہ پانچوں پانڈو بھائی اس کمرے میں داخل ہوئے تھے وہ شاید بھیک مانگنے گئے ہوئے تھے اور بھیک میں جو کچھ انہیں ملا وہ انہوں نے لاکر اپنی ماں کنتی کے سامنے رکھ دیا تھا دھرشٹ دوم کھڑکی کے ان سوراخوں میں سے ان کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا جب کہ وہ سب اندر سے دھرشٹ دوم کو نہ دیکھ سکتے تھے جو کچھ بھی وہ بھیک میں مانگ کر لائے تھے وہ ان کی ماں نے برتنوں میں سمجھایا پھر وہ پانچوں بھائی ان کی ماں اور دروپدی سب بیٹھ کر کھانے لگے۔

کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ سب سونے کے لیے اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ دھرشٹ دوم ابھی تک کھڑکی کے سوراخوں کے پاس بیٹھا ان کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ دھرشٹ دوم نے سنا وہ پانچوں بھائی سونے تک مختلف ہتھیاروں سے متعلق باتیں کرتے رہے تھے۔ جب اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ پانچوں برہمن نہیں بلکہ کھشتری ہیں اس پر وہ بے حد خوش ہوا اپنے محل کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

دھرشٹ دوم اپنے باپ دروپدہ کے پاس آیا اور جو کچھ اس نے اس کمہار کے ہاں پانڈو برادران کی شخصیت دیکھی تھی وہ اس نے اسے بیان کر دی ساتھ ہی اس نے اپنے باپ کو یقین دلاتے ہوئے کہا اے میرے باپ وہ پانچوں بھائی کسی بھی صورت میں برہمن نہیں لگتے میرا خیال ہے کہ وہ صرف برہمنوں کا بھیس بدلے ہوئے ہیں وہ کھشتری ہیں جب وہ سو رہے تھے تو ان کی گفتگو غور سے میں نے سنی وہ دھرم سے متعلق باتیں کرنے کے بجائے جنگی ہتھیاروں سے متعلق گفتگو کر رہے تھے لہٰذا اب مجھے یقین ہے کہ وہ برہمن نہیں کھشتری ہیں۔

اور اے میرے باپ میں اب آپ کو یہ بھی یقین دلا سکتا ہوں کہ وہ پانچوں برہمن پانڈو بھائی ہیں میں نے ان کے ساتھ ایک بوڑھی خاتون کو بھی دیکھا ہے اور میرے خیال میں وہ انکی ماں کنتی دلوی ہے اور اب مجھے یہ بھی یقین ہو گیا ہے کہ جس نوجوان نے میری بہن دروپدی کا سوئمبر جیتا ہے وہ ارجن کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا اپنے بیٹے کی یہ گفتگو سن کر ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ بے حد خوش ہوا دوسرے روز اس نے اپنی طرف سے کچھ تحائف اور قیمتی لباس دے کر پانڈو برادران کی طرف بھیجے اور ان کو دعوت دی کہ وہ پانچوں بھائی اپنی ماں اور دروپدی کے ساتھ شاہی محل میں آئیں تاکہ جس برہمن نے سوئمبر جیتا ہے اس کے ساتھ اس کی شادی شاہی رسومات کے مطابق کر دی جائے۔

پانڈو برادران اور ان کی ماں نے راجہ پنچال کی اس دعوت کو قبول کر لیا اس روز وہ دروپدی کے ساتھ ریاست پنچال کے راج محل میں داخل ہوئے دروپدی کنتی کو لے کر زنانخانے کی طرف چلی گئی جب کہ راجہ دروپدہ اور اس کا بیٹا دھرشٹ دوم پانچوں پانڈو بھائیوں کو محل کے مختلف کمروں سے گزارتے ہوئے دیوان خانے کی طرف لے جانے لگے تھے۔ پانچوں پانڈو بھائی محل کی کسی بھی چیز سے متاثر نہ ہوئے تاہم وہ تھوڑی دیر کے لیے اس کمرے میں ضرور رک گئے تھے جس میں ہتھیار سجائے گئے تھے وہاں رکھے گئے مختلف ہتھیاروں کو وہ بغور دیکھنے لگے تھے۔ اس بات سے بھی راجہ دروپدہ اور اس کے بیٹے دھرشٹ دوم نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ پانچوں برہمن نہیں بلکہ کھشتری ہیں اور پھر جب ان دونوں باپ بیٹے نے ان پانچوں بھائیوں کو دیوان خانے کی بے حد آراستہ اور مزین نشستوں پر بٹھایا تو ان دونوں باپ بیٹوں نے ان کے بیٹھنے کے طریقے سے بھی یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ راج محل کی زندگی سے خوب واقف ہیں۔

اس کے بعد دروپدہ نے پانچوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا میں حیران اور پریشان ہوں کہ تم برہمن ہو کر ہتھیاروں کے استعمال میں کھشتریوں سے بھی زیادہ مہارت رکھتے ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو اور کیا میں تم لوگوں سے پوچھ سکتا ہوں کہ تمہاری مستقل رہائش کہاں ہے اور برہمن ہو کر یہ ہتھیاروں کا استعمال تم نے کہاں سے سیکھا ہے۔

راجہ دروپدہ کے اس استفسار پر وہ پانچوں بھائی خاموش رہے اور پھر اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی صلاح مشورہ کیا پھر بڑے بھائی یدشٹر نے راجہ دروپدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے راجہ میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم تم پر اپنی اصلیت ظاہر کر دیں سنو ہم برہمن نہیں کھشتری ہیں اور ہم پانچوں پانڈو بھائی ہیں اور ہمارے ساتھ ہماری ماں کنتی ہے اور جس جوان نے تمہاری بیٹی کا سوئمبر جیتا ہے وہ ہمارا بھائی ارجن ہے۔ یدشٹر کے اس انکشاف سے راجہ دروپدہ اور اس کا بیٹا دھرشٹ دوم بے حد خوش ہوئے وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور بے حد جوش اور ولولے کے ساتھ وہ ان سب سے گلے ملنے لگے تھے۔

جب وہ سب آپس میں مل چکے تو راجہ دروپدہ اور اس کا بیٹا دھرشٹ دوم اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد دروپدہ نے پانڈو برادران کی طرف بڑی خوشی سے دیکھتے ہوئے پر اطمینان انداز میں کہا سنو میرے عزیزو مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہوئی ہے کہ برہمنوں کے بھیس میں تم پانڈو برادران تھے اور مجھے اس

انکشاف پر بھی بے حد خوشی ہوئی ہے کہ میری بیٹی کا سوئمبر ارجن نے جیتا ہے لہذا میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ اس راج محل کے اندر ارجن اور میری بیٹی دروپدی کی شادی پوری مروجہ رسومات کے ساتھ ادا کی جائے لہذا آج ہی اس راج محل کے اندر ارجن اور دروپدی کی شادی کا انتظام کیا جائے گا۔ راجہ دروپدہ جب خاموش ہوا تو یدشٹر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے انکشاف کیا

اے راجہ جب ہم تمہاری بیٹی کو لے کر اس کمہار کے گھر گئے تھے جہاں ہم نے اپنی ماں کے ساتھ قیام کر رکھا تھا تب ہماری ماں کو خبر ہوئی کہ ہم نے راجہ دروپدہ کی بیٹی کا سوئمبر جیت لیا ہے وہ بے حد خوش ہوئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ دروپدی ہم پانچوں بھائیوں کی بیوی کی حیثیت سے ہمارے ساتھ رہے گی۔ راجہ دروپدہ نے فوراً یدشٹر کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

سنو میرے عزیزو یہ تو ناممکن ہے ایک مرد بیک وقت کئی بیویاں رکھ سکتا ہے لیکن ایک عورت بیک وقت ایک سے زیادہ شوہر کیسے اور کیوں کر رکھ سکتی ہے اور یہی بات ہمارے دھرم نے مقرر کر رکھی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری یہ خواہش کیسے اور کیونکر پوری ہو سکے گی یہ ایک غلط کام ہے اور اخلاقی لحاظ سے بھی درست نہیں ہے اس پر یدشٹر نے راجہ دروپدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے راجہ ہم تمہاری دشواری کو سمجھتے ہیں یہ درست ہے کہ دھرم میں یہ رسم نہیں کہ ایک عورت ایک سے زائد شوہر رکھے لیکن اے راجہ ہم عام لوگوں سے مختلف ہیں۔

ہم پانچوں نے ہمیشہ ہر چیز میں ایک دوسرے کو حصہ دار بنایا ہے اور ہم ہمیشہ ایک ساتھ رہتے ہیں اور کوئی بھی شے ہمارے درمیان حائل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کسی شے نے ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے پر مجبور کیا ہے پھر میں یہ بھی کہوں کہ یہ فیصلہ چونکہ ہماری ماں کا فیصلہ ہے لہذا اس پر ضرور عمل ہونا چاہیے جہاں تک دروپدی کی شادی پانچ بھائیوں کے ساتھ ہونا دھرم کے خلاف ہے تو میں ہندو دھرم کے اندر ایسی مثال دے سکتا ہوں جس میں ایک عورت کے ایک سے زائد شوہر تھے۔ اے راجہ تم نے اپنی مذہبی کتابوں میں پڑھ اور سن رکھا ہو گا کہ ہمارے بہت سے رشی آپس میں مل کر ایک عورت سے شادی کر لیتے تھے اور اس کے علاوہ جو رشی میتیلا کے ساتھ خاوند تھے اس طرح ہندو دھرم کے اندر ایسی اور بھی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جہاں ایک عورت کے ایک سے زائد شوہر تھے لہذا اگر ہم پانچوں پانڈو بھائی تمہاری بیٹی دروپدی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو نہ یہ فیصلہ غیر اخلاقی ہے اور نہ ہی یہ دھرم کے خلاف ہے اور نہ ہی یہ کوئی نئی بات ہے۔

یدشٹر کے دلائل سن کر دروپدہ ایک طرح سے لاجواب سا ہو کر رہ گیا تھا لہذا کوئی آخری فیصلہ

کرنے کے لیے پروہت واسا کو طلب کیا گیا سب سے پہلے خود راجہ نے واسا کے سامنے یدشٹر کی خواہش کا اظہار کیا اس کے بعد واسا نے یدشٹر کے دلائل تفصیل سے سنے اور اس ساری کارروائی کے بعد واسا نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا کہ دروپدی کی شادی پانچوں پانڈو بھائیوں کے ساتھ ہو سکتی ہے اور یہ بات مذہبی رسومات کے خلاف نہیں ہے لہذا جب راج محل کے پروہت واسا نے بھی یدشٹر کے حق میں فیصلہ دے دیا تو راجہ پنچال نے اپنی بیٹی دروپدی کی شادی پانچوں پانڈو بھائیوں کے ساتھ کر دی تھی اور وہ پانچوں پانڈو بھائی اب راج محل کے اندر ہی رہنے لگے تھے اس طرح پانڈو برادران کو ایک عرصہ تک دھکے کھانے کے بعد راجہ پنچال کی صورت میں ایک مضبوط پناہ گاہ مل گئی تھی۔

○

یہ بات جنگل کی آگ کی طرح چاروں طرف پھیل گئی تھی کہ پانچوں پانڈو برادران زندہ ہیں اور یہ کہ وہ اب ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کے داماد ہیں اور لوگوں پر یہ بات بھی کھل گئی تھی کہ دروپدی کے سوئمبر میں حصہ لینے کے لیے جو برہمن آئے تھے وہ پانڈو برادران تھے اور یہ کہ جس برہمن نے سوئمبر جیتا تھا وہ حقیقت میں ارجن تھا یہ خبریں سن کر دریودن اور اس کے بھائی فکرمند ہو گئے تھے۔ دوران کو یہ پریشانی لاحق ہو گئی تھی کہ اگر راجہ پنچال کے ہاں رہتے ہوئے پانڈو برادران قوت پکڑ لیتے ہیں، تو وہ مستقبل قریب میں کورو برادران پر غلبہ حاصل کر کے ان سے ہستناپور کی حکومت چھین لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

یہ خبریں ملنے کے بعد دریودن نے اپنے سارے مشیروں اور دوستوں سے مشورہ کیا وہ چاہتا تھا کہ کوئی ایسی صورت حال نکل آئے کہ پانچوں پانڈو برادران کا خاتمہ کر دیا جائے وہ اس بات پر بھی بڑا حیران تھا کہ پانچوں پانڈو بھائی درناوات کے راج محل سے کیسے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ بہرحال اس سلسلے میں جب دریودن نے اپنے مشیروں اور دوستوں سے مشورہ کیا تو سب نے اسے یہی صلاح دی کہ فوراً راجہ پنچال کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے اور اگر اس جنگ کی ابتدا کرنے میں دیر کر دی گئی تو وہاں رہتے ہوئے پانڈو برادران زیادہ قوت پکڑ جائیں گے اور پھر ان پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ دریودن نے ان مشوروں کو پسند کیا لہذا اس نے ایک لشکر تیار کیا اور اس لشکر کو وہ لے کر وہ ریاست پنچال کی طرف بڑھا تھا۔

دوسری طرف راجہ دروپدہ اور پانڈو برادران کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ دریودن ایک لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے ریاست پنچال کی طرف بڑھ رہا ہے۔

لہذا انہوں نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور دریودن کی راہ روکنے کے لیے آگے بڑھے کھلے میدانوں کے اندر ایک ہولناک لیکن مختصر سی جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں دریودن کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور دریودن اپنے لشکر کے ساتھ ہستناپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا جب کہ پانڈو برادران اور راجہ دروپدہ نے ان کا دور تک پیچھا کیا اور ان کے لشکریوں کو مارتے کاٹتے ہوئے انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ یوں دریودن پانڈو برادران کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد ہستناپور میں داخل ہو گیا تھا۔ اس شکست کے بعد دریودن غمزدہ اور اداس اداس رہنے لگا تھا۔ اور وہ ان سوچوں میں غرق ہو کر رہ گیا تھا کہ وہ کون سا طریقہ ہے جسے استعمال کر کے ان پانچوں پانڈو بھائیوں سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکے۔ اس سلسلے میں وہ ہر روز کسی نہ کسی سے مشورہ کرتا پر کسی کا مشورہ بھی اسے پسند نہ آتا۔ دن تیزی کے ساتھ گزرنے لگے تھے۔

ایک روز دریودن اپنے دوست رادیو کے ساتھ اپنے باپ اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کے پاس اس وقت آیا جب کہ وہ اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔ دریودن اپنے دوست رادیو کے ساتھ اپنے باپ کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے باپ آپ جانتے ہیں کہ ہم ایک بار راجہ دروپدہ کے ہاتھوں بری طرح شکست کا سامنا کر چکے ہیں مجھے خدشہ اور خطرہ ہے کہ حالات اگر ایسے ہی رہے اور ہم نے کوئی قدم نہ اٹھایا تو یہ پانڈو برادران ریاست پنچال میں رہتے ہوئے پہلے سے زیادہ قوت اور طاقت پکڑ جائیں گے۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ وہ ہمارے خلاف فیصلہ کن قدم اٹھائیں گے اور ہم سے ہستناپور کا راج پاٹ چھین لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اے میرے باپ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم پانڈو برادران میں نفرت کا بیج بوئیں کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم راجہ پنچال دروپدہ کو قیمتی تحائف بھجوا کر اس کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں اور پھر ان تعلقات کو بنیاد بنا کر ہم راجہ دروپدہ اور پانڈو برادران کے درمیان نفرت کی خلیج پیدا کر دیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم خوبصورت دروپدی کی مدد سے پانڈو برادران کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور کدورت بھر کر رکھ دیں۔ کیا یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم کم از کم پانڈو برادران میں سے بھیم سین ہی کو قتل کر دیں اس لیے کہ یہ بھیم سین ہی میرا بدترین دشمن ہے جب یہ مارا جائے گا تو پانڈو برادران کے دل ٹوٹ جائیں گے اور وہ آنے والے دور میں ہمارے خلاف کامیابیاں حاصل نہ کر سکیں گے۔

اے میرے باپ یہ میری چند تجویزیں ہیں آپ بتائیے کہ ہم ان تجویزوں میں سے کس پر عمل کر کے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

دریودن کے اس استفسار کے جواب میں اس کا باپ دھرت راشٹر تو گہری سوچوں میں غرق ہو گیا تھا۔ پر دریودن کے دوست رادیو نے بولتے ہوئے کہا۔

اے دریودن میرے دوست لگتا ہے کہ تم نے اپنی عقل سے کام لینا چھوڑ دیا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اس قسم کی تجویزیں ہرگز پیش نہ کرتے۔ جو بھی تجویزیں تم نے پیش کی ہیں۔ یہ ساری دھوکہ فریب پر مبنی ہیں اور ایک کشتری کو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ ایسی فریب کاری سے کام لے کر اپنے دشمن پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اے دریودن نہ تو ہم ریاست پنچال کے راجہ دروپدہ کو پانڈو برادران کے خلاف کر کے کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور نہ ہی بھیم سین کو قتل کر کے ہم پانڈو برادران پر اپنی گرفت مضبوط کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دروپدی کی مدد سے ہم ان پانچوں بھائیوں کے درمیان نفرت پیدا کر سکتے ہیں اس لیے کہ وہ پانچوں بھائی ایک دوسرے کے حق میں جان تک کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ تمہاری یہ ساری تجویزیں بیکار اور ناقابل عمل ہیں۔

پانڈو برادران اور راجہ دروپدہ پر قابو پانے کا صرف ایک اور واحد طریقہ یہی ہے کہ ایک ہولناک جنگ کی جائے گزشتہ جنگ جس میں ہمیں شکست اٹھانا پڑی وہ ہم نے جلدبازی میں شروع کی تھی اور اس میں تم نے مناسب تیاری نہ کی تھی۔ آئندہ پانڈو برادران کے لیے کوئی قدم اٹھانے سے پہلے میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ راج محل کے کونسل ہال میں راج پاٹ کے سارے بڑے لوگوں اور مشیروں کو طلب کیا جائے اور پانڈو برادران کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے سلسلے میں مشورہ کیا جائے۔ دریودن اور اس کے باپ دھرت راشٹر نے رادیو کی اس تجویز کو پسند کیا لہذا دریودن اٹھ کر باہر گیا اور اس نے اپنے کچھ آدمی راج پاٹ کے مشیروں اور اہمیت رکھنے والے لوگوں کی طرف بھجوائے تاکہ وہ راج محل کے کونسل ہال میں جمع ہوں تاکہ دروپدہ اور پانڈو برادران کے سلسلے میں ان سے مشورہ کیا جائے۔ سب لوگ اس کونسل ہال میں جمع ہو گئے اور ان جمع ہونے والوں میں بھیشم درونا اور دودرا بھی شامل تھے تب دھرت راشٹر دریودن اور رادیو بھی کونسل ہال کی طرف چلے گئے تھے۔

کونسل ہال میں جب سارے لوگ جمع ہو گئے تو سب سے پہلے بھیشم نے بولتے ہوئے اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

میں اپنی گفتگو کی ابتدا یوں کرتا ہوں کہ میں پانڈوؤں کے خلاف کسی قسم کے غصے اور نفرت کا اظہار نہیں کرنا چاہتا ان سے نفرت کرنا میرا اصول ہے۔ دھرت راشٹر اور پانڈو برادران دونوں ہی میرے بھتیجے ہیں اور ان کے بیٹے مجھے ایک جیسے عزیز ہیں۔ دریودن مجھے ایسا ہی پیارا ہے جیسے یدشٹر کورو اور پانڈو برادران کے درمیان یہ جو آج کل معاملات چل رہے ہیں یہ میرے لیے انتہائی تکلیف دہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم پانڈوؤں کے ساتھ اپنے رویے کو درست کر لیں وہ شفقت اور محبت کے حق دار ہیں اس لیے کہ ان کا باپ مر چکا ہے۔ دریودن میرے بیٹے ہستنا پور کی ریاست میں پانڈو برادران کو بھی حکومت کا ایسا ہی حق ہے جیسے تمہیں اور تمہارے باپ کو ہے تمہیں چاہیے کہ تم پانڈو برادران کو پیغام بھجواؤ اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سے کہو کہ وہ آ کر راج پاٹ میں آ کر حصہ دار بنیں۔ اب یہی ایک طریقہ ہے جس سے ان کے دل جیتے جا سکتے ہیں اور لوگوں کے اندر تم اپنے لیے شہرت حاصل کر سکتے ہو اگر اس کے علاوہ کوئی طریقہ کار استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے تمہارے اور تمہارے باپ کی بدنامی میں اضافہ ہی ہو گا۔

میں اس بات پر خوشی محسوس کرتا ہوں کہ پانڈو برادران اور ان کی ماں کنتی زندہ ہیں اور مجھے اس بات پر بھی اطمینان ہے کہ تمہاری لونڈی پروچن اپنے بھیانک اعمال کی وجہ سے اپنے برے انجام کو پہنچ چکی ہے اس موقع پر اگر تم پانڈو برادران کو پیغام بھجوا کر ہستنا پور بلواتے ہو اور انہیں راج پاٹ میں حصہ دار بناتے ہو تو اس سے تمہاری شہرت میں اضافہ ہو گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور ان کے خلاف جنگ کی ابتدا کرتے ہو تو سب لوگ یہی سمجھیں گے کہ تم لوگوں نے ہی ورنا وات شہر کے راج محل کو آگ لگا کر پانڈو برادران اور انکی ماں کنتی کو ختم کرنے کی کوشش کی تھی لہذا میں تمہیں آخری بار یہی مشورہ دوں گا کہ پانڈو برادران کو بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ ہستنا پور لایا جائے یہاں تک کہنے کے بعد بھیشم خاموش ہو گیا تھا۔

بھیشم کے بعد درونا اپنی جگہ پر کھڑا ہو کر اور اس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

میں بھیشم کی تجویز پر مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں جو بہترین کام ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم راجہ پنچال کی طرف ایک قاصد بھجوانا چاہیے۔ اس قاصد کے ہاتھ ہمیں راجہ پنچال اور پانڈو برادران کے لیے تحائف بھجوانا چاہیئے انہیں سب سے پہلے یہ یقین دلانا چاہیئے کہ ہستنا پور میں ان کے لیے کوئی خطرہ نہیں ہے اور ان کے لیے شفقت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں ہستنا پور آنے کی

دعوت دینی چاہیئے یہاں تک کہنے کے بعد درونا خاموش ہو گیا تھا۔ درونا کے بعد رادیو کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

میں بھیشم اور درونا دونوں کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا اس موقع پر اگر ہم پانڈو برادران کے خلاف محبت اور شفقت کا اظہار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ لیا جائے گا کہ ہم ان سے کمزور ہیں اور ان کے سامنے جھکنے پر مجبور ہیں میرے خیال کے مطابق پانڈو برادران سے نبٹنے کا سب سے بہترین اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کے خلاف اس وقت تک جنگ کی جائے جب تک وہ ہماری مرضی کے مطابق اپنے آپ کو ہمارے سامنے جھکا نہیں دیتے اور اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو آنے والے دنوں میں پانڈو برادران ہم سب کے لیے ایک ہولناک خطرہ بن کر کھڑے ہوں گے۔ ان الفاظ کے بعد رادیو بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اس کے بعد پانڈو برادران کا چچا ودورا کھڑا ہوا اور اپنے بھائی دھرت راشٹر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے بھائی یہاں جس قدر لوگ جمع ہیں یہ سب تمہارے ہمدرد اور غمگسار ہیں حقیقی معنوں میں ہم تمہارے اور تمہارے بیٹے دریودن کی نیک نامی کے خواہاں ہیں اس سے پہلے جو کچھ بھیشم اور درونا نے کہا ہے وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔

اے میرے بھائی تم رادیو کی باتوں پر دھیان نہ دینا یہ انتہا پسند ہے اور یہ معاملے کو خراب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اے میرے بھائی اس موقع پر میں یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ ورناوات شہر کے راج محل کو جو آگ لگا کر پانڈو برادران کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی تو اس آگ لگانے والے عمل میں لوگوں کی زبانوں پر تمہارا اور تمہارے بیٹے دریودن کا بھی نام آیا تھا۔ اور اس حادثے نے لوگوں کے اندر تم دونوں باپ بیٹے کی شہرت میں کمی کی ہے۔ اب پانڈو برادران کو یہاں بلا کر تم دونوں باپ بیٹوں کے لیے یہ سنہری موقع ہے کہ تم لوگوں کے دلوں سے اپنے لیے نفرت اور کدورت دھو ڈالو۔

اس معاملے کو سلجھانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اب پانڈو برادران کو یہاں بلایا جائے اور راج پاٹ کا آدھا حصہ ان کے حوالے کیا جائے اس موقع پر ان سے دشمنی کا اظہار کرنا دانشمندی نہیں حماقت ہے وہ اب ایک قوت بن چکے ہیں اور ماضی کی طرح وہ بے بس اور مجبور نہیں ہیں، اگر ہم ان کے خلاف جنگ کی ابتدا کرتے ہیں تو یاد رکھو کہ ان کی مدد کے لیے ریاست پنچال کا نہ صرف راجہ درو پدہ اپنی پوری قوت اور طاقت استعمال کرے گا بلکہ اب تو کرشن اور اس

کا بھائی بلرام بھی ان پانچوں بھائیوں کی مدد پر اتر آئیں گے اور اگر ریاست پنچال کے راجہ کے ساتھ ساتھ کرشن اور بلرام بھی ان کا ساتھ دیتے ہیں تو یاد رکھو وہ ہمارے لیے ناقابل تسخیر ہو کر رہ جائیں گے لہذا اس معاملے کو سلجھانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ ایک قاصد ریاست پنچال کی طرف روانہ کیا جائے اور پانڈو برادران کو یقین دہانی کرانے کے بعد انہیں ہستنا پور لایا جائے۔

اے دھرت راشٹر میرے بھائی دریودن اور رادیو ابھی جوان ہیں لہذا یہ معاملے کو پُر امن طور پر ختم کرنے کا جذبہ نہیں رکھتے۔ اگر آپ اس موقع پہ پانڈو برادران کو محبت اور شفقت کے ساتھ ہستنا پور بلا تے ہیں تو یہ آپ کی شہرت اور نیک نامی میں بے حد اضافہ ہو گا۔

یہاں تک کہنے کے بعد جب ودورا اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تو ہستنا پور کا راجہ دھرت راشٹر اٹھا اور بولا۔

میں اس گفتگو سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں جو ابھی تک بھیشم اور درونا نے کی ہے میں حقیقی معنوں میں اس بات کا حامی ہوں کہ پانڈو برادران کے ساتھ بہترین اور ہمدردانہ رویہ اختیار کیا جائے یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ زندہ ہیں لہذا اس موقع پر میں اپنے ایک قاصد کی حیثیت سے ودورا کو مقرر کرتا ہوں کہ وہ ریاست پنچال کی طرف جائے میری طرف سے وہ پانڈو برادران کو یقین دہانی کرائے اور انہیں ہستنا پور لانے کی کوشش کرے اس ساری گفتگو کے بعد وہ اجلاس ختم ہو گیا اور سارے لوگ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے گئے تھے۔

پانڈو برادران کا چچا ودورا ریاست پنچال کے مرکزی شہر کمپالیہ پہنچا۔ راجہ درو پدہ اور پانڈو برادران نے اس کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ ودورا جو تحائف اپنے ساتھ لے کر آیا تھا وہ راجہ درو پدہ اور پانڈو برادران کو پیش کیے۔ ان دنوں دوارکا کا حکمران کرشن اور اس کا بھائی بلرام بھی کمپالیہ میں قیام کیے ہوئے تھے ان کو شک تھا کہ کورو برادران ایک بار پھر پانڈو برادران کے خلاف لشکر کشی اختیار کریں گے لہذا وہ دونوں بھائی اپنے لشکر کے ساتھ پانڈو برادران کے لیے ریاست پنچال پہنچے ہوئے تھے کرشن اور بلرام بھی خلوص کے ساتھ ودورا سے ملے تھے۔

تحائف پیش کرنے کے بعد ودورا اپنے اصل مقصد کی طرف آیا اور ان پانچوں پانڈو بھائیوں کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

میں تم پانچوں کو تمہاری ماں اور تمہاری بیوی دروپدی کے ساتھ یہاں سے لینے آیا ہوں۔ بھیشم اور درونا تمہاری لیے وہی محبت رکھتے ہیں جیسی ان کے دلوں میں تمہارے لیے پہلے تھی ہستنا پور

کا راجہ اور تمہارا چچا دھرت راشٹر بھی تمہارے لیے فکر مند ہے اور وہ اس بات پر خوش ہے کہ تم پانچوں اپنی ماں کے ساتھ زندہ اور خوش ہو اور یہ کہ تم وارناوات سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہو۔

سنو میرے بھتیجو بھیشم تمہارا چچا اور ہستنا پور کا راجہ دھرت راشٹر یہ جانتے ہیں کہ تم پانچوں بھائی اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ ہستنا پور پہنچو اور اسی طرح راج محل کے اندر خوش اور خرم زندگی بسر کرنے لگو جس طرح تم پہلے اس راج محل میں رہا کرتے تھے لہذا میں تم سے یہ کہوں گا کہ تم سب میرے ساتھ ہستنا پور جانے کی تیاری کرو۔

ودورا کی یہ گفتگو سن کر پانڈو برادران خاموش رہ کر کچھ سوچنے لگ گئے تھے اس موقع پر راجہ دروپدہ نے بولتے ہوئے کہا۔

مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہوئی ہے کہ کورو برادران کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، اور وہ یہ جانتے ہیں کہ پانڈو برادران اب اپنی بیوی اور ماں کے ساتھ ہستنا پور کے راج محل میں اگر قیام کریں لیکن میں یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں رکھتا، پانڈو برادران کو یہاں سے ہستنا پور جانا چاہیئے یا نہیں ایسا فیصلہ کرنے کا حق صرف پانڈو برادران اور ان کی ماں اور ان کے بڑے بھائی یدشٹر ہی کو حاصل ہے، دروپدہ جب خاموش ہوا تو کرشن نے اپنا فیصلہ دیتے ہوئے کہا۔

پانڈو برادران کو ضرور ہستنا پور کی طرف روانہ ہونا چاہیئے اور وہاں راج محل کے اندر قیام کرنا چاہیئے چونکہ اس راج پاٹ کے اندر ان کا حق ہے اور انہیں اپنا حق حاصل کرنا چاہیئے کرشن کا یہ جواب سن کر ودورا خوش ہو گیا تھا پھر وہ وہاں سے اٹھ کر اس کمرے میں گیا جہاں پانڈو برادران کی ماں کنتی تھی۔

ودورا جب کنتی کے سامنے آیا تو کنتی بڑے تپاک کے ساتھ اس سے ملی اس موقع پر ودورا نے کنتی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے میری بہن میں کہتا ہوں تمہارے بیٹے تمہاری دانش مندی اور محبت کی وجہ سے زندہ اور خوش ہیں میں تم سب کو لینے آیا ہوں۔ بھیشم، دھرت راشٹر اور دیگر سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ پانڈو برادران اپنی بیوی اور ماں کے ساتھ آ کر ہستنا پور کے راج محل میں رہیں۔ کیونکہ وہ راج پاٹ میں ایسے ہی حصہ دار ہیں جیسے کورو برادران لہذا اے میری بہن تم اپنے بیٹوں سے بات کرو اور میرے ساتھ جانے کی تیاری کرو۔

پانڈو برادران نے اپنی ماں اور اپنی بیوی دروپدی، راجہ دروپدہ، کرشن اور بلرام سے مشورہ کیا اور آخری فیصلہ یہ کیا گیا کہ انہیں ہستنا پور جانا چاہیئے تاکہ وہاں جا کر وہ ریاست میں اپنا حصہ اور اپنا حق حاصل کر سکیں۔ یوں پانڈو برادران اپنی ماں کنتی اور بیوی کے ساتھ ہستنا پور روانہ ہو گئے جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو شہر کے لوگوں نے ان کا بہترین استقبال کیا ان کی خاطر گلیوں میں خوشبودار پانی چھڑکا گیا اور ان کے اوپر پھول برسائے گئے اور پانڈو برادران پہلے کی طرح ایک بار پھر اپنی ماں کنتی اور بیوی دروپدی کے ساتھ ہستنا پور کے راج محل میں رہنے لگے تھے۔

گزشتہ چند ہفتوں سے عزازیل اس تاک میں تھا کہ بیوسا اسے کہیں اکیلی ملے اور وہ اس پر گرفت کر کے اسے ذوسر کے اہرام میں اپنے پروگرام کے مطابق بند کر دے۔ آخر ایک روز اسے ایسا موقع میسر آ ہی گیا وہ صبح کا وقت تھا سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا۔ یوناف اور بیوسا نے ابھی تک دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے میں قیام کر رکھا تھا اس روز صبح سویرے یوناف اٹھ کر کمرے سے باہر نکلا اور سرائے سے باہر وہ چہل قدمی کرنے لگا تھا۔ عزازیل نے اسے اپنے لیے ایک سنہری موقع جانا، وہ گہری نیند سوئی ہوئی بیوسا پر وارد ہوا سب سے پہلے اس نے اسے اس کی سری قوتوں سے محروم کیا پھر اس نے اس پر غشی اور بیہوشی سی طاری کر کے اسے وہاں سے اٹھایا اور وہاں سے وہ ذوسر کے اہرام کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

جس وقت بیوسا کو لے کر وہ ذوسر کے اہرام کے بڑے دروازے پر گیا تو اس کی ہدایت کے مطابق عارب اور شبیطہ پہلے سے وہاں اس کا انتظار کر رہے تھے تینوں بیوسا کو لے کر اہرام میں داخل ہوئے۔ پھر وہ اس تہ خانے میں گئے جہاں انہوں نے دیوار میں زنجیریں لگا کر بیوسا کو وہاں جکڑ دینے کا انتظام کیا تھا۔ عزازیل کے حکم کے مطابق عارب اور شبیطہ دونوں نے مل کر بیوسا کو زنجیروں میں جکڑ دیا اس کے بعد عزازیل نے بیوسا پر اپنا عمل دہراتے ہوئے اس پر چھائی ہوئی غشی اور بیہوشی کو ختم کر دیا تھا۔

جونہی بیوسا ہوش میں آئی اور اس نے اپنے آپ کو اس تہ خانے کے اندر زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا تو وہ حیران اور پریشان ہوئی پھر جب اس کی نگاہیں اپنے ایک طرف کھڑے ہوئے عزازیل عارب اور بیوسا پر پڑی تو اس کے چہرے کی ساری سیرابی اور آسودگی جاتی رہی تھی اور ویرانیاں

یک لخت اس کی آنکھوں کے اندر رقص کرنے لگی تھیں وہ بیچاری اس موقع پر گونگے کواڑوں، بے چلبلاتی دوپہر موت کے گرداب اور اندھے اندھیروں جیسی ہو کر رہ گئی تھی اس موقع پر عزازیل نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے بیوسا تم نے دیکھا ہم سے دھوکا، ہم سے فریب اور غداری کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تم نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ یوناف کا ساتھ دیتے ہوئے اب تم ہماری طرف سے بالکل بے فکر اور محفوظ ہو لیکن یہ تمہارا خام خیال تھا۔ ہم تو وہ لوگ ہیں جو موت تک بھی اپنے دشمن کا تعاقب ترک نہیں کرتے۔

اے بیوسا تو نے دیکھا کہ ہم نے کس طرح تمہیں دریائے گنگا کی اس سرائے سے اٹھایا اور یہاں ذوسر کے اہرام کے اندر تمہیں قیدی اور اسیر بنا کر رکھ دیا اور سنو میں تم پر یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ ذوسر کے اہرام کے اس تہ خانے کے اندر تمہاری کوئی بھی سری طاقت تمہارے کسی بھی کام نہیں آ سکتی اور اگر میرے اس انکشاف پر تمہیں کسی قسم کا شک و شبہ ہو تو تم اپنی سری قوتوں کو اس تہ خانے کے اندر آزما دیکھو۔

عزازیل کی اس گفتگو کے جواب میں بیوسا اور زیادہ فکر مند ہو گئی تھی تاہم اس موقع پر اس نے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لانا چاہا لیکن یہ جان کر وہ اور زیادہ بکھر گئی کہ اس تہ خانے کے اندر اس کی سری قوتیں اس کے کام نہ آ رہی تھیں یہ صورت حال دیکھ کر بیوسا کی گردن انتہائی ملول اور فکر مندی میں جھک گئی تھی اس موقع پر عزازیل نے ایک مکروہ اور بھرپور قہقہہ لگایا پھر اس نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے طنز اور تمسخر میں کہا۔

اے بیوسا میں جانتا ہوں کہ تو نے اس تہ خانے میں اپنی سری قوتوں کو آزمایا ہو گا پھر تم نے دیکھا کہ تمہاری سری قوتیں اس تہ خانے میں تمہارے کسی کام نہ آئیں۔

اے بیوسا تمہارا یہاں سے بچ نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ یوناف کا ساتھ ترک کر کے تم پھر پہلے کی طرح ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ اگر تم ایسا کرنے کی حامی بھرو تو میں ابھی اور اسی وقت تمہاری زنجیریں کھلوا دوں گا اور تم آزاد ہو کر پہلے کی طرح عارب اور شبیطہ کے ساتھ خوش کن زندگی بسر کر سکو گی اور اگر تم نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو تمہاری آئندہ ساری زندگی اسی تہ خانے ہی میں ختم ہو کر رہ جائے گی۔

زمین پر پڑے ہی پڑے بیوسا کچھ دیر تک سر جھکا کر کچھ سوچتی رہی پھر اس نے عزازیل کی طرف

دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اے عزازیل تو انڈے سے چیخنے والے کوے سے مختلف نہیں ہے۔ خدائے خلاق کی قسم اگر تو مجھ سے میری زندگی کے سارے نغمے چھین لے میرے لیے ہر گام پر ایک آزمائش ہر موڑ پر ایک امتحان کھڑا کر دے تب بھی میں تیری بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں اس لیے کہ یوناف کے ساتھ رہتے رہتے میری آنکھیں اب کھل چکی ہیں اور اب میں پوری طرح نیکی کے گرداب میں غرق ہو چکی ہوں۔ لہٰذا اب کیونکر میں تیری بدی کی پکار کا مثبت جواب دے سکتی ہوں۔

اے عزازیل نیکی زندگی کے اندھیروں میں روشنی کا ستون ہے جب کہ بدی جس پر تو چل رہا ہے، وہ فتنہ انگیزی اور ریاکاری ہے رہ ہے۔

اے خداوند کے دھتکارے ہوئے نیکی سورج کا جلال اور خوابوں کی دھنک ہے۔ اے عزازیل تو اگر میرے سامنے زندہ ذرہ پکارتی موت اور آگ اور خون کا آشوب بھی کھڑا کر دے تب بھی مجھے قسم خالق خیر و نور کی میں ہرگز تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوں میں اپنی زندگی اس تہ خانے میں ان زنجیروں کی اسیری میں گزار سکتی ہوں پر تیرا ساتھ دینے سے قطعاً انکار کرتی ہوں۔

اے عزازیل تو زندگی کے دروازوں پر سیاہ رات بن کر دستک دینے والا اور چار سو جبر کی تحریریں کھڑی کرنے والا ہے جب کہ تیرے مقابلے میں یوناف زیست کے عنوان میں اور زندگی کی فضا میں پھیلتی ہوئی روشنی اور بکھرتا ہوا ایک نور ہے۔

اے عزازیل اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ مجھے قید و بند میں ڈال کر میری ساری قوتوں کو مفلوج کر کے مجھے اس بات پر آمادہ کرے گا کہ میں نیکی کا ساتھ چھوڑ کر بدی کی طرف ہو جاؤں گی۔ یوناف کو چھوڑ کر پہلے کی طرح تمہارے ساتھ کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤں گی تو پھر یہ تمہاری بھول اور غلط فہمی ہے اور ہاں یہ بھی اپنے ذہن کے نہاں خانوں پر لکھ رکھو کہ تم مجھے ہمیشہ کے لیے اس تہ خانے میں ایک قیدی اور اسیر بنا کر نہیں رکھ سکتے۔ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا کہ یوناف ایک طوفان بن کر تمہارے خلاف حرکت میں آئے گا اور وہ مجھے اس اسیری سے ضرور نکال دے گا اس لیے کہ ہم دونوں نیکی کی راہ پر چل رہے ہیں اور جو نیکی کی راہ پر چلتا ہے خداوند اس کا ساتھ دیتا ہے۔ یہاں تک کہنے کے بعد بیوسا جب خاموش ہوئی تب نبیطہ اس کے پاس گئی اور بڑے پیار سے اسے سمجھاتے ہوئے کہنے لگی۔

اے بیوسا میری بہن میری بات غور اور توجہ کے ساتھ سنو میں تمہاری دشمن نہیں تمہاری ہمدرد اور تمہاری غمگسار ہوں۔ تم کیوں اپنے ہاتھوں اپنی زندگی اجیرن بنانے پر تلی ہوئی ہو۔ آقا عزازیل نے جو شرائط تمہارے سامنے پیش کی ہیں وہ تمہاری ہی بہتری اور بھلائی کے لیے ہیں۔ میں تمہیں مخلصانہ مشورہ دوں گی کہ تم یوناف کو چھوڑ کر پھر ہمارے ساتھ کام کرنے پر رضامند ہو جاؤ آخر اس سے پہلے بھی تو تم ہمارے ساتھ کام کرتی رہی ہو۔ اور اب دوبارہ اگر تم ہمارا ساتھ دو گی تو اس میں کون سی بدی اور برائی ہو گی۔

اور سنو بیوسا میری بہن اگر تم آقا عزازیل کی بات نہیں مانو گی تو اپنی ساری باقی زندگی اس خانے میں بسر کر کے گزار دو گی اور اگر تم عزازیل کی شرائط کو تسلیم کر لو گی تو ابھی اور اسی وقت یہ زنجیریں کھول دی جائیں گی اور تم پہلے کی طرح ہمارے اور عزازیل کے ساتھ زندگی رہ کر سکو گی۔ نبیطہ کی اس گفتگو کے جواب میں بیوسا نے نفرت اور قہر بھرے انداز میں نبیطہ کی طرف دیکھا اور پھر وہ کہنے لگی۔

سنو نبیطہ تم میری ہمدرد ہو یا دشمن یہ بات میں خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ اس عزازیل نے جو شرائط پیش کی ہیں میں انہیں بھی خوب جانتی ہوں کہ ان میں میری بھلائی ہے یا نقصان بہرحال تم تینوں میری بات غور سے سنو بلکہ اپنے ذہن میں بھی لکھ رکھو کہ میں اب نیکی کے راستے پر چل نکلی ہوں خواہ تم اس تہہ خانے کے اندر میری زندگی کو جہنم ہی کیوں نہ بنا کر رکھ دو میں نیکی ترک کر کے بدی کا ساتھ دینے پر ہرگز آمادہ نہ ہوں گی اور میں تم کو یہ بھی یقین دلاتی ہوں کہ نیکی ہی میں خداوند کا قرب ہے اور مجھے امید ہے کہ خداوند مجھے اس تہہ خانے کی اذیت سے بہت جلد نجات دلا دے گا۔ میرا یہ آخری فیصلہ ہے کہ میں کبھی بھی اور کسی بھی صورت میں تمہارا ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوں گی۔

بیوسا کا یہ جواب سن کر عزازیل، عارب اور نبیطہ ایک طرح سے مایوس اور افسردہ سے ہو گئے تھے۔ پھر وہ بیوسا کو اس کے حال پر چھوڑتے ہوئے زوسر کے اس اہرام سے چلے گئے تھے۔

دریائے گنگا کے کنارے کنارے تھوڑی دیر تک چہل قدمی کرنے کے بعد یوناف جب اپنے سرائے کے کمرے میں آیا تو اس نے دیکھا بیوسا جسے وہ سوتا چھوڑ کر گیا تھا۔ اپنے کمرے

میں نہ تھی۔ بیوسا کو وہاں نہ پاکر یوناف تھوڑی دیر کے لیے متفکر ہوا پھر وہ طہارت خانے کی طرف گیا وہاں بھی جب اس نے بیوسا کو نہ پایا تو اس کی پریشانی میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا پھر وہ تقریباً بھاگتا ہوا سرائے کے طعام خانے کی طرف گیا۔ وہاں بھی اس نے بیوسا کو نہ پایا اس کے بعد وہ اس نیت سے سرائے کے باہر بھاگا کہ شاید بیوسا اس کے پیچھے پیچھے کہیں دریائے گنگا کے کنارے چہل قدمی کے لیے نہ چلی گئی ہو۔ دریا کے کنارے وہ دائیں بائیں دور دور تک گیا لیکن کہیں بھی اسے بیوسا نہ ملی، آخر مایوس ہو کر پھر وہ سرائے میں آیا ایک بار پھر اس نے بیوسا کو طعام خانے میں دیکھا اس کے بعد جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو کمرہ ابھی تک خالی تھا۔ اس موقع پر یوناف کے چہرے سے پریشانیاں اور تفکرات جھلکنے لگے تھے۔ پھر وہ کچھ سوچنے کے لیے اپنی مسہری پر بیٹھ گیا تھا اس کی گردن جھک گئی تھی اور اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا تھا۔

تھوڑی دیر تک یوناف اسی حالت میں کمرے کے اندر اکیلا بیٹھا رہا پھر یہاں تک کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر تیز لمس دیا پھر اس کی فکر مندی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی۔

یوناف میرے حبیب! میں نے بیوسا کو پوری تندہی سے دور دور تک تلاش کیا ہے۔ لیکن بیوسا کہیں نہیں ملی، دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں بھی گئی کہ شاید بیوسا کو عزازیل، عارب اور نبیطہ لے گئے ہوں لیکن میں نے دیکھا ماہی گیروں کی بستی میں عارب اور نبیطہ اکیلے تھے اور بیوسا وہاں بھی موجود نہیں تھی۔

اے یوناف میں تمہاری طرح ہی فکر مند اور پریشان ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بیوسا کہاں چلی گئی ہے۔ بہر حال میں اسے پھر تلاش کرنے نکلوں گی۔ ابلیکا کی اس گفتگو سے یوناف سنبھلا اور ابلیکا کو اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

ابلیکا میری رفیقہ اپنی پوری تندہی اور سرگرمی کے ساتھ بیوسا کو تلاش کرو اور جب وہ تمہیں مل جائے تو اس کی فوراً مجھے خبر کرو۔ یوناف کی طرف سے یہ مشورہ سنتے ہی ابلیکا اس کی گردن سے علیحدہ ہو کر چلی گئی تھی جب کہ یوناف خود افسردہ سا اپنے کمرے سے نکلا اور کھانا کھانے کے لیے طعام خانے کی طرف چلا گیا تھا۔

پسپا پانڈو برادران کی ماں اور ان کی بیوی کے ساتھ ہستناپور میں آمد کے چند ہی دن بعد ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے جشن تاج پوشی منانے کا اعلان کیا، اس جشن میں حصہ لینے کے لیے دوارکا سے کرشن کو بھی بلایا گیا تھا جب سارے مہمان جمع ہو گئے تو اس جشن تاج پوشی کا اہتمام کیا گیا۔ اس جشن میں دیگر سارے اراکین کے علاوہ بھیشم اور دروپدا نے بھی حصہ لیا اور اس جشن کے موقع پر ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے ریاست کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا اعلان کر دیا اور یہ فیصلہ کیا گیا، کہ ہستناپور کا راجہ بدستور دھرت راشٹر ہی رہے گا اور اس کے بعد اس کا بیٹا دریودھن اس ریاست کا راجہ بنے گا جب کہ ریاست کے دوسرے آدھے حصے کا راجہ پانڈو برادران کا بڑا بھائی یدھشٹر ہو گا اور اس حصے کا نام فانڈا پرساد ہو گا در اصل اس ریاست کا قدیم دارالحکومت فانڈا پرساد ہی تھا، بعد میں ریاست کا مرکزی شہر ہستناپور قرار دے دیا گیا یوں ریاست کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصے کا دھرت راشٹر ہی راجہ رہا اور دوسرے میں یدھشٹر کے راجہ ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔

پانڈو برادران اپنے چچا دھرت راشٹر کے اس فیصلے پر بے حد خوش تھے کم از کم انہیں ان کا حق تو ملا تھا اس اعلان کے بعد پانڈو برادران اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ فانڈا پرساد کی طرف روانہ ہو گئے اس شہر میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے اس شہر کا نام بدل کر اندر پرساد رکھ دیا اور یہاں پر پانچوں بھائیوں نے اس قدر محنت مشقت سے کام کیا اور لوگوں کی خدمت کی کہ انہوں نے ریاست کو دنوں میں خوشحال بنا کر رکھ دیا۔ دور دور سے لوگ اٹھ کر وہاں آکر آباد ہونے لگے تھے۔

کچھ عرصہ بعد دوارکا کی طرف سے کرشن نے اپنے چچا زاد بھائی گادا کو اندر پرساد کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ کچھ دن اندر پرساد میں رہے اور پانڈو برادران کے احوال واپس آکر اسے تفصیل کے ساتھ بیان کرے۔ گادا دوارکا سے اندر پرساد آیا چند روز اندر پرساد میں قیام کیا اس دوران ارجن کے سامنے اپنی اور کرشن کی چچا زاد بہن سبھادرا کی اور اس کے حسن و خوبصورتی کی بے حد تعریف کرتا رہا اس کا ارجن پر یہ اثر ہوا کہ وہ بن دیکھے ہی سبھادرا کو دیوانگی کی حد تک پسند کرنے

لگا اور اس نے عہد کر لیا کہ وہ ہر صورت میں کرشن کی چچازاد بہن سبھادرا سے شادی کر کے رہے گا۔

چنانچہ جب چند دن اندرپرستھ میں گزارنے کے بعد کرشن کا چچازاد بھائی گادا واپس جانے لگا تو ارجن نے بھی اس کے ساتھ جانے کا ارادہ کر لیا اپنے بھائیوں کے سامنے اس نے یہ بہانہ کیا کہ وہ چند ہفتوں کے لیے سیر و تفریح کے لیے جانا چاہتا ہے جب یدھشٹر نے اس کو جانے کی اجازت دے دی تو ارجن گادا کے ساتھ دوارکا کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

گادا اور ارجن جان بوجھ کر رات کی تاریکی میں دوارکا شہر میں داخل ہوئے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے جب وہ دونوں کرشن کے ہاں داخل ہوئے تو گادا نے پہلے ہی کرشن اور اس کے بھائی بلرام کو تفصیل کے ساتھ بتا دیا کہ ارجن ان کی چچازاد بہن سے بے پناہ محبت کرنے لگا ہے اور وہ سبھادرا کی خاطر اندرپرستھ سے دوارکا آیا اور سبھادرا سے شادی کرنے کا خواہش مند ہے۔

اس انکشاف پر کرشن اور اس کا بھائی بلرام دونوں خوش ہوئے، چنانچہ وہ اپنے محل کے دیوان خانے میں ارجن سے ملے۔ قبل اس کے کہ ارجن ان دونوں بھائیوں پر اپنا مدعا ظاہر کرتا، کرشن نے اسے پہلے ہی مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے ارجن تم میرے عزیز ہو اور میں تمہیں بے حد پسند کرتا ہوں۔ گادا نے مجھے تفصیل کے ساتھ بتا دیا ہے کہ کس طرح تم سبھادرا کو پسند کرنے لگے ہو اور اس سے شادی کرنے کے خواہش مند ہو پر ایک بات میری یاد رکھنا میں اگر چاہوں تو آج ہی سبھادرا سے تمہاری شادی کا اہتمام کر سکتا ہوں لیکن میں ایسا نہیں چاہتا کیونکہ کھشتریوں کے ہاں ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ وہ جس سے شادی کرنا چاہتے ہیں پہلے اس کا دل جیتتے ہیں تاکہ وہ آنے والی زندگی اس کے ساتھ خوشی سے بسر کر سکے لہذا میری بھی یہ خواہش ہے کہ یہاں دوارکا میں رہ کر تم پہلے سبھادرا کا دل جیتو اور جب میں یہ دیکھوں گا کہ جس طرح تم سبھادرا سے محبت کرتے ہو سبھادرا بھی تمہیں ایسے ہی چاہنے لگی ہے تو میں تم دونوں کی شادی کا اہتمام کر دوں گا کرشن کی اس گفتگو کے جواب میں ارجن نے بے تاب ہو کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

اے کرشن میرے بھائی پہلے یہ تو کہو میں کیسے اور کس طرح سبھادرا کا دل جیت سکتا ہوں اس پر کرشن بلرام اور گادا تھوڑی دیر تک مسکراتے رہے پھر کرشن نے ارجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

سنو ارجن! میرے دوست سبھادرا سادھوؤں، رشیوں اور سنیاسیوں کی بڑی خدمت کرنے والی ہے، تم ایسا کرو کہ سب سے پہلے تم ایک سادھو کا بھیس بدلو۔ یہ بھیس بدلنے میں بلرام اور گادا تمہاری مدد کریں گے پھر ہم تمہیں سبھادرا کے باغ کے اندر جو چھوٹی سی ایک بارہ دری ہے اس میں بٹھا دیں گے اور سبھادرا پر ظاہر کریں گے کہ جو شخص تمہارے باغ کی بارہ دری میں آیا ہے وہ ایک پہنچا ہوا رشی اور سنیاسی ہے۔ ہمارے اس انکشاف پر سبھادرا بے حد خوش اور متاثر ہو گی اور تمہاری خدمت کو وہ اپنا فرض عین بنا لے گی۔ یہاں تک کہنے کے بعد کرشن تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ دوبارہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

سنو ارجن جب سبھادرا تمہاری خدمت کرنا شروع کر دے گی تو میں بلرام اور گادا باری باری سبھادرا کے پاس آیا جایا کریں گے اور اس کے سامنے ہمیشہ تمہاری شرافت، عظمت اور بہادری کی تعریف کرتے رہا کریں گے۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ جس طرح گادا کی زبانی اس کی خوبصورتی سے متاثر ہو کر تم اسے پسند کرنے لگے ہو سبھادرا بھی تمہاری شجاعت، تمہاری تیر اندازی اور تمہاری عظمت سے متاثر ہو کر تمہیں پسند کرنے لگے گی۔ اور جب ایسا موقع آ جائے گا تو پھر سبھادرا کو تمہارے ساتھ بیاہ دیا جائے گا۔

ارجن نے کرشن کی اس تجویز کو بے حد پسند کیا پس بلرام اور گادا دونوں نے سادھوؤں کا بھیس بدلنے میں ارجن کی مدد کی پھر رات ہی کے وقت تینوں نے مل کر ارجن کو سبھادرا کے باغ کی بارہ دری میں بٹھا دیا تھا اور ساتھ ہی انہوں نے اسی وقت سبھادرا اور اس کے بھائی سرانا پر یہ انکشاف کیا کہ ان کے باغ کی بارہ دری میں بہت بڑے پائے کا ایک رشی اور سنیاسی داخل ہوا ہے اور اسے ہم نے اس کے باغ کی بارہ دری میں بٹھا دیا ہے اس انکشاف پر سبھادرا بہت خوش ہوئی اور رات ہی کے وقت وہ بھاگی بھاگی سادھو کے بھیس میں ارجن کو دیکھنے لگی اور وہ اسے دیکھ کر بے خوش ہوئی اور دوبارہ وہ اپنی حویلی میں گئی اور ارجن کے لیے کھانا لے کر آئی تھی، یوں سبھادرا دن رات سادھو اور سنیاسی کے بھیس میں ارجن کی خدمت کرنے لگی تھی اس دوران کرشن بلرام اور گادا ہر وقت سبھادرا کے سامنے ارجن کی تعریف اور توصیف کرتے رہے یہاں تک کہ وہ دن بھی آ گیا کہ سبھادرا جنون کی حد تک ارجن کو پسند کرنے لگی۔

کرشن بلرام اور گادا نے جو قد و کاٹھ اور خد و خال سبھادرا کے سامنے ارجن کا

ظاہر کیا تھا اس سے ایک روز سبھادرا کو شک ہو گیا اور اس کے دل میں یہ خیال آیا جو حلیہ کرشن، بلرام اور گگادا نے ارجن کا بیان کیا ہے وہی حلیہ اس سنیاسی کا بھی ہے جس نے اس کے باغ کی بارہ دری میں قیام کر رکھا ہے اپنے اس شبہے کو دُور کرنے کے لیے سبھادرا ایک روز ارجن کے پاس آئی جو سنیاسی کا بھیس بدلے ہوئے تھا اور وہ اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

اے سنیاسی مجھے تمہارے متعلق کرشن، بلرام اور گگادا نے یہ بتایا ہے کہ تم دنیا کا کافی حصّہ گھوم پھر کر یہاں دوارکا شہر میں داخل ہوئے ہو کیا کبھی تمہیں ہستناپور شہر جانے کا بھی اتفاق ہوا ہے ارجن نے غور سے سبھادرا کو دیکھا اور کہا۔

اے سبھادرا میرا ہستناپور ایک بار نہیں کئی بار جانا ہوا ہے۔ اس پر سبھادرا کہنے لگی کہ اے سنیاسی کبھی تم پانڈو برادران سے بھی ملے ہو وہ میری پھوپھی کنتی کے بیٹے ہیں اور اپنی بہادری، دلیری، شجاعت اور تیر اندازی کی وجہ سے بے حد مشہور اور معروف ہیں۔ جواب میں ارجن کہنے لگا۔

اے سبھادرا مجھے خوشی ہوئی کہ پانڈو برادران تمہاری پھوپھی کے بیٹے ہیں میں ان پانچوں سے کئی بار مل چکا ہوں وہ بے حد اچھے ہیں اور وہ مہمان نوازی اور اخلاق میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے اس پر سبھادرا نے پھر پوچھا کیا تم پانڈو برادران میں سے کبھی ارجن سے بھی ملے ہو اگر ایسا ہے تو بتاؤ اسے تم نے کیسا پایا۔ میں نے سُنا ہے کہ ارجن ان دنوں اپنے شہر اندر پرساد سے سیر و تفریح کے لیے کہیں باہر نکلا ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ اے سنیاسی وہ بھی تمہاری طرح اِدھر اُدھر کہیں سڑکیں ناپتا پھر رہا ہوگا۔ سبھادرا کے اس جواب میں ارجن کے چہرے پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے کہا۔

اے سبھادرا میں ایک سنیاسی کی حیثیت سے تمہیں یہاں تک بتا سکتا ہوں کہ اس وقت ارجن کہاں اور کس جگہ ہے۔ یہ الفاظ سُن کر سبھادرا خوشی سے ایک طرح سے اچھل کھڑی ہوئی تھی وہ خوشی میں چہکتے ہوئے بولی۔

اچھا تو اے سنیاسی یہ بتاؤ کہ ارجن اس وقت کہاں اور کس جگہ ہے۔ ارجن نے سبھادرا کی حالت سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اسے پسند کرنے لگی ہے اس لیے اس نے اپنے ذہن میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ سبھادرا کے سامنے اپنا آپ ظاہر کر دیا جائے یہ فیصلہ کرنے کے بعد ارجن نے سبھادرا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے سبھادرا ارجن جس سے متعلق تم نے مجھ سے پوچھا ہے وہ تو گزشتہ کئی دنوں سے تمہارے باغ کی اس بارہ دری میں صرف تم سے ملنے کے لیے اور تم سے شادی کرنے کی غرض سے بیٹھا ہوا ہے۔ ارجن کا جواب سُن کر سبھادرا پر ایسی خوشی اور مسرت طاری ہوئی کہ وہ بھاگتی ہوئی اٹھ کر حویلی کے اندر چلی گئی تھی۔

دوسرے روز کرشن بلرام اور گگادا حسب ارجن سے ملنے کے لیے آئے تو ارجن نے اپنی وہ ساری گفتگو ان سے کہہ دی جو گزشتہ دن اس کی سبھادرا کے ساتھ ہوئی تھی اس پر وہ تینوں خوش ہوئے اور وہ اس کے پاس سے اٹھ کر سبھادرا کے پاس آئے پھر سبھادرا سے کرشن نے پوچھا۔

اے سبھادرا تم اندر پرساد کے پانڈو برادران میں سے ارجن کو کیا سمجھتی ہو۔ جواب میں سبھادرا فوراً کہنے لگی۔

اے کرشن وہ ایک بہت اچھا انسان اور انتہائی دلیر اور باہمت جوان ہے۔ کرشن نے پھر پوچھا۔

اے سبھادرا اگر ارجن کی تمہارے ساتھ شادی کر دی جائے تو اس میں تمہاری مرضی اور پسند شامل ہے جواب میں سبھادرا نے صرف گردن جھکا دی تھی، کرشن نے اپنی بات پر زور دیتے ہوئے کہا۔

اے سبھادرا یہ میری گفتگو کا جواب نہیں ہے میں تم سے جواب سننا چاہتا ہوں۔ اس پر سبھادرا نے مدھم اور دھیمی سی آواز میں ہاں کہہ دی جس پر کرشن، بلرام اور گگادا خوش ہو گئے تھے۔ اس انکشاف کے دوسرے روز کرشن، بلرام اور گگادا ارجن کے پاس آئے اور کرشن نے ارجن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے ارجن میں نے سبھادرا سے تفصیل کے ساتھ گفتگو کی ہے وہ تمہارے ساتھ شادی کرنے پر آمادہ ہے تم ابھی اور اسی وقت یہاں سے اندر پرساد کی طرف روانہ ہو جاؤ چند روز بعد ہم لوگ بھی وہاں پہنچ جائیں گے اور پھر پوری مذہبی رسومات ادا کر کے تم دونوں کی شادی کر دی جائے گی۔ تم دونوں کے سفر کے لیے میں نے اپنا جنگی رتھ تیار کر رکھا ہے اور اس میں ضروری سامان اور تمہارے فالتو لباس بھی اس میں رکھ دیئے ہیں۔ میں سبھادرا سے ملنے کے بعد تمہارے پاس آیا ہوں اور سبھادرا اپنی ضروریات کا ضروری سامان لے کر جنگی رتھ تک

پہنچ چکی ہو گی لہٰذا تم ابھی کھڑے ہو کر رتھ میں جا کر پہلے اپنا لباس تبدیل کر دو اور پھر سبھادرا کو لے کر اندرپرساد کی طرف چلے جاؤ۔ کرشن، بلرام اور گادا کے ساتھ ارجن جب حویلی سے باہر کھڑی رتھ کے پاس آیا تو اس نے دیکھا سبھادرا پہلے ہی رتھ میں سوار تھی۔ کرشن نے ایک لباس نکال کر ارجن کو دیا جو اس نے رتھ کی اوٹ میں جا کر تبدیل کر لیا اس کے بعد وہ تینوں سے پُرجوش انداز میں ملا اور رتھ میں بیٹھ گیا اور اس کے بعد وہ سبھادرا کو لے کر دوارکا سے اندرپرساد کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

○

جب ارجن اور سبھادرا اندرپرساد شہر کے قریب گئے تو ارجن نے اپنے جنگی رتھ کو روک دیا اور پھر ارجن نے سبھادرا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے سبھادرا تم جانتی ہو کہ ریاست پنچال کے راجہ درپدہ کی بیٹی دروپدی ہم پانچوں بھائیوں کی مشترکہ بیوی ہے اس پر اچانک جب یہ انکشاف ہو گا کہ میں صرف سبھادرا کے لیے دوارکا گیا تھا اور اسے صرف شادی کرنے کی غرض سے ساتھ لے آیا ہوں تو وہ ضرور ناراض ہو گی اور کسی نہ کسی طرح اپنی خفگی کا اظہار کرے گی۔ اس کے علاوہ جب تم میرے ساتھ شہر میں داخل ہو گی تو شہر میں کئی ایسے لوگ ہیں جو تمہیں پہچانتے ہیں لہٰذا یہ شور مچ جائے گا کہ دوارکا کی سبھادرا ارجن کے ساتھ آئی ہے لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ ابھی کسی کو خبر ہو کہ میں تمہیں دوارکا سے لینے گیا تھا۔

سنو دروپدی کا دل موم کرنے کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس رتھ کے اندر گوالن کا ایک لباس ہے تم یہ لباس پہن کر پیدل چلتی ہوئی شہر میں داخل ہو۔ راج محل میں دروپدی سے ملو اور اس کو رازداری سے کہو کہ تم بلرام کی اور کرشن کی چچازاد بہن ہو تمہیں اچانک محل میں دیکھ کر دروپدی بے حد خوش ہو گی اور تمہارا استقبال کرے گی اس کے بعد جب اسے یہ خبر ہو گی کہ میں تمہیں یہاں شادی کی غرض سے لایا ہوں تو میرے خیال میں وہ بُرا نہ مانے گی۔

سبھادرا نے ارجن کی ہدایت کے مطابق فوراً گوالن کا لباس پہن لیا اور پیدل چلتی ہوئی وہ شہر میں داخل ہونے کے بعد راج محل میں گئی دروپدی کے قریب آئی اور اس کے کان میں

سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگی۔

میں دوارکا سے آئی ہوں اور میں کرشن اور بلرام کی چچازاد بہن سبھادرا ہوں اس انکشاف پر دروپدی فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑے پُرجوش انداز میں وہ سبھادرا کو گلے لگا کر ملی۔

اتنی دیر میں شہر میں یہ شور مچ گیا کہ ارجن بھی شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ ارجن کے چاروں بھائی جب اس کا استقبال کرنے کے لیے محل سے نکلے تو ارجن نے ان پر انکشاف کر دیا کہ وہ دوارکا گیا ہوا تھا اور اپنے ساتھ کرشن کی چچازاد بہن سبھادرا کو لے کر آیا ہے اور یہ کہ وہ اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔ ارجن کے چاروں بھائیوں نے ارجن کی اس تجویز کو پسند کیا۔ اتنی دیر تک یہ خبر راج محل کے اندر بھی پہنچ گئی اور جب ارجن راج محل میں داخل ہوا تو دروپدی نے ارجن کا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

اے ارجن سبھادرا کے لیے واقعی تم سے بہتر کوئی شوہر نہ ہو سکتا تھا لہٰذا میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں کہ تم سبھادرا سے شادی کرنے والے ہو۔ دروپدی کا یہ فیصلہ سن کر ارجن خوش ہو گیا تھا۔ چند یوم تک کرشن، بلرام اور گادا کے علاوہ چند دوسرے لوگ بھی وہاں پہنچ گئے اور پھر تمام مذہبی رسومات ادا کر کے ارجن اور سبھادرا کی شادی کر دی گئی۔ باقی سارے مہمان تو شادی کرنے کے بعد دوارکا چلے گئے تھے جبکہ کرشن اندرپرساد میں ہی ٹھہر گیا تھا۔

○

یوناف سرائے کے کمرے میں گہری سوچوں اور تفکرات میں ڈوبا ہوا تھا کہ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا پھر ابلیکا کی غمزدہ سی آواز یوناف کو سنائی دی۔

اے میرے حبیب میں نے بیوسا کو تلاش کرنے کی ان تھک کوشش کی لیکن میں اسے کہیں بھی تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی نجانے وہ کہاں کھو گئی ہے کہ میں لگاتار جستجو کرنے کے بعد بھی اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی ہوں۔ ابلیکا کے ان الفاظ پر یوناف چونکا پھر اس نے اس کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اے ابلیکا تمہارا اندازہ کیا ہے کہ بیوسا کہاں جا سکتی ہے اس پر ابلیکا نے بغیر کسی توقف سے کہا۔

جس وقت تم بیوسا کو سرائے کے کمرے میں اکیلا چھوڑ کر دریائے گنگا کے کنارے چہل قدمی کرنے کے لیے چلے گئے تھے اور میں بھی تمہارے ساتھ چلی گئی تھی اس وقت کہیں عزازیل بیوسا پر وارد ہوا ہو گا اور اسے بے بس کر کے کہیں لے گیا ہو گا لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس نے بیوسا کو کہاں رکھا ہوا ہے کہ میں اسے تلاش کرنے میں ناکام رہی ہوں۔ ابلیکا کی اس گفتگو سے تائید کرتے ہوئے یوناف کہنے لگا۔

ابلیکا تمہارا اندازہ درست ہے میرا بھی یہی خیال ہے کہ بیوسا کو کہیں لے جانے والا عزازیل ہی ہے عزازیل نے بیوسا کی سری قوتوں کو منجمد کر دیا ہو گا پھر اسے کسی قید تنہائی میں ڈال دیا ہو گا تاکہ وہ اس سے گھبرا کر دوبارہ ان کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے۔

اے ابلیکا سنو میں بیوسا کو بے سہارا نہ رہنے دوں گا۔ میں عزازیل، عارب اور نبیطہ کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ میرے خیال میں عارب اور نبیطہ بھی جانتے ہوں گے کہ بیوسا کو کہاں رکھا گیا ہو گا۔

سوائے ابلیکا تم ایک کام کرو تم عارب اور نبیطہ پر نگاہ رکھو۔ جب تم دیکھو کہ نبیطہ اکیلی ہے اور عارب اس سے کہیں دور ہے تو مجھے اطلاع دینا تو میں ایسے ہی نبیطہ پر وارد ہوں گا جیسے عزازیل بیوسا پر وارد ہوا تھا میں اس کی سری قوتوں کو منجمد کر کے اسے سرائے کے اس کمرے میں لے آؤں گا اور پھر میں اس سے پوچھوں گا کہ بیوسا کو کہاں رکھا گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ میں اس سے اپنا مطلب نکالنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ یوناف کی اس گفتگو کے جواب میں ابلیکا نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

تم بے فکر رہو میں عارب اور نبیطہ پر نگاہ رکھوں گی اور جب بھی میں نے نبیطہ کو اکیلے پایا میں تبھی اطلاع دوں گی اس کے ساتھ ہی ابلیکا یوناف کی گردن پر لمس دیتے ہوئے علیحدہ ہو گئی تھی۔

چند دن بعد ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دینا شروع کیا پھر خوش کن اور خوشیاں بکھیرتی ہوئی آواز میں کہا۔

اے یوناف میری بات غور سے سنو نبیطہ اس وقت گنگا اور جمنا کے سنگم پر واقع ماہی گیروں کی بستی میں اکیلی ہے عارب اس وقت اپنی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ کہاں دور ہے لہذا اگر تم نبیطہ پر وارد ہونا چاہو تو یہ اچھا موقع ہے۔ ابلیکا کے اس انکشاف پر یوناف چونک کر اٹھ کھڑا ہوا پھر وہ بھاگتا ہوا سرائے کے مطبخ کی طرف گیا وہاں اس نے ایک چولہا اور لوہے کی دو سلاخیں حاصل کیں پھر وہ چولہا اس نے آگ سے بھرا اور اس آگ کے اندر اس نے لوہے کی سلاخیں رکھ دیں پھر یوناف نے وہ چولہا اٹھایا اور اپنے کمرے میں رکھ دیا، اس کے بعد وہ اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے وہاں سے چلا گیا تھا۔

یوناف ماہی گیروں کی اس بستی میں داخل ہوا جہاں عارب اور نبیطہ دونوں میاں بیوی نے قیام کر رکھا تھا اس نے دیکھا نبیطہ وہاں پر اکیلی گہری نیند سوئی ہوئی ہے۔ یوناف نے اس پر وہی عمل کیا جو عزازیل نے بیوسا پر کیا تھا سب سے پہلے اس نے اسے اس کی سری قوتوں سے محروم کیا اور پھر نبیطہ پر غشی طاری کرنے کے بعد وہ اسے اٹھانے کے بعد اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔ اس نے نبیطہ کی سری قوتوں کو منجمد ہی رکھا تاہم وہ نبیطہ کو ہوش میں لایا پھر وہ آتش مزاجی پر اتر آیا۔ چنگھاڑتی پر ہیبت آواز بجلی سی کڑک اور زلزلے کی ہولناکی کے انداز میں اس نے نبیطہ

کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے نبیطہ بتاؤ بیوسا کہاں ہے اور عزازیل نے کس جگہ اسے قیدی اور اسیر بنا رکھا ہے۔ نبیطہ نے یوناف کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا اور بڑے عجیب سے انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اس پر یوناف نے اور زیادہ برہمی سے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے نبیطہ قسم مجھے اپنے اس خداوند کی جو رات سے دن کو کشید کرتا ہے اگر تم نے اسی طرح خاموشی طاری رکھی تو میں تمہارے مقدر کو نحوست اور تمہاری اس زندگی کو موت کی رات میں بدل دوں گا۔

یوناف اس وقت زہر ظلمت اور انتہائی خوف انگیز انسان دکھائی دے رہا تھا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نبیطہ اجنبی قرب کے بے کراں سلسلے درد کی ٹیسوں اور سانسوں کی سلگاہٹ کا شکار ہو کر رہ گئی تھی اس کے چہرے پر کرب و بلا کے تصادم اور ذلت کے سرد تابوت کا سا انداز دکھائی دے رہا تھا۔ یوناف نے پھر اسے مخاطب کیا اور اسے انتہائی خوفناک انداز میں مخاطب کر کے کہا۔

اے نبیطہ اب بھی وقت ہے مجھے بتا دو ورنہ میں تم پر شام الم بن کر نزول کر جاؤں گا۔ بتاؤ بیوسا اس وقت کہاں ہے اور اگر تم نے مجھے اس سے متعلق بتانے سے انکار کیا یا خاموشی اختیار کی تو اپنے سامنے چولہے میں جلتی ہوئی اس آگ کو دیکھو اس میں لوہے کی دو سلاخیں رکھی ہوئی ہیں۔ اگر تم نے میرے سوالوں کا صحیح جواب نہ دیا تو میں لوہے کی ان گرم سلاخوں سے تیرے جسم کے ہر حصے کو داغنا شروع کر دوں گا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ تم کیسے میرے سوال کا صحیح اور درست جواب نہیں دیتی ہو۔

اس موقع پر نبیطہ نے ایک بار اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لانے کی کوشش کی لیکن جب اسے ناکامی ہوئی تو اس کے چہرے پر اور زیادہ مایوسی اور افسردگی چھا گئی تھی پھر اس نے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے بڑی عاجزی اور نرمی سے کہا۔

کہو تم کیا پوچھتے ہو۔ یوناف نے پھر پہلے سے لہجے میں مخاطب کر کے کہا۔

میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ بتاؤ بیوسا اس وقت کہاں ہے کس نے اسے اٹھایا اور کہاں اس کو اسیر بنا کر رکھا گیا ہے۔ نبیطہ کہنے لگی۔

سنو یوناف بیوسا کو عزازیل نے سرائے کے اس کمرے سے اس وقت اٹھایا تھا جب تم چہل قدمی کے لیے دریائے گنگا کی طرف گئے ہوئے تھے۔ عزازیل نے اسے اسی طرح اٹھایا جس

طرح تم نے مجھے دریائے گنگا اور جمنا کے سنگم سے اٹھایا ہے۔ عزازیل اسے اٹھا کر منفس شہر سے باہر سنکارا کے کھلے میدانوں کے اندر جو زوسر کا اہرام ہے اس کے ایک تہہ خانے میں وہ بیوسا کو لے گیا وہاں پر اس نے بیوسا کو یہ پیش کش کی کہ اگر وہ یوناف کا ساتھ چھوڑ کر اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائے تو وہ اسے چھوڑ دے گا۔

پھر اسے یوناف بیوسا نے تمہارا ساتھ چھوڑ کر عزازیل کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر عزازیل نے اسے زوسر کے اس تہہ خانے میں زنجیروں کے اندر جکڑ دیا۔ اب وہ زوسر کے اہرام کے اسی تہہ خانے کے اندر پڑی ہوئی ہے اور مجھے امید ہے کہ تم بھی اسے وہاں سے آزاد نہ کرا سکو گے۔

یوناف نے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے نبیطہ کی سری قوتوں کو بحال کر دیا۔ پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں نبیطہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے نبیطہ اب تم جا سکتی ہو بیوسا کو زوسر کے اس تہہ خانے سے نکالنا میرا کام ہے اور مجھے امید ہے کہ میں اپنے اس مقصد میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اب تم جا سکتی ہو اس کے ساتھ ہی نبیطہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائی اور وہاں سے چلی گئی تھی۔

○

جن دنوں کرشن اندرپرستا میں پانڈو برادران کے ساتھ ہی قیام کیے ہوئے تھا ان دنوں نارد نام کا ایک بوڑھا برہمن اندرپرستا میں داخل ہوا وہ یدھشٹر سے ملا اور اس پر انکشاف کیا کہ ان کا باپ پانڈو اس کا بہترین دوست تھا۔ اس نے پانڈو برادران کو یہ بھی بتایا کہ ان کا باپ پانڈو ان کے مستقبل سے متعلق بڑا فکر مند تھا اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اس کے بیٹے حکمران ہوں اور پھر وہ ایک ایسا ہال تعمیر کریں جس کی پورے ہندوستان میں کوئی مثال نہ ہو اس کے بعد اس ہال میں وہ ہندوستان کے سارے راجاؤں کو دعوت دے تاکہ اس کے بیٹے پورے ہندوستان میں نہ صرف یہ کہ نامور ہوں بلکہ اس کا بیٹا یدھشٹر ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ کہلائے۔ نارد کے اس انکشاف پر یدھشٹر بڑا متاثر ہوا اور اس نے ارادہ کر لیا کہ وہ ہر حالت میں اپنے باپ کی اس خواہش کو پورا کر کے رہے گا اس معاملے میں اس نے کرشن سے صلاح مشورہ کیا اور کرشن نے بھی اس سلسلے میں یدھشٹر سے پوری پوری حمایت اور تعاون کیا۔

کرشن کے تعاون کے بعد یدشٹر نے مایا نام کے ایک ایسے صناع کو طلب کیا جو تعمیر کے سلسلے میں اپنی کوئی مثال اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا تھا۔ یدشٹر نے مایا نام کے اس صناع سے یہ کہا کہ وہ اندر پرساد میں ایک ایسا ہال تعمیر کرے جو اپنی وسعت اپنی خوبصورتی کے لحاظ سے پورے ہندوستان میں بے مثال ہو۔ یدشٹر کے اس حکم پر مایا اپنے کام میں لگ گیا۔ انگنت مزدور اور ماہر کاریگر اس نے کام پر لگائے اور جو وقت اس نے یدشٹر کے ساتھ طے کیا تھا۔ اس وقت کے اندر ہی اندر یدشٹر کی خواہش کے مطابق ایک ایسا ہال تعمیر کر دیا جس کی مثال ہندوستان کے اندر کوئی نہ تھی۔ ہال کا نام سبھا رکھا گیا اور اس ہال کی تعمیر کے بعد یدشٹر نے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو اپنے ہاں دعوت دی۔ یوں سارے راجہ اندر پرساد میں جمع ہوئے۔ ہستنا پور سے دریودن اور اس کا مشیر اور دست راز سکونی بھی اس دعوت میں شریک ہوئے تھے۔

کئی روز تک پانڈو برادران اپنے شہر اندر پرساد میں جمع ہونے والے ہندوستان کے راجاؤں کی خدمت اور ضیافت کرتے رہے ہر راجہ سبھا نام کے اس ہال سے بے حد متاثر ہوا تھا جو مایا نام کے کاریگر نے تیار کیا تھا۔ ہر ایک کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ پورے ہندوستان میں آج تک نہ کوئی ایسا ہال تعمیر ہوا ہے اور نہ ہی آج تک ایسی ضیافت کسی نے کی ہے ہر راجہ یدشٹر اور اس کے بھائیوں کی تعریف کر رہا تھا اور ہر کوئی ایک دوسرے سے یہی کہہ رہا تھا کہ یدشٹر ہی ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ ہے۔ چند دن بعد اکا دکا کر کے وہاں جمع ہونے والے سارے راجہ اپنے اپنے شہروں کی طرف کوچ کر گئے تھے۔ تاہم ہستنا پور کا دریودن اور اس کا مشیر سکونی اندر پرساد ہی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ پانڈو برادران اس کے اس قیام پر بے حد خوش تھے کہ انہیں اپنے اس چچا زاد بھائی جن سے ان کی ماضی میں بدترین دشمنی رہی تھی کی خدمت کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ پانڈو برادران نے دریودن اور اس کے دست راز سکونی کی ضیافت، دعوت اور خدمت میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہ ہونے دی۔

دریودن سبھا نام کے اس ہال سے بے حد متاثر ہوا تھا جو مایا نام کے اس کاریگر نے تیار کیا تھا اس ہال کی تعمیر اور اس کے اندر لگے ہوئے سنگ مرمر اور دوسری قیمتی اشیاء نے پانڈو برادران کی عظمت میں اضافہ کر دیا تھا بلکہ سارے راجہ یدشٹر کو ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ ماننے پر مجبور ہو گئے تھے جب سارے راجہ وہاں سے کوچ کر گئے تو دریودن اکیلا سبھا نام کے اس محل میں داخل ہوا۔

اس ہال کے ایک طرف ایک ایسا حوض تعمیر کیا گیا تھا جس کی تہہ میں وہی سنگ مرمر استعمال کیا گیا تھا جو ہال کے عام فرش میں استعمال کیا گیا تھا۔ اس حوض کے اندر جو پانی رکھا گیا اس کا رنگ کچھ ایسا کر دیا گیا تھا کہ دیکھنے والا اپنی پہلی نظر میں پہچان ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ حوض ہے اس لیے کہ یہ حوض کی تہہ میں لگا ہوا سنگ مرمر کچھ اس انداز میں دکھائی دیتا تھا جیسے وہاں حوض نہ ہو بلکہ وہ فرش ہی کا حصہ ہو۔ دریودن اس ہال میں ٹہلتے ٹہلتے اس حوض کی طرف گیا وہ یہ نہ جان سکا کہ یہاں حوض ہے لہذا وہ بے خیالی میں اس حوض کے اندر گر گیا اس دوران پانڈو برادران ان کی بیوی دروپدی اور ارجن کی بیوی سبھادرا کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے جب انہوں نے دیکھا کہ دریودن حوض میں گرا ہوا ہے تو انہوں نے دریودن کی اس بے بسی اور اس کی سادگی پر قہقہے لگائے۔

دریودن نے اپنی اس حماقت پر لوگوں کے قہقہوں کو انتہائی ناپسند کیا۔ بہرحال سب نے مل کر اس حوض سے اسے نکالا سب نے اس کو خشک کپڑے پہننے کو دیے پھر دریودن کی دوسری بدبختی یہ کہ وہ حوض کے پاس سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ ہال کے اس حصے میں شیشہ لگا ہوا تھا جسے وہ دیکھ نہ سکا اور اس نے یہی خیال کیا کہ وہ دروازہ ہے جس کے ذریعے وہ ہال سے باہر نکل سکتا ہے لہذا جب وہ اس طرف گیا تو اس کا ماتھا زور سے شیشے سے ٹکرایا اور وہ بری طرح زخمی ہو گیا اس کی اس دوسری حماقت پر بھی پانڈو برادران دروپدی، ارجن کی بیوی سبھادرا اور دوسرے لوگوں نے بھرپور قہقہے لگائے جس پر دریودن غصے اور نفرت میں جل کر راکھ ہو گیا تھا۔ بہرحال چند دن سکون کے ساتھ اندر پرساد میں بسر کرنے کے بعد دریودن واپس ہستنا پور چلا گیا تھا۔

اندر پرساد سے واپس آنے کے بعد دریودن چند روز تک افسردہ افسردہ اور اداس سا رہا۔ وہ کسی سے بات نہ کرتا وہ ہر وقت گوشہ گیری اور عجیب سے خیالات میں کھویا رہتا تھا۔ اس کے بھائیوں اس کے دوستوں اور دیگر لوگوں نے اس کی اس تنہائی گوشہ گیری اور اس کے ان تفکرات کو جاننے کی بے حد کوشش کی لیکن اس نے کسی پر کچھ ظاہر نہ کیا۔ دراصل دریودن اندر پرساد میں پانڈو برادران کی عظمت اور ہندوستان کے مختلف راجاؤں کا یدشٹر کو ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ قرار دینے پر جل اٹھا تھا۔ وہ یہ برداشت نہ کر سکا تھا کہ اس کے مقابلے میں پانڈو برادران زیادہ عظمت اور عزت حاصل کر سکیں لہذا اسی نفرت اور کدورت میں وہ تنہائی اور تفکرات کا شکار ہو گیا تھا۔

ایک روز دریودن نے اپنے دوست اپنے رازدان، مشیر اور اپنے دست راز سکونی کو طلب کیا اور جب سکونی اس کے پاس آیا تو اس نے سکونی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے سکونی تو جانتا ہے میری بے سکونی اور تنہائی کا کیا راز ہے اس پر سکونی مسکرا کر کہنے لگا ہاں میں جانتا ہوں جب سے تم اندرپرساد سے لوٹے ہو تمہاری یہ حالت ہو گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ تم وہاں کے حالات سے متاثر ہوئے ہو جو تمہارے لیے ناقابل برداشت ہیں اس پر دریودن نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سکونی تمہارا کہنا درست ہے میں نے پانڈو برادران کو ختم کرنے کی انتہائی کوشش کی لیکن میں اس میں کامیاب نہ ہو سکا میں نے انہیں درناوات شہر کے قدیم راج محل کے اندر جلا کر مارنے کی کوشش کی لیکن اس میں مجھے ناکامی ہوئی اور وہ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے پھر پانڈو برادران کی دوسری خوش قسمتی اور میری بدبختی یہ کہ وہ پانچوں راجہ درو پدہ کے داماد ہو گئے اور جنگ کے اندر انہوں نے راجہ درو پدہ کی مدد سے ہمیں شکست فاش دی اس کے بعد بھیشم اور ودورا کے کہنے پر انہیں یہاں بلایا گیا اور انہیں سلطنت کا وہ آدھا حصہ دیا گیا جو انتہائی ناکارہ اور بنجر تھا اور اے سکونی تو نے دیکھا کہ انہوں نے اس ناکارہ اور بنجر زمین کو کیسا زرخیز اور شاداب بنا کر رکھ دیا ہے اب وہ علاقہ جس پر وہ حکومت کرتے ہیں وہ ہمارے علاقے سے بھی زیادہ زرخیز اور خوشحال ہے۔ اور اب انہوں نے ہندوستان کے سارے راجاؤں کو دعوت دے کر اور سبھا نام کے ہال کی تعمیر کر کے اپنی عظمت کا اعلان کر دیا ہے اور سارے راجاؤں نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یدھشٹر ہی ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ ہے۔

اے سکونی یہ معاملہ میرے لیے ناقابل برداشت ہے میں یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ یدھشٹر میرے مقابلے میں ہندوستان کا سب سے بڑا راجہ کہلائے۔ اے سکونی کوئی ایسی ترکیب بتاؤ جس سے میں یدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو اپنے سامنے زیر کر سکوں۔

دریودن کی اس گفتگو کے جواب میں سکونی کچھ دیر تک سر جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

اے دریودن اگر ہم یدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کے لیے ان کے خلاف جنگ کی ابتدا کرتے ہیں تو یہ ہماری حماقت اور بیوقوفی ہو گی اس لیے کہ پانڈو برادران اب اتنی قوت اور طاقت پکڑ چکے ہیں کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اگر ہم نے ان کے ساتھ جنگ چھیڑنے کی کوشش کی تو سنو دریودن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس جنگ میں ہمیں شکست فاش ہو گی۔

یہاں تک کہنے کے بعد دریودن تھوڑی دیر تک رکا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا۔

سنو دریودن! میرے ذہن میں ایک ایسی ترکیب ہے جسے استعمال کر کے ہم نہ صرف یدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو اپنے سامنے زیر کر سکتے ہیں بلکہ انہیں ان کی ریاست کی حکمرانی سے بھی محروم کر سکتے ہیں اور ایسا کرنے میں نہ تو ایک تلوار ہی حرکت میں آئے گی اور نہ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرایا جائے گا سکونی کا یہ جواب سن کر دریودن کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا تھا وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے پھر وہ چونکا اور اس نے سکونی کو مخاطب کر کے پوچھا۔

سکونی وہ کون سا طریقہ ہے کہ ایک تلوار بھی میان سے نہ نکلے اور خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرے اور ہم یدھشٹر اور اس کے بھائیوں کو نہ صرف یہ کہ اپنے سامنے مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائیں بلکہ ان کی ریاست کی حکمرانی سے بھی انہیں محروم کر دیں اس پر سکونی کہنے لگا۔

سنو دریودن تم جانتے ہو کہ یدھشٹر جوا کھیلنے کا بے حد شوقین ہے۔ پر وہ جوئے کے گر نہیں جانتا تم یہ کہہ سکتے ہو کہ یدھشٹر انتہائی شوقین جواری ہے پر وہ جوا کھیلنے کے گر صحیح نہیں جانتا۔ اور اے دریودن تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہندوستان میں کوئی ایسا شخص نہ ہو گا جو جوئے کے فن میں میرا مقابلہ کر سکے۔ ہم یدھشٹر کو جوئے کی دعوت دیں گے اور کہیں گے کہ وہ بھی اپنی ریاست کو داؤ پہ لگائے اور ہم بھی اپنی ریاست داؤ پر لگائیں گے جو جیت گیا وہی دونوں ریاستوں کا حکمران ہو گا۔

اے دریودن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ یہ جیت ہماری ہو گی اور تم ہی دونوں ریاستوں کے راجہ ہو گے۔ سکونی کی یہ ترکیب سن کر دریودن بے حد خوش ہوا اور پھر وہ کہنے لگا۔

اے سکونی اس قسم کا جوا کھیلنے کے لیے مجھے اپنے باپ دھرت راشٹر سے اجازت لینا ہو گی کیونکہ اس وقت وہی ریاست کا راجہ ہے۔ اس سلسلے میں میں اپنے باپ سے اجازت نہ لوں گی تم خود جاؤ تم جانتے ہو کہ میرا باپ تمہاری کوئی بات نہیں ٹالتا۔ تم ابھی میرے باپ کے پاس جاؤ اور اسے اس جوئے پر آمادہ کرو۔ سکونی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دریودن کی ہدایت کے مطابق وہ دھرت راشٹر سے بات کرنے کے لیے نکل گیا تھا۔

سکونی ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر کے پاس آیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے راجہ میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ جب سے تمہارا بیٹا دریودن اندرپرساد سے آیا ہے تب سے وہ بے حد اداس، غمگین اور افسردہ رہنے لگا ہے۔

اے راجہ وہ کسی سے گفتگو نہیں کرتا وہ تنہائی پسند اور گوشہ گیر ہو گیا ہے میں تم سے یہ بھی

کیوں کہ دریودن تمہارا سب سے دانش مند، دلیر اور تم سے زیادہ محبت کرنے والا بیٹا ہے، لہذا تمہیں اس کے دُکھ درد اور اس کے غم کا ضرور مداوا کرنا چاہیئے۔ سکونی کی یہ گفتگو سن کر دھرت راشٹر ایک طرح سے چونک پڑا اور اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے سکونی! تم فوراً جاؤ اور دریودن کو میرے پاس لے کر آؤ تاکہ میں اس سے پوچھوں کہ وہ کیوں غمزدہ اور غمگین رہنے لگا ہے۔

سکونی فوراً وہاں سے چلا گیا پھر وہ تھوڑی دیر بعد لوٹا اور دریودن کو اپنے ساتھ لے کر آیا دونوں جب دھرت راشٹر کے سامنے بیٹھ گئے اور دھرت راشٹر نے بڑے پیار اور شفقت کے ساتھ اس سے پوچھا۔

اے دریودن تم کیوں اداس اور غمگین رہنے لگے ہو تم جانتے ہو کہ تم مجھے اپنے سارے بیٹوں میں زیادہ عزیز اور پیارے ہو اور تم ہی اس قابل ہو کہ میرے بعد ریاست کے حکمران بن سکتے ہو لہذا میں کسی بھی صورت تم کو غمگین نہیں دیکھ سکتا۔ کہو تمہیں کیا دُکھ اور کیا تکلیف ہے اس پر دریودن نے اندرپرساد میں جو پانڈو برادران کی عظمت دیکھی تھی اس کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا۔

اے میرے باپ میرے لیے یہ ناقابل برداشت ہے کہ پانڈو برادران میرے مقابلے میں عزت اور عظمت حاصل کریں میں ہر حال میں انہیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب دیکھنا چاہتا ہوں۔

اے میرے باپ اب وہ بہت زیادہ طاقت اور قوت پکڑ چکے ہیں اور انہیں تلوار کے ذریعے اپنے سامنے زیر کرنا ناممکن ہے بلکہ اب ایسا سوچنا بھی حماقت ہے۔ دریودن تھوڑی دیر رُکا پھر وہ دوبارہ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اے میرے باپ میرے ہمدرد اور دوست ماموں سکونی نے ایک ایسا راستہ دکھایا اور تجویز کیا ہے کہ ہم بغیر تلوار نکالے اور ایک قطرہ خون کا بہائے بغیر پانڈو برادران پر قابو پا سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ آپ جانتے ہیں کہ یدشٹر جوا کھیلنے کا بے حد شوقین ہے۔ سکونی کا یہ مشورہ ہے کہ پانڈو برادران کو یہاں بُلایا جائے پھر ان کے ساتھ جوا کھیلا جائے آپ جانتے ہیں کہ سکونی جوا کھیلنے میں اپنا کوئی جواب اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا جب پانڈو برادران یہاں پہنچیں گے تو سکونی ہماری طرف سے جوا کھیلے گا اور مجھے امید ہے کہ آہستہ آہستہ اس جوئے میں سکونی یدشٹر کو ہر چیز سے حتیٰ کہ اس کی ریاست سے بھی محروم کر دے گا۔ اس طرح پانڈو برادران ایک بار پھر جنگلوں

ہمارے سامنے مغلوب ہو کر رہ جائیں گے اور ہم ان کے ساتھ ہم اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق حکم چلا سکیں گے۔

اے میرے باپ اس جوئے کی ابتدا کرنے کے لیے اور پانڈو برادران کو اس کی دعوت دینے سے قبل ہمیں آپ کی اجازت کی ضرورت ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ ضرور ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دے دیں گے۔

دریودن کی اس گفتگو کے بعد دھرت راشٹر تھوڑی دیر تک سر جھکائے ہوئے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے سکونی اور دریودن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تم دونوں میری بات غور سے سنو میں سب سے پہلے اس سلسلے میں بھیشم، ودورا اور دوسرے لوگوں سے بات کرتا ہوں اور ان پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کروں گا کہ ہم پانڈو برادران کو دعوت دینا چاہتے ہیں تاکہ وہ کچھ دن ہمارے ہاں سکون اور آرام سے گزاریں اور ہمارے اور ان کے درمیان محبت میں اضافہ ہو اس کے بعد میں پانڈو برادران کو دعوت دوں گا کہ جوا کھیلا جائے ان کی آمد سے پہلے ہستناپور شہر سے باہر بہت بڑا ہال تعمیر کیا جائے گا اور اسی ہال کے اندر جوا کھیلا جائے گا۔ دھرت راشٹر کا یہ جواب سن کر سکونی اور دریودن خوش ہو گئے تھے پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے

چند ہفتے بعد دھرت راشٹر نے بھیشم اور ودورا سے پانڈو برادران کو دعوت دینے کی بات کی تو ان دونوں نے آمادگی کا اظہار کر دیا تو اس کے ساتھ ہی دھرت راشٹر نے ہستناپور سے باہر ایک بہت بڑا ہال تعمیر کرنے کا حکم دے دیا اور جب یہ ہال تیار ہو گیا تو ودورا کو اندر پرساد بھیجا گیا تاکہ وہ پانڈو برادران کو ہستناپور لائے وہ چند دن وہیں بسر کریں اس طرح کوروؤں اور پانڈو برادران میں محبت اور میل جول میں اضافہ ہو دھرت راشٹر کا یہ حکم سن کر ودورا اندر پرساد روانہ ہو گیا تھا۔

چند دن ہی بعد ودورا پانڈو برادران ان کی ماں کنتی اور دیوی دروپدی کو لے کر ہستناپور پہنچ گیا۔ ہستناپور میں ان سب کے لیے رہائش کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کورو واقعی ہی دل میں پانڈو برادران کی عزت اور احترام رکھتے ہوں۔ چند دن سکون اور آرام سے گزارنے کے بعد ایک روز سکونی نے نہ صرف یہ کہ یدشٹر کو جوا کھیلنے کی دعوت دی بلکہ اسے چیلنج کیا کہ وہ کسی بھی صورت میں اس سے جوا جیت نہیں سکتا۔ یدشٹر نے اس چیلنج کو اپنی بے عزتی اور اپنی بدنامی کا باعث جانا لہٰذا وہ فوراً سکونی کے ساتھ جوا کھیلنے پر آمادہ ہو گیا تھا اور یہی سکونی دھرت راشٹر اور دریودن کا مدعا بھی تھا بہرحال ہستناپور شہر سے باہر جو بڑا ہال تعمیر کیا گیا تھا اس میں جوئے کا انتظام کیا گیا۔ ہستناپور کے بے شمار لوگ وہاں جمع ہوئے بھیشم ودورا اور درونا کے علاوہ اور دوسرے بے شمار لوگ بھی وہاں جمع ہوئے اور ان کی موجودگی میں جوئے کی ابتدا کی گئی تھی۔ یدشٹر نے پہلے اپنے قیمتی زیورات نایاب پتھر اور دولت داؤ پر لگائی اسی قدر اور ایسی ہی قیمتی اشیاء دریودن نے داؤ پر لگائی تھی اور پھر جب جوئے کی ابتدا ہوئی تو سکونی جیت گیا دوسری بار یدشٹر نے سونے ڈھیر انگشت نکلس اور بے شمار قیمتی ہیرے داؤ پر لگائے اور یہ بھی سکونی جیت گیا اور یدشٹر ہار گیا تیسرے داؤ میں یدشٹر نے پھر قیمتی جواہرات اور جنگی رتھ سونا اور گھوڑے داؤ پر لگائے اور یہ داؤ بھی سکونی جیت گیا اس کے بعد جوئے میں یدشٹر کی ہوس بڑھتی چلی گئی اور یوں جوئے کا سلسلہ تیزی کے ساتھ جاری رہا اور اس میں یدشٹر تیزی کے ساتھ اپنی ساری دولت اپنے سارے ہاتھی اپنی ساری فوج اپنے غلام اپنا خزانہ یہاں تک کہ اپنی حکومت بھی جوئے میں ہار گیا تھا۔

اس بار کے بعد سکونی نے بڑے غور اور طنزیہ سے انداز میں یدشٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے یدشٹر اپنی ہر قیمتی چیز ہر وہ شے جو تمہاری ملکیت ہے تم ہار چکے ہو اب بتاؤ اس جوئے میں داؤ پر لگانے کے لیے تمہارے پاس کیا رہ گیا ہے اگر کوئی ایسی چیز ہے جو تمہارے پاس ہو اور جسے تم داؤ پر لگا سکتے ہو تو تم نکالو تاکہ سارے لوگوں کی موجودگی میں جوئے کو جاری رکھا جا سکے سکونی کی اس طنزیہ گفتگو پر یدشٹر سیخ پا ہو گیا تھا سکونی نے اسے ایک طرح سے بے بس اور پاگل بنا دیا تھا پھر اس نے سکونی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے سکونی ابھی میرے پاس بہت سی چیزیں ہیں جنہیں جوا جاری رکھنے کے لیے میں داؤ پر لگا سکتا ہوں پھر یدشٹر نے غور سے سکونی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا میں اپنے بھائی نکولہ کو داؤ پر لگاتا ہوں یہ داؤ بھی سکونی جیت گیا اس کے بعد اپنے دوسرے بھائی سادیو کو یدشٹر نے داؤ پر لگایا یہ داؤ بھی سکونی جیت گیا ان بھائیوں کے بعد یدشٹر اپنے بھائی بھیم سین اور ارجن کو بھی جوئے میں ہار گیا یہاں تک کہ اس کی حالت پاگلوں جیسی ہو گئی تھی اس کے بعد اس نے انتہائی غصے کی حالت میں سکونی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اے سکونی اب میں اپنے آپ کو داؤ پر لگاتا ہوں یوں یدشٹر اپنا آپ بھی جوئے میں ہار گیا اس موقع پر اس کے چہرے پر انگشت اداسیاں اور غم بکھر کر رہ گئے تھے۔

یدشٹر کو یوں اپنے سامنے چپ بیٹھا دیکھ کر سکونی نے پھر یدشٹر کو پہلے سے انداز میں کہا اے یدشٹر ابھی تمہارے پاس ایک داؤ ہے ہو سکتا ہے تم یہ داؤ جیت جاؤ اور جو کچھ تم نے ہارا ہے اسے دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔ اب جب کہ تم اپنی ساری ریاست اپنے سارے بھائیوں کو جوئے میں ہار چکے ہو تو یدشٹر تمہارے پاس دروپدی ہے جسے تم آخری داؤ پر لگا سکتے ہو اس موقع پر ارجن اور بھیم سین نے اشارے سے یدشٹر کو منع بھی کیا کہ دروپدی کو داؤ پر نہ لگائے پہ یدشٹر اس موقع پر جوئے میں ہارنے اور غصے کی وجہ سے ایسا پاگل پن سوار تھا کہ اس نے بھائیوں کے اس اشارے کا کوئی جواب نہ دیا اس نے دروپدی کو بھی داؤ پر لگا دیا اور اس طرح یدشٹر دروپدی کو بھی جوئے میں ہار گیا تھا۔

اس حادثے پر پورے ہال میں خاموشی اور سکوت طاری ہو گیا پانڈو برادران کا چچا ودورا اپنا سر تھامے ہال میں ایک کونے میں بیٹھا تھا درونا اور بھیشم بھی اس حادثے پر اداس تھے تاہم دھرت راشٹر اپنے بیٹے کی اس کامیابی پر خوش تھا اس موقع پر دریودن نے ودورا کو جلانے کی خاطر کہا اے چچا اب صرف پانڈو برادران ہی ہمارے غلام نہیں بلکہ دروپدی بھی ہماری لونڈی ہے۔ اسے لونڈیوں کے کمرے میں رکھا جائے گا تاکہ وہ لونڈیوں کے سے کام کرنے کی عادی ہو جائے دریودن کی یہ گفتگو سن کر ودورا غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور دریودن کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو دریودن اب بھی موقع ہے اتنے دور نہ جاؤ تم جان بوجھ کر ایسا معاملہ کر رہے ہو جو کسی چیتے کو غصہ دلانے کی کوشش کرتا ہے سنو اس وقت سے ڈرو جب

یہ پانڈو برادران تمہارے لیے انتہائی زہریلے سانپ ظاہر ہوں گے انہیں غصہ نہ دلاؤ اور سنو دروپدی تمہاری لونڈی نہیں ہے اور نہ ہی لونڈیوں کے کمرے میں رکھ کر اس کی توہین کی جانی چاہیے۔

یدشٹر دروپدی کو جوئے میں لگانے کا کوئی حق نہیں رکھتا تھا کیونکہ دروپدی کو داؤ پر لگانے سے قبل وہ اپنے آپ کو ہار چکا تھا۔ اے دریودن تم مجھے اپنا خیر خواہ نہیں سمجھتے مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں پانڈوں کی طرح تمہارا بھی خیر خواہ ہوں پر میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب کورو برادران تیری وجہ سے تباہ ہو کر رہ جائیں گے اور یہ تباہی اور بربادی ان پانڈوؤں ہی کے ہاتھوں آئے گی لہذا میں تمہیں کہتا ہوں کہ جوئے میں جو کچھ تم نے جیتا ہے یہ سب کچھ تم پانڈو برادران کو واپس کر دو ورنہ وہ دن بہت قریب ہے جب ستناپور کو تمہارے لیے جہنم بنا کر رکھ دیا جائے گا یہاں تک کہنے کے بعد ودورا خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

ودورا کی اس گفتگو کے جواب میں دریودن نے بھی انتہائی غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا اے ودورا میں جانتا ہوں تم ہمارے دشمن اور پانڈو برادران کے دوست ہو پر اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا میں تمہاری کسی قسم کی نصیحت قبول کرنے پر تیار نہیں ہوں اس کے بعد دریودن نے وہاں کھڑے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ فوراً زنان خانے کی طرف جائے اور دروپدی کو یہ بتائے کہ اس کا شوہر یدشٹر اسے جوئے میں ہار چکا ہے۔ اور اب وہ ہماری لونڈی ہے اور میں اس کا مالک ہوں اس نے غلام کو یہ حکم دیا کہ دروپدی کو یہاں سب کے سامنے لائے اور سارے لوگوں کی موجودگی میں اس پر واضح کر دیا جائے کہ اس نے بقیہ زندگی ہستناپور میں کس طرح گزارنی ہے غلام زنان خانے میں پہنچا اور دروپدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے دروپدی تمہارے شوہر یدشٹر نے تمہیں جوئے میں ہار دیا ہے اور یہ جوا اس کے اور دریودن کے درمیان کھیلا گیا تھا جوئے میں تمہیں ہار جانے کے بعد دریودن اب تمہارا مالک ہے لہذا دریودن نے تمہارے مالک کی حیثیت سے تمہیں اس ہال کے اندر طلب کیا ہے جس کے اندر جوا کھیلا گیا تھا اس غلام کے اس انکشاف پر دروپدی تھوڑی دیر کے لیے کچھ نہ کہہ سکی وہ اپنی جگہ پر حیران اور پریشان کھڑی رہی ایسا لگتا تھا کہ وہ بے زبان ہو گئی ہو پھر تھوڑی دیر بعد اس نے غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا کیا مطلب ہے یدشٹر مجھے کیسے جوئے میں داؤ پر لگا سکتا ہے کیا اس کے حواس اسی قدر جاتے رہے تھے کہ اس نے مجھے بھی داؤ پر لگا دیا ہے۔

اس کے جواب میں وہ غلام کہنے لگا میں سچ کہہ رہا ہوں جوا یدشٹر اور دریودن کے درمیان کھیلا گیا تھا دریودن کی طرف سے سکونی عملی طور پر جوئے میں حصہ لے رہا تھا یدشٹر نے پہلے اپنی ساری چیزیں جوئے میں ہار دیں یہاں تک کہ وہ اپنی ریاست تک بھی جوئے میں ہار گیا اس کے بعد اس نے ایک ایک کر کے اپنے بھائیوں کو داؤ پر لگایا پھر بھی وہ ہارا اور آخر میں وہ تمہیں بھی ہار گیا دریودن یہ جوا جیتنے کے بعد تمہارا مالک ہے لہذا اس نے تمہیں طلب کیا ہے اس کے جواب میں دروپدی نے اس غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا واپس اس ہال میں جاؤ اور یدشٹر سے یہ پوچھ کر آؤ کہ اس نے جوئے میں پہلے اپنے آپ کو ہارا یا مجھے ہارا تھا دروپدی کے کہنے پر وہ غلام واپس ہال میں آیا اور یدشٹر سے وہی سوال کیا جو دروپدی نے کیا تھا۔

یدشٹر نے اس غلام کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا بس انتہائی بے بسی میں اس کی گردن جھک گئی تھی اس موقع پر دریودن نے انتہائی غصے اور غضبناک حالت میں اس غلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا فوراً واپس جاؤ اور دروپدی سے کہو کہ وہ وقت ضائع کیے بغیر اس ہال میں سب کے سامنے پیش ہو۔ جب وہ غلام دوبارہ دروپدی کے سامنے گیا اور اس نے دروپدی کو یدشٹر کی خاموشی اور دریودن کے غصے سے آگاہ کیا تو دروپدی نے پھر اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یدشٹر سے کہو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے جو کچھ وہ کہے گا میں کروں گی ورنہ دریودن کا حکم ماننے سے میں انکار کرتی ہوں وہ غلام ایک بار پھر ہال میں آیا اور یدشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے بتایا کہ دروپدی یہ کہتی ہے کہ اگر یدشٹر مجھے یہ کہے کہ مجھے سب لوگوں کے سامنے ہال میں آنا چاہیے تو میں ضرور آؤں گی جواب میں یدشٹر نے غلام سے کہا کہ دروپدی سے کہو کہ وہ ہال میں آئے اور یہاں بیٹھے ہوئے معزز لوگوں سے یہ پوچھے کہ جو کچھ قدم میں نے اس کے حق میں اٹھایا ہے وہ غلط ہے یا صحیح اس غلام کے بار بار آنے پر دریودن بے انتہا غضبناک ہو گیا تھا اس نے غلام کو وہیں روک دیا اور اس نے اپنے چھوٹے بھائی دسونا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اے دسونا میں سمجھتا ہوں کہ یہ غلام دروپدی سے ڈرتا ہے لہذا تم خود جاؤ اور زبردستی دروپدی کو پکڑ کر یہاں لاؤ آخر وہ ہماری لونڈی ہی تو ہے وہ ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہے اپنے بڑے بھائی کا حکم سن کر دسونا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور محل کے زنان خانے کی طرف روانہ ہو گیا تھا دسونا اس کمرے میں داخل ہوا جس میں دروپدی کا قیام تھا اور اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اے دروپدی یدشٹر تمہیں جوئے میں ہار چکا ہے اور اب تم میرے بڑے بھائی دریودن کی ملکیت میں ہو دریودن نے تمہیں اس ہال میں طلب کیا ہے جس میں جوا کھیلا گیا ہے لہذا تمہیں بغیر کسی رکاوٹ اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے میرے ساتھ اس ہال کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے اور اے دروپدی سن رکھو کہ اگر تم نے دریودن کے اس حکم کے مطابق میرے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو میں تمہیں پکڑ کر کھینچتے ہوئے اور گھسیٹتے ہوئے اس ہال میں لے جاؤں گا۔

دسونا کی یہ گفتگو سن کر دروپدی انتہائی غضبناک ہو گئی تھی اس نے دسونا سے کچھ نہ کہا وہ تیزی سے دریودن کی ماں رانی گندھاری کے کمرے کی طرف لپکی تاکہ وہ اس سلسلے میں رانی سے بات کرے لیکن دسونا نے فوراً آگے بڑھ کر اسے رانی کے کمرے میں جانے سے روک دیا پھر وہ انتہائی غضبناک حالت

میں حرکت میں آیا اور اس نے آگے بڑھ کر دروپدی کے لمبے لمبے بالوں کو پکڑ لیا اور اسے تقریباً کھینچتا اور گھسیٹتا ہوا اس ہال کی طرف لے جا رہا تھا جس میں جوا کھیلا گیا تھا۔

زوسر کے اہرام سے یوسا کو عزازیل کی اسیری سے چھڑانے کے لیے یوناف ایک روز دوپہر کے وقت سکارا کے میدانوں میں داخل ہوا اس نے دیکھا سکارا کے میدانوں میں اس وقت ساحرانہ سی فضا چھائی ہوئی تھی بگولوں کی صورت میں چلتی تیز ہوائیں ریت کے جھکڑ کھڑے کر رہی تھیں سکارا کے میدانوں سے گزرنے کے بعد یوناف جب زوسر کے اہرام کی طرف آیا تو اس نے دیکھا اہرام کے سامنے والے بلند حصے پر عزازیل پہلے ہی کھڑا تھا یوناف نے پہلے تھوڑی دیر تک اہرام کے سامنے والے حصے پر عزازیل کو غور سے دیکھا وہ اس سے اس موقع پر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عزازیل نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی اور بلند آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے نیکی کے نمائندے مجھے پتہ تھا کہ تم زوسر کے اہرام میں ضرور آؤ گے۔ تم نے نبیطہ سے یوسا کی اسیری کا محل وقوع معلوم کر لیا تھا لہٰذا میں تمہارا ہی منتظر تھا سنو میں نے اس اہرام میں تمہارے لیے مغموم امنگوں سے بھرے ہوئے شبستان اور درماندہ تمناؤں کی تہہ بستہ چھاؤں بکھیر دی ہے اے نیکی کے نمائندے اس اہرام کے اندر میں نے تمہارے اور یوسا کے لیے ایسی بیڑیاں ڈال دی ہیں اور ایسی سولیاں گاڑھ دی ہیں جن سے تم کبھی نجات حاصل نہ کر سکو گے سنو اے نیکی کے نمائندے۔ میں اندھیروں کے ہجوم کا ایک عزم شکن طوفان ہوں اس اہرام کے اندر ڈالی ہوئی میری پوشیدہ قوتیں نہ صرف یہ کہ تمہارے سینے میں آگ بھڑکا دیں گی بلکہ تم پر آتشیں اجاڑ موت کے سناٹے اور وحشتوں کی بھیڑ طاری کر کے تمہیں ساختوں میں ہمیشہ کے رکھ دیں گی یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل خاموش ہو گیا تھا۔

عزازیل کی یہ گفتگو سن کر یوناف تھوڑی دیر تک بڑے عجیب سے انداز میں اسے دیکھتا رہا اس دوران اس کے چہرے کے خندی نقوش پر کھنچے تعصب نفرت، رنج و کرب کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا پھر اس نے عزازیل کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا اے عزازیل تو صدیوں سے میرے ساتھ ٹکراتا چلا آ رہا ہے اور تو جانتا ہے کہ میں ماضی میں تمہیں الفاظ کی طرح نچوڑتا رہا ہوں تیری حالت دھڑکنوں میں الجھتے رازوں جیسی بناتا رہا ہوں اور تم پر موت کی خاموشی طاری کر کے تمہیں خیر و شر کا فرق اور راستی اور پاکیزگی

کا امتیاز بھی سمجھاتا رہا ہوں سنو عزازیل اب بھی میں جب اپنے رب کا نام لے کر تمہارے خلاف حرکت میں آؤں گا تو تمہارے اس کھیل سے بھی فتح مند ہو کر نکل جاؤں گا۔ یوناف جب خاموش ہوا تب عزازیل اسے بلند آواز میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے نیکی کے نمائندے میں قاتل موت کی ایک قوت آندھیوں کا تھپیڑا اور طوفانوں کی بیداری ہوں زوسر کے اس اہرام کے اندر میں نے آگ اور آہن کا ایک ایسا تھپیڑا کھڑا کیا ہے جس کی وجہ سے ہر منظر بے نظر ہر صدا بے صدا ہر شہر در بدر اور ہر حرف بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اے نیکی کے نمائندے تم بھی جب اس اہرام کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرو گے تو تمہاری بھی حالت ایسی ہی ہو گی اور تم بھی چیخیں مارتے ہوئے یہاں سے بھاگ کھڑے ہو گے۔

یوناف نے عزازیل کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا تھوڑی دیر تک وہ عزازیل کو دیکھتا رہا پھر زوسر کے اہرام میں وہ داخل ہوا ابھی وہ اہرام کے اندر چند ہی قدم آگے بڑھا تھا تو اس نے محسوس کیا جیسے انگنت اور بے شمار سری قوتیں اس کے خلاف حرکت میں آ گئی ہوں وہ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے لاکھوں آدم خور بھیڑیوں اور ہزاروں خونخوار چمگادڑوں نے اس پر حملہ کر دیا ہو یوناف نے اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر اپنے آپ کو اس مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کی لیکن اس نے محسوس کیا کہ اس کی کوئی بھی سری قوت وہاں کام نہ کر رہی تھی اپنے آپ کو اس اہرام کے اندر اس قدر بے بس، مجبور اور اذیت میں دیکھتے ہوئے یوناف باہر بھاگا وہ زوسر کے اہرام کے اندر اس قدر تشدد کا شکار ہوا تھا کہ وہ سناٹوں کی دیواریں گراتی چیخیں بلند کرتا ہوا سکارا کے میدانوں میں بھاگتا ہوا دور تک چلا گیا تھا۔

دریودن کا بھائی دروپدی کو گھسیٹتا ہوا اس ہال کے اندر لایا تو دروپدی تھوڑی دیر تک وہاں جمع ہونے والے سارے لوگوں کو بڑے غور اور انہماک کے ساتھ دیکھتی رہی پھر اس نے بلند آواز میں سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا میں دیکھتی ہوں کہ ہستناپور کے بڑے بڑے لوگ اور محل میں قیام کرنے والی تمام ہستیاں اس ہال کے اندر جمع ہیں۔ سب لوگوں سے میں سوال کرتی ہوں کہ جب تم سب لوگ یہاں جمع تھے تو پھر کیوں کر اس ہال کے اندر جوئے جیسا گھناؤنا کھیل کھیلا گیا تم سب کی موجودگی میں مجھے گھسیٹ کر اس ہال کے اندر لایا گیا لیکن تم میں سے کسی کی زبان اس ظلم اور اسی ستم کے

خلاف حرکت میں نہ آئی۔ میں تم سب بڑے لوگوں کی موجودگی میں اپنے شوہر یدشٹر سے اس سارے جوئے کی تفصیل پوچھتی ہوں اور یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اس نے جوئے میں پہلے اپنے آپ کو ہارا یا مجھے میں نے اس سوال کا جواب جاننا چاہا لیکن کسی نے مجھے اس سوال کا جواب نہ دیا اور مجھے گھسیٹ کر یہاں اس ہال میں لایا گیا لہٰذا میں تم سب کے سامنے پھر اپنے سوال کو دہراتی ہوں اور تم سے یہ پوچھتی ہوں کہ بتاؤ میں آزاد ہوں یا لونڈی؟

کچھ دیر بعد دروپدی نے بڑے غور سے یدشٹر کی طرف دیکھا وہ اس وقت بڑے غصے میں تھا پر اپنے سر کو وہ بری طرح جھکائے ہوئے تھا وہ سوچ رہا تھا کہ دروپدی کو ایسی غضبناک حالت میں دیکھنے سے قبل کاش اسے موت آگئی ہوتی۔ جب یدشٹر سے دروپدی کو کوئی جواب نہ ملا تب دروپدی نے بھیشم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

اے کوروؤں اور پانڈوؤں کے جدامجد تمہیں ہستناپور کے اندر ایک دانش گاہ اور علم کا گھر تصور کیا جاتا ہے میں نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ بھیشم سے بڑھ کر ہستناپور میں کوئی دانا اور عقلمند نہیں ہے اے پانڈوؤں کے جدامجد کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میں لونڈی ہوں کہ آزاد۔ دروپدی کے اس سوال پر بھیشم تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا۔

اے دروپدی تمہارے اس سوال نے مجھے شش و پنج میں ڈال دیا ہے اور میں اس معاملے پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈال سکتا ایک طرف میرا یہ بھی خیال ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو جوئے میں ہار چکا ہو وہ مزید اپنی کسی چیز کو جوئے کے داؤ پر نہیں لگا سکتا اس لحاظ سے یدشٹر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ جوئے میں تمہیں داؤ پر لگائے لیکن دوسری طرف ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ ایک شوہر کو اپنی بیوی پر مکمل حق ہے کہ وہ اسے آزاد رکھے یا لونڈی بنائے وہ اپنی بیوی کو جائیداد اور پونجی کہہ کر پکار سکتا ہے لہٰذا اس لحاظ سے وہ اپنی اس پونجی اپنی اس جائیداد کو جوئے پر لگا سکتا ہے اے دروپدی ان دونوں نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہارے سوال کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔

بھیشم کا یہ جواب سن کر دروپدی بے چاری رونے لگی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اس موقع پر دریودن کے بھائی دسونا نے ایک زوردار اور مکروہ قہقہہ لگایا پھر اس نے دروپدی کو مخاطب کر کے کہا۔ اے دروپدی تم اس وقت میرے بڑے بھائی دریودن کی لونڈی ہو پر تم اس سلسلے میں کیوں فکر مند ہو تمہیں اس سوال کا جواب کوئی نہیں دے سکتا اور تمہارے سوال کا جواب یہی ہے کہ تم غلام ہو اب تمہارا دھرم یہی ہے کہ تم اب اپنے مالک یعنی میرے بڑے بھائی دریودن کو ہر

لحاظ سے خوش رکھنے کی کوشش کرو دسونا کی اس گفتگو پر دروپدی نے کچھ ایسے انداز میں اس کی طرف دیکھا جیسے وہ اپنی آنکھوں سے نکلتی چنگاریوں سے دسونا کو جلا کر راکھ کر دے گی پر وہ بے چاری خاموش رہی اور منہ سے کچھ نہ کہہ سکی۔

دسونا کے یہ الفاظ سن کر بھیم سین غصے میں اس پتے کی طرح کانپ رہا تھا جو غضبناک آندھیوں کا شکار ہو گیا ہو پھر اس نے انتہائی غصے اور غضب میں مخاطب کر کے یدشٹر کو کہا دیکھو اپنے جنون اور جوئے کا انجام غور سے دیکھو وہ ساری دولت جو ہم نے بڑی اور محنت اور جدوجہد سے حاصل کی تھی جاتی رہی ہے تم نے ہر شے حتیٰ کہ تم نے اپنی حکومت اپنے بھائیوں اور بیوی کو بھی جوئے میں ہار دیا ہے اے میرے بھائی میں نے ہر موقع پر تیری باپ کی طرح عزت کی ہے تو نے جب اپنی ریاست اور ہر چیز جوئے میں ہار دی تو میں خاموش رہا تو مجھے اور اپنے دیگر بھائیوں کو بھی ہار دیا تب بھی میں خاموش رہا لیکن اب حالات میرے لیے ناقابل برداشت ہیں ذرا غور سے دروپدی کی طرف دیکھو کہ اسے کس طرح بالوں سے پکڑ کر اور گھسیٹتے ہوئے اس ہال کے اندر لایا گیا ہے کیا یہ صورت حال میرے لیے قابل برداشت ہے۔

بھیم سین کے یدشٹر کے لیے یہ الفاظ سن کر ارجن کو بے حد دکھ ہوا ایک بار بڑے غور سے اپنے بھائی یدشٹر کو دیکھا کہ کل تک اندرپرساد کا راجہ تھا اور آج وہ کوروؤں کا غلام تھا پھر ارجن نے بھیم سین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔ اے بھیم سین مجھے تم سے ایسے الفاظ کی توقع نہ تھی مجھے تم سے اپنے بڑے بھائی جو ہمارے باپ کی جگہ ہے ایسے سلوک کی قطعاً امید نہ تھی تم نے ہمیشہ اپنے بڑے بھائی کی باپ کی طرح عزت کی ہے اور آج اس کے خلاف تمہارا سلوک اور تمہارے الفاظ سن کر مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے ارجن کے ان الفاظ پر بھیم سین کہنے لگا۔

ارجن میرے بھائی تم صحیح کہتے ہو جب میں اپنے بڑے بھائی کی عزت کرتا تھا تب یہ ایک راجہ تھا لیکن اب یہ ہمارے سامنے ایک دوسرے ہی روپ میں کھڑا ہے میرا جی چاہتا ہے کہ اس کے سارے ہتھیاروں کو اس کے ساتھ جلا کر راکھ کر دوں صورت حال کو دیکھو کیا تمہارا خون جوش نہیں مارتا کہ ہم سب کی موجودگی میں دروپدی کو بالوں سے پکڑ کر اور گھسیٹتے ہوئے بڑی بے عزتی کے ساتھ یہاں لایا ہے جواب میں ارجن نے روتی ہوئی آواز میں کہا اے بھیم سین میرے بھائی ہمارا بڑا بھائی تو پہلے ہی لوٹ چکا ہے ذرا دیکھو وہ کیسے ہماری طرف دیکھے بغیر اپنی کمر کو دہرا کیے ہوئے کسی لوٹے اور لاغر انسان کی طرح کھڑا ہے وہ پہلے ہی اپنی غلطیوں اور اپنے غصے میں جل رہا ہے تم ایسی گفتگو نہ کرو تمہاری باتیں یقیناً اسے اندر ہی اندر راکھ کر دیں گی۔ ارجن کی اس گفتگو کا بھیم سین نے کوئی جواب نہ دیا تاہم ارجن نے آگے بڑھ کر بھیم سین

کو اپنے ساتھ لپٹا لیا وہ اس کے شانوں اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یدشتر کے خلاف اس کا غصہ اور اس کا غضب کم کر رہا تھا جب کہ درو پدی اسی طرح اپنی جگہ پر خاموش اور اداس کھڑی تھی اور سب لوگوں کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے سوال کے جواب کی منتظر تھی۔

○

زوسر کے اہرام سے نکل کر سکارا کے ریگزاروں کے اندر اندھا دھند بھاگتے ہوئے یوناف دریائے نیل کے کنارے آن رکا تھا۔ اسی لمحہ ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا پھر اس کی پریشان اور گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ یوناف میرے حبیب! زوسر کے اہرام کے اندر نہ جانے عزازیل نے کیسی قوتیں ڈال دی ہیں کہ تم جب اس اہرام کے اندر داخل ہوئے تو نہ صرف تم بلکہ میں بھی ناقابل برداشت اذیت کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ عزازیل نے یقیناً یوسا کو زوسر کے اس اہرام کے اندر قید کر رکھا ہے اب تم ہی بتاؤ یوسا کو وہاں سے نکالنے کے لیے ہم کیا اقدام کر سکتے ہیں میں سمجھتی ہوں کہ عزازیل کی اس اسیری سے یوسا کو چھڑانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو کر رہ گیا ہے ابلیکا کی اس گفتگو کے جواب میں یوناف گردن جھکا کر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

اے ابلیکا میں اس عزازیل کے سامنے جھکوں گا نہیں میں اس کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا میں عنقریب اس مردود کو اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا سنو ابلیکا میں دریائے نیل کے اس کنارے سے کوچ کر رہا ہوں میں عنقریب عزازیل کو بتاؤں گا کہ میں کیسے اس پر غلبہ حاصل کر سکتا ہوں اے ابلیکا میں کعبہ کا رخ کر رہا ہوں وہاں میں اپنے رب کو پکاروں گا اور مجھے امید ہے میرا رب مجھے عزازیل کے مقابلے میں مایوس نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہنے کے بعد یوناف اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور دریائے نیل کے کنارے سے وہ غائب ہو گیا تھا کعبہ کے قریب آ کر یوناف نمودار ہوا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے وہ زمین پر سجدہ ریز ہو گیا پھر وہ چاہتوں کے جذبوں کی بھیگی آواز میں اپنے رب کو پکارتے ہوئے فریاد کر رہا تھا۔

اے خداوند عالم! عزازیل اپنی تمام حسیاتی اور جبلی اپنی ساری وجدانی اور منطقی قوتوں کے ساتھ مجھ پر وارد ہوا ہے اس کے سامنے میری حالت میرے مولا! تاریکیاں جیسی بے لباس شمع جیسی ہو کر رہ گئی ہے یہ عزازیل چاہتا ہے کہ ارض و سماء کے قافلے لٹتے رہیں منزلیں رواں اور کارواں بے حرکت رہیں میرے اللہ اس مردود نے میرے خلاف غارت گری کا نیا خروج کیا ہے یہ میری حالت بکھرے خوابوں اور ادھورے لمحوں جیسی بنا کر رکھ دینا چاہتا ہے میرے اللہ! آپ کے سامنے میری عاجزی میری آخری پونجی ہے آپ کا دست جلال ہی مجھے عزازیل کے وہم و گمان کے پردوں اس کی طاغوتی قوتوں کے دام کی غارت گری بربادی کے زنگ آلود الفاظ کے زہر اور اس کی فرسودہ اور ملول کر دینے والی علامتوں سے بچا سکتا ہے۔

اے میرے اللہ! یہ عزازیل چاہتا ہے کہ میں اپنے ذات کے قرب کو ترستا رہوں یہ میرے سینے میں بدی کے شعلے فروزاں کرنے کا خواہشمند ہے یہ میری زندگی کے لمحے لمحے کو پگھلا کر یہ چاہتا ہے کہ میری زندگی کی راتیں خاموش اور میری زیست کا سفر ختم ہو کر رہ جائے میرے پہلو میں بدی کا شور بڑھتا رہے اور گناہوں کا قرب پھیلتا رہے اے میرے اللہ! یہ عزازیل میرا حریف بن کر آندھیوں کے تھپیڑوں کی طرح وارد ہوا ہے اور میری زندگی کو خواب و خاکستر اور میری مٹی کو لہولہو کر دینے کا خواہش مند ہے میرے اللہ تو مجھے اس کی حیوانیت اس کی جبلیت، اس کے ہیولوں کے ہالوں، عزم تاریک، بوئے تعفن اور اس کی عفریت جیسی وحشت سے بچا میرے اللہ تو ہی وہ ذات وہ قوت ہے جو مجھے عزازیل کے جبل اور بدی کے طوفانوں سے نجات دلا سکتی ہے۔

یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا تھا پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی جیسے اس نے گوہر مقصود پا لیا ہو پھر اچانک یوناف کی کیفیت بڑی تیزی کے ساتھ بدلنے لگی اور اس کی حالت اس زہریلے سانپ جیسی ہو کر رہ گئی تھی جس نے کسی کو ڈس لینے کا عزم کر لیا ہو۔

○

دروپدی اسی طرح گری ہوئی دیوار کی طرح اداس اور ہواؤں میں رچی ہوئی خنکی کی طرح مایوس کھڑی اپنے سوال کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔ رنگوں کے اس میلے اور خوشبوؤں کے اس ریلے کے اندر اس کی جھالر پلکوں کے اندر عکس در عکس حیرت، گم صم راہوں اور کہر زدہ رات کا سا سماں تھا۔

وہ بے چاری بار بار روتے پرندوں، موسموں کے لٹے قافلوں اور بھٹکتی رتوں کی طرح کبھی اپنے پانچوں شوہروں کی طرف دیکھتی تھی کبھی بھیشم اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کی طرف دیکھتی تھی پر ان میں سے کسی نے بھی اس کے سوال کا جواب نہ دیا تھا۔

اس وقت بھرے مجمع میں سے دریودھن کے بھائی جس کا نام وکرم تھا ہمت، جرأت اور انصاف سے کام لیا۔ اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس سارے مجمعے کو مخاطب کر کے بولا:

"دروپدی نے جو کچھ کہا ہے وہ درست اور ٹھیک ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس حال میں اس وقت کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہوگا جو نیکی کا ساتھ دے لہٰذا ہم سب اس قابل ہیں کہ ہمیں جہنم میں دھکیل دیا جائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس ہال کے اندر بھیشم، درونا اور میرے باپ دھرت راشٹر کے علاوہ اور بہت سے بڑے بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ کسی نے بھی یدھشٹر سے بازپرس نہ کی جب وہ دروپدی کو داؤ پہ لگا رہا تھا اور حیرت ہے کہ یہ لوگ اب بھی کچھ نہیں بول رہے جیسے وہ زبان نہ رکھتے ہوں یا پتھر کے ہو گئے ہوں۔ کیا اس پورے ہال میں بیٹھے ہوئے ان لوگوں میں سے کوئی بھی اتنی جرأت نہیں رکھتا کہ اٹھ کر سچائی اور صداقت کا ساتھ دیتے ہوئے دریودھن کے خلاف زبان کھولے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دریودھن کا چھوٹا بھائی وکرم خاموش ہوا۔ تھوڑی دیر بعد سلسلۂ کلام دوبارہ جاری کرتے اور اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا:

"اگر کوئی سچ اور حقیقت کہنے کی جرأت نہیں رکھتا تو یہ کام میں سرانجام دیتا ہوں۔ اس ہال میں بیٹھنے والے لوگو سنو! میں اس وقت تم سب کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس مجمعے میں دروپدی نہیں ہاری گئی۔ یہ اس وقت ایک لونڈی نہیں آزاد ہے اور کوئی حق نہیں رکھتا کہ اسے لونڈی کہہ کر پکارے۔ نہ ہی یدھشٹر کو یہ حق پہنچتا تھا کہ وہ دروپدی کو داؤ پہ لگا سکے۔ میں اپنے دانشمند دادا بھیشم کے خیالات کی قطعاً مخالفت کرتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ کسی بھی راجہ کے لیے چار چیزیں نقصان دہ ہو سکتی ہیں جو اس کا تختہ الٹنے میں کارگر ہو سکتی ہیں۔

پہلی شکار،

دوسری حد سے زیادہ شراب نوشی،

تیسری جوا

اور چوتھی عورتوں کے ساتھ زیادہ میل جول:

یہی معاملہ یدھشٹر کے ساتھ بھی پیش آیا۔ اس نے اس وقت اپنی حماقت سے دروپدی کو داؤ پہ لگایا، جب اس پر جوئے کا بخار پوری طرح سوار تھا اور وہ اپنے کسی عمل کا جواب دہ نہ رہا تھا۔ دروپدی کو داؤ پر لگانے کے لیے یدھشٹر تیار نہ تھا لیکن سکونی نے اس کو ایسا کرنے پر مجبور کیا لہٰذا یدھشٹر نے اپنی مرضی اور خیال سے دروپدی کو داؤ پہ نہیں لگایا۔

میں یہ انکشاف بھی کرتا چلوں کہ یدھشٹر کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ وہ دروپدی کو داؤ پہ لگائے اس لیے کہ دروپدی اس اکیلے کی بیوی نہیں بلکہ وہ پانچوں بھائیوں کی بیوی ہے لہٰذا یدھشٹر کسی بھی طور اکیلا یہ حق نہیں رکھتا کہ دروپدی کو داؤ پہ لگائے لہٰذا میں اپنے دادا بھیشم کے خیالات کی نفی کرتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ دروپدی اس وقت لونڈی نہیں ہے اور میرا بڑا بھائی دریودھن اس کا مالک نہیں ہے۔ یہ آزاد ہے۔ ہر عمل اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کر سکتی ہے اور جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ کسی کو اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔"

وکرم کے ان الفاظ نے ہال میں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں میں تہلکہ سا مچا دیا تھا۔ لوگ اس کے بیانات سن کر حیران اور پریشان رہ گئے تھے اور تقریباً سب ہی اس بات کے قائل دکھائی دے رہے تھے کہ دروپدی لونڈی نہیں بلکہ آزاد ہے۔

اس موقع پر دریودھن کا دوست رادیو انتہائی غصے کی حالت میں اٹھ کھڑا ہوا اور دکرم کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"سنو دکرم۔ تم کچھ زیادہ ہی دانشمند بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ ہمارے بڑے بڑے دانشور جیسے بھیشم، درونا اور دھرت راشٹر کے علاوہ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ تمہارے بولنے سے قبل سب کے سب اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں کہ دروپدی اب ایک لونڈی ہے۔ تم نے اپنے بچکانہ جوش میں غلط تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ تم نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت اس ہال میں تم ہی سب سے زیادہ عقلمند ہو اور باقی بیوقوف بیٹھے ہوئے ہیں۔

دکرم! تم نے اس وقت یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تم سب سے زیادہ عقلمند ہو۔ اگر دروپدی لونڈی نہیں ہے اور اس کے شوہر اسے لونڈی خیال نہ کرتے تو یدھشٹر اسے اپنی زبان سے اس ہال میں آنے کے لیے یوں کہتا۔ لہٰذا میں تمہارے خیالات کی مکمل طور پر نفی کرتا ہوں اور یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ جس طرح یہ پانڈو برادران غلام ہیں اس طرح ان کی بیوی دروپدی بھی اب لونڈی ہے آزاد نہیں ہے اور یہ دریودھن کی ملکیت ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رادیو اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔

رادیو کے بعد دریودھن اپنی جگہ سے اٹھا۔ تھوڑی دیر تک وہ مکروہ ہنسی ہنستا رہا پھر اس نے دروپدی سے کہنا شروع کیا:

"اے دروپدی! اب تم اپنے سوال کے جواب کا انتظار کرنا ترک کر دو۔ اس سلسلے میں ہم بہت کچھ سن چکے ہیں۔ تمہارے پانچوں شوہر نکول، سہادیو، ارجن، یدھشٹر اور بھیم سین یہاں موجود ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی تمہارے اس سوال کا جواب دینے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی ان میں سے کسی نے تمہیں غلامی سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے۔ یہ اب بھی خاموش ہیں اور تب بھی خاموش تھے جب تمہیں گھسیٹ کر ہال میں لایا گیا تھا۔

دروپدی! میں یہ معاملہ یدھشٹر پر چھوڑتا ہوں۔ مجھے اس کے جواب کا انتظار ہے۔ میں خود اس کی اپنی زبان سے سننا چاہتا ہوں کہ تم اب اس کی ملکیت ہو یا میری ملکیت ہو۔ یدھشٹر کے جواب کے بعد ہم تمہاری قسمت کا فیصلہ کریں گے۔"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر دریودھن انتظار کرتا رہا۔ اس کے چہرے پر بڑی مکروہ مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ جب کچھ دیر تک پانڈو برادران میں سے بھی کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا تب اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا:

"سنو دروپدی۔ اب میرا فیصلہ بھی سنو۔ میرا فیصلہ یہ ہے کہ تم اب لونڈی نہیں آزاد ہو۔ یہ پانچوں پانڈو برادران بھی اب تمہارے شوہر نہیں ہیں۔ تم اب ان کی بیوی ہونے سے بھی آزاد ہو اور تمہیں یہ پورا حق ہے کہ تم ہم میں سے کسی کو اپنا شوہر تسلیم کر کے پرسکون اور خوشگوار زندگی بسر کرو۔

تم لونڈی بننے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہو دروپدی۔ تمہیں تو کسی راجہ کسی حکمران کی بیوی ہونا چاہیے تھا۔ ان پانچوں پانڈو برادران کو ترک کر دو۔ یہ تمہارے قابل نہیں تھے کہ تمہاری قسمت کا ساتھ دے سکیں۔ تم ہم میں سے کسی کو اپنا شوہر تسلیم کر لو۔"

اس کے بعد دریودھن بڑے عجیب انداز میں پانڈو برادران کی طرف دیکھنے لگا۔

دریودھن کے بعد رادیو اپنی جگہ سے اٹھا اور دروپدی کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"دروپدی! یہ حقیقت ہے کہ تم ایک لونڈی ہو اور لونڈی کسی بھی قسم کی ملکیت نہیں رکھتی جبکہ تمہارے شوہر بھی غلام ہیں اور اب وہ تم پر کسی قسم کا حق اور ملکیت نہیں رکھتے۔ ہستنا پور کے راجہ دھرت راشٹر کے بیٹے اب تمہارے آقا ہیں۔ تمہیں عقلمندی سے کام لیتے ہوئے اپنے آپ کو دریودھن کے حرم میں داخل کر لینا چاہیے اور اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتی ہو تو دریودھن کے بھائیوں میں سے کسی کو اپنا شوہر تسلیم کر لو۔ ایک عورت جو لونڈی ہو اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ اپنے لیے کسی نئے آقا کا انتخاب کر لے۔"

رادیو کے بعد ایک بار پھر دریودھن اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ رادیو کے الفاظ پر مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ پانچوں پانڈو برادران کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"سنو پانڈو برادران! دروپدی ابھی تک تمہاری طرف سے اپنے سوال کے جواب کی منتظر ہے۔ تم پانچوں اس کے سوال کا جواب دو اور اس کو بتاؤ کہ وہ آزاد ہے یا لونڈی ہے۔"

پانڈو برادران کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر دریودھن تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر شیطانیت نکھر گئی۔ برائیاں ہی برائیاں اس کی آنکھوں میں رقص کرنے لگیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور مسکراتے ہوئے اس نے قریب آ کر دروپدی کے شانے پر اپنا بازو رکھ دیا۔

دریودھن کی یہ جرأت دیکھ کر بھیم سین کا چہرہ تپ گیا اور اس کی آنکھیں آگ برسانے لگیں۔ پھر وہ دریودھن کو مخاطب کر کے بولا:

"اے دریودھن! عنقریب وہ وقت آئے گا کہ میں تمہاری ران توڑ کر رکھ دوں گا۔"

اس موقع پہ راولو نے دریودن کے بھائی دسونا کی طرف دیکھا اور کہنے لگا:

"اے دسونا! تم ان پانڈو برادران سے کیوں خوفزدہ ہو۔ دروپدی کو پکڑو اور یہاں سے عورتوں کے کوارٹر میں لے جاؤ اور ستو دریودن تم اسے بڑی خوشی کے ساتھ اپنے حرم میں داخل کر سکتے ہو۔"

راولو کے کہنے پر دسونا آگے بڑھا اور دروپدی کو پکڑ لیا۔ پھر وہاں سے گھسیٹ کر لے جانے لگا لیکن دروپدی نے اپنی پوری قوت اور طاقت صرف کر کے اپنے آپ کو روک لیا۔

اس باری اس نے بڑی التجا آمیز نظروں سے بھیشم، درونا، دھرت راشٹر، ودیہ اور اپنے پانچوں شوہروں کی طرف دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں درد و کرب اور التجا تھی لیکن اس موقع پہ کوئی بھی اس کی مدد کو آگے نہ آیا تاہم ودر آگے بڑھا اور دروپدی کے سر پہ ہاتھ رکھ کر اسے تسلی اور تشفی دینے لگا۔

بھیم سین ایک بار پھر بولا اور آگ کی طرح کھولتے لہجے میں کہنے لگا:

"ستو دریودن! عنقریب وہ وقت آئے گا جب میں تمہیں قتل کروں گا۔ میرا بھائی ارجن راولو کی گردن کاٹے گا اور یہ سکونی جس نے جوئے میں دھوکا دے کر ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو غلام بنا لیا ہے اسے میرا بھائی سہادیو موت کے گھاٹ اتارے گا۔

میں تمہیں پھر بتاتا ہوں کہ میری گفتگو بڑے غور اور انہماک کے ساتھ سنو۔ جب کبھی بھی ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوگی میرے یہ الفاظ پورے ہو کے رہیں گے۔"

بھیم سین کے خاموش ہونے پر ارجن بلند آواز میں کہنے لگا:

"بھیم سین! میرے بھائی سنو۔ جو لوگ اپنے آپ کو اپنے گھروں میں محفوظ سمجھتے ہیں، دراصل خطرات ان کے گھروں سے باہر ان کے منتظر ہوتے ہیں۔

سنو میرے بھائی! تمہارے یہ الفاظ پورے ہو کے رہیں گے اور جو کچھ تم نے کہا ہے وہ سچ ہو کر رہے گا۔ جن چاروں کو تم نے موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے کہا ہے عنقریب وقت آئے گا کہ زمین ان چاروں کا خون پیئے گی۔ یہ دریودن، دسونا، سکونی اور راولو ایک روز ضرور ہمارے ہاتھوں مارے جائیں گے اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ارجن تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ پھر وہ پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں کہنے لگا:

"اے بھیم سین میرے بھائی! میں یہاں جمع ہونے والے سب لوگوں کے سامنے قسم کھاتا ہوں اور یہ

اعلان کرتا ہوں کہ میں تمہارے کہے ہوئے الفاظ کی عزت اور احترام کروں گا۔ میں راولو کو اور اس سے تعلق رکھنے والے اور اس کا ساتھ دینے والے سب لوگوں کو قتل کروں گا۔ میں ہر اس شخص کو قتل کر دوں گا جو میرے خلاف راولو کا ساتھ دے گا۔

سنو بھیم! میرے بھائی یہ ہمالیہ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ سورج اپنے روزمرہ کے کام ترک کر سکتا ہے۔ یہ چاند ٹھنڈا ہو سکتا ہے لیکن میری یہ کھائی ہوئی قسم ضرور پوری ہوگی۔"

ارجن کے بعد سہادیو اٹھا اور ہال میں بیٹھے لوگوں کو مخاطب کر کے بولا:

"یہ سکونی ہستناپور کے لوگوں پر ایک بدنما داغ ہے۔ اس نے عیاری اور فریب سے کام لے کر میرے بھائی یدھشٹر کو جوا کھیلنے پر مجبور کیا۔ سنو سکونی! میں قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہیں اور تم سے تعلق رکھنے والے سبھی لوگوں کا خاتمہ کر دوں گا اور مجھے امید ہے کہ تم جنگ میں میرا مقابلہ کرنے کی جرأت کرو گے۔"

سہادیو کے بعد پانڈو برادران میں سے نکولا اٹھا اور کہنے لگا:

"یہاں جمع ہونے والے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میرے بھائیوں نے دسونا، راولو، سکونی اور دریودن کو قتل کرنے کا عزم کیا ہے اور ایسا کرنے کی قسم کھائی ہے۔ میں تم سب کے سامنے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں سکونی کے بیٹے کو قتل کروں گا اور میں تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں کہ جب کبھی ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہوگی تو جس جس کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ ضرور ہمارے ہاتھوں ختم ہو کر رہے گا۔"

پانڈو برادران کی قسمیں اور الفاظ سن کر ہستناپور کا راجہ دھرت راشٹر سر سے لے کر پاؤں تک کانپ اٹھا اور اسے معاملے کی پیچیدگی کا احساس ہو گیا تھا۔

اس کو یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر معاملہ ایسا ہی رہا تو پانڈو برادران ضرور اپنی قسمیں پوری کرنے پر تل جائیں گے۔ اسی دباؤ کے تحت اس نے بلند آواز میں اپنے بیٹوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے بیٹو! تم نے اپنی بے وقوفی سے دروپدی کے تقدس کی توہین کی ہے۔ تمہاری موت اب یقینی ہے۔"

اس کے بعد اس نے دروپدی کو مخاطب کرتے ہوئے اسے تسلی دینے کے انداز میں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:

"اے دروپدی! میری بیٹی جو سلوک تمہارے ساتھ یہاں کیا گیا ہے اس کے لیے تم مجھے اور میرے بیٹوں کو معاف کر دو اور مانگو اس وقت تم مجھ سے کیا مانگتی ہو۔"

دھرت راشٹر کی اس پیشکش پر دروپدی خوش ہو گئی اور اس نے نہایت اطمینان سے دھرت راشٹر

کو مخاطب کرکے کہا:

"اے راجہ! مجھے کچھ دینا ہی چاہتے ہیں تو میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ پانچوں پانڈو برادران کو رہا کردیا جائے!"

اس پر دھرت راشٹر کہنے لگا:

"اے دروپدی، میری بیٹی! تم بھی آزاد ہو اور تمہارے ساتھ میرے یہ پانچوں بھتیجے بھی آزاد ہیں۔ اور بولو تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔"

اس پر دروپدی کہنے لگی:

"اے رحمدل راجہ۔ میں آپ سے اور کچھ نہیں مانگتی۔ جب مجھے اور میرے شوہروں کو آزادی مل گئی ہے تو اب میں کسی اور خواہش اور تمنا کا ارادہ نہیں رکھتی۔"

اس موقع پر رادیو پھر اٹھا اور پانڈو برادران کو مخاطب کرکے بولا:

"سنو پانڈو برادران! تم لوگ خوش قسمت ہو کہ دروپدی تم سب کے لیے ایک کشتی ثابت ہوئی جس نے تم سب کو ڈوبنے سے بچایا ہے۔ یقیناً اس عورت نے تمہاری بہترین خدمت کی ہے۔"

اس پر بھیم سین غصے میں رادیو سے کچھ کہنے لگا تھا مگر یدشٹر نے اسے بولنے سے منع کردیا۔

دھرت راشٹر کے اس فیصلے کو دریودن، اس کے کچھ بھائیوں اور رادیو نے انتہائی ناپسند کیا تھا لہٰذا وہ غصے اور خفگی سے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد یدشٹر نے اپنے چچا اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کو مخاطب کرکے کہنا شروع کیا:

"اے میرے چچا، جب کبھی بھی آپ نے حکم دیا ہے ہم نے ہمیشہ آپ کے حکم کا اتباع کیا ہے۔ اس موقع پر آپ جو کچھ بھی ہم کو کہیں گے ہم پانچوں بھائی اسے کر گزریں گے۔"

جواب میں دھرت راشٹر نے کہا:

"میں تم بھائیوں کی عاجزی اور انکساری پر خوش ہوں۔ تم پانچوں عقلمند اور بہت اچھے انسان ہو۔ تم پانچوں شریف ہو اور مجھے امید ہے کہ جو کچھ اس ہال میں تھوڑی دیر پہلے ہوا ہے تم اسے فراموش کردو گے۔ اچھے لوگ صرف اچھائی پر نظر رکھتے ہیں اور قصوروار کو معاف کردیتے ہیں۔ تم لوگ بھی دریودن کے ہاتھوں ہونے والی اس بدی کو بھول جانا۔

میں چاہتا ہوں کہ تم واپس اندرپرستھ جاؤ اور جس طرح تم پہلے وہاں پہ حکومت کرتے رہے ہو اسی طرح

کرتے رہو۔ جو کچھ بھی تم نے جوئے میں ہارا وہ تمہارا ہے۔ اندرپرستھ اور اس کی ہر چیز ایسے ہی تمہاری ہے جیسے تم پہلے اس کے مالک تھے۔

اب میں تم سے یہ کہوں گا کہ تم دروپدی اور اپنی ماں کو لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ اور پُرامن زندگی بسر کرو۔ اسی میں میری خوشی اور سکون ہے۔"

دھرت راشٹر کی یہ گفتگو سن کر وہ خوش ہوئے اور پھر اپنی ماں اور دروپدی کو لے کر اندرپرستھ کی طرف کوچ کر گئے۔

○

کعبہ کے سامنے سجدہ ریز ہونے اور بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد یوناف جب کھڑا ہوا تو اس کے چہرے سے غموں کی دھول اور اندیشوں کی حدت جاتی رہی تھی اور اب وہ سکون کے بیکراں سمندر کی طرح پُرسکون اور صبیح جمال اور رنگِ فطرت کی طرح خوشگوار دکھائی دے رہا تھا۔

اس کے چہرے پہ زیست کے قہقہے اور امید و عزائم کی تابانی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آدمیت کی تعبیر کے قصے اور مچلتے نغمات کی آبشاریں رقص کر رہی تھیں۔ . . . پھر اس نے بلند آواز میں پکارتے ہوئے چلانا شروع کیا:

"ابلیکا۔ ابلیکا تم کہاں ہو؟"

تھوڑی ہی دیر بعد ابلیکا نے یوناف کی گردن پہ اپنا لمس دینا شروع کیا۔ پھر پُرسکون آواز میں اسے مخاطب کرکے پوچھا:

"اے یوناف! میرے حبیب! کیا تم نے اپنا گوہرِ مقصود پا لیا ہے؟"

یوناف نے جواب دیا:

"اے ابلیکا میری رفیقہ! اب تو دیکھنا کہ میں اس عزازیل کی شیطنیت کے رنگوں کو کیسے دھوتا ہوں۔ میں اپنے خداوند کا ممنون ہوں کہ اس نے میری راہنمائی کی اور میں اپنا گوہرِ مقصود پانے میں کامیاب ہوا ہوں۔ اے ابلیکا! میں اب مصر کے مرکزی شہر ممفس کا رخ کر رہا ہوں۔ میں وہاں شیشہ گروں کے بازار میں جاؤں گا اور جو کچھ میں نے کعبہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر حاصل کیا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

یہ کہہ کر یوناف خاموش ہوگیا۔ پھر وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتے ہوئے مصر کے مرکزی شہر

ممفس کی طرف کوچ کر گیا۔

○

ممفس شہر میں یوناف ایک آئینہ ساز کی دکان میں داخل ہوا اور اسے ایک معقول رقم ادا کرنے کے بعد اس نے اس سے فرمائش کی کہ:

"تم میرے لیے ایک چھوٹا سا گول آئینہ تیار کر دو جس میں دھاگا پرو کر میں اپنے گلے میں ڈال سکوں۔"

پھر اس نے آئینہ ساز کو ایک کاغذ پر اسم اعظم لکھ کر دیا اور کہا:

"ان الفاظ کو اس گول آئینے کے اوپر آتشی رنگ میں تحریر کر دو۔"

آئینہ ساز نے یوناف کی تجویز کو قبول کرتے ہوئے ایسا آئینہ تیار کرنے کی حامی بھری اور یوناف سے وعدہ کیا کہ:

"کل میں تمہارے لیے ایسا آئینہ تیار کر دوں گا۔"

وہ رات یوناف نے ممفس شہر کی ایک سرائے میں بسر کی۔

دوسرے روز وہ آئینہ ساز کے پاس گیا۔ اس نے دیکھا کہ آئینہ ساز نے ایک چھوٹا سا گول آئینہ اس کی مرضی کے مطابق تیار کر دیا تھا اور اس پہ اس نے آتشی رنگ میں اسم اعظم لکھ دیا تھا۔

اس آئینہ کو دیکھ کر یوناف کے چہرے پہ سکون اور مسکراہٹ بکھر گئی۔ آئینہ ساز سے آئینہ لے کر اس نے اپنے گلے میں ڈال لیا اور وہاں سے چل دیا۔

دوپہر کے قریب جب یوناف سقارہ کے میدان میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ سقارہ کے ریگزاروں میں تیز ہوائیں اور بگولوں کے اندر اڑتی ریت کا رقص جاری تھا۔

ساری فضا ویران اور ریت کے اڑنے کے باعث سقارہ کے میدانوں کے اندر راستے اندھے ہوتے جا رہے تھے۔ چاروں طرف ریت اور غبار کا ایک گرد آلود رقص جاری تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سقارہ کے میدانوں میں اور زومر کے اہرام کے چاروں طرف امیدوں کی لہر پہ وسوسوں، اندیشوں، خطرات، وہموں اور حادثوں اور سانحوں کا طوفان چل نکلنے کو تھا۔

صحرا کے اندر منزلوں کے راستے کہر زدہ لمحوں کی طرح افسردہ تھے۔ صحرا کی ویرانیاں جسم میں چبھنے اور روح میں ڈسنے کا کردار ادا کر رہی تھیں۔

ابلیکا نے یوناف کی گردن پہ اپنا ریشمی لمس دیا اور کسی قدر اندیشوں بھری آواز میں کہا:

"سنو یوناف! وہ سامنے زومر کے اہرام کے اوپر دیکھو۔ وہاں عزازیل تمہارا منتظر کھڑا ہے۔ یوناف! زومر کے اہرام کے اندر جو بھی طریقہ کار تم استعمال کر رہے ہو اسے انتہائی احتیاط اور دانش مندی سے برتنا۔ سنو۔ پچھلی بار بھی جب میں اور تم دونوں نے اس اہرام کے اندر داخل ہونے کی کوشش کی تھی تو ہم بری طرح ناکام ہوئے تھے اور ایسی اذیت ناک کیفیت سے دوچار ہوئے تھے کہ ہم دونوں سقارہ کے میدانوں سے بھاگتے ہوئے دریائے نیل تک چلے گئے تھے اور ہمارے پیچھے عزازیل، زومر کے اہرام پر کھڑا ہو کر ہماری ناکامی پہ قہقہے لگا رہا تھا۔ اس بار عزازیل کو ایسا موقع نہیں ملنا چاہیے۔"

ابلیکا خاموش ہوئی تو یوناف کہنے لگا:

"اے ابلیکا میری رفیقہ! تم مطمئن رہو۔ کعبہ کے سامنے سر بسجدہ ہونے کے بعد جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے مجھے امید ہے کہ میں اس سے عزازیل کے پرخچے اڑانے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور اس کی ساری جرأت، ساری قوت کو توڑ کر رکھ دوں گا۔"

"سنو ابلیکا! میں اب زومر کے اہرام کے قریب جا رہا ہوں۔ تم پرسکون رہنا اور جب تک میں تمہیں آنے کے لیے نہ کہوں تم حرکت میں نہ آنا۔ مجھے امید ہے کہ جو طریقہ کار میں استعمال کر رہا ہوں اس سے نہ صرف یہ کہ میں عزازیل پر قابو پاؤں گا بلکہ بیوسا کو بھی میں خیر و عافیت کے ساتھ زومر کے اس اہرام کے تہہ خانے سے باہر لے آؤں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا اور پھر قدرے تیزی کے ساتھ زومر کے اہرام کی طرف بڑھنے لگا۔

یوناف جب اہرام کے قریب پہنچا تو اہرام کے اوپر کھڑے عزازیل نے ایک پرزور طنزیہ قہقہہ لگایا اور یوناف کو مخاطب کر کے بولا: "اے نیکی کے نمائندے! دیکھ میں کس طرح اہرام کے اوپر تیرا منتظر ہوں۔ میرے ساتھیوں نے مجھے بتایا تھا کہ یہاں سے شکست کھانے اور اذیت اٹھانے کے بعد تو مکہ کی سرزمینوں کی طرف گیا تھا۔ شاید تو وہاں سے میرے خلاف کچھ حاصل کرنا چاہتا تھا اور اب تو ایک بار پھر زومر کے اہرام کی طرف آیا ہے۔

اے نیکی کے نمائندے دیکھ، تو اب بیوسا کا خیال ترک کر دے۔ تو اور تیری کوئی بھی بڑی قوت بیوسا کے کام نہیں آ سکتی اور نہ ہی اب تم بیوسا کو زومر کے اس اہرام کے تہہ خانے سے نجات دلا سکتے ہو۔ اس کی قسمت میں اب یہی ہے کہ وہ اہرام کے تہہ خانے میں سسک سسک کر ختم ہو جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عزازیل جب خاموش ہوا تو یوناف نے اس کو خاصی بلند آواز میں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"اے عزازیل! میں کہتا ہوں تو بکواس کرتا ہے۔ میرا رب جو روزِ ازل سے لے کر روزِ ابد تک کا مالک ہے اس کی بخشش و عطا بے مثال ہے۔

سنو عزازیل! سقارہ کے اس میدان کے اندر اور زوسر کے اس اہرام کے آس پاس میں تیرے شعلوں کو شبنم میں اور تیری پھیلائی ہوئی رات کو سحر میں تبدیل کرنے آیا ہوں۔

اے عزازیل! سقارہ کے ان میدانوں کے اندر میں تیری اونچی اڑانوں کو دھول میں بدل کر رکھ دوں گا۔

اے عزازیل! وقت کی رفتار میں راستے بھی آتے ہیں اور ان راستوں میں ان گنت پیچ و خم ہوتے ہیں۔

میں انہی راستوں کی بھول بھلیوں میں تمہیں ڈال کر تمہارے خون کی شریانوں میں خوف کا جل تھل مچا کر رکھ دوں گا۔

تیری بہتری اسی میں ہے کہ زوسر کے اہرام پر کھڑے ہو کر اپنی بے بسی اور ناکامی کا تماشہ دیکھ اور اس پر غور کر کہ میں کس طرح زوسر کے اہرام میں داخل ہو کر خیر و عافیت کے ساتھ بیوسا کو باہر لاتا ہوں۔"

یوناف کے خاموش ہونے پر عزازیل نے تنبیہ آمیز انداز میں کہا: "سنو۔ نیکی کے نمائندے۔ سقارہ کے ان میدانوں کے اندر آگ اور آہن سے کھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ تم کسی بھی صورت اس اہرام کے اندر داخل نہیں ہو سکتے اور جب تم ایسی کوشش کرو گے تو تم پر واضح ہو جائے گا کہ اس اہرام کے اندر کس کا لہو گرتا ہے اور کس کی آواز ڈوب جاتی ہے۔ سقارہ کے میدان کے اندر کھڑے اس اہرام کے اندر اب تیرا داخل ہونا ناممکن ہے اور اگر تو نے ایسا کرنے کی کوشش کی تو سن رکھ! تیرے دل کی بستی میں زیست کی حدت کا خاتمہ ہو جائے گا اور تیری ہستی دہر اور گرمیِ نور سے بے رونق اور تمناؤں کی بنجر زمین جیسی ہو کر رہ جائے گی اور جس طرح پہلے تیری حالت منفاؤں کے غم اور یادوں کے لٹے صفحات جیسی ہوئی تھی اسی طرح اس بار بھی ہوگی بلکہ میں تیری حالت پہلے کی نسبت بدترین کر دوں گا اور یہ کرنوں کی ضیا، نگمی زمین پر لرزتے ساحلوں پر گونجتے نغمے اور تیرے ٹمٹماتے خد و خال تیرے لیے ناقابل نفرت ہو کر رہ جائیں گے۔" یہاں تک کہہ کر عزازیل خاموش ہو گیا۔

عزازیل کے ان الفاظ کا یوناف پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ مسافر کے لبوں پر واپسی کے گیت کی طرح پُرسکون، سرگوشیوں کے جال بنتی فضاؤں جیسا تازہ دم، بادلوں میں چھپ کر گنگناتے پرندوں جیسا شاداب اور چاندنی میں رقص کرتے سمندر جیسا مطمئن تھا۔ پھر اس نے عزازیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا:

"سنو عزازیل! زوسر کے اس اہرام کے آس پاس سقارہ کے ان میدانوں میں میرے لیے نہ کوئی تحیر

کا صدمہ نہ وبال کا خوف ہے۔ سن! شب و روز کے اس تسلسل کے اندر میں تیرے لیے ایک نئی صبح کی بات لے کر آیا ہوں۔

اے عزازیل! جس طرح تیز ہوائیں چاند تاروں کو زمین کے بھید بتاتی ہیں ایسے ہی میں بھی تم پر یہ واضح کرنے آیا ہوں کہ میں تو نیکی کا ایک نمائندہ ہوں اور تیرے خلاف ہر وقت اپنے رب سے مدد اور نصرت کی التجا اور گزارش کر سکتا ہوں۔ پر تو یہ بتا کہ جب تو میری طرف سے کسی اذیت میں مبتلا ہو گا تو کسے پکارے گا۔

اے عزازیل! اس کائنات کے اندر تیری حالت ایک بے نتھے بیل اور ایک بے مہار اونٹ کی سی ہے جو صحراؤں کے اندر بے مقصد اور بے وجہ مارا مارا پھر رہا ہو۔

اے عزازیل! تیری ان وحشتوں کے اندر میں سچائی کا ایک نیا علم لے کر آیا ہوں۔ تیرے ظلم کے گھورے اندھیرے کے اندر لہو الفاظ بن کر بولے گا اور تیری آنکھوں کی بے رنگ تہوں کے پیچھے میں خطرات کی دلدل بچھا کر رکھ دوں گا۔

اے عزازیل! میں ایک ایسی قوت کے ساتھ زوسر کے اہرام کی طرف آیا ہوں جسے تو ٹال نہیں سکے گا اور میں کامیابی کے ساتھ بیوسا کو یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔"

یوناف کی اس گفتگو پر عزازیل نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ پھر اس نے بلند آواز میں کہا: "اگر تجھے ایسا ہی کوئی اعتماد ہے تو ذرا اس زوسر کے اہرام کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم کیسے اس کے اندر داخل ہو کر بیوسا کو باہر لانے میں کامیاب ہوتے ہو۔"

عزازیل کی بات کے جواب میں یوناف خاموش رہا اور وہ زوسر کے اس اہرام کی طرف آگے کو بڑھنے لگا تھا۔

زوسر کے اہرام میں داخل ہوتے وقت وہ گول آئینہ جس کو اس نے اپنے گلے میں لٹکا رکھا تھا اور جس کے اوپر اس نے اسمِ اعظم لکھا ہوا تھا، اس آئینے کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر یوناف نے اپنے سامنے کر لیا۔

آئینہ سامنے ہوتے ہی اہرام کے اندرونی حصے کے اندر ایک سکون اور اطمینان سا چھا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک تیز طوفان کے بعد فضا خوشگوار اور پُرسکون ہو گئی ہو۔

اس سے پہلے جب زوسر کے اس اہرام میں یوناف بیوسا کو چھڑانے کے لیے داخل ہوا تھا تو ایک ایک لمحہ عذاب بن گیا تھا..... اور طوق و سلاسل توڑنے والے عفریت کے ان گنت سلسلے اس کے پیچھے لگ گئے تھے۔

پچھلی بار اہرام میں داخل ہوتے ہی اس کی سری قوتیں منجمد ہو کر رہ گئی تھیں اور بے شمار نوحہ کناں، ماتم گسار اور دل گبیدہ و تن دریدہ کر دینے والی قوتیں اس کے پیچھے ہو لی تھیں لیکن اس بار اس نے اندازہ لگایا کہ اس کی سری قوتیں بحال تھیں اور وہ انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتا تھا۔

یہ صورتحال دیکھتے ہی یوناف کے چہرے پر عزم و ہمت کے آسمان جیسا سکون اور جذب و محنت کے جبل جیسا اطمینان سج گیا۔

اس لمحے زوسر کے اہرام میں داخل ہوتے وقت اور آئینے پر لکھے اسم اعظم کو اپنے سامنے رکھتے یوناف ایک نقیب شعور اور امین خرد لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تاؤن تقدیس کے پس منظر میں محبتوں کے صلے اور آشتی کی لگن تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ زوسر کے اہرام کے اس حصے میں داخل ہوتے ہوئے وہ بدی کی ساری بستی کو پیروں تلے روندتا ہوا چلا جا رہا ہو۔

اہرام میں آگے بڑھتے ہوئے یوناف اس بڑے کمرے میں داخل ہوا جس کے درمیان میں زوسر کی ممی رکھی تھی اور اس کے دائیں بائیں مصر کے قدیم دیوتاؤں کے بت کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر تک یوناف اس بڑے کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر وہ دائیں طرف ان سیڑھیوں کی طرف مڑ گیا جو مختلف کمروں سے ہوتی ہوئی تہ خانے کو جاتی تھیں۔

کئی ایک کمروں سے ہو کر یوناف آخر اس تہ خانے میں داخل ہوا جس کے اندر عزازیل نے بیوسا کو زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔

اس نے دیکھا بیوسا اوندھے منہ فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ شاید وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ یوناف نے آگے بڑھ کر بیوسا کا کندھا پکڑ کر ہلایا۔ اس پر بیوسا فوراً چونک کر اٹھ بیٹھی۔

یوناف کو اپنے سامنے دیکھ کر بیوسا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اسے اعتبار نہیں آ رہا تھا کہ زوسر کے اس تہ خانے کے اندر یوناف اس کے سامنے کھڑا ہے۔

تھوڑی دیر تک وہ اپنی آنکھوں کو جھپکاتی رہی۔ پھر اپنے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اور اپنی آنکھوں میں پریشانی کے آثار بکھیرتے ہوئے اس نے پوچھا:

"اے یوناف! اس تہ خانے کے اندر میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں یا حقیقت میں تم میرے سامنے کھڑے ہو۔ ۔ ۔ ۔ سنو یوناف! مجھے امید تھی کہ تم ایک نہ ایک روز ضرور میری مدد کے لیے آؤ گے لیکن جب میں یہ سوچا کرتی کہ اس تہ خانے کے اندر آ کر جب ہر ایک کی سری قوتیں منجمد ہو جاتی ہیں تو پھر میں مایوس ہو جایا کرتی تھی۔"

یوناف نے جواب میں کہا:

"اے بیوسا! یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ میں زوسر کے اس اہرام کے اندر عزازیل کے پھیلائے ہوئے طلسم کو توڑ چکا ہوں۔ اب میں حقیقت میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف آگے بڑھا۔ اس لمحے اس کے چہرے پر غصے اور جبر کے گہرے جذبات چھا گئے تھے۔

اس نے آگے بڑھ کر ان زنجیروں کو توڑ کر بکھیر دیا جن میں بیوسا کو قید کر کے رکھا گیا تھا۔ بیوسا اس وقت انتہائی کمزور اور لاغر دکھائی دے رہی تھی اور زنجیریں کھلنے کے بعد وہ فی الفور اٹھ نہ سکی تھی۔ اس پر یوناف نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور بیوسا کو تسلی دیتے ہوئے کہا:

"اے بیوسا! اٹھو اور اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاؤ اور اپنی کھوئی ہوئی طاقت اور توانائی کو پھر سے بحال کر دو۔"

جواب میں بیوسا کہنے لگی:

"اے یوناف! اس تہ خانے کے اندر میری سری قوتیں بحال نہیں ہو سکتیں اور اگر میں ایسا کر سکتی تو میں اس تہ خانے سے نکل کر تمہارے پاس پہنچ چکی ہوتی۔ یہاں داخل ہونے کے بعد ساری سری قوتیں منجمد ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اسی لیے اس تہ خانے کے اندر میں عزازیل کی اسیری کا شکار ہو گئی تھی۔"

یہ سن کر یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے بیوسا! میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ زوسر کے اس اہرام کے اندر عزازیل نے جو طلسم پھیلا رکھا تھا اسے میں ختم کر چکا ہوں۔ تم ذرا اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر تو دیکھو پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ اس کے کیا نتائج نکلتے ہیں۔"

بیوسا اس کے کہنے پر فوراً اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائی اور اس نے اپنی کھوئی ہوئی قوتوں اور توانائی کو بحال کر لیا۔

یہ سماں دیکھتے ہوئے بیوسا کے سرخ لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں دل پسند روشنی بکھر گئی۔ پھر اس نے چاہتوں بھری آواز میں یوناف کو مخاطب کر کے کہا:

"اے یوناف! تم سچ کہتے ہو۔ میری سری قوتیں واقعی بحال ہو چکی ہیں۔ میں تمہاری ممنون ہوں کہ تم نے مجھے عزازیل کی اس اسیری سے نجات دلائی۔"

یوناف کہنے لگا:

"بیوسا۔ ایک ساتھی ہونے کی حیثیت سے تمہیں میرا ممنون اور شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے یہ میرے فرائض میں شامل ہے اور ہر دکھ اور تکلیف کے موقع پر تمہاری مدد کرنا میرا فرض بنتا ہے۔ آؤ اب اس اہرام سے باہر نکلیں چونکہ عزازیل اس وقت اہرام کی ایک بلند جگہ پر کھڑا میرا منتظر ہے۔ اسے یہ یقین تھا کہ میں اس اہرام میں داخل ہو کر تمہیں چھڑا نہیں سکوں گا۔ آؤ میں اسے بتاتا ہوں کہ میں نے اس کے طلسم کو توڑ کر بیوسا کو چھڑا لیا ہے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے وہ بغاوت و شقاوت کا خوگر اور گردنوں اور جسموں کے مینار کھڑے کرنے کا شوقین انتہائی پشیمان اور شرمندہ ہوگا۔"

بیوسا یوناف کی یہ بات سن کر خوش ہوگئی۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے بڑی تیزی سے زوسر کے اس اہرام سے باہر نکلنے لگے۔

جب وہ دونوں اہرام سے باہر آئے تو انھوں نے دیکھا کہ عزازیل اس وقت تک اہرام کے باہر اسی بلند جگہ پر کھڑا ہوا تھا۔ شاید وہ ان دونوں ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ یوناف بیوسا کو لے کر اس کے سامنے آیا اور بلند آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا:

"سنو عزازیل! تم بڑے باکمال اور اپنے آپ کو ماہر سمجھتے ہو۔ میں نے تمہارے لوہے کے حصار توڑ کر تمہیں بے سطوت اور بے ننگ و نام بنا کر رکھ دیا ہے۔

اے عزازیل! ہر شخص کی اپنی منزل، اپنی راہیں، اپنا خیال اور اپنی چال ہوتی ہے۔ تو نے ہمارے خلاف ہوس کی جو آگ بھڑکائی تھی میں نے اس کے جواب میں تیرے دل کے تراشیدہ صنم خانے میں ویرانوں کا ستم بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ تیری کھردری زبان کو میں نے زوسر کے اس اہرام کے اندر بند کر کے رکھ دیا ہے۔"

"عزازیل تھوڑی دیر تک تو میرے سامنے ضدی جھونکوں اور کھولتے سمندر کی سی گفتگو کر رہا تھا پر اب دیکھ کہ ایک حق شناس نے تجھ جیسے باطل پرست کو زیر کر لیا ہے۔"

اے عزازیل! تو خیال کرتا تھا کہ میں زوسر کے اس اہرام کے اندر داخل نہ ہو سکوں گا۔ پر دیکھ میں اس اہرام کے اندر نہ صرف داخل ہونے میں کامیاب ہوا ہوں بلکہ میں نے ان زنجیروں کو بھی توڑ دیا ہے جن کے اندر تو نے بیوسا کو جکڑ رکھا تھا اور دیکھ بیوسا اس وقت میرے ساتھ ہے اور میں اسے تیری اسیری سے نجات دلانے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔

اے عزازیل! تیرا اچھالا ہوا مارا دام ریت پر لکھی تحریر ثابت ہوا ہے یا تو یہ سمجھ لے کہ تو میرے اور بیوسا کے خلاف مکمل طور پر ناکام رہا ہے۔"

یوناف کی یہ گفتگو سن کر عزازیل سیخ پا اور غضب ناک ہو گیا۔ پھر اس نے یوناف کو مخاطب کر کے

کہنا شروع کیا:

اے نیکی کے نمائندے! اگر تو وقتی طور پر میرے خلاف زوسر کے اس اہرام میں کامیاب ہو گیا ہے تو پھر اپنے آپ کو کسی خوش فہمی میں نہ رکھنا۔ میں عنقریب تم دونوں پہ ایسا وقت لاؤں گا کہ تم دونوں اذیت اور زلیست کی انتہائی منحوس ساعتوں میں مبتلا ہو کر رہ جاؤ گے۔

یوناف نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا:

اے عزازیل! یہ ساری تیری خوش فہمی اور خام خیالی ہے۔ تو میرا اور بیوسا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

اے عزازیل! بیوسا اور میرے خلاف حرکت میں آنے سے پہلے ایک بات ضرور اپنے ذہن میں رکھنا اور وہ یہ کہ میں اور بیوسا جب کبھی تمہاری طرف سے کسی اذیت میں مبتلا ہوں گے تو ہم اپنے رب کو پکاریں گے۔ وہ ضرور تمہارے خلاف ہماری مدد کرے گا لیکن جب ہم تمہیں کسی اذیت اور ابتلا میں ڈالیں گے تو یہ جواب دو کہ تم اپنی مدد اور حمایت کے لیے کس کو آواز دو گے؟"

عزازیل چھاتی تان کر بولا: "میں اکیلا ہی تم سب کے لیے کافی ہوں۔ تم لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ میں تو جب اور جس وقت چاہوں تم دونوں کو اپنے سامنے زیر کر سکتا ہوں۔"

جواب میں یوناف نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ پھر وہ عزازیل سے کہنے لگا:

"اے عزازیل! یہ سب تمہارا فریب نظر ہے۔ میرے پاس اب ایسی قوت ہے جس کی مدد سے میں تمہیں دھتکارے ہوئے کتے اور لعنت زدہ کوے کی طرح بھگا سکتا ہوں۔"

اس کے بعد یوناف نے اپنے گلے میں لٹکا ہوا وہ آئینہ سنبھالا جس پر اسم اعظم لکھا تھا۔ جونہی وہ آئینہ اس نے عزازیل کے سامنے کیا عزازیل بری طرح چیختا چلاتا وہاں سے غائب ہو گیا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر بیوسا اور یوناف نے ایک بھرپور قہقہہ لگایا۔ پھر وہ دونوں اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے کی طرف کوچ کر گئے جس میں ان دونوں نے قیام کر رکھا تھا۔

○

پانڈو برادران کی روانگی کے تھوڑی دیر بعد عزازیل ہستنا پور میں نمودار ہوا۔ پھر وہ راج محل کی طرف آیا اور اس کمرے میں داخل ہوا جس میں دریودن بیٹھا سکونی اور رادیو کے ساتھ محو گفتگو تھا۔

عزازیل کو دیکھتے ہی دریودھن فوراً اس کے احترام میں اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے راد لیو اور سکونی بھی عزازیل کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔

عزازیل بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ تینوں کے ساتھ پہلے اس نے مصافحہ کیا۔ پھر دریودھن کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"سنو دریودھن! تم اس بات کو تسلیم کرو گے کہ میں تمہارے لیے مخلص، ہمدرد اور مہربان رفیق ہوں۔"

اس پر دریودھن نے فوراً کہا: "اے عزازیل! اس میں کیا شک ہے۔ آپ واقعی میرے محسن ہیں۔"

عزازیل پھر بولا اور کہنے لگا: "اگر ایسا ہے تو دریودھن میری بات غور سے سنو۔ میں تمہاری بھلائی کیلیے کچھ کہنے آیا ہوں اور جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس کی روشنی میں تم اپنے باپ سے ضرور گفتگو کرنا ورنہ تم ضرور نقصان اٹھاؤ گے اور ایک روز تمہیں پانڈو برادران کے سامنے جھک جانا پڑے گا۔"

ذرا سے توقف کے بعد عزازیل پھر سے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا:

"سنو دریودھن! تمہارے باپ نے پانڈو برادران کو چھوڑ دیا ہے۔ جو کچھ بھی وہ جوئے میں ہار گئے تھے وہ انہیں واپس کر دیا ہے۔ تمہارے باپ کی اس احمقانہ فراخدلی کے بعد پانڈو برادران اپنی بیوی دروپدی اور مال کے ساتھ اپنے مرکزی شہر اندر پرساد کی طرف روانہ ہو گئے ہیں۔

سنو دریودھن! میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے باپ نے یہ فیصلہ جنون اور دیوانگی کی حالت میں کیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ ہرگز ایسا احمقانہ فیصلہ نہ کرتا۔

سنو دریودھن! پانڈو برادران یہاں سے اس زہریلے اور زخمی سانپ کی طرح کوچ کر گئے ہیں جو ہر ایک کو ڈستا پھرتا ہے۔ تم اس بات کو تسلیم کرو گے کہ پانڈو برادران کی عسکری قوت تم سے زیادہ ہے۔ یہاں سے روانہ ہوتے وقت وہ تمہارے لیے اپنے دلوں میں نفرت اور کدورت لے جا رہے ہیں اور اندر پرساد پہنچنے کے بعد وہ ضرور اپنے لشکر کو حرکت میں لائیں گے اور اے دریودھن! وہ تم سے اپنی اور دروپدی کی بے عزتی کا بدلہ لینے کی کوشش کریں گے۔

اور سنو دریودھن! اندر پرساد پہنچنے کے بعد ارجن، بھیم اور ان کے چھوٹے بھائی اپنے ہتھیار تیز کریں گے اپنے لشکروں کی تیاری کریں گے اور تمہارے خلاف اپنی جنگ کی ابتدا کر کے اپنی ان قسموں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے جو انہوں نے تمہیں، سکونی، راد لیو اور تمہارے بھائی دسوناکو قتل کرنے کے لیے کھائی ہیں۔

اے دریودھن! کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ اندر پرساد جانے کے بعد خاموش رہیں گے اور پرسکون زندگی بسر کرنا شروع کر دیں گے؟

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ریاست پنچال کے راجہ کے پاس جب یہ خبریں پہنچیں گی کہ اس کی بیٹی کو ہستناپور میں بے عزت اور بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو کیا وہ خاموش رہے گا اور تمہارے خلاف حرکت میں نہیں آئے گا۔

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جس طرح دروپدی کو گھسیٹ کر سب لوگوں کے سامنے لایا گیا تھا پانڈو برادران اسے فراموش کر دیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اندر پرساد پہنچنے کے بعد جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں گے اور تم جانتے ہو کہ وہ عسکری قوت میں تم سے زیادہ ہیں۔

سنو دریودھن! اگر انہوں نے ہستناپور پہ حملہ کر دیا تو تم جانتے ہو کہ ہستناپور میں کوئی ایسی طاقت نہیں جو پانڈو برادران کا راستہ روک سکے۔

ان حالات اور واقعات کی روشنی میں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اے دریودھن! تیرے باپ کا فیصلہ یقیناً احمقانہ ہے اور اس کا فوراً ازالہ ہونا چاہیے۔"

عزازیل کی گفتگو دریودھن نے بڑے غور اور انہماک کے ساتھ سنی تھی اور جب عزازیل خاموش ہوا تب دریودھن نے اسے مخاطب کر کے پوچھا: "اے میرے محسن! اے میرے مربی! اب آپ مجھے یہ مشورہ دیجیے کہ اس موقع پر مجھے کیا کرنا چاہیے اور کس طرح میں پانڈو برادران کو نہ صرف یہ کہ انتقام لینے سے روک سکتا ہوں بلکہ انہیں اپنے سامنے ہزیمت دینے میں بھی کامیاب ہو سکتا ہوں؟"

اس پر عزازیل کہنے لگا: "اے دریودھن! میرے پاس ایک تجویز ہے۔ اگر اسے استعمال کیا جائے تو میرا خیال ہے ہم پانڈو برادران کے خلاف ضرور کامیاب رہیں گے۔

سنو دریودھن! تم ابھی اور اسی وقت اپنے باپ کے پاس جاؤ اور اسے ان خطرات سے آگاہ کرو جن سے میں نے تمہیں خبردار کیا ہے اور اس بات پہ بھی اسے آمادہ کرو کہ پانڈو برادران کو واپس ہستناپور شہر میں بلایا جائے اور ان پہ یہ تجویز پیش کی جائے کہ ایک بار پھر جوا کھیلا جائے۔ اس بار جو جیت جائے وہ دونوں ریاستوں پر حکمرانی کرے گا اور جو ہار جائے وہ تیرہ سال کے لیے کہیں دور دراز کی سرزمین میں گمنامی کی زندگی بسر کرے گا۔ اگر اس دوران کسی کو یہ پتہ چل گیا کہ وہ کون ہیں تو انہیں بارہ سال مزید بھیس بدل کر گمنامی کی زندگی بسر کرنا ہوگی۔

دوبارہ جوا ہار کر پانڈو برادران جب تیرہ سال کے لیے جنگلوں میں طرح طرح کے دکھ اٹھائیں گے اور ٹھوکریں کھائیں گے تو تمہاری عسکری قوت خوب مضبوط ہو جائے گی لہٰذا تیرہ سال کی گمنامی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اگر وہ واپس آ کر تم لوگوں سے ٹکر لینے کی کوشش کرتے ہیں تو یقیناً جیت تمہاری ہی ہوگی۔ اس لیے کہ لوگ تیرہ سال کے اس عرصے میں پانڈو برادران کو فراموش کر چکے ہوں گے اور بہت کم لوگ ایسے نکلیں گے جو ان کی

مدد پر آمادہ ہوں۔

لیکن اے دریودن! میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے اب میرے کہنے کے مطابق تم حرکت میں آؤ یا نہ آؤ، یہ تمہاری مرضی ہے۔ بہر حال میں نے بڑے خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ تمہیں اٹھنے والے خطرات سے آگاہ کر دیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی عزازیل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور راج محل کے اس کمرے سے نکل گیا۔

عزازیل کے چلے جانے کے بعد دریودن غصے میں اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ سیدھا اپنے باپ کے پاس آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس وقت اس کے باپ کے پاس اس کی ماں رانی گندھاری بھی بیٹھی ہوئی تھی۔

جو باتیں دریودن سے عزازیل نے کہی تھیں وہی اس نے اپنے باپ سے کہہ دیں۔

دریودن کی زبان سے یہ بات سن کر دھرت راشٹر کی زبان خاموش ہو گئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں ڈوب گیا تھا۔

اس موقع پہ دریودن کی ماں رانی گندھاری نے کہا:

"اے دریودن! جب تم پیدا ہوئے تھے تو تمہیں دیکھتے ہی تمہارے چچا ودور نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ تم ہستناپور ریاست کے اندر تباہی اور بربادی کا باعث ہو گے۔

اے دریودن! میں دیکھتی ہوں کہ پانڈو برادران کے معاملے میں تم غلطی پر ہو اور خواہ مخواہ انہیں مصیبت میں ڈالنا چاہتے ہو۔ لہٰذا جو کچھ تم نے کہا ہے اس پر عمل ترک کر دو۔"

دریودن جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سوچوں میں ڈوبا دھرت راشٹر چونکا اور اس نے اپنی بیوی اور بیٹے کو مخاطب کر کے کہا:

"تم دونوں آپس میں کیوں لڑائی جھگڑا کرتے ہو۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اپنے بیٹے دریودن کا دل نہیں توڑوں گا۔ میں ابھی اور اسی وقت ایک قاصد روانہ کرتا ہوں جو پانڈو برادران کو واپس بلائے۔" لہٰذا دھرت راشٹر نے اسی وقت ایک قاصد پانڈو برادران کے پیچھے روانہ کیا۔

اس قاصد نے پانڈو برادران سے جا کر کہا:

"تم لوگوں کو تمہارے چچا دھرت راشٹر نے طلب کیا ہے اور اس نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جوا ایک بار پھر کھیلا جائے اور جو اس جوئے میں ہار جائے وہ تیرہ سال کے لیے جنگلات میں بھیس بدل کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جائے۔"

اپنے چچا کا یہ پیغام سن کر پانچوں پانڈو برادران نے اطاعت میں اپنی گردنوں کو خم کر دیا۔ پھر وہ سب

واپس مڑے اور تیزی سے ہستناپور کی طرف چل پڑے۔

○

اس ہال میں ایک بار پھر لوگ جمع ہوئے۔

وہی جوئے کا سامان تھا اور وہی سکونی تھا جسے دریودن کی طرف سے یدھشٹر کے ساتھ جوا کھیلنا تھا۔ اس موقع پہ یدھشٹر ناخوش اور بڑا خفا خفا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتاتے تھے کہ وہ اپنے چچا اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کے فیصلے سے خوش نہیں ہے کہ ایک بار پھر پہلے کی طرح جوا کھیلا جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہر حال چچا کا حکم مانتے ہوئے یدھشٹر ایک بار پھر جوا کھیلنے پر راضی ہو گیا۔ جوئے کی ابتدا کرنے کے لیے سکونی یدھشٹر کے سامنے بیٹھ گیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"سنو یدھشٹر! تمہاری اور ہماری قسمت اب اسی جوئے سے وابستہ ہے۔ اس لیے جوئے کا صرف ایک ہی داؤ کھیلا جائے گا اور جو اسے جیتے گا وہ ہستناپور اور اندر پرستھ پر حکومت کرے گا اور جو اس جوئے میں ہارے گا اسے گمنامی کی حالت میں تیرہ سال جنگلوں میں گزارنے ہوں گے۔ آخری اور تیرھویں سال میں اگر کسی نے ہارنے والوں کو پہچان لیا تو پھر اسے مزید بارہ سال جنگلات میں بسر کرنا ہوں گے۔"

سکونی کی اس بات کے جواب میں یدھشٹر نے کچھ نہ کہا۔ بس اس نے خاموشی سے گردن جھکا دی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس شرط کو قبول کرتا ہے۔

اس کے بعد جوئے کی ابتدا ہوئی۔

سکونی یہ داؤ بھی جیت گیا اور یدھشٹر ایک بار پھر جوا ہار گیا۔

جوا ہار جانے کے بعد پانچوں بھائی جنگل کی طرف جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ وہ پانچوں اٹھ کر باری باری وہاں بیٹھے ہوئے تمام سرکردہ لوگوں سے ملے۔ کسی نے بھی اس سلسلے میں ان سے کوئی گفتگو نہ کی۔ البتہ جب وہ ودور سے ملنے کے لیے گئے تو اس نے انہیں دعائیں دیں اور انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا:

"خدا جنگل میں تم لوگوں کی حفاظت کرے گا اور کورو برادران کے خلاف تم لوگوں نے جو قسمیں کھائی ہیں ان قسموں کو پورا کرنے کا موقع ضرور ملے گا۔"

پھر اس نے یدھشٹر کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا:

"سنو یدھشٹر! تم بڑے بھائی ہونے کے ناطے دوسرے بھائیوں کے لیے باپ کا درجہ رکھتے ہو ہمت

نہ ہارنا۔ تم دیکھو گے کہ عنقریب تم لوگوں پر اچھا وقت آئے گا۔ اور ہاں تم اپنی ماں کنتی کو لے کر نہیں جاؤ گے۔ وہ جنگلوں کی اذیت برداشت نہیں کر سکے گی۔ وہ میرے پاس میری بہن کی حیثیت سے رہے گی۔"

ودورا کی یہ گفتگو سن کر پانچوں بھائی خوش ہو گئے کیونکہ انھیں اپنی ماں کی طرف سے ایک طرح کی تسلی ہو گئی تھی۔

اس موقع پر کنتی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی درروپدی کے پاس آئی اور اس نے رخصت ہونے کے لیے دروپدی کو اپنے بازوؤں میں لپٹا لیا اور بڑے پیار سے کہنے لگی:

"اے میری بیٹی۔ میرے ان بیٹوں کا خیال رکھنا، جو ہماری اس موجودہ صورت حال کے ذمے دار ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ تم ایک بہت اچھی عورت ہو اور یہ بات بھی میرے علم میں ہے کہ میرے بیٹے تمہاری وجہ سے زندہ ہیں اور تم سے محبت کرتے ہیں اور تم بھی ان کو پسند کرتی ہو۔

میں رخصت ہونے کے اس موقع پر تمہیں دعا دیتی ہوں۔ سنو دروپدی، میری بیٹی ہمت نہ ہارنا۔ مجھے امید ہے کہ ہمارے اچھے دن ضرور آئیں گے اور ایک روز ہم صرف اندر پرستھ پر ہی نہیں بلکہ ہستنا پور پر بھی حکومت کریں گے۔"

دروپدی نے کنتی کو یقین دلایا کہ وہ جنگلوں میں پانڈو برادران کا پوری طرح خیال رکھے گی۔ اس کے بعد پانڈو برادران وہاں سے کوچ کر گئے۔

ہستنا پور کے سارے لوگ پانڈو برادران کے یوں رخصت ہونے پر بے حد اداس اور غمزدہ تھے۔ سارے لوگ پانڈو برادران کے ساتھ ہو لیے تھے اور یہ پیش کش کی تھی کہ وہ بھی ان پانچوں کے ساتھ تیرہ سال کے لیے جنگلوں میں زندگی بسر کریں گے پر یدشٹھر نے ان کی ان ہمدردیوں کا شکریہ ادا کیا اور ان سب کی منت سماجت کر کے انھیں واپس بھجوا دیا۔ اس کے بعد پانچوں بھائی اپنی بیوی دروپدی کو لے کر وہاں سے کوچ کر گئے۔

عزازیل اپنا کام کرنے کے بعد ہستنا پور سے جا چکا تھا۔

پانڈو برادران بھی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

اس کے بعد ہستنا پور کا راجہ دھرت راشٹر جب اپنے کمرے میں آیا تو پانڈو برادران کے ساتھ جو سلوک ہوا تھا اس سے وہ خوفزدہ اور اپنے آپ کو اکیلا سا محسوس کر رہا تھا۔

اس موقع پر اس نے ایک قاصد ودورا کی طرف بھیجا اور اسے اپنے پاس طلب کیا۔ ودورا جب اس کے پاس آیا تو دھرت راشٹر نے اس سے پوچھا:

"آج اپنے کمرے میں میں خوف اور تنہائی محسوس کر رہا ہوں۔ میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پانڈو برادران جب یہاں سے روانہ ہوئے تو ان کے کیا تاثرات تھے؟"

جواب میں ودورا غور سے دھرت راشٹر کی طرف دیکھتے ہوئے بولا:

"اے میرے بھائی! ہستنا پور کے سارے شہری باہر نکل آئے تھے اور انھوں نے یہ پیش کش کی تھی کہ وہ ان کے ساتھ جا کر زندگی بسر کریں گے بالکل ایسے ہی جیسے اجودھیا شہر میں رام کے ساتھ کیا تھا۔ جب اس نے شہر چھوڑ کر جنگل کا رخ کیا تھا۔ . . . یدشٹھر نے لوگوں کی منت سماجت کر کے انھیں گھروں کو واپس جانے پر آمادہ کیا۔

اور اے میرے بھائی! میں نے اس موقع پر دیکھا کہ لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ پانڈو برادران کے لیے فکرمند اور اداس تھے۔"

اے میرے بھائی، روانگی کے وقت میں نے دیکھا کہ یدشٹر آہستہ آہستہ اپنے بھائیوں سے آگے چل رہا تھا اور اس نے ایک کپڑے سے اپنا منہ ڈھانپ رکھا تھا۔

بھیم بار بار اپنے پُرقوت بازوؤں کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے وہ عنقریب ان بازوؤں کو تمہارے اور تمہارے بیٹوں کے خلاف استعمال کرنے والا ہو۔

ارجن شہر سے نکلتے وقت راستے پر ریت بکھیرتا ہوا جا رہا تھا جو اس بات کا اظہار تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کے خلاف ان ریت کے ذرات کی طرح تیر اندازی کرے گا۔

اے میرے بھائی! میں نے دیکھا کہ سہادیو کے چہرے پر غم اور دکھ کی سیاہی تھی جبکہ نکول کے چہرے پر بھی پریشانیوں کی دھول اور انتقام کی راکھ اڑ رہی تھی۔

میں نے دیکھا کہ حسین دروپدی اپنے سر کو جھکائے ہوئے تھی۔ وہ رو رہی تھی اور اس کا چہرہ اس کے لمبے لمبے بالوں میں چھپا ہوا تھا۔

میرے بھائی! یہ ہے پانڈو برادران اور ان کی بیوی کی ہستناپور سے روانگی کے وقت کی کیفیت۔"

یہاں تک کہہ کر ودورا تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ پھر دوبارہ بولا:

"اے میرے بھائی! پانڈو برادران کو بے عزت کرنے، انہیں ان کی راج دھانی سے محروم کرنے اور ان کی ہر چیز چھین کر انہیں جنگلات کا رخ کرنے کے تم ذمے دار ہو۔ تم ایک بار انہیں ان کی ہر چیز دے کر انہیں واپس ان کے مرکزی شہر اندر پرساد کی طرف جانے کی اجازت دے چکے تھے، پھر نہ جانے تمہیں کیا ہوا کہ تم نے انہیں واپس بلوا کر جوا کھیلنے پر مجبور کیا اور میں جانتا ہوں کہ ایسا تم نے ضرور اپنے بیٹے دریودھن کے کہنے پر کیا ہوگا۔ پر یاد رکھو۔ لوگوں کے اور پانڈو برادران کے ذہنوں میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ اس تباہی اور بربادی کے ذمے دار تم ہو۔

سنو میرے بھائی! تم پانڈو برادران کے حصے کی سلطنت بھی ہضم کرنا چاہتے تھے سو وہ تم کر چکے لیکن یہ تمہارا رویہ لوگوں کے ذہنوں سے مٹ نہ سکے گا۔

اے میرے بھائی! پانڈو برادران کو یہاں سے نکال کر جو بیج تم نے بوئے ہیں ان کی فصل عنقریب تم کاٹو گے اور میں یہ پیش گوئی کرتا ہوں کہ عنقریب ایک برا وقت آئے گا۔ پانڈو برادران تم پر اور تمہارے بیٹوں پر غالب آئیں گے اور تمہارے بیٹوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد وہ ہستناپور اور اندر پرساد کی مشترکہ ریاست پر حکومت کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ودورا اٹھ کر چلا گیا!

ودورا کے ان الفاظ نے دھرت راشٹر کا سکون لوٹ لیا تھا۔ اب وہ دن رات پریشان اور غمگین رہنے لگا تھا اور اس وقت کا انتظار کرنے لگا تھا جب پانڈو برادران اس کے لیے اور اس کے بیٹوں کے لیے مصیبت بن کر وارد ہونے والے تھے۔

○

ہستناپور سے نکلتے وقت کچھ برہمن اور سادھو بھی پانڈو برادران کے ساتھ ہو لیے تھے۔ انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ بھی پانڈو برادران کے ساتھ ان جیسی زندگی بسر کریں گے۔

یدشٹر نے ان برہمنوں اور سادھوؤں کو بڑا سمجھایا کہ انہیں تیرہ سال تک جنگلوں کے دھکے کھانے ہیں۔ انہیں سبزی، پھل اور درختوں کی جڑیں کھا کر گزارہ کرنا ہوگا۔ اس نے ان برہمنوں پر یہ خدشات بھی ظاہر کیے کہ وہ پانچوں بھائی ان کے کھانے پینے کا انتظام نہیں کریں گے بلکہ ہر ایک کو خود اپنی خوراک کا بندوبست کرنا ہوگا۔ ایسی گفتگو کر کے یدشٹر اپنی طرف سے برہمنوں کو واپس جانے کی ترغیب دینا چاہتا تھا لیکن ان برہمنوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا اور یہ عہد کیا کہ وہ خود اپنی روزی کا بندوبست کریں گے اور یہ کہ وہ خانہ بدوشی کی زندگی میں ضرور پانڈو برادران کا ساتھ دیں گے۔

یدشٹر نے جب دیکھا کہ وہ برہمن کسی بھی صورت میں واپس جانے پر تیار نہیں ہیں تو وہ خاموش ہو گیا اور انہیں اپنے ساتھ آنے دیا۔ یہاں تک کہ پانچوں بھائی اپنی بیوی اور برہمنوں کے ساتھ سفر کرتے ہوئے کمیاک کے جنگلات میں داخل ہو گئے۔

اس جنگل میں رہتے ہوئے پانڈو برادران کو ابھی چند ہی ہفتے گزرے تھے کہ ایک روز کرشن، دروپدی کا بھائی دھرشت دیوم اور کرشن کے کچھ اور دوست اور مسلح دستے پانڈو برادران سے ملنے کے لیے کمیاک کے جنگلات میں داخل ہوئے۔

کرشن اور دروپدی کے بھائی دھرشت دیوم کو پانڈو برادران اور دروپدی کی حالت دیکھ کر بے پناہ دکھ ہوا۔ پہلے وہ ان سب سے پُرجوش انداز میں گلے ملے۔ پھر جب وہ سب ایک جگہ بیٹھ گئے تو کرشن نے پانڈو برادران کو مخاطب کر کے کہا:

"میرے عزیزو! لگتا ہے کہ یہ زمین خون کی پیاسی ہو گئی ہے اور دریودھن، رادیو، سکونی اور دوسنا جیسے گنہگار اور بدترین اشخاص کا خون پینے کی خواہش مند ہے۔

پانڈو برادران! مجھے تمہاری حالت دیکھ کر بے حد دکھ اور صدمہ ہوا ہے۔ میں تم لوگوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ تم کیوں اپنے مرکزی شہر اندر پرساد کو چھوڑ کر یہاں آ گئے ہو۔ صرف اس لیے کہ ہستناپور کے راجہ اور اس کے بیٹوں نے تم لوگوں کو ایسا کرنے کے لیے کہہ دیا ہے اور تم نے ایسا کرنا قبول کر لیا ہے۔

سنو دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے دریودن نے جو تمہارے ساتھ جوئے کا مکروہ کھیل کھیلا تھا وہ ایک بدترین فریب تھا اور دھرت راشٹر اور اس کا بیٹا ہر حال میں تمہاری ریاست اور تمہاری ہر چیز پر قبضہ کرنے کے خواہش مند تھے۔

کاش! میں مصروف نہ ہوتا اور جس وقت یہ جوا کھیلا گیا تھا اس وقت میں ہستناپور پہنچ جاتا اور اس جوئے کی ابتدا نہ ہونے دیتا۔

سنو پانڈو برادران! میرے بھائیو! جس وقت تم ہستناپور میں دریودن اور شکونی کے ساتھ جوا کھیل رہے تھے اس وقت میں اپنے چند ہمسایہ راجوں کے ساتھ برسرپیکار تھا اور اگر میری ان کے ساتھ جنگ نہ ہو رہی ہوتی تو میں یقیناً تمہاری مدد کے لیے ہستناپور پہنچ جاتا۔ بہرحال تم نے ہستناپور سے اس جنگل کی طرف آ کر غلطی کی ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ تم میرے مرکزی شہر دوارکا کی طرف چلو۔ وہاں میں اپنا لشکر تیار کروں گا اور تمہارے ساتھ مل کر ہستناپور پر حملہ آور ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ اس حملے میں میں دریودن، شکونی، رادیو اور دسونا جیسے بدمعاشوں کے سر کاٹ کر تم پانچوں بھائیوں کو ہستناپور کا راجہ بنانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

کرشن کی اس گفتگو کے جواب میں یدھشٹر نے کہا:

"اے کرشن! اب ایسا ممکن نہیں ہے۔ میں نے جوا کھیل کر جو غلطی کی تھی یہ مجھے اس کی سزا ملی ہے کہ مجھے ان جنگلوں میں تیرہ سال خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرنا ہو گی۔ چونکہ میرے بھائی مجھے اپنے جسم کا ایک حصہ سمجھتے ہیں اور میں انھیں اپنے جسم کا حصہ سمجھتا ہوں لہٰذا یہ بھی میرے ساتھ اس سزا میں شامل ہو گئے۔ بہرحال میں دروپدی کی طرف سے فکرمند ہوں۔ اس کو صرف میری وجہ سے ایسی کٹھن زندگی بسر کرنا پڑ رہی ہے۔

سنو کرشن۔ اب میں اپنے ماضی کو یاد نہیں کرنا چاہتا۔ میں ایک ایسا انسان ہوں جو قسمت پر یقین رکھتا ہے اور میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ میرے اور میرے بھائیوں اور میری بیوی کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ ہم سب جنگل میں کٹھنائیاں برداشت کریں لہٰذا تم ہستناپور پر حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کر دو۔ چونکہ جوا ہارنے کے بعد میں نے بھیشم، دھرت راشٹر، ودورا اور دوسرے اکابر کے سامنے تیرہ سال جنگل میں گزارنے کا عہد کر لیا تھا لہٰذا میں اپنے عہد کو پورا کروں گا اور وعدہ شکنی کا داغ اپنے دامن پر نہ آنے دوں گا۔"

یدھشٹر اور کرشن کی گفتگو سن کر قریب بیٹھی ہوئی دروپدی کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ پھر وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔

اس موقع پر کرشن دروپدی کے پاس آیا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تسلی دینے کی کوشش کرنے لگا۔

دروپدی تھوڑی دیر تک خود کو سنبھالتی رہی پھر اس نے کرشن کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے کرشن میرے بھائی! میری طرف دیکھو۔ میں پانچوں پانڈو بھائیوں کی ہر دلعزیز ملکہ دروپدی ہوں۔ میں دھرشت دیوم کی بہن، دروپدہ کی بیٹی اور کرشن کی بہن ہوں۔ اس کے باوجود بھی میرے ساتھ یہ زیادتی کی گئی کہ مجھے جنگلات کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دروپدی تھوڑی دیر کے لیے رکی۔ پھر وہ بے پناہ غصے اور غضب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی:

"سنو کرشن، میرے بھائی! ہستناپور میں جہاں جوا کھیلا گیا تھا مجھے بالوں سے پکڑ کر وہاں تک گھسیٹ کر لایا گیا تھا۔

سنو کرشن! انھوں نے میرے ساتھ درندگی کا سلوک کیا اور مجھے کہا کہ میں دریودن اور اس کے بھائیوں کی لونڈی ہوں۔ سنو کرشن!

میرے بھائی! جب مجھے بالوں سے پکڑ کر اور گھسیٹ کر سب لوگوں کے سامنے لایا گیا تو اس وقت بھیشم اور دھرت راشٹر سب وہاں موجود تھے لیکن ان میں سے کسی کی زبان میرے حق میں نہ کھلی۔

اور سنو کرشن! میں تمہیں اپنے شوہروں سے متعلق بھی بتاتی ہوں کہ انھوں نے وہاں میرے ساتھ سب کے سامنے کیا سلوک کیا۔

اے کرشن! مجھے بھیم کی طاقت کا کیا فائدہ۔ مجھے ارجن کی تیراندازی سے کیا حاصل! مجھے نکولا اور سہادیو کی جرأت اور خلوص سے کیا غرض تھا اور مجھے یدھشٹر کی دھرم سے محبت سے کیا ملا۔ جب دریودن کا بھائی دسونا مجھے بالوں سے پکڑ کر کھینچتے اور گھسیٹتے ہوئے لایا تو یہ پانچوں بھائی بت کی طرح خاموش کھڑے رہے اور ان میں سے کوئی بھی میری مدد کو نہ آیا۔

کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی بھیانک اور ہولناک کھیل ہو سکتا تھا کہ پانچ بھائیوں کی بیوی کو سب کے سامنے گھسیٹا گیا اور ان پانچوں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔

یدھشٹر کو دھرم کا بڑا خیال ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا دھرم یہ نہیں کہتا کہ جب کسی کی بیوی پر ظلم کیا جائے

تو اس کا شوہر اس کے ظلم کے خلاف حرکت میں نہ آئے بلکہ چپ چاپ تان کر اپنی زبان کھو دے۔

کیا ان پانچوں کو اس موقع پہ میری مدد نہیں کرنا چاہیے تھی۔

میں جانتی ہوں کہ اگر کوئی عورت اذیت یا مصیبت میں مبتلا ہوتی تو یہ پانچوں لپک کر اس کی مدد کرتے تو کیا میں بھی ایک عورت نہ تھی۔ بلکہ میں تو ان کی بیوی تھی۔ ان پانچوں کو چاہیے تھا کہ نہ صرف یہ کہ اس موقع پر اپنی زبان کھولتے بلکہ دسوشا اور دریودن کے خلاف حرکت میں آ کر میرا پورا پورا دفاع کرتے۔

اے کرشن میرے بھائی! چونکہ تم نے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے لہٰذا اس ہمدردی کے جواب میں میں نے اپنی زبان کھولی ہے ورنہ میں کبھی بھی یہ الفاظ اور ایسی گفتگو کسی سے نہ کہتی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دروپدی خاموش ہو گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

کرشن نے پھر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے تسلی دی اور کہا:

"سنو دروپدی، میری بہن! اگر تمہارے اچھے دن نہیں رہے تو یہ برے دن بھی بہت جلد گزر جائیں گے اور عنقریب تم دیکھو گی کہ ہر طرف تمہاری کامیابی کے دروازے کھل جائیں گے اور تم پہلے کی طرح اپنے شوہروں کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کرنا شروع کر دو گی۔"

کرشن کے اس طرح سمجھانے پر دروپدی نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور کسی قدر خوش گوار انداز میں کرشن اور اپنے بھائی دھرشت دیوم کے ساتھ گفتگو کرنے لگی۔

اس طرح کرشن اور دھرشت دیوم نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چند دن اس جنگل میں پانڈو برادران کے ساتھ گزارے۔ پھر وہ سب واپس اپنی منزل کی طرف کوچ کر گئے۔

○

کرشن اور دروپدی کے بھائی دھرشت دیوم کی اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانگی کے بعد جب پانڈو برادران اور ان کی بیوی دروپدی اس جنگل میں آگ جلا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ یدھشٹر نے اپنے بھائیوں اور بیوی کو مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے بھائیو! تم جانتے ہو کہ ہم سب کو اس جنگل میں تیرہ سال گزارنے ہیں اور ساتھ ہی ہمیں آبادیوں سے دور بھی رہنا ہے تاکہ لوگ ہمیں پہچان نہ سکیں۔ ایسی زندگی بسر کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اور ایسی زندگی کے لیے یہ جنگل جس میں ہم رہ رہے ہیں مناسب نہیں ہے کیونکہ اس جنگل میں بہت سے لوگ

آتے جاتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ہر روز ان گنت لکڑہارے اس جنگل کے اندر پھیل کر دور دور تک لکڑیاں کاٹتے ہیں اور اگر ہم نے یہاں بسیرا کیا تو ایک روز اس جنگل سے گزرنے والے لوگ اور یہ لکڑیاں کاٹنے والے لکڑہارے ضرور ہماری اصلیت کو پہچان جائیں گے۔ اس طرح سزا کے طور پہ بارہ سال کا مزید عرصہ جنگل میں ہمیں بے بسی کی حالت میں گزارنا ہوگا۔

لہٰذا اے میرے بھائیو! میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے کوچ کر کے کسی ایسے جنگل کا رخ کریں جہاں لوگوں کا آنا جانا نہ ہو اور کوئی ہمیں پہچان نہ سکے۔

اس بنا پر میں تم سب بھائیوں سے کہتا ہوں کہ مجھے مشورہ دو کہ یہاں سے نکل کر ہمیں کس طرف کا رخ کرنا چاہیے۔"

یدھشٹر کی یہ گفتگو سن کر اس کے چاروں بھائی خاموش رہے اور اپنی گردنیں جھکا کر سوچتے رہے پھر ارجن بولا:

"میرے بھائی! میرے ذہن میں ایک جنگل ہے جہاں پہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ اور پرسکون زندگی بسر کر سکیں گے۔ اس جنگل کا نام دواتون ہے وہاں پہ پھلوں کی بھی کثرت ہے۔ اس کے علاوہ وہاں پرندے اور مور بھی پائے جاتے ہیں اور دوسرے چوپائے بھی کثرت سے ملتے ہیں جن کا شکار کر کے ہم آسانی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

میں نے ایک بار سفر کے دوران اس جنگل کو دیکھا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے اس جنگل سے بڑھ کر بہترین ٹھکانہ کوئی نہیں ہو سکتا۔"

یدھشٹر اور دیگر بھائیوں نے ارجن کی اس تجویز سے اتفاق کیا لہٰذا وہ کمیاک کے جنگل سے روانہ ہوئے اور چند روز تک لگاتار سفر کرنے کے بعد دواتون کے جنگل میں داخل ہو گئے۔

کوہستانی سلسلے کے اندر دواتون نام کا یہ جنگل کسی بہت بڑے اور سرسبز و شاداب باغ کی طرح تھا۔ اس کے اندر پھل دار درختوں کی کثرت تھی۔ بے شمار پرندے اور چوپائے اس میں پائے جاتے تھے جن کا شکار بآسانی کیا جا سکتا تھا۔

اس جنگل میں داخل ہونے کے بعد پانڈو برادران اس جگہ آئے جس جگہ کچھ رشی بھی اس جنگل میں قیام کیے ہوئے تھے۔

ان رشیوں نے پانڈو برادران کا بڑے پرجوش انداز میں استقبال کیا اور یوں پانڈو برادران دواتون نام کے اس جنگل میں رشیوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ وہ برہمن اور سادھو جو ہستنا پور سے ان کے

ساتھ آئے تھے وہ بھی اسی جنگل میں ان کے ساتھ رہنے لگے!

○

ایک روز پانڈو برادران اور ان کی بیوی دروپدی دوا توَن نام کے اس جنگل میں آگ کے الاؤ کے اردگرد بیٹھے تھے۔

جاڑے کا موسم تھا اور اس روز سردی بھی خوب پڑ رہی تھی۔

پانڈو برادران نے اپنے رہنے کے لیے اس جنگل کے اندر ایک گھر بھی تعمیر کر لیا تھا اور اس گھر کا نام انہوں نے آسارام رکھا تھا۔

اپنے گھر سے باہر آگ کا الاؤ روشن کیے پانڈو برادران دروپدی کے ساتھ بیٹھے اپنے آپ کو گرم رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ محو گفتگو بھی تھے کہ ان کے نزدیک اچانک لوناف اور ہیوما نمودار ہوئے۔

ان کو دیکھتے ہی پانچوں پانڈو برادران اور دروپدی اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب لوناف اور ہیوما ان کے قریب آ کر آگ کے پاس بیٹھ گئے تب وہ بھی ان کی طرف دیکھتے ہوئے سب اپنی اپنی جگہوں پر دوبارہ جم گئے۔

پھر قبل اس کے کہ ان میں سے کوئی لوناف کو مخاطب کر کے اس سے کچھ کہتا، لوناف نے بولنے میں پہل کی اور یدھشٹر کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو یدھشٹر۔ ہستناپور میں جو کچھ تم پر تمہارے بھائیوں پر اور تمہاری بیوی دروپدی پر بیتی مجھے اس کی خبر ہو گئی ہے۔ مجھے تمہاری حماقت پر دکھ اور افسوس ہوتا ہے کہ تم نے ہر چیز جوئے میں ہار دی جبکہ تم جانتے تھے کہ جوا کھیلنے میں سکونی کا کوئی جواب نہیں ہے اس کے باوجود تم نے جوا کھیلا اور اپنی ہر چیز اس میں ہار دی۔

اے یدھشٹر! تمہارا یہ رویہ اور کام احمقانہ ہے اس لیے کہ دھرت راشٹر اور اس کا بیٹا دریودن تو پہلے ہی یہ چاہتے تھے کہ تمہاری ریاست پر بھی قبضہ کر کے اپنی دولت اور قوت میں اضافہ کریں۔ سو تم نے اپنی اس نادانی اور حماقت سے دھرت راشٹر اور دریودن کو یہ موقع فراہم کیا اور اب تم دیکھتے ہو کہ جوئے کے ذریعے نہ صرف یہ کہ وہ تمہاری ہر چیز ہتھیانے میں کامیاب ہو گئے ہیں بلکہ تم سب کو تیرہ سال کے لیے خانہ بدوشوں

کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

سنو یدھشٹر! میں ہستناپور سے بھی ہو کر آ رہا ہوں۔ دھرت راشٹر اور اس کے بیٹے اس بات پر خوش ہیں کہ انہوں نے تم بھائیوں کو ریاست سے نکال باہر کیا ہے اس لیے کہ ریاست کے اندر انہیں اگر کسی سے خطرہ تھا تو وہ تم پانچوں بھائی تھے۔ اب تم پانچوں بھائیوں کو وہاں ریاست سے باہر انہوں نے نکالا ہے جیسے دودھ کے برتن سے مکھی باہر نکال دی جاتی ہے۔

اے یدھشٹر! اگر تم جوا کھیلنے کی حماقت نہ کرتے تو تم اپنے مرکزی شہر اندر پرستھ میں اب تک پر سکون زندگی بسر کر رہے ہوتے بلکہ میں یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اندر پرستھ میں تمہاری عسکری طاقت اور قوت ہستناپور کے مقابلے میں زیادہ تھی اور اگر دریودن تم سے جنگ کرنے کی کوشش کرتا تو تم بڑی آسانی کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ اسے شکست دے سکتے تھے لیکن دریودن اور اس کے باپ دھرت راشٹر نے عیاری اور فریب سے کام لیتے ہوئے بغیر کسی جنگ و جبر کے تم پانچوں بھائیوں کو شکست دے دی۔ تمہاری ریاست میں جس قدر دھن تھا اس پر قبضہ کر لیا اور تمہیں تیرہ سال تک جنگل کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

سنو پانڈو برادران! میں تمہاری ماں کنتی سے بھی مل کر آ رہا ہوں۔ وہ تمہارے چچا ودرا کے ساتھ پر سکون زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہر لمحہ وہ تم پانچوں بھائیوں اور دروپدی کو یاد کرتی ہے۔

اے یدھشٹر! کاش تم نے دریودن اور سکونی کے ساتھ جوا نہ کھیلا ہوتا اور جب ایک بار جوا کھیلنے کے بعد دھرت راشٹر نے تمہیں ہر چیز واپس کر دی تھی تو کاش تم دوبارہ جوا کھیلنے کے لیے ہستناپور نہ جاتے۔ اگر تمہارے چچا نے تمہیں طلب بھی کیا تھا تو تم واپس آنے سے انکار کر دیتے بلکہ اپنے بھائیوں، اپنی بیوی اور ماں کے ساتھ سیدھا اپنے مرکزی شہر اندر پرستھ کی طرف چلے جاتے۔ دھرت راشٹر کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ تمہیں زبردستی جوا کھیلنے پر مجبور کر سکے اس لیے کہ تمہارے مقابلے میں ان کی عسکری حیثیت کمزور تھی۔ اگر تم ایسا کرتے تو آج ان جنگلات میں تم لاچاری کی زندگی بسر نہ کر رہے ہوتے۔"

لوناف خاموش ہو گیا۔

تب یدھشٹر تھوڑی دیر تک گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے انتہائی فکرمندی سے لوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے لوناف! اے نیکی کے نمائندے! تم ہمارے محسن اور ہمارے خیرخواہ ہو۔ تم اگر میرے لیے اس سے بھی سخت الفاظ کہو تب بھی میں ان کو خندہ پیشانی سے قبول اور برداشت کروں گا اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ بھی تم کہو گے اس میں ہم سب کی بہتری اور بھلائی ہو گی۔

اے یوناف! میں جانتا ہوں کہ میری حماقت اور نادانی کی وجہ سے ہم اس المیے سے دوچار ہوئے ہیں اندرپرستھ کی پُرسکون زندگی سے محروم ہو کے اس جنگل کے اندر لاچارگی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ پر اے ہمارے محسن! ہمارے مربی! تم کہو ہماری اس زندگی کا کیا انجام ہوگا۔ کیا اس تیرہ سال کی طویل خانہ بدوشی کے بعد کوئی وقت ایسا بھی آئے گا کہ ہم دریودن اور اس کے بھائیوں پر قابو پا کر ان سے اپنا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یدشٹر خاموش ہو گیا اور امید بھرے انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

اسی طرح اس کے دوسرے بھائی اور دروپدی بھی بڑے غور سے یوناف کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

یدشٹر کی گفتگو کے جواب میں یوناف تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا:

"سنو پانڈو برادران: میں فی الوقت تمہارے مستقبل سے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا اس لیے کہ غیب کا علم صرف میرا اللہ جانتا ہے لیکن میں تمہارے مستقبل سے پُرامید ہوں اس لیے کہ کورو برادران کے مقابلے میں تم حق اور سچائی پہ ہو اور میرا یہ تجربہ ہے کہ حق اور باطل جب ٹکرا تے ہیں تو آخر کار ختم بدی ہوتی ہے اور فتح نیکی اور سچائی کی ہوتی ہے۔"

یوناف ذرا دیر رکا، پھر اس نے ان سب کو دوبارہ مخاطب کر کے کہا:

"سنو پانڈو برادران! میں یہاں سے تھوڑی دیر بعد کوچ کر کے ہستناپور کا رخ کروں گا۔ وہاں میں تمہارے چچا اور راجہ دھرت راشٹر سے ملوں گا اور باتوں ہی باتوں میں اسے تم پہ ہونے والے مظالم کے حوالے سے اس کے انجام بد اور اس کے بیٹوں پر گزرنے والی مستقبل کی ہولناکی سے ڈراؤں گا اور اسے یہ احساس دلانے کی کوشش کروں گا کہ اس نے ریاکاری اور دھوکہ دہی سے فریب دے کر جوئے کا جو اہتمام کیا اور تمہیں ہرا کر جو تیرہ سال کے لیے جنگل کی زندگی بسر کرنے پہ مجبور کیا اس کے نتائج ان کے حق میں بہت برے اور ہولناک ہوں گے۔

سو پانڈو برادران! میں اب تم سے اس جنگل میں ملتا رہوں گا اور تمہاری تسلی اور تشفی کے لیے کام کرتا رہوں گا۔ اب تم مجھے اجازت دو کہ میں یہاں سے رخصت ہو کر تمہارے چچا دھرت راشٹر کو اس کے انجام بد سے ڈراؤں۔"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اس جنگل میں پانڈو برادران کو الوداع کہا، پھر وہ بیوسا کے ساتھ وہاں سے

رخصت ہو گیا۔

تھوڑی دور تک وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے پانڈو برادران کی نگاہوں سے دور ہو گئے پھر وہ دونوں اپنی مرئی قوتوں کو حرکت میں لائے اور وہاں سے غائب ہو گئے۔

○

تھوڑی دیر بعد یوناف اور بیوسا ہستناپور کے محل کے باہر نمودار ہوئے اور محل کے ایک پہریدار کو مخاطب کر کے یوناف نے کہا:

"اے میرے عزیز۔ میں دور دراز کی سرزمینوں سے آیا ہوں۔ میرا نام یوناف ہے اور میری اس ساتھی لڑکی کا نام بیوسا ہے۔ ہم دونوں نجومی اور ستارہ شناس ہیں اور تمہارے راجہ دھرت راشٹر سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ اس کے سامنے ہم اس کے احوال کہیں اور وہ ہمارا فن دیکھ کر ہم سے خوش اور مطمئن ہو اور ہمیں عزت سے نوازے۔

سنو میرے عزیز! اور لیے میں تمہارے راجہ سے کسی انعام یا کسی چیز کا لالچ نہیں رکھتا۔ ہم دونوں تو بس نگر نگر پھرنے والے بنجارے ہیں۔ ہم نے اپنی ضروریات زندگی کو کافی کم کر رکھا ہے۔ تم یہ کام کرو کہ اپنے راجہ کو ہمارے آنے کی اطلاع کرواؤ اور اس سے یہ کہو کہ ہم اس کے مستقبل میں پیش آنے والے حالات سے متعلق صحیح صحیح رہنمائی اور نشاندہی کریں گے۔"

یوناف کی گفتگو سن کر وہ پہریدار بڑا خوش ہوا اور یوناف کی طرف دیکھ کر بولا:

"راجہ ان دنوں بہت اداس اور افسردہ رہنے لگا ہے۔ اگر تم اسے زندگی کے حالات درست اور صحیح طور پر بتا سکے تو وہ تم پہ بڑا مہربان اور خوش ہوگا۔ تم دونوں یہیں رکو۔ میں راجہ کو تمہارے آنے کی اطلاع کر کے آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ پہرے دار اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پہرے دار لوٹ کر آیا اور یوناف سے کہنے لگا:

"تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ تمہارے متعلق راجہ سن کر بے حد خوش ہوا۔ اس نے تم دونوں کو طلب کیا ہے۔"

پہرے دار کا یہ جواب سن کر یوناف اور بیوسا بے حد خوش ہوئے اور خاموشی سے اس پہرے دار

کے ساتھ ہو ہے۔

پھر سے دار یوناف اور یوسا کو اندھے راجہ دھرت راشٹر کے پاس لایا اور راجہ کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا:

"اے راجہ! جس نجومی اور ستارہ شناس کا میں نے ذکر کیا تھا وہ اس وقت اپنی ساتھی لڑکی کے ساتھ آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ اب جو کچھ آپ اس سے پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ سکتے ہیں۔"

پھر سے دار کی اس گفتگو پر دھرت راشٹر بے حد خوش ہوا۔ اس نے اپنی اندھی آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا:

"اے نجومی! پھر سے دار کہہ رہا تھا کہ تمہارا نام یوناف اور تمہاری ساتھی لڑکی کا نام یوسا ہے اور یہ کہ تم دونوں نجومی اور ستارہ شناس ہو۔ تم دونوں میرے سامنے بیٹھ جاؤ تاکہ میں آنے والے وقت سے متعلق تم سے چند سوالات کروں۔"

دھرت راشٹر کے کہنے پر یوناف اور یوسا اس کے سامنے بیٹھ گئے جبکہ وہ پھر سے دار وہاں سے چلا گیا تھا۔

دھرت راشٹر کچھ دیر سوچوں میں گم رہا۔ پھر اس نے یوناف کو مخاطب کر کے کہا:

"اے یوناف! کیا تم میرے پوچھنے پر مجھے میرے مستقبل سے متعلق کچھ بتا سکو گے؟"

اس پر یوناف نے فوراً کہا:

"اے ہستناپور کے عظیم راجہ! پہلے تم مجھے اپنا ہاتھ دکھاؤ۔ میں سب سے پہلے تمہارے ہاتھ کا مطالعہ کروں گا اس کے بعد ہاتھ کی لکیروں کی روشنی میں تم سے تمہارے وہ واقعات بیان کروں گا جو آنے والے دور میں تمہیں پیش آ سکتے ہیں۔"

یوناف کا جواب سن کر دھرت راشٹر خوش ہوا اور اس نے اپنا ایک ہاتھ اندازے سے یوناف کی طرف بڑھا دیا۔

یوناف کافی دیر تک دھرت راشٹر کے ہاتھ کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کے بعد اس نے دھرت راشٹر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"اے راجہ۔ تمہارے ہاتھوں کی لکیروں کے اندھے، تاریک راستے تمہارے مستقبل کی منحوس ساعتوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

یہ لکیریں بتاتی ہیں کہ ماضی کی گھٹی گھٹی مجبوریاں، حال کی سوئی سوئی تنہائیاں سب مل کر مستقبل کی ویرانیوں

میں تبدیل ہو جائیں گی۔

اے راجہ۔ جو کچھ میں نے تمہارے ہاتھ کی لکیروں میں دیکھا ہے اس کے مطابق تمہارے ماضی اور حال میں بیتے برسوں کی بدی اور گناہ کے کسیلے ذائقے ہیں۔ آنے والے دنوں میں تلخیاں تمہارے سامنے آئیں گی اور ماضی اور حال میں گناہوں کی بے پناہ لذت جس سے تم مستفید ہو چکے ہو وہ تمہارے لیے ندامت کی تلخیوں میں بدل جائے گی۔

اے راجہ! تمہارے مستقبل میں مجھے اجاڑ، چٹیل اور ویران اداس ویرانوں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوناف تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر دوبارہ اس نے اپنا سلسلۂ کلام جاری کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:

"اے راجہ۔ تمہارے ہاتھ کی پھیلی ہوئی لکیریں بتاتی ہیں کہ ماضی میں تم نے اپنے عزیزوں کے ساتھ ظلم اور ستم رانی سے کام لیا ہے۔

اے راجہ۔ تمہارا ہاتھ یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ ظلم اور ستم رانی آنے والے دنوں میں حقیقت کا روپ دھارے گی اور یہ حقیقت ہستناپور کے اندر بہت بڑی تباہی اور بربادی لا کر رہے گی۔

اے راجہ! لکیریں بولتی ہیں کہ تو نے اپنے عزیز ترین رشتوں کے ساتھ بددیانتی اور خیانت کی ہے اور جو کچھ میں لکیروں میں دیکھتا ہوں اور جو کچھ میرا علم کہتا ہے اس کے مطابق یہی بددیانتی اور خیانت تمہارے مستقبل کو تاریک اور تمہارے آنے والے دنوں کو ویران کر کے رکھ دے گی۔

اے راجہ! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تمہارے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ کر کہہ رہا ہوں ورنہ حقیقت میں تمہارے ساتھ کیا پیش آیا ہے وہ تم خود ہی جانتے ہو۔"

یوناف کی باتیں سن کر دھرت راشٹر کی حالت ایسی ہو گئی جیسے اس پر برساتوں کا جادو ہو گیا ہو اور اس کی فصیلِ بدن تاریک ہو کر پگھلنے لگی ہو۔

وہ سسکیوں میں الجھی سرگوشیوں کی طرح افسردہ، رات کی گہرائیوں میں چھپی سیاہ خنکی جیسا اداس اور ظلم اور افلاس کے مارے ضمیر کی طرح ویران اور الجھا الجھا دکھائی دینے لگا۔

اس کی آنکھوں میں برگ و باراں کا سماں تھا اور اس کا چہرہ یوں دکھائی دینے لگا تھا جیسے درد کے تاروں پہ مضراب کا اندھا رقص شروع ہو گیا ہو۔

دھرت راشٹر بالکل خاموش تھا۔ بالکل چپ اور ویران۔۔۔۔ جیسے اس کی زبان پتھر کی ہو گئی ہو۔

سونیاف تھوڑی دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر اس سے پوچھنے لگا:

'اے راجہ۔ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سچ ہے یا میری یہ باتیں بے بنیاد اور جھوٹ پر مبنی ہیں۔'

یوناف کے اس سوال پر اندھے دھرت راشٹر نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ پھر ٹوٹتی ہوئی آواز میں اس سے کہنے لگا:

'اے اجنبی ستارہ شناس! تیری باتوں میں کوئی بھی جھوٹا اور بے بنیاد انکشاف نہیں ہے۔ تو۔۔۔نے جو کچھ بھی کہا وہ حقیقت پر مبنی ہے اور یہ سچ ہے کہ میرے ہاتھوں اپنوں پر ظلم و ستم ہوا ہے اور جو کسی پر ظلم کرتا ہے وہی کچھ اس کے سامنے آتا ہے۔

اے ستارہ شناس! جو کچھ تو نے کہا ہے یہ حقیقت ہے اور آج تیری زبان سے یہ حقیقت سن کر مجھ پر اداسی اور ویرانی کی تہیں جم کر رہ گئی ہیں۔ میں آج پہلی بار اپنے آپ کو مجرم اور گنہ گار سمجھنے لگا ہوں۔

اے ستارہ شناس! میں نے یہ ظلم اپنے بھتیجوں پر کیا تھا اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس ظلم ہی کی بنا پر میرا مستقبل تاریک اور ویران ہو کر رہے گا۔'

دھرت راشٹر ابھی یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کا بیٹا دریودن کسی غضب ناک مانند کی طرح اس کمرے میں داخل ہوا اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

'اے میرے باپ! میں اس ستارہ شناس کے ساتھ آپ کی گفتگو باہر کھڑا سن رہا تھا۔ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ سچ ہے لیکن اے میرے باپ! اس نے تمہیں فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ میں اس ستارہ شناس اور اس کی ساتھی لڑکی کی حقیقت کو جان چکا ہوں۔ یہ دونوں اپنے آپ کو نیکی کا نمائندہ کہتے ہیں۔ تمہیں ایسے حالات سنا کر اے میرے باپ! ان کا اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں کہ تمہیں خوفزدہ کر دیں اور جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے سلسلے میں تمہیں پچھتاوے میں ڈال دیں۔'

دریودن یہاں تک کہنے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ پھر اس کے پیچھے پیچھے اس کمرے میں دسونا، رادیو، عزازیل، نبیطہ اور عارب داخل ہوئے۔ عارب کے پیچھے نیلی دھند کی قوتیں انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں بھڑکتے شعلوں کی طرح کبھی یوناف اور کبھی بیوسا کی طرف بڑھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد دریودن نے پھر اپنا سلسلہ کلام جاری کیا:

'اے میرے باپ! یہ دونوں اپنے نام یوناف اور بیوسا بتاتے ہیں۔ انتہائی فریب کار اور دھوکہ باز ہیں۔ ان کی اصلیت اور حقیقت مجھے میرے دوست، میرے محسن اور میرے مربی عزازیل نے تفصیل کے ساتھ بتا دی ہے۔ ان دونوں کی کسی بھی بات پر اعتبار نہ کرنا اور نہ ہی ان کی باتوں کو اپنے دل میں جگہ دینا۔ اور

اے میرے باپ! تم دیکھنا میں اس کمرے میں ان دونوں کا کیا حشر کرتا ہوں۔'

ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر نے اپنے بیٹے کی اس گفتگو کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش تھا اور اس کی خاموشی بتاتی تھی کہ وہ دریودن کی باتوں پر اعتماد کر رہا ہے۔

اس سے دریودن کی اور حوصلہ افزائی ہوئی اور اس نے بات کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اپنے باپ سے کہا:

'اے میرے باپ! کاش تم اندھے نہ ہوتے تو دیکھتے کہ یہ شخص جس نے اپنا نام یوناف بتایا ہے اور تم پر اپنے آپ کو نجومی اور ستارہ شناس ظاہر کیا ہے اس کے ساتھ ایک لڑکی ہے جس کا نام بیوسا ہے۔

اے میرے باپ! میں نے آج تک اپنی زندگی میں ایسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی نہیں دیکھی۔

اے میرے باپ! ہم لوگ یہ سمجھتے تھے کہ دروپدی کے مقابلے میں کوئی خوبصورت اور حسین لڑکی ہے ہی نہیں لیکن اس لڑکی کو دیکھنے کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ دروپدی حسن اور خوبصورتی میں بیوسا کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

لہٰذا اے میرے باپ! میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں اس ستارہ شناس سے کہوں کہ وہ خاموشی اور شرافت کے ساتھ یہاں سے چلا جائے اور بیوسا کو یہاں ہمارے ہی پاس چھوڑ جائے۔ میں اس کے ساتھ شادی کروں گا اور یہ اپنی بقیہ زندگی میرے ساتھ بسر کرے گی۔

اور اے میرے باپ! اگر اس ستارہ شناس نے بیوسا نام کی اس لڑکی کو میرے حوالے نہ کیا تو میں تمہارے اس کمرے میں اسے ختم کر کے بیوسا کو حاصل کروں گا۔'

یہ گفتگو سن کر یوناف کی حالت مشتی خونخواری، بھڑکنے کی تپش اور وسعتوں کے بے کنار سلسلے جیسی ہو کر رہ گئی۔ اس کے چہرے پر مضان زندان کا سماں پھیل گیا تھا جس سے یوں لگتا تھا جیسے اس کمرے کے اندر یوناف ایک ایک لمحے کو عذاب میں تبدیل کر دینے کا عزم کر چکا ہو۔ پھر اس نے بلند آواز میں دریودن سے کہنا شروع کیا:

'اے دریودن! سن رکھو میں دریاؤں کی صورت بیابانوں میں بہ جانے والا ایسا انسان ہوں جو اپنے دشمنوں کے گریبانوں کو چاک اور پیراہن کو دریدہ کر دینے کا عزم اور حوصلہ کر چکا ہوں۔

اے دریودن! جو میرے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش کرتا ہے میں اس سے درد کے نیلے رخساروں اور خونِ ناحق کی ایک ایک بوند کا انتقام اور حساب لینے کا حوصلہ بھی رکھتا ہوں۔

اے دریودن! میں تیری کھردری زبان کو کاٹ دوں گا۔ تیرے اندر جو بوالہوسی اور خطا کاری ہے،

اسے نکال باہر کروں گا۔

اے دریودن! میں تیرے عقل و شعور کے احساس کو توڑ کر رکھ دوں گا۔

سن اے دریودن! میں تو منزلوں کی بشارت دینے والا روشنی کا ایک سفیر ہوں۔ اگر تو نے میرے ساتھ ٹکرانے کی کوشش کی تو تیرے گناہوں کے عکس کے اندر میں صحرا کی رات اور تیری سوچوں میں زہر اور اوج دلپستی کے قصے بھر دوں گا۔

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں اے دریودن! جب میری فتح نصیب تلوار تمہارے خلاف حرکت میں آ جائے گی تو تمہاری حالت ساحل سے پیدا ہونے والی لہروں سے مختلف نہ ہوگی۔

سنو دریودن! وہ کون ہے جس کی مدد اور حمایت سے تم اس کمرے کے اندر مجھ پر قابو پا کر مجھ سے بیوسا کو چھین لینے میں کامیاب رہو گے؟"

اس پر دریودن نے ایک عزم اور حوصلے سے یوناف کو مخاطب کر کے کہا: "اے یوناف! اوّل تو تمہارے خلاف مقابلے میں میں اکیلا ہی کافی ہوں اور اگر ضرورت پڑی بھی تو میرا یہ محسن عزازیل اور اس کے ساتھی عارب اور نبیطہ تمہیں اس کمرے کے اندر اپنی بے پناہ قوتوں سے پاش پاش کر کے رکھ دیں گے۔"

اس پر یوناف نے ایک بلند قہقہہ لگایا اور دریودن کو مخاطب کر کے بولا:

"اے دریودن! یہ تمہارا فریب اور تمہاری غلط فہمی ہے۔ یہ عزازیل، نبیطہ اور عارب مجھے صدیوں سے خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ انہیں خبر ہے کہ جب میں ان پر ٹوٹ کر برسنے والے ابر اور برف کے نادیدہ طوفان کی طرح حرکت میں آؤں گا تو ان کی حالت بے احساس امیدوں اور بے حسی کی سرد لاش جیسی ہو کر رہ جائے گی ...... اور اگر تم میرے مقابلے میں ان کی بے بسی اور لاچارگی کا تماشہ دیکھنا ہی چاہتے ہو تو دیکھو اس کمرے میں تمہارا اور تمہارے ساتھی کی نگاہوں کے سامنے میں ان کی کیا حالت کرتا ہوں؟"

اس کے ساتھ ہی یوناف نے اپنے گلے میں لٹکتے ہوئے گول اور چھوٹے آئینے کو پکڑا جس پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا۔ جونہی اس نے اس آئینے کا رخ عزازیل، عارب اور نبیطہ کی طرف کیا تینوں چیخیں مارتے ہوئے اور بری طرح شور اور واویلا کرتے ہوئے کمرے سے بھاگ گئے۔

اس موقع پر ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا اور پھر یوناف کے کانوں میں اس کے کھنکتے سکوں جیسی مدھ بھری اور ترنم سے بھرپور آواز سنائی دی:

"سنو یوناف میرے حبیب! تم نے عزازیل، عارب اور نبیطہ جیسے ستم رانوں کے خلاف کیا خوب کردار ادا کیا ہے۔ تم نے ان کی روحوں کے دریچوں میں کس طرح خوف و ہراس بھر کر انہیں برق کے نادیدہ لپکوں کی طرح

یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے۔

اے میرے حبیب! مجھے لگتا ہے عزازیل، نبیطہ اور عارب کے یوں بھاگ جانے کے بعد دریودن اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے پھر بھی باز نہیں آئے گا۔ اگر تم کہو تو میں تھوڑی دیر کے لیے اس کے خلاف حرکت میں آؤں اور اس کے سارے کس بل نکال کر اسے تیر کی طرح سیدھا کر دوں۔"

ابلیکا کی یہ بات سن کر یوناف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے بڑے پیار سے ابلیکا کو مخاطب کر کے کہا:

"اے ابلیکا! اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بس تم خاموش رہ کر تماشہ دیکھتی جاؤ۔ تمہارے سامنے اس کمرے کے اندر میں دریودن اور اس کے ساتھیوں کی ایسی حالت کروں گا کہ وہ دوبارہ کبھی ایسا کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔"

ابلیکا کے ساتھ سلسلہ کلام منقطع کرنے کے بعد یوناف نے دریودن کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے دریودن! تو اس عزازیل اور اس کے ساتھیوں کے بل بوتے پر مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کر رہا تھا تو نے دیکھا وہ کیسے سراب کی طرح میرے سامنے سے بے بس ہو کر بھاگ گئے۔

سنو دریودن۔ اس عزازیل کی ہمراہیاں کسی کو بھی گمراہیوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتیں۔ یہ عزازیل قسمت کا منہ چڑاتی تلوار کی طرح اپنے حمایتیوں کے لیے میدان میں اترتا ہے پر جب میرے جیسا کوئی نیکی کا نمائندہ اس کے مقابل آتا ہے تو یہ ظالم آندھیوں کی طرح بھاگ اٹھتا ہے اور اپنے کارکنوں تک کو بے اماں موقعے پر فراموش کر دیتا ہے۔

لہٰذا اے دریودن! میں تمہیں آخری بار کہتا ہوں کہ تم اپنے ان دونوں ساتھیوں کو ساتھ لے کر عزازیل کی طرح اس کمرے سے باہر نکل جاؤ۔ اس کے بعد میں بھی بیوسا کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

یوناف کی بات سن کر دریودن کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے یوناف کو مخاطب کر کے کہا:

"اے ستارہ شناس! میں تمہیں یوں یہاں سے بچ کر نہ جانے دوں گا۔ عزازیل، عارب اور نبیطہ اگر تمہارے سامنے سے بھاگ گئے ہیں تو تمہارے علم میں شاید ان کی کوئی کمزوریاں ہوں جنہوں نے انہیں ایسا کرنے پر مجبور کر دیا ہے لیکن میں تو اپنے ساتھی راد لیو اور اپنے بھائی دسونا کے ساتھ تمہارے سامنے کسی کمزوری یا بزدلی کا مظاہرہ نہیں کروں گا۔

سنو یوناف! میں اپنے اس ارادے پر قائم ہوں کہ میں تمہاری ساتھی لڑکی پر قبضہ کر کے رہوں گا۔ اگر تم

شرافت کے ساتھ اسے میرے حوالے کرتے ہو تو بہتر ورنہ یہ کام زبردستی بھی کیا جا سکتا ہے۔"

دریودن کا یہ جواب سن کر یوناف کا چہرہ ایک بار پھر لال بھبھوکا ہو کر رہ گیا اور اس نے دریودن کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے دریودن! تم تینوں میں سے کون یہ کام زبردستی کرنے کی ہمت رکھتا ہے؟"

یوناف کے اس سوال کے جواب میں دریودن کا دوست رادیو چھاتی تانتے ہوئے آگے بڑھا اور یوناف کے قریب جا کر وہ بڑے تکبر اور گھمنڈ بھری آواز میں بولا:

"اے ستارہ شناس! میں یہ کام زبردستی کرنے کی ہمت اور جرأت رکھتا ہوں۔ دیکھو میرا دوست دریودن چونکہ تمہاری ساتھی لڑکی کو پسند کر چکا ہے لہذا میں آگے بڑھ کر تمہاری ساتھی لڑکی کا بازو پکڑتا ہوں۔ اگر تم مجھے ایسا کرنے سے روک سکتے ہو تو روک کر دکھاؤ؟"

رادیو کی اس گفتگو پر یوناف یکسر تبدیل ہو کر رہ گیا۔

اس کے چہرے پر بکریاں لٹھرے سنسان سناٹے، وقت کے کالے سمندروں اور اندھی خوفناک قوت جیسا سماں بن گیا تھا۔

اس کی آنکھوں کے اندر موت طاری کر دینے والی قہرمانی رقص کرنے لگی تھی۔ پھر یوناف ایسے انداز میں رادیو کی طرف بڑھا جیسے اس نے موت کے شعلوں کا پیراہن پہن لیا ہو یا وہ مشیت کی چکی بن کر اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو ذروں کی طرح پیس ڈالنے کا عزم کر چکا ہو۔

رادیو کے قریب جا کر یوناف نے اس پر ضرب لگانے کے لیے اپنا بایاں ہاتھ بلند کیا۔ رادیو بھی بڑا محتاط تھا۔ اس نے فوراً اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے یوناف کا بایاں ہاتھ فضا میں روک لیا۔ اس کے ساتھ ہی یوناف اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت میں لایا اور ایک ایسا پُرقوت اور زوردار طمانچہ اس نے رادیو کے منہ پر مارا کہ وہ ہوا میں اچھلتا ہوا کمرے کے دروازے کے ساتھ اس قوت اور زور سے ٹکرایا کہ دروازہ ٹوٹ کر دوسری طرف جا گرا۔

اس کے بعد یوناف رکا نہیں۔

وہ دسونا کی طرف بڑھا۔ اسے اٹھا کر اس نے دروازے کی طرف گرے ہوئے رادیو پر پھینک دیا۔

پھر وہ تیزی سے دریودن کی طرف بڑھا۔

اس موقع پر دریودن نے وہاں سے بھاگ جانا چاہا لیکن یوناف نے اس کی گردن پیچھے سے پکڑ کر دائیں ہاتھ سے اسے فضا میں معلق کر دیا۔ پھر اسے بری طرح سامنے والی دیوار سے ٹکرا دیا۔ رادیو سے زیادہ وہ چیختا چلاتا زمین پر گر پڑا۔

پھر یوناف نے بلند آواز میں ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"تم تینوں فوراً اپنی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ اور اگر تم میں سے کسی نے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے میں تاخیر کی تو میں مار مار کر اس کی ہڈیاں پیس کر رکھ دوں گا۔"

یوناف کی یہ دھمکی خوب کارگر ثابت ہوئی۔

وہ تینوں کراہتے ہوئے اور اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ یوناف نے ایک بار پھر بلند آواز میں ان سے پوچھا:

"کیا تم تینوں میں سے کوئی ایسا ہے جو بیوما کو روکنے کی جرأت رکھتا ہو؟"

یوناف کے اس سوال کا جواب ان تینوں میں سے کسی نے نہ دیا اور ندامت سے ان کی گردنیں مزید جھک گئیں۔

پھر یوناف نے ہستناپور کے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے دھرت راشٹر! تیرا یہ بیٹا دریودن اور اس کے ساتھی ضرور تیری تباہی اور بربادی کا باعث بنیں گے، یہ بات یاد رکھنا۔"

یوناف بیوما کو لے کر دھرت راشٹر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

○

پانڈو برادران دواتون کے جنگل میں اپنی جلاوطنی کے دن گزار رہے تھے۔

ایک دن وہ پانچوں بھائی جنگل میں شکار کھیلنے نکلے اور دروپدی کو اپنے بنائے ہوئے مکان میں چھوڑا، جس کا نام آسارام تھا اور دھیا نام کے ایک برہمن کو انہوں نے دروپدی کی حفاظت کرنے کے لیے اس کے پاس چھوڑ دیا۔

اسی دوران ریاست سندھو کے راجہ جیادرتھ کا وہاں سے گزر ہوا۔ جیادرتھ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ریاست سلوا جانے کے لیے وہاں سے گزر رہا تھا۔

اتفاق سے جس وقت جیادرتھ وہاں سے گزرا تو دروپدی اپنے گھر آسارام کے دروازے پہ کھڑی تھی۔

جیادرتھ کی نظر جب دروپدی پہ پڑی تو وہ اس کے حسن، اس کے قد کاٹھ اور خوبصورتی سے ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اپنے ایک ساتھی کو فوراً مخاطب کرتے ہوئے کہا:

دیکھو۔ وہ عورت، جو اس جھونپڑی کے سامنے کھڑی ہے۔ اس کی طرف غور سے دیکھو۔ وہ کیسی حسین، کیسی خوبصورت، کیسی پُرکشش، کیسی قد کاٹھ میں مناسب ہے۔ میں اس کے حسن اور خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوا ہوں اور اس کے ساتھ کوئی تعلق یا ربط رکھنا چاہتا ہوں لہٰذا تم اس کی طرف جاؤ اور اس سے متعلق یہ معلومات حاصل کرو کہ وہ کون ہے اور کس غرض کے تحت وہ جنگل میں زندگی بسر کر رہی ہے"۔

راجہ جیارادھ کا یہ حکم پا کر اس کا ایک ساتھی گھوڑے کو ایڑ لگا کر فوراً آسارام کی طرف چلا گیا جبکہ راجہ وہاں رک کر اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد راجہ جیارادھ کا وہ ساتھی واپس آیا۔ جیارادھ کے رتھ کے پاس آ کر وہ رکا اور اس کو مخاطب کر کے بولا:

اے راجہ! وہ عورت جو اس جھونپڑے کے دروازے پر کھڑی ہے اور جس کے پاس آپ نے مجھے بھیجا تھا وہ کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ اس کا نام دروپدی ہے اور یہ ہستنا پور کے پانڈو برادران کی بیوی ہے۔

اے راجہ! آپ پانڈو برادران کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ کس نوع کے نوجوان ہیں۔ وہ اپنے دشمن کا تعاقب زمین کے پاتال تک کرنا بھی جانتے ہیں۔

اے راجہ! اگر آپ نے دروپدی کو حاصل کرنے کی کوشش کی تو مجھے ڈر ہے کہ ہماری حالت لنکا کے راجہ سے مختلف نہ ہوگی، جو رام کی غیر موجودگی میں سیتا کو اٹھا کر لنکا کی طرف لے گیا تھا۔ پھر اس کی جو حالت رام اور ہنومان کے ہاتھوں ہوئی وہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت بنی ہوئی ہے۔

اے راجہ! پانڈو برادران اس وقت شکار کھیلنے گئے ہوئے ہیں اور دروپدی ایک برہمن کی حفاظت میں جھونپڑی کے اندر اکیلی ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ نے اسے اٹھانے کی کوشش کی تو پانڈو برادران ہمارا تعاقب کریں گے اور ایک ایک کو قتل کر کے دروپدی کو واپس حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لہٰذا میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ اس دروپدی کے خیال کو ترک کر کے اپنا سفر جاری رکھیں تاکہ ہم جلد از جلد ریاست سلوا میں داخل ہو سکیں"۔

راجہ جیارادھ نے اپنے ساتھی کی باتوں کو نظر انداز کر کے کہا:

"تم کیا جانو کہ میں دروپدی کے حسن و کشش اور اس کی جسمانی ساخت سے کیسا متاثر ہوا ہوں۔ میں تو اسے ساتھ لیے بغیر نہ جاؤں گا اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہماری حالت لنکا کے راجہ جیسی نہ ہوگی۔ تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ میرے کافی ساتھی ہیں۔ اگر پانڈو برادران ہمارے تعاقب میں ہمارے پیچھے آئے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم ان پانچوں بھائیوں کا صفایا کر دیں گے۔ اب تم سب یہاں رک کر میرا انتظار کرو میں دروپدی کی طرف جاتا ہوں اور اس کے ساتھ کوئی فیصلہ کرتا ہوں۔

راجہ کے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

راجہ اپنے رتھ کو حرکت میں لایا اور پھر وہ پانڈو برادران کے گھر آسارام کی طرف دروپدی سے ملنے روانہ ہو گیا۔

آسارام کے قریب جا کر جیارادھ نے اپنے رتھ کو روکا۔ پھر وہ رتھ سے نیچے اترا اور دروازے پر کھڑی دروپدی کو مخاطب کر کے بولا:

"مجھے خبر ہوئی ہے کہ تم پانڈو برادران کی بیوی دروپدی ہو۔ پانڈو برادران میرے بہترین دوستوں میں سے ہیں۔ مجھے خبر ہوئی تھی کہ انہوں نے دوا تون کے ان جنگلوں میں پناہ لے رکھی ہے اور یہاں وہ جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

میں جیارادھ ہوں اور ریاست سندھو کا راجہ ہوں۔ میں ایک ضروری کام سے ریاست سلوا کی طرف جا رہا ہوں۔ میں نے سوچا کہ راستے میں اپنے دوستوں یعنی پانڈو برادران سے بھی ملتا چلوں۔

جیارادھ کی گفتگو پہ دروپدی نے اسے کمال شائستگی اور نرمی سے کہا:

"اگر آپ میرے شوہروں کے دوست ہیں تو آپ اس آسارام کے اندر آ جائیں اور آرام سے بیٹھیں۔ وہ پانچوں بھائی اس وقت شکار کھیلنے گئے ہیں۔ امید ہے وہ تھوڑی ہی دیر میں آنے والے ہوں گے۔ اگر آپ تھوڑی دیر بیٹھیں تو ان کے واپس آنے پر آپ ان سے مل سکتے ہیں"۔

دروپدی کے کہنے پر راجہ آسارام میں داخل ہوا اور دروپدی کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے دروپدی کا جائزہ لے کر اس سے کہنا شروع کیا:

"سنو دروپدی۔ تمہیں دیکھتے ہی تمہاری خوبصورتی اور تمہاری جسمانی ساخت دیکھ کر میں تمہیں پسند کر چکا ہوں اور یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ لے چلوں۔

سنو دروپدی یہ پانڈو برادران تمہارے بیکار قسم کے شوہر ہیں جو تمہیں آرام اور سکون اور تحفظ مہیا نہیں کر سکتے جس کی تم حقدار ہو۔

سنو دروپدی۔ تم محلوں میں رہنے کے لیے پیدا ہوئی ہو لہٰذا میں تمہیں پیش کش کرتا ہوں کہ تم ان نکمے اور بے کار شوہروں کو چھوڑ کر میرے ساتھ چلو۔ میں تم سے شادی کروں گا اور تمہیں اپنی ریاست کی رانی بنا کر رکھوں گا۔

اور سنو دروپدی۔ میں جو یہ پیش کش تمہیں کر رہا ہوں تو یہ تمہاری خوش بختی ہے کہ اس پیش کش کو قبول کر لینے کے بعد تم ریاست سندھو کی سب سے معتبر ہستی بن جاؤ گی۔"

جیارادھ کی یہ باتیں سن کر دروپدی غصے میں آگ بگولا ہو کر رہ گئی۔ پھر اس نے انتہائی غضبیلی آواز میں راجہ کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو جیارادھ! تم ایک انتہائی گھٹیا اور غلیظ انسان ہو۔ تم جانتے ہو کہ میں پانڈو برادران کی بیوی ہوں۔ پھر میں کیوں اور کیسے تمہاری اس پیش کش کو قبول کر سکتی ہوں۔

تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ میں پانڈو برادران کو اپنی جان اور روح سے بھی زیادہ عزیز رکھتی ہوں۔ لہٰذا تم اسی وقت اٹھو اور یہاں سے دفع ہو جاؤ۔

اور سنو۔ اگر تم نے دوبارہ میرے ساتھ ایسی گفتگو کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔ یا تمہارے سر پہ لکڑی مار کر تمہارا خون کر دوں گی۔"

دروپدی کی یہ گفتگو سن کر راجہ جیارادھ آپے سے باہر ہو گیا۔ فوراً وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اچانک دروپدی پر حملہ آور ہو کر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر اسے بے بس کر دیا۔ پھر وہ اسے آشرام سے باہر اپنے رتھ میں لایا اور اسے اپنے جنگی رتھ میں رسیوں سے کس کر باندھتے ہوئے بے بس اور مجبور کر دیا۔

اس موقع پر برہمن رمیا نے جسے پانڈو برادران نے حفاظت کے لیے وہاں چھوڑا تھا، اس نے اپنی انتہائی کوشش کی کہ وہ جیارادھ سے دروپدی کو چھڑا سکے لیکن وہ ناکام رہا۔

دروپدی کو اپنے جنگی رتھ میں رسیوں سے جکڑنے کے بعد جیارادھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور جنگل سے گزرتی شاہراہ پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

○

تھوڑی دیر بعد پانڈو برادران بھی شکار سے لوٹ آئے۔

برہمن رمیا نے ان کو سب کچھ بتا دیا کہ کیسے ریاست سندھو کا راجہ جیارادھ یہاں سے گزرا اور اس نے دروپدی کو اکیلا پا کر اسے زبردستی اٹھایا اور لے گیا۔

یہ سن کر پانڈو برادران انتہائی غضب ناک ہوئے۔ وہ فوراً اپنے گھوڑوں پہ سوار ہوئے اور جیارادھ کے تعاقب میں چل پڑے۔

پانڈوؤں نے اتنی تیزی سے تعاقب کیا کہ جلد ہی انھوں نے راجہ کو جا لیا۔ جیارادھ نے جب دیکھا کہ پانڈو برادران اس کے تعاقب میں اس کے سر پہ چڑھتے آ رہے ہیں تو اس نے اپنے ساتھیوں کو رک جانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے سارے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے چند ہدایات دیں اور پھر ان سب کو پانڈو برادران پر حملہ آور ہونے کا حکم دے دیا۔

تھوڑی دیر تک راجہ جیارادھ کے ساتھیوں اور پانڈو برادران کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی رہی جبکہ جیارادھ اپنے جنگی رتھ میں کھڑا اس مقابلے کا منظر دیکھتا رہا۔

جلد ہی پانڈو برادران نے راجہ کے ساتھیوں پر غالب آنا شروع کر دیا اور اکا دکا کر کے وہ تیزی سے اس کے ساتھیوں کا خاتمہ کر رہے تھے۔

جیارادھ نے جب دیکھا کہ پانڈو برادران تھوڑی ہی دیر میں اس کے ساتھیوں کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیں گے تو اس نے اپنی حفاظت کے پیش نظر کچھ سوچا۔ پھر وہ اپنے رتھ سے کودا۔ قریب ہی کھڑے ہوئے وہ اپنے ایک ساتھی کے گھوڑے پر سوار ہوا اور وہاں سے بھاگ نکلا۔

بھیم سین اور ارجن نے راجہ جیارادھ کو بھاگتے ہوئے دیکھ لیا تھا لہٰذا وہ دونوں اس کے تعاقب میں لگ گئے۔

اپنے گھوڑوں کو برق رفتاری سے دوڑاتے ہوئے بھیم سین اور ارجن، راجہ جیارادھ کے سر پہ جا پہنچے۔ بھیم سین نے اپنا گھوڑا جیارادھ کے قریب لاتے ہوئے اسے پکڑ کر زمین پہ گرا دیا۔ پھر وہ دونوں بھائی بھی اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔

بھیم سین جیارادھ کی گردن کاٹ دینا چاہتا تھا پر ارجن نے اسے منع کر دیا اور اسے مشورہ دیا کہ اسے پکڑ کر ہمیں اپنے بڑے بھائی کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔ وہ جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کرے۔

بھیم سین نے ارجن کی تجویز سے اتفاق کیا۔ دونوں بھائی جیارادھ کو پکڑ کر اس جگہ لائے جہاں راجہ جیارادھ کے ساتھیوں کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی تھی۔ پھر بھیم سین نے جیارادھ کو اپنے بڑے بھائی یدھشٹر کے سامنے پیش کر کے کہا:

"اے میرے بھائی! یہ ہے ریاست سندھو کا راجہ جیارادھ۔ جس نے ہماری بیوی دروپدی کو یہاں سے اٹھا لے جانے کی کوشش کی تھی۔ میں اس کی گردن اڑا دینا چاہتا تھا لیکن ارجن نے کہا کہ اسے پکڑ کر آپ کے سامنے پیش کر دینا چاہیے۔ ۔ ۔ ۔ اب ہم اسے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ آپ جو چاہیں اس کے ساتھ

سلوک کریں۔"

یدھشٹر نے غور اور انہماک سے تھوڑی دیر تک راجہ جیارادھ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"سنو جیارادھ۔ اگر میں تمہارے جرم کی طرف دیکھوں تو تم اسی قابل ہو کہ تمہاری گردن کاٹ دی جائے۔ لیکن ریاست سندھو کے راجہ کی حیثیت سے میں تمہاری عزت اور احترام کرتا ہوں لہٰذا میں اس بار تمہیں معاف کرتا ہوں لیکن اگر تم نے آیندہ ایسی حرکت کی تو تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی۔۔۔۔ تمہاری عزت کرتے ہوئے اب چونکہ میں تمہیں معاف کر چکا ہوں لہٰذا تم یہاں سے جا سکتے ہو۔"

یدھشٹر کے اس فیصلے پر جیارادھ کے دل پر سکون کی لہریں پھیل گئیں۔ وہ اپنے جنگی رتھ پہ سوار ہوا اور ریاست ملوا جانے کے بجائے واپس اپنی ریاست سندھو کی طرف چل پڑا۔

جبکہ پانڈو برادران بھی دروپدی کے ساتھ اپنے گھوڑوں پہ سوار ہو کر آشارام کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

O

دواقون کے جنگل میں رہتے ہوئے چند ہی روز بعد پانڈو برادران کو ایک اور حادثہ پیش آیا۔

ہوا یہ کہ ایک روز شام کو پانڈو برادران بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ دروپدی بھی ان کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک برہمن جوان کے ساتھ جنگل میں رہا کرتا تھا اور جس کی ذمے داری صبح و شام آگ کا الاؤ روشن کرنا تھی، وہ پانڈو برادران کے پاس آیا۔

وہ اس وقت بے حد گھبرایا ہوا تھا اور بڑا بدحواس لگ رہا تھا۔ ان پانچوں بھائیوں کے قریب آ کر وہ برہمن کہنے لگا:

"سنو پانڈو برادران! تھوڑی دیر پہلے ایک ایسا شخص اس جنگل میں داخل ہوا جس نے اپنے سر پر کسی جانور کی کھال کا بنا ہوا ایسا خول پہن رکھا ہے جس کا سامنے والا حصہ ہرن کے منہ جیسا اور پچھلا حصہ بھیڑیے کے سر جیسا تھا۔

یہ شخص بڑی بے باکی سے اس جھونپڑی میں داخل ہوا جس کے اندر وہ دو چھڑیاں پڑی ہوئی تھیں جنہیں رگڑ کر آگ روشن کی جاتی تھی اور وہ آگ تم لوگوں کو اور یہاں رہنے والے تمام برہمنوں کو مہیا کی جاتی تھی۔ اور اسی آگ کو یہاں رہنے والے قدیم لوگ پوجتے بھی تھے۔

وہ پراسرار شخص اس جھونپڑے میں داخل ہوا اور وہ چھڑیاں جن سے آگ روشن کی جاتی تھی لے کر بھاگ نکلا۔

میں نے اپنے طور پہ پوری کوشش کی کہ اس کو پکڑوں لیکن وہ ایسا بھاگا کہ آناً فاناً میری نظروں سے جنگل میں غائب ہو گیا۔

اے پانڈو برادران! میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ تم پانچوں بھائی اس کا تعاقب کرو اور اس سے آگ روشن کرنے والی چھڑیاں حاصل کرو اور اگر ایسا نہ ہوا تو آج رات آگ روشن نہ ہو سکے گی اور لوگ کھانا پکانے اور کھانے کو ترس جائیں گے۔"

اس برہمن کی باتیں سن کر یدھشٹر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے بھائی بھی کھڑے ہوئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اس کے بعد یدھشٹر نے اس برہمن سے کہا:

"کیا تم بتا سکو گے کہ وہ شخص جس کے سر پہ ہرن اور بھیڑیے کا خول تھا جنگل میں کس طرف گیا ہے؟"

اس پہ وہ برہمن کہنے لگا:

"میں نے اس پراسرار شخص کو جنوب کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا تھا۔"

اس برہمن کے انکشاف پہ پانچوں بھائیوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور اس پراسرار شخص کی طرف سرپٹ اپنے گھوڑوں کو دوڑا دیا۔

رات کے وقت اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پانڈو برادران جنوب کی طرف بہت دور تک چلے گئے لیکن وہ پراسرار شخص ان کو نہ ملا۔

صبح تک جنگل کے اندر اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہ اپنے آشارام سے بہت دور نکل گئے۔

جب جنگل کے اندر صبح کا سورج طلوع ہوا تو پانچوں بھائی تھک ہار کر ایک بہت بڑے درخت کے نیچے بیٹھ گئے وہ سخت پیاس محسوس کر رہے تھے۔ پھر اس درخت کے نیچے سستاتے ہوئے یدھشٹر نے مایوسانہ انداز میں اپنے بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے میرے بھائیو! یہ جو ہم اس پراسرار شخص کو پکڑنے میں ناکام ہوئے ہیں تو تمہارے خیال میں ہماری اس ناکامی کے کیا اسباب ہیں؟"

اس پہ یدھشٹر کے چاروں بھائی خاموش رہے۔ پھر بھیم سین بولا اور یدھشٹر کو مخاطب کرتے

ہوئے کہنے لگا:

"اے میرے بھائی! میرے ذہن میں جو ہماری اس ناکامی کا سبب آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ماضی کی غلطیاں اس جنگل میں ہمارے سامنے آتی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ جب دریودھن کے مقابلے میں ہم جوا ہار گئے تھے تو اس نے اپنے بھائی دسونا کو بھیجا تھا کہ وہ دروپدی کو پکڑ کر اس ہال کے اندر لائے جس کے اندر جوا کھیلا گیا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ دروپدی کو دسونا بری طرح سے پکڑتا ہوا اور گھسیٹتا ہوا ہمارے سامنے اس ہال کے اندر لایا تھا اور ہم پانچوں میں سے کسی کو یہ توفیق نہ ہوئی تھی کہ آگے بڑھ کر دسونا کے خلاف حرکت میں آئیں اور اس سے دروپدی کو چھڑائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر آگے بڑھ کر میں نے دسونا کو قتل کر دیا ہوتا تو آج اس جنگل میں ہمیں یہ ناکامی نہ دیکھنی پڑتی"۔

بھیم سین جب خاموش ہوا تو ارجن کہنے لگا:

"میرے خیال میں بھیم سین ٹھیک ہی کہتا ہے۔ ہمارے ماضی کی غلطیاں ہمارے حال میں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ مجھ سے بھی جوا ہارنے والے روز ایک غلطی ہوئی تھی اور وہ یہ کہ آپ جانتے ہیں دریودھن کے دوست رادیو نے اپنی گفتگو میں دروپدی کی بے عزتی کی تھی۔ اس موقع پر میں سنبھل کر۔ اگر رادیو کا کام تمام کر دیتا تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس ناکامی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ دروپدی کے خلاف کہے ہوئے رادیو کے وہ الفاظ میرے دل میں کھولن پیدا کر دیتے ہیں"۔

ارجن کے خاموش ہونے پر سہادیو کہنے لگا:

"میں اپنے دونوں بھائیوں بھیم سین اور ارجن کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں۔ واقعی ہمارے ماضی کی یہ غلطیاں ہماری ناکامی کی صورت میں ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔

جس روز ہستنا پور کے ہال میں جوا کھیلا گیا تھا اور جوئے کے دوران سکونی بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا اسی روز مجھے چاہیے تھا کہ میں سکونی کو ختم کر دیتا۔ اس طرح نہ جوا نہ جیتتا نہ دروپدی کی بے عزتی ہوتی اور نہ ہم پانچوں بھائی اس جنگل کے اندر جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہوتے"۔

اپنے بھائیوں کی یہ باتیں سن کر یدھشٹر تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر بولا:

"اس وقت سوال یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے ماضی کی غلطیوں پر نگاہ ڈالیں اور ان کو اپنے حال کی ناکامیوں سے منسلک کر دیں۔ اس وقت ہمارے سامنے سب سے بڑا کام یہ ہے کہ پانی تلاش کریں اس لیے کہ میں اس وقت سخت پیاس محسوس کر رہا ہوں اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میری طرح تم چاروں بھی اس وقت سخت پیاس محسوس

کر رہے ہو"۔

یدھشٹر کی یہ بات سن کر نکولا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ یدھشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے بولا:

"اے میرے بھائی! جنوب کی طرف دیکھو۔ یہ جو پرندے تم فضاؤں میں اڑتے ہوئے دیکھ رہے ہو یہ پانی کے پرندے ہیں اور یہ اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ یہاں قریب ہی کوئی تالاب یا جھیل ہے جس کے اوپر یہ پرندے منڈلا رہے ہیں"۔

یدھشٹر اور اس کے بھائی تھوڑی دیر تک فضا میں اڑتے ہوئے پرندوں کو دیکھتے رہے۔ پھر یدھشٹر نے نکولا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"نکولا! میرے بھائی۔ تم اپنے گھوڑے کی زین سے بندھی ہوئی چھاگل اتارو اور اس طرف جاؤ جہاں یہ آبی پرندے پرواز کر رہے ہیں۔ اگر وہاں کوئی جھیل یا تالاب ہے تو خود پانی پینے کے بعد وہاں سے چھاگل بھر لاؤ تاکہ ہم چاروں بھی اپنی پیاس بجھا سکیں کیونکہ میں اس وقت پیاس کی شدت سے نڈھال ہوا جا رہا ہوں"۔

نکولا فوراً حرکت میں آیا اور اس نے اپنے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی خالی چھاگل کھولی اور اس طرف چلا گیا جہاں پر آبی پرندے پرواز کر رہے تھے۔

نکولا جب وہاں پہنچا جہاں آبی پرندے پرواز کر رہے تھے تو وہ بے حد خوش ہوا کیونکہ وہاں صاف ستھرے شفاف پانی کی ایک چھوٹی سی جھیل تھی جس کے اردگرد پھل دار درختوں کے جھنڈ تھے۔ اپنے ہاتھ میں پانی کی چھاگل تھامے نکولا بھاگ کر آگے بڑھا تاکہ پہلے اپنی پیاس بجھائے۔ پھر چھاگل پانی سے بھر کر اپنے بھائیوں کے پاس جائے۔

جونہی وہ اس جھیل کے پاس گیا۔ درختوں کے جھنڈ سے ایک بلند اور کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی:

"رک جاؤ۔ تم میری اجازت کے بغیر اس جھیل سے پانی نہیں لے سکتے۔ اور سنو جب تک تم میرے چند سوالوں کا جواب نہیں دیتے اس وقت تک نہ ہی تم آگے بڑھ کر اس جھیل سے اپنی پیاس بجھا سکتے ہو اور نہ ہی اس سے اپنی چھاگل بھر کر واپس جا سکتے ہو"۔

نکولا نے اپنے اطراف میں نگاہ دوڑائی لیکن اسے بولنے والا اور اسے جھیل کی طرف بڑھنے سے روکنے والا دکھائی نہ دیا۔

چونکہ وہ اس وقت بہت پیاس محسوس کر رہا تھا اس لیے اس نے اس آواز پر کوئی دھیان یا توجہ نہ دی وہ بھاگ کر آگے بڑھا تاکہ خود پانی پی کر اپنے بھائیوں کے لیے پانی لے جائے کہ اتنے میں چھوٹا سا ایک پتھر

جس کی نوک سوئی کی مانند باریک تھی، سنسناتا ہوا آیا اور نکولہ کی ران میں پیوست ہو گیا۔

اس تیر کے لگتے ہی نکولہ کی چھاگل ہاتھ سے چھوٹ کر اس جھیل کے کنارے گر گئی جبکہ نکولہ یوں ریت پر گرا جیسے اس نے دم توڑ دیا ہو۔

چاروں بھائی کافی دیر تک نکولہ کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ جب وہ لوٹ کر نہ آیا تو وہ چاروں فکر مند ہو گئے۔

اس پر یدھشٹر نے اپنے دوسرے بھائی سہادیو کو بھیجا کہ وہ جنوب کی طرف جائے۔ ایک تو وہ یہ دیکھے کہ نکولہ کہاں ہے۔ دوسرے ان سب کے لیے پانی لے کر آئے۔

سہادیو نے اپنے گھوڑے کی زین سے اپنا مشکیزہ اتارا اور اس طرف روانہ ہو گیا جس طرف نکولہ گیا تھا۔

جب وہ جھیل کے کنارے پہنچا تو اس نے دیکھا نکولہ کنارے کے قریب ایسے پڑا ہوا ہے جیسے وہ مر چکا ہو۔

سہادیو نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اسے اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر انتہائی دکھ اور تکلیف ہوئی اور اس وقت وہ ایسی زوردار پیاس محسوس کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے لیے وہ نکولہ سے نگاہیں ہٹا کر پانی کی طرف بڑھا تاکہ اپنی پیاس بجھائے اور مشکیزہ بھرنے کے بعد واپس جائے اور نکولہ کے بارے میں اپنے بھائیوں کو مطلع کرے۔

جونہی وہ جھیل کی طرف بڑھا درختوں کی طرف سے وہی آواز آئی جس نے نکولہ کو آگے بڑھنے سے روکا تھا۔

"ٹھہرو۔ میرے چند سوالوں کا جواب دو، پھر جھیل کے پانی کی طرف بڑھنا۔ اگر تم نے میرے ان سوالوں کا جواب دینے سے پہلے جھیل کی طرف بڑھ کر پانی حاصل کرنے کی کوشش کی تو نقصان اٹھاؤ گے۔"

سہادیو نے بھی اس آواز پر کوئی توجہ اور دھیان نہ دیا اور تقریباً بھاگتا ہوا جھیل کی طرف بڑھا۔ اتنے میں ویسا ہی سنسناتا ہوا ایک تیر اس کی ران میں آ کر لگا جیسے نکولہ کو لگا تھا اور سہادیو بھی نکولہ کی طرح جھیل کے کنارے گر پڑا۔

سہادیو کے بعد یدھشٹر نے بھیم سین کو دونوں بھائیوں کا پتہ کرنے کے لیے بھیجا۔ بھیم سین نے بھی جب اپنے دونوں بھائیوں کو جھیل کے کنارے مرا ہوا پایا تو وہ تھوڑی دیر تک پریشان رہا۔ چونکہ وہ بھی بہت پیاس محسوس کر رہا تھا لہٰذا وہ بھی جھیل کی طرف بھاگا۔

اس دفعہ جھیل کے درختوں کی طرف سے آنے والی آواز نے اسے بھی تنبیہ کی کہ وہ اس کے سوالوں کے جواب دیے بغیر پانی کی طرف نہ بڑھے لیکن وہ بھی اس آواز پر دھیان دیے بغیر آگے کو لپکا۔ پھر اس کا حال بھی نکولہ اور سہادیو جیسا ہو گیا۔

جب بھیم سین بھی کافی دیر تک نہ لوٹا تو یدھشٹر نے ارجن کو بھیجا۔ ارجن کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوا جو اس سے پہلے نکولہ، سہادیو اور بھیم سین کے ساتھ ہو چکا تھا۔ . . . اور وہ بھی تیر لگنے سے جھیل کے کنارے گر پڑا۔

جب چاروں بھائی کافی دیر تک لوٹ کر نہ آئے تب یدھشٹر بے حد فکر مند ہوا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس طرف روانہ ہوا جدھر اس کے چاروں بھائی باری باری گئے تھے۔

جب وہ جھیل کے کنارے پہنچا تو یہ دیکھ کر انتہائی پریشان ہوا کہ اس کے چاروں بھائی مردہ حالت میں ریت پر گرے پڑے تھے۔

وہ باری باری چاروں کے پاس آیا اور پھر وہاں بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کسی قدر بلند آواز میں بولا:

"جھیل کے اس کنارے کسی کے ساتھ لڑنے اور جنگ کرنے کے مجھے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ کوئی میرے بھائیوں سے جنگ کیے بغیر انھیں یوں چت کر دے۔ ضرور اس معاملے میں کوئی سازش ہے ورنہ میرے بھائی یوں کسی کے سامنے مغلوب نہ ہو جاتے۔

آہ! میرے چاروں بھائیوں کی موت پر میرا چچا زاد بھائی دریودھن خوش ہو گا۔ شکونی جو چاچا تھا وہی ہمارے ساتھ ہو گیا لہٰذا وہ بھی اس حادثے پر خوشیاں منائے گا۔ ہو سکتا ہے کہ دریودھن نے ہی اپنا کوئی جاسوس اس طرف روانہ کیا ہو اور اس نے کوئی غیر فطری طریقہ استعمال کرتے ہوئے میرے بھائیوں کا خاتمہ کر دیا ہو۔

اب اپنے ان چاروں بھائیوں کے مرنے پر میں اپنی ماں اور دروپدی کو کیا جواب دوں گا۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔ نہ میں وہاں جوا کھیلتا، نہ ہارتا اور نہ ہی یوں مجھے اور میرے بھائیوں کو جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑتی اور نہ ہی یہ کسی کے ہاتھوں اس جھیل کے کنارے یوں بے موت مارے جاتے۔ کاش!

یہ چاروں زندہ رہتے اور میں ان کی جگہ موت سے بغل گیر ہو جاتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا۔ تب وہ بے حد پیاس محسوس کر رہا تھا لہٰذا وہ آگے بڑھا اور جھیل کی طرف قدم بڑھائے۔

اچانک جھیل کے قریب درختوں سے ایک تحکمانہ آواز سنائی دی؛

"سنو۔ اس وقت تک پانی نہ پینا جب تک تم میرے چند سوالوں کا جواب نہ دے دو۔ اور اگر تم میرے سوالوں کا جواب دیے بغیر جھیل کی طرف بڑھے تو تمہاری حالت بھی ویسی ہی ہو گی جو حالت تم اپنے چار درجے بھائیوں کی دیکھ رہے ہو۔"

یہ آواز سن کر یدہشٹر اپنی جگہ پر ٹھٹک کر رہ گیا اور اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پر اسکو کوئی ایسا شخص نہ دکھائی دیا جس کی آواز اس کو سنائی دی تھی۔

اتنے میں یدہشٹر کو وہ آواز پھر سنائی دی؛

"سنو اجنبی! ان چاروں کے پاس بیٹھ کر جو تم نے گفتگو کی ہے اس سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ یہ چاروں تمہارے بھائی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ چاروں باری باری پانی پینے کے لیے اس جھیل کی طرف آئے تھے۔ میں نے ان کو تنبیہ کی تھی کہ اس وقت تک پانی نہ پینا جس وقت تک تم میرے سوالوں کا جواب نہ دے دو لیکن انہوں نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا اور تم دیکھتے ہو کہ جھیل کے کنارے میری بات نہ ماننے پر ان کی کیا حالت ہوئی ہے۔

سنو۔ میرا نام ایکشا ہے اور میں اس جھیل کا مالک ہوں اور کوئی بھی میری اجازت کے بغیر اس جھیل سے پانی نہیں پی سکتا۔"

اس چھپے ہوئے شخص کی جس نے اپنا نام یکشا بتایا تھا گفتگو سننے کے بعد یدہشٹر نے اس سے التجا آمیز انداز میں بولتے ہوئے کہا؛

"اے اجنبی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم میرے سامنے آؤ۔ میں تمہیں دیکھوں اور جان سکوں کہ تم نے میرے ان بھائیوں پر کیسے غلبہ حاصل کر لیا۔"

اس پر درختوں کے جھنڈ سے ایک خوب دراز قد نوجوان برآمد ہوا جس نے اپنے سر پر جانوروں کی کھال سے بنا ہوا ایک ایسا خول پہنا ہوا تھا جس کے سامنے والا حصہ ہرن کی طرح اور پچھلا حصہ بھیڑیے کے سر جیسا تھا۔

یدہشٹر کے قریب آ کر اس نے اپنے سر پر رکھا ہوا خول اتار دیا۔ اس کے بعد اس نے یدہشٹر کو مخاطب

کرتے ہوئے کہا؛

"میرا نام ایکشک ہے اور میری ہی وجہ سے تمہارے بھائیوں کی یہ حالت ہوئی ہے اس لیے کہ انھوں نے میرے سوالوں کا جواب دیے بغیر جھیل سے پانی پینے کی کوشش کی تھی۔ پہلے تم مجھے اپنے پورے حالات سناؤ کہ تم اس جنگل میں کیوں آ رہے ہو۔ پھر میں تم سے چند سوال کروں گا۔ اسکے بعد تمہیں اس جھیل سے پانی پینے کی اجازت دوں گا۔"

یکشا کے کہنے پر یدہشٹر نے اپنے پورے حالات تفصیل کے ساتھ اسے بتا دیے۔

یہ جان کر کہ وہ ہستنا پور کے پانڈو برادران ہیں یکشا بے حد خوش ہوا اور ہلکی ہلکی مسکراہٹ سے اس نے یدہشٹر سے کہا؛

"تم پانچوں بھائی یقیناً میرے ہی تعاقب میں آئے تھے کیونکہ برہمن کے جھونپڑے سے میں ہی وہ دونوں لکڑیاں اٹھا لایا تھا جس سے وہ آگ روشن کرتے تھے اور وہ میں اس لیے اٹھا لایا تھا کہ وہ اس جنگل سے کہیں اور چلے جائیں۔ میں خود بھی برہمن ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی اور اس جھیل کے آس پاس آ کر رہائش پذیر ہو۔ . . . . لیکن یہ جان کر کہ تم پانڈو برادران ہو مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے اور تمہارے اس جنگل میں رہنے پر مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا اور تمہاری وجہ سے وہ دوسرے برہمن بھی یہاں بخوشی قیام کر سکتے ہیں۔

اب اے یدہشٹر! تم میرے چند سوالوں کا جواب دو۔ اس کے بعد تم اس جھیل سے پانی پی سکتے ہو۔"

اس پر یدہشٹر نے کہا؛

"پوچھو تم کیا پوچھتے ہو۔ میں تمہارے سوالوں کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔"

اس پر یکشا یدہشٹر کو مخاطب کر کے بولا؛

"سنو یدہشٹر! میرا پہلا سوال یہ ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو زمین سے بھی اپنے رتبے اور مرتبے میں بھاری ہے؟"

یہ سن کر یدہشٹر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ کہنے لگا؛

"وہ ہستی ماں ہے جو اپنی عزت اور اپنے احترام کے لحاظ سے زمین سے بھی وزنی ہے۔"

یدہشٹر کا یہ جواب سن کر یکشا خوش ہو گیا۔

پھر وہ یدہشٹر سے کہنے لگا؛

"وہ کون سی ہستی ہے جو عزت اور احترام میں آسمان سے بھی زیادہ بلندی رکھتی ہے؟"

اس پر یدہشٹر نے کہا؛

"وہ باپ ہے۔"

یکشا یہ جواب سن کر بھی خوش ہوا۔

اس کے بعد اس نے تیسرا سوال پوچھا،

"وہ کیا چیز ہے جو آندھی اور طوفان سے بھی زیادہ سرعت پذیر ہے۔"

اس پر یدشٹر نے کہا،

"آندھی اور طوفان سے زیادہ تیز وہ خیالات ہیں جو انسان کے ذہن سے اٹھتے ہیں۔"

یکشا نے چوتھا سوال پوچھتے ہوئے کہا؛

"وہ کیا چیز ہے جو اپنے شمار میں گھاس سے بھی زیادہ حیثیت رکھتی ہے۔"

اس پر یدشٹر نے جواب دیا؛

"وہ خیالات جو انسان کے ذہن سے اٹھتے ہیں۔"

یکشا نے پانچواں سوال پوچھا؛

"وہ کونسی شے ہے جو سب سے زیادہ مقدس اور قیمتی ہے۔"

اس پر یدشٹر نے کہا؛

"آزادی سب سے زیادہ مقدس اور قیمتی ہے۔"

یکشا نے یدشٹر سے چھٹا سوال پوچھا؛

"جنت میں جانے کے لیے کون سی چیز ایک اچھا اور بہتر سبب بن سکتی ہے۔"

یدشٹر کہنے لگا؛

"سچائی جنت کی طرف جانے کا سب سے بڑا سبب ہے۔"

یکشا نے اب ساتواں سوال پوچھا،

"ایک مرد کے لیے اس کی سب سے قیمتی متاع کیا ہے۔"

یدشٹر نے جواب دیا؛

"ایک مرد کے لیے اس کی سب سے قیمتی متاع اس کا بیٹا ہے۔"

یکشا نے آٹھواں سوال پوچھتے ہوئے کہا؛

"کسی انسان کے لیے وہ کون سا بہترین دوست ہے جو اسے خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔"

یدشٹر نے مسکراتے ہوئے کہا: "بیوی۔ . . . ایک بہترین دوست ہے جو خداوند کریم کی طرف سے اسے ایک نعمت کے طور پر حاصل ہوتی ہے۔"

یکشا نے نواں سوال پوچھا،

"وہ کون سی شے ہے جو سب سے زیادہ قابل تعریف ہے۔"

یدشٹر کہنے لگا؛

"صناعی اور کاریگری وہ شے ہے جو قابل تعریف ہے۔"

یکشا تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہا پھر اس نے اپنا دسواں سوال پوچھا؛

"کسی انسان کے پاس اس کی سب سے زیادہ قیمتی متاع کیا ہے۔"

یدشٹر کہنے لگا؛

"انسان کے لیے سب سے قیمتی متاع علم ہے۔"

یکشا نے گیارہواں سوال پوچھا،

"انسان کے لیے بہترین عطا اس کے خدا کی طرف سے کیا ہے۔"

یدشٹر نے جواب دیا؛

"تندرستی۔"

یکشا نے بارہواں سوال پوچھا؛

"انسان کے لیے سب سے بہترین اور اچھی خوشی کیا ہے۔"

یدشٹر کہنے لگا؛

"دل کا اطمینان انسان کے لیے سب سے بڑی خوشی ہے۔"

یدشٹر کے یہ جواب سن کر یکشا تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا پھر وہ یدشٹر کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا؛

"سنو۔ میں تمہارے جوابات سن کر بے حد خوش ہوا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم ایک انتہائی دانشمند اور نیک انسان ہو۔

تمہارے ان سوالوں کے جواب سن کر مجھے جو خوشی ہوئی ہے میں تمہیں یہ رعایت دیتا ہوں کہ ان چاروں بھائیوں میں سے ایک کا انتخاب کرو جسے میں تمہاری خاطر ہوش میں لا سکوں۔

تمہارے باقی بھائی بھی ابھی مرے نہیں ہیں لیکن جو تیر میں نے انہیں مارے ہیں ان کے ساتھ ایسا مادہ لگا ہوا ہے کہ وہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ ہی موت کی گہری نیند سو جائیں گے لہٰذا ان چاروں میں سے

ایک کا انتخاب کرلو جسے تم اپنے ساتھ زندہ دیکھنا چاہتے ہو۔

یکشا کی اس بات پر یدشٹر تھوڑی دیر کے لیے کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا:

"اگر ایسا ہے تو پھر میرے بھائی نکولہ کو ہوش میں لے آؤ۔ اگر میرے مقدر میں میرے تین بھائیوں کا مرنا ہی لکھا ہے تو میں اپنے ساتھ نکولہ کو دیکھنا پسند کروں گا"۔

یدشٹر کا یہ جواب سن کر یکشا پریشان اور فکر مند دکھائی دینے لگا۔ پھر اس نے کہا:

"تو تم نے اپنے چاروں بھائیوں میں سے نکولہ کا انتخاب کیا جبکہ اس سے پہلے تم نے جو اپنے اور اپنے بھائیوں کے حالات تفصیل سے بتائے تھے تو اس سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ تم اپنے ان چاروں بھائیوں میں سے بھیم سین کا انتخاب کروگے۔

بھیم سین کے علاوہ میری نگاہ اگر کسی پر پڑ سکتی تھی تو وہ ارجن تھا جو لڑائیوں میں تم لوگوں کی فتح مندی کا باعث بن سکتا ہے۔

میرا یہ بھی خیال تھا کہ اگر تم نے بھیم سین کا انتخاب نہ کیا تو تم اپنے ساتھ رکھنے کو ارجن کا انتخاب کروگے اے یدشٹر! کیا میں جان سکتا ہوں کہ تم نے بھیم سین اور ارجن کے بجائے نکولہ کا انتخاب کیوں کیا جو بھیم سین اور ارجن کے مقابلے میں ہر لحاظ سے کمزور اور کمتر ہے"۔

یکشا کے اس سوال پر یدشٹر سنجیدگی سے کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا:

"اے یکشا! میں نے بھیم سین اور ارجن کو نظر انداز کرکے اپنے ساتھ نکولہ کو زندہ رکھنے کا جو فیصلہ کیا ہے تو اس کی ایک وجہ اور سبب ہے۔

سنو یکشا! میرے باپ کا نام پانڈو تھا اور میرے باپ کی دو بیویاں تھیں۔ ایک میری، ارجن اور بھیم سین کی ماں جس کا نام کنتی ہے۔ میرے باپ کی دوسری بیوی مادھوری تھی جو میرے بھائی سہادیو اور نکولہ کی ماں تھی۔ میں اپنی دونوں ماؤں سے ایک ہی جیسا پیار اور محبت رکھتا تھا۔

سنو یکشا! اس موقع پر اگر میں سہادیو اور نکولہ کو نظر انداز کرکے بھیم سین یا ارجن کا انتخاب کرتا تو آنے والی نسلیں مجھ پر لعنت ملامت کرتیں کہ آخر میں نے اسی بھائی کا انتخاب کیا جو میری ماں کے بطن سے تھا۔ میں نے نکولہ کا انتخاب اس لیے کیا کہ وہ میری دوسری ماں مادھوری کے بطن سے ہے۔

میں چاہتا ہوں میری دونوں ماؤں کے بطن سے ایک ایک بیٹا زندہ رہے۔ میری ماں کے بطن سے تو میں زندہ ہوں اور میری دوسری ماں کے بطن سے میں نکولہ کو زندہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ میری دونوں ماؤں کی روحیں خوش رہیں اور آنے والی نسلیں میرے اس فعل پر کوئی اعتراض نہ کریں"۔

یدشٹر کا یہ جواب سن کر یکشا کے چہرے پر گہری سنجیدگی اور پرسکون مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے یدشٹر سے کہا:

"سنو یدشٹر! تم ایک بہترین دانشمند انسان ہو۔ تم نے نکولہ کو اپنے ساتھ رکھنے کی جو وجہ اور دلیل بیان کی ہے اس سے اچھا اور بہتر سبب کوئی نہیں ہوسکتا لہٰذا میں تمہارے ان چاروں بھائیوں کو تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دیتا ہوں"۔

اس کے بعد یکشا بھاگا بھاگا درختوں کے جھنڈ کی طرف گیا۔ وہ ایک پیالہ لے کر واپس آیا جس کے اندر پانی تھا۔ وہ پانی باری باری اس نے یدشٹر کے چاروں بھائیوں کے منہ میں ٹپکایا جو جھیل کے کنارے بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ چاروں بھائی ہوش میں آگئے اور پھر ان سب کو باری باری گلے لگا کر یدشٹر ان سے ملنے اور پیار کرنے لگا۔

یکشا ان پانچوں بھائیوں کو یوں آپس میں گلے مل کر پیار کرتا دیکھ کر خوشی اور اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ کچھ دیر وہ اپنی جگہ کھڑا ہوکر اس منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر وہ اپنے اس جھونپڑے کی طرف بھاگا جو درختوں کے جھنڈ کے اندر تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ لوٹا تو اس کے ہاتھ میں وہ دو لکڑیاں تھیں جو پانڈو برادران کے ساتھ رہنے والے برہمنوں سے چرا کر لایا تھا اور جن سے آگ روشن کی جاتی تھی۔

لکڑیاں یکشا نے یدشٹر کو تھماتے ہوئے کہا:

"یہ ہیں وہ چھڑیاں۔ تم انہیں لے جاسکتے ہو۔ یہ ہی وہ لکڑیاں ہیں جن کی وجہ سے تم نے میرا یہاں تک تعاقب کیا تھا۔

سنو یدشٹر! میں تم بھائیوں کے سلوک اور پیار سے بے حد متاثر ہوا ہوں اور میری تم لوگوں کے لیے دعا ہے کہ تم لوگ جہاں بھی رہو زندہ اور خوش رہو۔

مجھے امید ہے کہ تم اپنی جلاوطنی کی زندگی کے بارہ برس مکمل کرنے کے بعد ضرور اپنی ماضی کی شان و شوکت دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوجاؤ گے۔

اب تم بخوشی اس جھیل سے پانی پی سکتے ہو اور واپس اپنے ٹھکانے آسارام کی طرف اطمینان سے کوچ کرسکتے ہو۔

پانڈو برادران یکشا کی یہ گفتگو سن کر بے حد خوش ہوئے۔ اس کے بعد یدشٹر نے یکشا کو مخاطب کرکے

کہنا شروع کیا:

"سنو یکشا! جو سلوک تم نے ہمارے ساتھ اس جھیل کے کنارے کیا ہے اس پر میں بے حد خوش ہوں۔ تم نے ایک طرح سے میرے ان چاروں بھائیوں کو دوبارہ زندگی دی ہے اور میرے لیے یہ ایک ایسی خوشی ہے جس کے لیے میں تمہارا بے حد ممنون اور احسان مند ہوں۔ زندگی میں اگر کوئی ایسا وقت آیا کہ تم ہماری ضرورت محسوس کرو تو ہماری طرف ضرور آنا۔ ہم خوشی تمہارے اطمینان اور سکون کا باعث بنیں گے۔"

یدشٹر خاموش ہو گیا۔

پھر وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ جھیل کی طرف بڑھا۔ پہلے انہوں نے جی بھر کے پانی پیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مشکیزے بھر لیے۔ پھر وہ باری باری گلے لگا کر یکشا سے ملے اور اس سے رخصت ہونے کے بعد اس جگہ پر آئے جہاں ان کے گھوڑے بندھے تھے۔

وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور واپس آشرام کی طرف کوچ کر گئے جہاں پر دروپدی بڑی بے چینی سے ان کا انتظار کر رہی تھی۔

دریودن اپنے کمرے میں اپنے دوست رادیو کے ساتھ محو گفتگو تھا کہ اس کا چھوٹا بھائی دسونا تقریباً بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بڑے بھائی دریودن سے کہنے لگا:

"اے میرے بھائی! میں تیرے اور تیرے دوست رادیو کے لیے ایک بہت بڑی خوشخبری اور خوش کن انکشاف لے کر آیا ہوں۔"

دسونا کی اس بات پر دریودن اور رادیو بڑے غور اور انہماک سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر دریودن نے دسونا کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے دسونا! تم ہمارے لیے کیا خوشخبری لائے ہو۔ اور اگر تمہارے پاس ہمارے لیے کوئی خوشخبری ہے تو تم رک کیوں گئے۔ بتاؤ تم ہمیں کیا بتانا چاہتے ہو۔"

اس پر دسونا نے دریودن سے کہا

"آپ کو یاد ہو گا ایک مرتبہ ایک ستارہ شناس کے بھیس میں ایک جوان جس کا نام یوناف تھا ہمارے باپ کے پاس آیا تھا اور اس کے ساتھ بیوسا نام کی ایک خوبصورت اور پرکشش لڑکی بھی تھی جسے آپ نے اپنے لیے حاصل کرنا چاہا تھا پر آپ ناکام رہے تھے اور اس شخص کے مقابلے سے عزازیل اور بنیطہ بھی بھاگ گئے تھے۔ اور اس نے ہم سب کو بھی مار مار کر ادھ موا کر دیا تھا۔

اس شخص کو میں نے شہر سے باہر دریائے گنگا کے کنارے سرائے میں دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ وہ لڑکی بھی ہے جس کو وہ ساتھ لے کر محل میں آیا تھا۔

اے میرے بھائی! یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اس شخص پر قابو پا لیں اور اس سے اپنی ذلت و رسوائی کا بدلہ لیں۔

میں یونہی گھومتا ہوا شہر سے باہر دریائے گنگا کے کنارے سرائے کی طرف چلا گیا تھا وہاں میں نے

یوناف کو یوسا کے ساتھ اصطبل کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے دھوپ میں بیٹھے دیکھا تھا۔ میں اس کے سامنے نہیں گیا بلکہ واپس ادھر چلا آیا تا کہ آپ کو اس کی اطلاع دوں۔

سوائے میرے بھائی! اس شخص سے انتقام لینے کا بہترین اور عمدہ موقع یہی ہے۔ اس معاملے کو فوری طور پر نمٹائیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دسونا چپ ہو گیا۔

دسونا کے اس انکشاف پر دریودن کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر اس نے اپنے دوست رادیو کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"اے رادیو! تمہارا اس معاملے میں کیا خیال اور ارادہ ہے۔"

رادیو نے چھاتی تانتے ہوئے کہا:

"یوناف نے اس روز اس محل میں ہماری بے حد بے عزتی کی تھی لہٰذا ہم اس سے ضرور انتقام لیں گے۔ میرا مشورہ ہے کہ دریودن تم یہیں رہو۔ میں اور دسونا پندرہ بیس مسلح جوانوں کو لے کر جاتے ہیں اور ان دونوں کو گرفتار کر کے تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو سزا تم ان دونوں کے لیے تجویز کرو گے وہ اس شہر میں سب لوگوں کے سامنے عبرت خیزی کے لیے ان کو دی جائے گی۔"

رادیو کی بات سن کر دریودن خوش ہوا اور بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"اگر یہ بات ہے تو اپنی پسند کے مسلح جوان لے کر جاؤ اور سرائے سے ان دونوں کو گرفتار کر کے یہاں لے آؤ۔"

دریودن کے یہ الفاظ سن کر رادیو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر دسونا کو ساتھ لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

○

رادیو اور دسونا پندرہ بیس جوانوں کو لے کر دریائے گنگا کی سرائے میں داخل ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ یوناف اور یوسا اصطبل کے سامنے ایک دیوار سے ٹیک لگائے دھوپ میں بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

رادیو اور دسونا جب اپنے مسلح جوانوں کو لے کر ان کے سامنے آئے تو وہ چونکتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

پھر یوناف نے دسونا کو مخاطب کر کے پوچھا:

"تم کون ہو اور ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

رادیو نے یوناف کو جواب دیتے ہوئے کہا:

"اے یوناف! مجھے اور میرے ساتھ دریودن کے بھائی دسونا کو غور سے دیکھو۔ تمہیں یاد ہوگا ایک بار تم ہستناپور کے شاہی محل میں داخل ہوئے تھے اور ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کے سامنے اپنے آپ کو ایک ستارہ شناس ظاہر کیا تھا۔ اور پانڈو برادران کے سلسلے میں تم نے دھرت راشٹر پہ خوف و ہراس طاری کرنے کی کوشش کی تھی اور جب ہم نے تمہیں اس سے منع کرنے کی کوشش کی تو ہمارے ساتھ تمہاری تکرار ہو گئی تھی۔ اس وقت ہمارے ساتھ عزازیل، عارب اور بنیطہ بھی تھے پر وہ تمہارا سامنا نہ کر سکے اور وہاں سے چلے گئے۔

اس روز تم نے ہماری بدترین بے عزتی اور ذلت کی تھی۔ سو آج ہم تم سے اپنی بے عزتی اور ذلت کا انتقام لیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد رادیو تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوا پھر اس نے یوناف کو مخاطب کر کے دوبارہ کہنا شروع کیا:

"سنو یوناف: ہم تمہیں اور تمہاری ساتھی لڑکی کو گرفتار کر کے ہستناپور لے جائیں گے اور دریودن کے سامنے پیش کریں گے۔ وہاں تم دونوں کو ذلت اور پستی کا کفن پہنائیں گے اور تمہاری حالت خوفناک اور سیاہ رات کی طرح کرتے ہوئے تمہارے دل کی ساری آدیش نکال باہر کریں گے۔

اے یوناف! ہم تیری ساری عظمت، ساری جبروت کو ہنگامہ محشر و شر میں ڈبو کر رکھ دیں گے۔ تم اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر یا ناقابلِ شکست جانتے ہو اور سن رکھو اب ہم تیری حالت تیر موجوں کے اندر ہزاروں عاشقوں جیسی بنا کر رکھ دیں گے۔

سن اے مورکھ انسان! تو یہاں رہتے ہوئے ہماری تہذیب پر ایک بدنما داغ ہے۔ سو یہاں ہم تیری زندگی کو شمع کی طرح سلگائیں گے اور تیری روح کی بے سمت راہوں کو بسیط صحرا کے بگولوں کی طرح ویران اور اداس بنا کر رکھیں گے۔ لہٰذا میں تم سے کہتا ہوں کہ تم چپ چاپ ہمارے ساتھ ہو لو اور اگر تم نے ہمارے ساتھ الجھنے کی کوشش کی تو میرے ساتھیوں کی تلواریں ایک ساتھ تم پہ اور تمہاری ساتھی لڑکی پہ برس پڑیں گی اور ہم تمہیں اصطبل کے سامنے خون میں نہلا کر واپس چلے جائیں گے۔"

رادیو کی اس گفتگو پہ یوناف خاموش رہ کر کچھ دیر سوچتا رہا۔ اتنے میں رادیو غصے میں بھرا ہوا آگے بڑھا اور زور سے اس نے تلوار کا دستہ یوناف کے شانے پر مارتے ہوئے کہا:

"تمہارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ تمہیں یوں سوچ و بچار کا موقع دیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو تو ٹھیک۔ ورنہ میں ابھی اپنے ساتھیوں کو تم پر تلواریں برسانے کو کہوں گا اور تمہارا کام تمام کرنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

تلوار کا دستہ کھانے کے بعد یوناف نے بپھرے ہوئے چیتے اور کسی درندے کے سے کھا جانے والے انداز میں رادیو کی طرف دیکھا۔ پھر اس نے کسی قدر نرم اور دبی ہوئی آواز میں کہا:

"رادیو! میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

یوناف کا یہ جواب سن کر بیوسا اداس اور ملول ہو کر رہ گئی۔ اس نے دیکھا کہ ظالم کے سامنے کبھی نہ دبنے والا اور متکبر کے سامنے کبھی نہ جھکنے والا یوناف کسی پابہ زنجیر قیدی، اطاعت پیشہ غلام اور بوجھ تلے دبی گردن کی طرح رادیو کے ساتھ ہو لیا تھا۔

یوناف کا یہ طرز عمل دیکھ کر بیوسا کے چہرے پر زندگی کے اندھیرے جالے رقص کرنے لگے تھے۔ وہ آرزوؤں کے جنگل میں کسی خاموش اور بے ثمر درخت کی طرح اداس ہو کر رہ گئی۔

یوناف چپ چاپ رادیو کے ساتھیوں کے ساتھ ہو لیا تھا جبکہ بیوسا ابھی تک خزاں کے اداس لمحوں کی طرح اپنی جگہ پہ کھڑی تھی۔

اس موقع پر رادیو نے بڑے کھردرے انداز میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے بیوسا! تم بھی چپ چاپ ہمارے ساتھ ہو لو۔ یوناف کی نسبت ہم تمہاری ضرورت زیادہ محسوس کرتے ہیں۔"

ذرا رک کر اس نے پھر کہا:

"تم جانتی ہو کہ ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کا بیٹا دریودن تمہیں اپنے لیے پسند کر چکا ہے۔ لہٰذا اپنی زندگی کے باقی دن تم دریودن کی بیوی کی حیثیت سے گزارو گی۔"

بیوسا نے رادیو کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور وہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ کر یوناف کے پہلو میں چلنے لگی تھی۔

رادیو اور دسونا اپنے مسلح جوانوں کے ساتھ یوناف اور بیوسا کو بری طرح ہانکتے ہوئے اور دھکیلتے ہوئے ہستناپور کی طرف لے جا رہے تھے:

سرائے اور ہستناپور شہر کے درمیان ایک ویران جگہ پہ آ کر یوناف اچانک رادیو اور دسونا کے مسلح جوانوں کے درمیان چلتا چلتا رک گیا۔

اس موقع پر اس کے چہرے کی حالت اداس ویرانوں اور سنسان جنگل جیسی ہو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے اندر تلخیوں اور تاریکیوں کے طوفان اور غم اور غصے کے غضب ناک جھکڑ چل نکلے تھے۔

پھر اس نے ایک خاص انداز میں بیوسا کو آنکھ کا اشارہ کیا۔

بیوسا اس کا اشارہ سمجھ گئی اور فوراً اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لاتی ہوئی ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اس موقع پر یوناف نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار نکالی اور اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا۔ اور صرف چند لمحوں میں دسونا اور رادیو کے مسلح ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے اور یوناف کی اس کارگزاری کا نظارہ کرتے ہوئے حسین بیوسا خوشدل پرندوں کی چہکار جیسی جوش کی تہ بہ تہ بادلوں کی طرح پُرسکون ہو گئی۔

وہ چڑھتی ہوئی ندی کی طرح پُرجوش دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے جھکاؤ میں بھی گت کے چڑھاؤ سا سکون تھا جبکہ اس کے مسکراتے ہوئے سرخ ہونٹوں پر نغموں کا الاپ اور طلسم رنگ دیو کی کٹ تھی۔ وہ اس موقع پر شناسائی کی ادا اور کرنوں کے ہجوم جیسی طمانیت محسوس کر رہی تھی۔

یوناف رادیو اور دسونا کی طرف چند قدم بڑھا اور ان کو مخاطب کر کے بے حسی اور لاپرواہی سے بولا:

"دھوں کے پروردہ اور مفلوج و مریض انا نو! میں دریائے گنگا کے کنارے اس سرائے کے اندر ہی

تمہارے پیارے نفس کو غم دیدہ دز اور فکر فردا میں بدل سکتا تھا۔ سرائے کے اندر ہی تمہارے مرمر جیسے جوش کو خاتمہ کر کے اور تم پر اجل کے رزداں کی طرح حملہ آور ہو کر تمہاری ساری سرکشی نکال سکتا تھا پر میں اس سرائے کے اندر قیام کیے ہوئے ہوں اور میں اپنے ذاتی معاملہ کی وجہ سے سرائے کے پُرسکون ماحول کو درہم برہم نہ کرنا چاہتا تھا۔ اسی کی بنا پر میں اس سرائے سے چپ چاپ تمہارے ساتھ ہو لیا تھا ورنہ اس سرائے کے اصطبل ہی کے سامنے تمہارے ان سارے مسلح جوانوں کا خاتمہ کر دیتا۔"

یوناف اچانک کہتے کہتے رک گیا۔

اس کو اپنے قریب ہی جلتے ہوئے گوبر کی راکھ کا ایک ڈھیر دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ اس ڈھیر کو دیکھتا رہا پھر اس نے رادیو اور دسونا کی طرف دیکھتے ہوئے غضب ناک لہجے میں کہا:

"اے رادیو اور دسونا! تم دونوں اپنی تلواریں پھینکتے ہوئے دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں پلک جھپکنے میں تم دونوں کی گردنیں بھی تمہارے ساتھیوں کی طرح کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

رادیو اور دسونا کی حالت اس وقت پرانے برگد کی طرح اداس اور ویران دکھائی دے رہی تھی۔ لہٰذا یوناف کا یہ حکم پاتے ہی انہوں نے فوراً اپنی تلواریں پھینک دیں۔ اور دونوں دائیں طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد یوناف حرکت میں آیا۔

اس نے اپنے قریب ہی پڑے ہوئے راکھ کے ڈھیر میں سے کچھ راکھ اٹھائی اور باری باری وہ راکھ رادیو اور دسونا کے چہرے پر مَل کر دونوں کے چہروں کو کالا سیاہ کر دیا۔ پھر اس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے دسونا اور رادیو! اب تم اسی حالت میں ہستنا پور کی طرف روانہ ہو جاؤ اور سنو، اسی حالت میں دریودن کے سامنے جانا اور اس سے کہنا کہ یوناف نے تمہارے سارے مسلح جوانوں کا خاتمہ کر کے تم دونوں کی یہ حالت کی ہے۔

دریودن پر یہ بھی واضح کر دینا کہ آئندہ اگر تم نے میرے سامنے آنے یا مجھ سے انتقام لینے کی کوشش کی تو میں تم دونوں کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ کر دوں گا۔

سنو رادیو اور دسونا! میں رات کی تاریکی میں کسی بھی وقت تم پر وارد ہوں گا اور تمہیں خبر تک نہ ہونے دوں گا کہ کب تم پر موت طاری ہو گئی ..... اس لیے بہتر ہے کہ تم آج کے بعد میرے مقابل آنے کی کوشش نہ کرنا اور اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو یاد رکھو تم اور راجہ دھرت راشٹر کا بیٹا اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔ اب تم یہاں سے دفعہ ہو جاؤ۔ اس لیے کہ اگر تم نے یہاں زیادہ دیر رکنے کی کوشش کی تو میرا غصہ

تمہارے خلاف حرکت میں آ جائے گا اور میں تمہارے ساتھیوں کی طرح تم دونوں کی گردنیں بھی کاٹ کر رکھ دوں گا۔"

یوناف کی گفتگو پر رادیو اور دسونا پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ دونوں تیزی سے حرکت میں آئے اور بھاگنے کے سے انداز میں شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان دونوں کے جانے کے بعد حسین بیوسا موجوں کے گیت، بارش کے سنگیت، حسن کے نغمے اور سعادت کے زمزمے کی طرح حرکت میں آئی۔ یوناف کے قریب ہوئی اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں بڑے پیار سے لیتے ہوئے نغمہ خیز انداز اور نغمہ آگیں لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"آپ نے کیا خوب ہراساں اور پست نا پڑ ... بیا ... ہیں بہت اور اپنی حفاظت کا انتظام کیا ہے اور اس رادیو اور دسونا کو ناکام اور نامراد بنا کر ذلت و خواری کا مجسمہ بنا کر یہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔

جس وقت آپ سرائے میں چپ چاپ ان کے ساتھ ہو لیے تھے اس وقت مجھے آپ کے رد عمل پر بے حد مایوسی اور دکھ محسوس ہوا تھا۔ میں خاموشی سے آپ کے ساتھ ہو لی تھی کہ دیکھوں آپ ان کے مقابلے میں میرا اور اپنا دفاع کرتے ہیں۔"

بیوسا کی بات کے جواب میں یوناف نے مسکراتے ہوئے کہا:

"اے بیوسا! تو نے دیکھا سرائے اور ہستنا پور کے اس درمیانی علاقے میں میں نے کیا خوب اپنا اور تیرا دفاع کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ آئندہ دریودن اور اس کے ساتھی دسونا اور رادیو ہمارا راستہ کاٹنے کی کوشش نہ کریں گے۔

آؤ بیوسا! اب واپس سرائے کی طرف چلیں۔ مجھے امید ہے کہ دریودن اب اپنے ان ساتھیوں کی موت کے بعد حرکت میں نہیں آئے گا۔"

بیوسا نے یوناف کی بات اور تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے واپس سرائے کی طرف جا رہے تھے۔

○

مداتون کے جنگل میں پانڈو برادران نے اپنی جلا وطنی کے بارہ سال مکمل کر لیے تھے۔ اب ان کا تیرھواں اور

آخری سال باقی رہ گیا تھا۔

اس تیرھویں سال کے دوران اگر کسی پر ان کی اصلیت ظاہر ہو جاتی تو انھیں اتنے ہی اور جلاوطنی کے دن گزارتے ہوئے بارہ سال مزید جنگل میں بسر کرنے پڑتے۔

ایک روز پانڈو برادران نے ان برہمنوں کو جو ان کے ساتھ دوا تون کے جنگل میں رہ رہے تھے، ایک جگہ پر جمع کیا۔ پھر یدشٹر نے ان سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"جیسا کہ تم سب جانتے ہو کہ کورو برادران کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہوا تھا کہ ہمیں بارہ سال جلاوطنی کے گزارنے ہوں گے اور تیرھواں سال یوں چھپ کر بسر کرنا ہو گا کہ کسی پر ہماری اصلیت ظاہر نہ ہو۔

اے میرے جاننے والو! ہم اپنے بارہ سال مکمل کر چکے ہیں اور اب ہماری جلاوطنی کا آخری اور تیرھواں سال شروع ہے۔

تم لوگوں نے ہمارے ساتھ رہتے ہوئے جو ہمارے ساتھ تعاون کیا اور ہماری مدد کی، اس کے لیے میں تم سب کا شکر گزار ہوں۔

اب میں تم لوگوں سے اپنے لیے اور اپنے بھائیوں اور بیوی کے لیے رخصت چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ جلاوطنی کا یہ تیرھواں سال ہمیں چھپ کر گزارنا ہو گا تاکہ کوئی ہماری اصلیت سے آگاہ نہ ہو جائے۔

دریودن جو ہمارا بڑا چاہتا ہے وہ ضرور ہمارے پیچھے جاسوس لگائے گا اور ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور چاہے گا کہ ہماری جلاوطنی میں اضافہ ہو جبکہ میں ایسا نہیں چاہتا۔ میں جلاوطنی کے تیرھویں سال کو آخری سال بنانا چاہتا ہوں اور اس کے بعد میں کورو برادران سے اپنا راج پاٹ واپس لے کر اپنے بھائیوں اور بیوی کے ساتھ پُرسکون زندگی بسر کرنے کا خواہشمند ہوں۔

جب ایسا ہو گیا تو اسے سُنو! تم سب ہمارے ساتھ ہمارے مرکزی شہر اندرپرستھ میں رہو گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یدشٹر تھوڑی دیر کے لیے رک گیا۔ پھر اس نے دوبارہ اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا:

"اب تم سب جاؤ اور اپنے روزمرہ کے کاموں میں لگ جاؤ۔ میں اور میرے بھائی اور میری بیوی تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کریں گے۔

یہ رمیا نام کا برہمن جو ہمارے ساتھ ہمارے آشرم میں رہتا رہا ہے اور ہماری غیر موجودگی میں دروپدی کی حفاظت کرتا رہا ہے ہمارے ساتھ یہاں سے کوچ کرے گا۔"

یدشٹر کی یہ گفتگو سن کر سارے سادھو اور برہمن اٹھ کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ صرف رمیا برہمن وہاں

بیٹھا رہا تھا۔

ان سب کے جانے کے بعد یدشٹر نے اپنے بھائیوں سے کہا:

"اے میرے بھائیو! اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ ہم کو کون سی محفوظ جگہ پر جانا چاہیے جہاں پہ یہ آخری سال ہم دریودن اور اس کے ساتھیوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو کر گزار سکیں اور اپنا آپ ان دشمنوں سے بچا سکیں۔"

یدشٹر کے سوال کے جواب میں ارجن بولا:

"اے میرے بھائی! اس وقت میری نگاہوں میں کئی ایک ریاستیں ہیں جن کے شہروں میں ہم پناہ لے کر گمنامی کی زندگی بسر کرتے ہوئے اپنی جلاوطنی کا یہ آخری سال گزار سکتے ہیں۔

میرے خیال کے مطابق ہمیں پنچال، ملتیا، سلوا، ودھے، دوارکا، کلنگا یا مگدھ کی ریاستوں میں سے کسی ایک کے شہر میں پناہ لے کر اپنی جلاوطنی کا یہ آخری سال گزار دینا چاہیے۔"

ارجن کا یہ جواب سن کر یدشٹر نے کچھ سوچا۔ پھر وہ اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"سنو میرے بھائیو! ریاست ملتیا کا مرکزی شہر ویرت ہمارے لیے بہترین جائے پناہ ہو سکتا ہے۔ ویسے تو میرے دل کا یہ فیصلہ تھا کہ ہم پنچال یا دوارکا میں یہ آخری سال گزارتے لیکن یہ ریاستیں پہلی جگہیں ہوں گی جہاں دریودن اور اس کے ساتھی ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ کوشش بھی کریں گے کہ ہمیں پہچان کر دوبارہ بارہ سال کی جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیں لہٰذا پنچال اور دوارکا کو چھوڑ کر میں نے ویرت شہر کا انتخاب کیا ہے۔

جہاں تک دوسری ریاستوں اور شہروں کا تعلق ہے میں نہیں جانتا کہ ان کے راجے کیسے ہیں لیکن ملتیا کے راجہ کو میں خوب جانتا ہوں۔ وہ ایک نیک اور مخلص انسان ہے اور اپنے اطراف میں اپنی شرافت کی وجہ سے مشہور اور معروف ہے لہٰذا اے میرے بھائیو! اب یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے کہ ریاست ملتیا کے شہر ویرت کا رخ کریں گے اور وہاں پہ گمنامی کا سال گزاریں گے۔"

یدشٹر جب خاموش ہوا تو ارجن نے کہا:

"اے میرے بھائی! آپ نے اپنی زندگی کے بہترین اور عمدہ دن بسر کیے ہیں۔ آپ ریاست ملتیا کے شہر ویرت جا کر کیا کام کریں گے اور ہم سب بھائی یہ بھی نہ دیکھ سکیں گے کہ آپ کوئی کام کریں یا کسی اور شخص کے ماتحت رہ کر محنت مزدوری کریں۔"

ارجن کی بات پر یدشٹر مسکرایا اور بولا:

"سنو میرے بھائیو! وہاں میں کسی کے ماتحت رہ کر کام نہیں کروں گا بلکہ کوشش کروں گا کہ ویرت شہر میں ریاست مقفا کے راجہ کے مصاحب کے طور پر کام کروں۔

سنو۔ اس ریاست میں داخل ہو کر میں راجہ سے کہوں گا کہ میرا ویدوں کا علم اور فلسفے کی معلومات بے مثل ہیں اور میں اس پہ یہ بھی ظاہر کروں گا کہ میں اسے بہترین جوا بھی سکھا سکتا ہوں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح میں ویرت شہر میں وہاں کے راجہ کے دوست، مشیر اور ساتھی کی حیثیت سے اس کے ساتھ رہ سکوں گا۔ وہاں میں اپنا نام کانک بتاؤں گا۔"

یہاں تک کہہ کر یدشٹر تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر اس نے اپنے چھوٹے بھائی بھیم سین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"اے بھیم سین! میں جانتا ہوں کہ تم ایک غصیلے اور جذباتی آدمی ہو اور بات بات پہ دوسروں پہ ہاتھ اٹھا لیتے ہو۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ تم ویرت شہر میں کیا کرو گے؟ کسی کے ماتحت کام کرتے ہوئے اپنے آپ کو کس طرح ضبط میں رکھ سکو گے اور کیسے تم وہاں اپنے آپ کو چھپا سکو گے؟"

اس پہ بھیم سین مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

"اے میرے بھائی! جو کچھ مجھے ویرت شہر میں جا کر کرنا ہے وہ میں نے پہلے سے سوچ رکھا ہے۔ میں وہاں کے راجہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اس سے کہوں گا کہ میں دو فنون کا ماہر ہوں۔

آپ جانتے ہیں کہ کھانے پکانے کا میں شوقین ہوں لہٰذا میں راجہ سے کہوں گا کہ ایک کام تو میں یہ کر سکتا ہوں کہ میں ایک بہترین باورچی کا کام کر سکتا ہوں۔

دوسرا میں یہ ظاہر کروں گا کہ میں ایک بے مثل پہلوان ہوں اور یہ کہ میں ویرت شہر کے پہلوانوں اور راجہ کے دوسرے بڑے بڑے پہلوانوں کو اس فن میں تربیت دوں گا۔

ان دونوں کاموں کے سلسلے میں راجہ نے اگر مجھ سے کوئی حوالہ پوچھا تو میں کہوں گا کہ یہ دونوں کام میں اس سے پہلے اندرپرستھ کے راجہ یدشٹر کے پاس رہ کر کر چکا ہوں۔ مجھے امید ہے میری اس بات پہ راجہ مجھے باورچی اور پہلوان کی حیثیت سے رکھ لے گا۔

میں راجہ پہ اپنا اصل نام ظاہر نہیں کروں گا بلکہ یہ کہوں گا کہ میرا نام والا ہے۔"

بھیم سین کی یہ باتیں سن کر یدشٹر خوش اور مطمئن ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے دوسرے بھائی ارجن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اے ارجن میرے بھائی! اب تم کہو کہ کیسے تم اپنے آپ کو وہاں چھپاؤ گے اور کیا کام کر کے وہاں جلاوطنی کے

اس بارہ ماہ کو گزارنے میں کامیاب رہو گے۔"

یدشٹر کے سوال پر ارجن تھوڑا سا مسکرایا پھر کہنے لگا:

"اے میرے بھائی! آپ جانتے ہیں کہ میں شروع ہی سے رقص اور موسیقی کا دلدادہ رہا ہوں۔ میں ویرت کے راجہ کے سامنے جاؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ میں رقص اور موسیقی کا ماہر ہوں اور یہ دونوں فنون میں اس کے رقاصوں اور گویوں کو سکھا سکتا ہوں۔

ظاہر ہے یہ سب راجہ مہاراجہ رقص اور موسیقی کے بے حد شوقین ہیں۔ میرے انکشاف پہ ویرت کا راجہ خوش ہو گا اور مجھے اپنے ساتھ ایک رقاص اور گویے کی حیثیت سے رہنے کی اجازت دے دے گا۔ میں ویرت کے راجہ پہ یہ ظاہر نہ کروں گا کہ میرا تعلق اندرپرستھ سے ہے اور یہ کہ میں یدشٹر کا چھوٹا بھائی ہوں اور یہ کہ میرا نام ارجن ہے بلکہ میں اسے یہ بتاؤں گا کہ میرا نام برہنالا ہے۔ اس طرح میں یہ جلاوطنی کی زندگی کا آخری سال کامیابی سے گزار سکوں گا۔"

یدشٹر ارجن کا یہ جواب سن کر بھی خوش ہوا۔ پھر اس نے اپنے تیسرے بھائی نکولہ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:

"اے نکولہ! اب تمہاری باری ہے کہ تم کس طرح اپنے آپ کو چھپانے اور جلاوطنی کا یہ آخری سال گزارنے میں کامیاب ہو گے؟"

یدشٹر کا سوال سن کر نکولہ تھوڑا سا مسکرایا پھر بولا:

"اے میرے بھائی! آپ جانتے ہیں کہ میں گھوڑوں کو تربیت دینے کا ماہر ہوں۔ میں ویرت کے راجہ کے پاس جا کر کہوں گا کہ میرا نام گرنتھی ہے اور یہ کہ میں گھوڑوں کو تربیت دینے کا ماہر ہوں اور میں راجہ کو یہ یقین دلاؤں گا کہ میں اس کے اصطبل کے گھوڑوں کو ایسی تربیت دوں گا کہ گھوڑے اس کے اشارے پہ کام کریں گے میرا یہ فن جان کر یقیناً ویرت کا راجہ خوش ہو گا اور مجھے اپنے محل میں گھوڑے سدھانے کا کام کرنے کی اجازت دے دے گا۔"

نکولہ کا جواب سن کر یدشٹر خوش ہوا۔ پھر اس نے اپنے چوتھے اور آخری بھائی سہادیو کو مخاطب کر کے پوچھا:

"اے سہادیو! اب تم کہو کہ تم کون سا طریقہ استعمال کرو گے اور ویرت کے راجہ کے سامنے کیا کہو گے جس کی بنا پہ تم ویرت کے راج محل میں ہم چاروں بھائیوں کے ساتھ رہ سکو؟"

اس پہ سہادیو نے یدشٹر کو جواب دیا:

"اے میرے بھائی! آپ جانتے ہیں کہ ویرت کے راجہ کی آمدنی کا دارومدار زیادہ تر چوپائے پالنے پر ہے۔ میں نے سن رکھا ہے کہ راجہ کے پاس گائیوں کے بے شمار ریوڑ ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ میں گائیوں اور ان کے بچھڑوں کو پالنے کا ماہر ہوں۔ لہٰذا میں ویرت کے راجہ کے پاس جاؤں گا اور اس سے یہ کہوں گا کہ میں اس کے ریوڑوں کی بہترین حفاظت کر سکتا ہوں اور یہ کہ میں گائیوں کے بچھڑوں کی پرورش کرنے کا ماہر ہوں۔ میرا یہ فن جان کر ویرت کا راجہ یقیناً خوش ہوگا اور مجھے بھی اپنے محل میں شاہی ریوڑوں کی دیکھ بھال اور نگہبانی کے لیے رکھ لے گا۔

اس طرح ہم پانچوں بھائی راج محل میں رہتے ہوئے اپنی جلاوطنی کا یہ آخری سال خاموشی اور گمنامی کے ساتھ گزارنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

سہادیو کا یہ جواب سن کر یدھشٹر خوش ہو گیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی دروپدی کو مخاطب کرتے ہوئے اس سے پوچھا:

"اے دروپدی! اب تمہارا معاملہ باقی ہے۔ اب تم کہو کہ تم کس طرح اپنے آپ کو وہاں چھپانے کی کوشش کرو گی۔ کیا طریقہ کار استعمال کرو گی کہ تم ہم پانچوں کے ساتھ ویرت کے محل میں جلاوطنی کا یہ آخری سال گمنامی میں گزار سکو؟"

یدھشٹر کے سوال کو سن کر دروپدی مسکرائی۔ پھر بولی:

"تم میرے متعلق فکر مند نہ ہو۔ جب تم وہاں راج محل میں اپنے ہاتھوں سے کام کر سکو گے۔ بھیم سین باورچی خانے میں کام کرے گا۔ ارجن وہاں لوگوں کو رقص و موسیقی سکھلائے گا۔ نکول گھوڑوں کی دیکھ بھال کرے گا اور سہادیو راجہ کے مویشیوں کی نگہبانی کرے گا تو میں بھی تم پانچوں سے پیچھے نہ رہوں گی۔

میں ویرت کے راجہ کی رانی کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور اس پر انکشاف کروں گی کہ میں عورتوں کو زیب و زینت دینے اور انہیں سنوارنے کا فن جانتی ہوں۔

آپ بھی جانتے ہیں کہ میں بال بنانے کی ماہر ہوں۔ میں رانی پہ یہ انکشاف کروں گی کہ میں عورتوں کے بال بنانے کے کم از کم سو طریقے جانتی ہوں اور میں رانی پہ یہ بھی ظاہر کروں گی کہ میں پھولوں کے گلدستے بنانے میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتی۔

میں اس پہ اپنا نام سرندھری ظاہر کروں گی اور مجھے امید ہے کہ میرے یہ دونوں فن جان کر رانی مجھے اپنے ساتھ محل میں رہنے کی اجازت دے دے گی۔ اس طرح میں بھی تم پانچوں کے ساتھ ویرت کے محل میں جلاوطنی کا یہ آخری سال گمنامی سے گزارنے میں کامیاب ہو جاؤں گی!"

دروپدی کا بھی جواب سن کر یدھشٹر خوش ہوا۔ پھر وہ اپنے چاروں بھائیوں، بیوی دروپدی اور برہمن دھیا کے ساتھ ویرت شہر کی طرف کوچ کر گیا۔

○

ویرت شہر کے قریب آ کر یدھشٹر نے اپنے ساتھ سفر کرنے والے دھیا کو مخاطب کر کے کہا:

"اے دھیا! تم ہمارے ساتھ ویرت شہر میں داخل نہ ہونا اس لیے کہ یہاں تم ہماری طرح اپنے آپ کو گمنام نہ رکھ سکو گے لہٰذا تمہارے لیے میرا یہ فیصلہ ہے کہ یہاں سے تم سیدھا ریاست پنچال کی طرف جانا اور وہاں ہماری بیوی دروپدی کے باپ دروپدہ سے جا کر ملو اور ان پہ ہرگز ظاہر نہ کرنا کہ ان دنوں ہم ویرت شہر میں ہیں۔ اسے صرف یہ بتانا کہ ہم نے دوانتوں کا جنگل چھوڑ دیا ہے اور یہ کہ ہم سب خیریت سے ہیں اور کسی گمنام جگہ اپنی اس جلاوطنی کا آخری سال گزار رہے ہیں تاکہ کوروؤں سے اپنا راج پاٹ حاصل کر سکیں لہٰذا تم یہاں سے ریاست پنچال کی طرف روانہ ہو جاؤ!"

یدھشٹر کا یہ حکم پا کر برہمن دھیا چپ چاپ وہاں سے روانہ ہو گیا جبکہ وہ پانچوں بھائی دروپدی کو لے کر ویرت شہر کی طرف بڑھے۔

ویرت شہر کے مزید قریب جا کر یدھشٹر ایک بہت بڑے درخت کے نیچے رک گیا۔ پھر اس نے اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"اے میرے بھائیو! یہ جو ہم اپنے ہتھیار ساتھ اٹھائے ہوئے ہیں تو لوگ ان کی وجہ سے ضرور ہماری طرف متوجہ ہوں گے اور جب ہم شہر میں داخل ہوں گے تو لوگ ضرور ہمارا جائزہ لیں گے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور اس طرح ہم شاید گمنامی کا یہ آخری سال ویرت میں نہ گزار سکیں لہٰذا اپنے ان ہتھیاروں کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہمیں ویرت شہر میں ایک ایک کر کے داخل ہونا چاہیے تاکہ ہماری آمد پر کسی کو شک نہ ہو اس لیے کہ ہمارے چچا زاد بھائی دریودھن نے ضرور اپنے جاسوس ادھر ادھر پھیلا رکھے ہوں گے۔ اگر ہم پانچوں اکٹھے شہر میں داخل ہوئے تو یہ خبر شہر میں پھیل جائے گی کہ پانچ اجنبی اس شہر میں داخل ہوئے لہٰذا اکا دکا کر کے ہم شہر میں داخل ہوں گے۔

اے میرے بھائیو! شہر میں داخل ہونے کے بعد جو پہلا چوک آئے وہاں پر سب جمع ہو جائیں گے۔ پھر کسی سرائے میں قیام کریں گے۔ اس کے بعد ہم باری باری چند دن کے وقفے سے ویرت کے راجہ کی خدمت

میں حاضر ہوں گے اور اپنا اپنا مقصد اور مدعا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔"

یدھشٹر کی اس تجویز سے سب نے اتفاق کیا۔

اس موقع پر ارجن نے کہا:

"برگد کا یہ درخت جس کے نیچے ہم کھڑے ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا اور بلند ہے ہمیں اپنے ہتھیار کپڑوں میں لپیٹ کر درخت کی اونچی شاخوں کے ساتھ لٹکا دینا چاہییں اس لیے کہ یہ برگد خوب گھنا ہے اور کوئی چوٹی پہ بندھے ہوئے ہمارے ہتھیاروں کو نہ دیکھ سکے گا لہٰذا ویرٹ شہر میں ایک سال کی گمنامی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اس درخت سے اپنے ہتھیار اتار کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"

یدھشٹر کے علاوہ دوسرے بھائیوں نے بھی ارجن کی اس تجویز کو پسند کیا۔ پھر انہوں نے اپنے ہتھیار کپڑوں میں باندھے اور اس درخت کی بلند شاخوں کے ساتھ انہیں باندھ دیا۔

اس کے بعد وہ اکا دکا ہو کر شہر میں داخل ہوئے۔ شہر کے پہلے چوک پہ وہ جمع ہوئے۔ پھر ایک سرائے میں انھوں نے قیام کر لیا۔

○

چند یوم کا وقفہ ڈال کر ایک روز یدھشٹر ویرٹ کے راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

یدھشٹر کو دیکھتے ہی ویرٹ کا راجہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے ملا اور اس سے بڑی عزت اور احترام سے ملا۔ اور اسے اپنے پاس بٹھایا۔

اس نے یدھشٹر کو مخاطب کر کے پوچھا:

"کہو۔ تم کون ہو اور کس سلسلے میں مجھ سے ملنے کا ارادہ کیا ہے؟"

اس پر یدھشٹر کہنے لگا:

"اے راجہ! میرا نام کانک ہے۔ میں اندر پرساد کے عظیم راجہ یدھشٹر کا بہترین دوست ہوا کرتا تھا۔ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب اس کے ساتھ ہوتا تھا اور وہ ہر معاملہ میں مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتا تھا اور ہر مشکل وقت میں مجھ سے مشاورت کرتا تھا۔

اے راجہ! میں جوئے کے داؤ کھیلنے کا بھی ماہر ہوں۔ اس کے علاوہ میں ویدوں کا بھی بہترین علم رکھتا ہوں۔ میرے دن یدھشٹر کے ساتھ بہترین بسر ہو رہے تھے کہ اس جوئے کی بازی نے یدھشٹر کی قسمت کا پانسہ پلٹ دیا

وہ اپنے چچا زاد بھائی دریودھن کے ساتھ شکونی سے جوا ہار گیا اور اب وہ پہلے سے طے شدہ شرائط کے تحت جلا وطنی کی زندگی گزار رہا ہے اور اس کے بھائی اور بیوی بھی اس کے ساتھ ہیں۔

میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی جگہ ملے جہاں میں اپنی زندگی کے دن پرسکون گزار سکوں۔ میں نے ہندوستان کے سارے راجہ اور حکمرانوں کا جائزہ لیا ہے۔ میری نگاہ میں آپ پہ پڑی ہیں اور میں نے اندازہ لگایا کہ یدھشٹر کے بعد ہندوستان میں اگر کوئی ایسا راجہ ہو سکتا ہے جس پہ اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے اور جس کی خدمت کر کے سکون اور اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے تو وہ ویرٹ کا راجہ ہے لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"

یدھشٹر کی بات سن کر ویرٹ کا راجہ یدھشٹر کو مخاطب کر کے بولا:

"تم اندر پرساد میں رہتے رہے ہو۔ اب جبکہ یدھشٹر اپنے بھائیوں اور بیوی کے ساتھ جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم محل میں میرے ساتھ رہو گے۔ میں نہ صرف یہ کہ تم سے جوئے کے گر سیکھوں گا بلکہ تمہارے ویدوں کے علم سے بھی مستفید ہوں گا۔"

اس طرح یدھشٹر اپنے مقصد میں کامیاب رہا اور اس نے ویرٹ کے راجہ کے ساتھ اس کے محل میں رہنا شروع کر دیا۔

چند دن بعد بھیم سین راجہ کے سامنے پیش ہوا۔

بھیم سین کا قد کاٹھ اور اس کی جسمانی ساخت دیکھ کر راجہ بے حد خوش ہوا۔ قبل اس کے کہ راجہ بھیم سین سے گفتگو کرتا بھیم سین نے خود ہی اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے میرے آقا! میں آپ کی شرافت اور رحمدلی کی تعریف سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں ایک بہترین باورچی ہوں اور یہ بات مجھے زیب نہیں دیتی کہ میں آپ کے سامنے اپنی تعریف کروں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے لیے بہترین اور طرح طرح کے کھانے پکا کر آپ کی خوشنودی کا باعث بن سکتا ہوں لہٰذا میں آپ سے گزارش کروں گا کہ مجھے اس محل میں رہنے کی اجازت دیں تاکہ میں محل کے باورچی خانے میں رہ کر آپ کے لیے عمدہ اور لذیذ کھانے تیار کر کے آپ کی خوشی اور سکون کا باعث بنوں۔"

بھیم سین کی گفتگو سننے کے بعد ویرٹ کے راجہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہا:

"اے نوجوان! جس کام کے لیے تم اپنے آپ کو پیش کر رہے ہو بے شک تم وہ کام جانتے ہو گے لیکن تمہارا جسم دیکھتے ہوئے میرا دل کہتا ہے کہ تم بدلے ہوئے بھیس میں کوئی شہزادے ہو۔ تمہاری جسمانی ساخت دیکھتے ہوئے میرا دل کہتا ہے کہ باورچی کے بجائے تمہیں کسی لشکر کا سالار یا بہترین جنگی رتھ بان ہونا چاہیے۔ ایک باورچی

کے بجائے تم مجھے میدانِ کارزار کے ایک عمدہ سورما دکھائی دیتے ہو۔"

ویرت کے راجہ کی بات سن کر بھیم سین مسکرایا اور کہنے لگا:

"آپ کا اندازہ درست ہے۔ باورچی ہونے کے ساتھ ساتھ میں ایک عمدہ اور بے مثل پہلوان بھی ہوں۔ میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ آپ کی ریاست کے سارے پہلوانوں کو چت کر کے رکھ سکتا ہوں اور باورچی ہونے کے ساتھ ساتھ میں اپنی یہ خدمات بھی آپ کو پیش کرتا ہوں کہ میں آپ کے شاہی پہلوانوں کی تربیت کا کام بھی سرانجام دے سکتا ہوں۔"

بھیم سین کے اس نئے انکشاف پر راجہ نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اس نے کہا:

"میں تمہارے اس نئے انکشاف سے بہت زیادہ خوش ہوا ہوں۔ تم راج محل کے اندر نہ صرف یہ کہ سارے باورچیوں کے نگران ہو گے بلکہ جس قدر شاہی پہلوان ہیں تم ان کی تربیت اور نگرانی کا کام بھی سرانجام دو گے۔"

راجہ کا یہ جواب سن کر بھیم سین خوش ہوا اور بولا:

"اے راجہ! میرا نام والا ہے اور میں یہ دونوں کام جو آپ مجھے سونپ رہے ہیں بہترین طریقے سے انجام دوں گا۔"

یوں یدشٹر کے بعد بھیم سین بھی راج محل میں اپنے لیے ایک اچھی جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

اسی طرح کچھ دن کے بعد ارجن ویرت کے راجہ کے سامنے پیش ہوا اور اس کو مخاطب کر کے اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا:

"اے راجہ! میرا نام برہنل ہے۔ میں ایک بہترین رقاص اور موسیقار ہوں اور مجھے امید ہے کہ میرے اس فن میں آپ کی راجدھانی کے اندر کوئی بھی میرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ میں آپ کی رحمدلی کی شہرت سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

میں نے یہ بھی سن رکھا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی ہے جو رقص اور موسیقی کی دلدادہ ہے۔ میں اپنی خدمات آپ کو پیش کرتا ہوں اور یہ عہد کرتا ہوں کہ میں رقص اور موسیقی کے فن میں آپ کی بیٹی کو طاق اور ماہر بنا کے رکھ دوں گا۔ اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔"

ارجن کے اس انکشاف پر راجہ بہت خوش ہوا اور کہنے لگا:

"اگر تم واقعی ایک عمدہ اور اچھے رقاص اور موسیقار ہو تو میں تمہیں اپنی بیٹی کے لیے اپنے پاس ملازم رکھتا ہوں۔"

پھر اس نے آواز دے کر اپنے ایک پہرے دار کو بلایا اور بلند آواز میں اس کو مخاطب کر کے کہا:

"میری بیٹی اُتارا کو یہاں بلا کر لاؤ۔"

تھوڑی ہی دیر بعد ایک انتہائی خوبصورت لڑکی راجہ کے دربار میں داخل ہوئی۔ راجہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اُتارا میری بیٹی۔ اس شخص کو دیکھو۔ اس کا نام برہنل ہے اور یہ ایک بے مثل رقاص اور موسیقار ہے میں نے اسے تمہارے لیے ملازم رکھ لیا ہے۔ یہ اسی راج محل کے اندر رہے گا اور تمہیں رقص و موسیقی کی تربیت دے گا۔ اب تم اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور راج محل میں اس کی رہائش کا بندوبست کرو۔"

اُتارا آگے بڑھ کر بڑے تپاک کے ساتھ ارجن سے ملی۔ پھر وہ اس کی رہنمائی کرتی ہوئی اسے وہاں سے لے گئی۔

ایک روز ویرت کا راجہ اپنے اصطبل میں گھوڑوں کا معائنہ کر رہا تھا کہ نکولہ اس کے سامنے آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا:

"اے راجہ! میرا نام گرنتھی ہے اور میں گھوڑوں کو پالنے اور انہیں جنگ میں تربیت دینے کا بہترین ماہر ہوں۔ اگر آپ کو میری باتوں پر یقین نہ آئے تو آپ مجھے اپنے شاہی اصطبل میں رکھ کر مجھے آزما دیکھیں۔"

نکولہ کی بات سن کر ویرت کا راجہ کہنے لگا:

"اے نوجوان! تمہاری گفتگو سے میں خوش ہوا ہوں اور میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ مجھے ان دنوں بہت اچھے مصاحب اور کام کرنے والے مل رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ تم بھی اچھے ہی ثابت ہو گے لہٰذا میں تمہیں اپنے اصطبل میں اپنے گھوڑوں کے لیے ملازم رکھتا ہوں۔"

اس طرح نکولہ کو بھی راج محل کے اندر رہنے اور اصطبل کے گھوڑوں کی حفاظت کرنے اور انہیں تربیت دینے کا کام مل گیا۔

چند دن کا وقفہ ڈال کر چھوٹا بھائی سہادیو بھی راجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اس وقت گوالوں کا لباس پہنے ہوئے تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لمبا چمڑے کا چابک تھا۔

راجہ کے سامنے آ کر سہادیو کہنے لگا:

"اے راجہ! میرا نام تنتپال ہے۔ میں گائے اور بیل چرانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے کا ماہر ہوں ـــ

اس کے علاوہ اے راجہ! میں گئو بیل کی بیماریاں بھی سمجھتا ہوں اور ان کا علاج کرنا بھی جانتا ہوں۔

اے راجہ! اگر آپ مجھے اپنی گائیوں اور بیلوں کا رکھوالا مقرر کر لیں تو میں نہ صرف ان کی بہترین دیکھ بھال کروں گا بلکہ وہ میری موجودگی میں بیمار بھی نہ ہوں گے۔

میں آپ کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کی ایسی عمدہ دیکھ بھال کروں گا کہ پہلے کی نسبت آپ کی گائیوں کے دودھ میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔"

اس پر راجہ مطمئن ہو کر بولا:

"تم جو کچھ بھی ہو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں تمہاری گفتگو سے خوش اور مطمئن ہوا ہوں لہٰذا میں تمہیں اپنے ریوڑ کا رکھوالا مقرر کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تم اس کی بہترین حفاظت کرو گے۔ اور مجھے کسی شکایت کا موقع نہ دو گے۔ اس سے پہلے جو لوگ ہیں وہ سب تمہارے ماتحت کام کریں گے۔"

اس طرح پانچوں بھائیوں کو محل کے اندر کام مل گیا۔

○

چند روز بعد دروپدی بھی راج محل میں جانے کے لیے سرائے سے نکلی اور جب وہ بازار سے گزری تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ بے حد خوبصورت اور پرکشش تھی۔

چند نوجوان اس کے پیچھے لگ گئے اور اس پر آوازے کسنے اور قہقہے لگانے لگے۔ اسی حالت میں جوں جوں دروپدی راج محل کی طرف بڑھتی گئی توں توں اس کا تعاقب کرنے والے، اسے چھیڑنے والے اور قہقہے لگانے والے نوجوانوں کی تعداد بڑھتی چلی گئی۔

جس وقت وہ راج محل کے قریب پہنچی اس وقت ویرت کے راجہ کی رانی کہ جس کا نام سداشنہ تھا اپنی بالکونی میں کھڑی باہر کا نظارہ کر رہی تھی۔

اس نے جب دیکھا کہ ایک نوجوان عورت بھی محل کی طرف آ رہی ہے اور اس کے پیچھے نہ صرف یہ کہ کئی نوجوان لڑکے قہقہے لگا رہے ہیں بلکہ اسے تنگ کر رہے ہیں تو اسے اس پر رحم آیا اور اس نے اپنی چند باندیوں کو روانہ کیا کہ وہ فوراً اس عورت کو بلا کر میرے پاس لائیں۔

باندیاں بھاگی بھاگی دروپدی کے پاس آئیں اور کہنے لگیں:

"تم فوراً راج محل کے اندر رانی سداشنہ کے پاس چلو اس نے تمہیں طلب کیا ہے۔"

آوارہ نوجوانوں کے تعاقب کی وجہ سے دروپدی اس وقت بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس نے جب سنا کہ رانی نے اسے طلب کیا ہے تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔ وہ ان کے ساتھ راج محل میں چلی گئی۔

دروپدی کو جب رانی سداشنہ کے سامنے لایا گیا تو وہ اسے دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اسے کہنے لگی:

"تم بے حد خوبصورت ہو۔ تم اس وقت باہر سڑک پر کیوں اکیلی جا رہی تھیں۔ کیا تم نے شادی نہیں کر رکھی اور یہ لوگ کیوں تمہارا مذاق اڑا رہے تھے اور کیوں تمہارے تعاقب میں لگے ہوئے تھے اور تمہارے راج محل کی طرف آنے کی کیا وجہ ہے؟"

اس پر دروپدی نے جواب دیا:

"اے رانی! میں اس وقت بے ٹھکانہ ہوں۔ تمہاری سیرت اور رحمدلی کی شہرت سن کر اس طرف آئی ہوں کہ راج محل کے اندر مجھے اپنے لیے کوئی جگہ مل جائے۔ میں ایک دستکار ہوں اور خصوصیت سے عورتوں کے بال سنوارنے کی ماہر ہوں اور یہ کام میں ان گنت طریقوں سے کرنے کی ماہر ہوں۔

اس سے پہلے میں اندر پرستھ کی رانی دروپدی کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں اور اس کے ساتھ ہی اس کے راج محل میں رہتی رہی ہوں۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ ایک بہن کی طرح رکھا ہوا تھا لیکن جب سے وہ اپنے پانچوں شوہروں کے ساتھ جلاوطنی کے تیرہ سال گزارنے کے لیے جنگل میں چلی گئی ہے تب سے میں یونہی بے کار گھوم رہی ہوں اور اب انتہائی لاچارگی کی حالت میں آپ کی طرف آئی ہوں کہ شاید مجھے آپ کے ہاں جائے پناہ مل جائے۔"

رانی سداشنہ جواب میں کہنے لگی:

"میں تمہاری پناہ کا سامان کروں گی اور تمہیں یہ یقین دلاتی ہوں کہ راج محل میں تم پرسکون زندگی بسر کر سکو گی لیکن تم مجھ سے یہ تو کہو کہ تم کیوں برے حالات سے گزر رہی ہو۔ کیا تم نے شادی نہیں کی اور اگر کی ہے تو اس وقت تمہارا شوہر کہاں ہے؟"

اس پر دروپدی کچھ سوچ بچار کے بعد کہنے لگی:

"اے رانی! میرے ماں باپ نہیں ہیں۔ شادی کے معاملہ میں میں اور اندر پرستھ کی رانی دروپدی ایک جیسی ہی ہیں۔ اس کی شادی بھی پانچ بھائیوں کے ساتھ ہوئی تھی جبکہ میری شادی بھی پانچ ایسے جوانوں کے ساتھ ہوئی ہے جو آپس میں بھائی ہیں۔ پر ایک سال پہلے ایک نجومی اور ستارہ شناس نے میرے شوہروں کو کہا تھا کہ تم ایک سال اپنی بیوی یعنی مجھ سے دور رہو اور یہ کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو وہ کسی دکھ تکلیف

یا بڑے وقت کا شکار ہو جائیں گے۔

اے رانی! میرا نام سرندھری ہے۔ اس نجومی کے اس انکشاف پر میرے پانچوں شوہر دلانے مجھ سے علیحدہ رہنا شروع کر دیا۔

میں نہیں جانتی کہ اس وقت وہ کہاں ہوں گے لیکن انہوں نے مجھ سے یہ کہا تھا کہ تم ویرت شہر جا رہو اور کوشش کرو کہ تمہیں ویرت کے راج محل میں کام کرنے کی اجازت مل جائے۔

انہوں نے مجھ سے یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ ایک سال مکمل ہونے کے بعد وہ مجھے ویرت شہر سے آ کر لے جائیں گے۔

اے رانی! میری زندگی کا یہ ایک سال بدترین سال ہے اور اس ایک سال کے لیے میں آپ سے آپ کے راج محل میں پناہ طلب کرتی ہوں۔

رانی سداشنہ خوش ہو کر کہنے لگی:

"سنو سرندھری! میں تمہیں ایک سال کے لیے اپنے محل میں پناہ دیتی ہوں لیکن تمہاری طرف سے مجھے ایک خطرہ اور خدشہ ہے۔

سنو! میرا شوہر یعنی ویرت کا راجہ خوبصورت لڑکیوں کا دلدادہ ہے اور تم انتہا درجے کی خوبصورت ہو۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں راجہ کی نگاہ تم پر نہ پڑ جائے اور وہ تم سے شادی کرنے پر آمادہ نہ ہو جائے۔"

اس پر دروپدی، رانی سداشنہ کو تسلی دیتے ہوئے کہنے لگی:

"اے رانی! اس معاملے میں آپ بالکل بے فکر اور بے غم رہیں۔ میں کبھی بھی راجہ کے سامنے نہ آؤں گی بلکہ اس سے دور رہ کر ہی اپنے کام سرانجام دینے کی کوشش کرتی رہوں گی۔

میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے میں کبھی بھی آپ کے اعتماد اور بھروسے کو دھوکہ نہ دوں گی اور اے رانی! میرے یہاں رہنے کی دو شرطیں بھی ہیں۔"

رانی سداشنہ نے چونک کر پوچھا:

"تمہاری کیا شرائط ہیں؟"

جواب میں دروپدی نے کہا:

"میری پہلی شرط یہ ہے کہ میں کسی کا بچا کھچا کھانا نہ کھاؤں گی اور میری دوسری شرط یہ ہے کہ میں یہاں ملازمہ کی حیثیت سے رہتے ہوئے بھی کسی کے پاؤں نہ دباؤں گی۔"

اس پر سداشنہ نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگاتے ہوئے کہا:

"تم فکرمند نہ ہو۔ تمہاری حیثیت اس محل میں میری بیٹی کی طرح ہوگی اور تم سے یہ دونوں کام کسی بھی صورت میں نہ لیے جائیں گے۔ اب تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں تمہاری رہائش گاہ بتاتی ہوں۔"

دروپدی چپ چاپ رانی سداشنہ کے ساتھ ہو لی۔ یوں پانڈو برادران کے بعد دروپدی کو بھی راج محل میں رہنے کا موقع مل گیا۔

○

اس طرح ویرت کے راجہ کے پاس یدھشٹر اس کے ساتھی اور مصاحب کی حیثیت سے، بھیم سین باورچی خانے کے نگران، ارجن رقاص اور موسیقار کی حیثیت سے، نکولا اصطبل کے نگران کی حیثیت سے، سہا دیو ایک گوالے کی حیثیت سے اور دروپدی رانی کے ساتھ اس کی ایک باندی کی حیثیت سے کام کرنے لگی۔

اس طرح پانڈو برادران کو اپنی بیوی دروپدی کے ساتھ ویرت شہر کے راج محل میں رہتے ہوئے چار ماہ کا عرصہ گزر گیا۔

اس دوران شہر کے اندر ایک میلے کا بندوبست کیا گیا اور یہ میلہ وہاں کے دیوتا سنکارا کو خوش کرنے کے لیے منعقد کیا جاتا تھا۔

اس میلے میں قدیم رسم و رواج کے مطابق نوجوانوں کے درمیان طرح طرح کے مقابلوں کا بندوبست کیا جاتا تھا اور آس پاس کی ریاستوں کو بھی اس میلے میں شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔

اس کے جواب میں بڑے بڑے ماہر پہلوان، تیغ زن، نیزہ باز اور دوسرے فنون کے ماہر لوگ اس میں شرکت کرتے تھے۔

اس میلے میں جو سب سے عجیب واقعہ پیش آیا وہ یہ تھا کہ باہر سے آئے ہوئے ایک پہلوان نے ویرت کے سارے پہلوانوں کو پچھاڑ دیا تھا اور پھر میدان میں کھڑے ہو کر اس نے ویرت کے لوگوں کو مخاطب کر کے بلند آواز میں کہا:

"اگر کوئی اور پہلوان جس کا تعلق ویرت شہر سے ہو اور وہ اس مقابلے سے بچ گیا ہو تو اس مقابلے میں میرا سامنا کرنے کے لیے میدان میں اترے۔"

اس موقع پر چونکہ ویرت کا راجہ اور رانی اور دیگر مصاحب اور مشیر بھی مقابلے کے اس میدان میں موجود تھے لہٰذا اس پہلوان کے اس چیلنج کو انہوں نے اپنی توہین سمجھا اور فکرمند ہو کر وہ سوچنے لگے کہ ویرت شہر

سے کسی پہلوان کو اب باہر سے آئے ہوئے اس پہلوان کے مقابلے میں نکالا جائے۔

ویرت کا راجہ بھی اسی تفکر میں ڈوبا ہوا تھا کہ ایک ساتھی اور مصاحب کی حیثیت سے یدھشٹر جو اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اپنا منہ راجہ کے کان کے قریب لے گیا اور بڑی رازداری سے بولا:

"اے راجہ! جن دنوں میں اندر پرساد کے راجہ یدھشٹر کے ساتھ کام کیا کرتا تھا ان دنوں میں نے اندر پرساد میں ایک پہلوان کو دیکھا تھا جو ہر پہلوان کو کشتی میں پچھاڑ دیتا تھا۔ وہ انتہائی طاقتور اور پُرزور پہلوان تھا۔ اور جب تک میں وہاں تھا میں نے اس پہلوان کو کسی سے بھی چت ہوتے یا مات کھاتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔

اے راجہ! خوش قسمتی سے اس وقت وہ پہلوان ویرت شہر میں موجود ہے اور آج کل وہ راج محل کے اندر باورچی خانے کے نگران کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ اس کا نام والا ہے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ والا کو اگر طلب کر کے اس چیلنج کرنے والے پہلوان کے سامنے لایا جائے تو والا ضرور اسے چت کر دے گا۔"

یدھشٹر کی یہ بات سن کر ویرت کا راجہ بے حد خوش ہوا۔ اس نے فوراً اپنے ایک ملازم کو بھیج کر بھیم سین کو طلب کیا۔

بھیم سین اس وقت میدان کے اندر ہی موجود تھا اور بڑی دلچسپی سے اس منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے اس پہلوان کے چیلنج پر وہ اس سے کشتی لڑنے کے لیے اس لیے میدان میں نہ اترا کہ کہیں وہ اس سے کشتی لڑنے کے انداز سے پہچان نہ لیا جائے کہ وہ والا نہیں بلکہ اندر پرساد کا بھیم سین ہے لہٰذا وہ میدان میں نہ اترا۔

جب ویرت کے راجہ نے اسے طلب کیا تو وہ بھاگا بھاگا اس کے پاس آیا۔ جب راجہ نے اسے بتایا کہ وہ کشتی کے لیے میدان میں اترے اور یہ کہ کانکا یعنی اس کے بھائی یدھشٹر نے اس کی بڑی تعریف کی ہے کہ وہ اندر پرساد کے راجہ یدھشٹر کے پاس ایک پہلوان کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہے۔

یہ سننے کے بعد بھیم سین کشتی کے لیے تیار ہو گیا۔ فوراً ہی اس نے اپنا پہلوانی کا سامان سنبھالا اور مقابلہ کرنے کے لیے میدان میں اترا۔

تھوڑی دیر تک دونوں پہلوان ایک دوسرے سے قوت آزمائی کرتے اور ایک دوسرے کے خلاف کشتی کے داؤ پیچ استعمال کرتے رہے۔

باہر بیٹھے ہوئے لوگ ان کی اس کشتی سے بالکل خاموشی اور سکوت سے ایک عجیب غور اور انہماک کے ساتھ محظوظ ہو رہے تھے اور ان کے مقابلے کو دیکھ رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔

دونوں پہلوان ایک دوسرے کو چت کرنے کی کوشش کرتے رہے پر جلد ہی بھیم سین نے اس پہلوان کے مقابلے میں یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا کہ وہ طاقت اور قوت میں اس پر غلبہ رکھتا ہے۔

تھوڑی دیر تک اس کے ساتھ داؤ پیچ استعمال کرنے کے بعد اچانک اسے پکڑ کر بھیم سین نے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر فضا میں بلند کر دیا۔ پھر وہ اسے تیزی کے ساتھ فضا کے اندر چکر دینے لگا۔ یہاں تک کہ وہ پہلوان بے ہوش ہو گیا۔

پھر بھیم سین نے اسے زوردار انداز میں زمین پر پٹخ دیا جس سے اس پہلوان کو اس قدر سخت چوٹیں آئیں کہ وہ وہیں اس میدان میں مر گیا۔

یہ دیکھ کر ویرت کے راجہ نے بھیم سین کو اپنے پاس طلب کیا اور اس نے نہ صرف یہ کہ بھیم سین کو یہ مقابلہ جیتنے پر مبارک باد دی بلکہ اسے خوب انعام و اکرام سے بھی نوازا۔

اسی طرح بھیم سین نے سنکارا کے میدان میں کشتی کا مقابلہ جیت گیا اور ویرت کا راجہ پہلے کی نسبت اس کی اور زیادہ عزت اور احترام کرنے لگا۔

○

دروپدی کو ویرت کی رانی سداشنہ کے پاس رہتے ہوئے تقریباً دس ماہ کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس دوران رانی سداشنہ دروپدی کے ساتھ بے حد عزت اور احترام سے پیش آئی کیونکہ اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ سرندھری نام کی یہ باندی اندر پرساد کی رانی کے ساتھ کام کرتی رہی ہے۔ اس بنا پر رانی سداشنہ دروپدی کے ساتھ بڑی عزت اور نرمی و شفقت کے ساتھ پیش آتی تھی۔ اس نے اسے محل میں لونڈی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک قریبی ساتھی کی حیثیت سے رکھا ہوا تھا۔

رانی سداشنہ کا ایک بھائی بھی تھا جس کا نام کیچک تھا۔ کیچک ویرت کے راجہ کی افواج کا سپہ سالار بھی تھا۔

جس وقت پانڈو برادران اور دروپدی پناہ لینے کی خاطر ویرت شہر میں داخل ہوئے تھے اس وقت یہ کیچک اپنی ریاست کی سرحدوں کو مضبوط بنانے کے لیے شہر سے باہر تھا۔

پانڈو برادران اور دروپدی کو راج محل میں رہتے ہوئے دس ماہ کا عرصہ گزرا تو کیچک واپس شہر میں داخل ہوا۔ ویرت کے لوگوں اور راجہ کی طرف سے اس کے استقبال کے بہترین انتظام کیے گئے۔

کیچک اپنی واپسی کے چند روز بعد اپنی بہن اور ویرت کی رانی سداشنہ سے ملنے کے لیے گیا۔ جس وقت راج محل کے اندر یہ دونوں بہن بھائی آپس میں گفتگو کر رہے تھے اس وقت راج محل کے باغ کے قریب عزازیل عارب اور بنیطہ نمودار ہوئے۔

باغ کے ایک بہت بڑے درخت کے پاس کھڑے ہو کر عزازیل نے عارب اور بنیطہ کو مخاطب کر کے پوچھا:

"سنو میرے ساتھیو! کیا تم جانتے ہو کہ میں ویرت کے اس راج محل میں کیوں داخل ہوا ہوں؟"

اس پر عارب نے بڑے باادب انداز میں عزازیل سے کہا: "اے آقا! یہ تو آپ ہی جانتے ہیں۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ آپ ویرت کے اس راج محل میں کیوں داخل ہوئے ہیں؟"

اس پر عزازیل مسکراتے ہوئے بولا: "میرے ساتھیو! تم جانتے ہو کہ رانی کا بھائی کیچک سرحدوں سے واپس آیا ہے اور اس وقت وہ اپنی بہن سداشنہ سے ملنے آیا ہوا ہے۔ اس وقت وہ دونوں بہن بھائی راج محل کے اندر باتیں کر رہے ہیں۔ جونہی یہ کیچک اپنی بہن سے ملنے کے بعد واپس جائے گا تو میں اسے محل کے اندر کام کرنے والی دروپدی کے خلاف حرکت میں لاؤں گا۔"

عزازیل کے اس انکشاف پر عارب اور بنیطہ دونوں نے حیرت اور تعجب سے عزازیل کی طرف دیکھا پھر بنیطہ نے اس کو مخاطب کر کے پوچھا: "اے آقا! آپ کیچک کو دروپدی کے خلاف کیسے اور کس طرح حرکت میں لائیں گے؟"

جواب میں عزازیل نے کہا:

"سنو رفیقان دیرینہ! اس وقت دروپدی اس باغ کے اندر موجود ہے جس کے باہر ہم کھڑے ہیں۔ جونہی کیچک اپنی بہن سداشنہ سے ملنے کے بعد اس محل سے باہر نکلے گا میں اس سے ایک ستارہ شناس کی حیثیت سے ملوں گا اور اس سے کہوں گا کہ اس محل میں ایک ایسی لڑکی ہے جس جیسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی ویرت شہر میں نہیں اور اگر تم اسے اپنا لو تو تمہاری زندگی انتہائی خوش گوار اور پرسکون ہو جائے گی۔

میں اس سے یہ بھی کہوں گا کہ اس لڑکی کو اپنانے کے بعد اس کی عزت و تکریم اور ریاست کے اندر اس کے جلال میں بے حد اضافہ ہو جائے گا۔ پھر دیکھنا میرے ساتھیو! کیچک کیسے اس باغ میں داخل ہوتا ہے اور دروپدی کو اپنے ساتھ شادی پر مجبور کرتا ہے۔

جب یہ معاملہ ہوگا تو تم دیکھنا کہ کس طرح پانڈو برادران شادی کے آڑے آئیں گے اور جب ایسا ہوگا تو کیچک اور پانڈو برادران کے درمیان جھگڑا ہوگا۔ اس طرح ویرت شہر کے اندر ہر جگہ لڑائی جھگڑا، دنگا اور فساد ہوگا اور یہی ہمارا مقصد ہے کہ اس دنیا میں ہر جگہ لڑائی جھگڑا اور فساد پیدا ہو۔"

عزازیل جب خاموش ہوا تو عارب اس کو مخاطب کر کے بولا: "اے میرے آقا! ہم ایسا کیوں نہ کریں کہ پانڈو برادران جو اس وقت ویرت شہر کے راج محل کے اندر بھیس بدل کر زندگی بسر کر رہے ہیں اور دروپدی بھی ان کے ساتھ ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ پانڈو برادران دوانون کے جنگل میں اپنی جلاوطنی کے بارہ سال بسر کرنے کے بعد اب ویرت شہر میں داخل ہوئے ہیں اور یہاں پر وہ اپنی جلاوطنی کا آخری اور تیرھواں سال بسر کر رہے ہیں۔ اس آخری سال میں ان کی اصلیت اور حقیقت اگر کسی پر ظاہر ہو جاتی ہے تو پھر انہیں ایسے ہی جلاوطنی کے مزید بارہ برس جنگل میں گزارنے ہوں گے۔

اے آقا! اس موقع پر اگر ہم دریودن کو بتا دیں کہ پانڈو برادران اپنی بیوی دروپدی کے ساتھ ویرت شہر میں رہ رہے ہیں تو وہ انہیں تلاش کرنے یہاں آ جائے گا۔ اس طرح ان کی حقیقت لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی اور پانڈو برادران کو مزید بارہ سال جنگل میں گزارنا پڑ جائیں گے۔ اس طرح ہمارا برائی پھیلانے کا مقصد اور مدعا بھی پورا ہو جائے گا۔"

عزازیل نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "اے عارب! تمہارا کہنا درست نہیں ہے۔ اس کو میں بدی اور گناہ کا پھیلاؤ نہیں کہتا ہوں۔ ہم کیوں دریودن کے پاس جا کر بتائیں کہ پانڈو برادران اپنی بیوی کے ساتھ ویرت شہر میں رہ رہے ہیں۔

ہم دریودن کی بہتری نہیں چاہتے اور نہ ہی ہم اس کی بھلائی کے حق میں ہیں بلکہ ہم تو دنگا فساد کھڑا کرنے کے حق میں ہیں۔ اس موقع پر اگر ہم دریودن کو یہ بتا دیتے ہیں کہ پانڈو برادران ویرت شہر میں رہ رہے ہیں تو اس طرح پانڈو برادران کو جلاوطنی کے مزید بارہ سال بسر کرنا پڑ جائیں گے اور اس طرح کوئی دنگا فساد نہ کھڑا ہوگا۔ پر پانڈو برادران جب اپنی جلاوطنی کے تیرہ سال کامیابی کے ساتھ گزارنے کے بعد ہستناپور کا رخ کریں گے اور کورو برادران سے اپنی ریاست واپس مانگیں گے تو اس موقع پر میں دریودن کو سمجھاؤں گا کہ وہ کسی بھی صورت ان کو ریاست واپس نہ کرے۔

اگر ایسا ہو گیا تو دیکھنا ان پانڈوؤں اور کوروؤں کے درمیان ایسی طویل جنگ ہوگی کہ چاروں طرف لاشوں کے انبار لگ جائیں گے۔

اس سانحے اور ایسے حادثے کو میں بدی اور گناہ کے پھیلاؤ کا نام دیتا ہوں۔ لہٰذا ہم کسی پر یہ ظاہر نہیں کریں گے کہ پانڈو برادران اس وقت ویرت شہر میں رہتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ یہ پانچوں اپنی جلاوطنی کے تیرہ سال پورے کرنے کے بعد ہستناپور شہر میں داخل ہوں اور وہاں جا کر اپنی ریاست کی واپسی کا

مطالبہ کریں۔ اس کے بعد جو دنگا فساد ہوگا اسے دنیا دیکھے گی:

عزازیل کی اس گفتگو کے جواب میں عارب کچھ کہنا چاہتا تھا پر وہ خاموش ہو گیا اس لیے کہ کیچک اس وقت اپنی بہن سدا شنہ کے کمرے سے نکلا تھا اور سیدھا اسی طرف آیا تھا جہاں وہ کھڑے تھے۔

جب کیچک ان کے پاس آیا تو عزازیل آگے بڑھا اور اس کی راہ روکتے ہوئے بولا:

'اے ویریت کی افواج کے سالار! میرا نام عزازیل ہے اور میں اپنے آپ کو دنیا کا بہترین ستارہ شناس تصور کرتا ہوں۔

سنو کیچک! میں تمہاری بھلائی اور بہتری کے کام کے سلسلے میں ویریت شہر میں داخل ہوا ہوں۔ میں کافی دیر سے اسی باغ کے باہر اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور میں سوچ رہا تھا کہ جب تم اپنی بہن سے ملنے کے بعد باہر نکلو گے تو میں تم پر وہ انکشاف کروں گا جس میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہے؟'

عزازیل کی یہ گفتگو سن کر کیچک نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اس سے پوچھا:

'اے مہربان اجنبی! تم میرے ساتھ کیا بھلائی کرنا چاہتے ہو اور ایک ستارہ شناس کی حیثیت سے تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو۔'

اس پر عزازیل کہنے لگا: "سنو کیچک! تمہاری بہن کے اس باغ کے اندر ایک ایسی لڑکی اس وقت موجود ہے کہ اس جیسی کوئی خوبصورت اور پرکشش لڑکی ویریت شہر میں نہ ہوگی۔

اے کیچک! اگر تم اس لڑکی سے شادی کرلو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ تمہاری زندگی انتہا درجے کی خوشحال ہو جائے گی بلکہ اس ریاست میں تمہاری عزت اور احترام اور تمہارے جاہ و جلال میں بھی بے پناہ اضافہ ہو جائے گا۔

اگر تمہیں میری اس بات کا یقین نہ ہو تو اس باغ میں داخل ہو کر دیکھو تمہیں خود ہی میری باتوں کی سچائی کا علم ہو جائے گا کہ میں واقعی تمہاری بہتری اور بھلائی کے لیے سب کچھ کہہ رہا ہوں۔"

کیچک نے ایک بار پھر بڑے غور سے عزازیل کی طرف دیکھا پھر وہ مسکراتے ہوئے اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

"اے اجنبی ستارہ شناس اگر تم چاہتے ہو تو میں ایسا کر دیکھتا ہوں۔ اگر تمہاری باتیں درست ہوئیں تو میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔"

کیچک جونہی مڑ کر باغ میں داخل ہوا، عزازیل نے عارب اور نبیطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اب ہم یہاں سے چلیں ورنہ یہاں ہمارا رکنا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔ . . . کیچک جب باغ میں داخل ہونے کے بعد دروپدی سے ملے گا اور اس سے اپنا مدعا ظاہر کرے گا تو دروپدی یقیناً انکار کر دے گی اور جب وہ انکار کر دے گی تو اس محل میں ایک کشمکش شروع ہو جائے گی۔ کیچک سوچے گا کہ کسی نہ کسی طرح دروپدی سے شادی کر لوں اور دروپدی اپنے پانچ شوہروں کو چھوڑ کر اس سے ہرگز شادی کرنے پر آمادہ نہ ہوگی۔ اس طرح یہ بات آگے بڑھے گی اور اس سے ویریت شہر میں دنگا اور فساد ہونے کا بھرپور امکان ہے۔ لہٰذا آؤ میرے ساتھیو! یہاں سے کوچ کریں۔"

اور اس کے ساتھ ہی عزازیل اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لایا اور وہاں سے غائب ہو گیا تھا۔

اپنی بہن کے باغ میں داخل ہونے کے بعد کیچک جب پھولوں سے لدے ہوئے ایک جھنڈ کے قریب آیا تو وہاں دروپدی پُرسکون حالت میں بیٹھی ہوئی تھی۔

کیچک کو باغ میں دیکھتے ہی دروپدی بدک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس موقع پر کیچک جب پھولوں سے لدے جھنڈ کے پاس کھڑی دروپدی کو غور سے دیکھا تو محسوس کیا کہ اس کا سکون آفریں اور فرحت انگیز حسن نغمہ ریز گونج اور افق کی لالی جیسا خوش کن تھا۔ اس کا جسم غمزہ ہائے حیات اور تخلیق کا ایک شاہکار دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے اندر قطرۂ سیماب جیسا چنچل پن اور تخیل کے گہرے نقش و نگار تھے۔

مجموعی طور پر کیچک کو وہ اس موقع پر سنگم کی سیراب ریت جیسی فرحت بخش صبح کے موتی اور قرب سحر اور زندگی کی ترنگ جیسی پرکشش دکھائی دے رہی تھی۔

چند ساعتوں تک کیچک اپنے سامنے کھڑی دروپدی کو بڑے غور سے دیکھتا رہا پھر وہ اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"تم کون ہو اور اس باغ میں کیسے داخل ہوئی ہو؟"

دروپدی نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگی:

'میرا نام سرندھری ہے۔ گو میں ویریت کی رانی سدا شنہ کی ملازمہ ہوں لیکن اس نے مجھے خادمہ کی طرح نہیں بلکہ اپنی چھوٹی بہن کی طرح رکھا ہوا ہے۔ مجھے بڑی شفقت اور پیار دیا ہے اور اس نے مجھے یہ اجازت بھی دے رکھی ہے کہ جب میں اپنے آپ کو تنہا محسوس کروں تو اس باغ میں آ کر پھولوں سے لطف اندوز ہو سکتی ہوں۔'

اس پر کیچک نے کہا:

'میرا نام کیچک ہے اور میں سدا شنہ کا بھائی ہوں۔ میں اس ریاست کی افواج کا سپہ سالار ہوں اور میں سرحدوں کی مضبوطی اور دیکھ بھال کے سلسلے میں لشکر کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا۔ میں آج ہی ویریت شہر میں داخل ہوا ہوں اور اپنی بہن سدا شنہ سے ملنے کے لیے آیا تھا کہ اچانک میں اس باغ میں داخل ہوا اور تم پہ میری نگاہ

پڑ گئی۔

سنو سرندھری! تم ایک انتہائی خوبصورت عورت ہو۔ اس باغ میں داخل ہونے کے بعد جونہی میں نے تمہیں دیکھا تو یوں سمجھو کہ میں تمہارا غلام ہو کر رہ گیا۔

سرندھری! تم یہاں رہتے ہوئے اپنے آپ کو ضائع کر رہی ہو یا یوں سمجھو کہ میری بہن کی ملازمہ کی حیثیت سے کام کرنا تمہارے جیسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی کو زیب نہیں دیتا۔ تم یہاں کی عورتوں میں رہ کر اپنے آپ کو اپنی خوبصورتی کو اور اپنے اس پرکشش بدن کو ضائع کر رہی ہو۔ تمہاری خوبصورتی نے مجھے تمہارا اسیر بنا کر رکھ دیا ہے۔ تمہارا کام اس سے بلند ہے کہ تم کسی کو کپڑے پہنانے اور نہانے میں مدد دو۔ تم ایک رانی کی حیثیت سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہو۔ چلو تم میرے ساتھ چلو اور میرے محل میں میری رانی بن کر رہو۔ میں تمہاری ضرورت محسوس کرتا ہوں۔

سنو سرندھری! اس سے پہلے میری جس قدر بیویاں ہیں تمہاری خاطر میں ان سب کو چھوڑ دوں گا اور اگر تم کہو گی تو ان سب کو تمہاری لونڈیاں بنا دوں گا اور خود تمہارا غلام بن کر رہوں گا اور ہر وہ چیز جس کا تم مطالبہ کرو گی وہ میں تمہارے لیے لا کر رہوں گا۔

سنو سرندھری! اب تمہیں مزید یہاں نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ تمہارا اصل مقام میرا محل بلکہ میرا دل ہے۔ اس ریاست کے اندر سب سے زیادہ غلبہ رکھنے والا انسان میں ہوں۔ یہاں کا راجہ گو میرا بہنوئی ہے لیکن وہ صرف نام کا راجہ ہے ورنہ ریاست کے اصل اختیارات میرے پاس ہیں۔ جو کچھ میرے پاس ہے وہ تمہارا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے بغیر میری زندگی ادھوری ہے لہٰذا تم میرے ساتھ چلو اور مجھے ایک نئی زندگی عطا کرو۔ میں اب تمہارے ساتھ شادی کر کے ایک نئی زندگی کی ابتدا کروں گا۔

میں تمہیں یہ بھی یقین دلاتا ہوں کہ میں تمہیں ایسا خوش رکھوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ بس تم میرے ساتھ چلو۔

کیچک کی ان باتوں کے جواب میں دروپدی نے کچھ دیر تک غور سے اس کی طرف دیکھا پھر اسی کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

سنو ویرت کی رانی کے بھائی کیچک! تمہیں زیب نہیں دیتا کہ تم میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو کرو۔ تمہارے مقابلے میں میں ایک ہیچ عورت ہوں۔ تم بے شمار ایسی عورتیں حاصل کر سکتے ہو جو دولت و ثروت اور شہرت میں تمہارے مقابلے کی ہوں۔ تمہیں میرے ساتھ ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میں اس قسم کی گفتگو سننا پسند نہیں کرتی ہوں۔

یہ بھی سن رکھو کیچک کہ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں اور یہاں میں نے تمہاری بہن کے ہاں صرف ایک سال کے لیے پناہ لے رکھی ہے جبکہ اس سے پہلے میں اندرپرستھ کی رانی دروپدی کے ہاں ملازم تھی۔ ایک طرح سے میری اور دروپدی کی حالت ملتی جلتی ہے کیونکہ وہ بھی پانچ پانڈو بھائیوں کی بیوی ہے جبکہ میرے بھی پانچ شوہر ہیں دروپدی ان دنوں اپنے شوہروں کے ساتھ جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہی ہے اور میں یہاں تمہاری بہن کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہوئی ہوں۔

ایک ستارہ شناس نے میرے شوہروں کو بتایا تھا کہ تم اپنی بیوی کو ایک سال کے لیے اپنے آپ سے علیحدہ رکھو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم پر مصیبتوں اور دشواریوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ لہٰذا میرے شوہر مجھے ایک سال گزارنے کے لیے یہاں چھوڑ گئے ہیں۔

اس ایک سال میں سے اب میں دس ماہ کا عرصہ گزار چکی ہوں اور اب گیارہواں مہینہ شروع ہو چکا ہے لہٰذا مزید دو ماہ گزارنے کے بعد میرے شوہر مجھے یہاں سے آ کر لے جائیں گے۔

میرا یہ جواب سن کر یقیناً تمہاری تسلی ہو گئی ہو گی اور اب تم یہاں مزید ٹھہرنے کے بجائے یہاں سے چلا جانا ہی پسند کرو گے۔

سنو کیچک! میں تمہاری اس پیش کش کو قطعی طور پر مسترد کرتی ہوں اس لیے کہ میں ایک شادی شدہ عورت ہوں پھر میں کیونکر تم سے شادی کر سکتی ہوں۔

اور سنو کیچک! رانی سداشنہ کا بھائی یا اس ریاست کا سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے تم نے میرے ساتھ کوئی برائی کرنے کی کوشش کی تو میری ایک بات پہلے سے سن رکھو کہ اگر تم نے میرے ساتھ غلط رویہ رکھا تو میرے پانچوں شوہر یہاں آئیں گے جو انتہا درجے کے خونخوار ہیں اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہ تمہارے سپہ سالار ہونے کی حیثیت کو فراموش کر کے جب وہ تم پر حملہ آور ہوں گے تو تمہاری حالت صدیوں کے لوٹ مار بستی بستی صحرا روتے بادل اور بجھی اور سہمی ہوئی شام جیسی بنا کر رکھ دیں گے اور پھر کسی بے آبرو کی طرح تم اپنی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گے۔

سنو کیچک! میرے پانچوں شوہر ایسے ہیں کہ وہ جس پر حملہ آور ہوتے ہیں اس کے جسم کی دھجیاں اڑا دیتے ہیں اور اپنے دشمن کی حالت وہ کٹی کل کے دریدہ بدن اور ہر ٹہنی پر تازہ لہو کی کونپل جیسی بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ وہ پانچوں آزادی کے تڑپتے ہوئے جذبے جیسے ہیں اور جب وہ کسی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو خونخوار اور آدم خور بھیڑیے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

لہٰذا اے کیچک! میں تمہیں مشورہ دوں گی کہ میرے آڑے نہ آؤ۔ مجھ سے ایسے الفاظ میں گفتگو نہ کرو جن

میں تم مجھ سے پہلے گفتگو کر چکے ہو اور جس طرح تم اس باغ میں داخل ہوئے تھے ویسے ہی خاموشی کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ۔۔۔ کہ میری اور تمہاری زندگی کے درمیان ایک بہت بڑی دوری اور رکاوٹ ہے۔" یہ کہنے کے بعد دروپدی غصے میں بڑی تیزی سے چلتی ہوئی باغ سے نکل گئی۔

دروپدی کے اس رویے پر کیچک تھوڑی دیر تک اپنی جگہ پر خاموش اور بے حس کھڑا رہا۔ ایسا لگتا تھا کہ اس سے حرکت کرنے کی قوت اور طاقت چھین لی گئی ہو۔

کچھ دیر تک باغ میں کھڑا دروپدی کے الفاظ پر غور کرتا رہا پھر وہ باغ میں سے نکلا اور واپس اپنی بہن کے کمرے میں آیا۔

رانی سداشنہ اپنے بھائی کو دوبارہ اپنے کمرے میں دیکھ کر پریشان اور فکرمند سی ہو گئی تھی۔ جب کیچک کمرے کی ایک نشست پر آ کر بیٹھ گیا تو سداشنہ بھی اس کے قریب آئی اور اس کو بڑے پیار اور شفقت سے مخاطب کر کے پوچھا:

"اے کیچک! تم دوبارہ لوٹ آئے ہو۔ خیریت تو ہے۔ کیا تم مجھ سے کوئی بات کہنا بھول گئے تھے یا تمہارے ساتھ کوئی نیا معاملہ پیش آیا ہے اس لیے کہ میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے چہرے پر اور آنکھوں کے اندر پریشانی کے تفکرات ہیں۔"

اس پر کیچک اپنی بہن سے کہنے لگا:

"سنو میری بہن! تمہارے کمرے سے نکلنے کے بعد میں یونہی باغ میں داخل ہو گیا۔ وہاں پر میں نے ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کو دیکھا۔ میں نے ایسی خوبصورت اور پرکشش لڑکی اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ اس نے مجھے اپنا نام سرندھری بتایا۔

اسے دیکھتے ہی میں بھر چکا ہو گیا ہوں اور اسے پسند کرنے لگا ہوں۔ جب میں نے اسے شادی کی پیشکش کی تو اس نے صاف انکار کر دیا اور میری اس پیشکش کو ٹھکراتی ہوئی باغ سے چلی گئی۔

اے میری بہن! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ وہ لڑکی کون ہے اور کیوں اس نے میری پیشکش کو ٹھکرایا ہے۔"

کیچک کے اس انکشافات پر سداشنہ تھوڑی دیر تک مسکراتی رہی پھر بولی:

"یہ لڑکی تمہاری غیر موجودگی میں اس محل کے اندر داخل ہوئی تھی اور اس نے مجھ سے پناہ مانگی تھی لہٰذا میں نے اسے پناہ دے دی تھی۔

وہ ایک بہترین فنکارہ ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت پھولوں کے گلدستے بناتی ہے اور عورتوں کے بال بنانے

کی مہارت رکھتی ہے۔

اس سے پہلے وہ اندر پرستھ کی رانی دروپدی کے ہاں کام کرتی رہی ہے اور چونکہ دروپدی اپنے شوہروں کے ساتھ ان دنوں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہی ہے اس لیے سرندھری میرے پاس چلی آئی ہے۔ اس کا سلوک ہمارے ہاں ایسا ہے کہ ہر کوئی اس کے ساتھ محبت کرنے لگا ہے۔ وہ ایک خوبصورت اور نیک لڑکی ہے اور سن رکھو۔ اگر اس کی کسی نے توہین کی یا اس کے ساتھ کوئی برا معاملہ کیا تو اس کے پانچ شوہر ہیں۔ وہ اس قسم کے خونخوار شوہر ہیں کہ جو اس سرندھری کی توہین کرے گا وہ اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔

سنو میرے بھائی! ایک بار میرے شوہر اور تمہارے بہنوئی نے بھی سرندھری کو باغ کے اندر دیکھ لیا تھا اور اس نے یہ حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سرندھری کے ساتھ شادی کر کے رہے گا لیکن جب میں نے راجہ کو یہ بتایا کہ سرندھری کے پانچ خونخوار شوہر ہیں اور انہوں نے صرف ایک سال کے لیے اسے میرے ہاں چھوڑا ہے اور جو کوئی بھی اس سے شادی کرنے کی کوشش کرے گا یا اس کی بے عزتی کا باعث بنے گا تو سرندھری کے پانچوں شوہر اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے۔

اس انکشاف پر اے میرے بھائی! راجہ سر سے پاؤں تک پسینے میں نہا گیا تھا اور اس کے بعد اس پر ایسا خوف اور لرزہ طاری ہوا کہ اس کے بعد اس نے کبھی سرندھری سے شادی کا اظہار نہیں کیا۔

ان حالات میں کیچک میرے بھائی! اس سرندھری کا خیال اپنے دل سے نکال دو۔ یہ آگ کا ایک جلتا پھرتا الاؤ ہے جو بھی اس کو ہاتھ لگائے گا یا اسے اپنانے کی کوشش کرے گا جل مرے گا۔

سنو کیچک میرے بھائی! میرے پاس اور بہت سی لونڈیاں ہیں تم ان میں سے جسے چاہو اپنا لو۔ میں اس معاملے میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہ کروں گی۔"

سداشنہ خاموش ہوئی تو کیچک نے کہا:

"اے میری بہن! سرندھری کو ایک بار دیکھنے کے بعد میں کسی اور لونڈی یا لڑکی یا عورت کا خیال نہیں کر سکتا۔ سرندھری کا حسن اس کی خوبصورتی، اس کی جسمانی کشش اور ساخت ایسی ہے کہ اس کے سامنے ہر عورت ہیچ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے چہرے پر ایسی کشش اور اس کی آنکھوں میں ایسی روشنی ہے کہ وہ دوسروں کو تسخیر کر لینے کی قوت رکھتی ہے لہٰذا میں بھی سرندھری کو دیکھ کر اس کا اسیر ہو کر رہ گیا ہوں۔ میں کسی بھی صورت اس کو بھول نہیں سکتا ہوں نہ اسے چھوڑ سکتا ہوں بلکہ میں نے پکا ارادہ کر لیا ہے کہ جو بھی صورت حال ہو میں سرندھری کو ضرور اپنی بیوی بنا کر دم لوں گا۔

اے میری بہن! تم بتاتی ہو کہ اس سرندھری کے پانچ شوہر ہیں جو انتہائی خونخوار ہیں۔ تم جانتی ہو کہ میں کیچک

وقت کئی جوانوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ سرندھری کے ساتھ شادی کرنے کے بعد جب وہ میرے مقابلے میں آئیں گے تو میں ان کی گردنیں کاٹ کر رکھ دوں گا۔ اس طرح سرندھری کی طرف سے ہم ہمیشہ کے لیے پُرسکون اور مطمئن ہو کر رہ جائیں گے۔

اے میری بہن! سرندھری سے شادی کرنے کے بعد میں اس کو خوش رکھوں گا۔ تم صرف مجھ پر یہ مہربانی کرو کہ اسے کسی کام کے سلسلے میں میرے محل میں بھیج دینا۔ جب وہ علیحدگی میں مجھ سے ملے گی تو میں اس کو شادی کرنے پر آمادہ کر لوں گا۔

میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ایک بار وہ علیحدگی میں مجھ سے مل لے تو باقی معاملات میں خود ہی اس سے طے کر کے نبٹا لوں گا۔"

اس کے جواب میں سداشنہ کہنے لگی:

اے کیچک! میرے بھائی!! تم سرندھری کے معاملے میں بے وقوف کیوں بنتے جا رہے ہو۔ میرے پیارے بھائی مجھے خدشہ ہے کہ اس سرندھری کو تم زبردستی اپنانے کی کوشش کرو گے تو اس کے پانچوں شوہر تم پر حملہ آور ہو کر تمہارا کام تمام کر دیں گے۔

میرے پیارے بھائی! میں تمہیں سرندھری کی خاطر مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی اس لیے میں تمہیں اس کام سے منع کر رہی ہوں۔

تم سرندھری کو اپنانے کا خیال ترک کر دو لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی محسوس کر رہی ہوں کہ سرندھری کے معاملے میں تم ایک حد تک دیوانے ہو چکے ہو لہٰذا میں تمہیں ناراض بھی نہیں کرنا چاہتی اس لیے اس وقت تو میں تم سے کہتی ہوں کہ تم جاؤ۔ چند دن کا وقفہ ڈال کر میں سرندھری کو تمہارے محل کی طرف بھیجوں گی اور اسے کہوں گی کہ اس وقت میرے ہاں عمدہ قسم کی شراب نہیں ہے جبکہ میرے بھائی کے ہاں بہترین قسم کی شراب لائی گئی ہے۔ مجھے وہاں سے شراب کی ایک صراحی لا کر دو۔

مجھے امید ہے کہ سرندھری میرا کہا نہ ٹالے گی اور میرے لیے شراب لانے کے لیے وہ تمہارے محل کی طرف چلی جائے گی۔ اور جب وہ تمہارے ہاں چلی جائے تو تم اس سے اپنا معاملہ نبٹا لینا۔

سداشنہ خاموش ہو گئی۔

اپنی بہن کی یہ ترکیب سن کر کیچک خوش ہو گیا۔

پھر وہ ایک طرح سے چھلانگ لگاتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور سداشنہ کے کمرے سے

باہر نکل گیا۔

چند دن کا وقفہ ڈال کر ایک روز رانی سداشنہ نے دروپدی کو اپنے پاس طلب کیا۔ جب دروپدی اس کے سامنے آئی تو سداشنہ نے اس سے کہا:

"سرندھری! مجھے پتہ چلا ہے کہ میرا بھائی کہیں سے نہایت عمدہ قسم کی شراب لایا ہے۔ اس وقت میں تنہا اور اداس ہوں اور شراب کی ضرورت محسوس کر رہی ہوں۔ وہ جو سامنے سونے کی صراحی پڑی ہے اسے اٹھاؤ اور میرے بھائی کیچک کے محل کی طرف جاؤ اور اس سے میرے لیے یہ سونے کی صراحی شراب سے بھر لاؤ۔"

سداشنہ کا یہ حکم سن کر سرندھری یعنی دروپدی اپنی جگہ پر حیران و پریشان کھڑی رہ گئی۔ وہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ سداشنہ اسے شراب لانے یا کوئی اور کام کرنے کے لیے اپنے بھائی کے محل میں بھیج سکتی ہے۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور سداشنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"اے رانی! میں تم سے گزارش کرتی ہوں کہ مجھے اپنے بھائی کے محل کی طرف نہ بھیجو۔ تمہارا بھائی میرے متعلق اچھی سوچیں اور اچھے خیالات نہیں رکھتا۔ اس نے ایک بار پہلے بھی میرے ساتھ دست درازی کرنے کی کوشش کی تھی لیکن میں باغ سے نکل کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی لہٰذا میں اس کے محل کی طرف جانا نہیں چاہتی۔

اے رانی! میں آپ کے پاس پناہ حاصل کرنے کی غرض سے آئی تھی۔ میں آپ کی ممنون ہوں کہ یہاں رہتے ہوئے مجھے گیارہ ماہ اور کچھ دن گزر چکے ہیں۔ اس دوران آپ نے میری بہترین حفاظت کا سامان کیا ہے اس کے لیے میں آپ کی ممنون ہوں۔

اے رانی! میں نہیں چاہتی کہ اس وقت تک جو آپ میری حفاظت کا سامان کرتی رہی ہیں وہ آپ کے بھائی کے محل میں جا کر سب کچھ اکارت ہو کر رہ جائے۔

میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ مجھے شراب لانے کے لیے اپنے بھائی کے محل کی طرف نہ بھیجیں۔ اے رانی! آپ بھی ایک عورت ہیں اور مجھ جیسی عورت کی مجبوری کو سمجھتی ہیں۔ آپ کو مجھ جیسی عورت پر ان حالات میں رحمدل ہونا چاہیے۔

مہربانی کر کے کسی اور کو اپنے بھائی کے محل کی طرف روانہ کر دیں تا کہ وہ آپ کو شراب لا دے۔ آپ مجھ سے اس سے بھی زیادہ کوئی سخت کام کرنے کا حکم دیں وہ کام میں خوشی سے آپ کے لیے کر گزروں گی لیکن میں آپ سے

گزارش کرتی ہوں کہ مجھے اپنے بھائی کے محل کی طرف نہ بھیجیں"۔

دروپدی کا یہ جواب سن کر رانی سداشنہ برہم، غضب آلود اور سیخ پا ہو گئی۔ اس نے انتہائی غصے سے دروپدی کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو سرندھری! تم نے میرے پیار، نرمی اور شفقت کا غلط ردعمل پیش کیا ہے۔ تم فوراً یہاں سے میرے بھائی کے محل کی طرف جاؤ اور اس کے ہاں سے میرے لیے سونے کی یہ صراحی شراب سے بھر کر لاؤ۔ میں تمہاری مزید کوئی بات سننا پسند نہیں کروں گی۔

اور سنو جس طرح کی گفتگو تم نے میرے بھائی کے بارے میں کی ہے وہ ایسا نہیں ہے۔ میں اسے خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔ اگر تم سے اس نے کسی موقع پر کوئی بات کی ہے تو تم نے اس کا غلط مطلب لیا ہے لہٰذا میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ فوراً یہ صراحی اٹھاؤ اور میرے بھائی کے محل کی طرف جاؤ۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ میرا بھائی تم سے اچھا سلوک کرے گا اور تمہیں اس کی طرف سے کسی طرح کے برے برتاؤ کا خدشہ اور خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیے"۔

دروپدی مجبور ہو گئی۔

اسے رانی سداشنہ کا حکم ماننا پڑا۔ لہٰذا اس نے سونے کی صراحی اٹھائی اور گردن جھکائے رانی کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

○

دروپدی جب کیچک کے محل کے احاطے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ کیچک اپنے محل سے باہر کھڑا اس کا منتظر تھا۔

شاید اس کی بہن نے اسے پہلے ہی خبر کر دی تھی کہ سرندھری اس کی طرف آ رہی ہے لہٰذا وہ باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

جونہی دروپدی اس کے قریب گئی اس نے شاندار طریقے سے اس کا استقبال کیا۔ دھیمی مگر محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"آخر کار تم آ ہی گئی سرندھری۔ گزشتہ کئی روز سے میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ تم یہاں آ کر رک کیوں گئی ہو۔ اندر چلو۔ یہاں کھڑا رہنا مناسب نہیں ہے۔ دیکھو محل کے اندر میں نے ایک خصوصی کمرہ تیار کیا ہے اور

اس کے اندر میں نے ایک بہت قیمتی مسہری کا بھی انتظام کیا ہے۔ تم اسے دیکھو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔ اس کمرے میں اس مسہری پر رات بسر کرو۔ یہاں میرے محل میں کھاؤ پیو اور خوش رہ کر اپنی زندگی کے دن بسر کرو اور اپنے ان پانچوں شوہروں کو بھول جاؤ جو دکھ اور تکلیف کے موقع پر تمہیں یہاں چھوڑ کر خود نجانے کہاں غائب ہو گئے ہیں"۔

کیچک اپنی بات ختم کر چکا تو دروپدی نے جواب میں کہا:

"سنو کیچک! یہ تمہاری بھول ہے۔ تمہاری غلط فہمی اور سوچ و بچار کا دھوکہ ہے کہ میں تمہارے پاس رہنے کے لیے تمہارے محل کی طرف نہیں آئی بلکہ مجھے تمہاری بہن اور رانی سداشنہ نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور مجھے یہ سونے کی صراحی دیتے ہوئے کہا ہے کہ میں تمہارے پاس سے اسے شراب سے بھر کر اس کے پاس واپس لے جاؤں لہٰذا دیر نہ کرو۔ جلدی سے صراحی شراب سے بھر دو تاکہ میں واپس جا کر یہ صراحی تمہاری بہن رانی سداشنہ کو پیش کر سکوں"۔

دروپدی کی یہ بات سن کر کیچک نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور بولا:

"اب تم آ ہی گئی ہو تو میں تمہیں واپس کیسے جانے دوں؟ یہ تمہاری بھول ہے کہ تم یہ صراحی شراب سے بھر کر واپس چلی جاؤ گی۔ شراب کی یہ صراحی بھر کر میں کسی اور کے ہاتھ اپنی بہن کے پاس بھیج دوں گا جبکہ تمہیں یہاں میرے پاس ہی رہنا ہو گا۔

سنو سرندھری! اپنی یہ ضد ترک کر دو اور شراب کی یہ صراحی مجھے دے دو۔ میں اسے بھر کر اپنے ملازم کے ہاتھ اپنی بہن کے پاس روانہ کر دوں گا۔ تم محل کے اندر آؤ اور اس کمرے کی طرف چلو جو خصوصیت کے ساتھ تمہارے لیے تیار کیا گیا ہے اور تم میری خوشی اور سکون کا باعث بنو۔ اس کے بعد ہی تم واپس اپنے محل کو جا سکو گی"۔

یہ کہہ کر کیچک آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر دروپدی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لے۔ پر دروپدی اس کے خیالات کو پہلے ہی بھانپ چکی تھی لہٰذا وہ فوراً حرکت میں آئی اور اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک زوردار دھکا دیتے ہوئے اس نے کیچک کو زمین پر گرا دیا اور سونے کی صراحی کو وہیں چھوڑ کر وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔

دروپدی کے اس رویے اور سلوک پر کیچک بے حد برہم اور غضب ناک ہوا۔ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دروپدی کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا۔

دروپدی محل کے اس حصے کی طرف بھاگ رہی تھی جس حصے میں دیرت کا راجہ رہائش پذیر تھا۔ اس نے

خیال کیا تھا کہ کیچک سے اسے صرف ویرٹ کا راجہ ہی بچا سکتا ہے ورنہ ویرٹ کا کوئی اور شخص کیچک کے سامنے نہ اٹھے گا۔

وہ تیزی سے ویرٹ کے راجہ کی طرف بھاگ رہی تھی۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گئی تھی کہ اسے پیچھے سے کیچک نے آلیا اور اسے اس کے لمبے لمبے بالوں سے پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر غصے میں اسے اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر رسید کر دی۔

جس وقت کیچک نے دروپدی کو ٹھوکر ماری تھی اس وقت اس کے ہاتھوں سے اس کے بال چھوٹ گئے تھے۔ دروپدی نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھی اور دوبارہ ویرٹ کے راجہ کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی جبکہ ویرٹ کا سپہ سالار کیچک بڑی تیزی سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔

جب دروپدی تیزی سے بھاگتی ہوئی ویرٹ کے راجہ کی رہائش گاہ کے حصے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس عمارت کے سامنے والے حصے میں جو چھوٹا سا باغیچہ تھا اس کے اندر راجہ اور یدھشٹر دونوں بیٹھے ہوئے تھے۔ دروپدی بھاگتی ہوئی دونوں کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اتنے میں کیچک بھی اس کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔

جس وقت دروپدی وہاں پہنچی اور کیچک اس وقت اس کے تعاقب میں تھا اسی لمحے بھیم سین بھی باورچی خانے سے نکلا۔ اس نے دروپدی کو بھاگتے دیکھ لیا تھا لہذا وہ بھی وہاں آ کھڑا ہوا جہاں راجہ اور یدھشٹر بیٹھے تھے۔

دروپدی جب ان کے سامنے آئی تو راجہ اور یدھشٹر نے اسے غور سے دیکھا جبکہ ان کے پیچھے کھڑا ہوا بھیم سین بھی انتہائی غضب ناک حالت میں کیچک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے انداز بتاتے تھے کہ وہ ابھی آگے بڑھ کر کیچک پر حملہ کر دے گا اور اسے کاٹ کر رکھ دے گا۔

یدھشٹر نے اندازہ لگایا کہ بھیم سین ضرور آگے بڑھ کر کیچک پر حملہ آور ہوگا اور ان کا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔

اس موقع پر بھیم سین نے ایک قریبی درخت کی ٹہنی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شاید وہ چاہتا تھا کہ وہ ٹہنی توڑ کر کیچک کو مار مار کر ادھ موا کر دے پر یدھشٹر نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"سنو والا! اگر تم باورچی خانے میں جلانے کے لیے لکڑیوں کی ضرورت محسوس کرتے ہو تو اس درخت کی شاخیں نہ توڑو۔ یہ شاخیں ابھی ہری ہیں اور تمہارے باورچی خانے میں جلیں گی نہیں لہذا ایسی شاخیں توڑنے پر تمہیں اپنی قوت ضائع نہیں کرنی چاہیے جبکہ آس پاس بہت سے خشک درخت ہیں جن سے جلانے کے لیے

تم لکڑی حاصل کر سکتے ہو۔

سنو والا! وقت کا الاؤ ابھی پکا نہیں ہے کہ ہم وہ کام کریں جس کے کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا اور بعد میں ہمیں پچھتانا پڑے۔"

بھیم سین سمجھ گیا تھا کہ باتوں ہی باتوں میں اس کا بڑا بھائی کس طرف اشارہ کر رہا ہے۔ وہ جان گیا کہ اس وقت اگر اس نے کیچک پر حملہ کر دیا تو راج محل کے اندر وہ رشتہ ظاہر ہو جائے گا جو دروپدی کے ساتھ ان لوگوں کا ہے لہذا لوگوں پر ان کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی اور وعدے کے مطابق انہیں مزید بارہ سال جلاوطنی کے جنگلوں میں بسر کرنا ہوں گے۔

یہ خیال آتے ہی بھیم سین کی گردن جھک گئی اور وہ سر جھکا کر خاموشی کے ساتھ زمین کی طرف دیکھنے لگا۔

دروپدی نے تھوڑی دیر تک خود کو سنبھالا پھر وہ راجہ کو مخاطب کر کے بولی:

"اے راجہ۔ آپ جانتے ہیں کہ میں یہاں پناہ کی خاطر آئی تھی اور آپ اور آپ کی رانی سداشنہ نے مجھے نہ صرف یہ کہ اس محل میں رہنے کی اجازت دی بلکہ میری حفاظت کا بھی بہترین انتظام کیا۔

اے راجہ۔ کیا آپ اس شخص سے میری حفاظت کا انتظام نہیں کر سکتے جو میرا تعاقب کرتا ہوا یہاں آیا ہے۔ جو آپ کی رانی کا بھائی ہے اور جس کا نام کیچک ہے۔ جو اس وقت آپ کے سامنے کھڑا ہے۔

اے راجہ۔ میں آپ سے التجا کرتی ہوں کہ اس شخص سے میری حفاظت کی جائے۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے پانچ شوہر ہیں لیکن ان دنوں وہ اس حالت میں نہیں ہیں کہ میری حفاظت کر سکیں لہذا میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ کیچک کے ظلم اور دست درازی سے مجھے بچائیے۔"

اس کے بعد دروپدی نے کیچک کے ساتھ جو معاملہ پیش آیا تھا وہ تفصیل کے ساتھ راجہ کے سامنے پیش کر دیا۔

دروپدی کی داستان سن کر ویرٹ کا راجہ خاموش گردن جھکائے کچھ سوچنے لگا۔ کیچک جو اس کی افواج کا سپہ سالار تھا وہ اس کے خلاف کوئی حکم صادر نہ کرنا چاہتا تھا لہذا دروپدی کے حالات تفصیل کے ساتھ سن کر اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ اپنے آپ میں اس قدر ہمت نہ پا رہا تھا کہ کیچک کے خلاف کسی قسم کا کوئی فیصلہ کر سکے۔

آخر کار کافی سوچ بچار کے بعد اس نے دروپدی کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے سرندھری۔ تم نے جو کچھ کہا ہے یہ سچ ہی ہوگا۔ میں نہیں کہتا کہ یہ جھوٹ ہے لیکن میں اس الجھے کا،

اس حادثے کا کیسے فیصلہ کر سکتا ہوں جو میری آنکھوں کے سامنے پیش ہی نہیں آیا۔ میں نے اس پورے حادثے کا صرف انجام اس صورت میں دیکھا ہے کہ تم دونوں آگے پیچھے بھاگتے ہوئے آئے تھے اور جب تک میں اس پورے واقعے کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ پاتا میں صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا۔

میں سمجھتا ہوں جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ کیچک نے تمہیں تمہارے بالوں سے پکڑ کر اور زمین پر گراتے ہوئے تمہیں پاؤں کی ٹھوکر ماری ہے تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری طرف سے کسی اشتعال انگیخت اور بدتمیزی کا سلوک کیا گیا ہو جس کی بنا پر غصے میں آ کر کیچک نے تمہیں مارا ہو۔ لہٰذا میں تم دونوں کے اس جھگڑے کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور اس وقت تم سے صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم جاؤ اور اپنے کمرے میں آرام کرو۔"

ویرت کے راجہ کا یہ فیصلہ سن کر یدھشٹر، بھیم سین اور دروپدی غضب ناک اور پیچ و تاب سے دکھائی دے رہے تھے۔ قبل اس کے کہ دروپدی یا بھیم سین میں سے کوئی اس معاملے کو خراب یا چوپٹ کرتا، معاملے کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یدھشٹر فوراً دروپدی کو مخاطب کر کے بولا:

"سنو سیرندھری! ویرت کا راجہ انصاف پسند، شریف اور ایماندار انسان ہے اور یہ باتیں تم بھی جانتی ہو۔ جو کچھ تمہارے ساتھ پیش آیا ہے اسے بھول جاؤ۔ تمہارے شوہر تمہیں رانی سداشنہ کے پاس ایک سال کے لیے چھوڑ گئے تھے اور اس ایک سال کے دوران رانی سداشنہ نے تمہاری بہترین حفاظت اور نگہداشت کی ہے۔ اس کے لیے تمہیں رانی کا ممنون اور شکر گزار ہونا چاہیے۔

سنو سیرندھری! تمہارا ایک سال پورا ہونے میں صرف پندرہ دن باقی رہ گئے ہیں۔ جو بھی حالات تمہیں یہاں پیش آ رہے ہیں انہیں پندرہ دن کے لیے اور صبر شکر کر کے برداشت کر جاؤ۔ اس کے بعد تم جانتی ہو کہ تمہارے شوہر آئیں گے اور تمہیں لے جائیں گے۔ اس کے بعد نہ تم یہاں رہو گی اور نہ ہی تم سے متعلق راج محل میں کوئی جھگڑا فساد اٹھے گا۔

اگر تم نے میری بات نہ مانی اور ان پندرہ دنوں میں راج محل میں کوئی جھگڑا فساد کھڑا کر دیا تو تم جانو کہ تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے شوہر بھی کسی اذیت میں مبتلا ہو جائیں گے اور جس طرح وہ اس وقت تم سے علیحدہ ہو کر یوں خانہ بدوشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ہو سکتا ہے ان کی خانہ بدوشی میں اضافہ ہو جائے۔"

دروپدی یدھشٹر کی باتوں کا مطلب سمجھ گئی لہٰذا اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اپنے غصے کو ٹھنڈا کیا اور پھر وہ چپ چاپ وہاں سے چلی آئی۔

دروپدی واپس اپنے کمرے میں آئی۔

تھوڑی دیر تک وہ اپنی بے بسی اور لاچارگی پر سسک سسک کر روتی رہی۔ اس کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھالا دینے کی کوشش کی۔ ہاتھ منہ دھویا اور کسی حد تک اپنے آپ کو سنبھال کر کمرے میں بیٹھ گئی اتنے میں رانی سداشنہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے حیرت آمیز لہجے میں اس نے دروپدی کو مخاطب کر کے پوچھا:

"سیرندھری۔ ایسا لگتا ہے کہ تم روتی رہی ہو۔ کیا بات ہے۔ تمہاری اداسی اور اس افسردگی کی کیا وجہ ہے مجھے بھی تو بتاؤ۔"

دروپدی نے کسی قدر خفگی سے رانی کو جواب دیتے ہوئے کہا:

"سنو رانی یہ جانتے ہوئے بھی کہ تمہارے بھائی کے محل میں میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آئے گا تم نے مجھے شراب لانے کے لیے اس کی طرف بھیج دیا۔ اب تم بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے مجھ سے پوچھ رہی ہو کہ میرے ساتھ کیا ہوا؟

اس کے بعد اس نے جو کچھ کیچک کے محل میں اس کے ساتھ پیش آیا تھا اور بعد میں راجہ کے سامنے جو بات ہوئی تھی، تفصیل کے ساتھ رانی سداشنہ سے کہہ دی۔

سداشنہ یہ ساری کارروائی سن کر تھوڑی دیر تک متفکر اور مغموم سی بیٹھی رہی۔ دروپدی اس دوران اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتی رہی۔

پھر اس نے دوبارہ رانی سداشنہ کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو رانی! تمہارے بھائی نے اپنے محل میں میرے ساتھ جو سلوک کیا اور بدی کا معاملہ جو وہ میرے ساتھ کرنا چاہتا تھا اس کا مجھے افسوس نہیں ہے کہ میرے پانچوں شوہروں کو اس واقعے کی خبر ہو چکی ہے جو تمہارے بھائی کیچک کے باعث میرے ساتھ پیش آ چکا ہے۔

اے رانی! میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ عنقریب میرے پانچوں شوہر وارد ہوں گے اور تمہارے بھائی کا کام تمام کر کے رکھ دیں گے۔

اے رانی! میں نے تمہیں پہلے ہی یہ بتا دیا تھا کہ مجھے صرف ایک برس کی زندگی تمہارے ہاں گزارنی ہے۔ اس دوران کوئی میری بے عزتی یا توہین کا باعث بنا تو میرے شوہر اسے زندہ نہ چھوڑیں گے۔ یہ بات میں نے پہلے ہی تمہارے گوش گزار کر دی تھی۔

اب جبکہ سب کچھ بتا دینے کے بعد تم نے مجھے اپنے بھائی کی طرف بھیجا کہ میں اس سے تمہارے لیے

شراب لے کر آؤں حالانکہ تم جانتی تھیں کہ تمہارا بھائی میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

سنو لے رانی! اب اس وقت کا انتظار کرو جب میرے شوہر وارد ہوں گے اور اس کیچک کا کام تمام کر کے رکھ دیں گے۔"

رانی سداشنہ جو ہمیشہ دروپدی کے ساتھ شفقت اور نرمی سے پیش آیا کرتی تھی، دروپدی کے اس انکشاف پر اس کے لیے اس کی آنکھوں میں دور دور تک نفرت پھیل گئی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور غصے سے پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

○

اس روز سورج غروب ہونے کے بعد جب رات وارد ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں میں دبک کر سو گئے تو دروپدی اپنے کمرے سے نکل کر آہستہ آہستہ اور دبے پاؤں چلتی ہوئی وہ راج محل کے باورچی خانے کے قریب اس کمرے کی طرف گئی جس میں بھیم سین رہتا تھا۔

آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے وہ بھیم سین کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے دیکھا کہ بھیم سین اس وقت گہری نیند سو رہا تھا۔

دروپدی آگے بڑھ کر بھیم سین کے پلنگ پر بیٹھ گئی اور اس کا شانہ ہلاتے ہوئے اسے جگایا۔ بھیم سین دروپدی کے جگانے پر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور بڑی حیرت اور پریشانی سے وہ دروپدی کی طرف دیکھنے لگا۔ دروپدی نے بڑی دھیمی آواز اور بڑے رازدارانہ لہجے میں بھیم سین سے کہا:

"بھیم سین! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم یوں گھوڑے بیچ کر گہری نیند سوئے ہوئے ہو۔ میں پوچھتی ہوں تمہیں کیسے نیند آ سکتی ہے جب میں اپنا وقت دکھ، تکلیف اور پریشانی میں کاٹ رہی ہوں؟

"سنو بھیم سین! میرے شوہر کی حیثیت سے تم کیسے پُرسکون نیند سے بغل گیر ہو سکتے ہو جبکہ میں رات کے اس حصے میں جاگ کر وقت کاٹنے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

بھیم سین نے ہاتھ بڑھا کر دروپدی کے منہ پر رکھ دیا اور پھر بڑی آہستگی سے سرگوشی کرتے ہوئے دروپدی سے کہا:

"دروپدی! یہ تم کیا حماقت کر بیٹھی ہو۔ اس وقت تم یہاں میرے کمرے میں کیوں آئی ہو۔ اگر کسی نے تمہیں میرے پاس دیکھ لیا تو لوگوں کو اس رشتے کا علم ہو جائے گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس طرح

لوگوں پر ہماری اصلیت اور حقیقت بھی ظاہر ہو جائے گی اور ہمیں بارہ سال اور جلا وطنی کی زندگی بسر کرنا پڑے گی۔ دروپدی! جو کچھ تم نے کہا ہے وہ دن کی روشنی میں آ کر باورچی خانے سے کوئی چیز لینے کے بہانے مجھے بتا دینا۔ اب جاؤ اور جلدی کرو۔ اگر کسی نے تمہیں میرے پاس یہاں دیکھ لیا تو ہمارا سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔"

دروپدی تھوڑی دیر تک بیٹھی رہی۔

اس دوران اس نے کچھ سوچا۔ پھر بھیم سین کو مخاطب کر کے کہنے لگی:

"سنو بھیم سین! مجھے اب ہر وقت کیچک کی طرف سے خدشہ اور خطرہ لاحق رہنے لگا ہے۔ وہ کسی بھی وقت مجھے بے آبرو کر سکتا ہے۔ لہٰذا میں تمہاری طرف آئی ہوں۔

اس موقع پر میں یدھشٹر کی طرف نہ جا سکتی تھی کہ وہ محل کے اندرونی حصے میں رہتا ہے۔ ارجن، نکول اور سہادیو کی طرف بھی نہ جا سکتی تھی کہ ان کے کمرے یہاں سے دور ہیں۔ لہٰذا میں خوب سوچ بچار کر کے تمہاری طرف آئی ہوں۔

بھیم سین! جس وقت ویرت کے راجہ کے سامنے میں نے کیچک کی زیادتیوں کی ساری داستان سنائی تھی اس وقت تم بھی وہاں موجود تھے۔

بھیم سین! کیچک نے میرے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ اس نے مجھے مارا اور مجھے اپنے محل میں بند کر کے مجھے بے آبرو کرنا چاہا۔ پھر بڑی مشکل کے ساتھ بھاگ کر اپنی عزت بچاتے ہوئے آنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

جب سے یہ حادثہ پیش آیا بھیم سین! مجھے نہ سکون ہے نہ میرا کھانے پینے کو دل کرتا ہے۔ بس ہر وقت ایک ہی پکار میرے دل سے ابھرتی ہے کہ کیچک سے اس توہین اور بے عزتی کا بدلہ لیا جائے۔

سنو بھیم! کیچک کے ساتھ میرے اس حادثے کے بعد ویرت کی رانی سداشنہ بھی میرے خلاف ہو گئی ہے۔ پہلے وہ میرے ساتھ انتہائی پیار اور محبت سے پیش آتی تھی لیکن گزشتہ دن کے حادثے کے بعد وہ بھی میرے خلاف ہو چکی ہے۔

بھیم! پہلے رانی مجھ سے کوئی مشقت یا محنت کا کام نہ لیتی تھی پر آج اس نے مجھ سے اپنے لیے خوشبوئیں تیار کرنے کے لیے بہت سی چیزیں پسوائیں اور وہ چیزیں پیس پیس کر بھیم سین! یہ دیکھو میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔"

پھر دروپدی نے اپنے دونوں ہاتھ بھیم کے سامنے کر دیے۔

اندھیرے میں بھیم سین نے دروپدی کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہوئے جائزہ لیا اور محسوس کیا کہ اس کے

ہاتھوں پر واقعی چھالے پڑ چکے تھے۔

اسے تسلی دینے کی خاطر پہلے اس نے دونوں ہاتھ چوم لیے۔ پھر پیار بھرے انداز میں اس نے دروپدی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"سنو دروپدی! میں جانتا ہوں کہ کیچک نے تمہارے ساتھ زیادتی کرنے کی کوشش کی تھی۔ تم جانتی ہو اے دروپدی کہ میں نے کبھی بھی تمہارا کہا نہیں ٹالا۔ جو کچھ بھی تم نے کہا ہے میں اسے ہمیشہ کر گزرا۔ کل دن کے وقت جب تم بھاگتی ہوئی ویرت کے راجہ کے پاس آئی تھیں اور کیچک بھی تمہارے تعاقب میں بھاگتا ہوا وہاں آیا تھا تو میں سارے معاملے کو سمجھ گیا تھا۔ اس وقت مجھے کیچک پر ایسا غصہ آیا تھا کہ میں آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا پر اپنے بھائی یدھشٹر کی بروقت نصیحت اور اشارے کے باعث میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ میں سمجھ گیا تھا وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔

سنو دروپدی! مجھے تم سے اس قدر محبت اور پیار ہے کہ میں تو ابھی تک تمہارا وہ حادثہ بھی فراموش نہیں کر سکا جب دریودھن کا بھائی گھسیٹ کر تمہیں بڑے ہال میں لایا تھا۔

سنو دروپدی! یہ جلاوطنی کے دن کامیابی کے ساتھ گزر جانے دو۔ پھر تم دیکھنا کہ میں اس کیچک اور دریودھن کے بھائی دسوناسے تمہاری بے عزتی کا کیسا بھیانک انتقام لیتا ہوں۔

سنو دروپدی! ان دنوں ہمیں بڑا محتاط رہنا چاہیے۔ ہمارے تیرہ برس پورے ہونے میں صرف پندرہ دن رہ گئے ہیں۔ اگر ان پندرہ دنوں کے اندر ہم نے یہاں پر کوئی بڑا حادثہ کھڑا کر دیا تو لوگوں پر ہماری شناخت ظاہر ہو جائے گی۔

اور دروپدی! تم جانتی ہو کہ اگر ایسا ہو گیا تو ہمیں مزید بارہ برس کا عرصہ جنگلوں میں گزارنا ہوگا اور میں ایسا نہیں چاہتا۔

دروپدی! میں بڑا بے چین ہوں کہ یہ پندرہ دن بڑی تیزی سے گزر جائیں۔ اس کے بعد میں کیچک اور دسوناسے تمہارا انتقام لوں گا۔ لہٰذا اس موقع پر میں تمہیں یہی مشورہ دوں گا کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اسے صرف اور صرف پندرہ دن کے لیے صبر و خاموشی سے برداشت کر جاؤ۔"

دروپدی نے بھیم سین کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور روتی ہوئی آواز میں اس نے بھیم سین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے بھیم سین! مجھے امید نہ تھی کہ تم ایسی سنگدلی اور بیگانگی سے میری خواہش اور میری آرزو کو ٹھکرا کر رکھ دو گے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اب میرے لیے زندہ رہنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اب موت ہی میرے ان مسائل

کا حل ہے۔

اے بھیم سین! اگر تم کیچک کو قتل نہیں کر سکتے تو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ آج رات ہی میں زہر پی کر اپنا خاتمہ کر لوں گی۔"

دروپدی کی اس بات پہ بھیم سین تڑپ اٹھا۔

آگے بڑھ کر اس نے بڑے پیار سے پہلے اس کے دونوں بازو تھام لیے۔ پھر اپنے اوپر لی ہوئی چادر سے اس کی آنکھیں خشک کیں۔ پھر بڑے پیار سے بولا:

"سنو دروپدی! میں تم کو روتا ہوا اور اداس نہیں دیکھ سکتا۔ تمہاری حالت دیکھتے ہوئے اب میں تم کو یہ مشورہ بھی نہیں دے سکتا کہ ان حالات میں پندرہ دن اور صبر کرو۔

سنو دروپدی! میں کیچک سے انتقام لوں گا اور تمہاری خاطر میں اسے کل ہی ختم کر دوں گا۔ یہ میرا تمہارے ساتھ وعدہ ہے۔"

بھیم سین کے اس فیصلے پر دروپدی خوش ہو گئی۔

اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے اپنے دونوں بازو چھڑاتے ہوئے بھیم سین کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چوم لیے۔

اس لمحے وہ بھیم سین سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بھیم سین نے اس کے بولنے سے پہلے اسے خود مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"سنو دروپدی! اب تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو اور کل کیچک سے اس کے محل میں جا کر ملو۔ اور اس سے کہو کہ میں کل کے واقعے پر اور حادثے پہ شرمندہ ہوں اور یہ کہ میں اپنے کل کے رویے پر تم سے دلی معافی مانگتی ہوں۔

کیچک اگر واقعی تم سے دست درازی کرنا چاہے تو تم بڑے پیار سے اور بڑی چاہت سے اسے مخاطب کر کے کہنا کہ محل میں تم اس کے ساتھ رات بسر نہیں کر سکتی ہو۔ اس لیے کہ اگر کسی کو علم ہو گیا تو تم بدنام ہو کر رہ جاؤ گی اور راج محل میں رہنے کے قابل نہ رہو گی۔ لہٰذا تم کیچک سے کہنا کہ راجہ نے راج محل سے متصل جو ناچ گھر بنوایا ہے اور جس کے اندر راجہ نے خوبصورت کمرے اور حسین و جمیل بڑی بڑی مسہریاں بچھائی ہیں۔ ان کمروں میں سے ایک کمرے میں تم اس کا رات کو انتظار کرو گی۔

جب تم یہ الفاظ کیچک سے کہو گی تو وہ خوش ہو جائے گا اور وہ تم سے ملنے کے لیے رات کو ضرور اس راج محل کے ساتھ بنے ہوئے ناچ گھر میں ملنے کے لیے آئے گا۔ میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا اور پھر تم دیکھنا کہ۔

میں وہاں کیسے کیچلک کا کام تمام کر کے رکھ دوں گا۔"

بسیم سین کی یہ گفتگو سن کر دردوہدی پُرسکون اور خوش ہوگئی۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اور دبے پاؤں چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

ایک روز صبح ہی صبح یوناف چونک کر اپنے بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ سرائے کے صحن میں بہت سے لوگ جمع تھے جن کی وجہ سے سرائے میں ایک شور کا طوفان برپا تھا۔

جونہی یوناف بستر پر اٹھ کر بیٹھا اسی وقت اس کے ساتھ والی مسہری پر لیٹی ہوئی بیوسا بھی اٹھ گئی اور استفہامیہ انداز میں یوناف کو دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا:

"یہ باہر سرائے کے صحن میں لوگوں کا شور کیسا ہے؟ کیا یہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے صبح ہی صبح لوگ جمع ہو گئے ہیں۔"

یوناف اپنے بستر سے اتر آیا اور بولا:

"تم اپنے بستر پہ لیٹ کر آرام کرو۔ میں صحن میں جاتا ہوں اور وہاں جمع ہونے والے لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا معاملہ ہے۔"

اس پہ بیوسا بھی اپنے بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی اور یوناف کی طرف دیکھ کر بولی:

"نہیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی اور دیکھتے ہیں کہ وہاں کیا معاملہ ہوا ہے۔ پھر ساتھ ہی مطبخ سے دونوں کھانا کھالیں گے۔"

یوناف نے بیوسا کی اس تجویز کو پسند کیا۔ دونوں نے باری باری طہارت خانے میں جا کر منہ دھویا۔ پھر کمرے سے نکل کر وہ سرائے کے احاطے کو ہو لیے۔

دونوں جب اصطبل کے سامنے سرائے کے کھلے احاطے میں آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ جمع تھے اور بڑی بے بسی کے عالم میں اپنے درمیان کسی چیز کو بڑے غور اور انہماک سے دیکھ رہے تھے۔ ایک طرف چند عورتیں سوچوں کا بوجھ لیے اور دکھ کے عمیق غموں میں ڈوبی سسکیاں لیتی ہوئی فاختاؤں کی طرح

رو رہی تھیں۔

یوناف اور بیوسا نے ایک بار اس سارے ماحول کا جائزہ لیا پھر وہ لوگوں کے اس ہجوم کے اندر گھس گئے انہوں نے دیکھا وہاں جمع ہونے والے لوگوں کے درمیان تین لاشیں پڑی ہوئی تھیں جن کے چہرے مسخ ہو چکے تھے اور بدن سے جگہ جگہ گوشت غائب تھا۔ لباس تار تار تھا۔

یوناف نے ایک بار پھر اس ماحول کا جائزہ لیا۔ وہاں جمع ہونے والے لوگ دستِ طلب اور دعا کے حرف کی طرح اداس کھڑے تھے۔ ایک طرف سرائے کا مالک گردن جھکائے کھڑا تھا۔ اس کی رنگت پیلی اور آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ بالکل اس دیے کی مدھم لو کی طرح جس سے ساری رات کی نیند الجھتی رہی ہو۔ یہ سارا سماں دیکھنے کے بعد یوناف نے اپنے قریب کھڑے ایک شخص سے پوچھا:

"میرے بھائی! یہ سارا معاملہ کیا ہوا اور یہ مرنے والے کون ہیں؟"

اس شخص نے غور سے یوناف کی طرف دیکھا اور جواب دیا:

"یہ تینوں مرنے والے اسی سرائے میں ٹھہرے ہوئے تھے اور وہ ایک طرف بیٹھی ہوئی عورتیں جو رو رہی ہیں وہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ رات کو جانے کیا چیز ان تینوں پر حملہ آور ہوئی اور ان تینوں کو ان کے کمرے سے نکال کر یہاں پھینک گئی ہے۔ تم ان کے چہروں کی حالت دیکھو بالکل مسخ کر دیے گئے ہیں۔ ان کے کپڑے بھی چیر پھاڑ دیے گئے ہیں اور ان کے جسموں سے گوشت بھی کاٹ دیا گیا ہے۔ بالکل اس انداز سے جیسے کوئی درندہ ان پر حملہ آور ہوا ہو۔۔۔۔ اور ان کے جسم سے گوشت نوچ نوچ کر کھا گیا ہو۔"

اس انکشاف کے بعد یوناف نے ایک بار پھر مڑ کر ان روتی ہوئی عورتوں کی طرف دیکھا۔ وہ بے چاری کمھری بکھری خانہ بدوش عورتوں کے لاشوں، ویران گزرگاہوں، دیمک آلود دروبام، محرومیوں کی داستان اور مسمار خوابوں کی طرح ایک طرف بیٹھی نوحہ کناں تھیں۔

یہ دیکھ کر یوناف کی حالت آتش کدے بدلتے تیوروں جیسی ہو کر رہ گئی۔ اس کا چہرہ تپ کر سرخ ہو گیا اور وہ آندھیوں کی شدت اختیار کرتا جا رہا تھا۔

ایسا لگتا تھا کہ اس کے سامنے گویا کسی نے نزع کا وقت لا کھڑا کیا ہو یا اس کے پاؤں میں نا امیدیوں کے سراب باندھے جانے لگے ہوں۔ مجموعی طور پر یوناف کا ہر نفس طوفان شوریدہ سر اور ہر سانس زلزلہ بنتا جا رہا تھا۔

اتنے میں سرائے کا مالک تیز تیز چلتا ہوا اور لوگوں کو ادھر ادھر ہٹاتا ہوا یوناف کے پاس آیا اور روتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے بولا:

"اے یوناف! تم ایک عرصے سے میری اس سرائے میں قیام کیے ہوئے ہو۔ کیا تم نے میری سرائے میں کوئی ایسا حادثہ نمودار ہوتے دیکھا ہے۔ لوگ میرے ہاں بڑے سکون سے اپنا وقت گزارتے ہوئے اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہوتے رہے ہیں لیکن یہ حادثہ جو آج پیش آیا ہے اور ان تین جوانوں کو ان کے کمروں سے نکال کر اور ان کی لاشوں کو اس بری طرح مسخ کر کے سرائے کے صحن میں ڈال دیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے خلاف کوئی سازش کی جا رہی ہے تاکہ لوگ میری سرائے میں آنا بند کر دیں اور میرا سارا کاروبار ختم ہو کر رہ جائے۔"

سرائے کے مالک کی یہ باتیں سن کر یوناف کو بے حد دکھ ہوا۔ وہ واقعی ایک عرصے سے اس سرائے میں رہ رہا تھا اور سرائے کے مالک کا سلوک لوگوں کے ساتھ بے حد مشفقانہ اور نرم تھا۔ اسی بنا پر یوناف نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا اور پھر وہ اس کی پیٹھ پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا:

"تم فکرمند نہ ہو۔ اگر یہ تمہارے خلاف کوئی سازش ہے تو ہم سب مل کر ضرور اس سازش کو بے نقاب کریں گے اور تمہاری سرائے کے دھندے کو ختم نہیں ہونے دیں گے۔

اب تم سب سے پہلا کام یہ کرو کہ ان تینوں مرنے والوں کی تدفین کا انتظام کرو۔ اس لیے کہ جوں جوں لوگ یہاں پر جمع ہوں گے اور ان لاشوں کو دیکھیں گے تو اس سے تمہاری سرائے کے کاروبار پر برا اثر پڑے گا۔ لہٰذا ان لاشوں کو فوراً یہاں سے اٹھا کر دفن کر دینا چاہیے۔"

سرائے کے مالک کو یوناف کی یہ بات بے حد پسند آئی لہٰذا ان سب لوگوں نے مل کر لاشوں کی تدفین کا کام شروع کر دیا۔

بظاہر سرائے میں پیش آنے والا یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا تھا اور لوگ پھر پُرسکون ہو کر سرائے میں قیام کرنے لگے تھے لیکن دوسرے روز پھر ایسا ہی حادثہ پیش آیا۔

سرائے میں قیام کرنے والے لوگ جب صبح اٹھے تو انہوں نے دیکھا کہ اس روز چار لاشیں سرائے کے صحن میں ادھڑی ہوئی پڑی تھیں۔ یہ لاشیں بھی ان لوگوں کی تھیں جو سرائے میں قیام پذیر تھے۔

سرائے کا مالک یہ حال دیکھ کر غصے اور غم میں بری طرح چلانے لگا۔

یوناف نے پہلے روز کی طرح اسے پھر ڈھارس دی اور ان لاشوں کی تدفین کا بندوبست کر رہا تھا۔ پھر جب سرائے کے مطبخ میں کھانا کھانے کے بعد یوناف، بیوسا کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا تو اس نے مدھم اور دھیمی آواز میں پکارا:

"ابلیکا! ابلیکا! تم کہاں ہو؟"

تھوڑی دیر کے بعد ابلیکا نے یوناف کی گردن پر لمس دیا تو یوناف نے اسے سنجیدہ اور غم آلود سی آواز میں کہنا شروع کیا:

"ابلیکا! ابلیکا! شاید تم جانتی ہو گی کہ سرائے کے اندر گزشتہ روز تین مسافروں کو قتل کر کے اور ان کی لاشوں کو بری طرح مسخ کر کے صحن میں ڈال دیا گیا تھا اور آج چار مسافروں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا ہے۔ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے اطراف میں گھوم جاؤ اور دیکھو کہ سرائے کے اندر قیام کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کون کر رہا ہے اور وہ کون سی قوت ہے جو سرائے میں قیام کرنے والے مسافروں کو ان کے کمروں سے نکال کر اور ان کی لاشوں کو مسخ کر اور اس بری طرح ادھیڑ کر سرائے کے صحن میں پھینک جاتی ہے"۔

جواب میں ابلیکا نے بڑی پُرسکون اور حیات بخش سی آواز میں یوناف سے کہا:

"اے یوناف! تم فکر مند نہ ہو میں ابھی جاتی ہوں اور اس بات کا پتہ کرتی ہوں کہ سرائے کے اندر ایسا خونی کھیل کون کھیل رہا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ابلیکا یوناف کی گردن سے علیحدہ ہو گئی۔

○

بھیم سین سے ملنے کے بعد دروپدی نے رات کا کھانا کھانے کے بعد رات کا وہ حصہ پُرسکون انداز میں گزار دیا۔ دوسرے روز صبح کا کھانا کھانے کے بعد وہ راج محل میں اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ کیچک اس کے کمرے میں داخل ہوا۔

وہ اس کے سامنے آ کر رکا اور کہنے لگا:

"اے سرندھری! تو نے دیکھا کہ جو معاملہ میں نے تمہارے ساتھ کیا کل اس کے سلسلے میں ویرات کے راجہ نے ایک لفظ بھی تمہارے حق میں اور میرے خلاف نہیں کہا اور راجہ کا یہ رویہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ میرے خلاف کچھ کہتے ہوئے اور میرے خلاف کوئی قدم اٹھاتے ہوئے ڈرتا ہے۔

اس بات کو تم یوں بھی کہہ سکتی ہو کہ راجہ مجھ سے خوفزدہ رہتا ہے کہ ریاست کے لشکر میرے ماتحت ہیں اور اگر اس نے میرے خلاف کوئی عملی قدم اٹھانے کی کوشش کی تو اسی وقت اسے میں راج پاٹ سے علیحدہ کر سکتا ہوں۔

لہٰذا اس ریاست کے اندر میں کچھ بھی کروں راجہ میرے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔

اے سرندھری! تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میری پیش کش کا مثبت جواب دو۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں کیونکہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں اور تم سے شادی کا خواہاں ہوں۔ تمہارے وہ پانچوں شوہر کیسے شوہر ہیں جو تمہیں یہاں بے بسی اور لاچارگی کی حالت میں چھوڑ گئے ہیں۔

سنو سرندھری! وہ اس قابل نہیں ہیں کہ تم ان کی بیوی بن کر رہو۔ تم میرے ساتھ چلو۔ مجھ سے شادی کر لو اور میرے محل کے اندر اس ریاست کی حقیقی رانی بن کر زندگی بسر کرو۔

اور سنو سرندھری! اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو مجھے اپنے انتقام کی تسکین کے لیے زبردستی کرنا پڑے گی اور اس معاملہ میں تمہارے شوہر بھی یہاں آ گئے تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں ان کے بھی سر قلم کر کے تمہیں حاصل کروں گا۔ لہٰذا میری ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد مجھے اپنے آخری فیصلہ سے آج اور ابھی فوری طور پر آگاہ کرو۔"

کیچک کی یہ گفتگو سن کر دروپدی تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ پھر اس نے اپنے چہرے پر ایک خوشگوار اور انتہائی پرکشش مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنی سامنے والی نشست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیچک سے کہا:

"بیٹھو۔ میں تم سے بات کرتی ہوں"۔

کیچک دروپدی کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اور اس کے بدلے ہوئے انداز اور رویے کو دیکھ کر خوش ہوا۔ پھر وہ بڑی تیزی سے اس کے سامنے والی نشست پر بیٹھ کر اس کی طرف دیکھنے لگا کہ دیکھیں اب دروپدی کیا کہتی ہے۔

دروپدی نے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹوں کو اور زیادہ جاذب نظر اور پرکشش بناتے ہوئے کہا:

"سنو کیچک! مجھے تمہارے ساتھ اپنے رویے پر شرمندگی اور ندامت ہے۔ میں نے کافی سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم مجھے دیوانگی کی حد تک چاہتے ہو اور مجھ سے پیار کرتے ہو۔ میں تمہارے ساتھ تعلقات استوار کرنے اور تمہارے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اس کے لیے میری دو شرائط ہیں:

دروپدی کی یہ گفتگو سن کر کیچک خوشی کے مارے ایک طرح اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ پھر اس نے فوراً دروپدی سے پوچھا:

"اے سرندھری! تمہاری کیا شرائط ہیں؟"

دروپدی پھر پہلے کی طرح خوش گوار انداز میں بولی:

"سنو کیچک! جب میرے پانچوں شوہروں کو تمہارے ساتھ میرے تعلقات کی خبر ہوگی تو وہ ضرور نہ صرف یہ کہ تم پر بلکہ مجھ پر بھی حملہ آور ہوں گے اور مجھے بھی قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔

میری پہلی شرط یہ ہے کہ تم ان پانچوں سے میری حفاظت کرو گے اور مجھے ان کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچاؤ گے۔"

اس پر کیچک فوراً کہنے لگا:

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ وہ پانچوں تو کیا میں دنیا کی ہر طاقت کے خلاف تمہاری حفاظت کروں گا۔

اب تم دوسری شرط کہو۔"

کچھ سوچ بچار کے بعد دروپدی کہنے لگی:

"میں اس وقت تک تم سے باقاعدہ شادی نہ کروں گی جب تک میرے پانچوں شوہر ٹھکانے نہیں لگا دیے جاتے۔"

اس پر کیچک کے چہرے پر اداسی اور افسردگی چھا گئی۔ وہ بولا:

"تو کیا اس وقت تک میں تمہیں دیکھنے کو ترستا رہوں گا؟"

اس پر دروپدی تڑپ کر بولی:

"نہیں۔ ایسا معاملہ نہیں ہے۔ ہم ہر روز رات کو آپس میں ملتے رہیں گے۔"

اس پر کیچک پھر تڑپ اٹھا اور پوچھنے لگا:

"کیا رات کے وقت تم میرے محل میں آیا کرو گی؟"

دروپدی نے کہا:

"ایسا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک میں تمہارے ساتھ باقاعدہ شادی نہیں کر لیتی اور باقاعدہ شادی میں اس وقت تک نہ کروں گی جب تک میرے پانچوں شوہروں کو تم ٹھکانے نہیں لگا دیتے۔ ہاں تمہاری اس بے چینی کا حل میں نے تلاش کیا ہے۔"

"تم جانتے ہو کہ راج محل کے قریب ہی راجہ نے ایک نیا ناچ گھر تیار کرایا ہے۔ اس ناچ گھر کے بڑے بڑے کمرے ہیں جن میں سے ایک کمرے کے ایک کونے میں ایک انتہائی اعلیٰ قسم کی مسہری بھی ڈالی گئی ہے۔ جہاں پر رقص کرنے والے باری باری آرام کرتے ہیں۔ اے کیچک! میں ہر روز آدھی رات کے وقت اسی مسہری پر تمہارا انتظار کروں گی۔

اور میری دوسری شرط یہ ہے کہ آدھی رات کے وقت اس ناچ گھر میں تم مجھ سے ملنے اکیلے آیا کرو گے۔ اگر تم اپنے ساتھ اپنے کسی ساتھی یا سنگی کو بھی لاؤ گے تو پھر میں کبھی بھی تم سے ملنے نہیں آؤں گی۔ بس تمہارے ساتھ تعلقات استوار کرنے کے لیے میری یہی دو شرائط ہیں۔"

اس پر کیچک بڑے پیار بھرے انداز میں دروپدی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولا:

"سنو سرندھری! میں تم سے پیار اور محبت کرتا ہوں۔ میں ایسا پاگل اور دیوانہ تو نہیں ہوں کہ رات کے وقت تم سے ملنے کے لیے اپنے کسی ساتھی کو وہاں لاؤں۔

سنو سرندھری: میں اس ناچ گھر میں آدھی رات کے وقت روز اکیلا تم سے ملنے آؤں گا۔ یہ جو فیصلہ تم نے میرے حق میں کیا ہے اس کے لیے میں تمہارا بے حد ممنون ہوں۔"

اس پر سرندھری یعنی دروپدی نے کہا:

"اے کیچک! اب تم اپنے محل کی طرف چلے جاؤ اور آج آدھی رات کو مجھے ناچ گھر کے اندر ملو۔ اور سنو! اب تم جاؤ۔ اگر کسی نے تمہیں یہاں دیکھ لیا تو یہ معاملہ خواہ مخواہ میری بدنامی کا باعث بنے گا۔ اپنے شوہروں کے خاتمے کے بعد جب میں تمہارے ساتھ شادی کر لوں گی تو پھر تم جو چاہے کرتے رہنا اور جتنی دیر چاہے میرے ساتھ بیٹھے رہنا۔"

دروپدی کے منہ سے یہ الفاظ سن کر کیچک مطمئن ہو گیا اور خوش ہو گیا۔ پھر وہ وہاں سے بے حد خوش و خرم ہو کر چلا گیا۔

○

سردی کا موسم اپنے زوروں پر تھا۔

رات بڑی تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔

آدھی رات سے کچھ پہلے دروپدی اپنے کمرے سے نکلی اور دبے پاؤں چلتی ہوئی باورچی خانے سے ملحق اس کمرے کی طرف گئی جس میں بھیم سین رہتا تھا۔

جونہی وہ کمرے کے سامنے آئی بھیم سین کمرے سے نکل آیا۔ وہ عورتوں کی طرح ایک چادر اپنے اوپر ڈالے ہوئے تھا۔

دروپدی کو دیکھتے ہوئے وہ بڑی رازداری سے کہنے لگا:

"سنو دروپدی! میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا تم نے کیچک کو ناچ گھر میں آنے کے لیے کیا وقت دیا ہے؟"

دروپدی بھی سرگوشی ہی کے انداز میں بولی:

"سنو بھیم سین! میں نے اسے کہا تھا کہ وہ آدھی رات کو اس ناچ گھر میں آ جائے۔ وہاں میں اس کا انتظار کر رہی ہوں گی۔"

بھیم سین مطمئن انداز میں کہنے لگا:

"آدھی رات میں ابھی تھوڑی دیر ہے۔ ہمیں اس کے آنے سے پہلے ہی اس ناچ گھر میں پہنچ کر اس کا انتظار کرنا چاہیے۔ تم میرے ساتھ آؤ تاکہ ہم اس کے آنے سے پہلے ہی اس ناچ گھر کے اندر داخل ہو کر اس کا انتظار کریں۔"

جواب میں دروپدی نے کچھ بھی نہ کہا اور خاموشی سے بھیم سین کے ساتھ ہو لی۔

دونوں دبے پاؤں مگر کسی قدر تیزی سے چلتے ہوئے ناچ گھر کی طرف چل پڑے۔ سردی چونکہ اپنے عروج پر تھی اس لیے ناچ گھر کے نگران اور منتظمین ناچ گھر سے ملحقہ اپنے اپنے کمروں میں گہری نیند سو رہے تھے لہٰذا دروپدی اور بھیم سین بھی بے فکر ہو کر ناچ گھر کے بڑے کمرے میں داخل ہو گئے۔

ناچ گھر کے اندر جو بڑا سا پلنگ بچھایا گیا تھا اس کے قریب آ کر بھیم سین رک گیا اور دروپدی کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"دروپدی! تمہاری جگہ میں اس پلنگ پر لیٹ کر کیچک کا انتظار کرتا ہوں۔"

پھر اس نے ایک قریبی ستون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"دروپدی! تم اس ستون کی اوٹ میں کھڑی ہو جاؤ اور جب کیچک اس کمرے میں داخل ہو تو تم بالکل کوئی آواز یا کھٹکا نہ پیدا کرنا۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر سیدھا میری طرف اس پلنگ پر آئے گا اور مجھے یہاں سوتا پا کر وہ ضرور یہی اندازہ لگائے گا کہ تم یہاں لیٹ کر اس کا انتظار کر رہی ہو لہٰذا جب وہ میرے پاس آئے گا تو پھر میں اس پر موت طاری کر کے رکھ دوں گا۔"

بھیم سین کے کہنے پر دروپدی اس ستون کی اوٹ میں کھڑی ہو گئی۔ خود بھیم سین پلنگ پر لیٹ گیا اور اپنے اوپر وہ عورتوں والی چادر اوڑھ لی جو وہ اپنے کمرے سے اوڑھ کر آیا تھا۔

بھیم سین اور دروپدی کو زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد کیچک دبے پاؤں اور آہستہ آہستہ کھٹکا اور آواز پیدا کیے بغیر اس ناچ گھر میں داخل ہوا۔

اندھیرے میں وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا سیدھا اس پلنگ کی طرف آیا جس پر بھیم سین لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آمد پر ستون کی اوٹ میں کھڑی ہوئی دروپدی سانس روک کر رونما ہونے والے واقعات کا انتظار کرنے لگی۔

کیچک جب پلنگ کے قریب آیا اور اس نے دیکھا کہ پلنگ پر کوئی لیٹا ہوا ہے تو وہ خوش ہو گیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ دروپدی پلنگ پر لیٹی اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔

جونہی وہ پلنگ پر آ کر بیٹھا اور اس نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے یہ چاہا کہ وہ دروپدی کا شانہ پکڑ کر ہلائے، ایک دم بھیم سین نے ریشمی چادر کے اندر سے اپنا ہاتھ نکالا اور کیچک کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

کیچک کو وہ ہاتھ مردانہ اور سخت لگا اور وہ کسی قدر پریشان اور حیران ہو گیا کیونکہ اس کے ذہن میں تو یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ دروپدی اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔

ابھی وہ کوئی فیصلہ کرنے کے لیے سوچوں ہی میں الجھا ہوا تھا کہ بھیم سین ملوں کے طوفان اور صدیوں کے سربستہ راز کی طرح پلنگ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

کیچک بھی صبر کی چٹان کی طرح اپنی جگہ پر بیٹھا رہا تاہم وہ پریشان ضرور دکھائی دے رہا تھا۔ پھر اس نے حقیقت جاننے کے لیے کسی قدر دھیمی آواز میں بھیم سین سے پوچھا:

"تم کون ہو اور سرندھری کہاں ہے۔ اگر تم اس کے کوئی جاننے والے ہو تو بتاؤ میرے ساتھ یہ دھوکا کیوں کیا گیا ہے۔ یاد رکھو تم جانتے ہو گے کہ میں کیچک ہوں اور میں اپنے سے دھوکہ کرنے والے اپنے دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا۔"

جواب میں بھیم سین نے کڑکتی ہوئی آواز میں کہا:

"سنو کیچک! سناٹوں کی اس گونج کے اندر میں تجھے موت اور اجل کے سیاہ خانوں کے اندر بانٹنے کے لیے اس ناچ گھر میں آیا ہوں۔

سنو! اس سرندھری کی خاطر جب تم مجھ سے اس ناچ گھر کے اندر ٹکراؤ گے تو تمہاری حالت میں تشنہ دہن مسافر جیسی بنا کر رکھ دوں گا۔"

بھیم سین کی اس گفتگو پر قبرستانوں جیسی اس ویرانی کے اندر کیچک کے چہرے پر تپش اور لو کا طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے لہو کی تازہ حرارت جوش مارنے لگی تھی۔ پھر وہ بھیم سین کو مخاطب کرتے ہوئے بھاری آواز میں بولا:

"تم جو کوئی بھی ہو۔ میں تمہارے اس رویے پر حیران و پریشان نہیں ہوں۔ جو کچھ تم نے ابھی اپنے

الفاظ میں دعویٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ تم بکواس کرتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ میرا نام کیچک ہے اور میں اپنے دشمنوں کی روحوں پر وحشت اور ان کی جانوں پر مسلسل کرب و فراق طاری کرتے ہوئے ان کو ختم کر دینے کا عادی ہوں۔"

بھیم سین نے بکھر بکھر کر اڑتے ہوئے گردوں اور امڈتے طوفان کے سے انداز میں کیچک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"سنو کیچک! آج تک تمہارا واسطہ میرے جیسے جوان سے نہ پڑا ہو گا۔ سنو میں تیری حیات کا تاریک محور قیامت کے مراحل سے گزار کر رکھ دوں گا۔ تیری حیات کے جنجال کو، تیری اس کشمکش دنیا کو اور تیرے سود و زیاں کے اس جہان کو میں موت کے پاتال میں اتار دوں گا۔

سنو کیچک! میں تیری نگاہ آوارہ گیر اور تیری سماعت کو معطل کر کے رکھ دوں گا۔ اٹھو اور اس ناچ گھر کی تاریکی کے اندر بغیر کسی ہتھیار کے میرا مقابلہ کرو اور پھر دیکھو کہ رات کی اس تاریکی، سکوت اور ویرانی کے اندر کون کس کو مغلوب کرتا ہے۔"

بھیم سین کی اس للکار پر کیچک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بھیم سین بھی ایک زہریلی جست کے ساتھ اٹھا وہ دونوں ناچ گھر کی اس تاریکی کے اندر ایک دوسرے سے ٹکرا گئے تھے۔ وہ بری طرح سے ایک دوسرے پر مکے، لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر رہے تھے جبکہ دروپدی خاموشی کے ساتھ ستون کی اوٹ میں کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر تک کیچک ڈٹ کر بھیم سین کا مقابلہ کرتا رہا لیکن جلد ہی اس نے اندازہ کر لیا کہ بھیم سین اس سے کہیں زیادہ طاقتور اور زور آور ہے۔ یہ خیال آتے ہی کیچک پر سستی اور پژمردگی چھانے لگی۔ اسی لمحہ بھیم سین نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور زوردار انداز میں اسے ناچ گھر کے فرش پر پٹخ دیا۔ اس کے ساتھ ہی بھیم سین اچانک کیچک پر وارد ہوا۔ اپنا گھٹنا اس نے کیچک کی چھاتی پر رکھ کر اپنے نیچے اسے دبائے رکھا۔ پھر اس نے زوردار گھونسے مار کر کیچک کی رانیں اور گردن توڑ دی۔

بھیم سین نے جب اندازہ لگا لیا کہ کیچک اب مر چکا ہے تو وہ اٹھ کر ستون کے پاس کھڑی دروپدی کے پاس آیا اور رازداری سے اسے مخاطب کر کے بولا:

"سنو دروپدی! تم جیسی بیوی کی خاطر میں نے کیچک کا کام تمام کر کے رکھ دیا ہے۔ میں نے اس کی دونوں رانیں اور گردن توڑ دی ہے اور اس وقت وہ مردہ حالت میں ناچ گھر میں پڑا ہے۔

سنو دروپدی! اب میں واپس اپنے کمرے کی طرف جاتا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تم اس ناچ گھر کے

نگرانوں اور محافظوں کو جگانا اور انہیں یہ بتانا کہ کیچک تمہارے راج محل کے کمرے سے زبردستی تمہیں اٹھا کے یہاں لایا تھا اور وہ تمہارے ساتھ برے ارادے کی نیت رکھتا تھا کہ اسی دوران تمہارے شوہروں میں سے ایک یہاں آن گھسا اور کیچک کو مار مار کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جب وہ تم سے یہ پوچھیں کہ تمہارا شوہر کدھر گیا تو تم لاعلمی کا اظہار کر دینا کہ وہ رات کی تاریکی میں ادھر آیا اور کیچک کا کام تمام کر کے نہ جانے کدھر چلا گیا۔

جب ناچ گھر کے منتظمین کو کیچک کی موت کا علم ہو گا تو وہ سب لوگوں کو راج محل کے اندر یہ بتاتے پھریں گے کہ ناچ گھر کے اندر کیچک کو سیرندھری کے شوہر نے مار دیا ہے اور جب یہ خبر پھیلے گی تو اس محل کے اندر کوئی بھی تمہیں بری نیت سے دیکھنے کی کوشش نہ کرے گا اور یہ جو ایک سال کی مدت پوری ہونے میں ہمارے صرف تیرہ دن باقی رہ گئے ہیں یہ سکون اور آرام سے گزر جائیں گے۔"

اپنے شوہر بھیم سین کی یہ بات سن کر کہ اس نے کیچک کا کام تمام کر دیا ہے حسین دروپدی کے لرزیدہ ہونٹوں پر عنابی پنکھڑیاں پھڑپھڑاہٹ رقص کرنے لگی۔ اس کے گالوں پر شفق کے نارنجی بادلوں کا سماں بکھر گیا اور خوشی اور مسرت سے اس کے جسم کا ہر خط شبنمی گلاب بن کر دہکنے لگا۔

اس موقع پر وہ آگے بڑھ کر بھیم سین سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بھیم سین حرکت میں آیا اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے ناچ گھر سے چلا گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے دروپدی بھی ناچ گھر سے باہر آئی اور ایک جگہ رک کر انتظار کرنے لگی۔

تھوڑی دیر تک وہ وہیں کھڑی رہی۔ جب اس نے اندازہ لگا لیا کہ بھیم سین اپنے کمرے میں پہنچ گیا ہو گا تو وہ ناچ گھر سے ملحقہ کمروں کی طرف بڑھی جہاں ناچ گھر کے نگران اور منتظمین رہتے تھے۔

وہ ایک کمرے کے دروازے پر رکی اور اس پر زور زور سے دستک دینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا اور ناچ گھر کے دو منتظمین باہر نکلے۔

رات کی تاریکی میں وہ دروپدی کو اپنے سامنے دیکھ کر حیرت اور تعجب میں رہ گئے۔ پھر ایک نے اسے مخاطب کر کے پوچھا:

"اے عورت! تم کون ہو۔ رات کی اس تاریکی میں تم کس غرض سے یہاں آئی ہو اور کیوں دروازے پر دستک دی ہے؟"

اس پر دروپدی تھوڑا سا آگے بڑھی اور ان سے کہنے لگی:

"میرا نام سیرندھری ہے۔ میں راج محل کے زنان خانے میں ہوتی ہوں۔ تم مجھے ضرور جانتے ہو گے۔"

ان میں سے ایک نے کہا:

"ہاں ہم تمہیں جانتے ہیں۔ اگر تم سیرندھری ہو تو یہ بات ہمارے علم میں ہے کہ تم رانی صداشنہ کے زنان خانے میں رہتی ہو۔ اب کہو تم کس غرض سے اس ناچ گھر کی طرف آئی ہو۔"

اس پر دروپدی نے اپنی آواز میں مصنوعی لرزش اور دکھ پیدا کر کے بولی:

"شاید تمہیں خبر نہ ہوگی کہ رانی صداشنہ کا بھائی کیچک مجھے گزشتہ کئی دنوں سے اس امر پر راضی کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں اس کے ساتھ شادی کر لوں جبکہ میں بار بار اس پر ظاہر کر چکی تھی کہ میں شادی شدہ عورت ہوں اور بیک وقت پانچ شوہروں کی بیوی ہوں۔ اور اگر اس نے مجھ پر بری نگاہ ڈالی تو میرے شوہروں میں سے کوئی آ کر ضرور اس کا خاتمہ کر دے گا۔

میری ان ساری باتوں اور نصیحت کا کیچک پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ برابر اس پر کوشاں رہا کہ میں اس کی محبت کا جواب محبت سے دوں اور اس کے ساتھ شادی کر لوں لیکن جب میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو آج رات کیچک مجھے زبردستی اٹھا کر اس ناچ گھر کے پلنگ پر لے آیا۔

وہ میرے ساتھ برا ارادہ رکھتا تھا پر ابھی وہ اپنے ارادے کی تکمیل کرنا ہی چاہتا تھا کہ میرے شوہروں میں سے ایک یہاں وارد ہوا اور اس نے کیچک کو مار مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بس میں تم لوگوں کو یہی بتانا چاہتی تھی کہ کیچک نے میرے ساتھ برائی کرنا چاہی لہٰذا میرے شوہر نے اس کے ساتھ لڑائی کی اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا لہٰذا تم کیچک کی لاش کو سنبھالو جو ناچ گھر میں پڑی ہے۔"

ناچ گھر کے نگران دروپدی کے اس انکشاف پر دنگ اور حیران رہ گئے اور دروپدی سے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے انہوں نے اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی سوتے سے اٹھایا۔ پھر وہ اکٹھے ہو کر ناچ گھر میں داخل ہوئے۔

انہوں نے دیکھا وہاں واقعی کیچک کی لاش پڑی تھی لہٰذا وہ وہاں سے بھاگے اور راجہ اور رانی کے علاوہ وہ ریاست کے سرکردہ لوگوں کو اس حادثے کی اطلاع کرنے لگے جبکہ دروپدی خاموشی کے ساتھ وہاں سے نکل کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

○

راج محل اور ویرت شہر کے اندر صبح ہونے تک کیچک کے لیے ماتم کیا جاتا رہا۔ دوسرے دن جب کیچک کی

لاش کو جلانے کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو کیچک کے پانچ بھائی راجہ کے پاس آئے۔ اس وقت بھیم سین بھی راجہ کے پاس کھڑا تھا اور اسے کھانے کے لیے مختلف اشیا پیش کر رہا تھا۔

کیچک کے پانچ بھائیوں میں سے ایک جس کا نام اپاکیچک تھا اس نے ویرت کے راجہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"اے راجہ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے بھائی کیچک کی قاتل آپ کے محل میں رہنے والی سیرندھری نام کی وہ عورت ہے جس کے پانچ شوہر ہیں۔ ہمارا بھائی سیرندھری کو پسند کرتا تھا اور اسے چاہیے تھا کہ ہمارے بھائی کے ساتھ شادی کر لیتی اسی میں اس کی بہتری اور بھلائی تھی۔ پر جب ہمارا بھائی اسے اٹھا کر اس ناچ گھر میں لے گیا تو وہاں اس کا ایک شوہر اس کی مدد کے لیے آ گیا اور اس نے کیچک کو قتل کر دیا۔

اے راجہ! میں حیران اور پریشان ہوں کہ اس کا صرف ایک شوہر کیچک کو کیسے قتل کر سکتا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ ہمارے بھائی کے قتل کے سلسلے میں ان گنت اور بڑے بڑے ہاتھ ہیں۔

اے راجہ! ہم سب بھائیوں نے مل کر فیصلہ کیا ہے کہ سیرندھری چونکہ ہمارے بھائی کی قاتل ہے اس لیے ہم اسے بھی اپنے بھائی کے ساتھ جلا دیں گے۔ اس سلسلے میں ہم آپ سے اجازت طلب کرنے آئے ہیں کہ ہمیں ابھی سیرندھری کو مرگھٹ کی طرف لے جانے کی اجازت دی جائے جہاں ہم چتا میں اپنے بھائی کے ساتھ سیرندھری کو بھی جلا دیں گے۔"

اپاکیچک کی اس تجویز کو سن کر راجہ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ کن انداز میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"اے اپاکیچک! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ سیرندھری کو واقعی کیچک کے ساتھ جلا دینا چاہیے لہٰذا تم سیرندھری کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو لیکن میری بات دھیان سے سنو۔ سیرندھری اس وقت اپنے کمرے میں ہے۔ تم پانچوں بھائی جاؤ اور اسے اٹھا کر اپنے ساتھ اپنے بھائی کی چتا کی طرف لے جاؤ۔ پر میری ایک بات پلے باندھ کر رکھنا۔۔۔۔ اور وہ یہ کہ سیرندھری کو عام راستے سے چتا کی طرف نہ لے جانا۔ اس طرح لوگوں میں جب یہ خبر پھیلے گی کہ سیرندھری کو بھی کیچک کے ساتھ جلایا جانے لگا ہے تو لوگ ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ لوگوں میں پہلے ہی یہ خبر عام ہو چکی ہے کہ کیچک سیرندھری کو اس کے کمرے سے لے جا کر بے آبرو کرنا چاہتا تھا۔ اس کے اس فعل پر لوگ اس سے نالاں ہیں۔ اب اگر تم عام راستے سے کیچک کی چتا میں جلانے کے لیے سیرندھری کو لے کر جاؤ گے تو لوگوں کے غصے اور برہمی میں اور اضافہ ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ اس وجہ سے شہر میں امن و امان درہم برہم ہو جائے اس لیے میں تمہیں یہ مشورہ دوں گا کہ تم سیرندھری کو کسی گمنام

راستے سے مرگھٹ کی طرف لے جاؤ۔ اس طرح لوگوں کو کانوں کان خبر نہ ہو گی کہ سرندھری کو کیچک کے ساتھ زندہ جلا دیا گیا ہے۔"

اپاکیچک نے بڑی خوشی اور سکون سے راجہ کو جواب دیا:

"اے راجہ۔ ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے ہمیں سرندھری کو کیچک کے ساتھ جلانے کی اجازت دے دی ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ ہم سرندھری کو یہاں سے اٹھا کر ایسے راستے سے چتا کی طرف لے کر جائیں گے کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے گا اور کسی کو شہر کے اندر کانوں کان خبر نہ ہو گی کہ کیچک کے ساتھ ساتھ سرندھری کو بھی جلا دیا گیا ہے۔"

اپاکیچک کے یہ الفاظ سن کر راجہ خوش ہوا اور اس سے بولا:

"اب تم یہاں سے جاؤ اور سرندھری کو یہاں سے اٹھا کر لے جاؤ۔"

لہٰذا وہ سب بھائی حرکت میں آئے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے سرندھری کے کمرے کی طرف روانہ ہو گئے۔

پانچوں بھائی طوفانی انداز میں سرندھری کے کمرے میں داخل ہوئے اور اسے اٹھا لیا۔ اس بے چاری نے اپنے طور پر بے حد مزاحمت کی اور اپنے آپ کو بچانے کی بہت کوشش کی لیکن ان پانچوں کے سامنے اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ پانچوں اسے اٹھا کر مرگھٹ کی طرف لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔

بھیم سین نے بھی یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اندازہ دروپدی کو اٹھانے والے پانچوں بھائیوں سے پہلے ہی سنسان راستے میں آ کر بیٹھ گیا، جہاں سے دروپدی کو اٹھا کر انہوں نے مرگھٹ کی طرف سے جانا تھا۔

جب وہ پانچوں دروپدی کو ایک چارپائی پر رسیوں سے باندھ کر چتا کی طرف لے جا رہے تھے تو ایک مناسب جگہ بھیم سین گھات سے نکلا اور اچانک اس نے ان پانچوں پر حملہ آور ہو کر ان سب کو موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا۔

پھر اس نے جلدی جلدی دروپدی کو رسیوں سے آزاد کیا۔ چارپائی کو ایک طرف پھینک دیا اور دروپدی کو مخاطب کر کے تیزی سے کہا:

"دیکھو دروپدی! میں اپنا چہرہ اور جسم کے زیادہ حصے ڈھانپ کر ان پانچوں پر حملہ آور ہوا ہوں اور کوئی مجھے پہچان نہیں سکتا کہ حملہ آور کون ہے۔ تم یہاں سے فی الفور بھاگ کر راج محل میں اپنے کمرے کی طرف چلی جاؤ۔ میں بھی اپنے کمرے کی طرف جاتا ہوں۔ اس لیے کہ ہمارا یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اگر کسی نے مجھے پہچان لیا تو لوگ یہ بھی جان جائیں گے کہ کیچک اور اس کے پانچوں بھائیوں کا قاتل بھی میں ہی ہوں لہٰذا لوگ مجھے زندہ نہ چھوڑیں گے۔"

یہ کہہ کر بھیم سین بھاگتا ہوا وہاں سے چلا گیا جبکہ دروپدی بھی پر سکون حالت میں وہاں سے راج محل کی طرف چلی گئی۔

○

جب یہ خبر راج محل اور لوگوں میں پھیلی کہ کیچک کے بھائیوں کو بھی گمنام حملہ آوروں نے قتل کر دیا ہے جو سرندھری کو کیچک کی چتا کی طرف لے جا رہے تھے تو نہ صرف یہ کہ راج محل میں بلکہ شہر کے اندر بھی خوف و ہراس پھیل گیا۔ سرندھری کا سامنا کرتے ہوئے لوگ ڈرنے لگے اور اسے کوئی مافوق الفطرت عورت خیال کرنے لگے۔

ان حالات میں ویرت کا راجہ اپنی رانی سداشنہ کے کمرے میں آیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے فکرمندی سے کہنے لگا:

"سنو سداشنہ! سرندھری نام کی یہ عورت بے حد خوبصورت ہے اور جو بھی اس کو نظر بھر کر دیکھتا ہے اس کی محبت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کی محبت کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے شوہر کہیں سے نمودار ہوتے ہیں اور اس سے محبت کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

سنو سداشنہ! میں خیال کرتا ہوں کہ اس سرندھری کے شوہر اس کی حفاظت کرنے کے لیے اسی شہر میں بھیس بدل کر رہتے ہیں۔۔۔۔ جب بھی اسے کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے اور اس خطرے کو ٹال دیتے ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ عورت ہمارے لیے کوئی مستقل خطرہ ثابت نہ ہو۔ تم ابھی اور اسی وقت اسے بلاؤ اور اسے کہو کہ اسے کافی پناہ دے دی گئی ہے لہٰذا اب اسے مزید یہاں نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ اس محل کو چھوڑ دے اور جہاں جی چاہے چلی جائے۔

سنو سداشنہ۔ اگر تم اس عورت کو مزید یہاں رکھو گی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ عورت ہمارے لیے مسائل ہی مسائل کھڑے کرے گی۔ اب میں جاتا ہوں۔ میری غیر موجودگی میں تم اسے یہاں بلاؤ اور اسے کہو کہ اب وہ یہاں مزید نہیں رہ سکتی لہٰذا کسی اور پناہ گاہ کی تلاش کرے۔"

راجہ کے جانے کے بعد رانی سداشنہ نے دروپدی کو اس کے کمرے سے بلایا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی:

"سومندھری۔ اب تم مزید اس راج محل میں نہیں رہ سکتیں لہٰذا میں تم سے یہ کہوں گی کہ کسی اور مناسب پناہ گاہ کی تلاش میں یہاں سے چلی جاؤ۔

سنو سومندھری! تم ایک خوبصورت اور پرکشش عورت ہو اور مجھے تمہاری طرف سے خدشہ ہے اور یہ خطرہ لاحق ہے کہ جو بھی تمہاری طرف مائل ہوتا ہے تم اس کے لیے موت کا پیغام بنتی ہو۔ تمہاری خاطر میں اپنے سگے بھائی سے ہاتھ دھو بیٹھی اور تمہاری ہی وجہ سے میرے پانچ سوتیلے بھائی بھی موت کا نذر ہو گئے۔ تم ایک سنگدل عورت ہو اور تم نے میرے بھائی کی محبت اور چاہت کا بھی مذاق اڑایا ہے۔

میں نے ایک اچھے اور نیک جذبے کے تحت تمہیں اس راج محل میں پناہ دی تھی لیکن تم نے مجھے اس کا یہ صلہ دیا کہ جو میرا سگا بھائی تھا اور ریاست کی فوج کا سپہ سالار تھا وہ بھی ضائع ہوا اور اس کے علاوہ تم نے میرے مزید پانچ بھائی بھی مجھ سے جدا کر دیے لہٰذا میں تم سے یہ کہتی ہوں کہ تم اس راج محل کو چھوڑ دو اور پناہ لینے کے لیے کسی اور جگہ چلی جاؤ۔"

سداشنہ جب خاموش ہوئی تو دروپدی نے نہایت عاجزی سے اور کسی قدر روتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا:

"سنو رانی! میں بے حد شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے آپ کی ریاست میں یہ حادثے پیش آئے اور میری ہی وجہ سے آپ کو اپنے چھ بھائیوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔

اے رانی! میں نے پہلے ہی آپ کو اور آپ کے بھائی کو بتا دیا تھا کہ جو کوئی بھی مجھے بری نظر سے دیکھنے کی کوشش کرے گا میرے شوہر اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے جنہوں نے مجھے ایک سال کے لیے یہاں چھوڑ رکھا ہے۔

اے رانی! آپ کے بھائی نے میری اس نصیحت پر کوئی دھیان نہ دیا اور وہ دیوانہ وار میرے پیچھے پڑ گیا۔ لہٰذا وہ موت کا شکار ہو گیا۔

سنو رانی! تم جانتی ہو کہ ایک بدشگونی کے تحت مجھے ایک سال کے لیے یہاں چھوڑا گیا ہے اور سال پورا ہونے میں اب صرف تیرہ دن باقی ہیں۔

میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ مجھے صرف تیرہ دن مزید اس راج محل میں رہنے کی اجازت دے دیجئے اور اس کے بعد میں خود ہی آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ یہ تیرہ دن پورے ہونے پر میں خود بخود ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گی۔

اے رانی! اس میں نہ صرف میری بلکہ تمہاری بھی بہتری ہے۔ اے رانی! میں یہ تیرہ دن گزارنے کے بعد

جب اپنے شوہروں کے پاس جاؤں گی تو وہ تم سے اور راجہ سے بے حد خوش ہوں گے اور آنے والے دنوں میں وہ کسی مصیبت کے وقت تمہارے اور راجہ کے کام آ سکتے ہیں۔"

دروپدی کی اس گفتگو پر رانی سداشنہ گردن جھکا کر کچھ دیر سوچتی رہی پھر شاید اس نے کوئی آخری فیصلہ کیا اور دروپدی سے کہا:

"سنو سومندھری! تمہاری ساری بات سننے کے بعد میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم اپنے یہ تیرہ دن اس راج محل میں گزار سکتی ہو اور اس کے بعد تم اپنے شوہروں کے پاس چلی جانا لہٰذا اب تم یہاں سے چلی جاؤ اور ساتھ ہی میں تم سے یہ کہوں گی کہ یہ جو مزید تیرہ دن تم نے یہاں گزارنے ہیں اس دوران زیادہ سے زیادہ تم یہ کوشش کرنا کہ اپنے کمرے سے بہت کم باہر نکلو۔ ایسا نہ ہو کہ مزید کوئی حادثہ یہاں تمہاری وجہ سے پیش آئے۔"

سومندھری، رانی سداشنہ کا یہ فیصلہ سن کر خوش ہو گئی اور اس نے رانی سداشنہ سے وعدہ کیا کہ ان تیرہ دنوں میں وہ کوشش کرے گی کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے کمرے میں رہے۔ پھر وہ رانی کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی گئی۔

○

لاشوں کی طرح خاموش، عجیب اور ویران رات قطرہ قطرہ ٹپکتی ہوئی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ پھر مشرق کی طرف سے رنگین، حسین اور مرغزار صبح کی روشنیوں کا فشار شروع ہوا اور مہکتے شاداب کھیت کھلکھلا اٹھے۔ رات کے بھاگتے چاند کے ڈوبنے اور صبح کے طلوع ہونے کے بعد ٹوٹے رشتے اور بھولے نام پھر استوار ہونے لگے تھے۔

یوناف اور بیوسا سرائے کے اپنے کمرے میں بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ یوناف ایک دم خاموش ہو گیا کیونکہ ابلیکا نے اس لمحہ کونپل کی طرح اپنا ملائم لمس یوناف کی گردن پر دیا تھا۔

یوناف کو خاموش ہوتے دیکھ کر بیوسا بھی سمجھ گئی کہ یوناف سے ابلیکا مخاطب ہو رہی ہے لہٰذا اس نے بھی سلسلہ کلام روک لیا۔ یوناف کی گردن پر اپنا لمس دینے کے بعد ابلیکا نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:

"سنو یوناف! جس کام پر تم نے مجھے لگایا تھا میں اس کام کی صحیح طور پر تکمیل تو نہیں کر سکی پر میں ایک نشاندہی ضرور کر سکتی ہوں۔

سنو یوناف! میرا خیال ہے کہ یہ سرائے کے اندر جو لوگوں کے حلیے بگاڑ کر انہیں قتل کر دیا جاتا ہے تو یہ کام خود عارب کر رہا ہے یا پھر اپنی نیلی دھند کی قوتوں سے کام لے رہا ہے۔

سنو یوناف! تم جانتے ہو کہ عارب، نبیطہ کے ساتھ دریائے گنگا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں رہتا ہے لیکن وہاں کی رہائش ترک کر کے اب وہ یہاں آ گیا ہے۔ اس سرائے کے سامنے جو ملاحوں اور مچھیروں کی بستی ہے اب عارب اور نبیطہ وہاں آ کر رہنے لگے ہیں۔ میں نے خود ان دونوں کو اس بستی میں دیکھا ہے اور انہیں یہاں دیکھنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ سرائے میں جو لوگوں کو قتل کیا گیا ہے اس میں ضرور ان دونوں کا ہاتھ ہے!"

ابلیکا کے اس انکشاف پر یوناف تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے بڑے فیصلہ کن انداز میں کہا:

"اے ابلیکا! تم نے صحیح کہا۔ اس کام میں ضرور عارب اور نبیطہ ملوث ہو سکتے ہیں۔ اور سنو ابلیکا! آج اس سرائے کے اصطبل میں تین گھوڑوں کو ہلاک کیا گیا ہے اور ان کے چہروں اور جسموں کو نوچ کر ان کا حلیہ بگاڑا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ کام بھی عارب اور نبیطہ کا ہے۔"

اس پر ابلیکا نے کہا:

"ہاں، میں یہ معاملہ دیکھ کر آ رہی ہوں۔ جب میں اس سرائے میں داخل ہوئی تو اصطبل کے باہر بہت سے لوگ جمع تھے اور جب میں نے دیکھا تو وہاں تین گھوڑوں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اسی وقت اندازہ لگا لیا کہ یہ کام عارب اور نبیطہ کا ہے۔"

اس کے جواب میں یوناف نے کہا:

"میں اور بیوسا بھی ابھی نیچے سے ہو کر آئے ہیں، ہم نے ان گھوڑوں کا جائزہ بھی لیا ہے اور نیچے سے کھانا بھی کھا کر آئے ہیں۔

اے ابلیکا! تمہارے اس نئے انکشاف پر میں اور بیوسا ملاحوں اور مچھیروں کی بستی کی طرف جاتے ہیں اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ عارب اور نبیطہ کہاں رہتے ہیں اور یہ کام ہم ان کی نظروں سے اوجھل رہ کر کریں گے۔"

اپنے کمرے سے نکل کر یوناف اور بیوسا جب سرائے کے صحن میں جمع ہونے والے لوگوں کے پاس آئے تو ایک نوجوان بھاگتا ہوا سرائے میں داخل ہوا اور ہر جو اسی کے عالم میں لوگوں کو مخاطب کر کے بولا:

"ان گھوڑوں کے مرنے کے ساتھ ساتھ میں تمہیں ایک اور بری خبر سناتا چلوں۔ آج رات دریائے گنگا کے کنارے ملاحوں اور ماہی گیروں کی بستی میں بھی ایک کشتی کے اندر چار مچھیروں کو بری طرح قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ رات کے وقت دریائے گنگا کے اندر مچھلیاں پکڑ رہے تھے کہ کوئی مافوق الفطرت قوت ان پہ حملہ آور ہوئی اور چاروں مچھیروں کا کام تمام کر دیا۔"

یہ خبر سن کر وہاں جمع ہونے والے لوگوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ دکھ اور افسوس میں یوناف اور بیوسا کی گردن بھی جھک گئی۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سرائے سے باہر نکل گئے۔

○

یوناف اور بیوسا کے نکلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد عزازیل سرائے میں داخل ہوا۔ وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے اس نے بلند آواز میں کہا: "اے سرائے میں جمع ہونے والے لوگو! میری بات غور سے سنو۔ میں تمہاری تکلیفوں اور تمہارے دکھوں کا حل لے کر آیا ہوں۔"

عزازیل کی آواز سن کر آپس میں باتیں کرتے ہوئے لوگ چپ ہو گئے اور ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

اس پر عزازیل پھر ان کو مخاطب کر کے بولا: "سنو لوگو! میرا نام عزازیل ہے اور میں ایک بے مثل ستارہ شناس ہوں۔ مجھے یہ جان کر دکھ ہوا ہے کہ گزشتہ دو روز سے سرائے میں لوگوں کو قتل کیا جا رہا ہے اور آج اس سرائے کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ گزشتہ رات گنگا کے کنارے ماہی گیروں کی بستی میں بھی دریا کے اندر چند مچھیروں کو بری طرح قتل کر دیا گیا ہے!

سنو لوگو! اگر تم میرے ایک سوال کا جواب دے دو تو میں تمہارے ان دکھوں کا حل تلاش کر سکتا ہوں۔ میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو ایسے کام کر کے سکھ اور سکون حاصل کرتا ہے۔"

اس پر کچھ لوگوں نے عزازیل کو مخاطب کر کے کہا:

"پوچھو۔ تم کیا پوچھتے ہو؟"

اس پر عزازیل نے کہا: "پہلے تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس سرائے کے اندر کوئی ایسا جوان قیام کیے ہوئے ہے جس کا نام یوناف ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسی لڑکی بھی ہو جس کا نام بیوسا ہے؟"

سرائے کے ملازموں میں سے چند ملازم فوراً بول اٹھے:

"ہاں، اس نام کا جوان ایک عرصے سے اس سرائے میں ٹھہرا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ایک لڑکی بیوسا بھی ہے۔"

یہ سن کر عزازیل فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا: "اگر ایسا ہے تو پھر میری بات غور سے سنو۔ یہی جوان لوگوں کے اس قتل عام کا ذمہ دار ہے۔ یوناف نام کا یہ جوان لوگوں کے چہرے پر پنجہ حسرتیں اور ان کی زندگی میں جتنا دکھ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کے سکون پر بے انت دکھوں کا عذاب اور غم کی بازگشت کی طرح وارد ہوتا ہے اور ان کے خون سے ہولی کھیلتا ہے۔ اور لوگوں کے جیون کو گھپ سیاہ بنا کر رکھ دیتا ہے۔ سنو لوگو!

اس دوڑ بھر سے سنسار میں لیونان نام کا یہ جوان اور اس کی ساتھی لڑکی جس کا نام بیوسا ہے اپنے سفلی جذبات کو حرکت میں لاتے ہیں اور چلتے پھرتے، ہنستے کھیلتے لوگوں کو موت جیسا سرد، کالی آندھی جیسا بھیانک، سحر زدہ شہر جیسا بے رونق اور ویران رات جیسا بے جان بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ یہ بے ضرر لوگوں پر دکھی روحوں کی قربانیت اور موت کی مہک بن کر وارد ہوتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کی نظریں بے خطر کر دیتے ہیں اور آباد اور بھری ہوئی راہوں کو سونا کر دیتے ہیں۔

اے لوگو! میں تم سب کو تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ لیونان نام کا نوجوان اور اس کی ساتھی لڑکی بیوسا اگر اس سرائے میں ٹھہرے رہے تو نہ صرف وہ اس سرائے کو ویران بنا کر رکھ دیں گے بلکہ ہستا پور شہر کے لوگوں کا خون بھی پی جائیں گے۔ اور یہاں سے لوگ ان کے بھیانک پن کی وجہ سے بھاگنے لگیں گے۔"

"لوگو! جو کچھ میں نے تم سے کہنا تھا کہہ چکا۔ اب میں جاتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی عزازیل مڑا اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

عزازیل کو سرائے سے نکلے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ لیونان اور بیوسا پہلو بہ پہلو چلتے ہوئے سرائے میں داخل ہوئے۔

ان کو دیکھتے ہی ایک جوان نے خفگی اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"یہ جوان اور اس کے ساتھ جو لڑکی ہے اور جو سرائے میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہی لیونان اور اس کی ساتھی لڑکی بیوسا ہیں اور یہی اس سرائے کے اندر لوگوں کے قتل عام اور دریائے گنگا میں ملاحوں کے قتل کے ذمے دار ہیں۔

لوگو! ان کے خلاف حرکت میں آؤ اور انھیں اتنا مارو اتنا مارو کہ ان دونوں کی روحیں ہم سب کے سامنے پرواز کر جائیں۔"

اس جوان کی یہ زہر بھری گفتگو سن کر لوگ آپے سے باہر ہو گئے اور بے پناہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ انہوں نے مل کر لیونان کو پکڑ لیا اور سب اسے مارنے لگے۔ کچھ لوگوں نے بیوسا پر بھی ہاتھ اٹھانا چاہا لیکن چند بوڑھوں نے انہیں ایک لڑکی پر ہاتھ اٹھانے سے روک دیا۔

لوگوں نے مار مار کر لیونان کو زمین پر گرا دیا جبکہ بیوسا بے چاری انتہائی بے بسی کی حالت میں سرائے کی دیوار سے ٹیک لگائے اس اچانک رونما ہونے والے حادثے کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اس موقع پر وہ لیونان کی کس طرح مدد کر سکتی ہے جبکہ لوگوں نے لیونان کو مار مار کر ادھ موا سا کر دیا تھا۔

سرائے کے صحن میں لوگ لیونان کو بری طرح مار رہے تھے اور قریب ہی سرائے کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی حسین بیوسا لیونان کی اس حالت پر بوسیدہ لمحات کی طرح ویران، اموس کے خشک خاروں جیسی سنسان، غروب شام کی طرح اداس اور زوال شب جیسی افسردہ کھڑی تھی۔

وہ بے چاری بار بار لوگوں کو چلا چلا کر مخاطب کر کے پوچھ رہی تھی:

"تم اسے کیوں مار رہے ہو۔ آخر اس کا جرم کیا ہے؟"

لیکن کوئی بھی اس کی پکار پر اس کے ان سوالوں کا جواب نہ دے رہا تھا۔ لوگ اندھا دھند لیونان کو مارتے چلے جا رہے تھے۔

بیوسا بے چاری وصال و ہجر کے قدیم قصوں کی طرح اپنی جگہ پر گمگین کھڑی تھی۔ اس کے لب بار بار بڑی بے بسی اور لاچارگی سے تھرتھرا رہے تھے۔

اتنے میں سرائے کا مالک ایک طرف سے بھاگتا ہوا آیا۔ لوگوں کو ایک طرف ہٹاتا ہوا وہ اس مجمع میں داخل ہوا اور جو لوگ لیونان کو مار رہے تھے انہیں بلند آواز اور غضب ناک لہجے میں مخاطب کر کے بولا:

"خدا کے لیے یہ ظلم۔ تم کیوں اس کو مار رہے ہو۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ کوئی ستارہ شناس یہاں آیا تھا جس نے تمہیں بتایا ہے کہ اس سرائے میں قتل ہونے والے لوگوں کا ذمے دار یہ لیونان ہے اور بیوسا بھی اس میں شریک ہے۔ یہ جھوٹ اور بکواس ہے۔

یہ دونوں ایک عرصے سے میری سرائے میں قیام کیے ہوئے ہیں۔ میں ان کی نیکی اور شرافت کا معترف ہوں اور کسی بھی صورت یہ ایسا کام نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تم فوراً پیچھے ہٹ جاؤ اور اگر اب کسی نے اس پر ہاتھ اٹھایا تو میں اس کے ساتھ انتہائی برائی اور انتقام سے پیش آؤں گا۔"

لیونان کو مارنے والے نوجوان جب سرائے کے مالک کی دھمکی سن کر پیچھے ہٹ گئے تو بیوسا بھاگ کر

آگے بڑھی۔ پہلے اس نے زمین پر گرے ہوئے یوناف کو سہارا دے کر اٹھایا۔ پھر وہ اپنے سر سے رومال اتار کر اس کا چہرہ، بازو اور اس کا لباس صاف کرنے لگی۔

اپنے آپ کو کسی حد تک سنبھالنے کے بعد یوناف ان جوانوں کی طرف متوجہ ہوا جو اسے مار رہے تھے اور ان سے کہنے لگا:

"میں چاہتا تو جواب میں تم لوگوں پر ہاتھ اٹھا سکتا تھا اور تم میں سے کسی ایک کو بھی سرائے کے اس صحن میں ڈھیر کر دیتا لیکن میں ایسا نہیں چاہتا تھا۔ اس سرائے کا مالک میرا بہترین دوست اور محسن ہے۔ میں اس کی سرائے کو رزم گاہ میں تبدیل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ قبل اس کے کہ میں تم سے کوئی باز پرس کروں یا انتقامی کارروائی کے ساتھ تم لوگوں کے خلاف حرکت میں آؤں، تم پہلے یہ بتاؤ کہ کس جرم کی پاداش میں تم لوگوں نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا ہے؟"

یوناف کے اس سوال پر ایک نوجوان اس کے پاس آیا اور بولا:

"سنو یوناف! جس وقت تم اپنی اس ساتھی لڑکی بیوسا کو لے کر سرائے سے نکلے تھے تو تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص سرائے میں داخل ہوا۔ اس نے ہمیں اپنا نام عزازیل بتایا تھا اور کہا تھا کہ وہ ایک بے مثل ستارہ شناس ہے اور اس نے ہم پر یہ انکشاف کیا کہ سرائے کے اندر جو گھوڑے مر گئے ہیں اور گزشتہ دو دنوں سے جو سرائے میں قتلِ عام ہو رہا ہے وہ اس سرائے میں قیام کرنے والے یوناف اور بیوسا کی وجہ سے ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ تم دونوں کو ایک عرصے سے جانتا ہے اور جہاں جہاں بھی تم دونوں نے قیام کیا ہے وہاں اسی طرح کا کھیل کھیلتے ہو۔

وہ کہہ رہا تھا کہ یوناف اور بیوسا لوگوں کے چہروں پر بیمار حسرتیں نگاہوں میں بسا دکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور یہ بد شگون لوگوں کے لیے اَن مٹ دکھوں کا عذاب اور بازگشت بن کر وارد ہوتے ہیں۔

وہ کہہ رہا تھا کہ یہ یوناف خونریزی کا عادی اور لوگوں کو قتل کرنے کا رسیا ہے۔ پس ہم چونکہ گزشتہ دو دنوں سے قتل ہونے والے لوگوں کی وجہ سے آپے سے باہر ہو رہے تھے لہٰذا ہم اس عزازیل کی باتوں میں آ گئے اور جونہی تم سرائے میں داخل ہوئے ہم نے تم پر حملہ آور ہو کر تمہیں مارنا شروع کر دیا۔ اب بتاؤ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟"

اس جوان کی گفتگو سن کر یوناف تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ اسی لمحے اس کے چہرے پر ہلکی ہلکی طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ وہاں جمع ہونے والوں سے بولا:

"سنو لوگو! عزازیل نام کا یہ شخص جو تم لوگوں کا ہمدرد اور غمگسار بن کر اس سرائے میں داخل ہوا تھا اور جس نے تم کو یہ نشاندہی کی تھی کہ سرائے کے اندر ان حادثوں کا ذمہ دار میں اور میری ساتھی بیوسا ہیں تو یہ عزازیل وہی

ہے جسے ہم ابلیس اور شیطان کہہ کر پکارتے ہیں۔

یہ لوگوں پر درد و فراق کا طاری کرنے والا اور ان کی زندگی کو لہو لہو کرنے والا ہے۔ یہ ظالم تعمیر کے گلدانوں میں خار اور کھلیانوں میں قحط کے ڈھیر لگا دیتا ہے۔ لوگوں کو یہ موت کے نذرانوں اور زہر کے پیالوں کے سوا کچھ نہیں دیتا۔

یہ معصوم اور بے ضرر لوگوں کی روحوں کے سیلاب میں رفتار کی کالی آندھی بن کر داخل ہوتا ہے اور وہم کائنات کے جبر کی آہنی تنظیم کی طرح چاروں طرف سناٹے اور ہر سو ویرانی بکھیر دیتا ہے۔

"یہ لوگوں کے سامنے بڑے وعدے وعید کرتا ہے۔ ان کے مستقبل کو چار چاند لگانے اور روشن بنانے کے دعوے کرتا ہے پر وقت آنے پر اس کے سارے وعدے اور سارے دعوے ریت کے ڈھیر، دھند کے کھلیان اور ریگ کی ناؤ ثابت ہوتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوناف تھوڑی دیر کے لیے رکا۔ پھر وہ پہلے سے بھی بلند آواز میں مخاطب کر کے لوگوں سے بولا:

"سنو لوگو! تم اپنے میں سے چار سرکردہ اور ذمہ دار اشخاص جن کو تجربات کا ایک پہر گزرنے پر میرے کمرے میں آ جائیں۔ میں ان کو ساتھ لے کر دریائے گنگا کے کنارے جاؤں گا اور ان پر واضح کر دوں گا کہ کون اس قتلِ عام کا ذمہ دار ہے اور یہ قتل کس طرح کیے جا رہے ہیں۔"

وہاں جمع ہونے والے لوگ یوناف کی بات سن کر خوش ہو گئے۔ ان جوانوں میں سے ایک آگے بڑھ کر کہنے لگا:

"ہم اپنے میں سے چار سرکردہ اشخاص ضرور آزمائش کے لیے بھیجیں گے کہ قتل کون اور کیسے کرتا ہے تاکہ آئندہ کے لیے اس تباہی کے سامنے بند باندھا جائے اور اس خونریزی کو روکا جا سکے۔"

اس کے ساتھ ہی لوگ وہاں سے چھٹتے ہوئے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے۔

جب سب لوگ وہاں سے ہٹ گئے تو بیوسا یوناف کے اور قریب ہوئی اور اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے لہجے کی کھنک آنکھوں کی پرکشش چمک میں یوناف کو مخاطب کر کے پوچھا:

"جب یہ سارے لوگ تم پر حملہ آور ہوئے اور تمہیں مارنے پیٹنے لگے تو تم نے کیوں نہ اپنی سری قوتوں کو استعمال کیا اور ان کے سامنے اپنے دفاع کا بندوبست کیا۔ میں بھی اس موقع پر یہ ارادہ کر رہی تھی کہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لا کر تمہارا دفاع کروں مگر پھر میں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے تم میری اس حرکت پر ناراض ہو جاؤ۔ لہٰذا میں ایسا کرنے سے باز رہی؟"

اس پر یوناف نے مسکراتے ہوئے بیوسا سے کہا:

"سنو ہیوما۔ جس وقت یہ لوگ مجھے گرا کر مار رہے تھے تو اس وقت ابلیکا نے بھی میری گردن پر مس دیا تھا اور اس نے بھی ارادہ کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے خلاف حرکت میں آ جائے لیکن میں نے اسے روک دیا۔ ان لوگوں کے خلاف اگر ہم تینوں میں سے کوئی بھی اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے حرکت میں آتا تو ان لوگوں کو پکا یقین ہو جاتا کہ سرائے میں اور سرائے کے باہر جتنے بھی قتل ہوئے ہیں ان کے ذمہ دار ہم ہیں کیونکہ یہ لوگ ہماری سری قوتوں کو جاننے کے بعد ہم لوگوں کو مافوق الفطرت مخلوق جاننے لگتے اور انہیں یقین کرنے میں دیر نہ لگتی کہ یہ بھیانک کام کرنے کے ذمہ دار ہم ہیں لہٰذا میں نے ابلیکا کو بھی روک دیا تھا اور خود بھی سری قوتوں کو استعمال کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔"

یہ بات سن کر ہیوما خوش اور مطمئن ہو گئی۔ پھر وہ یوناف کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے کمرے کی طرف چل پڑی۔

دریودن نے اپنے جاسوس چاروں طرف پھیلا رکھے تھے تاکہ وہ پانڈو برادران کے متعلق معلومات حاصل کریں کہ وہ کہاں رہ رہے ہیں اور اس طرح ان کی شناخت ظاہر کر کے انہیں مزید بارہ سال جنگلوں میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جا سکے۔ ۔ ۔ ۔ لیکن یہ سارے جاسوس ناکام لوٹ آئے اور کوئی بھی انہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔

جس وقت یہ جاسوس ایک جگہ جمع ہونے کے بعد اکٹھے دریودن کے پاس آئے اس وقت دریودن اپنے بھائیوں کے علاوہ ورونا، بھیشم، ارادیا اور کچھ دیگر لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور پانڈو برادران کے بارے میں ہی بات ہو رہی تھی۔

ان جاسوسوں کا سردار آگے بڑھا اور دریودن سے بولا:

"سنو دریودن! تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے پانڈو برادران کو تلاش کرنے کے لیے ہر جگہ دھکے کھائے لیکن ہم کہیں بھی انہیں تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ ہم نے انہیں جنگلوں میں تلاش کیا مگر ہمیں ناکامی ہوئی اور ہم انہیں وہاں تلاش نہ کر سکے۔

پھر ہم دوارکا کی طرف گئے۔ پانڈو برادران ہمیں وہاں بھی نہ ملے اور نہ ہی ہم نے دوارکا کی سرزمین میں لوگوں کو پانڈو برادران سے متعلق گفتگو کرتے پایا جس سے ہم نے اندازہ لگایا کہ پانڈو برادران وہاں نہیں ہیں اس لیے کہ اگر وہ وہاں ہوتے تو لوگ ضرور کسی نہ کسی موقع پر پانڈو برادران سے متعلق گفتگو کرتے۔

اس کے بعد ہم ریاست پنچال کی طرف بھی گئے۔ وہاں بھی ہم نے نہ صرف یہ کہ پانڈو برادران کو تلاش کیا بلکہ

مختلف مقامات پر ہم لوگوں سے ان کے متعلق پوچھتے رہے لیکن وہاں بھی لوگوں کی گفتگو سے ہم نے اندازہ لگایا کہ پانڈو برادران ریاست پنچال میں داخل نہیں ہوئے۔

لہٰذا اپنی ان ساری کوششوں کے نتیجے میں ہم نے جو اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ دروپدی اور پانڈو برادران جنگلوں میں دھکے کھاتے کھاتے مر گئے ہیں اور اب ان دونوں متحدہ ریاستوں میں تمہارا کوئی دشمن نہیں ہے اور اپنے باپ کے بعد تم ان ریاستوں کے راجہ بن کر پرسکون زندگی بسر کر سکتے ہو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جاسوس رکا اور پھر دوبارہ وہ دریودن کو مخاطب کر کے بولا:

"سنو دریودن! واپسی کے سفر میں ہم وریت شہر میں سے ہو کر گزر رہے تھے۔ ہم نے وہاں بڑی المناک خبر سنی اور مجھے امید ہے کہ یہ خبر تمہارے لیے دلچسپی کا باعث ہوگی۔

اے دریودن! تم کیچک کو ضرور جانتے ہو گے جو وریت کے راجہ کا سالا تھا اور اس کی افواج کا سپہ سالار بھی تھا۔ اسے وریت شہر کے اندر تعمیر ہونے والے نئے ناچ گھر کے اندر قتل کر دیا گیا۔ ہم نے لوگوں سے یہ بھی سنا کہ کیچک کسی انتہائی خوبصورت اور پرکشش عورت کو لے کر اس ناچ گھر کی طرف جا رہا تھا اور اس کی اس حرکت پر اس عورت کے شوہر نے رات کے وقت کیچک کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اے دریودن! معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ دوسرے روز جب کیچک کے بھائیوں نے کیچک کے ساتھ اس عورت کو بھی چتا میں جلا دینے کا عزم کیا اور جب کیچک کے پانچ بھائی اس عورت کو پکڑ کر چتا کی طرف لے جا رہے تھے تو اس عورت کا شوہر پھر گھات سے نکل کر کیچک کے بھائیوں پر حملہ آور ہوا اور ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سنو اے دریودن! پانڈو برادران کو تلاش کرتے ہوئے ہم نے ایک طویل سفر طے کیا۔ اس سفر میں بس یہی ایک اہم خبر ہے جو ہم تمہیں سنا سکتے ہیں لہٰذا ہمارا فیصلہ ہے کہ پانڈو برادران اب زندہ نہیں ہیں بلکہ وہ مر کھپ کر زمین میں دفن ہو چکے ہیں۔"

جاسوسوں کی یہ گفتگو سن کر دریودن نے انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور واپس بھیج دیا۔ اس کے بعد وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ریاست تری گرت کا راجہ سوسارام اس کمرے کے اندر داخل ہوا۔

یہ راجہ کئی دنوں سے دریودن کے مہمان کی حیثیت سے قیام کیے ہوئے تھا۔ سوسارام جب کمرے میں داخل ہوا تو دریودن نے قریب ہی ایک نشست پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے بیٹھنے کے لیے کہا لہٰذا وہ آگے بڑھ کر دریودن کے پہلو میں بیٹھ گیا۔

اس کے بعد دریودن نے وہاں بیٹھنے والے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا:

"پانڈو برادران کو تلاش کرنے کے لیے ہمیں ایک اور کوشش کرنی چاہیے کیونکہ وقت بہت کم رہ گیا ہے اور ان کی جلاوطنی ختم ہونے میں چند دن باقی رہ گئے ہیں لہٰذا ان دنوں میں ہی انہیں تلاش کر کے اور لوگوں پر ان کو ظاہر کر کے ہم انہیں مزید بارہ سال کے لیے جلاوطنی پر مجبور کر دینا چاہتے ہیں اور اگر ہم ایسا نہ کر سکے تو پھر یہ کہ چند ہی دنوں کے بعد پانڈو برادران اپنی کمین گاہ سے نکل کر ریاست میں داخل ہوں گے اور اپنا راج پاٹ ہم سے واپس مانگیں گے۔ جو اب میں ان کو واپس نہیں کرنا چاہتا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب دریودن خاموش ہوا تو اس کے قریب بیٹھے ہوئے درونا نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"سنو دریودن! پانڈو برادران سے متعلق تمہارے یہ خیالات یقیناً ناپسندیدہ ہیں۔ تمہیں یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لینی چاہیے کہ لوگ یدھشٹر اور اس کے بھائیوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں اور میں تمہیں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ تم ان کے مرنے کی تمنا نہ کرو بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ ایک لمبی مدت تک جیتے رہیں گے۔ تم نے بڑے غیر مناسب ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے انہیں جنگلوں کی طرف نکل جانے اور جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ تم نے دیکھا کہ تمہارے ان اوچھے ہتھکنڈوں کے خلاف انہوں نے کوئی آواز بلند نہ کی بلکہ وہ سب چپ چاپ وعدے اور شرط کے مطابق تیرہ سال کی جلاوطنی بسر کرنے کے لیے جنگلوں کی طرف چلے گئے تھے۔ ان تیرہ سالوں کے دوران اے دریودن! تم نے ان کی دولت، ان کی دیگر اشیاء سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اب کیوں تم ان کی واپسی سے خوف زدہ اور ہراساں ہو۔

اے دریودن! وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ تیرہ سال کی جلاوطنی گزارنے کے بعد واپس آ کر تم سے اپنی ریاست کا مطالبہ کریں اور پہلے کی طرح وہ اپنی ریاست اندر پرساد پر حکومت کریں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد درونا جب خاموش ہوا تو بھیشم نے وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے باآوازِ بلند کہا:

"سنو دریودن! جو کچھ درونا نے کہا ہے وہ صحیح اور درست ہے اور جو کچھ میں کہنے والا ہوں میں جانتا ہوں کہ وہ تمہیں اور تمہارے باپ دھرت راشٹر کو ناگوار گزرے گا مگر تمہاری ناگواری کو نظر انداز کرتے ہوئے میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں وہ ضرور کہوں گا۔

سنو دریودن! میں نے تم میں اور پانڈو برادران میں کبھی کوئی تفریق نہیں کی اور نہ ہی کوئی امتیاز برتا ہے۔ بلکہ میں تم سب سے ایک جیسا پیار اور محبت کرتا رہا ہوں بلکہ چند مواقع پر میں نے پانڈو برادران سے کی جانے والی زیادتی بھی برداشت کی اور تمہاری طرفداری کی۔

سنو دریودن! پانڈو برادران کو زندہ رہنا چاہیے اور اب تک تم ان کے ساتھ برائیاں ہی برائیاں کرتے رہے

ہو۔ تیرہ سال کی جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بعد پانڈو برادران بہت تکالیف اور اذیتیں برداشت کر چکے ہیں۔ اب انہیں واپس آنا چاہیے اور اپنی ریاست اندر پرساد میں پہلے کی طرح حکومت کرنی چاہیے۔ یہ ان کا حق ہے۔

تم نے ہم سے پوچھے بغیر یہ فیصلہ کیسے اور کیونکر کر لیا کہ تم پانڈو برادران کو ان کی ریاست اندر پرساد واپس نہیں کرو گے۔

سنو دریودن! اب تم جوان نہیں ہو کہ غیر ذمے داری کا مظاہرہ کرتے پھرو اور نہ ہی پانڈو برادران پہلے کی طرح جوان رہے ہیں۔۔۔۔ بلکہ تم سب بوڑھے ہوتے جا رہے ہو لہٰذا اے دریودن! اب تمہیں اپنی بقیہ زندگی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرنی چاہیے اور جب پانڈو برادران اپنی جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بعد واپس آ جائیں تو انتہائی شرافت اور دیانت داری کے ساتھ انہیں ان کی ریاست واپس کر دینی چاہیے۔ اور سنو دریودن! اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہیں پیشگی تنبیہ کرتے ہوئے اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ تم انتہائی بربادی کے دور سے گزرو گے۔"

بھیشم کی بات سن کر دریودن غصے اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے بولا:

"سنو دادا! پانڈو برادران کے ساتھ میں اپنی نفرت کو کسی بھی صورت ختم نہیں کر سکتا۔ وہ میرے دوست نہیں بلکہ میرے دشمن ہیں اور میں کبھی بھی ان کی ریاست کو انہیں واپس نہ کروں گا۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ ان کی جلاوطنی میں یہ جو تیرہ دن باقی رہتے ہیں ان تیرہ دنوں کے اندر میں انہیں تلاش کرنے کی کوشش کروں اور لوگوں پر ان کی شناخت ظاہر کر کے مزید بارہ سال کی جلاوطنی گزارنے پر مجبور کر دوں۔"

دریودن شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر اس کی بات کاٹتے ہوئے کرپا نے بڑے تند و تیز لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"سنو دریودن! پانڈو برادران کو ان کا راج پاٹ واپس نہ کر کے میں سمجھتا ہوں کہ تم نے خودکشی کا ارادہ کر لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ پانڈو برادران اپنی کمین گاہ سے نکلیں اور تیرہ سال کی جلاوطنی کو کامیابی کے ساتھ گزارنے کے بعد ہستنا پور میں نمودار ہوں اور تم سے اپنی ریاست اندر پرساد کی واپسی کا مطالبہ کریں۔

جیسا کہ تم بتا چکے ہو کہ تم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ پانڈو برادران کا راج پاٹ انہیں واپس نہ کرو گے۔ اس صورتحال میں تمہارے اور پانڈو برادران کے درمیان جنگ یقینی ہو جائے گی اور اس جنگ میں ریاست پنچال کا راجہ دروپدہ، دوارکا کا حکمران کرشن اور ان دونوں کے علاوہ اور بہت سے راجہ اور حکمران بھی پانڈو برادران کی حمایت اور طرفداری کریں گے۔

لہٰذا اے دریودن! میرا تمہیں اولین مشورہ یہی ہے کہ پانڈو برادران کے خلاف اپنی نفرت کو ترک کر دو اور اگر وہ تیرہ سال کی جلاوطنی کے بعد واپس آتے ہیں تو ان کا راج پاٹ ان کو واپس کر دو تاکہ وہ تمہارے ساتھ بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔

اے دریودن! اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے اور تم ان کی ریاست اندر پرستھ کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہو تو پانڈو برادران کے ساتھ دشمنی مول لینے کے لیے تیار رہو اور اس کے لیے تمہیں ابھی سے جنگ کی تیاری کر لینی چاہیے۔

اے دریودن! تمہیں ایسے دوستوں اور حمایتیوں کی تلاش میں نکلنا چاہیے جو پانڈو برادران کے ساتھ جنگ میں تمہاری مدد کر سکیں ورنہ یاد رکھو کہ تیرہ سال کی جلاوطنی گزارنے کے بعد جب پانڈو برادران کو یہ خبر ہوگی کہ تم ان کی ریاست انہیں واپس نہیں کر رہے تو وہ زہریلے اژدہوں کی صورت اختیار کر لیں گے اور تمہیں اور تمہارے حمایتیوں میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔

لہٰذا اے دریودن! اٹھ کھڑے ہو اور ان تیرہ دنوں کے دوران اپنی تیاری کرو اور اپنے لشکر میں اضافہ کرو اور اپنی عسکری قوت کو بڑھاؤ تاکہ جنگ کی صورت میں تم پانڈو برادران اور ان کے حمایتیوں کا آسانی سے خاتمہ کر سکو۔

کرپا کے خاموش ہونے پر دریودن گردن جھکا کر کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے قریب ہی کھڑے ایک محافظ سے کہا:

"اس جاسوس کو واپس بلایا جائے جو ویرٹ شہر سے کیچک کی موت کی اطلاع لایا تھا۔"

محافظ بھاگا بھاگا گیا اور اس جاسوس کو لا کر اس نے دریودن کے سامنے کھڑا کر دیا۔ دریودن نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"ایک بار پھر کیچک کے قتل کے واقعات تفصیل کے ساتھ میرے سامنے بیان کرو۔"

جاسوس نے فوراً کیچک کے مرنے کے حالات پوری تفصیل سے دریودن کے سامنے بیان کر دیے۔ دریودن نے اس جاسوس کو چلے جانے کی اجازت دے دی۔ پھر وہ گردن جھکا کر اس جاسوس کی بتائی ہوئی باتوں پر از سرِ نو غور کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے تفکر کے بعد دریودن نے اپنی گردن سیدھی کی اور وہاں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"کیچک کی موت صرف ایک شخص کے ہاتھوں اس امر کا انکشاف کرتی ہے کہ بھیم سین زندہ ہے اور اگر وہ زندہ ہے تو دوسرے پانڈو برادران بھی زندہ ہیں۔ لہٰذا ہمیں ان کے سدِباب کی کوشش کرنی چاہیے۔"

دریودن کی بات پر کرپا نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا:

"اے دریودن! کیچک کی موت سے تم نے کیسے اندازہ لگا لیا کہ بھیم سین اور دوسرے پانڈو برادران ابھی زندہ ہیں؟"

اس پر دریودن انتہائی پریشانی اور اندوہناک انداز سے بولا:

"اے کرپا! تم جانتے ہو کہ ہندوستان میں چار جوان ایسے ہیں کہ جن کی طاقت اور قوت کا کوئی اور جوان مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی انفرادی مقابلے میں کوئی سورما ان چاروں کو زیر کر سکتا ہے۔ ان چاروں میں سے پہلا کرشن کا بھائی بلرام، دوسرا پانڈوؤں کا بھائی بھیم سین، تیسرا ریاست سلوا کا ملیا اور چوتھا ویرٹ شہر کا کیچک ہیں۔

اے کرپا! تم جانتے ہو کہ جاسوس نے مجھے جو حالات سنائے تھے ان کے مطابق وہ ریاست بنگال بھی گیا سلوا بھی گیا اور دوارکا بھی گیا۔ اس نے کرشن کے بھائی بلرام کو دوارکا میں پایا، سلوا کو اس نے اپنی ریاست میں دیکھا لہٰذا کیچک کو اگر کسی نے قتل کیا ہے تو وہ صرف بھیم سین ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ان چاروں میں سے اگر بلرام اور ملیا کو نکال دیا جائے تو باقی بھیم سین ہی بچتا ہے جو کیچک کو ختم کر سکتا ہے ورنہ ہندوستان کی سرزمین میں اور کوئی ایسا جوان نہیں ہے جو انفرادی مقابلے میں کیچک کو اپنے سامنے زیر کر سکے اور اس کا خاتمہ کر دے۔"

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد دریودن پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا:

"اور اے میرے حمایتیو! جیسا کہ ظاہر ہو گیا ہے کہ کیچک کو قتل کرنے والا بھیم سین ہے اور جس لڑکی کی خاطر کیچک قتل ہوا ہے وہ ضرور دروپدی ہی ہوگی۔

تم جانتے ہو کہ دروپدی انتہا درجے کی خوبصورت اور جسمانی ساخت میں پُرکشش ہے۔ کیچک ضرور اس کے نسوانی حسن اور پُرکشش اداؤں سے متاثر ہوا ہوگا اور اس سے محبت کرنے لگا ہوگا اور جب دروپدی نے اس کا جواب محبت سے نہ دیا ہوگا تو کیچک زبردستی پہ اتر آیا ہوگا۔

اس کے بعد دو چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

اول تو کیچک یا تو زبردستی دروپدی کو اٹھا کر ناچ گھر میں لے گیا ہوگا۔

یا خود دروپدی نے بھیم سین یا دوسرے پانڈو برادران کے کہنے پر کیچک کو ناچ گھر میں بلایا ہوگا اور وہاں پہ بھیم سین نے اس کا خاتمہ کر دیا ہوگا۔

اب کیچک کی موت بھیم سین کے ہاتھوں ہو جانے کے بعد یہ بات بھی ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے کہ پانڈو برادران زندہ ہیں اور وہ سب کے سب دروپدی کے ساتھ ویرٹ شہر میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ یہ بات ثابت ہونے کے بعد اب ہم ان کے خلاف حرکت میں آئیں گے اور انہیں ان کے بل سے باہر نکالیں گے جس میں چھپ کر وہ اپنی جلاوطنی کا آخری سال گزار رہے ہیں تاکہ وہ شناخت ہو جائیں اور انہیں مزید بارہ سال تک

جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑے!!

اس پر کرپا پھر دریودن سے مخاطب ہوا:

"اے دریودن! تم کیسے پانڈو برادران اور دروپدی کو لوگوں کے سامنے لاؤ گے کہ لوگ ان سب کو شناخت کر لیں؟"

جواب میں دریودن نے کہا:

"سنو کرپا! ہم یوں کریں گے کہ ایک دو دن میں اپنی تیاری مکمل کر کے اپنے لشکر کو تیار کریں گے اور پھر اس لشکر کے ساتھ ویرت شہر پر حملہ کر دیں گے۔

آپ جانتے ہیں کہ ویرت کے راجہ کی گزر بسر جانوروں کے ریوڑ پالنے پر ہے۔ ہم اس کے ریوڑوں پر حملہ کر کے ان پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور جب راجہ کا شہر اور ریوڑ خطرے میں ہوں گے تو پانڈو برادران از خود ان کی حفاظت کے لیے نکلیں گے۔

اس طرح جب وہ لوگ جنگ کرنے سامنے آئیں گے تو وہ ضرور پہچانے جائیں گے اور ان کی یہ پہچان ہی انہیں مزید بارہ سال کی جلاوطنی پر مجبور کر دے گی۔"

دریودن کے خاموش ہونے پر اس کے پہلو میں بیٹھا ہوا ریاست ترگرت کا راجہ سوسارام دریودن کو مخاطب کر کے بولا:

"سنو دریودن! یہ جو تم نے ویرت شہر پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا ہے میں مکمل طور پر اس سے اتفاق کرتا ہوں، میں خود بھی تم سے ویرت کے متعلق گفتگو کرنے والا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ تم نے خود ہی اس موضوع پر بولنے میں پہل کر دی۔

سنو دریودن! جب سے میں اپنی ریاست ترگرت کا راجہ بنا ہوں تب سے میں ویرت کے راجہ کی طرف سے ایک مصیبت اور دشواری میں مبتلا ہوں۔ وہ اس طرح کہ ویرت کے راجہ کا سپہ سالار کیچک ہمیشہ سے راجہ کے ساتھ مل کر میری ریاست کی سرحدوں پر حملہ آور ہوتا رہا ہے اور سرحد پر بسنے والے لوگوں کے علاوہ وہ اکثر دوسرے شہریوں کو بھی لوٹ کر میرے علاقوں میں مسائل اور دشواریاں کھڑی کرتے رہے ہیں اب جبکہ کیچک مر چکا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ویرت کے راجہ کی فوجی قوت بھی مر چکی ہے۔ ویرت کا راجہ دوسری ریاستوں کے ساتھ جو بھی معاملہ کیا کرتا تھا وہ کیچک ہی کے بل بوتے پر کیا کرتا تھا۔ کیچک کے مرنے کے بعد اب ویرت کے راجہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

لہٰذا اے دریودن! یہ جو تم نے ویرت کے راجہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا میں آج ہی یہاں سے اپنی ریاست کی طرف چلا جاؤں گا اور پھر ویرت پر حملہ آور ہوں گا۔ ساتھ ہی ساتھ تم بھی اپنے لشکر کے ساتھ ویرت پر حملہ آور ہو جانا۔ پھر میں دیکھوں گا کہ ہم دونوں کے سامنے ویرت کا راجہ کیسے اپنا دفاع کرتا ہے۔"

راجہ سوسارام کی گفتگو سن کر دریودن خوش ہو گیا۔ اس موقع پر رادلیو نے کہا:

"سنو دریودن! جو کچھ سوسارام کہتا ہے یہ درست ہے۔ اسے آج ہی اپنی ریاست کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے اور جلد ہی اسے ویرت پر حملہ آور ہو جانا چاہیے جبکہ ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ آج نہیں تو کل یہاں سے روانہ ہو کر ویرت شہر پر حملہ آور ہو جائیں۔ اس طرح میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس متحدہ حملے سے ویرت کا راجہ اپنا دفاع نہ کر سکے گا۔۔۔ اور ہم ویرت کو فتح کر کے نہ صرف یہ کہ پانڈو برادران کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ ہمارے ہاتھ ان گنت دولت بھی لگے گی اور اس طرح ہمیں دوسرے فوائد حاصل ہوں گے۔"

جواب میں دریودن کہنے لگا:

"سنو سوسارام اور رادلیو! میں تم دونوں کی تجویزوں سے اتفاق کرتا ہوں۔ سوسارام آج ہی اپنی ریاست کی طرف روانہ ہو جائے گا جبکہ دسونا میرا بھائی آج ہی سے اپنے لشکر کی ترتیب کا کام شروع کر دے گا۔

سوسارام اپنی ریاست سے نکل کر ویرت کے جنوبی حصے پر حملہ آور ہو گا۔ تم لوگ جانتے ہو گے کہ ویرت کی خوشحالی کا انحصار اور دارومدار ان ریوڑوں پر ہے جو ویرت کے راجہ نے پال رکھے ہیں۔ سوسارام اپنے لشکر کے ساتھ ویرت کے جنوبی حصے پر حملہ آور ہونے کے بعد راجہ کے سارے ریوڑوں پر قبضہ کر لے گا جبکہ ہم اپنے لشکر کے ساتھ شمالی حصوں پر حملہ آور ہوں گے اور وہاں چرنے والے راجہ کے ریوڑوں کو اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

اس طرح راجہ جب اپنے ریوڑوں کی حفاظت اور بازیابی کے لیے جنوب اور شمال میں اپنے لشکر کو دو حصوں میں بانٹ کر اپنا دفاع کرے گا تو اس کی عسکری قوت کمزور ہو جائے گی اور اسے ہم شکست دینے میں فوراً کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دریودن تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر وہ اپنا سلسلۂ کلام دوبارہ جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا:

"اور میں تم لوگوں کو حوصلے اور خوشخبری کے لیے یہ بھی بتا دوں کہ ہستناپور سے حملہ آور ہونے والے لشکر میں صرف میں، دسونا اور رادلیو ہی نہیں بلکہ ہمارے دادا بھیشم، کرپا اور درونا بھی حصہ لیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہمارے لشکری جب ان اکابر کو اپنے درمیان دیکھیں گے تو ان کے حوصلے بلند ہوں گے اور اس طرح ہماری فتح یقینی ہو جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی یہ محفل برخاست کر دی گئی۔

○

شام جب ذرا دراز ہوئی، بھوٹی جا رہی ہے کی طویل رات میں پھیل گئی تو لوگوں کی نگاہوں کے اندر خوابوں کے

ٹوٹے آئینے بکھرنے لگے اور ہواؤں سے کچے پتوں سے کھیلتی ہوئی آوارہ سرگوشیاں کرنے لگیں اور چاروں طرف پھیلی خنک چاندنی کی نرم پھوار اندھیروں کی لغاوت اور وحشت کے خلاف بغاوت کر رہی تھی۔

ایسے میں یوناف اور بیوسا اپنے کمرے میں بیٹھے ان چار سرکردہ اشخاص کا انتظار کر رہے تھے جنہیں اپنے ساتھ لے جا کر وہ یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ سرائے کے اندر اور باہر لوگوں کا قتلِ عام وہ نہیں کر رہے بلکہ اس میں کچھ دوسری قوتیں ملوث ہیں۔

اتنے میں ابلیکا نے یوناف کی گردن پر اپنا پھولوں جیسا نرم خوشبو اور خوش کن لمس دیا اور ساتھ ہی اس کی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی:

"سنو یوناف! وہ چاروں اشخاص جن کا تم اور بیوسا انتظار کر رہے ہو وہ تمہارے کمرے کی طرف آ رہے ہیں۔ میں اس وقت دریائے گنگا کے ساحل سے لوٹ رہی ہوں۔ عارب اور بلیطہ اس وقت دریا کے کنارے بستی ملاحوں اور ماہی گیروں کی جھونپڑیوں میں سے ایک جھونپڑی میں آرام کر رہے ہیں۔ عارب نے اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو دریا میں پھیلا رکھا ہے۔

اس موقع پر میں تمہیں یہ مشورہ دوں گی کہ تم ان چاروں اشخاص کو لے کر دریائے گنگا کے کنارے اس جگہ پر بیٹھ جاؤ جس کی سیدھ میں آگے دریا میں نیلی دھند کی قوتیں پھیلی ہوئی ہیں اور وہاں دریا کے کنارے بیٹھ کر تم اس نیلی دھند پہ نگاہ رکھو۔ جب وہ نیلی دھند حرکت میں آئے گی تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو گا کہ عارب اور بلیطہ لوگوں کے قتلِ عام کی مہم کا آغاز کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا تم نیلی دھند پر نگاہ رکھتے ہوئے اس کے تعاقب میں نکلنا۔ اس موقع پر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گی۔ پھر میں، تم اور بیوسا مل کر دیکھیں گے کہ عارب اور بلیطہ کس خونی مہم کا آغاز کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان لوگوں پر یہ واضح ہو جائے گا کہ لوگوں کے قتلِ عام کی مہم میں تم لوگ ملوث نہیں ہو بلکہ کچھ اور ہی قوتیں یہ خونی کھیل کھیل رہی ہیں۔

سنو یوناف! دریا کے اس کنارے تک جہاں پر نیلی دھند کی قوتیں سمندر کی طرح پھیلی ہوئی ہیں وہاں تک میں تمہاری رہنمائی کروں گی کیونکہ ....."

ابلیکا خاموش ہو گئی۔

چار اشخاص یوناف کے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک سرائے کا مالک بھی تھا۔ وہ یوناف سے مخاطب ہو کر بولا:

"اے یوناف میرے عزیز! مجھے یقین اور بھروسہ ہے کہ تم اور بیوسا لوگوں کے اس قتلِ عام میں ملوث نہیں ہو تاہم میں دوسرے لوگوں کے یقین اور اعتماد کی خاطر تین آدمیوں کو ساتھ لے کر آیا ہوں تاکہ تم ہماری ان لوگوں تک رہنمائی کرو جو ان بے گناہ لوگوں کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔ تاکہ ان لوگوں کے سامنے دفاع کا ایک مضبوط بند باندھا جا سکے۔"

یوناف یہ سن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ان سب کی طرف دیکھ کر بولا:

"تم آؤ میرے ساتھ۔ میں تم لوگوں کو دریائے گنگا کے ساحل کی طرف لے کر چلتا ہوں اور تم پہ ثابت کرتا ہوں کہ وہ کون سی اور قوتیں ہیں جو خونخواری کے ساتھ لوگوں کا قتلِ عام کر رہی ہیں۔"

یوناف کے اٹھنے پر بیوسا بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس پر سرائے کا مالک یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا:

"بیوسا کو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ یہیں رہے اور آرام کرے۔"

اس پر یوناف نے کہا:

"نہیں۔ میں بیوسا کو یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ میرے ساتھ چلے گی۔ وہ قوتیں جو لوگوں کے اس قتلِ عام میں ملوث ہیں، میں تم پہ یہ بھی واضح کر دوں کہ وہ ہماری بدترین دشمن ہیں لہٰذا میری غیر موجودگی میں وہ اس پر حملہ آور ہو کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں اس لیے میں اسے یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"

یوناف کی اس بات سے سرائے کا مالک مطمئن ہو گیا۔ پھر وہ، بیوسا، یوناف اور تینوں اشخاص کے ساتھ سرائے سے نکل کر دریا کی طرف بڑھے۔

ابلیکا اس موقع پہ یوناف کی رہنمائی کر رہی تھی۔

○

رات کی تاریکی میں یوناف اور بیوسا، سرائے کے مالک اور اس کے تینوں ساتھیوں کو لے کر دریائے گنگا کے کنارے جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں آ کر بیٹھ گئے۔

اس وقت ان کے سامنے دریا کے وسط میں عارب کی نیلی دھند کی قوتیں آئینے کی طرح چمکتے دھوئیں کی طرح پانی کے اوپر چھائی ہوئی تھیں۔

اس موقع پر یوناف نے سرائے کے مالک اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو میرے ساتھیو! اس دریا کے وسط میں جو تمہیں نیلی نیلی دھند دکھائی دے رہی ہے بس اس پہ نگاہ رکھنا یہ دھند ہی لوگوں کے قتلِ عام کا باعث بنتی ہے۔"

سرائے کا مالک اور اس کے ساتھی بڑے غور سے دریا کے وسط میں پھیلی ہوئی نیلی دھند کی پراسرار قوت کو دیکھ رہے تھے۔

اس وقت سرد قہر آلود رات، پُرسکون اور پُرسوز لمحات اور حسرت و غم کی تہوں سے لپٹی سنسان فضاؤں کے سکوت کے اندر پراسرار تصورات بکھیرتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔

سرما کی تیز سرد ہوائیں رگوں میں خنک سوئیاں چبھو رہی تھیں جس کے باعث دریا کی لہریں تڑپ تڑپ کر کنارے کی طرف جاتی تھیں اور پھر خوف کے ڈر سے جاتی ہوئی لوٹ جاتی تھیں۔

دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ ان ہواؤں کے باعث ٹھٹھری ہوئی بساند پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف ایک سکوت تھا۔

زمین کی سیاہ آنکھوں میں رات کی تلملاہٹیں منجمد اور آسمان کی نیلی آنکھوں میں کائنات کی دھڑکنیں اسیر ہو کر رہ گئی تھیں۔

لمحہ بہ لمحہ گزرتی رات اپنی نبض کو تیز کرتی اور اپنے بند قبا کو کھولتی ہوئی قطرہ قطرہ گرتی شبنم سے لعل گیر ہونے کو بے چین ہو رہی تھی۔

اس لمحے یوناف اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اچانک وہ خاموش ہو گیا۔ اس لیے کہ نیلی دھند کی توتوں کے قریب ہی ایک بہت بڑی کشتی جو ایک جگہ رکی کھڑی تھی اور اس کے اندر مچھیرے اور ملاح مچھلیاں پکڑ رہے تھے، اس کشتی کے مستول پر ایک مچھیرا بڑی تیزی سے اوپر چڑھنے لگا تھا۔ مستول کے اوپر کے حصے میں وہ مچھیرا رسیوں کا سہارا لے کر بیٹھ گیا۔ شاید ایسا اس نے کشتی اور اس کے مچھیروں کی حفاظت کے لیے کیا تھا۔ . . تاکہ وہ اپنے اردگرد نگاہ رکھ سکے اور خطرے کی صورت میں اپنے ساتھی مچھیروں کو بروقت آگاہ کر سکے۔

اس وقت کشتی کے اندر سے چکارے کی دھیمی دھیمی دھن پہ گانے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں شاید اس کشتی کے اندر کام کرنے والے ماہی گیر کام کرنے کے ساتھ ساتھ چکارہ بجاتے اور گانا گاتے ہوئے اپنا وقت گزار رہے تھے۔

کافی دیر تک وہ سب دریائے گنگا کے کنارے جھاڑیوں کے جھنڈ کے اندر چھپ کر دریا کی سطح پر پھیلی نیلی دھند کو دیکھتے رہے۔ اس دوران دریا کے وسط میں کھڑی وہ کشتی دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہوتی رہی اور اس کے اندر کام کرنے والے مچھیرے مچھلیاں پکڑنے کے ساتھ ساتھ چکارے کی دھن پہ گاتے بھی جا رہے تھے۔

اچانک رات کی اس تاریکی اور ہولناک سناٹے کے اندر یوناف کی حالت بدلنے لگی۔ اس کی صحرا جیسی آنکھوں کے اندر غصے کے انگارے بھڑکنے اور نفرت کی ریت اڑنے لگی۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں دھول ہی دھول اور شعلے ہی شعلے دکھائی دے رہے تھے۔

یوں لگ رہا تھا کہ اس کی رگوں کے اندر خون وحشت کے نعروں کی صورت اختیار کرنے لگا ہو۔ اس کا سارا جسم بیدار ہو کر سلگ اٹھا اس لیے کہ نیلی دھند حرکت میں آ رہی تھی۔

نیلی دھند اب آہستہ آہستہ اس بڑی کشتی کی طرف بڑھ رہی تھی جس کے اندر مچھیرے مچھلیاں پکڑ اور گا رہے تھے۔

اس موقع پہ یوناف نے بڑی بے چینی سے اپنے ان چاروں ساتھیوں اور بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا:

"اے میرے مہربانو! اس نیلی دھند کی طرف غور سے دیکھو۔ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ اب وہ نیلی دھند آہستہ آہستہ پھیلتی ہوئی قریب کھڑی اس کشتی کی طرف بڑھ رہی ہے جس کے اندر مچھیرے چکارے پر گانا گاتے ہوئے مچھلیاں پکڑ رہے ہیں۔

اس موقع پر میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ یہ نیلی دھند اس کشتی کے اندر کام کرنے والے ملاحوں اور مچھیروں پر حملہ کر کے ان پر موت طاری کر دے گی۔

سنو مہربانو! یہ کوئی عام دھند نہیں ہے بلکہ یہ نیلی دھند انتہائی خوفناک اور خطرناک ہے اور اس دھند کے اندر تیز شعلوں کی سی زبانوں والی شیطانی قوتیں کام کر رہی ہیں۔ لہٰذا اے میرے ساتھیو! میں تم پر یہ پیش گوئی کرتا ہوں کہ یہ نیلی دھند کی قوتیں ابھی ان ماہی گیروں پہ حملہ آور ہوں گی۔

میں تم پر یہ بھی انکشاف کرتا ہوں کہ وہ نیلی دھند کی قوتیں ہی ہیں جو گزشتہ کئی دنوں سے لوگوں کا قتلِ عام کر رہی ہیں۔"

اس پر سرائے کے مالک نے یوناف سے پوچھا:

"اے یوناف! اپنی گفتگو سے تم بار بار ہمیں یہ یقین نہ دلاؤ کہ اس قتلِ عام کی ذمہ دار یہ نیلی دھند کی قوتیں ہیں۔ تم ایک عرصے سے میری سرائے میں قیام کیے ہوئے ہو۔ مجھے تم پہ پورا بھروسہ اور یقین ہے کہ تم ہرگز اس کام میں ملوث نہیں ہو۔

اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس وقت یہ نیلی دھند کی قوتیں کشتی کے اندر کام کرنے والے ماہی گیروں پر حملہ آور ہونے کو بڑھ رہی ہیں تو ہمیں ان کے دفاع کے لیے کیا کرنا چاہیے۔"

یوناف نے سرائے کے مالک کو کوئی جواب نہ دیا اور ہلکی سی آواز میں پکارا:

"ابلیکا! ابلیکا!"

جونہی ابلیکا نے اس کی گردن پہ پھولوں جیسا لطیف مس دیا، یوناف نے بڑی رازداری اور سرگوشی میں اسے مخاطب کر کے کہا:

"سنو ابلیکا! تم یہیں بیوسا کے پاس دریائے گنگا کے کنارے رکو اور بیوسا کے ساتھ ساتھ سرائے کے مالک اور اس کے ساتھیوں کی حفاظت کرو جبکہ میں نیلی دھند کی ان قوتوں سے کشتی کے اندر کام کرنے والے مچھیروں کی جانیں بچانے کے لیے آگے بڑھتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد یوناف خاموش ہو گیا۔ کیونکہ مستول پر چڑھ کر جو ماہی گیر اپنے اطراف میں نگاہ رکھنے کے لیے بیٹھا ہوا تھا وہ اچانک خوف بھری آوازیں نکالتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو پکار پکار کر حرکت کرتی ہوئی اس نیلی دھند کی طرف اشارے کر رہا تھا۔

وہ انہیں یہ بتا رہا تھا کہ دھند کے اندر مجھے یہ لگ رہا ہے جیسے آگ جیسی کوئی خوفناک قوتیں ہوں اور بار بار زہریلے سانپوں کی طرح اپنی زبانیں نکالتی ہوں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے وہ ملاح بڑی تیزی سے نیچے اتر کر کشتی میں جا رہا تھا۔

یہ دیکھتے ہی سرائے کا مالک اور اس کے تینوں ساتھی بری طرح خوفزدہ ہو گئے۔ پھر سرائے کے مالک نے یوناف سے کہا:

"اے یوناف! میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اس موقع پر اس کشتی کے ماہی گیروں کو بچانے کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

یوناف نے فوراً اسے جواب میں کہا:

"تم اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ جہاز لوں کے اس جھنڈ میں بیٹھے رہو۔ میری ساتھی بیوسا بھی یہیں رہے گی۔ اس کے یہاں ہوتے ہوئے تمہیں کسی قسم کا خطرہ محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ وہ نیلی دھند کی قوتیں کشتی والوں کو چھوڑ کر تمہاری طرف چلی بھی آئیں تو بیوسا اپنے ساتھ تمہاری بھی حفاظت کرے گی۔ میں اب دریا میں کود کر اس کشتی کی طرف جاتا ہوں اور نیلی دھند کی ان شیطانی قوتوں سے کشتی میں کام کرنے والے ملاحوں اور ماہی گیروں کی حفاظت کا سامان کرتا ہوں۔"

یوناف کی اس ساری گفتگو کے جواب میں سرائے کا مالک کچھ کہنا چاہتا تھا مگر یوناف اس کے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر تیزی سے آگے بڑھا۔ پھر وہ مگرمچھ کی طرح رینگتا ہوا آواز پیدا کیے بغیر پانی میں گھس گیا۔

○

اپنی سری قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے یوناف حیرت انگیز انداز میں تیرتا ہوا بڑی تیزی کے ساتھ دریا کے وسط میں کھڑی اس کشتی کی طرف بڑھا جس پر نیلی دھند کی قوتیں حملہ آور ہو رہی تھیں۔

جب وہ پانی سے نکل کر اس کشتی میں داخل ہوا اس وقت نیلی دھند کی قوتیں کشتی کے افراد پر حملہ آور ہو چکی تھیں اور ان میں سے ایک ماہی گیر کا کام تمام کرتے ہوئے جب وہ مزید آگے بڑھیں تو یوناف ان کے سامنے ایک آہنی دیوار اور چٹان بن کر آ کھڑا ہوا۔

اس موقع پر یوناف نے اپنے بائیں ہاتھ میں وہ گول آئینہ تھام رکھا تھا جس کے اوپر اس نے آتشی رنگ میں اسمِ اعظم لکھوایا تھا۔

دائیں ہاتھ میں اس نے اپنی تلوار سنبھال رکھی تھی جس پر اس نے اپنا عمل کر رکھا تھا جس کے باعث اس تلوار کی نوک سے چنگاریاں نکل رہی تھیں جنہوں نے اس کشتی اور اس کے ارد گرد کے سارے ماحول کو خاصا روشن کر دیا تھا۔

یوناف کو اپنے سامنے ایک ہاتھ میں اسمِ اعظم اور دوسرے میں اپنی عمل کی ہوئی تلوار پکڑے دیکھ کر نیلی دھند کی وہ قوتیں ایک دم ٹھٹک کر رک گئی تھیں۔ پھر وہ یوں پیچھے ہٹی تھیں جیسے سمندر کی لہریں چٹانوں سے ٹکرا کر واپس پلٹتی ہیں یا کوئی زہریلا سانپ حملہ آور ہوتے ہوتے اچانک وحشت زدہ ہو کر پلٹ پڑا ہو۔

یوناف سے ذرا فاصلہ رکھ کر نیلی دھند کی قوتیں کشتی کے اندر ہی کھڑی رہیں اور اپنے منہ سے آگ کے انگار نکالتی ہوئی بڑے برہم انداز میں یوناف کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس موقع پر یوناف نے ان نیلی دھند کی قوتوں کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو نیلی دھند کی شیطانی قوتو! جب کسی گروہ کا انسانی پیداوار حد سے بڑھ جاتی ہے اور ان پر ظلمات کی سارے حدود کو پھلانگ کر گزر جاتا ہے تو ایسے پھیلے ہوئے انسانوں کے بے رحم خواب زمین کے سفاک عناصر کا روپ دھار لیتے ہیں اور ظلم کرنے والے کے جسم اور جان کو چیر کر رکھ دیتے ہیں۔

سنو نیلی دھند کی قوتو! قبل اس کے کہ میں نفرت کی بجھتی آگ کا دھواں بن کر گرد سفر کی طرح تمہیں اڑا دوں، اہلِ ہوس کے جوش کی طرح تمہیں ٹھنڈا کر دوں اور سیاہ کاروں کے ہوش کی طرح تمہارا خاتمہ کر دوں تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

یوناف کی اس دھمکی کا نیلی دھند پر کوئی اثر نہ ہوا۔

اس پر یوناف نے ان کو پھر مخاطب کیا اور قہر سے بولا:

"سنو نیلی دھند کی قوتو! قبل اس کے کہ سحر ہو جائے اور ہر شے کی پیشانی سے شبنم جھڑنے لگے۔ قبل اس کے کہ میں اس قبائے ظلمت و نور کے اندر تمہارے لیے ایک نگاہِ برہم اور نفرت کی آگ ثابت ہوں، اس کشتی کو چھوڑ کر ان ماہی گیروں اور ملاحوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر یہاں سے چلی جاؤ۔

سنو نیلی دھند کی قوتو! انسان اور جنات دونوں بے ثبات ہیں۔ یہ زندگی ایک رات کے مانند ہے۔ قبل اس کے کہ اس کشتی کے اندر تمہاری بے صوت کراہیں اور نگہِ خوابیدہ کا تماشہ یہ سارے ملاح اور ماہی گیر دیکھیں

تمہیں فی الفور اس کشتی سے چلا جانا چاہیے۔

اور ہاں یہ بھی سنو اور یاد رکھو کہ میں اس کشتی کے ملاحوں اور ماہی گیروں کے لیے نجات کا ایک خواب اور زندگی کی ایک بشارت بن کر آیا ہوں اور میں کسی بھی صورت تمہاری بدی کو تمہارے گناہوں کو اور تمہاری ہوس کو اس کشتی کے اندر پھلنے پھولنے نہ دوں گا؟

یوناف کے بار بار تنبیہ کرنے پر بھی نیلی دھند کی قوتیں وہاں سے نہ ہٹیں تو یوناف نے اپنی تلوار بھی اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑی۔ پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا خنجر نکالا۔ جلدی جلدی اس پر کوئی عمل کیا اور پھر اپنا وہ خنجر جب اس نے پوری قوت اور زور کے ساتھ گھما کر لہراتے ہوئے اس نیلی دھند کے اندر پھینکا تو وہ خنجر فضاؤں کو چیرتا ہوا جونہی کشتی کے اندر پیوست ہوا۔ نیلی دھند کی قوتیں چیختی چلاتی ہوئی پانی پر اتر گئی تھیں۔

ان کی اس حالت سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے قطرے میں طوفان بیکراں پیدا ہو گئے ہوں یا ان کے جسم سے ساری طاقت نکال کر ان کے تن کو مفلوج کر دیا گیا ہو۔

اس موقع پر یوناف کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی اور وہ چشم حقارت سے نیلی دھند کو پانی میں اتر کر دور جاتے دیکھنے لگا۔

یہ سماں دیکھتے ہوئے کشتی کے ماہی گیر اور ملاح بھی باہر نکل آئے اور وہ سب اپنی ٹکٹکی ہوئی نگاہوں سے کبھی یوناف اور کبھی نیلی دھند کی دور ہوتی ہوئی قوتوں کو دیکھے جا رہے تھے۔

رات کی تاریکی میں مدھم چاندنی اور آئینے کی طرح چمکتی ہوئی نیلی دھند کی وہ قوتیں جب دریائے گنگا میں اترنے کے بعد دور ہٹتی چلی گئیں تو یوناف واپس مڑا اور اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ملاحوں اور ماہی گیروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"سنو محنت کش ملاحو! یہی وہ نیلی دھند کی قوتیں ہیں جو دریائے گنگا کے کنارے اور اس کے اندر لوگوں کا قتل عام کرتی رہی ہیں۔ انہی نیلی دھند کی قوتوں نے تمہارے دیکھتے ہی دیکھتے ایک ساتھی ملاح کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب تم اپنی اس کشتی کو کنارے کی طرف لے چلو۔ آج کی رات دریا میں مچھلیاں نہ پکڑو کیوں آج کی رات یہ نیلی دھند کی قوتیں دریا کے اندر ہی رہیں گی۔

کنارے پر جا کر میں اس شخص سے بات کروں گا جس کے قبضے میں یہ قوتیں ہیں اور میں اسے بھی ان نیلی دھند کے ساتھ یہاں سے بھاگ جانے پر مجبور کر دوں گا۔ تب تم بے دھڑک اور بے خوف ہو کر دریا کے وسط میں جا کر مچھلیاں پکڑ سکو گے۔ تم مطمئن رہو۔ اب میری موجودگی میں تم لوگوں کو نیلی دھند کی ان قوتوں سے کوئی خطرہ نہیں ہے!"

یوناف کی یہ گفتگو سن کر ملاحوں اور ماہی گیروں کو کچھ ڈھارس ہوئی تھی اور وہ یوناف کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔ تاہم ان کے چہروں پر بے رونقی اور دکھ و تاسف طاری تھا۔ پھر ایک ملاح یوناف کے قریب آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا:

"اے اجنبی! ہم نہیں جانتے تم کون ہو۔ کہاں سے آئے ہو اور اچانک ہماری کشتی میں کیسے نمودار ہو گئے۔ ہم لوگوں نے تو بس یہی دیکھا کہ تم برق کے کوندے کی طرح دریا کے پانی سے نمودار ہوئے اور ہمارے اور نیلی دھند کی ان قوتوں کے درمیان حائل ہو گئے اور تمہارے ایسا کرنے کے ساتھ یہ قوتیں اپنی جگہ پر رک گئیں اور پھر جب تم نے اپنا خنجر تاک کر ان میں مارا تو وہ چیختی چلاتی ہوئی یہاں سے بھاگ گئیں۔

اے نوجوان اور مہربان اجنبی! تم [illegible] فی الفور [illegible] لیکن تم ہمارا [illegible] ہمارے لیے [illegible] اگر تم آج نہ ہوتے تو نیلی دھند کی یہ قوتیں ہماری تقدیر ہماری قسمت کی لکیریں بدل کر رکھ دیتیں اور ہم سب کو ہماری کشتی کے اندر موت سے بغل گیر کر دیتیں۔

اے نوجوان اور مہربان اجنبی! ہم تیرے شکر گزار اور ممنون ہیں کہ تو نے ہم سب کی جان بچائی ہے۔ اب ہم تیرا کہا مان کر کشتی کو کنارے کی طرف لے جاتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی اس کشتی کے ملاح حرکت میں آئے۔ چپو چلاتے ہوئے وہ کشتی کو بڑی تیزی سے کنارے کی طرف لے جا رہے تھے۔

کشتی جب کنارے پر آ کر لگی تو اتنی دیر میں بیوما سرائے کے مالک اور اس کے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر وہاں پہنچ گئی۔

یوناف نے کشتی کے اندر گڑا ہوا اپنا خنجر نکال لیا۔ پھر وہ کشتی سے نیچے اترا۔ سرائے کے مالک اور اس کے تینوں ساتھیوں کے قریب آیا اور ان سے کہا:

"سنو میرے مہربانو! تم جانتے ہو کہ میرے وہاں پہنچنے تک نیلی دھند کی وہ قوتیں حملہ آور ہو چکی تھیں۔ پھر بھی میں ان کے اور مچھیروں کے درمیان حائل ہو گیا اور مزید نقصان ہونے سے رہ گیا تاہم ایک ملاح ان کے ہاتھوں مارا گیا!"

اتنی دیر میں سارے ملاح اور ماہی گیر بھی کشتی سے اتر آئے اور کسی قدر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے سرائے کے مالک سے کہا:

"یہ جوان آج ہماری کشتی میں نمودار نہ ہوتا تو نیلی دھند کی قوتیں سارے ماہی گیروں اور ملاحوں کا خاتمہ کر چکی ہوتیں۔"

اس انکشاف پر سرائے کے مالک نے بڑی ممنونیت سے یوناف کی طرف دیکھا اور بولا:

"اے میرے عزیز! مجھے تو پہلے ہی یقین تھا کہ تم اس کام میں ملوث نہیں ہو بہرحال تم نے عملی طور پر بھی ثابت کر دیا ہے کہ کون اس قتلِ عام میں ملوث ہے۔"

پھر اس کے ساتھ آئے ہوئے تین ساتھیوں میں سے ایک نے یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"سرائے کے اندر جن لوگوں نے تم کو مارا اس کے لیے ہم سب شرمندہ ہیں۔ یقیناً تم معصوم اور بے گناہ تھے۔ اب ہمیں خبر ہوئی ہے کہ کیسے اور کس طرح لوگوں کا قتلِ عام ہوتا ہے۔

اے ہمارے مہربان! اب تم یہ بتاؤ کہ نیلی دھند کی یہ قوتیں جو مافوق الفطرت لگتی ہیں ان سے کیسے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔"

یوناف نے خاموش رہ کر کچھ سوچا پھر سرائے کے مالک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"تم اپنے ساتھیوں کو لے کر سرائے کی طرف پلٹ جاؤ۔"

پھر وہ ملاحوں کی طرف مڑا اور بولا:

"تم سب بھی آج کی رات اپنے اپنے جھونپڑوں میں آرام کرو اور آج رات کے کسی حصے میں تم لوگ دریا سے مچھلیاں نہ پکڑنا اور یہ جو نیلی دھند کی قوت تمہاری کشتی پر آتی ہے۔ رہی بات اس کا میں ایسا انتظام اور بندوبست کروں گا کہ پھر یہ دوبارہ ادھر کا رخ کر کے تمہارے لیے باعثِ اذیت اور زحمت نہ بنے گی۔ اب تم سب لوگ جاؤ۔"

یوناف کے کہنے پر سارے ملاح اور ماہی گیر اپنے اپنے جھونپڑوں کی طرف چل دیے جبکہ سرائے کا مالک اپنے ساتھیوں کو لے کر سرائے کی طرف چلا گیا۔

ان کے جانے کے بعد بیوسا نے یوناف کی طرف دیکھا۔ یوناف تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس نے بیوسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"سنو بیوسا! اب جبکہ ماہی گیر، ملاح اور سرائے کا مالک اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا چکے ہیں تو آؤ ہم حرکت میں آئیں۔ عارب اور غبیطہ کی طرف چلیں اور انہیں یہاں سے اپنی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ بھاگ جانے پر مجبور کریں۔"

یوناف کی بات پر بیوسا خوش ہو گئی اور وہ اس کے قریب ہو کر اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پیار سے بولی:

"اس معاملے میں میں تم سے مکمل طور پر اتفاق کرتی ہوں۔ آؤ ان دونوں کی طرف چلیں اور ابھی انہیں یہاں سے

بھاگ جانے پر مجبور کریں تاکہ یہ دریا کے اندر کام کرنے والے ملاح اور سرائے کے اندر رہنے والے مسافر امن اور سکون محسوس کریں۔"

پھر اس نے پوچھا:

"لیکن ہمیں یہ کیسے خبر ہوگی کہ عارب اور غبیطہ ماہی گیروں کی اس بستی میں کس جھونپڑے کے اندر قیام کیے ہوئے ہیں؟"

جواب میں یوناف مسکرا کر بولا:

"اس کے لیے ابلیکا کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ وہ کاہے کے لیے ہے۔ وہ یقیناً عارب اور غبیطہ کے جھونپڑے تک ہماری راہنمائی کرے گی۔"

اس کے ساتھ ہی ہلکی ہلکی آواز میں یوناف نے ابلیکا کو پکارا۔

جواب میں ابلیکا نے اس کی گردن پر اپنا پھولوں جیسا نرم اور ریشمی لمس دیا۔ اس کے ساتھ ہی یوناف نے اسے مخاطب کر کے کہا:

"سنو ابلیکا! رات کی اس تاریکی میں میری اور بیوسا کی اس جھونپڑے تک راہنمائی کرو جہاں عارب اور غبیطہ قیام کیے ہوئے ہیں۔ ہم رات کی تاریکی میں ان دونوں سے نپٹ کر انہیں ان کی نیلی دھند کی قوتوں کے ساتھ بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔"

جواب میں ابلیکا کی مسکراتی اور کھلکھلاتی ہوئی آواز یوناف کی سماعت سے ٹکرائی:

"سنو یوناف اور بیوسا! میں بھی تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتی ہوں۔ اب تم دونوں ان ماہی گیروں کے جھونپڑوں کی طرف چلو۔ میں تمہاری راہنمائی کروں گی۔"

ابلیکا کے کہنے پر یوناف اور بیوسا ماہی گیروں کے جھونپڑوں کی طرف بڑھنے لگے۔

○

ابلیکا کی راہنمائی میں یوناف اور بیوسا اس جھونپڑے کے سامنے آن کھڑے ہوئے جس کے اندر عارب اور غبیطہ نے قیام کر رکھا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہاں کھڑے رہنے کے بعد یوناف نے دیکھا کہ قریب ہی ایک جھونپڑے کے سامنے آگ کا ایک الاؤ روشن تھا اور اس الاؤ کے گرد کچھ لوگ بیٹھے اپنے آپ کو گرم رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

یوناف اس الاؤ کے پاس آیا اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا:

"یہ جو سرائے کے اندر اور گنگا کے اندر ماہی گیروں اور ملاحوں کا قتلِ عام ہو رہا ہے اس میں یہ دونوں میاں بیوی ملوث ہیں جنہوں نے اس جھونپڑے کے اندر قیام کر رکھا ہے اور جو نئے نئے تمہاری اس بستی میں وارد ہوئے ہیں۔

سنو میرے سرابان ملاحو اور ماہی گیرو! یہ دونوں میاں بیوی انسانی خون کے متلاشی اور خوفناک انسان ہیں۔ ان کے قبضے میں نیلی دھند کی قوتیں ہیں جن کو یہ حملہ آور ہونے کو کہتے ہیں اور ان کے حکم پر یہ نیلی دھند کی قوتیں عام لوگوں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتی ہیں۔ میں ان دونوں میاں بیوی کو یہاں سے بھگانا چاہتا ہوں تاکہ تم سب لوگ ان سے محفوظ ہو جاؤ۔"

یوناف کی بات کاٹتے ہوئے ایک ملاح اٹھا اور کہنے لگا:

"آپ کو کسی قسم کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اسی کشتی پر تھا جس پر تھوڑی دیر پہلے نیلی دھند کی قوتوں نے حملہ کیا تھا اور وہاں سے آپ نے ہماری جان بچائی تھی۔ آپ جو چاہیں ان دونوں میاں بیوی سے کریں۔ اس بستی میں کوئی بھی آواز نہ اٹھائے گا۔"

اس نوجوان ملاح کا جواب سن کر یوناف خوش اور مطمئن ہو گیا۔ پھر اس نے آگ کے جلتے الاؤ میں سے ایک لکڑی اٹھائی اور اس جھونپڑے کی طرف بڑھا جس میں عارب اور بنیطہ قیام کیے ہوئے تھے۔

اس جھونپڑے کی پشت کی جانب جا کر یوناف نے جلتی ہوئی لکڑی سے جھونپڑے کو آگ لگا دی جب اس نے دیکھا کہ جھونپڑے کو آگ لگ گئی ہے تو وہ بھاگ کر جھونپڑے کے دروازے کے سامنے آ کھڑا ہوا اور تلوار اس نے بے نیام کر کے فضا میں بلند کر لی۔ پھر وہ عارب اور بنیطہ کی طرف سے کسی جوابی ردِعمل کا بے تابی کے ساتھ انتظار کرنے لگا۔

جب جھونپڑے کو لگی ہوئی آگ خوب بھڑک اٹھی تو تھوڑی دیر بعد عارب اور بنیطہ بھاگتے ہوئے باہر نکلے باہر آ کر وہ ایک دم ٹھٹک سے گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ وہاں یوناف اور بیوسا کھڑے تھے اور یوناف نے اپنے ہاتھ میں ننگی تلوار تھام رکھی تھی جس کی نوک چمک رہی تھی اور اس نے اردگرد کے سارے ماحول کو روشن کر رکھا تھا۔

رات کے اس وقت یوناف کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر عارب اور بنیطہ ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا یوناف اس وقت بیوسا کے ساتھ ان کے سامنے کسی آتش فشاں پہاڑ کی طرح کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر ریت لو، چلچلاتی دھوپ اور رقص کرتی آگ کے شعلوں کی سی غضب ناکی تھی۔

یوناف کی یہ حالت دیکھ کر عارب اور بنیطہ روزنِ حبس میں ٹھہری ہوئی ہوا جیسے ہو کر رہ گئے۔ ان کی آنکھوں کے اندر خوف بھر گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا گویا وہ اس عالم بے رنگ میں زیست کے علاتم کا شکار ہو گئے ہوں۔ وہ دونوں پر اسرار لمحوں کی گہری گپھاؤں اور خرابوں کی ساعتوں کی طرح کچھ ایسے خاموش اور چپ تھے گویا انہیں حرف کی گمیابی کا اندیشہ ہو گیا ہو۔

پھر یوناف ہی نے ان کو مخاطب کرنے میں پہل کی اور کہا:

"سنو عارب اور بنیطہ! یہاں آ کر تم نے غلط جگہ کا انتخاب کیا ہے جبکہ تم جانتے تھے کہ یہاں سے قریبی سرائے میں میں اور بیوسا نے قیام کر رکھا ہے۔ ہم یہاں اپنی موجودگی میں تمہیں کیسے اور کیونکر ظلم بپا کرنے دے سکتے ہیں۔

سنو عارب اور بنیطہ! جس طرح ہر پھول گلاب نہیں ہوتا اور ہر جوان کامل اور بے مثل نہیں ہوتا اسی طرح اس دنیا میں ہر جگہ اور ہر مقام ایک سا نہیں ہے جہاں تم اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق خونخواری کرتے رہو۔ تم جانتے ہو ہماری اور تمہاری جو منزلیں، مخابطے، فلسفے جدا جدا ہیں لہٰذا رات کی اس تاریکی میں میں تم سے کہتا ہوں کہ فوراً تم یہاں سے نکل جاؤ۔

سنو عارب اور بنیطہ! اگر تم نے مزید یہاں قیام کر کے لوگوں کے قتلِ عام کو جاری رکھا تو سن رکھو میں تم دونوں کو بے آواز لفظوں کے کرب میں مبتلا کر دوں گا۔ دریائے گنگا کے کنارے ماہی گیروں اور ملاحوں کی اس بستی میں تم دونوں کی سراسیمگی، وحشت، تذلیل اور بے چارگی کا باعث بن جاؤں گا۔

تم دونوں جانتے ہو کہ راستے کی ہر رکاوٹ کو میں نابود کرنا جانتا ہوں اور کوئی جبر، کوئی طاقت مجھے اپنا ہدف اور مقصد حاصل کرنے سے نہیں روک سکتی۔

تم اپنی نمرود دشمناؤں اور مجنونانہ جستجو کو سمیٹ کر کہیں اور چلے جاؤ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر رات کی اس تاریکی میں میری آتشیں تلوار تم پر برسے گی اور جو تمہارا انجام ہو گا وہ میرا اللہ ہی جانتا ہے۔"

یوناف کی اس ساری گفتگو کا عارب اور بنیطہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ بے چارگی اور بے بسی کے عالم میں باری باری کبھی یوناف اور کبھی بیوسا کی طرف دیکھتے رہے پھر معنی خیز انداز میں انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دریا کی طرف چلے گئے۔

کنارے پر آ کر انہوں نے اپنی نیلی دھند کی قوتوں کو طلب کیا جو اس وقت دریا کے اندر پھیلی ہوئی تھیں۔ عارب کا حکم پا کر وہ نیلی دھند کی قوتیں طوفانی انداز میں کنارے کی طرف آئیں اور جب عارب اور بنیطہ ان کے قریب ہوئے تو وہ ان دونوں کو ساتھ لے کر کسی انجانی منزل کی طرف روانہ ہو گئیں۔

ایک روز وریت کا راجہ اور یدشٹر راج محل کے باغ میں اکٹھے بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ ان کے سامنے ایک طرف سے یونان اور بیوسا نمودار ہوئے۔

ان دونوں کے یوں اچانک نمودار ہونے پر راجہ کے چہرے پر ناراضگی اور ناپسندیدگی کے تاثرات ظاہر ہوئے جنہیں یدشٹر نے دیکھ لیا تھا لہٰذا اس نے فوراً راجہ سے کہا:

"اے راجہ! یہ جو دو اجنبی یہاں آئے ہیں یہ دونوں میاں بیوی ہیں اور میرے پرانے جاننے والے ہیں۔ بلکہ میں یوں کہہ سکتا ہوں کہ یہ دونوں میرے محسن اور مربی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ کسی اہم کام کے سلسلے میں مجھ سے ملنے آئے ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں اپنے ساتھ لے جا کر انہیں اپنے کمرے میں گفتگو کر لوں۔"

اس موقع پر یدشٹر اس لیے بھی خوفزدہ تھا کہ یونان اور بیوسا کی زبان سے اس کا یہ راز افشا نہ ہو جائے کہ یہ پانڈو برادران ہیں اور انہوں نے یہاں پر غلط ناموں سے پناہ لے رکھی ہے۔

یدشٹر اپنی جگہ سے اٹھ کر جانا ہی چاہتا تھا کہ راجہ نے یدشٹر کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو کانکا! اگر یہ تمہارے مہمان ہیں تو انہیں اس نشست پر بٹھاؤ اور میری موجودگی میں تم ان کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہو۔"

پھر یدشٹر کے جواب کا انتظار کیے بغیر راجہ نے قریبی نشستوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یونان اور بیوسا کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

یونان اور بیوسا چپ چاپ وہاں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یونان نے خاموشی کو توڑا اور وریت کے راجہ کو مخاطب کر کے کہا:

"سنو راجہ۔ میں کانکا کا پرانا جاننے والا ہوں لیکن اس وقت میں ایک ایسے کام کے سلسلے میں آیا ہوں جس میں تمہاری بہتری اور بھلائی ہے اور وہ بات کہنے سے پہلے میں تم پر یہ انکشاف کر دوں کہ کانکا اس کے علاوہ یہاں کے باورچی خانے میں کام کرنے والا اور گھوڑوں کی دیکھ بھال اور جانوروں کے ریوڑوں کی نگرانی کرنے والا گرنتی اور تانترپال کے علاوہ تمہارے محل میں رہنے والی سیرندھری بھی مجھے خوب اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ لوگ پانڈو برادران کے ساتھ اندرپرستھ میں کام کرتے رہے ہیں اور جب ایک فریب اور دھوکے سے کام لے کر کوروؤں نے پانڈوؤں کو جلا وطنی پہ مجبور کیا تو یہ سب چاروں سے پناہ لینے کے لیے تمہارے پاس یہاں چلے آئے۔

میں بھی چونکہ وہاں ایک مشیر اور صلاح کار کی حیثیت سے کام کرتا رہا ہوں اس لیے یہ سب لوگ میرے خوب جاننے والے ہیں۔

اے راجہ! یہ میرا تعارف ہے کہ میں کانکا اور دوسرے ساتھیوں کو کیسے جانتا ہوں۔ اب میں تم سے وہ بات کہتا ہوں جس کے لیے میں یہاں آیا ہوں:

اس پر راجہ نے فکرمندی اور کسی قدر پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"کہو۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

جواب میں یونان نے کہنا شروع کیا:

"سنو راجہ! ہستناپور کے راجہ دھرت راشٹر کا بیٹا دریودھن اور ریاست تریگرت [illegible] سوسارام دونوں تمہارے خلاف برے ارادے رکھتے ہیں۔ سوسارام ہستناپور گیا ہوا تھا جہاں پر اس نے کئی روز قیام کر کے دریودھن اور اس کے باپ دھرت راشٹر سے صلاح مشورہ کیا اور یہ فیصلہ کیا کہ دونوں مل کر تم پر حملہ کر دیں۔

اے راجہ! ان دونوں کی نگاہ تمہارے لاکھوں جانوروں کے ریوڑ پر بھی ہے۔ وہ دونوں ایک دن کا وقفہ ڈال کر تمہارے اس مرکزی شہر وریت پر حملہ آور ہوں گے۔ جنوب کی طرف سے تریگرت کا راجہ سوسارام اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہو گا جبکہ شمال کی طرف سے دریودھن حملہ کرے گا۔

ان کا پہلا کام یہ ہو گا کہ شمال اور جنوب میں تمہارے جو ریوڑ چرتے ہیں انہیں اپنے قبضے میں کر لیں اور پھر جب تم اپنے لشکر کے ساتھ اپنے جانوروں کی بازیابی کے لیے نکلو تو تمہارے ساتھ ایسی ہولناک جنگ لڑی جائے کہ نہ صرف یہ کہ وریت شہر پر قبضہ کر لیا جائے بلکہ تمہاری ریاست کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے۔ ایک حصہ دریودھن

کو طے اور ایک حصہ ترگی گرت کے راجہ سوسارام کو۔

اے راجہ۔ میں تمہیں قبل از وقت مطلع کر رہا ہوں کہ ان دونوں شیطانوں کے حملے سے تم اپنے دفاع کا سامان کر لو۔

یوناف خاموش ہوا تو یدھشٹر نے راجہ سے کہا:

اے راجہ! اس نوجوان کا نام یوناف ہے اور اس کے ساتھ اس کی جو بیوی ہے اس کا نام ایوسا ہے۔ یہ دونوں میاں بیوی انتہائی مخلص اور جاں نثار ہیں۔ میں ان کا پرانا جاننے والا ہوں۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس لڑائی اور جنگ کے معاملے میں اس سے بہتر نہ کوئی مشورہ دے سکتا ہے اور نہ مدد دے سکتا ہے۔ یہ ایک مافوق الفطرت انسان ہے کہ اپنے سامنے آنے والے بڑے بڑے لشکروں کو مٹھی بھر جوانوں کے ساتھ الٹ پلٹ کر کے شکست دے سکتا ہے اس لئے اے راجہ! اس موقع پر میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ یوناف کو اپنے ساتھ رکھا جائے اور یہ دریودن اور سوسارام جو ہم پر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول رہے ہیں ان کے خلاف اس کی تجربہ اور کارگزاری سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

یدھشٹر کی اس بات پر راجہ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ پھر اس نے یوناف کی طرف دیکھا اور اس سے مخاطب ہو کر پوچھا:

اے مہربان اجنبی! ان جنگوں میں تم ہمارے لیے کیا کر سکتے ہو؟

اس پر یوناف نے جواب دیا:

اے راجہ! ان دونوں قوتوں کے خلاف اگر تم کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر میرے کہنے پر عمل کرو۔ تم اپنے سارے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرو۔ ایک حصے کو لے کر تم جنوب کی طرف نکلو۔ اس کا نائب والا اگرمنتی اور تانتر پال کو بھی تم اپنے ساتھ رکھو کیونکہ یہ سب جنگوں کے ماہر اور انتہائی پُرخلوص لوگ ہیں۔ میں بھی ان جنگوں میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ ہم سب مل کر راجہ سوسارام کو شکست دینے میں ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔

اور ہاں راجہ۔ اپنے دوسرے لشکر کی کمانداری کے لیے اپنے کسی بیٹے کو ویرت شہر میں چھوڑ کے جانا اور تم نے جو نیا ناچ گھر بنوایا ہے اس میں رقص کی تربیت دینے والا جو استاد ہے جس کا نام برنیل ہے اس کو بھی یہیں چھوڑ کر جانا۔ یہ برنیل وہ شخص ہے جو پانڈو برادران کے بھائی ارجن کا رتھ بان رہا ہے اور یہ ایک رقاص کے علاوہ ایک انتہائی دلیر اور شجاع انسان ہے۔

جب تم اپنے لشکر کے ساتھ جنوب میں سوسارام کے ساتھ جنگ کر رہے ہو گے تو اس دوران شمال سے دریودن اپنے لشکر کے ساتھ حملہ کرے گا۔ اس موقع پر تمہارا وہ بیٹا جس کی کمانداری میں دوسرا لشکر دیا جائے گا وہ برنیل کے ساتھ اس لشکر کو روکے گا بلکہ اسے شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اے راجہ! جب مجھے خبر ہو گی کہ دریودن تمہارے بیٹے اور برنیل پر بھاری ثابت ہو رہا ہے تو میں بھی پھر تمہارے لشکر سے نکل کر ان کی طرف آ جاؤں گا۔ پھر تم دیکھنا کہ ہم لمحوں کے اندر جنگ کا نقشہ کیسے پلٹ کے رکھ دیتے ہیں۔

اے راجہ۔ اب وقت برباد نہ کرنا۔ دریودن اور سوسارام کسی بھی وقت تم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں لہٰذا ایک ایک لمحہ تمہارے لیے قیمتی اور اہم ہے۔

اس بات پر راجہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک بار اس نے خوشی کے عالم میں یوناف کو اپنے ساتھ لپٹایا۔ پھر اس نے کہا:

"میں ابھی جاتا ہوں اور اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیتا ہوں۔ اور سنو! تم شاید ہمارے ساتھ جنگوں میں مصروف رہو لہٰذا تم اپنی بیوی بیوسا کو راج محل کے زنان خانے کی طرف بھیج دو۔ وہاں یہ ایک رانی کی حیثیت سے پُرسکون وقت گزارے گی"۔

اس پر یوناف نے کہا:

"نہیں راجہ! یہ نہیں ہو گا۔ یہ میرے ساتھ رہے گی۔ یہ ایسی تیز اور جرأت مند لڑکی ہے کہ جنگوں میں یہ میری بہترین معاون اور بہترین ساتھی ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ جنگ میں میرے ساتھ ہی رہے گی"۔

راجہ یوناف کی بات سے مطمئن ہو گیا۔

پھر وہ اپنے لشکر کی تیاری کے لیے وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

راجہ کے جانے کے بعد یدھشٹر نے پہلے کی نسبت کسی قدر مطمئن انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"سنو میرے محسن! میرے مہربان! جس وقت تم بیوسا کے ساتھ یہاں آئے تھے تو میں پریشان ہو گیا تھا۔ اس لیے کہ مجھے ڈر اور خدشہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہاں تم کہیں ویرت کے راجہ پر اپنی گفتگو کے دوران یہ ظاہر نہ کر دو کہ ہم پانڈو برادران ہیں اور بدلے ہوئے ناموں سے بھیس بدل کر یہاں رہ رہے ہیں اور دروپدی بھی یہاں سیرندھری کے بھیس میں موجود ہے۔

اے یوناف! تم نے انتہائی دانشمندی اور دانائی کا ثبوت دیا کہ تم نے راجہ پر ہماری حقیقت ظاہر نہیں کی۔ اگر ایسا ہو جاتا تو لوگوں پر ہماری اصلیت کھل جاتی اور ہمیں مزید بارہ سال کے لیے جنگلوں میں خانہ بدوشی کی رت چھاننا پڑتی۔ اب ہماری اس جلاوطنی کی زندگی ختم ہونے میں ایک دو روز ہی رہ گئے ہیں اس کے بعد ہم دریودن سے اپنے راج پاٹ کی واپسی کا مطالبہ کریں گے"۔

"اور سنو یوناف! تم نے یہ بھی اچھا کیا کہ ضرورت کے اس موقع پر دریودھن اور سوسارام کے مقابلے میں ویرت کے راجہ کی مدد کے لیے چلے آئے ہو۔ حقیقت میں اس راجہ نے ہم پر بڑے احسانات کیے ہیں جس میں اس نے ہم پانچوں بھائیوں کو پناہ دینے کے علاوہ سرندھری کو بھی پناہ دے رکھی ہے لہٰذا اس کے شہر اور اس کے ریوڑوں کی حفاظت میں ہم اس کا پورا ساتھ دیں گے۔"

یدھشٹر خاموش ہو گیا تو یوناف نے کہا:

"سنو یدھشٹر! راجہ سے میرا اور بیوسا کا تعارف کراتے وقت تم نے بیوسا کو اس کے سامنے میری بیوی بتا دیا ہے جبکہ تم جانتے ہو کہ ہم دونوں کے درمیان ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

یوناف کے ان الفاظ پر قریب بیٹھی ہوئی بیوسا شرمانے اور مسکرانے لگی تھی جبکہ یدھشٹر نے جواب دیتے ہوئے یوناف سے کہا:

"اے یوناف! ایسا میں نے ایک مصلحت کے تحت کیا تھا۔ تم جانتے ہو بیوسا انتہا درجے کی خوبصورت ہے۔ ہماری بیوی دروپدی اپنے حسن، اپنی خوبصورتی میں پورے ہندوستان کی سرزمین میں بے مثال مانی جاتی ہے لیکن تم جانتے ہو کہ بیوسا کے حسن اور خوبصورتی کے مقابلے میں دروپدی کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ ہندوستان کے راجاؤں اور راجکماروں کا اصول ہے کہ جس خوبصورت لڑکی کو دیکھتے ہیں اسی سے شادی کرنے کے خواہش مند ہو جاتے ہیں۔ اگر میں بیوسا کو تمہاری بیوی نہ بتاتا تو ویرت کا راجہ بیوسا کے حسن اور خوبصورتی سے متاثر ہو کر بیوسا سے ضرور شادی کرنے پر رضامندی ظاہر کر دیتا۔ اس طرح یہاں رہتے ہوئے ہمارے لیے ضرور مسائل کھڑے ہو جاتے۔ بس انہیں مسائل سے بچنے کے لیے میں نے بیوسا کو تمہاری بیوی بتا دیا ہے۔"

"میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ ہم پہلے ہی دروپدی کے معاملے میں انتہائی دشواریوں میں مبتلا ہیں اور وہ سرندھری کے بھیس میں اپنی خوبصورتی اور حسن کو چھپائے ہوئے ہے اور اس نے لوگوں پر یہ ظاہر کر رکھا ہے کہ وہ پانچ خونخوار شوہروں کی واحد بیوی ہے اور جو کوئی بھی اس پر نگاہ اٹھائے گا تو اس کے وہ پانچوں خونخوار شوہر اسے موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ بس انہی پھیلائی ہوئی باتوں کی وجہ سے وہ یہاں کے راج محل میں پرسکون زندگی گزار رہی ہے۔"

یدھشٹر تھوڑی دیر بعد پھر کہنے لگا:

"مجھے امید ہے کہ میرے ان الفاظ کا میری بہن بیوسا نے بھی برا نہ مانا ہوگا۔"

یوناف نے اس موقع پر یدھشٹر کو کوئی جواب نہ دیا تاہم اس نے سوالیہ انداز میں بیوسا کی طرف دیکھا اور بیوسا نے بھی گہری نگاہ سے یوناف کی طرف دیکھا۔

وہ اس دیکھنے کا مطلب سمجھ گئی۔ اپنی خوش دلی اور پرندوں کی چہکار کی طرح کھنکتی ہوئی آواز میں کسی قدر مسکراتے ہوئے اس نے خوشی کا اظہار کر کے یدھشٹر سے کہا:

"نہیں۔ میں نے تمہاری اس بات کا برا نہیں منایا۔ پھر تم نے جو مجھے یوناف کی بیوی بتایا ہے وہ تم نے ایک مصلحت کے تحت کیا ہے اور پھر اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں ہے اس لیے کہ جب میں اور یوناف یوں اکٹھے رہ رہے ہیں تو ہر کوئی ہمیں دیکھ کر یہی اندازہ لگائے گا کہ ہم دونوں میاں بیوی ہیں لہٰذا اس میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں۔"

بیوسا کا جواب سن کر یوناف کے ہونٹوں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ دوسری طرف یدھشٹر بھی مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ان دونوں سے بولا:

"اب تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ میں تم دونوں کے کھانے کا بندوبست کر دوں۔ تم دیکھنا میرا بھائی بھیم سین جو باورچی خانے کا نگران ہے تمہارے لیے کیسے عمدہ اور لذیذ پکوان تیار کرتا ہے۔"

یدھشٹر کے کہنے پر یوناف اور بیوسا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر یدھشٹر کے ساتھ اس کے کمرے کی طرف چل پڑے۔

○

دوسرے روز تری گرت کا راجہ سوسارام اچانک ویرت شہر کے جنوبی حصے پر حملہ آور ہوا اور وہاں پر چرنے والے راجہ کے ریوڑوں پر اس نے قبضہ کر لیا اور ریوڑ چرانے والے تمام چرواہوں کو مار مار کر اس نے وہاں سے بھگا دیا۔

یہ چرواہے بھاگے بھاگے ویرت کے راجہ کے پاس آئے اور فریاد کی کہ کس طرح تری گرت کا راجہ سوسارام ان پر اچانک حملہ آور ہوا اور اس نے ان کے ریوڑوں پر قبضہ کر لیا اور انہیں مار مار کر ویرت شہر کی طرف بھگا دیا۔

راجہ کو جب یہ خبر ہوئی تو اس نے فوراً اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا۔

اپنے لشکر کو اس نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھا لشکر اس نے ویرت شہر کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور اس لشکر کا کماندار اس نے اپنے بیٹے اتر کمار کو بنایا جبکہ دوسرے آدھے حصے کے ساتھ اس نے جنوب کی طرف کوچ کیا۔

اس نے یوناف اور بیوسا کے علاوہ لشکر میں بھیم سین، یدھشٹر، سہادیو اور نکول کو بھی شامل کر لیا تھا۔

یوں ویرت کا راجہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی خونخواری سے آگے بڑھا جہاں پر اس کے ریوڑوں پر قبضہ کرنے کے بعد سوسارام اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھا۔

تری گرت کا راجہ ویرت شہر کے راجہ کے ریوڑوں پر قبضہ کرنے کے بعد ایک کھلے میدان میں پڑاؤ کیے ہوئے تھا جس کی زمین کسی حد تک بھربھری تھی اور جب اس پر گھوڑے دوڑتے تھے تو گرد وغبار کے بگولے آسمان کی طرف اٹھتے تھے۔

تری گرت کے راجہ سوسارام کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ ویرت کا راجہ اپنے جرار لشکر کے ساتھ اس کی سرکوبی کے لیے آرہا ہے لہٰذا اس نے اپنے پڑاؤ کے سامنے ان کی آمد سے پہلے ہی اپنے لشکر کو ترتیب دے کر اس کی صفیں درست کر لی تھیں۔

ویرت کے راجہ نے آتے ہی رکے اور دم لیے بغیر سوسارام کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ یوں اس بھربھری زمین والے کھلے میدانوں کے اندر دونوں لشکر ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہو گئے تھے اور یہ جنگ لمحوں کے اندر ہی ایسی ہولناکی اختیار کر گئی کہ چاروں طرف وحشتوں کے گرد وغبار، غیض وغضب میں ڈوبی آوازیں اور دھواں دھار دھاڑیں بلند ہونے لگیں۔

جنگ کا وہ میدان جو تھوڑی دیر پہلے کسی پیڑ کی طرح پرسکون تھا اب طوفان اور بارش کی یورش کی طرح صداؤں سے لبریز ہو گیا تھا۔

یوں لگتا تھا جیسے خاموشی کی درزوں سے زہر بھری ہولناک سوچیں اور سیال کو ندتی تلملاہٹیں اور جوش زن وحشتیں اچانک اٹھ کھڑی ہوئی ہوں پھر کوئی شعلہ سامان اجل کا ہم نفس اسحہ کے تیز قیامت بدوش کرب مسلسل اور آگ میں لپٹے ہوئے باب کی طرح ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہا تھا۔

انسانی گردنیں کٹ کٹ کر بھربھری زمین کے اس میدان پر گرنے لگی تھیں جیسے برسوں کے بند کواڑ اچانک کھلنے لگے ہوں۔

زخمی ہونے والے سپاہی غم میں سلگتے الفاظ کی طرح میدان کے اندر دوڑتے گھوڑوں تلے آکر پسنے لگے تھے۔ جنگ میں حصہ لینے والا ہر سپاہی تپے ہوئے چہرے، سلگتے ہوئے بازو اور دہکتے ہوئے دوش کی طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑا تھا۔ جنگ کے میدان میں حشر اٹھاتی ہوئی آوازیں میدان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یوں پھیل گئی تھیں جیسے سلگتی سی کوئی چنگاری خشک ببول کے جنگلات میں گر کر چاروں طرف آگ کا ایک طوفان کھڑا کر دے۔

دونوں لشکروں کے درمیان جب جنگ اپنے زور اور عروج پر تھی اور میدان کے اندر گھوڑوں کے ادھر اُدھر بھاگنے کے باعث گرد وغبار کا ایک طوفان بادلوں کی مانند آسمان کی طرف اٹھ رہا تھا تو اس گرد وغبار کے طوفان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تری گرت کے راجہ سوسارام نے ایک چال چلی اس نے اپنے خاص دستوں کو اپنے ساتھ لیا اور اس سمت پورے جوش کے ساتھ حملہ آور ہوا جس طرف ویرت کا راجہ جنگ کر رہا تھا اور لمحہ بہ لمحہ اس محاصرے کو تنگ کرتے ہوئے وہ ویرت کے راجہ کے قریب پہنچنے لگا تھا شاید اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ ویرت کے راجہ کو زندہ گرفتار کر کے اپنے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اسی لمحہ جب گرد وغبار کا طوفان کچھ کم ہوا تو یدھشٹر کی نگاہ اچانک اس سمت پڑی، جہاں پر ویرت کے راجہ کو سوسارام اپنے خاص دستوں کے ساتھ گھیرے ہوئے تھا اور آہستہ آہستہ وہ اس محاصرے کو تنگ کرتا جا رہا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ یدھشٹر پریشان اور مغموم ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر اس نے اپنے قریب ہی بائیں طرف دشمن کی لاشوں کے انبار لگاتے ہوئے یوناف کی طرف دیکھا پھر وہ اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا یوناف کی طرف ہو لیا تھا۔

یوناف نے بھی یدھشٹر کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دشمن کے سپاہیوں سے تھوڑا پیچھے ہٹ گیا تھا اور کسی قدر پریشانی میں یدھشٹر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔ خیر تو ہے۔ یدھشٹر کہنے لگا۔

وہ اپنے بائیں طرف دیکھو ویرت کے راجہ کو سوسارام اپنے لشکر کے ساتھ گھیرے ہوئے ہے اور تیزی سے وہ ویرت کے راجہ کے گرد محاصرہ تنگ کر رہا ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ صورت حال ایسی رہی تو سوسارام ویرت کے راجہ کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اگر ایسا ہو گیا تو ہماری شکست یقینی ہو جائے گی اور شکست کی صورت میں سوسارام نہ صرف یہ کہ ویرت شہر کو لوٹے گا بلکہ وہاں سب لوگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ لہٰذا ہمیں کسی نہ کسی صورت ویرت کے راجہ کو اس چنگل سے بچانا چاہیے۔ اس دوران بھیم سین بھی ان کے پاس آکر رک گیا تھا اور اس کی گفتگو سن لی تھی۔ یوناف کے بولنے سے قبل ہی بھیم سین نے بولتے ہوئے کہا۔

ہمیں فوراً اس سمت میں زوردار حملہ کر دینا چاہیئے جس سمت سوسارام، دیرت کے راجہ کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر صورت میں ہمیں دیرت کے راجہ کو اس حصار سے نکالنا چاہیئے۔ بھیم سین کے خاموش ہونے پر یوناف کہنے لگا۔

اگر ہم نے زوردار حملہ کیا تو ایسی صورت میں ہمیں مختلف سمتوں سے اپنے سپاہیوں کو اکٹھا کرنا پڑے گا اور اس صورت میں ان سمتوں پر ہماری پوزیشن کمزور ہو کر رہ جائے گی۔ لہذا میں بھیم سین کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔

سنو میں سوسارام اور اس کے محافظ دستوں پر حملہ آور ہوتا ہوں تم میرے حملہ آور ہونے کا انداز دیکھنا میرے ساتھ صرف بیوسا جائے گی اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہم سوسارام کے حصار سے دیرت کے راجہ کو باہر نکال دیں گے اس موقع پر بھیم سین نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

اگر ایسا معاملہ ہے تو اے یوناف میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ تاکہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔

یوناف نے لمحہ بھر کے لیے بھیم سین کی طرف غور سے دیکھا اور پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تمہارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر تم ساتھ جانے پر بضد ہو تو سنو آگے بڑھتے ہوئے تم میرے اور بیوسا کے درمیان رہنا اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم دشمن کے سپاہیوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے اور ایسا ہو گیا تو تمہارے بھائیوں کو سخت صدمہ اور دکھ ہو گا۔ بھیم سین نے فوراً بولتے ہوئے کہا۔

آپ کوئی فکر نہ کریں میں سوسارام تک جاتے ہوئے آپ کے اور بیوسا کے درمیان رہنے کی کوشش کروں گا۔ بھیم سین کے جواب سے مطمئن ہونے کے بعد یوناف بیوسا کی طرف پلٹا اور اسے بڑی رازداری سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے بیوسا یہاں سے سوسارام کے دستوں کی طرف کوچ کرنے کے ساتھ ہی اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لے آنا اور اپنی سری قوتوں کی مدد سے سپاہیوں سے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کرنا تاہم اپنی تلوار اپنی ڈھال سنبھالے ہوئے اسے اپنے سامنے رکھنا تاکہ دیکھنے والے یوں دیکھیں کہ تم اپنی تلوار اور اپنی ڈھال سے دشمن کے سپاہیوں سے اپنا دفاع کر رہی ہو اور میں بھی ایسا ہی کرنے کی کوشش کروں گا۔ یوناف کی اس تجویز کے جواب میں بیوسا نے مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

بیوسا سے اپنی گفتگو مکمل کرنے کے بعد یوناف بھی اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لے آیا بھیم سین نے دیکھا اس موقع پر یوناف کی حالت یکسر بدل چکی تھی اس کی آنکھوں کے اندر امید و عزم کی تابانی تھی اس کے چہرے پر طوفان کروٹیں لے رہے تھے۔ اس کی پیشانی غصے میں تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہو چکی تھی اور بھیم سین نے یہ بھی اندازہ لگایا گویا اس کی سانسیں تھوڑی دیر تک چنگاریوں میں بدل جائیں گی پھر یوناف نے بھیم سین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے بھیم سین آؤ اپنے کام کی ابتدا کریں اس کے ساتھ ہی بھیم سین حرکت میں آیا اپنے گھوڑے کو اس نے یوناف اور بیوسا کے درمیان کر لیا پھر وہ اپنے گھوڑوں کو حرکت میں لاتے ہوئے آگے بڑھے یوناف اور بیوسا کو اس وقت بھیم سین بڑے غور اور انہماک سے دیکھ رہا تھا اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ دونوں کوئی عام انسان نہیں اور اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ سوسارام کے محافظ دستوں کی طرف بڑھتے ہوئے ان کی حالت کچھ اس طرح ہو گئی تھی۔ جیسے وہ طوفانوں سے لڑنے اور بجلیوں سے کھیلنے کا عزم کر چکے ہیں۔

سوسارام کے محافظ دستوں کے قریب جا کر یوناف اور بیوسا ان پر بصارت اندھی اور سماعت بہری کر دینے والے انداز میں حملہ آور ہوئے اور ساعتوں کے اندر انہوں نے سوسارام کے محافظ دستوں کو اپنا اسیر نفس اور صاحب ہوس بنا کر رکھ دیا تھا وہ دونوں اجالوں اور روشنیوں کے گرداب کی طرح حملہ آور ہوئے تھے اور اپنے چاروں طرف انہوں نے ویرانیوں کا ایک رقص برپا کر کے رکھ دیا تھا۔ سوسارام کا جو بھی محافظ ان کے سامنے آتا تھا ان کے اندر کٹ مرتا اور طوفانی آندھیوں کی طرح وہ دونوں اپنا راستہ صاف کرتے ہوئے بڑی تیزی سے سوسارام کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے جب کہ بھیم سین بھی بڑی ہوشیاری اور تیزی سے اپنے گھوڑے کو ان دونوں کے درمیان رکھے ہوئے آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

جلد ہی یوناف اور بیوسا نے سوسارام کے محافظوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیا۔ اس موقع پر بھیم سین بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔ دوسری طرف دیرت کے راجہ نے بھی یوناف، بیوسا اور بھیم سین کو اپنی طرف آتے ہوئے اور دشمنوں کا اپنے ارد گرد صفایا کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اس نے یہ بھی دیکھا، اس موقع پر جب کہ یوناف اور بیوسا نے سوسارام کے محافظوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ سوسارام اپنے جنگی رتھ میں اکیلا حیران اور پریشان کھڑا اپنے اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھیم سین نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف میرے مہربان تم دیکھتے ہو کہ اس وقت سوسارام اپنے جنگی رتھ میں اپنے رتھ بان کے ساتھ اکیلا کھڑا ہے اگر ہم اسے اس جنگی رتھ سمیت ہانکتے ہوئے اپنے لشکر میں لے جائیں تو فتح یقیناً ہماری ہو جائے گی۔

بھیم سین کی اس تجویز کے جواب میں یوناف کہنے لگا۔

بھیم سین میں تمہاری اس گفتگو سے اتفاق کرتا ہوں تم اس سوسارام کے رتھ میں بیٹھ اس کے رتھ بان کو قتل کر دو۔ اور اس کے رتھ کو ہانکتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف چلو۔ تمہارے پیچھے پیچھے ویرت کے راجہ کا رتھ آئے گا اور اس کے پیچھے میں اور بیوسا تمہاری اور ان دونوں رتھوں کی حفاظت کے لیے آئیں گے۔ بھیم سین یہ سن کر فوراً اپنے گھوڑے سے اترا۔ ایک غیبی جست کے ساتھ وہ سوسارام کی رتھ میں داخل ہوا۔ ایک ہی وار میں اس نے سوسارام کے رتھ بان کا خاتمہ کر دیا پھر اس نے باگیں تھام لیں اور رتھ کے گھوڑوں کو ہانکتے ہوئے وہ سوسارام کو اپنے لشکر کی طرف لے جا رہا تھا اس کے پیچھے پیچھے ویرت کے راجہ کے رتھ بان نے بھی گھوڑوں کو ہانک کر رتھ کو بھیم سین کے پیچھے لگا چکا تھا اور پھر ان دونوں رتھوں کے پیچھے یوناف اور بیوسا اپنے گھوڑوں پر سوار دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہوئے واپس جا رہے تھے۔

جب تری گرت کا راجہ سوسارام اپنے رتھ میں وہاں پہنچا تو سوسارام کو ویرت کے راجہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ ویرت کے راجہ نے اس موقع پر بڑے غصے اور خشمگانہ انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے سوسارام کہو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تم نے دھوکہ دہی سے مجھے گھیر کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے دیکھا میرے جانثاروں نے کس طرح میری حفاظت کی انہوں نے نہ صرف یہ کہ مجھے صحیح سلامت اور زندہ حالت میں وہاں سے نکالا بلکہ تمہیں گرفتار کر کے اپنے لشکر میں لے آئے اب بولو تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس موقع پر سوسارام انتہائی شرمندہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کوئی جواب دینے کے بجائے اس کی گردن جھک گئی تھی۔ اس موقع پر ویرت کے راجہ نے یوناف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اے یوناف تم کہو تمہارا کیا ارادہ ہے سوسارام کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ یوناف نے کچھ سوچنے کے بعد کہا۔

اے راجہ اگر یہ سوسارام آنے والے دنوں میں تمہارا مطیع تمہارا فرمانبردار تمہارا دوست تمہارا مہربان اور تمہارا غمگسار رہنے کا وعدہ کرتا ہے تو اسے چھوڑ دیا جائے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے

چھوڑ دینے میں ہی بہتری ہے۔ یوناف کا یہ جواب سن کر ویرت کے راجہ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے سوسارام کیا تم آئندہ کے لیے میرا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا وعدہ کرتے ہو اس پر سوسارام کہنے لگا۔

میں یقیناً مطیع اور فرمانبردار رہنے کا وعدہ کرتا ہوں اس کے ساتھ ہی میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں کبھی تمہارے خلاف جنگ کی ابتدا نہ کروں گا اس پر ویرت کے راجہ نے کمال فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

اگر ایسا ہے تو جاؤ اپنے لشکر میں واپس چلے جاؤ تم آزاد ہو یوناف نے چونکہ تمہیں معاف کر دینے کی تجویز پیش کی ہے اور میں یوناف کا کہا رد نہیں کر سکتا اس لیے کہ یہ میرا محسن اور مہربان ہے اب تم جا سکتے ہو یہ فیصلہ سن کر سوسارام کے چہرے پر اطمینان اور خوشی کے تاثرات چھا گئے تھے پھر وہ اپنے رتھ پر سوار ہوا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ اپنے لشکر میں واپس جانے کے بعد سوسارام نے اپنے لشکریوں کو جنگ بند کرنے کا حکم دے دیا اور پھر وہ اپنے لشکر کو لے کر پیچھے ہٹتا ہوا اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا تھا۔

سوسارام جب اپنے لشکر کو لے کر اپنے پڑاؤ کی طرف چلا گیا تو ویرت کے راجہ نے اپنے قریب کھڑے ہوئے یوناف کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اے یوناف جس طرح تم اور بیوسا دشمن پر حملہ آور ہوئے اور جس طرح تم نے دشمن سے نہ صرف یہ کہ میری جان بچائی بلکہ سوسا کو بھی گرفتار کر لیا۔ حملہ آور ہونے کا ایسا انداز میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور زندگی میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے کہ صرف دو انسانوں کے سامنے جن میں سے ایک مرد اور ایک عورت ہو سینکڑوں مسلح لشکری ان کے سامنے سرسوں کی کچی ٹہنیوں کی طرح کٹتے ہوئے موت سے بغلگیر ہو رہے ہوں۔

اے یوناف اس موقع پر میں تمہیں اور بیوسا کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا تم اپنے درمیان چلنے والے بھیم سین کی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ سوسارام کے ان حفاظتی دستوں کو بھی کاٹ رہے تھے جو میرا حصار کیے ہوئے تھا اور لمحوں کے اندر تم نے ان سارے مخالفوں کا خاتمہ کر کے مجھے دشمن کے چنگل سے نکال باہر کیا۔

اے یوناف میں اس موقع پر تمہارا اور تمہاری ساتھی بیوسا کا شکر گزار اور ممنون ہوں۔ اے یوناف میری سمجھ میں یہ معاملہ نہیں آیا کہ تم نے صرف بیوسا جیسی خوبصورت اور نازک اندام کے ساتھ

کیونکر سوسارام کے محافظوں کا خاتمہ کر کے اس کے حصار کو توڑ پھینکا۔ اس پر یوناف کہنے لگا۔

سنو راجہ یا اور یوسا دونوں نیکی کے نمائندے ہیں اور یہ جان رکھو کہ نیکی روشنی ہے، جبکہ روشنی، زندگی، روشنی بندگی، روشنی ارتقاء اور روشنی ہی بقا ہے اس پر راجہ نے ایک کشش و پیچ کے انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے یوناف تم نے ڈھکے چھپے لفظوں میں میرے سوال کو ٹال دینے کی کوشش کی ہے میں تمہارے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا اس پر یوناف مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اے راجہ کاش کوئی عالم کوئی علم دوست کوئی نبی، کوئی رسول کوئی دانشور اور فلسفہ دان کوئی مصلح کوئی مواحد تم پر یہ بات عیاں کر دیتا کہ نیکی جو روشنی ہے اس کی کس قدر قوت اور طاقت ہے یہ زمین زادے یہ سوسارام کے مورکھ اور نادان سپاہی اپنی دانست میں تمہارا خاتمہ کر دینا چاہتے تھے، لیکن نیکی ہی ان کے آڑے آئی اور تمہاری رہائی اور تمہاری نجات کا باعث بنی۔

اے راجہ نیکی انسان کے چہرے سے ماضی کی دھول دھو ڈالتی ہے۔ نیکی انسان کی اندر نمائندہ تمناؤں کی یخ بستہ چٹانوں کو پرکشش بناتی ہے اور نیکی انسان کی زندانی شب کے اسیر جیسی زندگی کو روشن اور خوشگوار بنا کر رکھتی ہے۔

یوناف کے اس جواب پر ویریت کا راجہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر دوبارہ یوناف کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

سنو یوناف میرے درباریوں میں چند درباری ایسے بھی ہیں جو اس کائنات کے خالق پر کوئی یقین نہیں رکھتے ان کا کہنا ہے کہ یہ آسمانوں اور زمین پر مشتمل جو کائنات ہے یہ صدیوں سے چلی آ رہی ہے اور صدیوں تک چلتی رہے گی کوئی اس کا نگران نہیں کوئی اس کا ناظم نہیں بس لوگ جانور اور چرند پرند اس میں پیدا ہوتے رہیں گے اور جس طریقے سے وہ صحت کی سنبھال کرتے ہیں اور اس کے مطابق وہ اپنی زندگی بسر کر کے یہاں سے کوچ کر جائیں گے جبکہ میں ان کے ان خیالات کی نفی کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں اس کائنات کا کوئی مالک ہے کوئی خالق ہے اور وہ اکیلا اور یکتا ہے جو اس ساری کائنات کا نظم و نسق سنبھالے ہوئے ہے۔

اے یوناف تو نیکی اور روشنی کا ایک نمائندہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملہ میں تم سے بڑھ کر کوئی روشنی نہیں ڈال سکتا اس معاملہ میں میری راہنمائی کرو تا کہ میں ان درباریوں کو مطمئن کر سکوں کہ اس کائنات کا کوئی ناظم ہے جس نے یہ سارا نظام اور کارخانہ قائم کر رکھا ہے۔

یوناف کہنے لگا۔

اے راجہ جہاں نظم و نسق ہوتا ہے وہاں کسی ناظم کا تصور بھی ذہن میں آتا ہے جہاں قانون ہوتا ہے وہاں ہر صورت میں کوئی حکمران بھی ہوتا ہے۔ جہاں حکمت ہوتی ہے وہاں کوئی حکیم بھی ہوتا ہے، جہاں علم کا تصور ذہن میں آتا ہے وہاں عالم کا تصور بھی ذہن میں آتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جہاں مخلوق ہوتی ہے وہاں کسی خالق کا تصور بھی انسانی ذہن میں وارد ہوتا ہے۔

اے راجہ زمین سے لے کر آسمان تک سارا ایک مکمل نظام ہے اور یہ پورا نظام ایک زبردست قانون کے تحت چل رہا ہے جس میں ہر طرف ایک ہمہ گیر استطاعت ایک بے عیب حکمت اور بے خطا علم کے اثرات نظر آتے ہیں یہ آثار جس طرح اس بات کا ثبوت پیش کرتے ہیں کہ اس کے بہت سے حکمران نہیں ہے۔ اسی طرح اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ زمین سے آسمان تک پھیلے ہوئے سارے کارخانے سارے نظام کا کوئی نہ کوئی ناظم کوئی حکیم کوئی خالق اور مالک ہے۔

یوناف تھوڑی دیر رکا پھر دوبارہ وہ ویریت کے راجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اے راجہ نیکی کے ایک نمائندے کی حیثیت سے میں نے ایک زمانہ اور گھاٹ گھاٹ کا علاقہ دیکھا ہوا ہے میں تم سے یہ بھی کہوں کہ خداوند جو ساری کائنات کا یکتا مالک اور خالق ہے اس نے ساری زمین کو یکساں بنا کر نہیں رکھا اس میں بے شمار خطے پیدا کر رکھے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہونے کے باوجود اپنے رنگ میں اپنی ترتیب میں اپنی ساخت اپنی قوتوں، اپنی شکلوں اور اپنی پیداوار کے علاوہ اپنے معدنی خزانوں میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ ان مختلف خطوں کی کوکھ کے اندر طرح طرح کے خزانوں کی موجودگی اپنے اندر اتنی حکمتیں اور مصلحتیں رکھتی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

اے راجہ دوسری مخلوقات سے قطع نظر صرف انسان ہی کے مفاد کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی مختلف اغراض اور ضروریات اور زمین کے ان خطوں کی پیدائش و ساخت کے درمیان جو مناسبتیں اور مطابقتیں پائی جاتی ہیں اور ان کی بدولت انسانی تمدن کو پھلنے پھولنے کے جو مواقع پہنچے ہیں وہ یقیناً کسی حکیم کی فکر اور اس کے سوچے سمجھے منصوبے اور اس کے دانشمندانہ ارادے کا نتیجہ ہیں لہٰذا اس زمین اور آسمان کی تخلیق کو ایک حادثہ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ ایک نظام ہے ایک تخلیق ہے جس کا کوئی ناظم ہے اور جس کا کوئی خالق ہے اور یہ ناظم اور خالق اللہ ہے جو واحد ہے اور اس کے علاوہ کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی کائنات کے اندر بندگی اور عبادت کی جا سکے۔

یوناف کے یہ الفاظ سن کر ویریت کا راجہ کتنی قدر مطمئن ہو کھائی دے رہا تھا پھر وہ مسکراتے ہوئے یوناف سے کہنے لگا۔

اے یوناف تم نے واقعی میرے سوال کا عمدہ اور مکمل ترین جواب دیا ہے۔ اب میں اپنے ان

درباریوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ بات ثابت کر سکتا ہوں کہ یہ کائنات یوں ہی کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ اس کا کوئی خالق اور مالک ہے۔ یوناف ویرت کے راجہ کی گفتگو یہیں تک سننے پایا تھا اسے نہیں پتہ کہ ویرت کے راجہ نے کیا مزید کچھ کہا۔ کیونکہ اسی لمحہ ابلیکا نے اس کی گردن پر اپنا پھولوں جیسا نرم اور خوشگن لمس دیا تھا اور پھر ابلیکا کی آواز یوناف کے کانوں پر پڑی۔

سنو یوناف دریودن نے اپنے جرار لشکر کے ساتھ ویرت شہر کے شمالی حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ شمال میں جو ویرت کے راجہ کے ریوڑ چر رہے تھے۔ ان ریوڑوں پر دریودن نے قبضہ کر لیا ہے۔ ان ریوڑوں کو چرانے والے ویرت کے راجہ کے چرواہے بھاگتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے ہیں تاکہ وہ اس معاملے کی اطلاع ویرت کے راجہ کے بیٹے اترکمار کو جا کر کریں اور سنو یوناف دریودن کے اس لشکر میں بھیشم کے علاوہ درونا راو یو اور دوسرے بڑے بڑے سورما بھی شامل ہیں۔ اور اگر ان کا دفاع نہ کیا گیا تو ہو سکتا ہے آگے بڑھتے ہوئے وہ ویرت شہر میں داخل ہو جائیں اس موقع پر میں تمہیں یہ مشورہ دوں گی کہ ویرت کے راجہ سے کہو کہ وہ پانڈو برادران اور اس کے لشکر کے ساتھ یہیں قیام کرے تاکہ اگر راجہ سوسارام بددیانتی سے کام لے کر موقع کی نزاکت دیکھ کر پلٹ کر حملہ کرے تو وہ ویرت کا راجہ یہاں رہ کر اس سے نبٹ سکے جبکہ تم خود بیوسا کے ساتھ ویرت شہر کا رخ کرو۔ وہاں اترکمار اور ارجن کے ساتھ مل کر تم یقیناً دریودن کا سامنا کر سکتے ہو جس قدر لشکر اس وقت ویرت کے راجہ کے پاس ہے، ایسا ہی ایک لشکر اترکمار کے ساتھ ویرت شہر میں ہے اور اگر تم بھی بیوسا کے ساتھ اس لشکر میں شامل ہو جاؤ تو اس کی قوت میں اضافہ ہو سکتا ہے اور اس طرح ویرت شہر کو دریودن کی بددیانتی، بے ایمانی اور اس کے مکر و فریب سے بچایا جا سکتا ہے۔

ابلیکا جب خاموش ہوئی تو یوناف ویرت کے راجہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو راجہ نیکی کے ایک نمائندے کی حیثیت سے میرے پاس کچھ سری قوتیں بھی ہیں، ان سری قوتوں نے مجھے ابھی ابھی اطلاع دی ہے کہ ہستناپور کے دریودن نے اپنے ایک جرار لشکر کے ساتھ تمہارے شہر ویرت کے شمالی حصے پر حملہ کر دیا تھا اور وہاں ریوڑ جو چر رہے تھے ان پر حملہ آور ہو کر اس نے ریوڑوں پر قبضہ کر لیا ہے اور تمہارے ریوڑوں کے چرواہے اس وقت ویرت شہر کی طرف بھاگ رہے ہیں تاکہ وہاں جا کر وہ تمہارے بیٹے اترکمار کو اس حادثے کی خبر کر سکیں۔

اے راجہ تم اپنے لشکر کے ساتھ یہیں رکو یہ کانکا، والا اور گرنہ بھی تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ سوسارام کے ذہن میں کوئی بددیانتی پیدا ہو اور جب یہ دیکھ کر تم یہاں سے اٹھ کر ویرت شہر کی طرف چلے گئے ہو تو وہ پلٹ کر تم پہ

حملہ آور ہو جائے لہذا تم اپنے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ رکھو اور میں اپنی اس ساتھی کے ساتھ ویرت شہر کی طرف جاتا ہوں اور وہاں میں تمہارے بیٹے اترکمار کے ساتھ مل کر دریودن کا سامنا کروں گا، اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جس طرح ہم نے سوسارام کے لشکر کو مار بھگایا ہے ایسے ہی ہم ہستناپور کے دریودن کے لشکر کو بھی مار بھگائیں گے یہ خبر سن کر ویرت کا راجہ فکر مند ہو گیا تھا تاہم اس نے یوناف کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ بدشٹر نے بھی یوناف کی اس تجویز سے اتفاق کیا اس کے بعد یوناف اور بیوسا اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وہاں سے کوچ کر گئے جہاں تک ان کو ویرت کے راجہ کا لشکر دکھائی دیتا رہا وہاں تک وہ اپنے گھوڑوں کو بھگاتے رہے اس کے بعد وہ اپنی سری قوتوں کو حرکت میں لائے اور ویرت شہر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

یوناف اور بیوسا جب ویرت شہر کے راج محل کے قریب نمودار ہوئے تو انہوں نے دیکھا ویرت کے راجہ کا بیٹا اترکمار اپنے جنگی رتھ کے پاس کھڑا تھا کچھ اس انداز میں جیسے وہ کہیں کوچ کرنے کی تیاری کر رہا ہو دراصل جب دریودن نے اپنے لشکر کے ساتھ شمالی حصے پر حملہ کیا اور مقامی ریوڑوں پر اس نے قبضہ کر لیا تو ویرت کے راجہ کے چرواہے اپنے جانوروں کے چھن جانے پر بھاگ گئے اترکمار کے پاس آئے اور اسے یہ خبر دی کہ شمال میں ہستناپور کا دریودن اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اور اس نے ریاست کے جانوروں کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ اترکمار پہلے ہی اپنے لشکر کے ساتھ اس ممکنہ خطرے کے لیے تیار کھڑا تھا لہذا چرواہوں کی طرف سے یہ خبر ملنے کے بعد اس نے اپنا جنگی رتھ تیار کیا۔ یوناف اور بیوسا جب ویرت شہر میں داخل ہوئے اس وقت اترکمار دریودن کے لشکر کی سرکوبی کے لیے وہاں سے کوچ کرنے والا تھا۔

اترکمار نے جب یوناف اور بیوسا کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے جنگی رتھ میں بیٹھتے بیٹھتے رک گیا پھر وہ بڑی تیزی کے ساتھ یوناف اور بیوسا کی طرف بڑھا تھا تاکہ ان سے یہ جان سکے کہ سوسارام کے ساتھ ان کے باپ کی جنگ کا کیا بنا ہے۔ اترکمار جب قریب آیا تو یوناف اور بیوسا دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر پڑے اور اس موقع پر اترکمار نے بڑی بے چینی اور تجسس کا مظاہرہ کرتے ہوئے یوناف سے پوچھا۔

اے ہمارے محسنو اور مہربانو! تم دونوں کے چہرے بتاتے ہیں کہ سوسارام کے ساتھ میرے باپ کی ہونے والی جنگ میں ہمیں کامیابی حاصل ہوئی ہے اس پر یوناف مسکراتے ہوئے اترکمار سے کہنے لگا۔

سنو اترکمار تمہارا اندازہ درست ہے ویرت شہر کے جنوب میں ہونے والی جنگ میں ہمیں

یقیناً کامیابی ہوئی ہے یہ ایک ہولناک جنگ تھی جس میں سوسارام کو مکمل شکست ہوئی ہے بلکہ میں تم سے یہ کہوں کہ ایک موقع پر ہم نے سوسارام کو اس کے جنگی رتھ میں اکیلا پکڑ لیا تھا پھر ہم نے اسے چھوڑ دیا، تاکہ ہمارا اس پر احسان رہے اور آنے والے دنوں میں وہ اس احسان کو یاد رکھے اور دوبارہ تم لوگوں پہ حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے۔ تاہم سوسارام ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ وہیں قیام کئے ہوئے ہے لہذا تمہارا باپ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس کے سامنے پڑاؤ کر چکا ہے اسی دوران ہمیں یہ خبر ملی کہ ہستناپور کے دریودن نے ویرت شہر کے شمالی حصے پر حملہ آور ہو کر ریوڑوں پہ قبضہ کر لیا ہے اور چرواہوں کو مار بھگایا ہے لہذا میں اپنی ساتھی بیوسا کو لے کر ادھر چلا آیا جب کہ تمہارا باپ اپنے لشکر کے ساتھ وہیں پڑاؤ کیے ہوئے ہے کہ کہیں دریودن کے حملہ آور ہونے کی خبر سُن کر سوسارام کی نیت بدل نہ جائے اور وہ دوبارہ حملہ آور ہونے کی کوشش نہ کرے اور اگر وہ ایسا کرے تو تمہارا باپ اپنے لشکر کے ساتھ اس کے حملے کو روک سکے۔

اترکمار اب بتاؤ تمہارا کیا ارادہ ہے اس پر اترکمار مطمئن انداز میں کہنے لگا۔

سنو یوناف تمہارے آنے کی وجہ سے میرے حوصلوں اور میرے عزم میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم میرے ساتھ رہو گے تو ہم دریودن اور اس کے لشکر کو آسانی کے ساتھ شکست دے دیں گے میں اب اپنے جنگی رتھ میں بیٹھ کر اپنے لشکر کی طرف جانے والا تھا اور وہاں سے میں دریودن کی طرف کوچ کرنے والا تھا تاکہ میں اسے ویرت شہر کی طرف پیش قدمی کرنے سے روک سکوں میں تمہارے لیے بھی ایک جنگی رتھ منگاتا ہوں میرا خیال ہے کہ گھوڑوں کی پیٹھ کے بجائے تم جنگی رتھ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکو گے اور کیا تم بیوسا کو بھی اس جنگ میں اپنے ساتھ رکھنا پسند کرو گے۔ اس پر یوناف کہنے لگا۔

ہاں بیوسا بھی میرے ساتھ جائے گی مگر ایک کی بجائے دو جنگی رتھوں کا بندوبست کرنا۔

یوناف کے ان الفاظ پر اترکمار نے کسی قدر سوالیہ انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

تو کیا دو جنگی رتھ منگانے کا تمہارا مقصد یہ ہے کہ تم اور بیوسا دو علیحدہ علیحدہ جنگی رتھوں پر بیٹھ کر جنگ میں حصہ لو گے اس پر یوناف کہنے لگا۔

تمہاری سوچیں غلط ہیں میں اور بیوسا ایک ہی جنگی رتھ پر ہوں گے اور دوسرا جنگی رتھ جو ہے وہ ویرت شہر میں رقاص کا کام کرنے والا جو برنیل ہے اس کے لیے منگوایا ہے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ اس جنگ میں حصہ لے گا اس پر اترکمار نے کسی قدر پریشانی اور جستجو کے انداز میں یوناف کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اے یوناف یہ تم کیسی گفتگو کر رہے ہو برنیل جس کے لیے میرے باپ نے ایک نیا ناچ گھر بنوایا ہے اور جو عورتوں کو رقص کی تربیت دیتا ہے کیا وہ جنگ میں حصہ لے گا؟ جب جنگ میں اس کی کارکردگی کچھ نہ ہوگی تو لوگ ہمارا مذاق نہ اڑائیں گے کہ ایک رقاص کو جنگی رتھ میں بٹھا کر لایا گیا ہے اس پر یوناف مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

اے اترکمار مجھ سے بہتر اس شخص کو کوئی نہیں جان سکتا تم اس کی اصلیت سے واقف نہیں یہ شخص بے شک یہاں ایک رقاص کی حیثیت سے کام کر رہا ہے لیکن انتہا درجے کا شجاع دلیر اور ایک مانا ہوا اور بہترین تیر انداز ہے۔ میں تم سے اس موقع پر یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس شخص کا نشانہ بہت کم خطا جاتا ہے۔

یوناف کی یہ گفتگو سن کر اترکمار بے حد خوش ہوا اس نے اپنے چند ساتھیوں کو روانہ کیا کہ وہ دو جنگی رتھ وہاں لے کر آئیں ایک محافظ کو اس نے دوسری سمت روانہ کیا اور کہا کہ وہ جرنیل کو بلا کر لائے تھوڑی ہی دیر تک دو جنگی رتھیں بھی وہاں پہنچ گئیں اور ارجن بھی وہاں آ گیا۔ ارجن جب وہاں آ کر رکا تو اترکمار نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

سنو برنیل اس یوناف نے تمہاری بے حد تعریف کی تھی کہ تم ایک رقاص کے ساتھ ساتھ ایک بہترین جنگجو اور تیر انداز بھی ہو اور اس نے یہ کہا تھا کہ اس ہونے والی جنگ میں تمہیں ساتھ ضرور رکھا جائے لہذا جہاں میں نے یوناف اور بیوسا کے لیے جنگی رتھ منگوایا ہے وہاں تمہارے لیے بھی جنگی رتھ منگوایا ہے تاکہ تم ہمارے ساتھ پہلو بہ پہلو جنگ میں حصہ لے سکو اترکمار کے اس انکشاف پر ارجن مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

یہ یوناف ہمارے پرانے مہربان اور ہمارے قدیم واقف کار ہیں اگر یہ میرے متعلق سوچتے ہیں تو یہ ان کی میرے ساتھ مہربانی اور شفقت ہے بہرحال ان کے کہنے پر میں جنگ میں ضرور حصہ لوں گا اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی کارکردگی سے آپ لوگوں کو مایوس نہیں کروں گا کیا میں ایک جنگی رتھ سجا کر اپنی قیام گاہ واپس جا کر اپنا جنگی لباس پہن کر واپس آ سکتا ہوں اس پر اترکمار نے بڑی فراخدلی سے کہا ہاں ضرور تم یہ رتھ لے جاؤ اور تیار ہو کر واپس آؤ اس پر ایک زہریلی جست کے ساتھ ارجن ایک جنگی رتھ میں سوار ہوا اور اس کے گھوڑوں کو ہانکتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

اپنی قیام گاہ پر جا کر ارجن نے پہلے اپنا جنگی لباس پہنا پھر وہ شہر سے باہر اس درخت کی طرف گیا جس پر پانچوں بھائیوں نے اپنے ہتھیار باندھ دیئے تھے اس درخت پر چڑھ کر اس نے اپنے ہتھیار اتارے انہیں جنگی رتھ میں رکھا اور واپس اس جگہ آیا جہاں اترکمار اور یوناف اور بیوسا اس کا انتظار کر رہے تھے اس کے بعد وہ چاروں لشکر گاہ میں آئے اور لشکر کے ساتھ وہ ویرت شہر کے شمال کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

اترکمار جب اپنے لشکر کو لے کر یوناف، بیوسا اور ارجن کے ساتھ دریودن کے لشکر کے سامنے رکا تو وہ دریودن کے لشکر کی تعداد اور دور دور تک اس کا پھیلاؤ دیکھ کر دنگ رہ گیا اور پریشانی کے عالم میں اس نے اپنے قریب ہی کھڑے یوناف اور ارجن دونوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔

اے میرے دونوں مہربان ساتھیو تم دیکھتے ہو کہ ہستناپور کے دریودن کے لشکر کی تعداد کس قدر زیادہ اور بے شمار ہے جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے دور دور تک اس کے لشکری پھیلے ہوئے ہیں میں اب یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ ہم اپنے اس مختصر سے لشکر کے ساتھ دریودن کے اس لشکر کا کیسے اور کیوں کر مقابلہ کر سکیں گے۔ اترکمار کی یہ گفتگو سن کر یوناف نے اس کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

سنو اترکمار حوصلہ نہ ہارو تسلی رکھو میں تمہارے ساتھ ہوں اور میرے علاوہ یہ برنیل بھی تمہارے لشکر میں شامل ہے اور یہ بھی ناممکن کو ممکن کر دکھانے والا شخص ہے۔ سنو ہماری موجودگی میں تمہیں پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ دریودن اگر اتنا لشکر اور بھی لے آتے تب بھی ان کھلے میدانوں کے اندر ہم اس کو اور اس کے لشکریوں کو شکست فاش دے کر رکھ دیں گے۔ یوناف جب خاموش ہوا تو ارجن نے بھی اترکمار کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

سنو اترکمار دریودن کے لشکر کا پھیلاؤ اور تعداد دیکھ کر پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جس طرح تمہارے باپ نے یوناف کے ساتھ مل کر ویرت شہر کے جنوب میں سوسارام کے بہت بڑے لشکر کو شکست دی ہے اس طرح ہم بھی یوناف کی مدد سے ہستناپور کے اس لشکر کو ضرور شکست فاش دیں گے۔ اترکمار تسلی رکھو میں اپنے جنگی رتھ میں بیٹھ کر دونوں لشکر کے درمیان اپنے رتھ کو ہنکا کر دشمن کے لشکر کا ایک جائزہ لیتا ہوں اور پھر میں تمہیں جائزہ لے کر یہ بتا سکوں گا کہ ہم دشمن کو کتنی دیر تک شکست دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں اس

کے ساتھ ہی ارجن اپنے جنگی رتھ میں بیٹھا اور دونوں لشکروں کے درمیان اپنے جنگی رتھ کو دوڑانے لگا تھا۔

ارجن جس وقت دریودن کے لشکر کے سامنے اپنے جنگی رتھ کو دوڑاتے ہوئے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا تو لشکر کے سامنے بھیشم اور کرپا کے ساتھ کھڑے درونا نے اسے پہچان لیا تھا یہ دیکھ کر کہ میدان جنگ میں رتھ دوڑانے والا ارجن ہی ہے درونا بے حد خوش ہوا کیونکہ وہ ارجن کا استاد تھا اور ارجن کو اپنے سب سے ہر دلعزیز اور ہونہار شاگردوں میں شمار کرتا تھا، ارجن کی وہاں موجودگی سے درونا ایسا خوش ہوا کہ وہ بلند آواز میں اپنے ارد گرد جمع لوگوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو دونوں لشکروں کے درمیان یہ جو شخص اپنے جنگی رتھ کو دوڑا رہا ہے یہ ارجن کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پانچوں پانڈو برادران اپنی بیوی دروپدی کے ساتھ ویرت کے راجہ کی مدد پر اتر آئے ہیں اب پانڈو برادران ویرت کے راجہ کے وہ ریوڑ جن پر ہم نے قبضہ کیا ہے ضرور واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لوگو میں تمہیں ایمانداری سے ایک مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ جب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ویرت کے راجہ کے ساتھ جنگ کرنا کسی طرح بھی سودمند نہ ہوگا اور اگر یہ جنگ ہوئی تو ہمیں نقصان ہی نقصان اٹھانا پڑے گا لہذا میرا سب کو یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ جنگ کا ارادہ ترک کر کے واپس ہستناپور روانہ ہو جانا چاہیئے اور اگر یہ جنگ ہو کر رہی تو پھر ہمارے مقدر میں سوائے شکست اور بدنامی کے کچھ نہ رہے گا۔

دروناکی یہ باتیں آن ہی آن میں پورے لشکریوں میں پھیل گئیں اور لشکری بددل ہونے لگے کہ انہیں اس جنگ میں پانڈو برادران کا سامنا کرنا پڑے گا اور یہ کہ دروناکی پیش گوئی کے مطابق اگر یہ جنگ ہوئی تو انہیں شکست ہوگی لہٰذا دریودن کے لشکر میں شامل ہر شخص لشکری جنگ کرنے سے جی چرانے لگا تھا۔ یہ صورتحال دیکھتے ہوئے دریودن درونا کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے مہربان آپ غلط وقت پر غلط گفتگو کر رہے ہیں آپ کی اس گفتگو نے پورے لشکر میں بددلی اور خوف کی کیفیت طاری کر دی ہے آپ جانتے ہیں کہ ہماری اس مہم کا کیا مقصد اور مدعا ہے اور یہ مقصد ہم سب نے مل کر ہستناپور میں ہی طے کر لیا تھا یہ ویرت کے راجہ کے ریوڑوں پر قبضہ کرنا تو محض پانڈو برادران کو ویرت شہر سے باہر لانا ہے ورنہ ان ریوڑوں سے کیا تعلق اصل مقصد تو یہ ہے کہ پانڈو برادران لوگوں کے سامنے آئیں ہم انہیں پہچانیں اور مزید بارہ سال کے لیے جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیں۔

اب جب کہ ارجن میدان میں اتر رہا ہے تو میرے خیال میں اس کے دوسرے بھائی بھی تھوڑی دیر تک میدان میں اترنے ہی والے ہوں گے اور جو کام ہم چاہتے تھے وہ کام خود ہی یہ پانڈو برادران جلدی اور عجلت میں کرتے دکھائی دے رہے ہیں اگر ارجن کے دوسرے بھائی ویرت کے راجہ کے پاس سوسارام کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں تو عنقریب وہ بھی یہاں پہنچ جائیں گے اس لیے کہ میرا اندازہ ہے کہ اب تک سوسارام نے ویرت کے راجہ کو شکست دے دی ہوگی اور وہ ہمارے لشکر میں آکر شامل ہونے ہی والا ہوگا اس طرح ہماری قوت میں خاطر خواہ اضافہ ہو جائے گا اور اگر سوسارام کو اس جنگ میں شکست ہوتی ہے تب بھی ہم اکیلے اس جنگ کو جاری رکھیں گے اس لیے ہمارا اصل مقصد اور مدعا یہ ہے کہ ہر صورت میں لوگوں پر ان کی پہچان ظاہر کر کے ان کو مزید بارہ سال کے لیے جنگلوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔

تھوڑی دیر رکنے کے بعد دریودن پھر اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا میں حیران اور پریشان ہوں کہ بھیشم درونا اور کرپا جیسے سورما ارجن کو اپنے لشکر کے سامنے اپنا جنگی رتھ دوڑاتے ہوئے دیکھ کر خاموش اور چپ ہو گئے ہیں جیسے ارجن کی وہاں موجودگی نے ان پر خوف اور لرزہ طاری کر دیا ہو۔ دریودن کے یہ الفاظ سن کر اس کا دوست رادیو قریب آیا اور کہنے لگا۔

سنو دریودن گو درونا کے مکالمے لشکر کے اندر بزدلی اور کمزوری کے اثرات پیدا کر چکے ہیں لیکن اس کیفیت کو ہم جلد ہی دور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے یہ درونا بغیر کسی وجہ کے بس یوں ہی ارجن کو میدانِ جنگ میں اپنی جنگی رتھ کو موڑتے دیکھ کر خوفزدہ ہو رہا ہے یہ جنگ ہر حال میں ہو کر رہے گی ارجن اگر اس موقع پر کرشن اور اس کے بھائی بلرام کو بھی اپنے ساتھ ملا لے تب بھی ہم جنگ کریں گے اور ان سب کو مغلوب کر کے فتح حاصل کر لیں گے۔

سنو دریودن اس جنگ میں ہم نہ صرف یہ کہ پانڈو برادران کی شناخت ظاہر کر کے انہیں مزید بارہ سال کے لیے جنگلوں میں دھکے کھانے پر مجبور کریں گے بلکہ آفتاب کے سینے سے جس طرح دھوپ اور مہتاب کی پیشانی سے چاندنی کی کرنیں نکلتی ہیں ایسے ہی ہم ان کے جسموں کے خون نکال کر ان پر فتح کے داغ لگائیں گے یہ پانڈو برادران جتنے چاہیں اپنے ساتھی حمایتی مددگار اور دوست ملاتے رہیں لیکن اب یہ ہماری مار اور اپنی شکست سے بچ نہیں سکتے اس میدان جنگ میں ہم ان لوگوں پر تابکاری شعلوں مرگِ مسلسل کے ہیجان، روشنی کے فشار اور جام کے گردش کی طرح حملہ آور ہوں گے اور ان کی حالت ظلمتوں کی نعش اور سوکھے حلقوم جیسی بنا کر اپنے سامنے انہیں قتلہ قتلہ کر کے رکھ دیں گے۔ مطمئن رہو دریودن اس جنگ میں میں ارجن کا مقابلہ خود کروں گا اور اسے اپنے سامنے مار مار کر اور جنگی اسیر بنا کر تمہارے سامنے پیش کروں گا رادیو کی بات سن کر قریب کھڑا کرپا کہنے لگا۔

سنو رادیو! تم ہمیشہ جنگ اور مار دھاڑ سے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہو جنگ ہمیشہ انتہائی مجبوری کی حالت میں کی جاتی ہے ورنہ عام حالات میں جنگ سے اجتناب ہی کرنا چاہیے تم صرف یہ اعتراف نہیں کرنا چاہتے کہ ارجن تم سے طاقت ور اور جنگی علوم میں زیادہ مہارت رکھتا ہے رادیو تمہارے سامنے ارجن کی تعریف کر کے لشکر کے اندر بددلی پھیلانا مقصود نہیں ہے بلکہ ان پر میں حقیقت ظاہر کرنا چاہتا ہوں ارجن کے خلاف گفتگو کر کے اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کر کے تم سانپ کے منہ سے زہر نکالنے کی کوشش کر رہے ہو میں ارجن کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں جنگ میں وہ اپنے مدمقابل پر شعلوں اور غصے کی بھڑاس کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو جلا کر رکھ دیتا ہے رادیو بات کرنے سے پہلے

خوب سوچا کرو تم اپنی طاقت کا غلط جائزہ لگاتے ہو اور ارجن کے زور اور طاقت کو کم ہی نگاہ میں رکھتے ہو اور اگر تمہاری یہی حالت رہی تو میں تم کو تنبیہ کرتا ہوں کہ تم جنگ کے اندر سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہو گے ۔

کرپا کی یہ گفتگو سن کر رادیو غصے میں بھڑک اٹھا تھا اور وہ کرپا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میں دیکھتا ہوں کہ کرپا سمیت ہر شخص کے حواس پر ارجن کا خوف اور ہر خطرہ طاری ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ ارجن کی وجہ سے ہمیں شکست ہو گی ۔ اور ہمیں اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑے گا تو ایسی سوچیں رکھنے والے واپس ہستنا پور جا سکتے ہیں میں اکیلا یہاں ارجن کے خلاف جنگ کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ میں ہر میدان میں اس کو زیر کر سکتا ہوں ۔ رادیو کے یہ الفاظ سن کر کرپا کا بیٹا آسوانام رادیو کے پاس آیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا ۔

میرے باپ نے جو کچھ کہا ہے وہ درست اور صحیح ہے ارجن ہر حال میں تم سے بہتر اور برتر ہے اور کسی کی بڑائی اور اپنی کم تری کو قبول کر لینا اور مان لینا بہت بڑی دلیری اور قابلیت ہے سنو رادیو اب تم نے جنگ میں کیا معرکہ مارا ہے ابھی تک ہم نے ویرت کے راجہ کے ریوڑوں پر ہی قبضہ کیا ہے اور یہ قبضہ بھی اس وقت تک مستحکم نہیں ہو سکتا جب تک ہم ان ریوڑوں کو لے کر ہستنا پور کی حدود میں داخل نہیں ہو جاتے اس لیے کہ ہم ان ریوڑوں سمیت ویرت کے راجہ کی حکومت میں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں لہذا یہ ریوڑ ابھی مستقل طور پر ہمارے قبضے میں نہیں ہیں ویرت کا راجہ کسی وقت بھی حملہ آور ہو کر ہم سے ریوڑ چھین سکتا ہے لہذا ہم نے ویرت پر حملہ آور ہونے کے بعد ابھی تک کوئی معرکہ نہیں مارا اور یہ جو تم ہر وقت ارجن کے خلاف بولتے رہتے ہو تو رادیو زیادہ بولنے والا انسان عموماً بے وقعت ہوتا ہے ۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ تم اس قسم کی گفتگو کرنے کا ارادہ نہیں کرو گے ۔

یہ گفتگو سن کر دریودن آسوانام کے قریب آیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا اے آسوانام تم اور تمہارا باپ ٹھیک کہتے ہو یہاں آنے سے ہمارا مقصد بغیر کسی وجہ کے جنگ کی ابتدا کرنا نہیں ہے بلکہ ہمارا اصل مدعا پانڈو برادران ہی کی شناخت کو ظاہر کرنا ہے تاکہ انہیں مزید بارہ سال کے لیے جلا وطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا جائے سنو آسوانام اگر ہم اس میدان جنگ میں لڑتے اور تکرار کرتے رہے تو ہماری حالت کی خبریں ہمارے دشمن تک پہنچ جائیں گی ۔ جس کی وجہ سے ان کے حوصلے بلند اور ہمارے لشکر میں بددلی پھیل جائے گی جو ہمارے لیے انتہائی نقصان دہ ہو گی لہذا اس میدان میں ہمیں کم از کم ضرور آپس میں اتحاد رکھنا چاہیے تاکہ ہم متحد ہو کر دشمن کی قوت کا مقابلہ کر سکیں ۔

اس موقع پر بھیشم ان دونوں کے قریب آیا اور دھیمی اور نرم آواز میں مخاطب کر کے کہنے لگا سنو میرے ربانو ! جو کچھ درونا نے کہا وہ بھی درست ہے جو کچھ دریودن کہتا ہے وہ بھی صحیح ہے اور جن خیالات کا کرپا اور اس کے بیٹے آسوانام نے اظہار کیا ہے اور جس طریقے سے رادیو اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے اس میں بھی کوئی غلط بات نہیں ہے آسوانام تمہیں رادیو کے الفاظ کا برا نہیں ماننا چاہیے رادیو کی نیت خراب نہیں ہے یہ جو اس قسم کی گفتگو کرتا ہے تو وہ اس جذبے کے تحت کرتا ہے تاکہ ہمارے لشکر کے اندر ایک جوش ایک جذبہ ایک ولولہ اور ایک ہمت قائم اور دوائم رہے یہ جگہ آپس میں لڑنے اور تکرار کرنے اور دست و گریبان ہونے کی نہیں ہے ہمیں یہاں سب کو دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے متحد اور ایک ہو جانا چاہیے بھیشم کی یہ گفتگو سن کر دریودن کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا تھا پھر اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔

ہم سب کو آپس کے اختلافات ختم کر کے ایک دوسرے کو گلے لگا لینا چاہیے درونا کرپا رادیو اور آسوانام نے دریودن کی اس بات سے اتفاق کیا اور وہ سب ایک دوسرے سے مل کر اپنے دل صاف کر چکے تھے ۔ سب کے درمیان صلح ہو گئی اور سب نے ایک دوسرے کو گلے لگا کر دل صاف کر لیے تو درونا بولا اور کہنے لگا ہمیں یہاں اس میدان میں آپس میں تکرار ترک کر کے اپنے اندرونی جھگڑوں کو طول نہیں دینا چاہیے بلکہ اس جگہ سوچنے اور فکر کرنے کی بات یہ ہے کہ آخر یہ ارجن اپنے آپ کو نمایاں کر کے جنگ میں کیوں کودا ہے جب کہ اس سے پہلے اتنا عرصہ ان سب بھائیوں نے اپنے آپ کو چھپائے رکھا ہے اور آج تم دیکھتے ہو کہ دونوں لشکروں کے درمیان وہ اپنے جنگی رتھ کو دوڑاتا پھر رہا ہے اور ہم سب یہ جانتے اور اسے پہچانتے ہیں کہ یہ ارجن ہے جب کہ ان پر یہ شرط بھی لگائی گئی تھی کہ اپنی جلا وطنی کی تیرہ سال میں اگر ان کی شناخت کسی پر ظاہر ہو گئی تو انہیں بارہ سال مزید جلا وطنی کے گزارنا ہوں گے جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس میدان جنگ میں اپنے جنگی رتھ کو دوڑاتے ہوئے ارجن ہر ایک پر اپنی شناخت ظاہر کر رہا ہے اور ایسا وہ یونہی نہیں کر رہا اس کی ضرور کوئی وجہ ہو گی ورنہ تم جانتے ہو کہ ارجن ایسا احمق نہیں کہ لوگوں پر اپنی شناخت ظاہر کرے مزید بارہ سال کی جلا وطنی طلب کرے لہذا ہمیں یہ حساب لگانا چاہیے کہ کہیں ان کی تیرہ سال کی جلا وطنی کے دن پورے تو نہیں ہو گئے اور اب وہ اپنی جلا وطنی کی زندگی پوری کرنے کے بعد اپنے آپ کو لوگوں پر ظاہر کر رہے ہیں تاکہ وہ لوگوں پر اپنا آپ ظاہر کر کے اپنا راج پاٹ واپس لے سکیں ۔

درونا کے یہ الفاظ سن کر دریودن نے پر امید انداز میں اپنے قریب کھڑے بھیشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا یہ بات تو ہمارے دادا بھیشم ہی بتا سکتے ہیں کیونکہ ان کی جلا وطنی کے دنوں کا حساب یہی کرتے رہے ہیں لہذا پانڈو برادران اپنی جلا وطنی کی مدت پوری کر چکے ہیں یا نہیں یہ فیصلہ تو دادا بھیشم ہی کر سکتے ہیں ۔ دریودن کے یہ الفاظ سن کر بھیشم تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر کسی قدر بلند آواز میں

کہنے لگا۔

سنو میرے بچو! درونا ٹھیک کہتا ہے پہلے ہمیں یہ سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیے کہ ارجن آخر کیوں اپنے جنگی رتھ کو دونوں لشکروں کے درمیان دوڑاتے ہوئے اپنی شناخت ظاہر کر رہا ہے اس کی بھی کوئی وجہ ہے اور جہاں تک ان کی جلاوطنی کے حساب کا تعلق ہے اور جس طرح میں دنوں کی گنتی آج تک کرتا رہا ہوں اس کے مطابق پانڈو برادران کی جلاوطنی کی مدت اب پوری ہو چکی ہے یہاں تک کہنے کے بعد بھیشم تھوڑی دیر کے لیے رکا پھر وہ دوبارہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

میرے بچو تم اس وقت اپنے جنگی رتھ کو میدان میں دوڑاتے ارجن کو غور سے دیکھو وہ کس قدر اطمینان اور تسلی کے ساتھ اپنے رتھ کو ادھر ادھر دوڑاتا پھر رہا ہے اس لیے وہ جانتا ہے کہ ان کی جلاوطنی کی مدت پوری ہو چکی ہے اس کے چہرے پر پھیلے عزم کو بھی دیکھو جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسے فتح نہیں کیا جا سکتا اور میرے بچو میری یہ بات بھی یاد رکھنا اگر ویرت کے راجہ کے ساتھ مل کر پانڈو برادران نے ہمارے خلاف جنگ کی تو یہ جنگ بڑی ہولناک ہوگی اور اس میں ہماری شکست اور دشمن کی فتح کی امیدیں زیادہ ہوں گی لہٰذا میں تمہیں نیک اور مخلصانہ مشورہ دوں گا کہ ہمیں اس جنگ سے بچنا چاہیے اور اے دریودن میں خصوصیت کے ساتھ تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اب جب کہ شرائط کے مطابق پانڈو اپنی تیرہ سال کی جلاوطنی کی مدت کو ختم کر چکے ہیں تو تمہیں بھی ان کے ساتھ پرانی اور قدیم دشمنی کو ختم کر دینا چاہیے تمہیں پانڈو برادران کو ان کا راج پاٹ واپس کر دینا چاہیے اور آپس میں اتحاد اور امن قائم کر لیا جائے ایسا کر کے تم خوشحال زندگی بسر کر سکتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو ہر طرف تباہی اور بربادی کا دور دورہ ہو جائے گا۔

میری نصیحت پر عمل کرو اور پانڈو برادران کو اپنے پاس بلاؤ اور انہیں بڑے پیار اور محبت سے ان کا راج پاٹ انہیں واپس کر دو۔ اس لیے کہ ان کے ساتھ جو شرائط طے ہوئی تھیں ان کے مطابق اب وہ اپنی ریاست اور اپنے راج پاٹ کے حق دار ہیں یہاں تک کہنے کے بعد بھیشم خاموش ہو گیا تھا۔

بھیشم کا یہ فیصلہ سن کر دریودن کا چہرہ پیلا سا ہو کر رہ گیا تھا تھوڑی دیر تک وہ کچھ نہ کہہ سکا اس لیے کہ اس کی حالت سوکھے کھڑے درخت اور کوچ میں بیٹھے مسافر جیسی ہو کر رہ گئی تھی اس کے سینے میں نفرت کی دہکتی آگ کے اندر پرانی یادیں بری طرح گونجنے لگی تھیں اور اس کے دل کے اندر زندگی کی وحشتیں اور محرومیاں آگ کھولن پیدا کر رہی تھیں تھوڑی دیر تک دریودن تحلیل ہوتی گونج اور خبروں کے ٹمٹماتے رہنے کی طرح ان اور خاموش کھڑا رہ کر اپنی باطنی کیفیت پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتا رہا اس لیے دیکھنے والا یہ دیکھ رہا تھا کہ بھیشم کے الفاظ سن کر دریودن کا تن کھول اور نفرتوں کا آتش فشاں بن کر پھٹ پڑا تھا اور

وہ گونجوں کے چکراتے لہراتے بھنور کی طرح دکھائی دے رہا تھا تھوڑی دیر تک دریودن پر دکھ کی دیمک اور سوچوں کی زہر جیسی کیفیت رہی پھر وہ گندھک اور کوئلے کے بارود کی طرح پھٹ پڑا اور کہنے لگا۔

میں کسی بھی صورت پانڈو برادران کو ان کا راج پاٹ واپس نہ کروں گا اب ہمیں اس بات کا فکر نہیں کرنا چاہیے کہ ہمیں پانڈو برادران کو مزید بارہ سال کے لیے اس طرح جلاوطنی کی زندگی پر مجبور کرنا چاہیے اب ہمیں صرف جنگ کے متعلق سوچنا چاہیے میں پانڈو برادران کو ان کی ریاست واپس نہ کروں گا اور اب اور آنے والے دور میں ہر جگہ ان سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہوں اب ان کے ساتھ میرے لیے جنگ کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ جب میری ان کے ساتھ جنگ ہوئی تو انہیں میں اندھیروں کے آسیب اور آخری شب کے سناٹے کی طرح مار بھگاؤں گا اور ان پر اپنی فتح مندی کا اعلان کروں گا اور اے میرے ساتھیو یہ بھی سن رکھو کہ اگر پانڈو برادران ہم پر غالب آ گئے تو وہ صرف مجھے ہی تختہ مشق نہیں بنائیں گے بلکہ بھیشم، درونا، کرپا، آسواتام، رادیو، دسونا اور دیگر ہمارے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کریں گے وہ ہمارے لیے تپا ہوا گردن اور انگارہ بن جانے والی زمین ثابت ہوں گے وہ زہر بن کر قہر بن کر ہمارے جسم و جاں کے سارے راستے بند کر دیں گے اور ہمارے روشنیوں کے شہروں کو ظلمتوں کی لہر اور اندھیروں کا اسیر بنا کر رکھ دیں گے۔

لہٰذا اے میرے ساتھیو اگر تم میرے ساتھ ساتھ پانڈو برادران کی یلغار اور ترکتاز سے محفوظ رہنا چاہتے ہو تو جنگوں میں ان کے خلاف میرا ساتھ دو اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو سن رکھو پانڈو برادران بستی بستی پربت پربت، گلستان در گلستان، صحرا در صحرا تم پر وارد ہوں گے تم پر اپنے جان لیوا حملے کریں گے اور تمہارے نفس نفس میں خوف و ہراس بھر کر تمہاری حالت ریزہ ریزہ اندھیروں کے حصار، ذہن کی مفلسی اور شب گزیدہ دن جیسی بنا کر رکھ دیں گے لہٰذا اگر تم اپنی جانوں کی امان چاہتے ہو تو میری بات مانو پانڈو برادران کے خلاف متحد اور ایک ہو جاؤ اور ان کے خلاف نہ ختم ہونے والی جنگ ڈال دو اس طرح ہم پانڈو برادران کی ہلاکت اور ان کی یلغار سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

دریودن کی اس گفتگو کا لوگوں پر خاصہ اثر ہوا سب سے پہلے درونا حرکت میں آیا وہ دریودن کے قریب آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بڑی شفقت اور پیار سے اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا سنو دریودن میری ایک تجویز پر عمل کرو اس میں ہماری بہتری اور بھلائی ہے اس پر دریودن نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے درونا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

اے میرے عزیز کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو اس پر درونا نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہنا شروع

کیا سنو دریودن تمہاری گفتگو نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے اور اسی گفتگو کی روشنی میں میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہمیں اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کرنا چاہیے سنو دریودن لشکر کا ایک حصہ لے کر تم فوراً بلکہ ابھی اور اسی وقت ہستناپور کی طرف روانہ ہو جاؤ اس لیے کہ ہم تمہیں جنگ سے دور اور محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں اور یہ فیصلہ میں اس بنا پر کر رہا ہوں کہ اگر تم نے جنگ میں حصہ لیا تو سن رکھو صرف ارجن ہی نہیں بلکہ دیگر پانڈو برادران بھی سب سے پہلے تمہیں ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ جو ارجن اس وقت اکیلا میدان میں اپنا جنگی رتھ دوڑاتا پھر رہا ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ یہاں اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے دوسرے بھائی بھی پیچھے لشکر میں جنگ شروع ہونے کے منتظر ہوں گے اور جوں ہی جنگ شروع ہوئی تو وہ سب سے پہلے تمہیں اپنا ہدف بنانے کی کوشش کریں گے لہذا میں نہیں چاہتا کہ اس جنگ میں تم پانڈو برادران کے ہاتھوں مارے جاؤ اور اگر ایسا ہوا تو مجھے بے حد دکھ اور صدمہ ہوگا۔ لہذا میں تمہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ لشکر کے چار حصوں میں سے ایک حصہ لے کر تم ہستناپور کی طرف روانہ ہو جاؤ تاکہ تم پانڈو برادران کی ہلاکت سے محفوظ ہو جاؤ۔

اور سنو دریودن لشکر کا دوسرا حصہ ان جانوروں کو لے کر ہستناپور کی طرف روانہ ہو جائے جو ویرت کے راجہ کی ملکیت ہیں اور جن پر ہم نے قبضہ کر لیا ہے اگر جنگ ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جو ہزاروں کی تعداد میں جانور ہمارے قبضے میں ہیں یہ بھی ہم سے چھن جائیں گے لہذا ان کا چھن جانا بھی ہمارے لیے نقصان ہے اسی بنا پر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے لشکر کا دوسرا حصہ ابھی اور اسی وقت ان سارے ریوڑوں کو لے کر ہستناپور کی طرف روانہ ہو جائے اس طرح کم از کم یہ جانور باآسانی ہستناپور پہنچ جائیں گے اور ان کے چھن جانے کا نقصان اٹھانا پڑے گا اور نہ کوئی صدمہ اور افسوس کا سامنا ہوگا لشکر کے ان حصوں کے یہاں کوچ کرنے کے بعد باقی لشکر کے دو حصے رہ جائیں گے اور لشکر کے ان دو حصوں کے اندر میں خود بھیشم اور کرپا آسوا تام اور رادلیو دسونا اور دیگر کئی سورما شامل ہوں گے اور ہم سب مل کر لشکر کے دو حصوں کے ساتھ پانڈو برادران اور ویرت کے راجہ کے لشکریوں کا مقابلہ کریں گے یہاں تک کہنے کے بعد درونا خاموش ہو گیا اس کے خاموش ہونے کے بعد دریودن نے بولتے ہوئے کہا۔

درونا میرے بزرگ تمہارا فیصلہ بہت عمدہ اور بروقت ہے اور مجھے یہ پسند بھی آیا ہے لیکن میں لشکر کے ایک حصے کو لے کر کیسے اور کیوں کر روانہ ہو جاؤں ایسا کرنے سے مجھے دو باتوں کا اندیشہ ہے ایک تو یہ کہ لوگ مجھے بزدل جانیں گے کہ میں لشکر کے ایک حصے کو لے کر ہستناپور کی طرف روانہ ہو گیا ہوں اور دوسرے میری اس روانگی سے لشکر میں بددلی اور کم ہمتی پھیل جائے گی اور میں ایسا نہیں چاہتا لہذا اے درونا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں تم سب کے ساتھ رہ کر جنگ میں حصہ لوں گا اور مجھے امید ہے ہم سب مل

کہ اس جنگ میں فتح مند اور کامیاب ہو کر نکلیں گے دریودن ابھی اپنی یہ گفتگو جاری رکھے ہوئے تھا کہ مخالف سمت سے یوناف اور بیوسا اپنے جنگی رتھ کو دوڑاتے ہوئے نکلے اور وہ بھی اپنے جنگی رتھ کو لشکر کے درمیان بھگانے لگے تھے۔ اس موقع پر دریودن کے بھائی دسونا نے یوناف اور بیوسا کو دیکھ لیا تھا لہذا وہ سہما سہما اور ڈرتا ڈرتا اس جگہ آیا جہاں دریودن اور رادلیو اکٹھے کھڑے تھے ان دونوں کو اس نے رازداری سے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

سنو رادلیو اور دریودن پہلے صرف ارجن اپنے رتھ کو دوڑاتا پھر رہا تھا اب ذرا غور سے دیکھو ان دونوں لشکروں کے درمیان دو جنگی رتھ بھاگ رہے ہیں اور تم دونوں دوسرے جنگی رتھ کی طرف ذرا غور اور دھیان سے دیکھو رادلیو نے اس جنگی رتھ میں جب اپنی آنکھوں سے یوناف اور بیوسا کو دیکھا تو اس کی حالت قابل دید ہو کر رہ گئی تھی وہ تند حقارت کے سناٹوں جیسا خاموش سرد ہونٹوں جیسا افسردہ اور ہلاکت کے دشت سناک جیسا مایوس کن ہو کر رہ گیا تھا یوں لگتا تھا کہ اس کا جسم شل بوجھل بوجھل اور ذہن کا ہر حصہ ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا تھا اس کے چہرے پر خوف کے رقص کرتے ہوئے شعلے اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ میدان جنگ میں یوناف کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کی فصیل بدن گر گئی ہو اور وہ اپنے آپ کو لٹا ہوا اور غیر محفوظ محسوس کر رہا تھا۔ پھر رادلیو نے دسونا کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی مایوسی اور گھبراہٹ میں کہا۔

یہ یوناف اور اس کی ساتھی لڑکی اس جنگ میں کہاں سے نمودار ہو گئے اس کا ارجن کے ساتھ اس میدان میں جنگی رتھ کو دوڑانا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ یہ ارجن کا ساتھ دے رہے ہیں یہ شخص تو ایک اٹل طوفان ہے اور اپنے دشمنوں پر قسمت گیر ازم آہنی دیوار اور ہر گام محشر برپا کر دینے والی آندھیوں کی طرح حملہ آور ہوتا ہے یہ تو افکار و آگہی کا ایک طلسم ہے اور کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ اس کا مقابلہ کرے اے دسونا اگر تمہیں یاد ہو جب دریودن نے ہمیں ان دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے سرائے کی طرف بھیجا تھا تو اس نے لمحوں کے اندر ہمارے پندرہ سولہ ساتھیوں کو ہلاک کر کے ہمیں ہستناپور کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا اس کی یہاں موجودگی اس اندیشے کو ظاہر کرتی ہے کہ ہمارے خلاف جنگ میں کوئی بہت بڑا طوفان کھڑا کر دے گا۔

رادلیو کے منہ سے یہ الفاظ سن کر دریودن بھی بڑے فکر انگیز انداز میں یوناف کو دیکھتا رہا جو دونوں لشکروں کے درمیان اپنے جنگی رتھ کو بڑی تیزی سے دوڑا رہا تھا پھر دریودن نے اپنے قریب کھڑے رادلیو اور دسونا کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔ سنو اے میرے عزیزو! میرے دوستو! یوناف نام کے

اس جوان کا میدان جنگ میں آنا ہمارے لیے نحوست کی نشانی ہے اس لیے کہ یہ جوان تو لوگوں کی عشرتوں کو نحوستوں میں بدل دینے والا ہے یہ انسانیت کی عریانیت ڈھانپنے والا ہے اور ضرورت کے وقت مرگ و حیات سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اور ان کے ہاتھ کا کھیل کھیلتے ہوئے یہ جوان کرب مسلسل اور اک موت شواہدہ کی طرح حملہ آور ہونے کا فن جانتا ہے اور ایسا کر کے یہ اپنے دشمنوں کی نیست کے آسمان پر ایک منحوس شعلوں اور خمار خانہ ہستی میں بدشگونی کا نشان بن ظاہر ہوتا ہے لہٰذا اس موقع پر میں یہی کہوں گا کہ یوناف کا اس میدان جنگ میں نمودار ہونا ہماری نحوست اور بدشگونی کی علامت ہے۔

دریودن کے یہ الفاظ سن کر راویونت کسی قدر اپنے آپ کو سنبھالا اور دریودن کو تسلی دینے کی خاطر وہ کہنے لگا اے دریودن میرے دوست پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم جانتے ہو کہ حوصلہ ہی دلوں کا مرہم ہے لہٰذا اس جوان کا سامنا بھی ہمیں حوصلے ہی سے کرنا چاہیے ورنہ یاد رکھو اگر ہم نے حوصلہ نہ رکھا تو لشکر میں ایسی بد دلی پھیلے گی کہ جس طرف جس کا منہ اٹھا چلا جائے گا اور جب ایسا ہوا تو سوچ رکھو ہم سب کی حالت آندھیوں کے اندر اڑتے ہوئے تنکوں جیسی ہو کر رہ جائے گی اور پانڈو برادران اپنی ریاست اندر اپرستا ہی واپس نہ لیں گے بلکہ وہ ہستناپور پر بھی قبضہ کر لیں گے اور ہمارے پاس ہاتھ ملنے اور افسوس کرنے کے علاوہ کچھ نہ رہ جائے گا لہٰذا اے دریودن تم حوصلہ رکھو مجھے امید ہے کہ ہم پانڈو برادران کے ساتھ ساتھ اس یوناف نام کے جوان کو بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ زیر اور مغلوب کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

دریودن اس سے پہلے فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم نہیں کرے گا اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے ایک حصے کو لے کر ہستناپور کی طرف کوچ نہیں کرے گا بلکہ بنفس نفیس جنگ میں حصہ لے گا تا کہ اس کے لشکریوں کی حوصلہ افزائی ہو لیکن جب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان جنگ کے اندر یوناف اور یوسف بھی اس کے مقابل آ گئے ہیں اور ارجن کے ساتھ وہ بھی میدان کے اندر اپنا جنگی رتھ، دوڑاتے پھر رہے ہیں تو اس پر ایسی بدحواسی ایسا خوف ایسا لرزہ طاری ہوا کہ اس موقع پر اس نے راویو کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ فوراً دوسنا کی طرف پلٹا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

اے میرے بزرگ میں نے تمہاری تجویز پر بڑا غور کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو کچھ تم نے کہا ہے وہ ٹھیک ہی ہے اور اس پر عمل کرنا ہماری ہی بہتری میں ہے لہٰذا میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر دوں ایک حصہ لے کر میں ہستناپور کی طرف کوچ کرتا ہوں دوسرا حصہ ویرت کے راجہ کے ریوڑ کو لے کر میرے ساتھ ہی ستیناپور کی طرف کوچ کرے اور تیسرے اور چوتھے حصے کے ساتھ تم

لوگ یہاں دشمن کا مقابلہ کرو۔ دریودن کے اس فیصلے کے بعد لشکر کی تقسیم کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔

○

عارب اور نبیطہ گنگا کے سنگم پر ماہی گیروں کی بستی میں اپنے اسی پرانے جھونپڑے کے اندر محو گفتگو تھے وہ اس موضوع پر بحث کر رہے تھے کہ اس کائنات میں انسان اور جنات کو پیدا کرنے کا کیا مقصد تھا ابھی ان دونوں کی گفتگو زوروں پر ہی تھی کہ عزازیل وہاں نمودار ہوا اسے دیکھتے ہی وہ دونوں میاں بیوی اٹھ کھڑے ہوئے پھر عزازیل ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے ان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

میں تم دونوں کو لینے آیا ہوں آؤ اس طرف ویرت شہر کے باہر پانڈو برادران اور دریودن کے لشکر کے درمیان ایک معرکہ ایک جنگ ہونے والی ہے لہٰذا میں تم دونوں کو لینے آیا ہوں تا کہ ہم وہاں چلیں اور جنگ کا نظارہ کریں اور دیکھیں کہ کس طرح یہ انسان ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو کر بدی اور گناہ کے شر کی تشہیر کرتا ہے عزازیل کے خاموش ہونے پر نبیطہ نے اسے مخاطب کر کے کہا اے آقا ہم ابھی اور اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہیں لیکن آپ کی آمد سے پہلے ہم ایک موضوع پر آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور موضوع یہ تھا کہ کائنات کے رب اور خداوند نے انسان اور جنات کو کس مقصد کے تحت پیدا کیا۔ آپ پہلے ہمارے اس موضوع پر روشنی ڈالیں اس کے بعد ہم یہاں سے ویرت شہر کی طرف کوچ کرتے ہیں۔

نبیطہ کے اس سوال پر عزازیل گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر وہ کہنے لگا سنو میرے رفیقو میں اپنے رب کا باغی اور سرکش ضرور ہوں لیکن جو سوال تم نے مجھ سے پوچھا ہے اس سلسلے میں تم سے حقیقت اور سچائی ہی بیان کروں گا۔ اصلیت کچھ یوں ہے کہ اس کائنات کی تخلیق سے پہلے خداوند قدوس نے اس جہاں میں پانی ہی پانی پھیلا رکھا تھا اور اس جہاں میں جو خداوند قدوس نے انسان اور جنات کو پیدا کیا تو وہ اس لیے پیدا کیا کہ ان پر اخلاقی ذمہ داریوں کا کوئی بوجھ ڈالا جائے اور انسان کو ارادے اور اختیارات سپرد کیے جائیں اور پھر دیکھا جائے کہ کون ان اختیارات کو یا اخلاقی ذمہ داریوں کے بوجھ کو سنبھالتا ہے اور پورا کر سکتا ہے۔

اپنی اس تخلیق کو اختیارات اور ارادے کی آزادی دے کر انہیں نیکی اور بدی کے راستے بھی سمجھا دیے گئے اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ یہ راستے پر چلنے کا کیا انجام ہو گا اگر اس راستے کی تخلیق میں کوئی مقصد نہ ہوتا اگر اختیارات کی تفویض کے باوجود کسی امتحان کسی محاسبے اور باز پرس کا کسی جزا اور سزا کا کوئی سوال نہ ہوتا اور اگر انسان کو کسی اخلاقی ذمہ داری کا حامل ہونے کے باوجود یونہی بے وجہ مر کر مٹی بن جانا بھی

ہوتا تو پھر یہ سارا کار تخلیق ایک بچوں کا کھیل تھا اور اس تمام ہنگامۂ وجود کی کوئی حیثیت اور کوئی اہمیت نہ ہوتی لیکن ایسا نہیں ہے خداوند قدوس نے ایک مقصد کے تحت انسان کو پیدا کیا ہے نیکی اور بدی کے راستے اس پر کھولنے اسے اختیار اور ارادے کی آزادی دینے کے بعد پھر ایک روز ایسا بھی آئے گا کہ اسے اپنے سارے اعمال سارے افعال کا خداوند کے سامنے حساب دینا ہوگا۔

سنو میرے عزیزو یہ انسان بھی بڑا چھچھورا پن بڑا غیر ذمہ دار اور قلب قدیر کا حامل ہے اس کی روزمرہ کی زندگی میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب یہ خوشحال ہے تو خوب اکڑتا اور تکبر کرتا ہے اور اسے خیال نہیں آتا کہ اس پر بہار خزاں بھی آتی ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو بلبلا اٹھتا ہے اور حسرت و یاس کی تصویر بن کر رہ جاتا ہے اور بہت زیادہ تلملائے تو اپنے رب اپنے خدا اپنے اللہ کو کوستا اور گالیاں دے کر اس کی خدائی پر لعن طعن کرتے ہیں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتا اور اس کے بعد جب برا وقت نکل جاتا ہے اور وہ بارہ اچھے دن آتے ہیں تو وہی اکڑ وہی خرابی اور نعمت کے نشے میں وہی خرمستیاں شروع کر دیتا ہے

سو اے میرے دوستو خداوند نے تو انسان اور جنات کو اپنی بندگی اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔ اور اسے اختیار اور ارادے کی آزادی دے کر اور اس پر کچھ اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر یہ بھی باتیں سمجھا دیں کہ ایک روز ایسا آئے گا کہ اسے اپنے سارے اعمال و افعال کا حساب دینا ہوگا۔

اب یہ انسان کا فرض بنتا ہے کہ اس آنے والے دن کی تیاری کرے لیکن انسان اور جنات دونوں ہی اپنی تخلیق کے اصل موضوع کو فراموش کر دیتے ہیں اور لذات دنیا میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ پھر انہیں کسی چیز کا ہوش تک نہیں رہتا ایسی غلطی میں خود بھی کر چکا ہوں اور تمہارے سامنے ہوں اور قیامت تک اس کی سزا بھگتنے کے عمل سے گزر رہا ہوں اے میرے ساتھیو جو کچھ تم نے مجھ سے پوچھا اس کا میں جواب دے چکا ہوں اور آؤ اب یہاں سے کوچ کریں۔ عارب اور نبیط نے جواب میں کچھ نہ کہا شاید ان کو اپنے سوال کا جواب مل گیا تھا پھر وہ خاموشی کے ساتھ اٹھے اور وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

عزازیل عارب اور نبیط دیرت شہر کے باہر اس وقت نمودار ہوئے جس وقت دریودن اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر رہا تھا وہ تینوں دریودن کے پاس آئے دریودن انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور عزازیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا اے میرے محسن میرے مربی میرے راہبر! آپ بڑے اچھے اور مناسب وقت پر آئے ہیں آپ دیکھتے ہی ہمارے دشمن کے درمیان جنگ ہونے والی ہے میرے کچھ مہربانوں نے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کروں اور ایک حصے کے ساتھ میں ہستناپور چلا جاؤں کیونکہ لوگ نہیں چاہتے کہ میں جنگ میں حصہ لوں جب کہ لشکر کا دوسرا حصہ ان جانوروں کو

لے کر ہستناپور کی طرف کوچ کرے گا جن کا تعلق ہمارے دشمن سے ہے اور جن پر ہم نے زبردستی قبضہ کیا ہے اور باقی دو حصے یہاں رہیں گے اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کریں گے آپ بولیں آپ کا اس معاملے میں کیا خیال ہے اور ہاں اے آقا اس موقع پر میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ آپ کے وہ ازلی دشمن یوناف اور بیوسا بھی ہمارے خلاف اور ہمارے دشمن کا ساتھ دیتے ہوئے جنگ میں عملی طور پر حصہ لے رہے ہیں یوناف اور بیوسا کا نام سن کر عارب نبیط اور عزازیل کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات نمودار ہوئے پھر عزازیل دریودن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو دریودن یہ جو جنگ ہونے والی ہے ناگزیر ہے اسے ٹالا نہیں جا سکتا اور یہ جو تم اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر رہے ہو اس سے میں مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں اس پر دریودن نے پوچھا اسے میرے آقا کیا آپ یہاں رہ کر جنگ میں حصہ لیں گے یا میرے ساتھ ہستناپور کی طرف کوچ کرنا پسند کریں گے اس پر عزازیل نے طنزیہ سے انداز میں دریودن کی طرف دیکھا پھر وہ کہنے لگا۔

اے دریودن تم لشکر کے دو حصوں اور دشمن کے مویشیوں کو لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ میں تمہارے اس لشکر میں رہوں گا جو یہاں رہ کر جنگ کرے گا میں عارب اور نبیط عملی طور پر تو اس جنگ میں حصہ نہ لیں گے لیکن ہم اس جنگ کا نظارہ کریں گے کہ کس طرح دو فریقوں کے درمیان جنگ انجام کو پہنچتی ہے اور ہاں دریودن رہا سوال یوناف کا تو یہ ایک مافوق الفطرت انسان ہے اور اس پر قابو پانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے اس پر دریودن کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں میرے آقا پہلے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں یہیں رہ کر جنگ میں حصہ لوں گا اور دشمن پر تباہی بن وارد ہوں گا لیکن جب میں نے یہ دیکھا کہ یوناف اور بیوسا بھی ارجن کے ساتھ اپنے جنگی رتھ کو دوڑاتے پھر رہے تو میں نے ارادہ تبدیل کر لیا اس لیے کہ یہ یوناف میرے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ اور مجھے خدشہ اور خطرہ ہے کہ یہ لمحوں کے اندر مجھے کاٹ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ یہاں ہستناپور کی طرف روانہ ہو جاؤں تاکہ میں موت کی صورت میں منڈلاتے والے اس یوناف کے سامنے سے بچ سکوں اس پر عزازیل نے فیصلہ کن انداز میں دریودن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اے دریودن تم سچ کہتے ہو اگر اس جنگ میں تمہارا سامنا یوناف سے ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ تمہیں ضرور کاٹ کر رکھ دے گا اور تم کوئی حربہ اور کوئی بھی طریقہ استعمال کر کے اس کی مار سے نہ بچ سکو گے لہٰذا تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم فی الفور ہستناپور کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں تمہارے لشکر کے اندر رہ کر تمہارے لشکریوں اور لشکر کے کمان داروں کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کروں گا۔ دریودن نے

عزازیل کے اس فیصلے کا اتفاق کیا پھر وہ لشکر کے دو حصوں اور راجہ ویرت کے سارے مویشیوں کو لے کر اپنے لشکر کے پڑاؤ سے پیچھے ہی پیچھے اترکمار کی لشکر کی نگاہوں سے بچتا ہوا ہستناپور کی طرف جا رہا تھا۔

○

یوناف جس وقت ارجن کے ساتھ دونوں لشکروں کے درمیان اپنے جنگی رتھ کو دوڑا رہا تھا اسی وقت ابلیکا نے اس کی گردن پر لمس دیا پھر اس نے کہنا شروع کیا۔ سنو یوناف میں ابھی ابھی دشمن کے لشکر سے لوٹ رہی ہوں اور اس کی ساری کیفیت اور تفصیل سے تمہیں آگاہ کرتی ہوں سنو دریودن تمہیں میدان جنگ میں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہے لہذا اس نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے دو حصوں اور راجہ ویرت کے ہاتھ آنے والے سارے مویشیوں کو لے کر وہ ہستناپور کی طرف کوچ کر چکا ہے وہ اپنے لشکر کے پیچھے پیچھے پڑاؤ کے عقب سے ہوتا ہوا اور تم لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا کوچ کر چکا ہے دو حصے یہیں رہیں گے اور وہ تم لوگوں کو اپنے ساتھ جنگ میں مصروف رکھیں گے اور سنو یوناف اس دریودن کو ہستناپور نہ پہنچنا چاہیے اگر یہ ہستناپور پہنچ گیا تو سمجھو کہ اس نے جنگ کے ایک حصے میں کامیابی حاصل کر لی اس لیے کہ اگر عملی طور پر اس نے جنگ میں حصہ نہ لیا تب بھی وہ یہ کہنے میں تو حق بجانب ہو گا کہ اس نے ایسا معرکہ مار کر راجہ کے انگنت جانوروں کو ہستناپور لے جانے میں کامیاب ہو گیا لہذا میں تم دونوں کو مشورہ دوں گی کہ اس دریودن کا فوراً تعاقب کیا جائے نہ صرف یہ کہ اس سے ویرت کے راجہ کے جانور واپس لیے جائیں بلکہ ہستناپور کی طرف جانے سے بھی روک دیا جائے یہاں تک کہنے کے بعد ابلیکا خاموش ہو گئی پھر یوناف نے اس کو جواب دیتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

سنو ابلیکا میں یہ خبر دینے پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور تمہاری اس تجویز سے مکمل اتفاق کرتا ہوں ہمیں یہاں سے ہٹ کر ضرور اس دریودن کا تعاقب کرنا چاہیے تاکہ وہ ویرت کے راجہ کے جانور لے کر ہستناپور لے جانے میں کامیاب نہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے یوناف نے ارجن کو اپنے پاس بلایا دونوں پہلو بہ پہلو اپنے جنگی رتھوں کو دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں اترکمار اپنے لشکر کے سامنے اپنے جنگی رتھ میں کھڑا ہوا تھا یوناف اس کے پاس آیا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

سنو اترکمار جنگ کا نقشہ بالکل بدل کر رہ چکا ہے اس لیے کہ ہستناپور کے دریودن نے اپنے

لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے دو حصوں کو اس نے یہیں رکھا ہے تاکہ وہ ہمیں جنگ میں مصروف رکھیں باقی دو حصوں کے ساتھ وہ ان جانوروں کو جن پر اس نے زبردستی قبضہ کر لیا ہے لے کر ہستناپور کی طرف کوچ کر چکا ہے لہذا اے اترکمار تم ایک کام کرو پہلے کچھ آدمی اپنے لشکر سے ویرت شہر کی طرف روانہ کرو اور ان جانوروں کے جو چرواہے ہیں انہیں کہو کہ وہ میدان جنگ کے شمالی حصے کی طرف آئیں اور وہاں سے اپنے جانور لے لیں اس لیے کہ ہم شمال کی طرف بڑھتے ہوئے ہستناپور کے دریودن پر حملہ آور ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ اس سے ہم اپنے جانور چھڑانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ یہ پیغام بھیجنے کے بعد آؤ پھر یہاں سے کوچ کریں اور دریودن کے لشکر کا تعاقب کریں۔ اترکمار نے یوناف کے اس فیصلے سے خوش ہوا اس نے فوراً اپنے کچھ لشکریوں کو شہر کی طرف بھیجا تاکہ وہ چرواہوں کو بلا کر لائیں پھر یوناف ارجن اور اترکمار حرکت میں آئے اور وہ اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے دریودن کا تعاقب کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف بھیشم اور درونا نے جب دیکھا کہ ان کے دشمن نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کی بجائے دریودن کا تعاقب شروع کر دیا ہے تو انہوں نے بھی وہاں سے کوچ کیا اور وہ بھی اپنے لشکر کو لے کر یوناف اور اترکمار کے پیچھے لگ گئے تھے۔

چوتھا حصہ ختم ہوا۔ پانچواں حصہ بہت جلد آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے